

مشائیرہ یونانی و رومی

پہلی طبعیم پوٹارک یونانی کی شہداء و افاق کتاب

پہلی طبعیم پوٹارک یونانی کی شہداء و افاق کتاب PARALLEL LIVES کا اردو ترجمہ

جلد اول من عظمیٰ و عظمیٰ

سید ہاشمی فرید آبادی

سید ہاشمی فرید آبادی

یا تمام

اسحاق علی علوی لکھنؤ

پہلی طبعیم پوٹارک یونانی کی شہداء و افاق کتاب

(پہلی طبعیم پوٹارک)

فہرست مضامین

| | |
|---------|---|
| صفحہ | (خطامہ) |
| ۲-۱ | |
| ۸-۱ | دیباچہ از مولوی عبدالحق صاحب بی۔ اے۔ |
| | جزئیاتی نوٹ |
| | نقشہ یونان قدیم (مقلدہ مقدمہ مترجم) |
| ۳۴-۱ | مقدمہ مترجم : ۱۔ یونان |
| ۷۷-۳۵ | (۲۔ جمہوریہ روم) ۲۔ روم |
| | سوانح |
| ۲۰-۱ | (تھیسی اس (زمانہ ماقبل تاریخ) |
| ۸۲-۴۱ | (رومیولس (ایضاً) |
| ۸۹-۸۳ | موازنہ تھیسی اس درومیولس |
| ۱۳۸-۸۹ | لگرس (آٹھویں صدی قبل مسیح) |
| ۱۷۴-۱۳۹ | نیوماپیسیس (آٹھویں اور ساتویں صدی قبل مسیح) |
| ۱۸۲-۱۷۵ | موازنہ |
| ۲۲۴-۱۸۳ | سولن (ولادت ۴۷۰ ق م) وفات ۴۵۹ ق م) |
| ۲۵۰-۲۲۵ | ریل ریس پہلی کولا (وفات ۳۵۳ ق م) |
| ۲۵۵-۲۵۱ | موازنہ |
| ۲۹۸-۲۵۶ | نس طاکس (ولادت ۳۱۲ ق م) وفات ۲۴۷ ق م) |
| ۳۵۰-۲۹۹ | کامیلس (ولادت ۳۶۶ ق م) وفات ۳۲۵ ق م) |
| ۳۸۸-۳۵۱ | فی بیس (وفات ۳۳۶ ق م) |
| ۴۴۴-۳۸۹ | پائولیس (وفات ۲۲۹ ق م) |
| ۴۴۸-۴۲۵ | |

| صفحہ سطر | صفحہ سطر | صفحہ | صفحہ |
|----------|----------|-----------------------|-----------------------|
| ۱۲ | ۵ | محافظة اور | محافظة |
| ۱۴ | ۸ | ریشہ دو انیوں نے | ریشہ دو انیوں کے |
| ۱۷ | ۸ | اور اب | اور اب کے |
| ۲۰ | آخری | تقریر | تقریر |
| ۵۵ | ۳ | اسکیو | اسکیو (یا سکیو) |
| ۱۲ | ۵۹ | | |
| ۷۰ | ۷۰ | | |
| ۶۲ | ۱۳۸ | اسکای تھیں | اسکای تھیں |
| ۶۶ | ۱۸ | پیلو پس | پیلو پس |
| ۷۰ | ۱۲ | مدین | تصدیق |
| ۸ | ۶۰ | اس کا باب | اس کا باب |
| ۹ | ۶۲ | کی بیٹی | کے بیٹے |
| ۱۵ | ۱۷ | کھے | رکھے |
| ۲۰ | ۱۸ | چوس | خیوس |
| ۲۴ | ۵ | رکھا گیا تھا | رکھا تھا |
| ۲۵ | ۶ | نقل کی جاتی ہے | نقل کی جاتی ہے |
| ۲۸ | ۳۱ | آئے اونہ | آئی اونہ |
| ۱۰۱ | ۳ | کی سوانح عمری میں جاہ | کی سوانح عمری میں جاہ |
| ۱۰۷ | ۱۰ | پڑھا جائے | پڑھا جائے |

| صفحہ | سطر | غلط | صحیح | صفحہ | سطر | غلط | صحیح |
|------|------|-----------------|----------------|------|-------|-----------------------------|-----------------|
| ۱۰۹ | ۱۰ | لبوئی جی دس | لبوئی کی دس | ۲۱۶ | آخری | اور محبت | محبت |
| ۱۲۷ | ۲ | اسی | اس | ۲۱۸ | ۱۴ | پہلے | پہلی |
| " | آخری | گھرا | گھرا | ۲۲۰ | ۳ | ناگ نویں بھی | ناگ نویں ہی |
| ۱۳۱ | ۴ | سنے | نے | " | روٹین | جربیل | جربیل بادشاہ |
| ۱۳۲ | ۱ | آبے | آبسنے | ۲۲۱ | ۴ | | |
| ۱۵۷ | ۷ | دوسرا ہے جو | دوسرا ہے جو | ۲۲۹ | ۱۴ | مارکس | مرکس |
| | | قسم دوسری | قسم دوسری | ۲۳۰ | ۴ | مارکس کے | مرقس نے |
| ۱۶۲ | ۱۸ | بیٹوں | بیٹوں | ۲۳۲ | ۱۳ | ہر شخص اپنے | ہر شخص اپنے سے |
| ۱۶۳ | آخری | نایانیوں | یونانیوں | ۲۳۳ | ۹ | لاتینی | لاطینی |
| ۱۶۴ | ۱۶ | پرسند | پرسند | ۲۳۴ | ۱۲ | دکھائی دیتی | دکھائی نہ دیتی |
| ۱۸۶ | ۳ | ملکہ امری | ملکہاری | ۲۳۷ | ۱۶ | بولنے ہیں جو | بولنے ہیں جو |
| " | ۱۴ | ہیری انڈر | ہیری انڈر | | | سکوتس | پیکوس |
| | | Horlander | Horlander | ۲۳۸ | ۸ | کسی نے اسکے | کسی کے کسی |
| ۱۸۹ | ۲ | اتے تون | آتے تون | ۲۳۹ | ۳ | شہر وی آے | وی آے |
| ۱۹۰ | ۸ | ایسے لوگوں کو | ایسے لوگوں کی | | | اور ہر جگہ بھی یہ نام وی آے | |
| ۱۹۲ | ۹ | تیس چھپو | تیس چھپو | | | ہی پڑھنا چاہیے | |
| ۱۹۴ | ۱ | ابالو | اپالو | ۲۴۳ | آخری | کر نیچے | کرین گے |
| " | " | وزیری | وزیری | ۲۴۴ | ۸ | جلنے میں | جلتے میں |
| " | ۱۱ | الس میں | الکین | " | ۱۵ | ہتی | ہی |
| ۱۹۹ | ۲ | مطالب یہ کہا کر | مطلب یہ کہا کر | ۲۵۵ | ۵ | اُس نے | x |
| " | ۱۵ | بادشاہ ملک | بادشاہت ایک | " | ۹ | میر | مدیر |
| ۲۰۹ | ۱ | جاسکتی تھی | جاسکتی تھیں | ۲۶۰ | ۶ | دوشتیان | وہ پرانی کشتیان |
| " | " | متولی | موتی | " | ۱۱ | جزائر بحین | جزیرہ اجی نا |
| ۲۱۱ | ۱۳ | وک | ملک | " | ۱۲ | جزائر بحین | جزیرہ اجی نا |

دیسچہ

از جناب مولوی عبدالحق صاحب۔ بی۔ اے
سکرٹری انجمن ترقی اُردو، اورنگ آباد۔ دکن

پڑھنے کی عادت بہت اچھی ہے۔ مطالعہ ایک شریفانہ فعل ہی نہیں حکیمانہ فعل ہے۔ لیکن، پڑھنے پڑھنے میں فرق ہے اور کتاب کتاب میں فرق ہے؛ میں ایک بد معاش اور پاجی آدمی سے باتیں یا بے تکلفی کرتے ہوئے چپکاتا ہوں اور آپ بھی میرے اس فعل کو بڑی نظر سے دیکھتے ہیں۔ لیکن میں اس سے زیادہ بد معاش اور پاجی کتاب پڑھتا ہوں نہ آپ کو ناگوار گزرتا ہے اور نہ مجھے ہی کچھ ایسی شرم آتی ہے بلکہ اُس کی ہر بات شربت کے گھونٹ کی طرح حلق سے اُترتی چلی جاتی ہے۔ پاجی آدمی کی تو شاید کوئی حرکت ناگوار ہوتی اور میں اس سے بیزار ہو جاتا مگر یہ چپکے چپکے دل میں گھر کر رہی ہے اور اس کی ہر بات دلربا معلوم ہوتی ہے؛

اگر میں کسی روز بازار میں جاؤں اور چوک میں سے کسی محض اجنبی شخص کو ساتھ لے آؤں اور اس سے بے تکلفی اور دوستی کی باتیں شروع کر دوں اور پہلے ہی روز اس طرح سے اعتبار کرنے لگوں جیسے کسی پرانے دوست پر، تو آپ کیا کہیں گے؟ لیکن اگر ریل کسی اسٹیشن پر پھیرے اور میں اپنی گاڑی سے اُتر کر سیدھا بکلا شال رکھنے ویش کی الماری پر پھونچوں اور پہلی کتاب جو میرے ہاتھ لگے وہ خرید لاؤں اور کھول کے

شوق سے پڑھنے لگوں، تو شاید آپ کچھ نہ کہیں گے۔ حالانکہ یہ فعل پہلے فعل سے زیادہ مجوز نامہ ہے اس کے لیے تو کوئی عذر ہو بھی سکتا ہے مگر اس کے لیے کوئی عذر ممکن نہیں ہو گا۔

میں ایک بڑے آباد شہر یا مجمع میں جاتا ہوں کبھی ایک طرف نکل جاتا ہوں کبھی دوسری طرف جا پھونچتا ہوں اور بغیر کسی مقصد کے ادھر ادھر مارا مارا پھرتا ہوں افسوس کہ باوجود آدمیوں کی کثرت کے میں وہاں اپنے تئیں اکیلا اور تنہا پاتا ہوں اور اس ہجوم میں تنہائی کا بار اور بھی گراں معلوم ہوتا ہے۔ میرے کتب خانے میں بیسیوں الماریاں کتابوں کی ہیں۔ میں کبھی ایک الماری کے پاس جا کھڑا ہوتا ہوں اور کوئی کتاب نکال کر پڑھنے لگتا ہوں اور کبھی دوسری الماری میں سے کوئی کتاب اٹھا کر دیکھنے لگتا ہوں۔ میں اس طرح سینکڑوں کتابیں پڑھ جاتا ہوں لیکن اگر میں غور کروں تو میں دیکھوں گا کہ میں نے کچھ بھی نہیں پڑھا۔ اس وقت میری آوارہ خوانی مجھے تسلی کی اور جس طرح ایک بھرے پڑے شہر میں میری تنہائی میرے لیے وبال تھی اسی طرح اس مجمع شرفا و علما و با و شعرا میں میں کی تنہا اور حیران ہونگا۔

بغیر کسی مقصد کے پڑھنا فضول ہی نہیں مضر بھی ہے۔ جس قدر ہم بغیر کسی مقصد کے پڑھتے ہیں اسی قدر ہم ایک بامعنی مطالعہ سے دور ہوتے جاتے ہیں۔ ملٹن نے ایک جگہ کہا ہے کہ ”اچھی کتاب کا گلا گھونٹنا ایسا ہی ہے جیسے کسی نے کا گلا گھونٹنا“ جس سے اس کی مراد یہ ہے کہ فضول اور معمولی کتابوں کے پڑھنے میں عریز وقت ضائع کرنا اچھی کتاب کا گلا گھونٹنا ہے کیونکہ ایسی صورت میں وہ ہمارے لیے مردہ ہے۔

لوگ کیوں فضول معمولی اور ادنیٰ درجے کی کتابیں پڑھتے ہیں؟ کچھ تو اس لیے کہ ان میں نیا پن ہے کچھ اس خیال سے کہ ایسا کرنا داخل فیشن ہے اور کچھ اس غرض سے

کہ اس سے معلومات حاصل ہوتی ہیں۔ پہلی دو دوہیں تو طفلانہ ہیں۔ تیسری وہم
البتہ بظاہر معقول ہے۔ لیکن اس کے یہ معنی ہونگے کہ ہم معمولی ذلیل اور اذنی
معلومات کو اپنے دماغ میں بھرتے ہیں تاکہ اعلیٰ معلومات کی گنجائش باقی نہ رہے؛
اگر ہم اپنے مطالعے کا ایک سیاہ تیار کریں اور اُس میں صبح سے شام تک
جو کچھ پڑھتے ہیں لکھ لیا کریں اور ایک مدت کے بعد اسے دیکھیں تو معلوم ہوگا کہ ہم
کیا کیا کر گزرے۔ اُس میں ہم بہت سی ایسی تحریریں پائیں گے جن کا ہمیں مطلق خیال
نہیں۔ بہت ایسے ناول ہونگے جن کے ہیروؤں تک کے نام یاد نہیں۔ بہت ایسی
کتابیں، کہ جنکی نسبت اگر ہم سے کوئی یہ کہتا کہ یہم پڑھ چکے ہیں تو ہمیں کبھی یقین نہ آتا۔
بہت سی ایسی تاریخیں، سفر نامے، رسالے وغیرہ ہونگے جنہیں پڑھ کر خوش تو کیا،
بچپائے ہی ہونگے؛ اگر ہم علی گڑھ کالج کے طالب علموں کے نام، اُن کے حلیے،
اُن کے وطن، اُن کے محلے، اُن کی کتب نصاب تعلیم اور اُن کے شجرے یاد کرنے
شروع کر دیں اور اُس سے ”معلومات“ کے نام سے موسوم کریں تو لوگ کیا کہیں گے؟
غرض ایسا ہی کچھ حال اُس سیاہ کا ہوگا۔ اُس کا اکثر حصہ خرافات کی ایک عجیب فہرست
اور ہماری ورق گردانی اور تضييع وقت و دماغ کی ایک عمدہ یادگار ہوگی؛

ملٹن نے کیا خوب کہا ہے ”عمدہ کتاب حیات ہی نہیں بلکہ ایک لافانی چیز
ہے“ اس قول میں مطلق مبالغہ نہیں۔ عمدہ کتاب خود ہی لافانی نہیں بلکہ اپنے لکھنے
والے کو، اُن کو جن کا اس میں ذکر ہے اور بعض اوقات پڑھنے والوں کو بھی لافانی بنا دیتی
ہے۔ عمدہ کتابوں نے انسانوں کے اخلاق و طبائع اور آراء پر بہت بڑا اثر ڈالا ہے۔
خیالات میں عظیم الشان تغیر پیدا کیا ہے۔ قوموں میں ہل چل اور انقلابات بپا کیے
ہیں اور ملکوں کی کابینہ میں حیرت انگیز مدد دی ہے۔ اور یہی عمدہ کتاب کی نشانی ہے؛
میں آج آپ کو ایک ایسی ہی کتاب کا حال سنا تا ہوں۔ یہ آج کل کی نہیں، صدی و صدی

کی نہیں بلکہ سنہ عیسوی کی پہلی صدی کی لکھی ہوئی ہے۔ یہ اب تک زندہ ہے یہ لافانی ہے۔ اس نے بہت سے مردہ دلوں کو زندہ دل بنا دیا۔ بہت سے سوتے ہوئے کو بیدار اور خافلوں کو ہشیار کر دیا۔ بہت سی قوموں میں قومیت و انسانیت کی روح چھونک دی۔ اور اس میں اب بھی اسی سحرکاری کی قوت موجود ہے بشرطیکہ ہم اپنی آوارہ خوانی سے فرصت ہو جائے۔

جب رومہ کی قدیم سلطنت خانہ جنگیوں کی بدولت پارہ پارہ ہو گئی نیز مذہب عیسوی کے تازہ فروغ نے یونان قدیم کی تہذیب و حکمت کو برباد کر دیا تو چوتھی صدی سے تیرھویں صدی عیسوی تک براعظم یورپ میں سخت جہود کی کیفیت طاری رہی۔ علمائے مذہبی کی تلقین اور حاکمانہ تعلیم نے لوگوں کو دنیا اور معاملات دنیا کی جانب سے بالکل بے پروا کر دیا تھا ہر دل پر آنے والی زندگی کا ہول اور قیامت کا خوف ایسا بیٹھ گیا تھا کہ جو لوگ تارک الدنیا نہ تھے، حیات ظاہری کے مسائل پر غور کرنا انہیں بھی ناگوار اور تضرع اوقات معلوم ہوتا تھا۔ دماغوں میں اولہم پرستی اور مقصدانہ تنگدلی اور قومی عزت و غیرت کے تمام اصولوں سے بے خبری کے سوا کسی چیز کے سامنے کی گنجائش نہ تھی اور شخصی بادشاہوں کے مطلقانہ فرمان اور خود غرض پادریوں کے خلاف عدل و انسانیت احکام کی تابعداری زندگی کا فرض مسئلہ بن گئی تھی۔

صدیوں تک اسی حالت خراب میں پڑے رہنے کے بعد آخر کار اہل مغرب میں حرکت پیدا ہوئی اور اندلس کی اسلامی درسگاہوں کے طفیل سے اور ان یونانی پناہ گزینوں کے اثر سے جو ترکی فتح قسطنطنیہ کے بعد جنوبی یورپ میں بھاگ آئے تھے، یونان قدیم کے فلسفہ و حکمت اور رومی قوانین و نظام سلطنت کا علم ان ممالک میں پھیلا اور محض اس کی بدولت ذہنی ترقیوں کا وہ دور یورپ میں شروع ہوا جسے

بجاطور پراہل یورپ عہد بیداری (یا نشاۃ الثانیہ) سے تعبیر کرتے ہیں۔ شوق علم و مطالعہ کے اس اچانے ایک طرف تو اس زبردست اصلاح مذہبی کی تخم پاشی کی جو عیسائیوں کے نئے نئے فرقے پر اسٹنٹون کی تحریک کی سنگ بنیاد تھی اور دوسری طرف عدل و مساوات رواداری اور عقلیت، آزاد خیالی اور جمہوریت، اور ایثار و حب وطن کا دلون میں گہرا نقش بٹھا دیا اور حقیقت محض قدیم علم ادب کا طفیل تھا کہ استبداد و مطلق العنانی کا دور ٹوٹا اور لوگوں کے خیالات میں وہ غیر معمولی تلامطم ہوا جس کا سب سے خوفناک مظاہرہ انقلاب فرانس تھا۔

اس طرح تقریباً پان سو برس کی محنت و مطالعہ کا جو کچھ نتیجہ ہوا وہ گویا اسی خرت کا پھل تھا جسے دو ہزار برس پہلے اہل یونان کے ہاتھوں نے بویا تھا۔ لیکن ان یونانی کتابوں میں جو یورپ کے ایسے ذہنی انقلابات کا سبب بنیں اگر ہم بغور تماش و امتیاز کرنا چاہیں تو ہمیں معلوم ہو گا کہ پلوٹارک سٹون شیریویم (علاقہ میویشیہ، یونان) کی کتاب ”مشاہیر یونان و رومن“ بھی منجملہ ان چند کتابوں کے ہے جنہوں نے مغرب کو قعر مذلت سے نکال کر اوج کمال پر پہنچا دیا اور اعلیٰ انسانی خصائل کا ایسا سون دیا جو کبھی فراموش نہ ہو۔

مذہب ہو یا دنیوی معاشرت، سیاسیات ہو یا دنییات بغیر اخلاق کے چارہ نہیں۔ جب تک ان کی تہ زمین اخلاق نہ ہو کامیابی ممکن نہیں۔ لیکن قابل غور اور اہم سوال یہ ہے کہ اعلیٰ اخلاق کی تعلیم کیونکر دی جائے کہ نوجوانوں کے دلون میں اعلیٰ اور پاکیزہ خیالات اس طرح متمکن ہو جائیں کہ دنیوی لالچ، خود غرضانہ خواہشات، دوستی اور مروت انہیں ڈانوان ڈول نہ کر سکے؟ بعض کا خیال ہے کہ صرف مذہبی تعلیم ہی سے اخلاق درست ہو سکتے ہیں۔ بعض کی رائے ہے کہ اخلاق کی کتابیں پڑھنا اور وعظ و پند کے ذریعے سے اخلاق سکھا سکتے ہیں۔ لیکن مشکل یہ ہے کہ پہلا طریقہ حکم و فرمان

زبردست کہ ہیں اس میں نہیں پائی جاتیں، بلوٹارک کو اس خصوصیت میں سب پر فوق حاصل ہے اور جسے یقین نہ ہو وہ بروٹس لگرس اور کیوٹو (خری) وغیرہ کے حالات پڑھ کر دیکھ لے اور سوچے کہ ان اعلیٰ صفات کی حامل کوئی اور کتاب بھی ہے؟ اگر اس کتاب کے پڑھنے کے بعد کوئی اس سے متاثر نہ ہو اور اس کے دل میں باخلائی کمالات کا جوش اور ولولہ پیدا نہ ہو تو اسے چاہیے کہ وہ خدا سے خشوع و خضوع کے ساتھ دعا مانگے کہ خدا اس کے حال پر رحم کرے !

مجھے سچی اور قلبی مسرت ہے کہ آخر یہ دلچسپ اور وقیع المنزلت کتاب جو دنیا کی اہمات کتب میں سے ہے انگریزی سے اردو میں ترجمہ ہوئی اور ہمارے اہل ملک کے سامنے (مجلہ پانچ جلدوں کے) اس کی پہلی جلد آج پیش کی جا رہی ہے۔ خدا کرے کہ اسے یہاں بھی وہی تاثیر اور قبولیت نصیب ہو جسکی وہ مستحق ہے؟

میں اس امر پر بھی خاص مسرت کا اظہار کرتا ہوں کہ انجن ترقی اردو کی خوش نصیبی سے اسے مترجم بھی ایسا ہی قابل اور محقق ملا ہے، سید ہاشمی صاحب نے اس کتاب کا ترجمہ جس جان کا ہی، شوق اور محنت سے کیا ہے وہ بہت قابل تعریف ہے اور میری رائے میں یہ اردو ترجمہ لحاظ طرز بیان، سلاست، اظہار مطالب، انگریزی ترجمے پر فوقیت رکھتا ہے علاوہ اس کے لائق مترجم نے ایک بڑا کام یہ کیا ہے کہ کتاب کے شروع میں ایک تاریخی مقدمہ (جو گویا یونان اور روم کی قدیم تاریخ کا ایک خلاصہ ہے) اضافہ کر دیا ہے جس سے اردو ترجمے کی وقعت اور بڑھ گئی ہے۔ یہ بہت ضروری تھا۔ اسلئے کہ ان سوانح عمریوں میں خاص تاریخی سلسلہ نہیں ہے اور بہت سی باتیں اس وقت تک سمجھ میں نہیں آسکتیں کہ کتاب کا پورا لطف آسکتا ہے جب تک کہ یونان و روم کی تاریخ سے واقفیت نہ ہو۔ پس یقین ہے کہ اردو خوان پہلک کے لیے یہ نہایت مفید اور کارآمد ثابت ہوگا؟

اورنگ آباد دکن - ۲۹ جولائی ۱۹۱۶ء

جغرافیائی نوٹ

عہد قدیم میں لفظ یونان کسی خاص یا معین اُحد و دملک پر اطلاق نہ پاتا تھا بلکہ اُن تمام علاقوں کو یونان کہہ دیتے تھے کہ جہاں یونانی زبان و معاشرت اور یونانی نسل کے لوگ آباد ہوں۔ چنانچہ جزائر اے جین ایشیا کے کوچک، صقلیہ اور اطالیہ کی ساحلی نوآبادیاں بھی قریب قریب اُسی حق کے ساتھ اپنے ان دورِ ست علاقوں کو دیہلاس، (یونان) کہہ سکتی تھیں جو یونان خاص کی بستیوں کو حاصل تھا اصل یہ ہے کہ تمام یونانیوں پر کبھی کوئی واحد قومی سلطنت نہ قائم ہو سکی اور ملک کے پہاڑی اور چھوٹے چھوٹے ٹکڑوں میں کئے ہوئے ہونے کی وجہ سے اُن کی چھوٹی چھوٹی جماعتیں جہاں تہاں بس گئیں اور انھوں نے اپنے اپنے علاقے اور ضلعوں میں علیحدہ خود مختار ریاستیں بنالیں۔ پھر شہری آزادی کی لذتوں نے، جو شاید بنی انسان میں من حیث القوم سب سے پہلے یونانیوں ہی نے چمکی تھیں، انھیں ہمیشہ ایک وسیع تر اشتراک اور واحد قومی حکومت کے شیرازے میں منسلک ہونے سے باز رکھا، چنانچہ حکیم ارسطو نے جب تمام یونانیوں کی تاریخ مرتب کی، جو بد نصیبی سے اب ناپید ہے، تو ڈیڑھ سو سے زیادہ خود مختار یونانی ریاستوں کے حالات اُسے جمع کرنے پر سے جن میں ہمیشہ تغیر اور انقلابات ہوتے رہتے تھے۔ پس ایسے تغیر پذیر مجموعے کا جغرافیائی تعین کرنا، یقیناً اُس وقت آسان تھا اب کچھ آسان ہے۔

بہر حال، نقشہ منسلکہ کو دیکھنے سے ظاہر ہو گا کہ ایشیائی نوآبادیوں کے علاوہ خاص یونان اُس زمانے میں بھی قریب قریب اُسی علاقے پر مشتمل تھا جو موجودہ یونان کا

ملک کہلاتا ہے۔ اس میں سے اگر ہم مقدونیہ اور ایپرس کو خارج کر دیں جو کبھی صحیح معنوں میں یونان نہیں سمجھے گئے تو یونان قدیم کا رقبہ ۲۰ ہزار مربع میل سے کچھ زیادہ تھا اور اس کے بڑے بڑے شہر ضلع حسب ذیل تھے (جن میں متعدد خود مختار ریاستیں شامل تھیں) :-

- (۱) شمالی یونان - اس میں صرف ایک ضلع تھا: تھسالی،
- (۲) وسطی یونان - اکرٹائیہ، اٹولیا، لوکائی، ڈورس، مگارٹس (یا مگالاج)، فکیس (یا فوشیہ)، اونیگا اور میوشیہ،
- (۳) جنوبی یونان - جسے پی لوپی فی س یا پونیشیہ یا پیلوپونیز کہتے تھے اور جو اب جزیرہ نماے صوریہ کے نام سے موسوم ہے) کو رتھیہ، سکیاٹیا، اکائیہ، اے لیس، آرگولس، اریکیڈیا، مسینیہ اور لکونیہ،

مقدمہ

۱۔ یونان

تہذیب | یونان کی قدیم تاریخ موجودہ یورپ کی تہذیبی اور ذہنی ترقیوں کا پہلا باب ہے۔ جس وقت اور قومیں خانہ بدوش قبائل کی صورت میں زندگی بسر کر رہی تھیں، یونان میں منظم شہر آباد تھے اور جب کہ ادہام پرست ایشیائی شخصیات بادشاہوں کی ذلیل غلامی کو فخر انسانیت جانتے تھے، اہل یونان اس وقت پوری طرح اس اصول کو سمجھ چکے تھے کہ کوئی حکومت مطلق العنان نہ ہونی چاہیے، لیکن اس خارجی فرق کے علاوہ ان کی بڑی وجہ فضیلت یہ معلوم ہوتی ہے کہ اولاد آدم میں سب سے پہلے انھوں نے مدنی الطبع انسان کی زندگی اور تعلقات زندگی پر غور کیا اور ہمیشہ عقل و تدبیر کو اپنا دلیل راہ بنایا جس کی وجہ سے معاملات ملکداری میں ان کی نظر سب سے پہلے اس سرشت اعتدال تک پھونچی جو راعی اور رعایا کے حقوق و فرائض کا صحیح وزن بتاتا ہے۔ اور دوسری طرف ذہنی ترقیوں کے لحاظ سے وہ اس میدان تلاش میں درآئے کہ جہاں انسان اسباب و علل کی جستجو کرنا سیکھتا ہے اور نیز اپنا مافی الضمیر اور اپنی ہمدردی نوع کے خیالات ایک خوش نما اور دل نشین پیرائے میں ظاہر کرنا چاہتا ہے، یہی باعث ہے کہ تاریخ یونان کی دل چسپیاں کچھ اسی وقت سے نہیں جب سے کہ شہور و سنین کا تعین یا واقعات کا مفصل احوال ملے

ملتا ہے۔ بلکہ اُس وقت سے شروع ہوتی ہیں جب سے کہ اُس متمدن اور با اصول زندگی کی جھلک ہمیں نظر آتی ہے جس کی وسعت یافتہ صوت کا نام یورپ کی جدید تہذیب ہے، جو قدیم یونان کی یہ تاریخ بعثت مسیح سے تین صدی قبل تک تقریباً ایک ہزار سال کے حالات پر مشتمل ہے اور ظاہر ہے کہ اُس پر مبسوط بحث کرنے کی اس مختصر مضمون کی بجائیں نہیں البتہ یہ ہو سکتا ہے کہ اُس کا ایک سرسری خاکا، پلوٹارکس لایوز کا اردو ترجمہ پڑھنے والوں کے سامنے پیش کر دیا جائے کہ انھیں کتاب کے مطالب سمجھنے میں مدد ملے اور وہ ایک تصور وہاں کی عام حالت کا اپنے ذہن میں قائم کر لیں؛

اب آسانی کی غرض سے ہم ان تاریخی حالات کو پانچ دور میں تقسیم کرینگے جن میں پہلا یونانی قوموں کے باہر سے آکر یونان میں بسنے اور مختلف ریاستیں آباد کرنے کے متعلق ہے اور ہمیں چھٹی صدی قبل مسیح کے سرے تک لے آتا ہے؛ دوسرے دور میں آئی آونی جس کی بجا و کراہل مشرق نے "یونانی" بنایا ہے) یا، اہل یونان کی ایشیائی آبادیوں کی بغاوت اور ایرانی لشکر کشی کا ذکر ہے (۲۵۰ تا ۴۸۰ ق م)۔ تیسری میں اُن ۴ برس کے حال سے بحث ہے کہ جن میں مدینہ الحکا ایتھنز یا (ایشنا) کی حکومت اوج کمال پر تھی۔ چوتھے میں پونیسی (پی لوپی نی سی) لڑائیاں، اسپارٹی اقتدار اور پھر قہیبہ کے تفوق حاصل کرنے کے محل واقعات و نتائج ہیں (۳۳۰ تا ۳۶۲ ق م) اور آخری دور میں فلیقوس اور اسکندر کے عہد سے گذر کر یونان کے رومیوں کے ہاتھوں مفتوح ہونے کا احوال ہے (۱۴۶ ق م)۔

پہلا دور۔ یونانی قوموں کے گروہ اور ریاستیں؛

عام خیال کے بموجب اہل یورپ کی نکاس وسط ایشیا سے ہے اور وہاں کی پہلی رُو تھی جس میں ٹیوٹائی، لٹھو آئی اور اسلائی قوموں کے اجداد ادھر آئے؛ اس کے بعد ایک دوسرا گروہ آیا اور (یونانی، اطالوی اور قلمی) تین شاخوں میں بٹ کر جنوبی یورپ میں پھیل گیا۔ لیکن جہاں تک ہیلنسی (ول نیز یعنی یونانی) قوم کا تعلق ہے وہ ایک ہی وقت میں ملک

یونان میں نہیں آئی بلکہ ایشیائے کوچک کے علاقوں (فرعیہ، لڈیہ وغیرہ) سے بتدریج اُٹھ اُٹھ کر مقدونیہ، مقدونیہ، مقدونیہ اور پھر یونان خاص میں پھونچی اور قدیم باشندوں پر غالب آکر مستقلاً یہیں آباد ہو گئی۔ ان قدیم باشندوں کا عام نام پلاس جی قوم ہے اور ان کو بعض جدید اہل تحقیق نے انہی کا ہم نسل بتایا ہے جو بعد میں ادھر آئے۔ بالفاظ دیگر یہ اُسی ہیلانی خاندان کی ایک پُرانی شاخ تھی اور محض چند صدی پہلے چلے آنے کی وجہ سے ایک غیر نام و نسل کی قوم سمجھی گئی ورنہ اُس میں اور ہیلانیوں میں وہی رشتہ ہے جو خود ہیلانی نسل کے آئندہ مختلف گروہوں میں تھا۔ یہ بعد کے گروہ تعداد میں تین اور کم سے کم دو تھے: آئی آونین، ڈورین اور ای اولین (پولین)۔ جن میں آخر الذکر وہ ہیں جو کچھ عرصہ پہلے اپنے اصلی جیسے سے جدا ہو گئے تھے، ان کے عقب ڈورین یورپ میں آئے اور جزیرہ نما یونان کے منہائے جنوب تک پھونچے اور وہاں اپنی چھوٹی چھوٹی سلطنتیں قائم کیں۔

لیکن قبل اس کے کہ ڈورین لوگوں میں (جو اب اپنے نئے وطن پوشیہ کے باشندے کہے جاسکتے ہیں) کسی تمدن کی صلاحیت پیدا ہو اور وہ اپنی بدوی زندگی چھوڑ کر لطفِ حضرت سے آشنا ہوں، آئی آونین گروہ تمدن کے کئی درجے طے کر چکا تھا، ایشیائے کوچک میں زیادہ عرصے رہنے کی وجہ سے وہی سب سے زیادہ سامی قوموں کے اثر میں آیا، جن میں انسانی خصوصیت کے ساتھ قابل ذکر ہیں۔ یہ چھوٹی سی اولیٰ العزم قوم حضرت مسیح سے دو ہزار برس پہلے اُن علاقوں میں آباد تھی جو اب فلسطین اور لیبیا کے نام سے مشہور ہیں۔ جہاں تک تاریخ گواہی دیتی ہے یہ لوگ عصرِ قدیم کے نہایت بلند حوصلہ تاجراور سب سے بڑے جہازران تھے اور اُن کی نوآبادیاں ایک طرف ساحلِ افریقہ پر ٹیونس (قرطاجنہ) سے پرے تک اور دوسری طرف جزائر یونان، قبرس اور غالباً خاص یونان کے مشرقی ساحلوں پر پڑی ہوئی تھیں۔ انھیں سے آئی آونین نے تہذیب کی الف بے تے پڑھی

اور انھیں کی تعلیم سے فن تحریر، بعض قدیم صنایع اور ایشیائی دیوتاؤں کی پرستش یونان میں رائج ہوئی، لیکن کنگانیوں کا اثر (جنھیں یونانی فنیسی یا فنیقی کہتے تھے) ساحلی علاقوں سے آگے نہیں بڑھا اور فرغیہ اور لڈیہ کے اندرونی علاقوں میں دوسری سامی قومیں جنھوں نے آریں مہاجرین کا خیر مقدم کیا۔ خصوصاً لڈیہ میں آنے والے جو سامیوں کو مغلوب نہ کر سکے تھے انھیں میں گھل مل گئے اور پھر غالباً اسی مرکب قوم کی ایک شاخ آنا سے درانیال کے ایشیائی کناروں تک پھیلی اور وہاں ٹرواس کی سلطنت بنائی جس کے پایہ تخت ایلیم اور ٹرواس کے کھنڈر تھوڑے دن جو ترکی قلعے "قوم قلعے" کے قریب جنوب مشرق میں نکلے ہیں؛

لیکن اب وقت ہے کہ ہم ڈورین مہاجرین کی طرف متوجہ ہوں اور دیکھیں کہ انھوں نے اپنے جدید وطن پوشیشیہ میں کیا کیا؛

آرگس | مہاجرین کے اس نڈی دل نے معلوم ہوتا ہے خاکنا سے کونہ سے گذر کر سیدھا جنوب کا رخ کیا اور سمندر تک بھوج کر ملک کے جنوب مشرقی علاقوں میں آباد ہو گئے چنانچہ اریکیڈیا، ایس اور اکائیہ کے ضلع عرصے تک ڈوری اثرات سے خالی رہے اور سب سے زیادہ آرگوس کا علاقہ ان کے تسلط میں آیا اور اس کے مرکزی شہر آرگس میں ان کی ایک معتددر باست قائم ہوئی جس کے پانچ ہفتوں شہر حریف: فلپس ٹرین سکائن کوٹھ اور ای ڈورس آرگس کا یہ تفوق جزیرہ نماے پوشیشیہ پر بہت دن قائم رہا حتیٰ کہ ضلع لقونیہ سے ایک نیا حریف اٹھا جس کے ذور و اقتدار کے آگے نہ صرف آرگس بلکہ تمام یونان کی ریاستیں ماند پڑ گئیں یہ اسپارٹ تھا جو کہ ٹے گی بس کے دہن میں یوری ما (یورڈاس) نڈی کے کنارے آباد ہو کر اعلیٰ پارٹ | اس علاقے میں جب ڈورین مہاجر آئے تو اس وقت یہاں کئی قدیم قومیں آباد

یہاں (یا اس پارٹ) کے لفظی معنی تہی زمین کے ہیں اور اسکی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ یونانی دستور کے خلاف یہ ہستی پہاڑی یا پہاڑ پر ہونے کے بجائے سموی کاشت کی زمین پر بسائی گئی تھی۔۔۔

تھیں، بلکہ یونین اور اکائین عناصر تو آخر تک وہاں موجود رہے۔ پس ہی وجہ تھی کہ نئے آنے والوں کو یہاں سب سے زیادہ عرصے تک مصروف اور آمادہ جنگ رہنا پڑا اور اسی لیے لس ڈوی موٹی (یا لک ڈی موٹین) جو یہاں آئے والوں نے اپنا علمی و قومی نام قرار دے لیا تھا، کچھ مدت میں یونان کے سب سے زیادہ جنگجو لوگ سمجھے جانے لگے۔ مگر ابتدا میں اسپارٹہ اس ضلع (لقونیہ) کا ایک معمولی گاؤں تھا اور اسے ایک مرکزی اور لقونی صدر مقام کی حیثیت بہت دن میں اور رفتہ رفتہ حاصل ہوئی۔ اور کچھ عجب نہیں کہ وہاں وقت و احاد میں دو بادشاہ ہونے کا دستور بھی اسی عہد ارتقائی کی یادگار ہوا۔ اصلی آبادی کو ملانے کی غرض سے اس کا بھی ایک بادشاہ لیا جانا ضروری سمجھا گیا ہو کیونکہ ایک طرف تو ایسے تئینہ حکومت کی کوئی نظیر کسی دور میں ریاست میں نہیں نظر آتی اور دوسری طرف ایک نامور اسپارٹی بادشاہ کلیون (کلیومینز) کو بہت دن بعد ہم اکائی النسل ہونے کا مدعی پاتے ہیں، پس یہ بالکل ممکن ہے کہ اسپارٹی بادشاہوں کے یہ دو سلسلے دور میں اور اکائین خاندانوں کی آمیزش کا نتیجہ ہوں۔ اگرچہ اہل اسپارٹہ بالعموم اس سے انکار کرتے رہے۔

پوشیدہ میں اس قوت کا عروج بظاہر اس امیرانہ نظام حکومت کا معلول ہے جس نے اسپارٹہ کے شہریوں کو فن سپاہگری کے لیے وقف کر دیا تھا، اور جسے قدیم یونانی لکڑ گس مقنن کا نتیجہ فکر بتاتے ہیں۔ لیکن جدید تحقیقاتین اسے تسلیم کرنے میں متامل ہیں اور تمام اسپارٹی آئین و قوانین کا بانی ایک ہی شخص کی ذات کو نہیں مانتیں، بلکہ بہر حال اس نام نہاد مقنن اور اس کے نظام حکومت کا شرح بیان لکڑ گس کی سوانح عمری میں موجود ہے جسے ہمارے ناظرین اصل کتاب میں ملاحظہ فرمائیں گے۔

واضح رہے کہ خانہ بدوش قوموں کو نظر انداز کرنے کے بعد بھی عہد گذشتہ میں لوگوں کا مصروف جنگ و جدال رہنا ایک عام بات تھی، مگر ہمہ کسی قوم کے ہر فرد کا اس طرح بلا استثنا

جنگ آزما ہونا، ایسا وقت ہے جس کی تاریخ میں کوئی مثال نہیں ملتی۔ اور یہی باعث تھا کہ اس عجیب طرز معاشرت کو اختیار کرنے کے بعد جب اہل اسپارٹہ کو دوسری یونانی ریاتوں سے مقابلے پیش آئے تو ان میں باہم اسی قدر فرق تھا جس قدر کہ ایک پیشہ ور سپاہی اور معمولی شہری میں ہوا کرتا ہے؛ مگر جس وقت پان سو برس کے بعد اوریونائیون کو بھی ضرورت و تجربے نے ایسا ہی جنگ جو بنادیا تو ہم دیکھتے ہیں کہ وہ پہلا سافرق ان میں نہ رہا اور اسپارٹہ کی فوقیت کا طلسم بھی ٹوٹ گیا۔

البتہ اول اول اسپارٹہ نے اس فوقیت سے وہی فائدہ اٹھایا جو ایسی فوجی تعلیم کا قدرتی نتیجہ ہے۔ یعنی بہ تدریج اپنی سلطنت اور حکومت کو وسعت دینی شروع کی جس کی ابتدا سینیائی لڑائیاں سمجھنی چاہئیں۔ یہ ڈورین ریاست لقونیہ کے مغربی ہمسائے میں واقع تھی اور پوشیدہ کی سب سے زرخیز و دولت مند سرزمین مانی جاتی تھی اور جب اسپر حملہ ہوا تو آرگس، ارکیدیا اور سکیاں کی کئی ریاستیں بھی اس کے ساتھ تھیں جنہیں اندیشہ تھا کہ اگر اس فوجیز قوت (اسپارٹہ) نے زور پکڑا تو ایک نہ ایک دن وہ انہیں بھی آزادی اور خود مختاری کی نعمت سے محروم کر دیگی۔ اور پھر شاید ان سے اس کا وہی سلوک ہو گا جو اسپارٹہ کے لوگ اپنی بد نصیب لقونی رعایا (ہیلائون) کے ساتھ کرتے تھے۔ اور واقعی جب سو برس کی جدوجہد کے بعد قسمت نے مسینیا کو دغادی تو ڈورین نسل ہونے کے باوجود مغربی لسٹری مونیون نے انہیں اس حالت رومی کو بھونچا دیا (سنشہ ق م) پھر انھوں نے ارگوس کی طرف رخ کیا جس کی مرکزی ریاست آرگس چند روز سے اپنا اثر و اقتدار کھو کر عالم انتزاع میں تھی۔ مگر اس کے مقابلے میں اسپارٹہ تھوڑی سی زمین پر قابض ہو جانے کے سوائے کچھ زیادہ فائدہ حاصل کر سکا اور جلد ہی ارکیدیا کی طرف پلٹ پڑا جس کی ریاتوں نے ہمیشہ اس کی ہوس پرستیوں میں مشکلات پیدا کی تھیں اور اس کے دشمن اہل مسینیہ کا ساتھ دیا تھا؛ لیکن ان لڑائیوں میں بھی اسے خاطر خواہ کامیابی نہ ہوئی اور جنوبی ارکیدیا

کی ریاست ٹیکہ کے مقابلے میں ہزیمت اٹھانی پڑی جس کے بعد خود اہل ٹیکہ نے اس شرط پر صلح کر لی کہ اسپارٹاؤن کی خود مختاری میں دخل نہ دیکھا اور اس کے بدلے میں وہ اس کے تفویق کو تسلیم کر لیں گے اور آئندہ سے اس کے حلیف بن جائیں گے۔
 اس واقعہ سے لس ڈی مونیون کو یہ مفید سبق ملا کہ پوشیشہ کی تمام ریاستوں کو مفتوح کرنے کی نسبت اپنے زیر اثر حلیف بنانا زیادہ بہتر و سہل ہو گا۔ چنانچہ اس ارادے میں عملی کوشش کرنے کا سب سے اچھا موقع اس وقت ان کے ہاتھ آیا جب کہ اولمپی ہتوار کے متعلق یونانیوں میں جھگڑا ہوا۔ یہ مقدس ہتوار شہر اولمپیا میں جہاں زیئس دیوتا کا ایک پیرانا مسجد تھا، ہر چوتھے سال منایا جاتا تھا (اس ہتوار کو قدیم یونانی اولمپیاڈ کے نام سے موسوم کرتے اور اسی سے اپنا سمت لیتے تھے۔ دیکھو سوانح عمری تیوما) اور اس کی مراسم نذر و نیاز وغیرہ کا انتظام اٹلیس اور پیزا والوں کے سپرد تھا۔ دائرین کی تعداد کثیر اطراف و جوانب سے وہاں آ کے جمع ہوا کرتی تھی اور ان کی طرف سے ایک "امفک نیونی" (یعنی متحد ہسایون کی انجمن) بھی وہاں قائم تھی۔ اب جب مذکورہ بالا دونوں شہروں میں تنازعہ ہوا (جیسا کہ فی اہل عبد المطلب کے زمانے میں اہل مکہ اور یمن ہاشم میں پیدا ہوا تھا) تو اسپارٹاؤن نے نہ صرف اپنی رائے کے موافق اٹلیس کے حق میں فیصلہ کر دیا بلکہ آئندہ سے اس مذہبی انجمن کی عام نگرانی بھی اپنے ذمے لے لی اور اسی ذریعے سے تھوڑے دن میں تمام پوشیشہ کی سربراہ اور وہ ریاست بن بیٹھا۔

یہی اسپارٹاؤن کی فوقیت تسلیم کیے جانے کا زمانہ یونانی ریاستوں کے بعض اہم ملکی تغیرات کا زمانہ ہے۔ ڈورین فہاجرین کے آنے سے پہلے ملک کے قدیم باشندوں میں شخصی اور موروثی بادشاہت کا طریقہ رائج تھا مگر اب کئی صدی سے اس کی صورت بدل رہی تھی اور (خصوصاً اسپارٹاؤن) نظام حکومت کے اثر سے وہاں حکومت خواص (یعنی اہل لاکر) شخصیت کی جگہ لیتی جاتی تھی۔ اس طرح کرائی میں سارا اقتدار چند خاندانی امرا کا ہوتا ہے

جو دیوتاؤں کی اولاد میں ہونے کے علاوہ اس بات کے بھی مدعی ہوتے ہیں کہ شریعت مذہبی کو سمجھنا اور قانون بنانا صرف ہمارا کام ہے اور اس کی نگرانی کا منصب بھی خدا کی طرف سے ہمیں کو دیا گیا ہے جس میں دوسرے کا دخل نہیں ہے اس طرح گویا سلطنت کے تمام اختیارات انھیں امر کے ہاتھ میں آجاتے اور باقی شہری آزاد سمجھے جانے کے باوجود امور مملکت داری میں کوئی حصہ نہ لکھتے تھے؛ لیکن اب ساتویں صدی قبل مسیح سے، ہم حالت کو بدلتا اور ایک نئی قسم کا انقلاب ہوتا دیکھتے ہیں جو بالکل عجیب طور پر حکومت جمہوری کا پیش خمیہ ثابت ہوا۔ اور جس سے ہمارا مطلب حکومت جابرانہ کا نرالا رواج ہے، حاکم جابر سے (جرینیانی لفظ "کرونوس" کا ترجمہ ہے) ایسا شخص مراد ہے جس کے اختیارات قانون کے خلاف اور نیز اور اسے قانون ہوں۔ شخصی بادشاہ جنھیں نظام سلطنت کے رُو سے مطلق ہونا میراث میں ملی ہو، کرونوس نہیں کہلا سکتے۔ اسی طرح (مقرّرہ) قانون کے خلاف حکومت حاصل کرنے والا خواہ کیسا ہی عدل و اعتدال پسند ہو، نہیں ہو سکتا کہ کرونوس نہ کہلائے؛ اور اس تعریف میں جابر کی ذات و خاندان سے بھی کچھ بحث نہ ہوتی تھی سچا کچھ کبھی تو ہم اسے ایک امیر گھرانے کا فرد پاتے ہیں جو عوام الناس کی طرف داری میں اپنے ہمسروں سے لڑتا ہے اور پھر حکومت خوہں کو توڑ کر خود بادشاہ بن بیٹھتا ہے جیسا کہ مثلاً؛ اپی سس ٹرائس ابتھزی تھا (چھٹی صدی ق م)۔ کبھی وہ عوامی میں سے خروج کرتا ہے اور تمام مزاحمتوں کو دفع کرنے کے بعد مطلق العنانی حاصل کر لیتا ہے جیسا کہ آرتا خورث سکائی تھا اور کبھی ہم اس کردہ خطاب کا مخاطب خود کسی بادشاہ کو پاتے ہیں جو تمام آئین و قوانین مروجہ کی قیود کو توڑ کر کوکس و الملکات ملکی بجاتا ہے اور جس کی مثال حکیم ارسطو نے فیدن شاہ آگس بتائی ہے و قس علیٰ ہذا؛ لیکن عقلاً و اخلاقاً یہ طرز حکومت خواہ کسی قدر قابلِ نفرین و مذمت ہو اس میں شبہ نہیں کہ اس بُرائی میں بعض اچھے پہلو بھی تھے اور ان میں سب سے زیادہ اہل یونان کو جس بات سے فائدہ پہنچا وہ یہ تھی کہ یہ جابر حاکم اکثر تالیفِ قلوب کے لیے اس قسم کے مذہبی اتواروں کی

بنیاد ڈالتے تھے جن میں خاص و عام سب شریک ہو سکیں۔ حالانکہ حکومت خواص کے زمانے میں امر اکیلی اس کو جائز نہ رکھتے تھے اور گویا اسی سبب سے قوم میں وہ شہری اتحاد بھی پیدا نہ ہو سکتا تھا جو ہمیشہ کسی نہ کسی مسم کی مساوات پر مبنی ہوا کرتا ہے، دوسرے حکومت جابرانہ کا قائم کرنے والا لازمی طور پر بعض عمدہ اوصاف سے مشصف اور اکثر علم و فن کا قدردان ہوتا اور ملک کو ایسے شخص مقتدر سے جو فائدے پہنچ سکتے ہیں وہ ظالم نہ ہوتا۔

نوا بادیان | اہل یونان کی جابرانہ حکومتوں کا عہد ہی ان کا عہد اعتبار سمجھا جاتا ہے جس میں وطنی جھگڑوں اور آبادی کی کثرت نے بڑی مدد دی اور عقلیہ و جنوبی اطالیہ کے ساحلوں پر ان کی متعدد نوا بادیان قائم ہو گئیں۔ پھر جب ایل فوشیہ نے سلسلہ ق م میں مسالہ (موجودہ مارسیلہ) کی بنیاد ڈالی تو اس کے ذریعے ایک نیا سلسلہ یونانی نوا بادیوں کا ساحل ائڈلس پر پھیل گیا اور اگر اہل قوطاجنہ جو گویا بحر روم میں کفانی تجارت کے نگہبان تھے مخالفت نہ کرتے تو غالباً ائڈلس کے درخیز مشرقی کناروں پر بھی یونانیوں کا ویسا ہی چھتر بن جاتا جیسا کہ اطالیہ میں بنا اور تاج مین می گیل ہیل اس (جہاں یونان) کے نام سے مشہور ہوئے۔

یورپ کے مثل ایشیا میں بھی بہت سی نوا بادیان بسائی گئی تھیں اور بحر ایشیا میں اسی ایدر پوچونٹس (ایمارمورا) کے کناروں سے یہ سلسلہ ایشیائے کوچک کے جنوب تک اور پھر مہر سے ساحل طرابلس تک چلا جاتا تھا۔ جس سے بطور سرسری اس اولوالعزمی کا اندازہ ہو جاتا ہے جو نوا بادیان بسانے میں اہل یونان سے ظہور میں آئی ہو۔

ان آبادیوں کے نام اور مفصل احوال کو ہم نے عمدہ قلم انداز کر دیا ہے لیکن یہ لکھنا باعث دلچسپی اور ضروری ہے کہ جس طرح اہل قبایل (دور قدیم میں) صرف قبیلہ تک اپنی قومیت کو محدود دیکھتے تھے اسی طرح اس عہد کے یونانی اپنے گاؤں یا شہر کی حدود کو اپنی قومی سلطنت کی حدود دیکھتے تھے، ان کے ذہن میں اس سے وسیع تر ملک کا تصور پیدا نہیں ہوا تھا اور

گویا وہ اُس تمدن کے بالکل ابتدائی درجے میں تھے جس نے آج دنیا کو بڑی بڑی قومی سلطنتوں میں منقسم کر رکھا ہے۔ یہی اسباب تھے کہ ہر یونانی نوآبادی ایک شہری سلطنت کی صورت میں قائم ہوتی اور بوائے والے شہر سے بھی اس کا تعلق محض عزیزان ہوتا تھا ورنہ سیاسی طور پر وہ بالکل آزاد رہتی۔ البتہ مذہبی معاملات میں وطن اصلی کی اتباع کرنا ضروری سمجھا جاتا اور جب کوئی گروہ ہجرت کرتا تو اس کا سردار اپنے وطن کے مقدس آتش کدے سے تھوڑی سی آگ ضرور ہراہ لے جاتا تھا کہ نئی آبادی میں اُسی سے آتش کدہ روشن کیا جائے، باقی ایک عام اور وسیع معنوں میں ان دور دراز بستیوں کو بھی جیسا کہ ہم پہلے لکھ آئے ہیں، اسی طرح ہیلاس کہہ سکتے تھے جس طرح ایتھنز و اسپارٹہ کو۔ اور لفظ ہیلاس کے جغرافیائی تعین نہ ہو سکنے کی یہی وجہ ہے۔

اب ہم یونان کے سب سے معروف حصہ ملک پر ایک نظر ڈالتے ہیں جو بظاہر تاریخ کی روشنی میں آنے سے پہلے ایک منظم ریاست بن چکا تھا اور ایتھنز جس کا پایہ تخت تھا یہ علاقہ بحر ایجین کا ایک چھوٹا سا جزیرہ نما ہے جس کے شمال میں خلیج پٹالی اور رودبار اگری ہو ہیں، جنوب میں خلیج ایجی نا (یا سارونی) اور مشرق میں بحر اے جین، اُس کی ساحلی زمین بہت شاداب، ہموار بلند اور تاجرانہ نوآبادیوں کے لیے نہایت موقع کی مرکزی سرزمین ہے اور اسی واسطے اگر ہم اقبل تاریخ افسانوں کو درایت کی خزاں پر چڑھائیں اور بعض مذہبی مراسم کو پیش نظر رکھیں تو پتہ چل سکتا ہے کہ ضرور یہاں قدیم سے ایشیائی مہاجر آکر رہے ہیں۔ گران میں سب سے زیادہ جس قوم کا اثر پڑنا چاہیے وہ کنعانی تاجر ہیں جن کی سلامیس میں نوآبادی تھی۔ یہ لفظ سلامہ (یعنی سلامتی) سے نکلا ہے اور غالباً ہمدان سلام علیک، بھی اسی کنعانی بزرگ کی اولاد ہے، لیکن ان اثرات سے قطع نظر کہ انیسکانی باشندوں کی اُس تقسیم کو مورخین بالعموم پسند کرتے ہیں جو ہیرودوٹس نے زمانے والے کی تھی۔ اس کی رو سے وہاں کے سب سے پہلے (پلاس جوی) باشندے "مکرنا دی" کہلاتے

تھے۔ اُن کے بعد ”لگرو پیڈی“ کا دور آیا پھر ”ایٹھنری“ یا ”آئینی“ کا اور آخر میں وہ
 ”آسی اونی“ کے نام سے موسوم ہوئے۔

لیکن بیان بیات یاد رکھنے کے لائق ہے کہ مذکورہ بالا اسباب کے باوجود میکا
 کی آبادی میں اُس قسم کی بڑی بڑی تبدیلیاں اور الٹ پلٹ کبھی نہیں ہوئی جیسی کہ
 یونیشیہ وغیرہ کے علاقوں میں، جہاں ڈورین گروہوں نے اپنی کثرت تعداد کی
 وجہ سے بار بار اصلی باشندوں کو ملک سے نکال دیا تھا۔ اور اسی لیے اُن کے مقابلے
 میں اہل امیکا دھولے کرتے تھے کہ ہم اس وطن کے اصلی باشندے ہیں اور یقیناً اُن کی
 آبادی کا جزو و غلم وہاں غیر معین زمانے سے آباد بھی تھا جن میں نئے آنے والے اُن کو
 مل جاتے تھے۔ حقیقت زیادہ قابل لحاظ اُس وقت ہو جاتی ہے جب کہ اور یونانیوں
 سے بہت پہلے ہم امیکائی ریاست کو قومی معنوں میں متحد پاتے ہیں اور جب کہ زمانہ تاریخ
 کے آغاز ہی میں ہمیں نظر آتا ہے کہ وہاں شخصیت کی بے باک الٹ چکی ہے اور حکومت خواص کا
 رنگ پھیکا پڑ گیا ہے۔ بانی وہاں کے دیرینہ اُمین و مراسم مختلف ذاتوں (یا قرون) کا سرخ
 شاہ حق سی اس کے عہد تک چلا یا جاسکتا ہے جس کا تفصیلی حال ہماری کتاب کی پہلی سوانح عمری
 ہے۔ البتہ نظام مملکداری کی وہ تبدیلی بیان بالا حال بیان کرنی ضروری ہے جو شاید
 دیگر ریاستوں کی نسبت جس قدر زیادہ تیز تھی اُسی قدر تدریجی بھی زیادہ تھی۔ چنانچہ
 سب سے اول تو وہاں صرف مذہبی اختیارات بادشاہ سے چھینے گئے اور کسے بے سی تسلط
 کے بجائے محض آرکن کہنے لگے۔ اور اول الذکر کے معنی دینی اور دنیاوی حاکم کے ہیں اور لفظ آخر
 صرف دنیاوی حاکم پر اطلاق پاتا ہے اگرچہ ابھی تک یہ نہ صرف دوا می بلکہ موروثی منصب کا
 لیکن تھوڑے ہی دن بعد اُن غیر معقول حقوق کے خلاف بھی ہم جدوجہد ہوتی سنتے ہیں اور
 اب آرکن (دس سال کے لیے) محض ایک میعاد کی حاکم رہ جاتا ہے۔ آخر میں یہ دس سال
 کی شرط بھی باقی نہیں رہتی اور بادشاہی ایک کے بجائے نو آرکنوں کے ہاتھوں میں منقسم

نظر آتی ہے جو ہر سال معمولی عمدہ دارون کے مثل مقرر کر لئے جاتے ہیں (سلسلہ ق م) ان میں پہلا آرکن اپنی مس کہلاتا تھا کہ سرکاری کاغذات پر اسی کی مہر اور نام ثبت ہوتے تھے، دوسرا مذہبی معاملات میں حاکم اعلیٰ ہونے کی وجہ سے بے سی لٹیس کے لقب سے ملقب تھا اور تیسرے کے سپرد (پول مارکن) یعنی سپہ سالار کے فرائض ہوتے تھے؛ باقی تانہ چھ قوانین کے محافظ اور تھیں ہوتے ہی کہلاتے؛

اس اصلاح کے بعد اور قوانین سوکن سے پہلے ایک کئی تاریخ میں دو واقعے —
تقنین ڈرکجو اور فتنہ کیلین، اور یادگار ہیں؛ خیال رہے کہ اب تک قانون بنانے اور سمجھنے کا صرف امر اکو حق تھا جو بلا تخریر انھیں سینہ بسینہ درتے میں بھونچ جاتے تھے اس ناقص طریقے میں عوام کی بڑی بڑی حق تلفیاء کی جاتی تھیں اور اسی بنا پر ان میں شورش پیدا ہوئی اور ڈرکجو وہ شخص ہے جو آخر کار ان زبانی اور روایتی قوانین کی تحریر پر مامور ہوا، اور ان شدید سزاؤں کی وجہ سے جو اس کے مرتبہ مجموعے میں یقین آج تک بدنام ہے۔ حالانکہ وہ قوانین اس غریب کے وضع کردہ نہ تھے؛ (سلسلہ ق م) اس مجموعے کا ملک پر جو اثر ہوا اسے قطعی طور پر بتانا مشکل ہے مگر اس میں شبہ نہیں معلوم ہوتا کہ لوگوں میں انھیں دنوں سخت بے چینی پیدا ہوئی تھی جس کا ثبوت کیلین کی کوشش انقلاب ہے (سلسلہ ق م) یہ شخص تھا جن کا داماد تھا جو مگلا میں حکومت آئینی کو الٹ کر بادشاہ (جابر بن بیٹھا تھا۔ شاید اسی کی تقلید میں، کیلین نے بہت سی امیدیں دلا کر عوام کو اپنے ساتھ ملا لیا اور چوکت کے علاوہ غم قلعہ شہر پر قابض ہو گیا، لیکن اس وقت لوگوں نے اسے کچھ مدد نہ دی اور اسے جان بچا کے بھاگنے کے سواے کوئی چارہ کار نہ نظر آیا۔ اس کے طرفدار جو شہر سے نہ بھاگ سکے ایک مندر میں پناہ گزین ہو گئے اور وہیں مرگا کلیس آرکن کے حکم سے مارے گئے۔ اس فعل میں مذہب کی صریح توہین تھی اور اسی کی بنا پر آیتھنزمین وہ فساد برپا ہوا جسے سوکن نے مٹانے کی کوشش کی تھی اور جس کا حال اس کی سوانح عمری میں بوضاحت تحریر ہے۔

سولن کا مجموعہ قوانین تاریخ میں ایک مشہور و معروف چیز ہے اور اسی نے اٹیکا کے دولت مند سودخاروں کا زور توڑ کر ایک حد تک جمہوریت کا راستہ صاف کیا۔ تاہم اس میں امارت پسندی کے عناصر موجود تھے اور دوسری طرف اُس کا پورا فائدہ اس وجہ سے نہ ظاہر ہو سکا کہ تھورس ہی دن بعد پیس ٹرائش نے حکومت غصب کر لی اور ۳۵۵ سے ۳۵۴ قبل مسیح تک اٹیکا میں جبر و شخصیت کا دور دورا رہا۔ پھر جب اُسے اسپارٹہ کی فوجی امداد نے اس جابرانہ حکومت سے نجات دلائی تو اُس وقت بھی قوانین سولن اُس آزاد خیالی کے مناسب حال نہ ثابت ہوئے جو اب لوگوں میں پیدا ہو گئی تھی۔ چنانچہ اُن میں بہت کچھ رد و بدل کرنا پڑا اور اصلاحات کلیس تن (کلیس تھینن) وجود میں آئیں:

کلیس تن یون توکین کے طرفداروں کا سرگروہ اور اپنے ہم نام سکیان کے جابر بادشاہ کا نواسہ تھا، لیکن درحقیقت اتھنز کی جمہوریت کی بنیاد اُسی نے ڈالی اور دولت کی تفریق (جس کی بنا پر سولن نے چار طبقوں میں قوم کو تقسیم کر دیا تھا) اُسی نے توڑی۔ اور عوام و خواص سب کو ملا کر دس قبیلے بنائے جو انتظام سلطنت میں برابر کے حصہ دار ہوتے اور مجلس عوام کے لیے پچاس پچاس ارکان منتخب کرتے تھے، اس طرح مجلس (بولہ) میں کل پانچ سو ارکان کی تعداد ہوتی لیکن سرکاری کاروبار اپنے اپنے وار سے ایک وقت میں ۵۰ ارکان کی انتظامی کمیٹی انجام دیتی جس کا صدر نشین بھی یہی چارعت انتخاب کر لیتی تھی۔ فرائض سپہ سالاری کے لیے ہر قبیلہ ایک جرنیل (اس ٹرسے بلی) کا تقرر علیحدہ کرتا تھا اور یہی وہ جماعت ہے جو بعد میں معاملات خارجہ کا انصرام بھی کرنے لگی تھی، حاکمان عدالت کی امداد کے واسطے عام شہریوں کی جُوریاں ترتیب دی گئی تھیں، حالانکہ پہلے یہ جی پلا آرکون کو حاصل تھا یا اُس قدیم مجلس بزرگان کو جسے ”ایروپے گس“ کہتے تھے، لیکن سب سے اونوکھا قانون فتوے عام (اوس ٹرسے نرم) کا تھا جو خانہ جنگی اور

ملکی فتنہ و فساد روکنے کی غرض سے وضع کیا گیا تھا۔ اس کی صورت کار یہ ہوتی تھی کہ مجلس عوام سلطنت کو خطرے میں دیکھ کر بذریعہ اعلان تمام اہل ملک کو مدعو کرتی اور ایک خاص مقام میں جمع ہو کر ہر شہری کو اختیار تھا کہ ٹھیکے پر کسی ایک شخص کا نام جسے وہ سلطنت کے واسطے خطرناک سمجھتا ہو، تحریر کر دے۔ پھر اگر ایک ہی نام ایسے چھ ہزار ٹھیکروں پر لکھا ملتا تو اس شخص کو جلا وطن کر دیتے تھے اگرچہ یہ جلا وطنی صرف دس سال کے واسطے ہوتی اور شخص فتوے زدہ کے مال و املاک پر اس کا کوئی اثر نہ ہوتا تھا۔

مختصر طور پر کلیس تن کا نظام حکومت یہ تھا جس کی حکومت خواص کے طرفداروں نے سخت مخالفت کی اور اسپا غورٹ کو اپنا سردار بنا کر پھر اہل اسپارٹ کو مدد کے لیے بلایا، اور کلیس تن پر جابرانہ حکومت کی تیاریاں کرنے کا الزام لگایا۔ اسپارٹ بادشاہ بھی دو مرتبہ فوجیں لے کر آئیکا میں آئے اور کلیس تن کو فرار ہونا پڑا لیکن ہر مرتبہ دشمنان مساوات کو شکست ہوئی اور آخر پانچ سال کی جدوجہد کے بعد آئیکھنز، مفاسد سے پاک اور پہلے سے زیادہ مضبوط ہو کر سر بلند ہوا اور اس اصول کے لیے لو جس کے کثیر المنفعت ثمرات نہ صرف اسے بلکہ تمام یونان کو عنقریب میسر آنے والے تھے (۱۰۰ ق م)۔ کیونکہ اب ہم اس زمانے کے قریب آچوئے ہیں جس میں یونان کو سب سے پہلی اور سب سے بڑی تاریخی لڑائیاں غیر ملکیوں سے لڑنی پڑیں، بڑے شبہ یونانیوں کو اس عہد تک قوم "کنا (جدید معنوں میں) صحیح نہیں ہو سکتا، لیکن تمام اختلافات کے باوجود ہم ان میں مذہب و معاشرت، آداب و تربیت کی وہ یکسانیت پاتے ہیں جو ایک مشترک یونانی تہذیب اور یونانی اخلاق کی مرصوص بنیادیں ہیں، ہم دیکھتے ہیں کہ ڈیفی کامندر (جس کی مذہبی انجمن کا اثر پہلے چند ریاستوں پر محدود تھا) اب تمام جیلاس کا دینی مرکز ہے اور اسی خصوصیت کی وجہ سے غیر ملکی بادشاہوں تک سے خراج عقیدت وصول کر رہا ہے، یہی نہیں بلکہ ملکی معاملات میں بھی اس کی رائے ایک وزن رکھتی ہے، یونانی ریاستوں کے باہمی جھگڑے فیصلہ کے لیے اس کے آگے پیش ہوتے ہیں اور ریاستوں کے

نئے نظام اُس کی پسندیدگی حاصل کیے بغیر ناقص سمجھے جاتے ہیں، اس کے علاوہ بین الاقوامی اتحاد کو وہ میلے اور توار بھی تقویت پہنچاتے ہیں جو اولمپک کے مثل اور کئی مقامات پر منائے جانے لگے ہیں اور اسی طرح صنعت و حرفت کے وہ ممتاز نمونے جو باہل و اثور یا مصر و کنعان کے طرز سے جداگانہ خاص اہل یونان کی محنت و فکر کا نتیجہ ہیں؛

لیکن سب سے بڑھکر یونانی قومیت کا خیال تازہ کرنے والی چیز، ہومر کی شاعری ہے وہ یونانی اور غیر یونانی اقوام میں ایک مابہ الامتیاز فرق دکھلاتی ہے اور ان بزرگوں کا کارنامہ سناتی ہے جو یونانی نسل کی ہر شاخ کے اجداد تھے، مگر متحدہ یونانیوں کے غیر ملکیوں سے لڑنے کا یہ منظوم افسانہ پھر افسانہ ہے۔ ہاں البتہ اب وہ تاریخی وقت آتا ہے جس میں نسل یونانی کے عناصر اتحاد کی آرائش ہوگی اور معلوم کیا جائے گا کہ ان میں مل کر کام کرنے کی کس قدر قابلیت ہے؛

دوسرا دور۔ ایرانی لڑائیوں کے ذکر میں؛

ایشیائے کوچک کے مغربی ساحل پر خالص آسے آوینی باشندوں کے بارہ شہر تھے جنہیں دیگر یونانی نسل (ڈورین، یولین) آبادیوں سے (مذہب و معاشرت میں) ایک امتیاز اور علیحدگی حاصل تھی۔ لیکن سیاسی لحاظ سے یہ آپس میں علیحدہ اور خود مختار ریاستیں تھیں اور ان میں کوئی ملکی رشتہ اتحاد نہ تھا، چنانچہ ایک ایک کر کے انھیں لڑیہ کے بادشاہوں نے فتح کر لیا تھا (اندازاً مسیح ق م) تاہم یہ فاتحین خصوصاً آخری شاہ لڑیہ (کرسیس) ان پر ہمیشہ حیران رہے اور انھیں ہر طرح کی دینی اور دنیاوی آزادی حاصل رہی۔ یہاں تک کہ ایرانیوں کے زبردست ہاتھوں نے لڑیہ کا تخت الٹ دیا، کرسیس گرفتار ہوا اور اس کی سلطنت ایک ایرانی صوبہ بن گئی۔ اسی وقت آئی آوینی شہروں پر بھی آفت نازل ہوئی اور نئے حملہ آوروں نے یردان پرستی کے جوش میں تمام یونانی مند رجلا کے خاکہ کر دیے اور یونان و ایران میں پہلی بنا سے منافرت قائم کی؛

باہن ہمہ، دارا سے اول کے عہد میں یہ آئی اونی شہر نہ صرف اُس کے مطیع و باجگزار ہی رہے بلکہ اُس کی یورپین کشور کشائیوں میں نہایت مفید ثابت ہوئے خصوصاً شہر ملطہ کا حاکم جابر ہسٹائیس بڑے نازک وقت اُس کے کام آیا کہ جب ایرانی فوجیں دریائے ٹرین کیوب پار دور تک شمال میں بڑھ گئیں اور اُن کے بعض یونانی مددکاروں نے دریا کا پل توڑ دینا چاہا کہ دارا انھیں بر فانی علاقوں میں محصور دھلاک ہو جائے، تو اُس وقت اسی ہسٹائیس نے مخالفت کی اور جمیوں کو ایک بڑی آفت سے بچالیا (سلسلہ ق م)۔ اس کے صلے میں دارا نے اُسے نومنتوج ہتھلی کی حکومت دی مگر تھوڑے ہی دن بعد اُس کی حریفانہ ریشہ دوانیوں نے متوہم ہو کر اپنے دارالسلطنت سوس میں بلالیا اور اُس کے داماد ارتاخوڑ کو ملطہ کا حاکم مقرر کیا۔

سلسلہ ق م میں ارتاخوڑ کو ایک لڑائی پیش آئی اور اس نے ایشیائے کوچک کے ایرانی صوبہ دار سے دوسو جنگی جہاز مدد کے لیے مانگے۔ لیکن لڑائی میں ناکامی ہوئی اور ان جہازوں کو بہت نقصان پہنچا۔ اُس وقت ارتاخوڑ صوبہ دار مذکور کی باز پرس سے ڈرا اور اپنا مفراس میں سوچا کہ علانیہ ایرانیوں سے بغاوت کی جائے، یا ان منصوبوں میں ہسٹائیس کے خفیہ پیغاموں نے بھی اُس کی بہت بڑھائی ہو دارالسلطنت سوس میں مجبوراً رہتے رہتے گھبرا گیا تھا اور یقین رکھتا تھا کہ اگر آئی اونیہ میں کوئی فساد اُٹھا تو وہی اس کے فرد کرنے کے لیے بھیجا جائیگا، غرض بغاوت ہوئی اور نہ صرف آئی اونی بلکہ تمام ایشیائی یونانی ارتاخوڑ کے ہم آہنگ ہو گئے اور اس کی صدارت پر اری تھیریا اور ایٹھنر تک نے کچھ جہاز بھیجے۔ پھر ان متحدہ فوجوں نے لڈیہ کے صدر مقام سارڈس (سردیش موجودہ سرت) پر اچانک حملہ کیا اور اسے آگ لگا دی۔ لیکن بہت جلد ساحل کی طرف پھرتے ہوئے یونان پر جب یہ خبریں دارا کو پہنچیں تو نہایت غضب ناک ہوا اور چند سال میں فوج کشی سے آئی اونیہ کو قرار واقعی سزا دینے کے بعد اُس نے ایٹھنر اور اری تھیریا کی ایسی

سرکوبی کرنے کا عزم کیا جو دولت ایران کے مقابل بڑے دالون کے لیے ہمیشہ ہمیش کو سبق آموز ہو۔ اس مقصد کے واسطے ایک طاقتور بیڑا اور بری فوج تیار کی گئی اور سپہ سالار مردانوش کی ماتحتی میں آبنائے دردانیال اتر کر اُس علاقے میں بڑھی جسے اب تراقیہ (باتھریس) کہتے ہیں۔ مگر جس وقت ایرانی جہاز چالسی ڈیس کے ساتھ شاخِ جزیرہ نما میں کوہ اوتھوس کے گرد جنوب میں بڑھ رہے تھے ایک سخت سمندری طوفان نے انہیں پہاڑوں سے ٹکرا کے تباہ کر دیا اور یہ ہم خائب خاصرواپس آئی (۲۹۵ ق م) جو دوسری ہم اسٹامین دوسری ہم ارتافرنس اور نراتی (ڈیٹس) کی زیر قیادت پھر روانہ کی گئی اور اب کلمیونانی خدایوں کی مدد سے اس نے آری شیریا کو بے آسانی فتح کر لیا۔ اس کے بعد حملہ آوروں نے ایتھنز کا رخ کیا اور ہیناس کو اپنا رہنما بنایا جو پیس ٹرائس جابر کا جلاشہ بنایا اور ایتھنز کی حکومت کا پرانا دعوے دار تھا۔ اسی کے مشورے سے ایرانی جہاز خلیج میراٹھان میں لنگر انداز ہوئے کہ ایتھنز سے تقریباً پچاس میل شمال میں لڑائی اور پیش قدمی کے لیے یہی سب بہترین جنگ میراٹھان ایتھنز سے پچاس کی تعداد نو ہزار تھی اور ان میں ایک ہزار جان باز پلاٹیک کے آئے تھے جس نے کل قابل جنگ آبادی کو اپنے حلیف کے واسطے سینہ سپر ہونے بھیج دیا تھا۔ سپارٹے مکہ کا انتظار تھا کہ وہ لوگ ماہ کامل ہوئے بغیر کوچ کرنا بدشگون سمجھتے تھے اور اسکی تاریخین ابھی تک نہ آئی تھیں، ایتھنز کے مقررہ دس جرنیلوں میں سے پانچ کی رائے یہ تھی کہ ان کے گئے بغیر لڑائی نہ لڑی جائے لیکن کالی جس سپہ سالار اول (بول مارک) کی رائے نے فریق ثانی کا پلہ جھکا دیا اور اسی دن ایتھنز یونان نے پہاڑی سے اتر کر دشمن پر حملہ کیا۔ مقابلے میں اول ہی قوتِ ثانی کا قلب بہت دب گیا تھا مگر جب ان کے بازوؤں نے دونوں طرف سے یورش کی تو ایرانی گویا نزعے میں آ گئے اور آخر سخت نقصان اٹھا کر بھاگ کھڑے ہوئے۔ میدان کامل طور پر ایتھنز یونان کے ہاتھ آیا اور فتح کا سہرا مل گیا۔ اُس (مل طیدش) جرنیل کے سر بندہ ہاجو اُس ن فوج کی کمان پر تھا اور اس جلیل الشان فتح کے بعد مل میاڈس نے خود لڑائی سے پاروس پر چڑھائی کی اور

شکست کھلے زخمی اور نہایت بدنام ہوا اور کمال غیر ہر دلعوزی کے عالم میں جان ہی لیکن
 اُس کے بعد ریاست میں جو شخص صاحب اثر ہوا، ایتھنز کی سیاسی غفلتوں کا ایک معنی کر
 بانی وہی ہے۔ یہ تیس طاہلیس (تھیس طاہلیس) تھا جس نے اپنی تمام کوششیں بحری قوت
 بڑھانے پر مرکوز کر دیں اور بہت پہلے سے قوم کو وہ قیامت خیز حملہ سنبھالنے کے لیے تیار کیا
 جو ایران کی جانب سے طوفان کی طرح پھر ہلاس پر آنے والا تھا، ان کوششوں میں
 اول اول ارسطیدس نے بہت کڑکاوٹیں ڈالیں جو طاہلیس کی نسبت زیادہ نیک نام اور مقتدا
 شہری تھا اور جس کے نزدیک طاہلیس کی رائے سراسر سرخط تھی۔ لیکن حسن اتفاق سے،
 جب ان تنازعات نے فتوے عام طلب کرنے کی نوبت پہنچائی تو ارسطی دس ہی ہار
 میں رہا اور دس سال کے لیے جلاوطن کر دیا گیا (۴۸۳ء)۔ اور اب اُس کے کامیاب حریف
 کو پورا موقع مل گیا کہ اپنی منشا کے موافق ایتھنز کو اُس راتے پر ڈال دے جس پر چل کر وہ آخر
 میں رملک بکر کے معزز خطاب سے مخاطب ہوا۔

تیسری ہم | اب کی دارانے جس پہلے پر حملے کی تیاریاں کیں ان کے آگے پہلی دونوں ہون
 کی کچھ حقیقت نہ تھی۔ زیادہ تر اس لیے کہ اب کی صرف چند گستاخ ریاستوں کی تنبیہ مقصود نہ تھی
 بلکہ تمام ملک کی تخیل کا ارادہ تھا، مگر خود آرا اسی زمانے میں مر گیا اور زنگ سیز اسکا جانشین
 ہوا جو قابلیت حکمرانی یا جنگجوی میں اپنے باپ کا ہم پلہ نہ تھا۔ لیکن کامل یقین رکھتا تھا کہ تمام

اے ہم نے ہر چند کوشش کی کہ قدیم بادشاہان عجم کے اصلی نام اور کارنامے ایرانی تاریخوں سے معلوم اور ان
 واقعات سے مطالب کریں لیکن میں کوئی قابل اطمینان کامیابی نہ ہوئی اور اب اس مسئلے کو ہم علاوہ ایک بحث کا محتاج
 سمجھتے ہیں اور میان جبشہ ان ناموں کی پیروی کریں گے جنہیں یونانی لفظ نے کچھ کالج کر دیا ہے، ایرانی ہمت
 کے متعلق بھی اتنا گھناہٹوری ہے کہ قدیم یونان (اور موجودہ یورپ بھی) جن فتوحات پر اس قدر نازان ہے
 ان کے حالات میں دریا بہت کچھ مبالغہ معلوم ہوتا ہے مگر جہاں تک روایت کا تعلق ہے ان پر حرف گیری کی اس
 لیے تجاویز نہیں کہ خود ایرانیوں نے اپنی کوئی مستند تاریخ نہیں چھوڑی اور ان کی مذہبی کتابیں تک ضعیف روایتوں سے ملو ہیں

بنی انسان ایرانی بادشاہوں کے غلام پیدا کیے گئے ہیں ؟
 آخر چار برس کی مسلسل کوشش نے جو سپاہ عظیم تیار کی وہ یونانی روایت کے بموجب
 دس لاکھ لڑنے والوں پر مشتمل تھی اور خود زوکسیئرس اس مڈی دل کا سپہ سالار تھا۔ سارڈس
 میں جاؤ گذارنے کے بعد یہ لوگ شک ق م کے موسم بہار میں آبنائے دروانیاں پر آجھونچے
 جہاں بارہ سو جہاز کا زبردست بیڑا ان کی امداد پر پہلے سے تیار تھا ؟
 مگر اس پہاڑ کے ٹکراتے وقت اندرون یونان کی حالت بھی مؤرخین کے نزدیک
 کچھ بُری نہ تھی۔ پونیشیہ کی آبادی اس وقت غالباً بیس لاکھ کے قریب تھی اور تھنرزی شیراز
 کا شمار میر وڈوش نے تین ہزار بتایا ہے۔ اسی پر اور علاقوں کو بھی قیاس کر لینا چاہیے۔
 لیکن سب سے بڑی بات یہ ہے کہ ابھی تک سوسائٹی عیش پسند امیرون اور محض غریبوں پر
 منقسم نہ ہوئی تھی اور وطن کے لیے لڑنا یا جان دینا حام تربیت کا جزو عظیم تھا، ہاں جس شے
 کی کمی تھی وہ ملکی اتحاد تھا کہ خواص پسندی اور جمہوریت میں شدید رقابت قائم ہو گئی تھی
 اور عجیبوں سے کامیاب لڑائی میں صاف پہلی کا نقصان اور دوسری کا فائدہ تھا یہی سبب
 ہے کہ خواص پسند طبقوں نے جہاں کیمین ممکن تھا لوگوں کو اس قومی مدافعت میں حصہ لینے
 سے روکا اور انجام کار صرف چند ریاستیں لڑائی میں شریک ہوئیں :- اسپارٹہ اور اس کی
 حلیف ریاستیں۔ آیتھنز، ایچی نا مگلارہ، پلائشیہ اور تھس سپہ کی باقی نصف سے زیادہ شہر
 نے لڑنے سے انکار کر دیا تھا اور سب سے بدتر یہ کہ خود مذکورہ بالا اتحادیوں میں عناصر نفاق
 موجود تھے کیونکہ جس جگہ جمہوریت محض تھی وہاں ایرانیوں کے بالواسطہ طرفدار موجود تھے ؟
 حلقہ آوروں کے جم غفیر کو پہلے درہ ٹیمپ پڑا اور اس میں کامیابی نہ ہوئی تو پھر
 اور سلاطین | تھرموپلی پر روکنا قرار پایا تھا کہ اتنی قلیل تعداد قدرتی موقعوں ہی سے کچھ فائدہ
 اٹھا سکے۔ لیکن جب تین سو اسپارٹی اور سات سو تھس پی سپاہیوں نے یونانی دوس کے تحت
 وہاں شیرازہ لڑ کر جان دی تو آئین کا تک کاراستہ کھل گیا اور اب پونیشیہ کو بچانے کی غرض سے

صرف خاکناے کورنٹھ ایسا تنگ مقام نظر آیا جہاں اتحادی فوجیں ایرانیوں کے مقابلے میں ٹھم کر رو سکتی تھیں۔ لیکن اس میں اتھنز پر جو مصیبت پڑنی تھی وہ بڑی اور جب اسے مجبوراً خالی کر دیا گیا تو زرکسیئر کی بڑی فوجوں نے بڑھ کر اس پر قبضہ کر لیا اور آخر ان لپیٹوں نے جو وہاں کی عمارات سے بلند ہوئیں ساروس کی آتش زنی کا شعلہ انتقام بجھایا۔ اس اثنا میں یونانیوں کا بیڑا تھر موپلی کی شکست کے بعد ہٹ کر خلیج سلامیس کی تنگ

کھاڑیوں میں آگیا تھا اور گوارے بعض ابتدائی مقابلوں میں کامیابی ہوئی تھی، تاہم ایرانی بیڑے کے خوف سے وہ بھی اب اور جنوب میں ہٹنا چاہتا تھا کہ خود اس میں صرف ۳۶۶ جہاز تھے، لیکن اتھنز کے امیر البحر ثرس طا کلیس خوب جانتا تھا کہ بیڑے کا ہٹ جانا اس کے منتشر ہو جانے کا ہم معنی ہے جس میں سوائے اتھنز کے اور کسی کا نقصان نہ تھا کیونکہ اہل پورٹ کو ابھی بڑی لڑائیوں میں اپنی مدافعت کر لینے کا موقع باقی تھا اور ان میں سے کسی کا ملک چھیننے کی نوبت نہ آئی تھی، الغرض صرف طا کلیس کی عیارانہ کوششوں نے سلامیس لڑائی ڈولوائی اور اسی میں ایرانی بیڑے کو ایسی سخت شکست ہوئی کہ زرکسیئر کی ہمت ٹوٹ گئی اور وہ مردانوش کو تین لاکھ فوج دے کے خود ایشیا کو لوٹ گیا۔

پلائیہ اور اس بحری لڑائی میں اہل اتھنز نے جن کے دو سو جہاز تھے بڑی داد و شجاعت مای کیل دی تھی اور حقیقت میں اسی فتح کی بدولت یونانیوں کو یہ جرات ہوئی کہ وہ خاکناے کورنٹھ سے بڑھ کر پلائیہ کے میدان میں سمت آدمائی کے لیے نکلے اور یہیں وہ خوزیر معرکہ پڑا جس میں مردانوش شکست کھا کے مارا گیا اور مقدس ہیل اس ایرانی ملچھوں سے پاک ہو گیا۔ (۵۰۵ ق م) عین جنگ پلائیہ کے دن یونانی بیڑے نے ایک اور بحری فتح مای کیل پر حاصل کی جو ملکہ کے قریب (شمال میں) واقع ہے۔ اور اگر اول الذکر فتح نے یونان کو جگہ آورہ سے نجات دلائی تھی تو اس نے آئی ادونیا کو آزاد کرایا جو اس لحاظ سے بہت اہم ہے کہ محاربات ایرانی کا سلسلہ یہیں سے شروع ہوا تھا اور گویا انھیں کی وجہ سے یونان نے دولت عجم سے دشمنی

مول لی یقی ہو

ایرانی لڑائیوں | مگر ان لڑائیوں نے یونان کی کمزوری اور قوت کا جس عجیب طور پر
سے تاریخ بنی۔ | انکشاف کیا وہی تاریخ کا سب سے اہم سبب ہے :- ایک طرف تو
عقلی کے امرائے ثابت کر دیا کہ کس طرح خواص اپنے خاندانی اغراض کو ملکی اغراض پر فائق
رکھنا چاہتے ہیں اور (تھیہ اور آرگس کی غذاری سے قطع نظر کی جائے تو بھی) خود اپارٹہ
اور اس کے حلیفوں کی خود غرضی اور قومیت نہ شناسی بھی اُس وقت کُل گئی جبکہ آیتھنز
اور شمالی شہروں کو تقدیر کے حوالے کر کے وہ کونہ پر ہٹ آئے اور صرف پونیشیہ کو بچانے
کی فکر کرنے لگے ؛ لیکن دوسری طرف شخصی حکومت اور آئینی آزادی کا وہ عظیم الشان فرق
بھی ان قیامت خیز لڑائیوں سے صاف صاف ظاہر ہو گیا جو ایک جھوٹی (جمہوریت پسند)
جماعت کو بڑے سے بڑے گروہ کے مقابلے میں کامیاب کر دیتا ہے ؛ بالخصوص آیتھنز کے
طرز عمل نے اس موقع پر دکھا دیا کہ قانونی مساوات اور صحیح معنوں میں قومی (جمہوری) حکو
قوم کے دل و دماغ پر کس قدر عمدہ اثر ڈالتی ہے اور کس طرح ایک معمولی جماعت کو شرافت
و برگزیدگی کی سب سے بلند سطح پر اٹھا لاتی ہے ؟

تیسرا دور - آیتھنز کا تفوق (سلسلہ تاسعہ ق م)

ایرانیوں کو دفع کرنے کے بعد ٹیس طاہلس کا پہلا کام آتش زدہ آیتھنز کو از سر نو بنانا
اور مستحکم کرنا تھا۔ اسپارٹہ کی حاسدانہ دراندازی اس ارادے میں بار بار ممانع آئی ؛ لیکن آخر
طاہلس کی چالاکی نے وہ مضبوط حصار تیار کر کے چھوڑا جو آیتھنز کو بندرگاہ پیروزی (روس)
سے ملاتا تھا ؛ مگر اُس زمانے میں ایک اور ملکی تبدیلی واقع ہوئی جو ان استحکامات سے
زیادہ آیتھنز کی عظمت و منزلت بڑھانے والی تھی۔ وہ یہ کہ اکثر بحری ریاستیں اسپارٹہ کی افسران
اعلیٰ کے سلوک سے بیزار ہو کر آیتھنز پاس التجا لائیں کہ وہ بحرا بحین کی حفاظت کے واسطے
اپنی صدارت میں ایک انجن قائم کرے جو مغرور اسپارٹہ کی سیادت سے آزاد اور مستغنی ہو

(س ۵۴ ق م) : اس تجویز کے مطابق مذکورہ بالا ریاستوں کے وکلاء جزیرہ ڈیوئس میں جمع ہوئے اور ایک مشترک بیت المال کے لیے (اسطی ویش کی تخصیص و تعین سے) ہر ریاست پر حسب حیثیت چندہ ڈالا گیا جس میں نقد رقم کے علاوہ جہازوں کی ایک مقررہ تعداد بھی فراہم کرنی ہوتی تھی۔ لیکن یہ آخری شق چند ہی سال میں لازمی نہ رہی اور کئی ریاستوں نے جہازوں کی جگہ بھی روپیہ ہی دینا منظور کیا، یہی وہ دستور ہے جس نے سب سے اول ایٹھنز کو صدارت کے بجائے حکومت کی کرسی پر لا بٹھایا اور اُس کے اتحادیوں کی حیثیت خراج گزار ماتحتوں کی سی ہو گئی، پھر جب ان ریاستوں نے یکے بعد دیگرے حلفہ اتحاد سے نکلنا بھی چاہا تو انھیں ایٹھنز نے باغی بنا کے سزا دی اور بے جبر اپنا مطیع کیا، اسی زمانے میں امیر البحر کائن (سالمین) نے یوری مہیدن پر ایرانیوں کو بری اور بحری لڑائی میں ایک فیصلہ کن شکست دی (س ۶۶) اور ایٹھنز نے شاہنشاہیت کو اور زیادہ چمکایا، یونان خاص میں بھی اُس کا دامن اقتدار بیوشیہ، فوکیس اور لوکرس تک پھیلا اور ۵۴۵ء میں چند سال کی جدوجہد کے بعد، اُس کا پرانا حریف ایچی نا بھی اُس کے قبضے میں آ گیا، لیکن اگر اُس کے نیز اقبال کا یہ نصف النہار ہے تو سمجھنا چاہیے کہ اسی وقت سے اس کا ڈھال شروع ہوتا ہے جس کی پہلی علامت کروئنیہ کی شکست تھی کہ اس ایک ہی ناکامیابی نے بیوشیہ، لوکرس اور فوکیس میں اُس کا اثر و نفوذ خاک میں ملا دیا، پھر تھوڑے ہی دن میں یوبیہ اور مگارا نے سرکشی کی اور پارٹھ نے خاص الہی کا پر حملہ کیا اور اگر وہ ان کا بادشاہ رشوت لے کر نہ مل جائے تو شاید ایٹھنز اپنے باغی ماتحتوں کو بھی مغلوب نہ کر سکتا تھا، بائین ہمان واقعات نے ایک بڑی سلطنت کی امیدیں ہمیشہ کے لیے مٹا دیں اور ایٹھنز یونان کو اپارٹھ سے ایک سہ ماہی صلیح اس شرط پر کرنی پڑی کہ وہ تمام یونانی علاقوں سے دست بردار ہو جائیں گے اور صرف بیرونی مقبوضات پر انکفارین گے (س ۵۴ ق م) اس مصالحت اور پوشی جنگ چھڑنے کے درمیانی زمانے میں دو اہم واقعات پیش آئے

جن میں پہلا جزیرہ ساموس کی بغاوت، اور اس کا ایتھنز کے ہاتھوں تغیر ہونا ہے اور دوسرا
دوایکائی نوآبادیوں (شرقی اور اسی پولس) کا جنوب اطالیہ اور تھریس میں بسایا جانا ہے۔
باقی وہ اندرونی تبدیلیاں جو ان میں پچیس برس میں رونما ہوئیں، پلوٹارک نے فارقلیس
اور کاتمن کی سوانح عمریوں میں وضاحت کے ساتھ تحریر کی ہیں اور انھیں یہاں دہرائے
کی چند ان ضرورت نہیں۔ لیکن ان دونوں میں فارقلیس وہ نامور مدبر ہے جس کا نام شہر
عالم کی فرست میں داخل ہے اور جس نے قدیم ایتھنز میں وہ بے نظیر حنا عیان اور فنون لطیفہ
کا ذوق پیدا کیا کہ اس ریمب صدمی کو اہل تاریخ طعند فارقلیس کے نام سے موسوم کرتے ہیں۔
مگر فارقلیس کی بڑائی اس کے بعد وطن کے حق میں مفید ثابت نہ ہوئی۔ یعنی جب تک
وہ زندہ رہا اس وقت تک کسی نے حریف کارنگ اس کے سامنے نہ جم سکا اور جب وہ
مر گیا تو اس کا کوئی جانشین نہ تھا۔ گویا پوری سلطنت کا توازن انھیں دو ہاتھوں میں
ٹکڑا رہ سکتا تھا جنھیں طوسی دیدش نے ایک جمہوریت پسند بادشاہ کے ہاتھ بتایا ہے۔ شاید
خود فارقلیس کا یہ خیال نہ تھا اور وہ سمجھتا تھا کہ جس کام کو اس نے شروع کیا ہے اسے جاری
رکھنے والے دماغ ملک میں مل جائیں گے۔ اور اس میں اگر اس نے غلطی کھائی تو اس کے
کام کی غنیمت و خوبی میں جو اس نے اپنے وقت میں کیا، کچھ فرق نہیں آتا۔
چوتھا دور۔ جنگ پونیشیہ۔ اسپارٹا اور پھر تھیبہ کا تغلق
(۳۳۷ تا ۳۳۶ ق م)

یونان کے سی سالہ صلح نامہ ٹوٹنے اور جنگ پونیشیہ (پی لوپنی نیس) پھڑنے کے
دو سبب طوسی دیدش نے تحریر کیے ہیں۔ (۱) کویتھ اور کرگایرا کی لڑائی میں آخر الذکر کو ایتھنز
نے مدد دی۔ اور (۲) پولیڈیہ کے تمام تجارتی راستے مسدود کر دیے۔ اور یہ دونوں باتیں مذکورہ
بالا معاہدے کے خلاف تھیں۔ مگر طوسی دیدش لکھتا ہے کہ ان ظاہری وجوہ سے کہیں گہرا
اور لڑائی کا اصلی سبب وہ حسد تھا جو لسٹوی ہونیون کو ایتھنز کی روز افزون قوت سے پیدا

ہو گیا تھا، ایرانی لڑائیوں کے بعد سے وہ اس نئے حریف کی تاک میں لگے ہوئے تھے اور اپنے قدیم طرز حکومت کے مقابلے میں اس آئین جمہوریت کو پامال کر دینا چاہتے تھے جس کا حامی اور وکیل ایٹھنز تھا۔ اس طرح گویا طویل شدید کشمکش جس کا نام جنگ پونیشیہ ہے انھیں دو متضاد اصولوں کا تصادم ہے۔ اور گویا ان تفصیل ان حالات کے بیان کرنے کا موقع نہیں، پھر بھی ہم مختصر طور پر اس سبب و مہلت سالہ جنگ کے بعض ضروری ضروری واقعات لکھیں گے کہ ناظرین اس تباہی کے مارج کا کچھ اندازہ کر سکیں جو یونانیوں نے آپ اپنے ملک پر بلائی تھی۔

ان لڑائیوں کا پہلا حصہ یا زمانہ معاہدہ نکلیاس تک دس سال کے حالات پر مشتمل ہے اور اسی لیے کبھی کبھی جنگ دہ سالہ کے عنوان سے بھی موسوم کیا جاتا ہے، اس کی تمام لڑائیوں کا عام نمونہ یہ ہے کہ اہل پونیشیہ اٹی کا ہر سال فوجیں لے لے کر آتے ہیں اور وہاں کے باشندے ایٹھنز کی فسیلون میں جا چھپتے ہیں، اس کے برخلاف ایٹھنز اپنے بیڑے سے جا بہ جادشمن کی ریاستوں کو نقصان پہنچاتا ہے اور آخر میں امن نامہ نکلیاس (سلسلہ ۱) کی رو سے بھی اس فائدے میں رہتا ہے کہ اس نے زیادہ مقامات فتح کیے جو اسی کے قبضے میں رہتے ہیں اور خود اس کا ایک شہر امنی پولس دشمن کے پاس جاتا ہے، خاندانی طور پر بھی اگرچہ ایٹھنز آبادی کو محصور ہونے کے زمانے میں وہاں سے نہایت نقصان پہنچاتا ہے، ریاست پر اس کا کوئی نمایاں اثر نہیں پڑا حالانکہ امن نامہ نکلیاس نے اپسارٹہ کے کمی حلیفوں کو اس سے بیزار کر دیا اور کم سے کم تھوڑے عرصے کے لیے اس کی قوت متزلزل ہو گئی۔

لڑائی کے دوسرے دور میں بھی (سلسلہ ۲) اہل پونیشیہ کے باہمی اختلافات نے اول اول ایٹھنز کو حیت میں رکھا اور اس کے رکن رکن العبادیش (الکٹ بیا دس) کی غیار یوں نے انھیں رگتی دے کر فائدے بھی اٹھائے۔ لیکن جیسا کہ ہم پہلے لکھ چکے ہیں ترائی درحقیقت دو مختلف اصولوں کی تھی اور اسی لیے ہم بہت جلد قدامت پرست اہل پونیشیہ کو

آئی ادنیٰ جمہوریت کے مقابلے میں پھر بالاتحاد و صف آراد کیجئے ہیں، بزبانِ ہم کہ عام قاعدے کے بموجب، ایجنڈہ پر اس وجہ سے خرابی نہیں آئی کہ اس کے دشمن قوی تھے بلکہ اس وجہ سے آئی کہ خود اس کے ارباب کا رنالاؤٹ اور جاہ پرست رہ گئے تھے اور فارقلیس کے بعد عنانِ سلطنت عام پسند تقریر یون کے ہاتھ میں آگئی تھی جو حوام الناس کو خوش رکھنا ہی سب سے بڑا تہذیب و دھوکے سے کام نہ لانا، سب سے بڑی ہوشیاری، اور نمود و نمائش ہی اپنی سب سے بڑی اولیٰ العزمی سمجھتے تھے۔ اب اگر ایسے اشخاص لڑائیوں میں صرف مافغانہ پہلو اختیار کیے رہیں اور ملکی معاملات میں پُراے نظام و ضوابط کی پابندی تو بھی قوم کو چندان نقصان نہیں پہنچتا۔ پر جب کبھی وہ نئے راستوں کی طرف قدم اٹھاتے ہیں اور نئے نئے کاموں میں ہاتھ ڈالتے ہیں تو اکثر غلطیاں کرتے ہیں اور ملک تباہی میں مبتلا ہو جاتا ہے، چنانچہ جس وقت ایجنڈہ کی مجلسِ ملکی نے القباذین اور نکلیاس کو صفلیہ میں ہم لے جانے کی اجازت دی تو اسے واقع اس نے یہی اصولی خطا کھائی جس میں ایک ہی شکست کے بعد اس کے حوصلے ٹوٹ گئے اور امداد کی فکر کرنے کے بجائے وہ اپنے جرنیلوں کی نکتہ چینی میں مصروف ہو گئی، نتیجہ ان تمام کج رائیوں کا یہ نکلا کہ ساٹر کیوز (صفلیہ) کی دیواروں کے سامنے ساری اٹیکائی فوج (بلکہ کتنا چاہیے کہ اصلی قوت) برباد ہو گئی (۱۳۳۰ء) اور پھر وہ اس قابل بھی نہ رہی کہ آئندہ اسپارٹہ کی کوئی مزاحمت کر سکتی جس نے صفلیہ تباہی کے بعد ہی خاص اٹیکائی کے قبضے ڈسپلین کو متحرک کر کے اپنا فوجی مرکز بنالیا تھا، اس متحیر کو مورخوں نے جنگِ پونیسیہ کے تیسرے اور آخری دور میں شمار کیا ہے جس کے بعد ایجنڈہ کی بڑی سپاہ ہر جگہ مغلوب و منہزم ہوتی رہی اور اس پر ایک نزع کی سی کیفیت طاری ہو گئی۔ نہ صرف یونان بلکہ ایشیائے کوچک میں بھی قسمت نے اس کے ساتھ دشمنی کی اور آخر میں جنگِ اگس پانی کے چند مہینے بعد اسپارٹہ امیر البحر لای سنڈر نے خاص ایجنڈہ پر قبضہ کر لیا اور اس کی وفصلین، جو بعض مورخوں کے نزدیک اصلی اور پہلی بنائے مخلصیت

تھیں، تروا کر زمین کے برابر کرادین۔ سسٹھ ق م پڑ

اپسارٹہ | یہی واقعہ گویا سلطنت ایتھنز کی ذلت و ہزیمت کی انتہا اور اپسارٹہ کے ازسرنو
کاتقون | اقتدار کا آغاز ہے، لیکن یاد رکھنا چاہیے کہ یہ نتیجہ جن اسباب پر مبنی تھا وہ نصف
اپسارٹہ بلکہ ایک حد تک تمام یونان کے واسطے آگے چل کر ملک ثابت ہوئے کیونکہ سب سے
زیادہ تو جس شے نے ایتھنز کو نقصان اور اس کے مخالفوں کو فائدہ پہونچایا وہ خود اس کے
شہریوں کی غداریاں اور باہمی رقابتیں تھیں جنھوں نے مجموعی طور پر سارے یونانیوں کو
ذلیل و رسوا کرایا۔ دوسرے اپسارٹہ کو جو فتوحات حاصل ہوئیں ان میں بڑی اہمادایرانی
روپے کی بقی اور یہودیہ سمیت یونانیوں کو باہم لڑانے اور انکی جڑ کھوکھلی کرنے کی غرض سے دیا جاتا
تھا اور گویا ان، ان کی خانہ جنگیوں کے باوجود بھی اہل یونان کو مفتوح نہ کر سکا، تاہم وہ یکے بعد
دیگر اس کے دست نگر اور دلوڑ کے آخر میں ایسے کمزور ہو گئے کہ دارا اسے اپان کے نہ سہی
فیلکس و سکندر کے مقابلے میں، اپنی آزادی کی کوئی حفاظت نہ کر سکے اور ایک نیم آزاد زندگی
پر قناعت کرنے کرنے بالآخر اس محکومی سے مانوس ہو گئے جس نے انھیں صدیوں تک رومیوں
کا اور پھر ان کے ہانشین ترکوں کا غلام بنائے رکھا، ان دونوں خرابیوں کے علاوہ خود اپسارٹہ
کے حق میں اس کی یہ فتوحات اس لیے مضر ثابت ہوئیں کہ ایک طرف تو کثرت ختام نے اسے
رفتہ رفتہ سپاہیانہ سادگی کے بجائے عیش و زور پسندی کا عادی بنا دیا اور دوسری طرف
ہوس حکومت نے اسے سفاکی اور خجوت کی اس سرحد میں ڈھکیل دیا جو اوروں پر حکمرانی
کرنے کا لازمی پھل ہے پڑ

لیکن ایتھنز پر اپسارٹہ کا اقتدار کچھ زیادہ عرصے تک قائم نہ رہ سکا اور اگرچاس عرصے میں
کہ تھراسی بولس اپنے بد نصیب وطن کو نجات دلانے، اپسارٹہ کے آوردہ تیس جابر شہر میں نہایت
ناروازیادتیان کرتے رہے، تاہم یہ زور شور اور ظلم و ستم آٹھ مینے میں ختم ہو گیا اور تمبر
سسٹھ ق م میں نہ صرف اپسارٹہ کی فوج اور میں جابر شکست کھا کے بھاگے بلکہ ایتھنز

جمہوریت از سر نو قائم ہوئی اور ایرانی امداد کے بھروسے پر پھر اپنے دشمنوں سے بدلہ لینے کی تیاریاں کرنی لگی تھیں

اس زمانے کا شاید سب سے عجیب واقعہ ”دس ہزار یونانیوں کی سپہ پائی“ ہے جسے حکیم زینو جن کے دلکش بیان (دانا باسی) نے دنیا کا ایک مشہور ترین واقعہ بنا دیا ہے۔ یہ یونانی ایک ایلین شہزادے (کوریش) کی فوج میں تھے جس نے دعوے دار سلطنت بن کر ایشیائے کوچک کے صوبے سے خروج کیا تھا اور (اپنے بھائی) دارائے عجم سے لڑنے دریاے فرات پار کر گیا تھا، مگر شاہی فوجوں سے یہاں جو لڑائی ہوئی اُس میں وہ مارا گیا اور اب اُس کے یونانی سپاہیوں کو واپسی کے سواے کوئی چارہ کار نہ رہا یہی دشمن کے ملک میں سے اُن کا تقریباً دو ہزار میل کی مسافت طے کرنا اور ہزار وقت اور مزا حتموں سے نکل کر مرنے گرنے اپنے ملک میں پھونچنا۔ ”دس ہزار کی سپہ پائی“ کہلاتا ہے اور اہل یورپ کا خیال ہے کہ اسی واقعے نے عظیم الشان ایرانی سلطنت کی کمزوریاں فاش کیں اور یونانی خود اس پر فوج کشی کرنے کے منصوبے باندھنے لگے حالانکہ اس سے پہلے یہ بات اُن کے خواب میں بھی نہ آسکتی تھی۔

اس پارٹی زمانہ اقتدار کا دوسرا اہم واقعہ کورتھ کی جنگ ہے جس میں تھیبہ، آرگس، ایچنز اور کورتھ متحد ہو کر چھ برس تک اسپارٹ سے لڑتے رہے اور اس صرف ایران کی دست اندازی سے ہوا جس نے بغیر کوئی لڑائی لڑے سب سے زیادہ فائدہ اُٹھایا اور معاہدہ انٹال کی دہس کی رمو سے تسلیم کر لیا کہ قبرس، اور ایشیائے تمام یونانی شہر دولت عجم کے ماتحت رہیں گے (دست مٹا)۔ اس طرح وہ لڑائی جس کا آغاز یونانیوں کے قومی دشمن کی ریشہ دو اینوں سے ہوا تھا اسی کے حسب منشا اختتام کو پھونچی۔ ہاں اسپارٹ نے اُس کی آ زمین اپنی اغراض حاصل کر لیں یعنی اُن نام نہاد کورنے اس کی تمام حریف ریاستوں کو کمزور اور اُن کے بیرونی مقبوضات سے محروم کر دیا اور گویا اسپارٹ کو آئندہ اس بات کا موقع

دیکھا کہ وہ ایرانی سرپرستی کے سہارے اپنی ہوس ملک گیری پوری کرے گا۔
 قہیبہ کا مگر چند ہی سال بعد اُس کی غاصبانہ کوششوں کو سخت صدمہ پہنچا۔
 عروج جس کی تشریح یہ ہے کہ جب ۸۲ء میں اہل اسپارٹہ نے کمال دغا بازی
 کے ساتھ قہیبہ کے قلعے پر قبضہ کر لیا اور تین سال تک شہر پر جابرانہ حکومت کرتے رہے
 تو وہاں کے بعض جلا وطنوں نے ایک جمعیت تیار کی اور پیلوپنی داس کی سرداری
 میں شیون مار کے لس ڈی مونی دستے کو شکست دی اور شہر کو واپس لے لیا۔ ادھر ایتھنز
 نے بھی دوبارہ بعض سمدری ریاستوں میں اتحاد قائم کیا اور قہیبہ کو اُس میں شریک
 کر لیا۔ لیکن جب قہیبہ نے فروغ پایا اور علاقہ پونیشیہ کی پرانی ریاستیں پہلے کی
 طرح اُسے اپنا سردار ماننے لگیں تو خود ایتھنز کو حسد پیدا ہوا اور اُس نے اسپارٹہ سے بطور خود
 صلح کر لی۔ یہ گویا ایک نئی لڑائی کی بنیاد تھی جس میں لس ڈی مونیوں نے رایتھنز
 کے اشارے سے اور اپنا پچھلا بدلہ لینے کے لیے قہیبہ پر فوج کشی کی اور لکٹر (لیوکرٹرا)
 کا مشہور رن پڑا۔ یہی وہ میدان ہے جس میں اپامن داس قہیبی نے اپنی شجاعت
 کے جوہر دکھائے اور مغرور اسپارٹہ کو سرنگون کیا (۸۱ء ق م)۔ چنانچہ اس ایک
 ہی شکست نے پونیشیہ سے باہر اسپارٹی اقتدار کو خاک میں ملادیا اور اب اپامن داس
 نے خود اُن کے علاقے پر چڑھائی کی۔ اُس کا مقصد یہ تھا کہ خاص پونیشیہ میں اسپارٹہ
 کے حریف پیدا کر دے اور اسی غرض سے اُس نے ارگیدیا میں ایک نئے اتحاد کی بنیاد
 ڈالی اور بنصیب سینیہ کو آزادی دلائی جو تین صدی سے اہل اسپارٹہ کی قید میں تھا۔
 ان واقعات نے اسپارٹہ کی وقعت بہت کم کر دی تھی اور جب نو برس بعد پھر
 اُس نے اپنی پوری قوت سے مقابلہ کیا تو بھی قہیبہ کے آگے اُس کی کچھ پیش نہ گئی اور
 ۷۲ء میں پھر مَن کی نپہ کے میدان میں شکست کھائی۔ بنصیبی سے اس ہدائی میں
 اپامن داس بھی مارا گیا اور اسی کے ساتھ قہیبہ کا عارضی تفوق بھی کتنا چاہیے کہ خست

ہو گیا، وطن کا یہ فدائی تاریخ تھیبتہ میں ایک حد تک وہی مرتب رکھتا ہے جو آیتھنز میں فارقلیس کا تھا، کیونکہ صرف اسی کی کوششوں نے تھیبتہ کو یہ اولی العزمی دی کہ اپنی اغراض کے بجائے سارے یونان کی اغراض مشترک اس کا مطمح نظر بنیں اور آیتھنز کی مثل، یونانی عظمت و آزادی کے لیے جنگ کرنا اس نے اپنا نصب العین قرار دیا، اس میں شک نہیں کہ اپامنن داس نے جس قوت کی بنیاد ڈالی تھی وہ ناپائیدار ثابت ہوئی، تاہم وسیع معنی میں جس حب قومی کا جوش اس نے پیدا کیا تھا وہ اس کے بعد بھی زائل نہ ہوا اور یونانی آزادی کی آخری جدوجہد میں صرف تھیبتہ تھا جو آیتھنز کے دوش بدوش ہو کر مقدونیہ سے لڑا اور یونان پر سے نثار ہو گیا،

آخری دور۔ فیلیقوس، سکندر اور رومی فتح تک

(از ۳۳۶ء تا ۳۳۰ء ق م)

اپامنن داس کی شہادت کے تین سال بعد فیلیقوس (فلپ) نے مقدونیہ کے تخت پر جلوس کیا، یونان کے لیے اس سے بڑھکر کوئی بدشگونی نہ ہو سکتی تھی کہ اس ہمسایہ جنگجو قوم کو ایسا چالاک اور دور اندیش بادشاہ ملا جسے نہ صرف اپنی قوت سے بلکہ دوسروں کی کمزوری سے فائدہ اٹھانے میں کمال حاصل تھا۔ اور جس نے ایک ہی نظر میں سمجھ لیا تھا کہ یونانی ریاستوں کا موجودہ نفاق محض سطحی شے نہیں بلکہ اس کی تہ میں زیادہ گہرے اسباب زوال پھناں ہیں، اور واقعی اب ان میں سے کسی میں وہ انتظامی قابلیت اور اصلی قوت عمل موجود نہ تھی جو مشترک قومی اغراض کے لیے چند ریاستوں کو بھی متحد کر سکتی، سب سے بدتر یہ کہ خود غرضیوں نے ان کے دائرہ نظر کو اس قدر تنگ کر دیا تھا کہ وہ کسی قومی خطرے کی شناخت نہ کر سکتے تھے چنانچہ اس تمام مدت میں صرف ایک نام ہم ایسا سنتے ہیں جس میں قدیم یونانیوں جیسی روح ہے۔ ذمستن داس تھیبتہ لیکن ذمستن جس کی مشہور عالم خطابت کا موضوع حب الوطنی تھا، پھر اکیلا آدنی ہے اور

اس نکتے مصلحت سے جو اس کے سامنے ہے، کچھ کام نہیں لے سکتا۔ کیونکہ جماعت میں اگر کچھ کرنے کا مادہ نہیں ہے تو افراد کی بڑی سے بڑی قابلیت بیکار رہے گا۔

بہر حال، اب ہم پھر فیلقوس کی طرف عود کرتے ہیں جس کی سدی حکمت عملی کا راز یہ تھا کہ جب وہ یونان کے کسی ایک یا متعدد شہروں پر دست تپاؤں بڑھاتا تو ہمیشہ کوشش کرتا کہ انھیں کی دوچار ہمسایہ ریاستوں کو اپنے سے بھی ملائے رکھے، جتنے کہ یکے بعد دیگرے ساری ریاستیں اس کے زیر اقتدار آگئیں اور شیر و تیر کی جنگ عظیم میں یونان کی قسمت کا فیصلہ ہو گیا (۳۳۶ ق م)؛ مقدونیہ کی اسی فتح کے بعد جس میں زمستون کی سعی نے ایتھنز، تھیبہ اور کئی متحد ریاستوں کو اس کے مقابل صف آرا کر دیا تھا، خانہ اسے کورنتھ میں تمام یونانیوں کی ایک مجلس منعقد ہوئی اور اس میں فیلقوس کو بالاتفاق یونان کا صدر نشین تسلیم کیا گیا؛ یہ مرتبہ بظاہر اسی قسم کا تھا جیسا کہ پہلے اس پارٹھ کو پوشیہ میں یا ایتھنز کو ڈیلیوسی انجمن میں حاصل تھا لیکن درحقیقت وہ ایک چھپی ڈھکی بادشاہت تھی جس میں تمام یونانی ریاستیں ایک مقدونی مطلق العنان کی ماتحتی میں آگئیں؛ باین ہمہ زمستون کی دیوانہ وار کوششیں اس حد تک ضرور کامیاب ہوئیں کہ جن یونانی ریاستوں نے فیلقوس کو زیادہ آزار پہنچایا تھا وہ اسی نسبت سے زیادہ اچھی رہیں۔ چنانچہ تھسلی کا علاقہ جس نے فیلقوس کی بڑی اعانت کی تھی ذلت کے ساتھ اٹا مقدونیہ میں الحاق کر لیا گیا۔ پوشیہ ریاستیں جنھوں نے اعانت کی تھی نہ مزاحمت نیم آزاد رہیں، مگر ایتھنز جس نے سب سے زیادہ مخالفت کی تھی بڑی حد تک دغما رہا اور سب سے زیادہ فیلقوس نے اسی کا حفظ مراتب ملحوظ رکھا۔

صقلیہ - لیکن جس وقت یونان خاص کی آزادی شیر و تیر کے میدان میں مجروح ٹیولین - تروپ رہی تھی، ہیکلاس کے ایک بعید نگر سے میں وہ بڑی آن بان کے ساتھ سر بلند ہوئی جہاں مقدونیہ کی بجائے قرطاج نے اس کے مٹانے کے درپے تھی اور

و یسلمی اندرونی نفاق بیان بھی اُس کے شامل حال تھا، ۱۳۳ھ کی ہتھیاری تباہی کے بعد صقلیہ پر اہل قرطاج نے دو حملے کیے تھے اور اُس کے تمام بڑے بڑے شہر فتح کر لیے تھے۔ صرف سائر اکیوز محفوظ تھا جو غیر دن کی بجائے خود اپنوں کے ہاتھ سے نالیاں کھاتا اور جہان کی جمہوریت کو دیونئیں پس نے پا مال کر کے حکومت جابرانہ کی بیا و جہادی تھی، اُس کے بیٹے دیونئیں پس دوم کے عہد حکومت میں اس شہر کی حالت اور بھی رور ہو گئی اور وہاں کی ایک جماعت نے کورنٹھ سے امداد کی درخواست کی۔ یہیں کا ایک نامور شہری متولین تھا جو صقلیہ کو نجات دلانے بارہ سو سپاہیوں کے ساتھ سائر اکیوز بھیجا گیا (۱۳۳ھ ق م) متولین نے نہ صرف سائر اکیوز کی حکومت جابرانہ کا تختہ الٹا بلکہ تمام صقلیہ کو ایک اور دشمن قوی کے پنجے سے چھٹایا اور دریائے کبریٰ کی سس کے کنارے اہل قرطاج کو ایسی زبردست شکست دی کہ پھر اُن کے پاؤں بیان نہ جم سکے اور ساری یونانی توانا دیان آزاد ہو گئیں، اس طرح ان ہلاسی شہروں کا شاید سب سے اچھا اور مساعد زمانہ وہ تھا جس میں کہ وطن اصلی کے بد نصیب شہری مقدونیہ کا جوا اٹھانے کی مشق کر رہے تھے۔

سکندر اگر اب اس ادولو العوامانہ ہم کا وقت بھی قریب آگیا ہے جس کا ”دس سزار کی اسپاہی“ کے بعد سے اکثر یونانی جرنیل خواب دیکھ رہے تھے مگر جس میں ابھی تک ہاتھ ڈالنے کی کسی کوجرات نہ ہو سکی تھی، ڈی سینتالیس برس کی عمر میں فیلقوس نے ایران کے خلاف اشتہار جنگ دے دیا تھا اور اُس کے لیے بڑے پیمانے پر تیاریاں بھی کر رہا تھا کہ اُسے ایک دشمن نے مار ڈالا اور یونان کا پڑنا بد لے لینے کی حسرت ہی حسرت میں اُس کا خاتمہ ہو گیا (۱۳۳ھ ق م) لیکن مقدونیہ کی خوش نصیبی کہ مقتول بادشاہ کا نو عمر جانشین اپنے باپ سے بدرجہا زیادہ عالی حوصلہ اور بہر اتب عالی دماغ فرمان روا تھا۔ جس نے تیس برس کی عمر تک چھوٹے سے بھی پہلے قدیم دنیا کے تقریباً آدھے اباد حصے کو

فتح کیا اور یونانی عظمت کے دامن کو دامن قیامت سے باندھ دیا؛ اس کے تفصیلی حالات سے ہم بیان قطع نظر کرتے ہیں اور ناظرین کو سکندر کی سول و غری کا حوالہ دیتے ہیں جو ہولڈارک نے بڑی خوبی کے ساتھ تحریر کی ہے؛

سکندر کے بعد - سکندر کی انگلیں بند ہوتے ہی اس کی وسیع سلطنت ایشیائی و یورپی رومی فتح تک ^{۱۳۹۸} ۳۲۳ ق م

ان میں سب سے زیادہ یونان کا سابقہ مقدونیہ سے رہا، تاہم جب کبھی کوئی دوسری سلطنت زور پکڑ جاتی تو یونان بھی اس کی دست برد سے نہ بچتا۔ آخر اسی اینچا تانی نے اس میں ایک مرتبہ پھر اپنی مشترک مدافعت کا جوش پیدا کیا اور اس مشہور انجمن اکانٹیمہ کی بنیاد پڑی جس نے تھورے عرصے کے واسطے پھر یونان قدیم کی حب الوطنی کو تازہ کر دیا۔ اس انجمن نے نہ صرف بعض اندرونی خرابیوں کا انسداد کیا بلکہ مقدونیہ سے بھی کامیاب

حاصل کیا۔ جب یونانیوں کے شہری تمدن میں دوستانہ انجمن پھولیں اور جمہوریت اور حکومت خاص میں نصنام ہوا اور وہ شہر جاؤں الذکر کا سب سے بڑا حامی تھا، مغلوب ہو گیا تو اس وقت حکومت خواہم بھی اپنے سرگروہ کی سپارہ نام کی خود غرضی اور ہوسنا کیوں کی بدولت رسوائی سے بچ سکی اور اس کا نتیجہ وہ طوفان بے تیزی تھا جس میں کوئی ریاست بھی صاحبِ سوخ و اعتبار نہ رہی۔ وقتی ادا انفرادی اغراض متام اصولوں پر غالب آئے اور سچی حب الوطنی کا جوش مضمود ہو گیا، یہاں تک کہ ان میں ایسے لاعلاج اختلافات پیدا ہوئے کہ آخر یونان کو ایک نیم وحشی اور مکار بادشاہ کے سامنے سر جھکانا پڑا، لیکن عین اس وقت کہ یونانی قوم کا ہشٹا یقینی معلوم ہوا تھا، یونانی تہذیب کے اور وارث پیدا ہو گئے یعنی وہی جنہوں نے اس کی آزادی کا چراغ گل کیا تھا اس کی خدمت پر کمر بستہ ہوئے اور درحقیقت سکندر اور پھر اس کے رومی مانشینوں سے جو کام بن پڑا وہ خاص یونانیوں سے بھی نہ ہو سکا تھا۔ اور اسی لیے گو یہ فائقین، یونانی قوم کے دشمن تھے، یونانی تہذیب کے سچے دلدادہ اور شعل بردار

اطالیان لڑیں اور کورنٹھ کو اُس کے پنجے سے نکال لیا۔

بد نصیبی سے اسپارٹہ اس وقت بھی اگامی اتحاد میں شریک نہ ہوا تھا اور اُسی کے ساتھ نصف صدی بعد لڑائی کی نوبت پہنچی، جس میں اگر ایک طرف اراٹوس جیسا ہنرمند اگامی جرنیل تھا تو دوسری طرف کلیون جیسا نامور بادشاہ۔ لیکن جب اراٹوس بہت دبا تو یونانی نفاق پھر اپنی بدترین صورت میں نمایاں ہوا اور اکائیون نے اپنے قومی دشمن مقدونیہ ہی سے امداد کی درخواست کی۔ جہاں سے انٹی جن ڈوسن (انٹیگونیس) فوج لے کر آیا اور سلاشیہ کے میدان میں اسپارٹہ کے ایسی سخت ضرب لگائی کہ اُس کا ہمیشہ کے لیے زور ٹوٹ گیا اور پھر اُس کا نام ہم صفحات تاریخ پر کہیں نہیں پاتے۔ (سلسلہ ق م) اسی زمانے میں ایک اور اتحاد انجمن اطالیہ کے نام سے شمالی یونان میں قائم ہوا تھا لیکن اُس کی بین الیونان آویز نشون میں بھی برابر مقدونیہ کو دخل اندازی کا موقع ملتا رہا اور اہل یونان کبھی پہلی سی آزادانہ زندگی کا لطف نہ اٹھا سکے، یہاں تک کہ آخر مقدونیہ کا بھی کپ سرکوب خدا نے پیدا کیا اور روم کی فوجیز قوت نے اُس کو شکستیں دے دے کے تمام شمالی یونان کا علاقہ اپنے قبضے میں لے لیا۔ (سلسلہ ق م)۔

آخری زمانے میں انجمن اگاتیہ کی سرکاری نے فیلوپین سے رونق پائی جسے پلوٹارک نے آخری یونانی کا معزز لقب دیا ہے۔ لیکن ظاہر ہے کہ رومی سیلاب کے مقابلے میں ایک ایسی چھوٹی قوت کے عرصے تک پاؤں نہ جم سکتے تھے چنانچہ جب شمالی یونان میں کچھ فساد پیدا ہوا اور اس میں کسی حد تک اکائیون کی شرکت کا بھی پتہ چلا تو رومیوں کو فوج کشی کا حیلہ مل گیا اور اُن کے فضل میں نے اگاتیہ کی سربر آوردہ ریاست کو رنٹھ کو تخریر کر کے آگ لگا دی۔ (سلسلہ ق م) اور تھوڈس ہی دن بعد یونان کا یہ جنوبی علاقہ بھی ایک رومی صوبہ بن گیا اور اسی مرحوم انجمن کے نام پر اس کا نام بھی "اگاتیہ" قرار پایا۔ ان انجمنوں کی جدوجہد دیکھنے سے یہ خیال ہوتا ہے کہ شاید اس آخری زمانے میں

میں چہر اہل یونان کے دلون میں حب الوطنی کی آگ بھڑکنے لگی تھی اور اس لیے
ان کا پامال ہونا ایک افسوسناک تاریخی واقعہ ہے۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ جمہور
یونانیوں کے اس وقت ایسے خیالات نہ تھے اور وہ اپنے عیش پرست آمر کی حشیا نہ
نقدیوں سے اس قدر عاجز آگئے تھے کہ غلامی کی ان زنجیروں کو انھوں نے بہت عفت
قبول کر لیا جو انیس سو برس تک ان کے بانوں میں پڑی رہیں اور پھر محض یورپ کی زبردستی
سے اتریں نہ کہ خود وہاں والوں کی کوششوں سے پڑے

۲- رومہ

بہتید | طو لا موجودہ اطالیہ کے تقریباً وسط میں شہر رومہ دریا سے ٹکیر پر آباد ہے جو تھوڑی دور آگے چل کر بحر روم میں آگرتا ہے، اس شہر کا سال بنیاد جس دیر تحقیقاتوں نے سترہ قبل مسیح ثابت کیا ہے اور اس وقت کی جغرافیائی اور قومی حالت کا بھی پتہ چلا ہے کہ یہ وسطی اور جنوبی اطالیہ کا علاقہ، عہد قدیم میں اٹالی سی نسل سے آباد تھا جس کی پانچ بڑی بڑی شاخیں تھیں: (لاطینی یا) لاطینی، سبائی، اُسکانی، امبری اور سبلی، ان پانچوں کی حکومتیں اور بولیاں علیحدہ علیحدہ تھیں لیکن جب اس لاطینی شہر (روم) نے بعض اسباب خاص کی بدولت عروج پایا اور ساری اطالیہ اُس کے دیرنگین آگئی تو یہ قومیں خود مختار نہ رہ سکیں اور رومی سلطنت میں شامل ہونے کے بعد ان کی بولیاں بھی رفتہ رفتہ لاطینی زبان میں جذب ہو گئیں۔

ان ہم نسل قوموں کے علاوہ کم سے کم چار بڑی قومیں شمالی اطالیہ میں اور آباد تھیں جن کی تہذیب اور ابتدائی قومیت کے متعلق ابھی تک مورخوں میں اختلاف ہے یہ اٹرسکن، فال، لگوری، اور وے نے بی لوگ تھے۔ مگر اطالیہ کی تاریخ و شایستگی پر اہلی باشندوں سے کہیں زیادہ کٹانی اور یونانی آبادکاروں کا اثر بڑا ہے اور گواہ اول الذکر قوم کے لوگ جن کی قرطاجہ میں عظیم الشان سلطنت قائم تھی، کبھی اطالیہ میں باقاعدہ آن کر نہیں بسے تاہم کورسکا اور صقلیہ

کے زیرے اُن کی مستقل تجارت گاہیں تھیں جہاں سے اُن کی مصنوعات اور تجارتی سامان تمام ملک میں پھیلتا تھا، لیکن ان سے بھی بڑھکر اہل اطالیہ کو یونانیوں سے واسطہ بڑا جن کی اس قدر نوآبادیان صقلیہ اور جنوبی اطالیہ میں بنی ہوئی تھیں کہ یہ علاقے کا علاقہ ”ہائیونان“ کہلاتا تھا، انھیں لوگوں سے اطالیہ والوں نے انسانی تہذیب کا پہلا سبق یعنی فنِ کتابت سیکھا اور اسی آبنائے کے ذریعے یونانی شاعری، اخلاق اور فلسفہ بہ بہ کے کوہِ اپنی تائیں کے دامنوں تک پھونچے، لیکن اگر تہذیب و تمدن میں رومی بھی (تمام اہل اطالیہ کے مثل) یونانیوں کے ادبے اشاگرد تھے تو وہ کون سی خصوصیت ہے جس نے ایک شہرِ رومہ کی حکومت کو بحیرہ خضر سے بحر اوقیانوس تک اور مصر سے برطانیہ تک پھیلا دیا اور اتنی بڑی آباد و وسیع جمہوریت اور پھر بادشاہت قائم کرائی کہ جس کی بنی انسان کی تاریخ میں بمشکل کوئی نظیر ملتی ہے ۹۹

اس اہم سوال کے جواب میں ہم اس عہد کے ممتاز فاضل تاریخیات، آڈورٹوئیر، پروفیسر برلن یونیورسٹی کا قول نقل کرتے ہیں جنھوں نے بڑی خوبی سے مسئلہ مذکور کو نبھایا ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ بعض ابتدائی ترقیوں کے باوجود، رومہ بظاہر اپنی ہم نسل ریاستوں کی طرح محض مزارعین کی ایک ریاست تھا، لیکن درحقیقت اس کو ایک بڑی فوقیت یہ حاصل تھی کہ وہ شروع سے قبیلے کی (یا ہم خاندان گردہ کی) صورت میں ہونے کے بجائے شہر کی حیثیت رکھتا تھا اور اس لیے یونان کی جمہوری ریاستوں کے مانند اس میں بہت جلد وہ شہری نظام حکومت رائج ہو گیا تھا جس سے اور اطالوی قومیں ابھی تک آشنا نہ تھیں۔ مگر یونانی شہروں سے اس مماثلت کے ماسواہ اس میں ایک خصوصیت (اور میں اس کی جلیل الشان کامیابی کا راز مضمحل ہے) یہ تھی کہ وہ (صحیح مضمون میں پھیلنے کی قابلیت، یعنی) اپنی شہریت کے دامن دوسروں تک

پھیلائے کامیلاں رکھتا تھا، جس میں یونانی ریاستیں ہمیشہ کی بخیل تھیں۔ یونانیوں کا سیاسی اصول موضوعہ تو یہ تھا کہ شہری حقوق جہاں تک ہو سکے ایک محدود اور خالص وطن نژاد جماعت کو دیے جائیں۔ اور نہایت حریت پسند جمہوری حکومتیں (جیسے آیتھنز) بھی سختی سے اس اصول پر عامل تھیں۔ اسی کا نتیجہ تھا کہ ان کی بیرونی کامیابیاں ایک جابرانہ فتح کی شان رکھتی تھیں، اور فریق غالب، حاکم فاتح کی نامساعد حیثیت اختیار کر لیتا تھا، اس کے برخلاف، روم نے کم سے کم اٹالیہ میں کسی کو اپنا مفتوح نہیں بنایا اور سب سے پہلے جس نواحی علاقے (لاطینیہ) کو اس نے فتح کیا، وہاں کے باشندوں کو تمام وہی حقوق دیے جو خالص رومی شہریوں کو حاصل تھے، البتہ وہ آبادیاں جن کی زبان غیر تھی (جیسے اٹریسکن قوم یا کاپاڈوکیا والوں کی) رومہ کی مجالس ملکی میں اسے دینے کے مجاز نہ تھے گو اپنے اندرونی معاملات میں انھیں بھی پوری آزادی دیدی گئی تھی، ایک تیسری صورت رومی مقبوضات کی یہ تھی کہ سرکاری (یا شاملات دیہ) زمینوں کا ایک حصہ رومی آبادکاروں کے لیے لے لیا جاتا اور باقی تمام باشندے اس دومی معاہدے کے ساتھ آزاد اور خود مختار چھوڑ دیے جاتے کہ بحیثیت حلیفوں کے ہمیشہ رومیوں کو فوجی امداد دیا کریں گے، اور وہ آبادکار جو اس طرح بسائے جاتے، اپنی علیحدہ انتظامی مجالس کے علاوہ خود رومی سلطنت میں برابر کے حصہ دار ہوتے یعنی اہل لاطینیہ کے مثل رومی شہریت کے تمام حقوق و فرائض رکھتے تھے اور اسی مماثلت کی وجہ سے ان کا نام بھی لاطینی (یا لاطینی) نو آبادیاں پڑ گیا تھا؛

اس نظام حکومت کی بدولت رومہ نے جو کوئی علاقہ ایک مرتبہ فتح کیا وہ پھر اس کے ہاتھ سے نہ گیا اور سب سے بڑھ کر یہ کہ اس وسیلے سے اس نے ایک ایسا درمیندارہ ترتیب دے لیا جو اس کی فوجی بھرتی کے واسطے بہترین ذخیرے کا کام

دیتا تھا۔ اس طرح اگرچہ اُس کا نظام سیاسی بظاہر ویسا ہی محدود اور شہری رہا جیسا کہ پہلے تھا لیکن درحقیقت عملاً وہ اپنے حدود سے کہیں آگے بڑھ گیا اور ایک بڑی ملکی سلطنت بن گیا جس کی عمان حکومت ایک منظم مرکزی جماعت کے ہاتھوں میں تھی، اور اس مرکزی حکمران جماعت کے مفاد عملاً اسی زمینداروں کے مفاد سے وابستہ تھے اور انرا مزید زمینیں حاصل کرنے کے معاملے میں جس طریق عمل کے حامی تھے، زمینداروں کا بھی اسی میں فائدہ تھا۔ لہذا بیرونی مقبوضات میں اضافے کے ساتھ یہ فوجی اور زرعی عنصر حکمران امر کا زیادہ قوی مددگار ہوتا جاتا تھا اور پھر حکمران طبقے کی قوت قوم کو مزید استحکام بخشی اور نئی کامیابیوں کا حوصلہ دلاتی تھی؛ یہ بات کہ سلطنت رومہ کے آخری زوال کے اسباب کیا تھے، ہمارے دائرہ بحث سے خارج ہے کیونکہ ہم بیان صرف رومی جمہوریت سے واسطہ رکھیں گے جس سے پلوٹارک کے مشاہیر کا تعلق ہے (دور نہ جمہوریت ٹوٹنے کے بعد بھی تقریباً چار سو برس تک رومی بادشاہت قائم رہی) اور اس جمہوری عہد کے تاریخی واقعات کا بھی، تین علیحدہ فصلوں میں، اُسی اختصار و اجمال کے ساتھ ذکر کریں گے جو ان کی اہمیت اور اس مضمون کی گنجائش سے متناسب ہو؛

پہلی فصل۔ ملک اطالیہ کی فتح تک
از ۵۵۶ء تا ۵۲۶ء ق م

شہر رومہ کا بانی اور پہلا بادشاہ رومیوکس تھا اور اُس کا جانشین نیو پپلیس ہو جن کے حالات پلوٹارک کی ابتدائی سوانح عمریوں میں تحریر ہیں۔ لیکن یہ دونوں اور ان کے بعد کے پانچ اور بادشاہ درحقیقت ”زمانہ ماقبل تاریخ“ سے تعلق رکھتے ہیں اور ان کی نسبت جو کچھ بیان کیا جائے وہ مستند اور قابل یقین نہیں ہے۔ البتہ ساتویں یعنی آخری بادشاہ ٹارکوین سیریس کی نالائقی، سفاکی اور ظالمانہ عیش پرستیوں کی

داستان میں ضرور کچھ نہ کچھ واقعیت ہوگی کہ ایسے اسباب خاص کے بغیر اتنا بڑا انقلاب، یعنی بادشاہت ٹوٹ کر جمہوریت کا قیام، کسی طرح قرن قیاس نہیں، بہر حال تاریخ عالم کا یہ اہم واقعہ عام طور پر مسیح قبل مسیح کا واقعہ مانا جاتا ہے جس کے بعد روم میں ایک موروثی اور مطلق العنان فرمان روا کے بجائے اعلیٰ انتظامی اختیارات دو عہدے داروں کو تفویض ہو گئے جو فضل (اور اس سے بھی پہلے پریٹر یا قاضی) کہلاتے تھے اور ہر سال ان کا نیا انتخاب عمل میں آتا تھا۔ بادشاہ کے مذہبی فرائض کی ادائیگی کے لیے ایک تیسرے عہدہ دار کا علقہ تقریباً جو جسے حاکم مذہبی (رکن سکروم) کہتے تھے مگر تھوڑے دن بعد یہ منصب اُسقف اعلیٰ کے ماتحت سمجھا جانے لگا اور پھر اس کا اقتدار بھی گھٹ کر برائے نام رہ گیا۔

لیکن گوشاہ ٹارکوآن کو نکالنے میں عوام الناس کا حصہ اتنا ہی تھا جتنا کہ شہر کے بزرگ، "سپیٹ ری شیئ" یا اعلیٰ طبقہ کا، اور نیز اس کے بعد سے ریاست کا نام بھی جمہوریہ روم قرار پا گیا تھا، تاہم صحیح معنوں میں اور عملاً وہ زیادہ تر حکومت خواص سے مشابہ تھی جس میں تمام بڑے بڑے حقوق اور مراعات طبقہ اعلیٰ سے مخصوص تھیں اور عوام کو ان میں کسی شرکت کا ہتھاق نہ تھا، اور اسی لیے اگلے دو سو برس میں روم کی بیرونی فتوحات اور بعض اہم خارجی واقعات اس قدر دل چسپ نہیں ہیں جس قدر کہ اس داخلی جدوجہد کا حال جو اعلیٰ اور اعلیٰ طبقہ کے درمیان طوئی رہی یعنی عوام الناس عہدوں کی تقسیم اور قوانین کی ساخت میں حسب تعداد و استعداد حقوق مساوات مانگتے تھے اور قابو یافتہ خواص محض نسل و خاندان کو وجہ امتیاز قرار دے کر انھیں ان حقوق سے محروم رکھنا چاہتے تھے، یہی سبب ہے کہ جدید مورخ

علیٰ زمانہ حال کے بعض محققین کا خیال ہے کہ بادشاہت کے بعد ایک غیر موروثی شخصی سلطنت رومہ میں قائم ہوئی تھی اور پھر تدریجاً جمہوریت بنی، ۱۲

اُن قدیم روایتوں کو بھی قابل تسلیم نہیں سمجھتے جو سب سے پہلے قنصل بروکس و کولائیٹس اور ان کے بعد پہلی کولائیٹس قانونی اصلاحات کے متعلق مروجی ہیں۔ لیکن ۱۸۹۳ء ق م کی تاریخی شورش سے اتنا پتہ چلتا ہے کہ عوام الناس کو بعض حقوق دینے کا وعدہ ضرور کیا گیا تھا جس کے ایفاء ہونے ہی کے باعث انھوں نے علانیہ سرکشی پر کمر باندھی اور جب وائشی اور ایکوسی قوموں سے لڑائی پیش آئی تو رومی امرا کے ساتھ میدان میں جانے کے بجائے وہ شہر سے تھوڑی دور باہر ایک پہاڑی پر خندقیں کھود کر مقیم ہو گئے اور جب تک انھیں بعض حقوق دینے کا حلفیہ قرار اُمرانے نہ کر لیا، نیچے نہ آئے۔ اسی وقت کی وجہ سے یہ پہاڑی آئندہ کو مقدس (مونزیکر) کے نام سے موسوم ہوئی۔

پہلی شورش کو سب سے بڑا حق جو اس موقع پر حاصل ہوا وہ یہ تھا کہ انھیں اپنے گروہ میں سے دو (بعد میں پانچ اور پھر دس) عہدے دار منتخب کرنے کا اختیار مل گیا جو نائبین عوام (ٹریبون پلے بس) کے نام سے موسوم ہوتے اور جن کا کام عوام کو خواص کی زیادتیوں سے بچانا تھا۔ اس عہدے نے جس کی تاریخ میں کہیں غیر نہیں ملتی اور جو ایک حد تک سارے قوانین سے مافوق و ماوری تھا آخر میں ایسا فروغ پایا کہ جب کئی سو برس بعد رومن میں دوبارہ شخصی بادشاہت قائم ہوئی تو وہ ان کے بادشاہ اپنے القابوں میں "ٹریبیون" کا لفظ ضرور شامل کر لیا کرتے تھے کہ ماورائے قانون اختیارات برتنے کا ایک قانونی حیلہ پیدا ہو جائے۔

لیکن اول اول ٹریبیون کے انتخاب میں اگرچہ وہ لازمی طور پر ادنیٰ طبقے کا فرد ہوتا تھا، راتین امرا سے خاندانی کی بھی شریک ہوتی تھیں اور ان کی یہ شرکت بعض اوقات بڑی خرابیاں پیدا کرتی، جن کا سدباب اس وقت ہوا جب کہ انتخاب کا حق عوام تک محدود کر دیا گیا اور آئندہ سے صرف انھیں کی مجلس (کیشیا ٹریبون) اپنے اس عہدے دار کا تقرر کرنے لگی۔ (۱۸۹۳ء ق م)

یعنی ملے ہی قدرتی طور پر عوام نے مطالبہ کیا کہ ملکی قوانین کی اشاعت کو دی جائے جس کے بغیر زمینوں معاملات میں دست اندازی کرنے سے بچ سکتے تھے اور امر کو یہ حذر کر دینے کی گنجائش مل جایا کرتی تھی کہ فلاں ضابطہ عہد قدیم سے یوں ہی چلا آتا ہے۔ یہ وہی ہی صورت تھی جیسی بعد ڈر کیو ایجنٹز میں پیدا ہوئی تھی اور گو رومی امر بھی اپنا یہ موروثی ترکہ عام کرنا نہ چاہتے تھے لیکن جب نااہل عوام کا اصل بہت بڑھا تو آخر میں مجبور ہو کر انھوں نے اس شخص کی ایک جماعت مقرر کی جسے سموری لے جی بس سگری بن دس = عشرہ مقتدہ جس نے دو برس کی محنت میں قوانین جدید و قدیم کا وہ مجموعہ تیار کیا جو ”بارہ تختے قانون“ کے نام سے مشہور ہے۔ (نہضت ق م) ۱۰

قانون کے اس طرح تحریر میں آنے کے وقت غالباً عوام الناس کو کئی ترس یہ فیہ پیدا ہوا کہ اُمراؤں کے لئے حقوق مٹانا چاہتے ہیں اور شاید اسی بنا پر ہم ان کی جدوجہد میں ایک تازہ جوش و فوش دیکھتے ہیں جس کا اعلیٰ نتیجہ دلی یس ہوئے شمس کے قانون کی شکل میں نکلا۔ اس قانون کی نسبت جدید اہل تحقیق میں بہت اختلاف ہے لیکن عام رائے ادھر مائل ہے کہ اس کی رُو سے رومی عوام الناس کو وہی حقوق حاصل ہو گئے تھے جو اب نے النٹل انگلستان میں دارالعوام کو حاصل ہیں کہ نئے قانون کی تجویز و تخریک انہی کے ارکان کرتے ہیں اگرچہ وہ قابل نفاذ اس وقت ہوتا ہے جب کہ دارالامراؤں کی منظوری دیدے، ہر حال اگر یہ حق صرف قوانین کے تجویز کرنے تک محدود تھا تو بھی کچھ کم بات نہ تھی اور ہم آئندہ چند سال میں رومی عوام کی حالت میں ایک نمایاں فرق دیکھتے ہیں :- ۱۱۔ ۱۲۔ ۱۳۔ ۱۴۔ ۱۵۔ ۱۶۔ ۱۷۔ ۱۸۔ ۱۹۔ ۲۰۔ ۲۱۔ ۲۲۔ ۲۳۔ ۲۴۔ ۲۵۔ ۲۶۔ ۲۷۔ ۲۸۔ ۲۹۔ ۳۰۔ ۳۱۔ ۳۲۔ ۳۳۔ ۳۴۔ ۳۵۔ ۳۶۔ ۳۷۔ ۳۸۔ ۳۹۔ ۴۰۔ ۴۱۔ ۴۲۔ ۴۳۔ ۴۴۔ ۴۵۔ ۴۶۔ ۴۷۔ ۴۸۔ ۴۹۔ ۵۰۔ ۵۱۔ ۵۲۔ ۵۳۔ ۵۴۔ ۵۵۔ ۵۶۔ ۵۷۔ ۵۸۔ ۵۹۔ ۶۰۔ ۶۱۔ ۶۲۔ ۶۳۔ ۶۴۔ ۶۵۔ ۶۶۔ ۶۷۔ ۶۸۔ ۶۹۔ ۷۰۔ ۷۱۔ ۷۲۔ ۷۳۔ ۷۴۔ ۷۵۔ ۷۶۔ ۷۷۔ ۷۸۔ ۷۹۔ ۸۰۔ ۸۱۔ ۸۲۔ ۸۳۔ ۸۴۔ ۸۵۔ ۸۶۔ ۸۷۔ ۸۸۔ ۸۹۔ ۹۰۔ ۹۱۔ ۹۲۔ ۹۳۔ ۹۴۔ ۹۵۔ ۹۶۔ ۹۷۔ ۹۸۔ ۹۹۔ ۱۰۰۔ ۱۰۱۔ ۱۰۲۔ ۱۰۳۔ ۱۰۴۔ ۱۰۵۔ ۱۰۶۔ ۱۰۷۔ ۱۰۸۔ ۱۰۹۔ ۱۱۰۔ ۱۱۱۔ ۱۱۲۔ ۱۱۳۔ ۱۱۴۔ ۱۱۵۔ ۱۱۶۔ ۱۱۷۔ ۱۱۸۔ ۱۱۹۔ ۱۲۰۔ ۱۲۱۔ ۱۲۲۔ ۱۲۳۔ ۱۲۴۔ ۱۲۵۔ ۱۲۶۔ ۱۲۷۔ ۱۲۸۔ ۱۲۹۔ ۱۳۰۔ ۱۳۱۔ ۱۳۲۔ ۱۳۳۔ ۱۳۴۔ ۱۳۵۔ ۱۳۶۔ ۱۳۷۔ ۱۳۸۔ ۱۳۹۔ ۱۴۰۔ ۱۴۱۔ ۱۴۲۔ ۱۴۳۔ ۱۴۴۔ ۱۴۵۔ ۱۴۶۔ ۱۴۷۔ ۱۴۸۔ ۱۴۹۔ ۱۵۰۔ ۱۵۱۔ ۱۵۲۔ ۱۵۳۔ ۱۵۴۔ ۱۵۵۔ ۱۵۶۔ ۱۵۷۔ ۱۵۸۔ ۱۵۹۔ ۱۶۰۔ ۱۶۱۔ ۱۶۲۔ ۱۶۳۔ ۱۶۴۔ ۱۶۵۔ ۱۶۶۔ ۱۶۷۔ ۱۶۸۔ ۱۶۹۔ ۱۷۰۔ ۱۷۱۔ ۱۷۲۔ ۱۷۳۔ ۱۷۴۔ ۱۷۵۔ ۱۷۶۔ ۱۷۷۔ ۱۷۸۔ ۱۷۹۔ ۱۸۰۔ ۱۸۱۔ ۱۸۲۔ ۱۸۳۔ ۱۸۴۔ ۱۸۵۔ ۱۸۶۔ ۱۸۷۔ ۱۸۸۔ ۱۸۹۔ ۱۹۰۔ ۱۹۱۔ ۱۹۲۔ ۱۹۳۔ ۱۹۴۔ ۱۹۵۔ ۱۹۶۔ ۱۹۷۔ ۱۹۸۔ ۱۹۹۔ ۲۰۰۔ ۲۰۱۔ ۲۰۲۔ ۲۰۳۔ ۲۰۴۔ ۲۰۵۔ ۲۰۶۔ ۲۰۷۔ ۲۰۸۔ ۲۰۹۔ ۲۱۰۔ ۲۱۱۔ ۲۱۲۔ ۲۱۳۔ ۲۱۴۔ ۲۱۵۔ ۲۱۶۔ ۲۱۷۔ ۲۱۸۔ ۲۱۹۔ ۲۲۰۔ ۲۲۱۔ ۲۲۲۔ ۲۲۳۔ ۲۲۴۔ ۲۲۵۔ ۲۲۶۔ ۲۲۷۔ ۲۲۸۔ ۲۲۹۔ ۲۳۰۔ ۲۳۱۔ ۲۳۲۔ ۲۳۳۔ ۲۳۴۔ ۲۳۵۔ ۲۳۶۔ ۲۳۷۔ ۲۳۸۔ ۲۳۹۔ ۲۴۰۔ ۲۴۱۔ ۲۴۲۔ ۲۴۳۔ ۲۴۴۔ ۲۴۵۔ ۲۴۶۔ ۲۴۷۔ ۲۴۸۔ ۲۴۹۔ ۲۵۰۔ ۲۵۱۔ ۲۵۲۔ ۲۵۳۔ ۲۵۴۔ ۲۵۵۔ ۲۵۶۔ ۲۵۷۔ ۲۵۸۔ ۲۵۹۔ ۲۶۰۔ ۲۶۱۔ ۲۶۲۔ ۲۶۳۔ ۲۶۴۔ ۲۶۵۔ ۲۶۶۔ ۲۶۷۔ ۲۶۸۔ ۲۶۹۔ ۲۷۰۔ ۲۷۱۔ ۲۷۲۔ ۲۷۳۔ ۲۷۴۔ ۲۷۵۔ ۲۷۶۔ ۲۷۷۔ ۲۷۸۔ ۲۷۹۔ ۲۸۰۔ ۲۸۱۔ ۲۸۲۔ ۲۸۳۔ ۲۸۴۔ ۲۸۵۔ ۲۸۶۔ ۲۸۷۔ ۲۸۸۔ ۲۸۹۔ ۲۹۰۔ ۲۹۱۔ ۲۹۲۔ ۲۹۳۔ ۲۹۴۔ ۲۹۵۔ ۲۹۶۔ ۲۹۷۔ ۲۹۸۔ ۲۹۹۔ ۳۰۰۔ ۳۰۱۔ ۳۰۲۔ ۳۰۳۔ ۳۰۴۔ ۳۰۵۔ ۳۰۶۔ ۳۰۷۔ ۳۰۸۔ ۳۰۹۔ ۳۱۰۔ ۳۱۱۔ ۳۱۲۔ ۳۱۳۔ ۳۱۴۔ ۳۱۵۔ ۳۱۶۔ ۳۱۷۔ ۳۱۸۔ ۳۱۹۔ ۳۲۰۔ ۳۲۱۔ ۳۲۲۔ ۳۲۳۔ ۳۲۴۔ ۳۲۵۔ ۳۲۶۔ ۳۲۷۔ ۳۲۸۔ ۳۲۹۔ ۳۳۰۔ ۳۳۱۔ ۳۳۲۔ ۳۳۳۔ ۳۳۴۔ ۳۳۵۔ ۳۳۶۔ ۳۳۷۔ ۳۳۸۔ ۳۳۹۔ ۳۴۰۔ ۳۴۱۔ ۳۴۲۔ ۳۴۳۔ ۳۴۴۔ ۳۴۵۔ ۳۴۶۔ ۳۴۷۔ ۳۴۸۔ ۳۴۹۔ ۳۵۰۔ ۳۵۱۔ ۳۵۲۔ ۳۵۳۔ ۳۵۴۔ ۳۵۵۔ ۳۵۶۔ ۳۵۷۔ ۳۵۸۔ ۳۵۹۔ ۳۶۰۔ ۳۶۱۔ ۳۶۲۔ ۳۶۳۔ ۳۶۴۔ ۳۶۵۔ ۳۶۶۔ ۳۶۷۔ ۳۶۸۔ ۳۶۹۔ ۳۷۰۔ ۳۷۱۔ ۳۷۲۔ ۳۷۳۔ ۳۷۴۔ ۳۷۵۔ ۳۷۶۔ ۳۷۷۔ ۳۷۸۔ ۳۷۹۔ ۳۸۰۔ ۳۸۱۔ ۳۸۲۔ ۳۸۳۔ ۳۸۴۔ ۳۸۵۔ ۳۸۶۔ ۳۸۷۔ ۳۸۸۔ ۳۸۹۔ ۳۹۰۔ ۳۹۱۔ ۳۹۲۔ ۳۹۳۔ ۳۹۴۔ ۳۹۵۔ ۳۹۶۔ ۳۹۷۔ ۳۹۸۔ ۳۹۹۔ ۴۰۰۔ ۴۰۱۔ ۴۰۲۔ ۴۰۳۔ ۴۰۴۔ ۴۰۵۔ ۴۰۶۔ ۴۰۷۔ ۴۰۸۔ ۴۰۹۔ ۴۱۰۔ ۴۱۱۔ ۴۱۲۔ ۴۱۳۔ ۴۱۴۔ ۴۱۵۔ ۴۱۶۔ ۴۱۷۔ ۴۱۸۔ ۴۱۹۔ ۴۲۰۔ ۴۲۱۔ ۴۲۲۔ ۴۲۳۔ ۴۲۴۔ ۴۲۵۔ ۴۲۶۔ ۴۲۷۔ ۴۲۸۔ ۴۲۹۔ ۴۳۰۔ ۴۳۱۔ ۴۳۲۔ ۴۳۳۔ ۴۳۴۔ ۴۳۵۔ ۴۳۶۔ ۴۳۷۔ ۴۳۸۔ ۴۳۹۔ ۴۴۰۔ ۴۴۱۔ ۴۴۲۔ ۴۴۳۔ ۴۴۴۔ ۴۴۵۔ ۴۴۶۔ ۴۴۷۔ ۴۴۸۔ ۴۴۹۔ ۴۵۰۔ ۴۵۱۔ ۴۵۲۔ ۴۵۳۔ ۴۵۴۔ ۴۵۵۔ ۴۵۶۔ ۴۵۷۔ ۴۵۸۔ ۴۵۹۔ ۴۶۰۔ ۴۶۱۔ ۴۶۲۔ ۴۶۳۔ ۴۶۴۔ ۴۶۵۔ ۴۶۶۔ ۴۶۷۔ ۴۶۸۔ ۴۶۹۔ ۴۷۰۔ ۴۷۱۔ ۴۷۲۔ ۴۷۳۔ ۴۷۴۔ ۴۷۵۔ ۴۷۶۔ ۴۷۷۔ ۴۷۸۔ ۴۷۹۔ ۴۸۰۔ ۴۸۱۔ ۴۸۲۔ ۴۸۳۔ ۴۸۴۔ ۴۸۵۔ ۴۸۶۔ ۴۸۷۔ ۴۸۸۔ ۴۸۹۔ ۴۹۰۔ ۴۹۱۔ ۴۹۲۔ ۴۹۳۔ ۴۹۴۔ ۴۹۵۔ ۴۹۶۔ ۴۹۷۔ ۴۹۸۔ ۴۹۹۔ ۵۰۰۔ ۵۰۱۔ ۵۰۲۔ ۵۰۳۔ ۵۰۴۔ ۵۰۵۔ ۵۰۶۔ ۵۰۷۔ ۵۰۸۔ ۵۰۹۔ ۵۱۰۔ ۵۱۱۔ ۵۱۲۔ ۵۱۳۔ ۵۱۴۔ ۵۱۵۔ ۵۱۶۔ ۵۱۷۔ ۵۱۸۔ ۵۱۹۔ ۵۲۰۔ ۵۲۱۔ ۵۲۲۔ ۵۲۳۔ ۵۲۴۔ ۵۲۵۔ ۵۲۶۔ ۵۲۷۔ ۵۲۸۔ ۵۲۹۔ ۵۳۰۔ ۵۳۱۔ ۵۳۲۔ ۵۳۳۔ ۵۳۴۔ ۵۳۵۔ ۵۳۶۔ ۵۳۷۔ ۵۳۸۔ ۵۳۹۔ ۵۴۰۔ ۵۴۱۔ ۵۴۲۔ ۵۴۳۔ ۵۴۴۔ ۵۴۵۔ ۵۴۶۔ ۵۴۷۔ ۵۴۸۔ ۵۴۹۔ ۵۵۰۔ ۵۵۱۔ ۵۵۲۔ ۵۵۳۔ ۵۵۴۔ ۵۵۵۔ ۵۵۶۔ ۵۵۷۔ ۵۵۸۔ ۵۵۹۔ ۵۶۰۔ ۵۶۱۔ ۵۶۲۔ ۵۶۳۔ ۵۶۴۔ ۵۶۵۔ ۵۶۶۔ ۵۶۷۔ ۵۶۸۔ ۵۶۹۔ ۵۷۰۔ ۵۷۱۔ ۵۷۲۔ ۵۷۳۔ ۵۷۴۔ ۵۷۵۔ ۵۷۶۔ ۵۷۷۔ ۵۷۸۔ ۵۷۹۔ ۵۸۰۔ ۵۸۱۔ ۵۸۲۔ ۵۸۳۔ ۵۸۴۔ ۵۸۵۔ ۵۸۶۔ ۵۸۷۔ ۵۸۸۔ ۵۸۹۔ ۵۹۰۔ ۵۹۱۔ ۵۹۲۔ ۵۹۳۔ ۵۹۴۔ ۵۹۵۔ ۵۹۶۔ ۵۹۷۔ ۵۹۸۔ ۵۹۹۔ ۶۰۰۔ ۶۰۱۔ ۶۰۲۔ ۶۰۳۔ ۶۰۴۔ ۶۰۵۔ ۶۰۶۔ ۶۰۷۔ ۶۰۸۔ ۶۰۹۔ ۶۱۰۔ ۶۱۱۔ ۶۱۲۔ ۶۱۳۔ ۶۱۴۔ ۶۱۵۔ ۶۱۶۔ ۶۱۷۔ ۶۱۸۔ ۶۱۹۔ ۶۲۰۔ ۶۲۱۔ ۶۲۲۔ ۶۲۳۔ ۶۲۴۔ ۶۲۵۔ ۶۲۶۔ ۶۲۷۔ ۶۲۸۔ ۶۲۹۔ ۶۳۰۔ ۶۳۱۔ ۶۳۲۔ ۶۳۳۔ ۶۳۴۔ ۶۳۵۔ ۶۳۶۔ ۶۳۷۔ ۶۳۸۔ ۶۳۹۔ ۶۴۰۔ ۶۴۱۔ ۶۴۲۔ ۶۴۳۔ ۶۴۴۔ ۶۴۵۔ ۶۴۶۔ ۶۴۷۔ ۶۴۸۔ ۶۴۹۔ ۶۵۰۔ ۶۵۱۔ ۶۵۲۔ ۶۵۳۔ ۶۵۴۔ ۶۵۵۔ ۶۵۶۔ ۶۵۷۔ ۶۵۸۔ ۶۵۹۔ ۶۶۰۔ ۶۶۱۔ ۶۶۲۔ ۶۶۳۔ ۶۶۴۔ ۶۶۵۔ ۶۶۶۔ ۶۶۷۔ ۶۶۸۔ ۶۶۹۔ ۶۷۰۔ ۶۷۱۔ ۶۷۲۔ ۶۷۳۔ ۶۷۴۔ ۶۷۵۔ ۶۷۶۔ ۶۷۷۔ ۶۷۸۔ ۶۷۹۔ ۶۸۰۔ ۶۸۱۔ ۶۸۲۔ ۶۸۳۔ ۶۸۴۔ ۶۸۵۔ ۶۸۶۔ ۶۸۷۔ ۶۸۸۔ ۶۸۹۔ ۶۹۰۔ ۶۹۱۔ ۶۹۲۔ ۶۹۳۔ ۶۹۴۔ ۶۹۵۔ ۶۹۶۔ ۶۹۷۔ ۶۹۸۔ ۶۹۹۔ ۷۰۰۔ ۷۰۱۔ ۷۰۲۔ ۷۰۳۔ ۷۰۴۔ ۷۰۵۔ ۷۰۶۔ ۷۰۷۔ ۷۰۸۔ ۷۰۹۔ ۷۱۰۔ ۷۱۱۔ ۷۱۲۔ ۷۱۳۔ ۷۱۴۔ ۷۱۵۔ ۷۱۶۔ ۷۱۷۔ ۷۱۸۔ ۷۱۹۔ ۷۲۰۔ ۷۲۱۔ ۷۲۲۔ ۷۲۳۔ ۷۲۴۔ ۷۲۵۔ ۷۲۶۔ ۷۲۷۔ ۷۲۸۔ ۷۲۹۔ ۷۳۰۔ ۷۳۱۔ ۷۳۲۔ ۷۳۳۔ ۷۳۴۔ ۷۳۵۔ ۷۳۶۔ ۷۳۷۔ ۷۳۸۔ ۷۳۹۔ ۷۴۰۔ ۷۴۱۔ ۷۴۲۔ ۷۴۳۔ ۷۴۴۔ ۷۴۵۔ ۷۴۶۔ ۷۴۷۔ ۷۴۸۔ ۷۴۹۔ ۷۵۰۔ ۷۵۱۔ ۷۵۲۔ ۷۵۳۔ ۷۵۴۔ ۷۵۵۔ ۷۵۶۔ ۷۵۷۔ ۷۵۸۔ ۷۵۹۔ ۷۶۰۔ ۷۶۱۔ ۷۶۲۔ ۷۶۳۔ ۷۶۴۔ ۷۶۵۔ ۷۶۶۔ ۷۶۷۔ ۷۶۸۔ ۷۶۹۔ ۷۷۰۔ ۷۷۱۔ ۷۷۲۔ ۷۷۳۔ ۷۷۴۔ ۷۷۵۔ ۷۷۶۔ ۷۷۷۔ ۷۷۸۔ ۷۷۹۔ ۷۸۰۔ ۷۸۱۔ ۷۸۲۔ ۷۸۳۔ ۷۸۴۔ ۷۸۵۔ ۷۸۶۔ ۷۸۷۔ ۷۸۸۔ ۷۸۹۔ ۷۹۰۔ ۷۹۱۔ ۷۹۲۔ ۷۹۳۔ ۷۹۴۔ ۷۹۵۔ ۷۹۶۔ ۷۹۷۔ ۷۹۸۔ ۷۹۹۔ ۸۰۰۔ ۸۰۱۔ ۸۰۲۔ ۸۰۳۔ ۸۰۴۔ ۸۰۵۔ ۸۰۶۔ ۸۰۷۔ ۸۰۸۔ ۸۰۹۔ ۸۱۰۔ ۸۱۱۔ ۸۱۲۔ ۸۱۳۔ ۸۱۴۔ ۸۱۵۔ ۸۱۶۔ ۸۱۷۔ ۸۱۸۔ ۸۱۹۔ ۸۲۰۔ ۸۲۱۔ ۸۲۲۔ ۸۲۳۔ ۸۲۴۔ ۸۲۵۔ ۸۲۶۔ ۸۲۷۔ ۸۲۸۔ ۸۲۹۔ ۸۳۰۔ ۸۳۱۔ ۸۳۲۔ ۸۳۳۔ ۸۳۴۔ ۸۳۵۔ ۸۳۶۔ ۸۳۷۔ ۸۳۸۔ ۸۳۹۔ ۸۴۰۔ ۸۴۱۔ ۸۴۲۔ ۸۴۳۔ ۸۴۴۔ ۸۴۵۔ ۸۴۶۔ ۸۴۷۔ ۸۴۸۔ ۸۴۹۔ ۸۵۰۔ ۸۵۱۔ ۸۵۲۔ ۸۵۳۔ ۸۵۴۔ ۸۵۵۔ ۸۵۶۔ ۸۵۷۔ ۸۵۸۔ ۸۵۹۔ ۸۶۰۔ ۸۶۱۔ ۸۶۲۔ ۸۶۳۔ ۸۶۴۔ ۸۶۵۔ ۸۶۶۔ ۸۶۷۔ ۸۶۸۔ ۸۶۹۔ ۸۷۰۔ ۸۷۱۔ ۸۷۲۔ ۸۷۳۔ ۸۷۴۔ ۸۷۵۔ ۸۷۶۔ ۸۷۷۔ ۸۷۸۔ ۸۷۹۔ ۸۸۰۔ ۸۸۱۔ ۸۸۲۔ ۸۸۳۔ ۸۸۴۔ ۸۸۵۔ ۸۸۶۔ ۸۸۷۔ ۸۸۸۔ ۸۸۹۔ ۸۹۰۔ ۸۹۱۔ ۸۹۲۔ ۸۹۳۔ ۸۹۴۔ ۸۹۵۔ ۸۹۶۔ ۸۹۷۔ ۸۹۸۔ ۸۹۹۔ ۹۰۰۔ ۹۰۱۔ ۹۰۲۔ ۹۰۳۔ ۹۰۴۔ ۹۰۵۔ ۹۰۶۔ ۹۰۷۔ ۹۰۸۔ ۹۰۹۔ ۹۱۰۔ ۹۱۱۔ ۹۱۲۔ ۹۱۳۔ ۹۱۴۔ ۹۱۵۔ ۹۱۶۔ ۹۱۷۔ ۹۱۸۔ ۹۱۹۔ ۹۲۰۔ ۹۲۱۔ ۹۲۲۔ ۹۲۳۔ ۹۲۴۔ ۹۲۵۔ ۹۲۶۔ ۹۲۷۔ ۹۲۸۔ ۹۲۹۔ ۹۳۰۔ ۹۳۱۔ ۹۳۲۔ ۹۳۳۔ ۹۳۴۔ ۹۳۵۔ ۹۳۶۔ ۹۳۷۔ ۹۳۸۔ ۹۳۹۔ ۹۴۰۔ ۹۴۱۔ ۹۴۲۔ ۹۴۳۔ ۹۴۴۔ ۹۴۵۔ ۹۴۶۔ ۹۴۷۔ ۹۴۸۔ ۹۴۹۔ ۹۵۰۔ ۹۵۱۔ ۹۵۲۔ ۹۵۳۔ ۹۵۴۔ ۹۵۵۔ ۹۵۶۔ ۹۵۷۔ ۹۵۸۔ ۹۵۹۔ ۹۶۰۔ ۹۶۱۔ ۹۶۲۔ ۹۶۳۔ ۹۶۴۔ ۹۶۵۔ ۹۶۶۔ ۹۶۷۔ ۹۶۸۔ ۹۶۹۔ ۹۷۰۔ ۹۷۱۔ ۹۷۲۔ ۹۷۳۔ ۹۷۴۔ ۹۷۵۔ ۹۷۶۔ ۹۷۷۔ ۹۷۸۔ ۹۷۹۔ ۹۸۰۔ ۹۸۱۔ ۹۸۲۔ ۹۸۳۔ ۹۸۴۔ ۹۸۵۔ ۹۸۶۔ ۹۸۷۔ ۹۸۸۔ ۹۸۹۔ ۹۹۰۔ ۹۹۱۔ ۹۹۲۔ ۹۹۳۔ ۹۹۴۔ ۹۹۵۔ ۹۹۶۔ ۹۹۷۔ ۹۹۸۔ ۹۹۹۔ ۱۰۰۰۔ ۱۰۰۱۔ ۱۰۰۲۔ ۱۰۰۳۔ ۱۰۰۴۔ ۱۰۰۵۔ ۱۰۰۶۔ ۱۰۰۷۔ ۱۰۰۸۔ ۱۰۰۹۔ ۱۰۱۰۔ ۱۰۱۱۔ ۱۰۱۲۔ ۱۰۱۳۔ ۱۰۱۴۔ ۱۰۱۵۔ ۱۰۱۶۔ ۱۰۱۷۔ ۱۰۱۸۔ ۱۰۱۹۔ ۱۰۲۰۔ ۱۰۲۱۔ ۱۰۲۲۔ ۱۰۲۳۔ ۱۰۲۴۔ ۱۰۲۵۔ ۱۰۲۶۔ ۱۰۲۷۔ ۱۰۲۸۔ ۱۰۲۹۔ ۱۰۳۰۔ ۱۰۳۱۔ ۱۰۳۲۔ ۱۰۳۳۔ ۱۰۳۴۔ ۱۰۳۵۔ ۱۰۳۶۔ ۱۰۳۷۔ ۱۰۳۸۔ ۱۰۳۹۔ ۱۰۴۰۔ ۱۰۴۱۔ ۱۰۴۲۔ ۱۰۴۳۔ ۱۰۴۴۔ ۱۰۴۵۔ ۱۰۴۶۔ ۱۰۴۷۔ ۱۰۴۸۔ ۱۰۴۹۔ ۱۰۵۰۔ ۱۰۵۱۔ ۱۰۵۲۔ ۱۰۵۳۔ ۱۰۵۴۔ ۱۰۵۵۔ ۱۰۵۶۔ ۱۰۵۷۔ ۱۰۵۸۔ ۱۰۵۹۔ ۱۰۶۰۔ ۱۰۶۱۔ ۱۰۶۲۔ ۱۰۶۳۔ ۱۰۶۴۔ ۱۰۶۵۔ ۱۰۶۶۔ ۱۰۶۷۔ ۱۰۶۸۔ ۱۰۶۹۔ ۱۰۷۰۔ ۱۰۷۱۔ ۱۰۷۲۔ ۱۰۷۳۔ ۱۰۷۴۔ ۱۰۷۵۔ ۱۰۷۶۔ ۱۰۷۷۔ ۱۰۷۸۔ ۱۰۷۹۔ ۱۰۸۰۔ ۱۰۸۱۔ ۱۰۸۲۔ ۱۰۸۳۔ ۱۰۸۴۔ ۱۰۸۵۔ ۱۰۸۶۔ ۱۰۸۷۔ ۱۰۸۸۔ ۱۰۸۹۔ ۱۰۹۰۔ ۱۰۹۱۔ ۱۰۹۲۔ ۱۰۹۳۔ ۱۰۹۴۔ ۱۰۹۵۔ ۱۰۹۶۔ ۱۰۹۷۔ ۱۰۹۸۔ ۱۰۹۹۔ ۱۱۰۰۔ ۱۱۰۱۔ ۱۱۰۲۔ ۱۱۰۳۔ ۱۱۰۴۔ ۱۱۰۵۔ ۱۱۰۶۔ ۱۱۰۷۔ ۱۱۰۸۔ ۱۱۰۹۔ ۱۱۱۰۔ ۱۱۱۱۔ ۱۱۱۲۔ ۱۱۱۳۔ ۱۱۱۴۔ ۱۱۱۵۔ ۱۱۱۶۔ ۱۱۱۷۔ ۱۱۱۸۔ ۱۱۱۹۔ ۱۱۲۰۔ ۱۱۲۱۔ ۱۱۲۲۔ ۱۱۲۳۔ ۱۱۲۴۔ ۱۱۲۵۔ ۱۱۲۶۔ ۱۱۲۷۔ ۱۱۲۸۔ ۱۱۲۹۔ ۱۱۳۰۔ ۱۱۳۱۔ ۱۱۳۲۔ ۱۱۳۳۔ ۱۱۳۴۔ ۱۱۳۵۔ ۱۱۳۶۔ ۱۱۳۷۔ ۱۱۳۸۔ ۱۱۳۹۔ ۱۱۴۰۔ ۱۱۴۱۔ ۱۱۴۲۔ ۱۱۴۳۔ ۱۱۴۴۔ ۱۱۴۵۔ ۱۱۴۶۔ ۱۱۴۷۔ ۱۱۴۸۔ ۱۱۴۹۔ ۱۱۵۰۔ ۱۱۵۱۔ ۱۱۵۲۔ ۱۱۵۳۔ ۱۱۵۴۔ ۱۱۵۵۔ ۱۱۵۶۔ ۱۱۵۷۔ ۱۱۵۸۔ ۱۱۵۹۔ ۱۱۶۰۔ ۱۱۶۱۔ ۱۱۶۲۔ ۱۱۶۳۔ ۱۱۶۴۔ ۱۱۶۵۔ ۱۱۶۶۔ ۱۱۶۷۔ ۱۱۶۸۔ ۱۱۶۹۔ ۱۱۷۰۔ ۱۱۷۱۔ ۱۱۷۲۔ ۱۱۷۳۔ ۱۱۷۴۔ ۱۱۷۵۔ ۱۱۷۶۔ ۱۱۷۷۔ ۱۱۷۸۔ ۱۱۷۹۔ ۱۱۸۰۔ ۱۱۸۱۔ ۱۱۸۲۔ ۱۱۸۳۔ ۱۱۸۴۔ ۱۱۸۵۔ ۱۱۸۶۔ ۱۱۸۷۔ ۱۱۸۸۔ ۱۱۸۹۔ ۱۱۹۰۔ ۱۱۹۱۔ ۱۱۹۲۔ ۱۱۹۳۔ ۱۱۹۴۔ ۱۱۹۵۔ ۱۱۹۶۔ ۱۱۹۷۔ ۱۱۹۸۔ ۱۱۹۹۔ ۱۲۰۰۔ ۱۲۰۱۔ ۱۲۰۲۔ ۱۲۰۳۔ ۱۲۰۴۔ ۱۲۰۵۔ ۱۲۰۶۔ ۱۲۰۷۔ ۱۲۰۸۔ ۱۲۰۹۔ ۱۲۱۰۔ ۱۲۱۱۔ ۱۲۱۲۔ ۱۲۱۳۔ ۱۲۱۴۔ ۱۲۱۵۔ ۱۲۱۶۔ ۱۲۱۷۔ ۱۲۱۸۔ ۱۲۱۹۔ ۱۲۲۰۔ ۱۲۲۱۔ ۱۲۲۲۔ ۱۲۲۳۔ ۱۲۲۴۔ ۱۲۲۵۔ ۱۲۲۶۔ ۱۲۲۷۔ ۱۲۲۸۔ ۱۲۲۹۔ ۱۲۳۰۔ ۱۲۳۱۔ ۱۲۳۲۔ ۱۲۳۳۔ ۱۲۳۴۔ ۱۲۳۵۔ ۱۲۳۶۔ ۱۲۳۷۔ ۱۲۳۸۔ ۱۲۳۹۔ ۱۲۴۰۔ ۱۲۴۱۔ ۱۲۴۲۔ ۱۲۴۳۔ ۱۲۴۴۔ ۱۲۴۵۔ ۱۲۴۶۔ ۱۲۴۷۔ ۱۲۴۸۔ ۱۲۴۹۔ ۱۲۵۰۔ ۱۲۵۱۔ ۱۲۵۲۔ ۱۲۵۳۔ ۱۲۵۴۔ ۱۲۵۵۔ ۱۲۵۶۔ ۱۲۵۷۔ ۱۲۵۸۔ ۱۲۵۹۔ ۱۲۶۰۔ ۱۲۶۱۔ ۱۲۶۲۔ ۱۲۶۳۔ ۱۲۶۴۔ ۱۲۶۵۔ ۱۲۶۶۔ ۱۲۶۷۔ ۱۲۶۸۔ ۱۲۶۹۔ ۱۲۷۰۔ ۱۲۷۱۔ ۱۲۷۲۔ ۱۲۷۳۔ ۱۲۷۴۔ ۱۲۷۵۔ ۱۲۷۶۔ ۱۲۷۷۔ ۱۲۷۸۔ ۱۲۷۹۔ ۱۲۸۰۔ ۱۲۸۱۔ ۱۲۸۲۔ ۱۲۸۳۔ ۱۲۸۴۔ ۱۲۸۵۔ ۱۲۸۶۔ ۱۲۸۷۔ ۱۲۸۸۔ ۱۲۸۹۔ ۱۲۹۰۔ ۱۲۹۱۔ ۱۲۹۲۔ ۱۲۹۳۔ ۱۲۹۴۔ ۱۲۹۵۔ ۱۲۹۶۔ ۱۲۹۷۔ ۱۲۹۸۔ ۱۲۹۹۔ ۱۳۰۰۔ ۱۳۰۱۔ ۱۳۰۲۔ ۱۳۰۳۔ ۱۳۰۴۔ ۱۳۰۵۔ ۱۳۰۶۔ ۱۳۰۷۔ ۱۳۰۸۔ ۱۳۰۹۔ ۱۳۱۰۔ ۱۳۱۱۔ ۱۳۱۲۔ ۱۳۱۳۔ ۱۳۱۴۔ ۱۳۱۵۔ ۱۳۱۶۔ ۱۳۱۷۔ ۱۳۱۸۔ ۱۳۱۹۔ ۱۳۲۰۔ ۱۳۲۱۔ ۱۳۲۲۔ ۱۳۲۳۔ ۱۳۲۴۔ ۱۳۲۵۔ ۱۳۲۶۔ ۱۳۲۷۔ ۱۳۲۸۔ ۱۳۲۹۔ ۱۳۳۰۔ ۱۳۳۱۔ ۱۳۳۲۔ ۱۳۳۳۔ ۱۳۳۴۔ ۱۳۳۵۔ ۱۳۳۶۔ ۱۳۳۷۔ ۱۳۳۸۔ ۱۳۳۹۔ ۱۳۴۰۔ ۱۳۴۱۔ ۱۳۴۲۔ ۱۳۴۳۔ ۱۳۴۴۔ ۱۳۴۵۔ ۱۳۴۶۔ ۱۳۴۷۔ ۱۳۴۸۔ ۱۳۴۹۔ ۱۳۵۰۔ ۱۳۵۱۔ ۱۳۵۲۔ ۱۳۵۳۔ ۱۳۵۴۔ ۱۳۵۵۔ ۱۳۵۶۔ ۱۳۵۷۔ ۱۳۵۸۔ ۱۳۵۹۔ ۱۳۶۰۔ ۱۳۶۱۔ ۱۳۶۲۔ ۱۳۶۳۔ ۱۳۶۴۔ ۱۳۶۵۔ ۱۳۶۶۔ ۱۳۶۷۔ ۱۳۶۸۔ ۱۳۶۹۔ ۱۳۷۰۔ ۱۳۷۱۔ ۱۳۷۲۔ ۱۳۷۳۔ ۱۳۷۴۔ ۱۳۷۵۔ ۱۳۷۶۔ ۱۳۷۷۔ ۱۳۷۸۔ ۱۳۷۹۔ ۱۳۸۰۔ ۱۳۸۱۔ ۱۳۸۲۔ ۱۳۸۳۔ ۱۳۸۴۔ ۱۳۸۵۔ ۱۳۸۶۔ ۱۳۸۷۔ ۱۳۸۸۔ ۱۳۸۹۔ ۱۳۹۰۔ ۱۳۹۱۔ ۱۳۹۲۔ ۱۳۹۳۔ ۱۳۹۴۔ ۱۳۹۵۔ ۱۳۹۶۔ ۱۳۹۷۔ ۱۳۹۸۔ ۱۳۹۹۔ ۱۴۰

گویا ایک راستہ ہو گیا کہ اب غیر خاندانی مان اور کسی امیر باپ کا بیٹا بھی تمام وہی حقوق رکھتا تھا جو خاندانی امرا سے مخصوص تھے، اسی کے توڑ پر امرانے یہ ضابطہ بنایا تھا کہ اگر مجلس اعلیٰ (سینٹ) ضرورت سمجھے تو قنصلوں کے بجائے چار یا پچھلی شرمیمینوں کا تقرر کیا جاسکتا ہے جن کے مشترکہ اختیارات وہی ہونگے جو دو قنصلوں کے ہوتے تھے۔ نیز چار نئے عہدے، بجٹی (کو ایٹر) محتب (سنس) اور پسر قاضی (پریئر) اور میر عمارت (ایڈ ایل) کے، انھوں نے علیحدہ قائم کیے کہ قنصلوں کے اکثر مالی انتظامی اور عدالتی اختیارات ان میں منقسم ہو جائیں۔ مطلب ان ساری کارروائیوں کا یہ تھا کہ اگر کوئی نیم خاندانی شخص کسی بڑے عہدے پر نئے قانون کے رو سے پھونچ جائے تو دیگر مناصب امرا ہی کے پاس رہیں اور انھیں کا اثر و اقتدار سلطنت میں فائق رہے۔

مگر یہ تمام کوششیں اس عظیم الشان سیلاب میں جس سے جمہور کی قوت مراد ہے، تنکون کی طرح نہ لگئیں۔ رفتہ رفتہ سرکاری عہدوں کا دروازہ عوام پر کھلنے لگا اور بالآخر مالی، انتظامی، عدالتی اور مذہبی سب عہدوں پر ان کا تقرر جائز ہو گیا۔ حتیٰ کہ مختاری سلطنت (ڈک ٹیٹر شپ) کا عہدہ پانا بھی، جو ایک میعاد کی حکومت شخصی کا مراد تھا، ان کے لیے ناممکن نہ رہا (مستلحق م) اور اس طرح دو سو برس کی کشمکش کے بعد ناو جب امتیازات مٹ کر قومیت کا ستون زیادہ استوار بنیادوں پر قائم ہوا اور پھر بدترج امارت خاندانی کی جگہ ایک نئی "شرافت منصبی" (نوبلی ٹاس) نے لے لی جو نہ حسب نسب بلکہ سرکاری عہدوں اور ذاتی جاہ و ثروت پر مبنی تھی اور جس کے حصول میں بیشتر اپنی قابلیت اور وطن پرستی کو دخل ہوتا تھا۔ اس میں شبہ نہیں کہ امرا کا گروہ اب بھی موجود رہا لیکن اب اس کی حیثیت ایک ہم نسل خاندان یا برادری کی سی ہو گئی تھی جس کا ملکی معاملات میں کوئی خاص

اثر و نفوذ نہ تھا؛

لڑائیاں اور خارجی حالات

لیکن اب ہم بیرونی واقعات کا شروع سے ذکر کریں گے کہ کس طرح رومی مقبوضات وسیع ہوئے جس کا اس کے اندرونی

معاملات پر بھی گہرا اثر پڑتا رہا۔ ان میں سب سے اول پورسینا شاہ کلوسیم سے جنگ آزمائیاں اور پھر زیادہ اہم شہر وچی آبی کا ایک طویل محاصرے کے بعد فتح ہونا ہے (اندازاً ۱۱۵۵ء ق م) جس کا پلوٹارک اپنی ابتدائی سوانح عمریوں میں بار بار ذکر کرتا ہے لیکن نہ صرف یہ بلکہ اس صدی کی تقریباً تمام لڑائیاں مستند تاریخی شہادتوں سے محروم ہیں اگرچہ اس میں شبہ نہیں کہ عام روایات اور دیگر قرائن سے یہ ضرور ثابت ہوتا ہے کہ رومہ جمہوریت کے قائم ہونے ہی وسطی اطالیہ میں ایک معزز اور رفتہ رفتہ سربراہ شدہ شہری حکومت بن گیا تھا اور چوتھی صدی قبل مسیح کے آغاز میں اس کا حلقہ اثر لاطینیئم کے علاقے سے نکل کر شمال مشرق کی طرف پھیلتا جاتا تھا؛ ان علاقوں میں جیسا کہ ہم پہلے لکھ آئے ہیں وہے نیٹی اور گورجی اقوام کے علاوہ ایک بڑا گروہ قلعی نسل کا آباد تھا جنہیں اہل رومہ ”دیگیلی“ (خال) اور اہل یونان ”گلگیتی“ کے نام سے موسوم کرتے تھے؛ یہ لوگ موجودہ فرانس کے میدانوں سے اٹھ کر شمالی اطالیہ میں آئے تھے اور کوہ آلفنس (قدیم لاطینی نام: ال پیس) جدید انگریزی نام: انپینس) کی سرسبز وادیوں نے انہیں ایسا رجھا پاتھا کہ یہ ان کی دل چسپان چھوڑ کر جانا، انہیں کسی طرح گوارا نہ تھا۔ اور جن دنوں کا یہ ذرا ہے اس وقت بھی یہ جریص اور ناخاندانہ همان شمالی اطالیہ کے باشندوں سے اسی کشمکش میں مصروف تھے کہ جس طرح ہو سکے انہیں ہٹا کر دریا سے تپو کے شاداب کنارے پر خود قابض ہو جائیں؛ اسی ضمن میں رومیوں کے ساتھ ان کی لڑائی چھڑنے کا ایک عجیب سبب یہ پیدا ہوا کہ جب کلوسیم کے محصورین نے رومہ سے امداد کی التجا

کی اور بیان کے سفر کی بات کو محاصرہ خالون نے ہنسی میں اڑا دیا تو رومی سفیر واپس چلے آنے کے بجائے محصورین میں جا کے شامل ہو گئے اور نہ صرف انھیں لڑائی کا اشتغال دلایا بلکہ خود بھی خالون سے لڑنے نکلے۔ یہ قانون اقوام کی ایسی خلاف ورزی تھی کہ خالون نے کلوسیم کا اسی وقت محاصرہ اٹھالیا اور سیدھے رومہ سے لڑنے چل کھڑے ہوئے اور مطالبہ کیا کہ ان سفر کو ہمارے حوالے کر دیا جائے۔ رومیوں نے اس سے انکار کیا اور اب دریائے ٹیبر کے کنارے وہ خون ریز معرکہ ہو جس میں رومہ کی تقریباً ساری فوج برباد ہو گئی اور نسل ہاسل تک یہ لڑائی ایک مصیبت قومی کے طور پر رومیوں کیلئے (نام سے) ان میں یادگار رہی۔ (سہ ماہی) مگر ہم ان نیم معتبر مدت ماہہ حالات کو، جن میں خالوی فاتح خاص رومہ کے اندر مقیم رہے دو قلعہ شہر کو پھر بھی فتح نہ کر سکے) بیان دہرانا بیکار جانتے ہیں کہ انھیں پلوٹارک نے کامیابی کی سوانح عمری میں نہایت خوبی سے تحریر کر دیا ہے۔

سینہ نامی لڑائی | لیکن اس آفت عظیم سے نجات پانے کے بعد رومیوں کو پھر ایک نئے اور قوی دشمن سے مقابلہ پیش آتا ہے اور ان کی فتوحات کا سیلاب جسے شمال میں خالوی حملے نے جری طرح ڈھکیل دیا تھا اٹالیہ کی نشیبی زمینوں کا رخ کرنا ہے۔ وہاں زمانے میں رومیوں کو سب سے زیادہ جن سے آزار پہنچا وہ دو چھوٹی قومیں تھیں اور ایکوی نامی تھیں کہ جب کبھی رومی دوسری طرف مصروف پیکار ہوتے وہ ان پر حملہ کر دیتی تھیں۔ پس خالون سے مخلصی پاتے ہی رومیوں نے سب سے اول ان کو مغلوب و سخر کیا اور ان کی بستیوں میں اپنی جنگی نوآبادیاں قائم کر دیں۔ مگر ان جدید مقبوضات نے سرحد رومہ کو سم نہم سے لاطالیا جان اسی کی مثل سبلی قوم کی ایک دوسری شاخ آباد تھی۔ یہ جنگجو لوگ جنھیں ہم سم نامی (سمناریٹ) کہیں گے ابتدا میں رومیوں کے ساتھ ہمسرانہ تواضع سے پیش آئے لیکن جب زرخیز کپائنتیہ کے دولت مند شہروں نے بغیر

اُسے بھڑے رومیوں کے حقوق کو تسلیم کر لیا نیز اہل رومہ نے اپنی جمہوری آزادی کو جنوبی اطالیہ میں بڑھانا شروع کیا اور لیرس و فریجی کی بستیوں پر اُن کے جنگی آبادکار متصرف ہو گئے تو سم نایبی حکومت سے خاموش نہ رہا گیا اور خصوصاً کپانیہ کے مشہور تجارتی شہر، نیا پولس (موجودہ نیکوز) کے رومی سلک اتحاد میں منسلک ہوتے ہی انھوں نے لڑائی کی ٹھان دی۔ (۲۲۴ء ق م)؛

آئندہ محاربات کی اُن بے مزہ کشکشن کو ہم نظر انداز کیے دیتے ہیں جن میں فریجین کے اگلے ۳۶ برس گزرے۔ یہاں صرف اتنا لکھنا کافی ہے کہ رومی حکومت کی بنیاد جن اشتر کی اور جمہوری اصول پر قائم تھی وہ سم نایبی جنگوں کی نسبت زیادہ مستقیم و مستحکم تھے اور اسی لیے متعدد شکستوں کے باوجود آخر میں انھیں کاہلہ غالب رہا اور گو سم نایبی قبائل نے اپنی آزادی کے لیے جنوبی پہاڑیوں میں رہنے کی گنجائش نکال لی تاہم کپانیہ، سم نیم اور جنوبی اطالیہ کا تقریباً تمام سرسبز علاقہ رومہ کے احاطہ اقتدار میں آگیا اور اُن کے ڈانڈے ”ہایونان“ کے اُس خطے سے جا ملے جس میں کہ چار سو سال سے یونانی مہاجرین نے اپنی شہری ریاستیں قائم کر رکھی تھیں؛

یونانیوں سے لڑائیاں | ساحل اطالیہ کی ان یونانی مستقرات میں سب سے بڑی اور ترقی یافتہ کی تجارتی جمہوریت تھی اور ہر چند وہ رومی فتوحات کو اول اول خاموش بیٹھے دیکھتے رہے لیکن جب اہل رومہ یونانیوں کی باہمی آویزشوں میں بھی جھسل دینے لگے اور اسی اُن قائم کرنے کے بہانے بعض شہروں پر متصرف ہو گئے تو اُس وقت مارنم سے ان کا قصادم ناگزیر معلوم ہونے لگا۔ رومی اسی زمانے میں اپنے شمالی مہایون سے الجھ رہے تھے اور اس لیے جنوب میں جنگ مول لینے سے بچتے تھے لیکن جب اہل مارنم نے اُن کے بعض مقبوضہ قلعے چھین لیے اور امن و مصالحت کے ساتھ باہمی تصفیہ کرنے سے انکار کیا تو رومہ کو بھی مجبوراً میدان میں اُترنا پڑا اور اب تیز

و شدید لڑائیوں کا ایک نیا سلسلہ شروع ہو گیا جس میں سب سے نمایاں پرتھوس
شاہ اسپرس کا حصہ ہے ؛

پرتھوس | یہ شخص تاریخ میں محض اس وجہ سے نامور نہیں ہے کہ بڑا تجربہ کار جو نیل اور
نہایت منتظم بادشاہ تھا بلکہ درحقیقت اس کی بڑی شہرت اس عالی حوصلگی کے
باعث ہے کہ ابتدا سے بڑے بڑے منصوبے باندھتا اور، سکندر اعظم کی طرح مغرب
میں ایک عالم گیر سلطنت کا قیام کرنا اس کی منزلِ آمال تھا۔ اور تازم کی روتہ سے
لڑائی میں اس کا دیونانی مظلوموں کی خدمت و حمایت میں کمر بستہ ہونا بھی دراصل
اسی ہوس ملک گیری کا ایک ظاہری حیلہ تھا جس کے لیے وہ بیس ہزار کا لشکر جرار اور
میں جنگی ہاتھی لے کر ساحل اطالیہ پر اترتا۔ اس آخلاقہ کالی بلا سے رومیوں کو کبھی
سابقہ نہ پڑا تھا لہذا ہر اک لپٹے کی جنگ میں بڑی طرح شکست کھا کے بھاگے اور لوکانیہ
کا ضلع ان کے ہاتھ سے نکل گیا (سنہ ۲۸۰)۔ دوسرے سال پھر اس قلم کے میدانوں میں ایک
سخت لڑائی پڑی اور اگرچہ اس میں بھی پرتھوس ہی کو فتح حاصل ہوئی لیکن وہ اسی
مھنگی تھی کہ اٹلے اس کے حوصلے پست ہو گئے اور وہ جلاؤ تھا کہ اگر ایسی ایک اور فتح
پالی تو بعد میں تباہ ہو جاؤں گا، چنانچہ اس کے بعد وہ اپنے خسر آفاناکلیس کو امداد
دینے مقصدیہ چلا گیا اور وہاں چار سال تک اہل قرطاجہ سے کشمکش کرنے کے بعد پھر
اطالیہ کو پھرا۔ لیکن اب کے سہتم کے پایہ تخت سے بنی و نم کے سامنے رومیوں نے
اسے کامل شکست دی جس کے بعد وہ کچھ فوج تازم میں چھوڑ کر اپنے وطن کو لوٹ گیا
اور وہیں کی لڑائیوں میں چند سال بعد لڑتا ہوا مارا گیا۔ (سنہ ۲۰۷ ق م)۔ تب اس کے
جرنیل میلو نے بھی تازم کو رومیوں کے حوالے کر کے اسپرس کی راہ لی اور اس طرح
ساری جنوبی اطالیہ رومیوں کے تسلط میں آگئی ؛

جنوبی اور سم نامی محاربات میں روتہ کی یہ کامیابی، جو بجائے خود اس کی قوت

و عظمت پر گواہ ہے، زیادہ روشن ہو جاتی ہے جب ہم دیکھتے ہیں کہ اس تمام وقت میں اسے اکثر نصف طاقت اپنے شمالی ہمسایوں کے خلاف صرف کرنی پڑتی تھی، غالوں کو ابھی تک رومہ کی دشمنی نہ بھولی تھی اور ان کی مخالفانہ کوششوں میں اب اسے رسکن بھی اٹھین کے ساتھ ہو جاتے تھے۔ یہاں تک کہ ایک موقع پر جب یہ دونوں قومیں اہل اتریم کے ساتھ مل گئیں اور رومی لشکر کو انھوں نے شہر سن ٹینم کے سامنے گھیر لیا تو اس وقت رومی سلطنت بڑے خطرے میں پڑ گئی تھی اور اگر عین جنگ میں اسے رسکن اندرونی اختلافات کی وجہ سے علیحدہ نہ ہو جائیں تو دشمنان رومہ کی مراد برآنے میں کوئی شبہ باقی نہ تھا۔ مگر جب باہمی جھگڑوں نے ان کی ایک تہائی قوت کم کر دی تو پھر میدان اہل رومہ ہی کے ہاتھ رہا اور وہ اس قابل ہو گئے کہ ساحل اڈریا تک کے قریب ایک با موقع قلعہ تعمیر کر لیں جس نے آئندہ لڑائیوں میں انھیں بڑا کام دیا۔ اس واقعے کے دس سال بعد قبیلہ سٹونی نے ایک رومی دستے کو بالکل برباد کر دیا اور اس کی سرزمین رومیوں نے اس سارے قبیلے کا نام و نشان صفحہ عالم پر سے مٹا دیا تو اس وقت پھر اسے رسکن اور غالوں نے متحد ہو کر لڑائی چھیڑی جس میں آخر تک فتح رومیوں ہی کے پہلو پر رہی اور شمالی اطالیہ کے سب سے مشہور و مضبوط شہر ارمیم پر بھی وہ قابض ہو گئے اور اس طرح اس عہد کے خاتمے پر سوائے غال کے (جسے موجودہ اطالیہ کا شمال مغربی گوشہ کہنا چاہیے) تمام اطالیہ رومیوں کے زیر نگین آگئی۔

(سلسلہ قبل مسیح) ۲۶۷

فصل دوم۔ رومہ کا اقتدار بحر روم کے ممالک پر

از سلسلہ ۲۶۶ تا سلسلہ ۳۳۳ ق م

پہلی جنگ فینیقی | کنعانوں کی افریقی نوآبادی، قرطاجنہ، پانچویں صدی قبل مسیح سے ایک آزاد اور مستقل سلطنت بن گئی تھی اور یورپ کے تمام جنوبی ساحلوں پر

تجارت کا بین ہونے کے باعث اُس کی بحری قوت بھی لازمی طور پر زبردست تھی۔
رومیوں کے ساتھ ابتدا سے اس کے دو شانہ تعلقات رہے اور اب اگرچہ رومہ مایہ
اطالیہ کا صدر مقام تھا اور اُس کے حکام کو جابہ جاقراطجینی سودا گردن سے واسطہ پڑتا
تھا بائیں ہمہ اُن کے ملکی ردالبین کسی قسم کی پیچیدگی پیدا نہ ہوئی تھی۔ اور اگر جدید
فتوحات رومہ میں اقتدار پسندی کا دیراخر مگر ملک مرض نہ پیدا کر دیتی تو شاید اس کی
کبھی نوبت نہ آتی، لیکن جنگلی حیوانات کی طرح قوموں کی بھی خون پیکر جھوک کھلتی
ہے اور نئے مقبوضات کا اضافہ اُن کی ہوس ملک گیری کو بڑھاتا ہے۔ اہل رومہ
بھی بنی آدم کی اس تاریخی کمزوری سے مبتلا نہ تھے۔

۱۸۰ء میں سائیراکیوز (صقلیہ) کے بادشاہ آغاناکلیس نے وفات پائی۔ قرقاشہ
سے اُس کی مخالفت اور رومانیوں کا حال ہم اشارہ پہلے بڑھ چکے ہیں۔ یہی رومانیان
تھیں جن میں آغاناکلیس کو بہت سے اطالوی سپاہی بھی بھرتی کرنے پڑے تھے
لیکن اُس کی زندگی ہی میں انھوں نے اپنے وطن کو واپس جانے کے بجائے خود
صقلیہ میں قتل و غارتگری کا سلسلہ چھیڑ دیا تھا اور جب وہ مرا تو یہ بے سری جمیت
مسیحائی کی دولت مند سب سے پر قابض ہو گئی اور سارے جزیرے کو مصیبت و بد امنی میں مبتلا
کر دیا۔ آغاناکلیس کی موت کے کئی سال بعد ہائیر و نام ایک نوجوان محب وطن
نے ان پر دسی قزاقوں کی بیخ کنی پر کمر باندھی اور اسی کامیاب سرگرمی کے صلے
میں اہل وطن نے اُسے سائیراکیوز کا بادشاہ بنایا (۳۸۰ ق م) اور اب اُس نے
چاروں طرف سے اُنھیں گھیر کر رفتہ رفتہ خاص مسیحائین محصور کر لیا اور اتنا دبا یا
کہ وہ اپنی مدافعت سے مایوس ہو گئے اور انھوں نے سلطنت رومہ سے اعانت کی
درخواست کی، اُس وقت رومہ کے تقریباً تمام سن رسیدہ اہل الرائے یہ درخواست
منظور کرنے کے خلاف تھے اور جانتے تھے کہ اُن لٹیروں کو مدد دینا اپنے تئیں بے وجہ

مجھ کو دن میں پھنسانا ہے۔ لیکن قبضان وقت کو فتوحات حاصل کرنے کا شوق تھا اور وہ مسینا کے محصورین کو اطالوی انسل ہونے کی حیثیت سے امداد بھیجنا فریضہ وطنیت بتاتے تھے۔ مزید برآں جب یہ معلوم ہوا کہ حکومت قرطاجنہ فریق ثانی یعنی ہاپرو کی طرفدار ہے تو رومی عوام کا حسد بڑھ گیا اور انھوں نے اپنی فوج بھیج کر مسینا پر قبضہ کر لیا۔ حالانکہ اہل قرطاجنہ کی کوششوں سے خود متحی صمین اب صلح پر آمادہ تھے!

رومیوں کی یہ چیرہ دستی دیکھ کر اہل قرطاجنہ نے باضابطہ اُن سے باز پرس کی اور جب کوئی قابل اطمینان جواب نہ ملا تو اعلان جنگ کر دیا۔ (۲۳۷ ق م)۔ اور پہلی جنگ فنیقی شروع ہوئی، جس میں قرطاجنی بیڑے سے اکثر نقصان اٹھانے کے باوجود بڑی مقابلوں میں بالعموم رومی کامیاب رہے اور آخر تیس برس کی جدوجہد کے بعد صقلیہ کا تمام جزیرہ اُن کے ماتحت آگیا اور سات لاکھ روپیہ تاوان جنگ سے لے کر انھوں نے قرطاجنہ سے صلح کر لی (۲۳۷ ق م)۔

جنگ کے نتائج | ان لڑائیوں کی تفصیل کو ہم نے محض اختصار کی غرض سے نہیں بلکہ اس لیے بھی قلم انداز کر دیا ہے کہ وہ بہت بے مزہ اور الجھی ہوئی ہیں اور صاف پایا جاتا ہے کہ فریقین بے دلی سے اس میں حصہ لے رہے ہیں۔ لیکن ہر چند یہ لڑائیاں بجائے خود اہم نہ ہوں اُن کے نتائج ایسے نہ تھے۔ کیونکہ اول تو ان کی بدولت آئندہ قرطاجنہ اور روم کی جمہوری سلطنتوں میں شدید عداوت پیدا ہو گئی اور وہ اپنی اپنی جگہ ایک دوسری اور زیادہ خون ریز جنگ کی تیاریاں کرنے لگیں اور دوسرے صقلیہ کے الحاق سے رومی نظام حکومت میں ایک نئے باب کا اضافہ ہوا جس کی تشریح یہ ہے کہ اب تک رومیوں نے جس قدر اطالوی علاقے فتح کیے تھے وہ اُن کی سلطنت میں حلیف کی حیثیت سے برابر کے حقوق رکھتے تھے اور وہ ان کے باشندوں کو مقامی معاملات

مین بالکل خود مختار مانا جاتا تھا اور اسی مفید اتحاد کی بنیاد پر سلطنت روم و وسعت کے ساتھ ساتھ زیادہ مستحکم اور قوی ہوتی جاتی تھی اور پروفیسر میٹر کے بقول (جسے ہم نے اور نقل کیا ہے) یہی عدل و مساوات قومی کا اصول تھا جس کی بدولت رومیوں کو قدیم یونانی ریاستوں کی نسبت کمین زیادہ ترقیان نصیب ہوئیں؛ مگر اب صقلیہ کے الحاق سے، ہم اُن کی حکمت ملکی میں نمایان تغیر ہوتا دیکھتے ہیں۔ یعنی اطالوی حلیفوں کی طرح اُس کو اتحاد قومی میں شریک نہیں کیا جاتا بلکہ ایک علیحدہ مفتوحہ صوبہ براؤنشیہ بنا کر اُس پر حکومت کی جاتی ہے اور وہاں کے انتظام اور تحصیل محاصل کے لیے ایک پریمر (قاضی) اور چند کوائسٹرون (بخشیوں یا محصلوں) کا تقرر ہوتا ہے جو براہ راست رومی مجلس کے ماتحت ہیں اور خود رایا کو اُن کے عدل و نصب میں کوئی اختیار نہیں ہے؛ اس طرح گویا فنی جنگ کے بعد پہلی مرتبہ رومہ قومی کے بجائے ایک فاتح سلطنت بن کر دنیا کے ایٹج پر نمودار ہوتا ہے اور ساتھ ہی اُس کو شنشائیت اور نئے مقبوضات کی وہ چاٹ پڑتی ہے جس کا اخلاقی نتیجہ، خواہ کتنی ہی دیر میں بھی، ہمیشہ نفرت و تکبر، استبداد و شخصیت اور پھر قومی حکومت و آزادی کا خاتمہ ہوا ہے؛

لیکن وقت کے وقت تو رومیوں کو صقلیہ میں غالب آنے سے ایک ورفائدہ یہ بچو چکا کہ قرطاجنہ کے دور دست صوبوں نے اُس سے بناو تین کمین اور جب وہاں کا نامی جرنیل مہل کار بارتس انھیں فرو کرنے میں مصروف تھا تو جزیرہ سارڈنیا نے بھی علم سرکشی بلند کیا اور رومیوں سے درخواست کی کہ اُسے اپنے سایہ حمایت میں لے لیں؛ پور رومیوں نے اہل قرطاجنہ کے علی الرغم اس درخواست کو قبول کر لیا اور تھوڑے ہی دن میں نہ صرف سارڈنیا بلکہ جزیرہ کورسی کا بھی سلطنت رومہ کے تحت دو نئے صوبے بن گئے (سولہ ق م)؛

غال اور آئیر یہ جب رومی ان جنوبی علاقوں میں مصروف جنگ تھے تو
 سے لڑائیاں فالون نے کئی مرتبہ ان کے حلیف شہروں پر یورش کی۔ مگر اکثر
 شکستیں کھائے ترہ اور ان مقابلوں کا قتل و خونریزی کے سوا کوئی خاص ملکی نتیجہ
 نہیں نکلا۔ البتہ آئیر کے ساتھ دولاٹیوں میں جب رومی کامیاب ہوئے تو ایک
 بڑا علاقہ ان کے قبضے میں آگیا، یہ ملک بحر اڈریاٹک کے مشرقی ساحل پر اس علاقے
 کا نام تھا جو موجودہ البانیہ اور جبل آسود کے علاقے کہلاتے ہیں اور وہاں ان دنوں
 بحری قزاقوں کے متعہ دما من تھے جنھوں نے سمندری راستوں کو نہایت مخدوش
 بنا رکھا تھا، رومیوں نے آئیر کی ملکہ ٹیوتا سے ان سرکشوں کے ہتھیار کی درجہ
 کی اور جب کوئی شہزادی نہ ہوئی تو خود آئیر پر فوج کشی کی اور آخر دولاٹیوں کے بعد
 تقریباً سارے علاقے پر قابض ہو گئے (سلاطین)۔ اس طرح اگرچہ پہلی خرابی کا ازالہ ہو گیا
 لیکن ساتھ ہی سلطنت مقدونیہ کے پڑوس اور یونانی ریاستوں کی ریشہ دوانیوں سے
 دوسری بچیدگیاں پیدا ہو گئیں۔ مگر ان کے اسباب و نتائج پر بحث کرنے سے پہلے
 ہم مختصر طور پر اس خنزیر جنگ کے حالات لکھیں گے جو اسی زمانے میں رومیوں کو پیش آئی،
 دوسری جنگ فنیقی | پہلی شکست کے بعد سے قرطاج نے جمہوری سلطنت میں ایک گروہ
 ایسے اہل الرائے کا پیدا ہو گیا تھا جو اپنا فریضہ مدافعت ہی اس کو سمجھتے تھے کہ رومیوں
 کے ساتھ لڑائی کی تیاریاں کی جائیں۔ اور سردار اس گروہ کا بارقس تھا جسے بغیر تعین
 خدمات جرنیلی کا عہدہ مل گیا تھا، پھر اس تعرض سے کہ ایک بڑی فوج تیار کی جاے
 جس کے مصارف کا بار قرطاجنی خزانے پر نہ ہو، بارقس سرزمین ہسپانیہ میں چلا آیا اور
 بیان اپنی غیر معمولی محنت و قابلیت سے، بہت بڑا علاقہ فتح کر کے، ایک مستقل سلطنت
 کی بنیاد ڈالی جو وطنی حکومت کے برائے نام ماتحت تھی، لیکن اس سے پہلے کہ دلی
 ارمان نکلنے کا وقت آئے بارقس نے وفات پائی اور انتقام کی باگ اس کے داماد

ہس ڈرو بال کے ہاتھ میں آئی جو ہر لحاظ سے اپنے نامور خسر کا لائق جانشین تھا اور جب نو برس بعد ایک خونی کے خضر سے ہلاک ہوا تو سلطنت پہلے سی کمین زیادہ منتظم اور مستحکم حالت میں تھی۔ (سلسلہ ق م) ۲

ہنی بال | لیکن ہس ڈرو بال کے بعد جو شخص اس کے عہد سے پرماور ہوا وہ عوم و شجاعت میں سیزر و سکندر، جیکیز و نیولین کا ہم رتبہ اور دنیا کے ممتاز ترین سپہ سالاروں میں شمار ہوتا ہے اور تاریخ قدیم میں اس شدید نفرت کی وجہ سے بھی یادگار رہے گا جو اس سے رومیوں کے ساتھ تھی۔ اس سے ہماری مراد بارقس کا بیٹا ہنی بال ہے، جس نے برسر حکومت آتے ہی رومہ کے ساتھ لڑائی کا سامان شروع کر دیا اور آٹھ مہینے کے محاصرے کے بعد مشہور ساحلی شہر ساگنٹم پر قابض ہو گیا۔ یہ (تھوڈے دن سے رومہ کی باضابطہ تحفظت“ میں) ایک قدیم یونانی نوآبادی تھی اور اس کی تخریب پر رومیوں نے اہل قرطاجنہ سے مطالبہ کیا کہ شہر مذکور کے نقصان کا معاوضہ اور ہنی بال کو ہمارے حوالے کیا جائے انھوں نے انکار کیا اور ساتھ ہی دونوں طرف سے جنگ کا اشتہار دے دیا گیا۔ (سلسلہ ق م) ۳

تیار یان اور | قرطاجنہ کی طرف سے اندلس میں بڑے پیمانے پر سامان جنگ کیا واقعات جنگ | گیا تھا کہ خاندان بارقس کی تمام سرگرمیوں کا ماحصل یہی لڑائی تھی۔ مزید برآں خود ہنی بال نے جو منصوبے سوچے تھے اگر ان پر خاطر خواہ عمل ہوتا تو رومہ کی قطعی شکست میں بظاہر کوئی شبہ نہ تھا۔ کیونکہ اپنی کوششوں کے علاوہ اس نے شمالی اطالیہ کے خال اور مقدونیہ کے بادشاہ فیلقوس پیچم کو بھی پوری طرح آمادہ کر لیا تھا کہ وقت مقررہ پر قرطاجنہ کے شریک ہو جائیں خود اس کا ارادہ موجودہ فرانس میں سے ہوتے ہوئے کو دلفنس عبور کر کے خاص اطالیہ پر حملہ کرنے کا تھا اور یہی وہ عدم امتثال بلغار ہے جس میں اس کی نصف سے زیادہ فوج دلفنس کے بر فانی اور ملک راستوں

میں تباہ ہو گئی۔ بائیں ہمہ ہنری ہال ان ہاؤس پر سے ایک طوفانی سیلاب کی طرح شمالی اطالیہ میں اتر اور دریائے پو کے بالائی کنارے پر مزاحم رومیوں کو ریتا ہوا پو سے پار ہو گیا۔ اس مرتبہ اس کا زیادہ اہتمام اور بڑی فوج کے ساتھ رومیوں نے مقابلہ کیا لیکن ہنری ہال محض اپنی کاروانی اور فن جنگ کی شاطرانہ چالوں سے حریف کو اپنے عمدہ مواقع پر سے نیچے لگا لایا اور پھر ایک درہم دست شکست دی جس کے بعد اس کا دور تک سامنا کرنے والا کوئی نہ رہا۔ (جنگ ٹریبیہ ۱۸۷ ق م)؛

اب ہنری ہال نے وسطی اطالیہ کی طرف اپنی فوجیں بڑھائیں اور رومی قسطنطنیہ کو، جو دشاہ راہون پر الگ الگ اس کی آمد کا انتظار کر رہے تھے، محل دے کر یکایک عقب میں نمودار ہوا اور ٹریبی من جھیل کی عظیم لڑائی میں فتح کامل حاصل کی جس میں بیان کیا جاتا ہے کہ رومیوں کے تیس ہزار یعنی نصف سے زیادہ سپاہی ہلاک ہوئے اور خاص رومہ میں اسی مہم کا انتشار و مایوسی پھیل گئی جیسی کہ غالون کی فتح ایلیم کے بعد پھیلی تھی؛ لیکن یہ جہانگیر سپاہ سالار جو کسی محفوظ مقام کو مرکز جنگ بنانے بغیر ایک اجنبی ملک میں گھس آیا تھا، خوب جانتا تھا کہ اگر رومہ کا اس وقت محاصرہ کیا گیا تو اس میں عرصہ دراز لگ جائیگا جو اس کے لیے سراسر غیر مفید بات تھی پس اس نے اس نمائشی موقع کو عہد چھوڑ دیا اور رومہ کے جنوب یعنی سم تیم اور کپانیہ کے درخیز علاقوں میں بڑھا جہاں اسے بڑی امید تھی کہ رومہ کی حلیف اور طاقتور ریاستوں کو توڑ کر اپنا شریک بنالے گا؛ مقدونیہ سے بھی انہیں مقامات پر امداد بھیجنے کی توقع تھی اور گو یہ امیدیں حسب دلخواہ پوری نہ ہوئیں تاہم ڈیڑھ سال کے عرصے میں اس نے اپنی مضحل فوج کی بہت کچھ حالت درست کر لی اور رومیوں سے پھر ایک فیصلہ کن لڑائی لڑنے کا انتظار کرنے لگا؛

اس اثنا میں اہل رومہ بھی کہ اپنے بوڑھے مختار سلطنت نے بیس کی محض

مدافعانہ اور سست کارروائیوں سے ناخوش تھے بڑے پیمانے پر جنگ کا سامان کر رہے تھے اور انھوں نے اپنی پوری قوت صرف کر کے، جبری خدمت کے ذریعے ۸۶ ہزار فوج فراہم کر لی تھی جس کی نسبت پورا اعتماد تھا کہ ہینی ہال کے ۵۰ ہزار سپاہیوں کو ایک ہی منابے میں کچل ڈالیں گے، مگر انھوں نے قسمت ابھی تک رومیوں سے برگشتہ تھی اور جب کنگنی کے میدان میں ایک قیامت خیز رن پڑا تو ہینی ہال کی غیر معمولی قابلیت کے آگے کثرت فوج کی کچھ پیش نہ گئی اور شہر ہزار سے زیادہ رومی اس معرکے میں کام آئے! (سلسلہ ۱)۔ ساتھ ہی وسطی اور جنوبی اطالیہ کے شہر ایک ایک کر کے قرطاجنہ کے حلقہ اطاعت میں آنے لگے اور مقدونیہ سے بھی امداد کی امیدیں تازہ ہو گئیں، مگر یہاں یہ بات یاد رکھنی چاہیے کہ ایسی قطعی فتوحات کے باوجود ہینی ہال کی فوجی تعداد میں زوال کے آثار نمایاں تھے اور مالی اعانت کے بجز اسے قابل اعتبار فوج میسر آنے کا کوئی معقول ذریعہ حاصل نہ ہو سکا تھا بلکہ رومی جہورت یہیم اور مایوس کن شکستیں کھا کر بھی قابل ہزار بستین استقلال کے ساتھ اپنی طاقت سنبھالنے کی جدوجہد کر رہی تھی اور ایک بڑا علاقہ وفاداری کے ساتھ اسے مدد دینے کے لیے تیار تھا، یہی اسباب تھے کہ جب آٹھ سال تک صقلیہ اور مقدونیہ کوئی عملی اعانت نہ کر سکے بلکہ رومیوں سے الجھ الجھ کر، اپنی کمزوری اور نفاق کی بدولت، مغلوب و منہزم ہو گئے اور نیز خاص قرطاجنہ سے بھی ایک گروہ مخالفت کی ریشہ دوانیوں نے کوئی کمک اطالیہ کو نہ آنے دی تو ہینی ہال کی حالت نہایت مخدوش ہو گئی۔ مفتوحہ اطالیہ کے شہر بھی اس کے اثر سے نکلنے لگے اور اب اسے صرف ایک آسرا رہ گیا کہ اگر ملیکی تو مدد اس کے ہسپانوی جانشین اور بھائی مہس ڈروہال سے ملیگی جو خشکی کے راستے ایک بڑی فوج اطالیہ میں لانے کی کوشش کر رہا تھا، ان فوجوں کو بھی رومیوں نے ہین کے ہین (رائڈس میں) الجھانے کی سعی کی اور ان کے دو جرنیل

بھی انھیں کوششوں میں جان سے گئے، بائیں ہتھ وہ ہنس ڈرو بال کو خال اور پھر
 القس کے راستے اطالیہ میں آنے سے نہ روک سکے، اگرچہ اس کی عدم موجودگی میں
 نوجوان اسکپیو نے (جس کے نصیب میں ہنسی بال کا حریف غالب ہونا لکھا تھا)
 بہت سا قریح جی اسپین کا علاقہ فتح کر لیا اور جلوس منسج کے تھاروہ کو وہاں ہلاک کر دیا
 اس عرصے میں ہنس ڈرو بال کوہ القس اتر کے وادی پوٹیک آچھونچا تھا
 اور جس طرح ممکن ہو ہنسی بال کو شمال میں بگا کر مل جانے کی فکر میں تھا۔ یہی درخواست
 اپنے آنے کی اطلاع کے ساتھ اس نے ہنسی بال کو بھیجی مگر بد قسمتی سے وہ ہر کار سے
 راستے میں پکڑے گئے اور رومی سپہ سالاروں نے اندر ہی اندر کثیر فوج سمیٹ کر
 ہنس ڈرو بال کا راستہ گھیر لیا۔ پھر ساحل اڈریاٹک کے قریب سیناگالی کا مقام
 پر ایک سخت معرکہ پڑا جس میں ہنس ڈرو بال مارا گیا اور اس کی قلیل فوج ہمیں پریشان
 و منتشر ہو گئی، اس واقعے کی اطلاع ہنسی بال کو اس وقت ہوئی جب کہ رومیوں نے
 اس کے مقتول بھائی کا سر اس کے لشکر میں بھینکوا دیا اور اب اپنی پوری فوج اس کے
 مقابلے میں لے آئے، تب ہنسی بال کی آخری امید ٹوٹ گئی اور وہ اطالیہ کے
 انتہائی جنوب یعنی بریٹیم کے علاقے میں مہٹ آیا۔ اگرچہ ابھی تک اس شیربر کی طرح
 جوجھنی ہو کر زیادہ خوفناک ہو جاتا ہے کسی رومی جنرل کی یہ مجال نہ تھی کہ اسے مغلوب
 یا جنگ کے لیے مجبور کر سکے،

لدائی اسی حالت میں رومی ہوئی تھی کہ اسکپیو ہسپانیہ سے واپس آیا اور
 سال آئندہ کے واسطے قرض منتخب ہوا۔ اس کی اول سے اسے تھی کہ لڑائی کو غنیمت کے
 ملک میں منتقل کر دیا جائے، اور اب قرضی اختیارات ملتے ہی اس نے ایک بڑی فوج
 کے ساتھ آفریقہ پر چڑھائی کی اور پہلے یوٹیکا میں پسپا ہونے کے بعد دوسرے میدان
 میں فتح پائی جس نے قرطاجہ کے مجرمل حکام کو بالکل مضطرب کر دیا اور ایک طرف تو

مدافعانہ اور ست کارروائیوں سے ناخوش تھے بڑے پیمانے پر جنگ کا سامان کر رہے تھے اور انھوں نے اپنی پوری قوت صرف کر کے، جبری خدمت کے ذریعے ۸۶ ہزار فوج فراہم کر لی تھی جس کی نسبت پورا اعتماد تھا کہ ہینی ہال کے ۵۰ ہزار سپاہیوں کو ایک ہی مقابلے میں کچل ڈالیں گے، مگر انھوں نے قسمت ابھی تک رومیوں سے برکت نہ تھی اور جب کنگنی کے میدان میں ایک قیامت خیز رن پڑا تو ہینی ہال کی غیر معمولی قابلیت کے آگے کثرت فوج کی کچھ پیش نہ گئی اور شتر ہزار سے زیادہ رومی اس معرکے میں کام آئے! (سلسلہ)۔ ساتھ ہی وسطی اور جنوبی اطالیہ کے شہر ایک ایک کر کے قرطاجنہ کے حلقہ اطاعت میں آنے لگے اور مقدونیہ سے بھی امداد کی امیدیں تازہ ہو گئیں، مگر یہاں یہ بات یاد رکھنی چاہیے کہ ایسی قطعی فتوحات کے باوجود ہینی ہال کی فوجی تعداد میں زوال کے آثار نمایاں تھے اور مالی اعانت کے بجز اُسے قابل اعتبار فوج میسر آنے کا کوئی معقول ذریعہ حاصل نہ ہو سکا تھا بلکہ رومی جہورت یہ پیہم اور مایوس کن شکستیں کھا کر بھی قابل ہزار کشین استقلال کے ساتھ اپنی طاقت سنبھالنے کی جدوجہد کر رہی تھی اور ایک بڑا علاقہ وفاداری کے ساتھ اُسے مدد دینے کے لیے تیار تھا، یہی اسباب تھے کہ جب آٹھ سال تک صقلیہ اور مقدونیہ کوئی عملی اجانت نہ کر سکے بلکہ رومیوں سے الجھ الجھ کر، اپنی کمزوری اور نفاق کی بدولت، مغلوب و منہزم ہو گئے اور نیز خاص قرطاجنہ سے بھی ایک گروہ مخالف کی ریشہ دوانیوں نے کوئی کمک اطالیہ کو نہ آنے دی تو ہینی ہال کی حالت نہایت مخدوش ہو گئی۔ مفتوحہ اطالیہ کے شہر بھی اس کے اثر سے نکلنے لگے اور اب اُسے صرف ایک آسرا رہ گیا کہ اگر ملیکی تو مدد اس کے ہسپانوی جانشین اور بھائی ہس ڈروبال سے ملیگی جو خشکی کے راستے ایک بڑی فوج اطالیہ میں لانے کی کوشش کر رہا تھا، ان فوجوں کو بھی رومیوں نے ہین کے ہین (انڈس میں) الجھانے کی سعی کی اور ان کے دو جرنیل

بھی انھیں کوششوں میں جان سے گئے، بائیں ہمدہ میں ڈروبال کو غال اور پھر
الفس کے راستے اطالیہ میں آنے سے نذر وک سکے، اگرچہ اس کی عدم موجودگی میں
نوجوان اسکپیو نے (جس کے نصیب میں ہنری ہال کا حریف غالب ہونا لکھا تھا)
بہت سا قریط جینی اسپین کا علاقہ فتح کر لیا اور جلوس منج کے شمارہ کو واپس مل (مستقیم)
اس عرصے میں ہنس ڈروبال کوہ الفس اتر کے وادی پوٹیک آچھونچا تھا
اور جس طرح ممکن ہو ہنری ہال کو شمال میں بگا کر مل جانے کی فکر میں تھا۔ یہی درخواست
اپنے آنے کی اطلاع کے ساتھ اس نے ہنری ہال کو بھیجی مگر بدقسمتی سے وہ ہر کار سے
راستے میں پکڑے گئے اور رومی سپہ سالاروں نے اندر ہی اندر کثیر فوج سمیٹ کر
ہنس ڈروبال کا راستہ گھیر لیا۔ پھر ساحل اڈریاٹک کے قریب سینا گالی کا کیمپ
پر ایک سخت معرکہ پڑا جس میں ہنس ڈروبال مارا گیا اور اس کی قلیل فوج ہمیں پریشان
و منتشر ہو گئی، اس واقعے کی اطلاع ہنری ہال کو اس وقت ہوئی جب کہ رومیوں نے
اس کے مقتول بھائی کا سر اس کے لشکر میں بھینکوا دیا اور اب اپنی پوری فوج اس
مقابلے میں لے آئے، تب ہنری ہال کی آخری امید ٹوٹ گئی اور وہ اطالیہ کے
انتہائی جنوب یعنی بریٹیم کے علاقے میں مہٹ آیا۔ اگرچہ ابھی تک اس شیربر کی طرح
جو زخمی ہو کر زیادہ خونخاک ہو جاتا ہے کسی رومی جنرل کی یہ مجال نہ تھی کہ اسے مغلوب
یا جنگ کے لیے مجبور کر سکے۔

لدائی اسی حالت میں رومی ہوئی تھی کہ اسکپیو ہسپانیہ سے واپس آیا اور
سال آئندہ کے واسطے فضل منتخب ہوا۔ اس کی اول سے اسے تھی کہ لڑائی کو غنیمت کے
ملک میں منتقل کر دیا جائے، اور اب فضلی اختیارات ملتے ہی اس نے ایک بڑی فوج
کے ساتھ آفریقہ پر چڑھائی کی اور پہلے یونیکامین پسپا ہونے کے بعد دوسرے میدان
میں فتح پائی جس نے قریط جنہ کے جزدل حکام کو بالکل مضطرب کر دیا اور ایک طرف تو

مدافعانہ اور ست کارروائیوں سے ناخوش تھے بڑے پیمانے پر جنگ کا سامان کر رہے تھے اور انھوں نے اپنی پوری قوت صرف کر کے، جبری خدمت کے ذریعے ۸۶ ہزار فوج فراہم کر لی تھی جس کی نسبت پورا اعتماد تھا کہ ہینی بال کے ۵۰ ہزار سپاہیوں کو ایک ہی منابے میں کچل ڈالیں گے، مگر امنوس کہ قمت ابھی تک رومیوں سے برگشتہ تھی اور جب کتنی کے میدان میں ایک قیامت خیز رن پڑا تو ہینی بال کی غیر معمولی قابلیت کے آگے کثرت فوج کی کچھ پیش نہ گئی اور شتر ہزار سے زیادہ رومی اس معرکے میں کام آئے! (سلاطین)۔ ساتھ ہی وسطی اور جنوبی اطالیہ کے شہر ایک ایک کر کے قرطاجنہ کے حلقہ اطاعت میں آنے لگے اور مقدونیہ سے بھی امداد کی امیدیں تازہ ہو گئیں، مگر یہاں یہ بات یاد رکھنی چاہیے کہ ایسی قطعی فتوحات کے باوجود ہینی بال کی فوجی تعداد میں زوال کے آثار نمایاں تھے اور مالی اعانت کے بجز اُسے قابل اعتبار فوج میسر آنے کا کوئی معقول ذریعہ حاصل نہ ہو سکا تھا۔ بجا لیکہ رومی جمہوریت یہ پیہم اور مایوس کن شکستیں کھا کر بھی قابل ہزار محنتیں استقلال کے ساتھ اپنی طاقت سنبھالنے کی جدوجہد کر رہی تھی اور ایک بڑا علاقہ وفاداری کے ساتھ اُسے مدد دینے کے لیے تیار تھا، یہی اسباب تھے کہ جب آٹھ سال تک صقلیہ اور مقدونیہ کوئی عملی اجانت نہ کر سکے بلکہ رومیوں سے الجھ اُلجھ کر، اپنی کمزوری اور نفاق کی بدولت، مغلوب و منہزم ہو گئے اور نیز خاص قرطاجنہ سے بھی ایک گروہ مخالف کی ریشہ دوانیوں نے کوئی کمک اطالیہ کو نہ آنے دی تو ہینی بال کی حالت نہایت مخدوش ہو گئی۔ مفتوحہ اطالیہ کے شہر بھی اس کے اثر سے نکلنے لگے اور اب اُسے صرف ایک آسرا رہ گیا کہ اگر ملیکی تو مدد اس کے ہسپانوی جانشین اور بھائی مہس ڈروبال سے ملیگی جو خشکی کے راستے ایک بڑی فوج اطالیہ میں لانے کی کوشش کر رہا تھا، ان فوجوں کو بھی رومیوں نے پین کے پین (اندلس میں) اُلجھانے کی سعی کی اور ان کے دو جرنیل

بھی انھیں کوششوں میں جان سے گئے، بائیں ہمدہ میں ڈرو بال کو خال اور پھر
 القس کے راستے اطالیہ میں آنے سے نہ روک سکے، اگرچہ اس کی عدم موجودگی میں
 نوجوان اسکیو نے (جس کے نصیب میں ہنری ہال کا حریف غالب ہونا لکھا تھا)
 بہت سا قسط جینی اسپین کا علاقہ فتح کر لیا اور جلوس منہج کے تھارمہ کو واپس ہلا (۱۷۷۲ء)
 اس عرصے میں ہنس ڈرو بال کوہ القس اتر کے وادی پوٹاک آچھنچا تھا
 اور جس طرح ممکن ہو ہنری ہال کو شمال میں بلا کر مل جانے کی فکر میں تھا۔ یہی درخواست
 اپنے آنے کی اطلاع کے ساتھ اس نے ہنری ہال کو بھیجی مگر بد قسمتی سے وہ ہر کار سے
 راستے میں پکڑے گئے اور رومی سپہ سالاروں نے اندر ہی اندر کثیر فوج سمیٹ کر
 ہنس ڈرو بال کا راستہ گھیر لیا۔ پھر ساحل اڈریاتک کے قریب سینیگالی کا کے مقام
 پر ایک سخت معرکہ پڑا جس میں ہنس ڈرو بال مارا گیا اور اس کی قلیل فوج ہمیں پریشان
 و منتشر ہو گئی، اس واقعے کی اطلاع ہنری ہال کو اس وقت ہوئی جب کہ رومیوں نے
 اس کے مقتول بھائی کا سر اس کے لشکر میں پھینک دیا اور اب اپنی پوری فوج اس کے
 مقابلے میں لے آئے، تب ہنری ہال کی آخری امید ٹوٹ گئی اور وہ اطالیہ کے
 انتہائی جنوب یعنی بریم کے علاقے میں مہٹ آیا۔ اگرچہ ابھی تک اس شیر بہر کی طرح
 جو زخمی ہو کر زیادہ خوفناک ہو جاتا ہے کسی رومی جنرل کی یہ مجال نہ تھی کہ اسے مغلوب
 یا جنگ کے لیے مجبور کر سکے،

دو ایسی حالت میں رکھی ہوئی تھی کہ اسکیو ہسپانیہ سے واپس آیا اور
 سال آئندہ کے واسطے فضل منہج ہوا۔ اس کی اول سے اسے تھی کہ لٹالی کو غنیم کے
 ملک میں منتقل کر دیا جائے، اور اب فضلی اختیارات ملتے ہی اس نے ایک بڑی فوج
 کے ساتھ افریقہ پر چڑھائی کی اور پہلے یوٹیکا میں پسپا ہونے کے بعد دوسرے میدان
 میں فتح پائی جس نے قرطاجہ کے بزدل حکام کو بالکل مضطرب کر دیا اور ایک طرف تو

دو روہیوں سے صلح کے نامہ دیا کم کرنے لگے اور دوسری طرف انھوں نے ہنئی بال
اور اس کے غیرے بھائی لگو کو (جو اسی زمانے میں سمندری راستے سے اٹالیہ میں
دوبارہ فوج لے گیا تھا) اپنے مسلسل احکام سے پریشان کر دیا کہ فوراً لوٹو اور پہلے گھر کی
خبر لو، اس میں شک نہیں کہ ان خود غرض حکام کو ہنئی بال سے کوئی حق مدد مانگنے کا
نہ تھا کہ سولہ برس تک خود انھوں نے اس کی ایک غیر ملک میں کچھ دشگیری نہ کی تھی۔
لیکن ہنئی بال کی حب وطن ایسے بدلے لینے نہ چاہتی تھی اور نیز وہ اپنی اطالوی کامیابی
سے تقریباً باؤس بوجھکا تھا پس بہت جلد ہازون میں سوار ہو کر افریقہ بھونچا اور جو بڑی
جہلی فوج میٹر آسکی اُسے لیکر میدان میں آیا۔ کیونکہ سچ یہ ہے کہ قرطاجنی حکام نے اس
نازک وقت میں بھی اُسے خاطر خواہ مدد نہ دی جس کا نتیجہ شکست زمانا کی صورت میں
نکلا اور یہ لوگ جو پہلے ہی بہت ہارے بیٹھے تھے تیار ہو گئے کہ جن شرائط پر رومی چاہیں
صلح ہو جائے۔ (سنہ ۱۴۶ ق م) ڈ

دوسری جنگ فینیقی کا یہ آخری مقابلہ تھا جس کے حالات لکھنے میں رومی مورخوں
نے بڑی رنگ آمیزی کی ہیں اور اپنے کامیاب پہ سالار کو ہنئی بال سے فائق، یا قلاً،
بہتر تہ ثابت کرنا چاہا ہے۔ اس سے کسی کو انکار نہیں کہ جنگ زمانا ہر لحاظ سے ایک بڑی
جنگ تھی جس کے فیصلے پر پوری بیس کے بقول دنیا کی بادشاہت کا دار و مدار تھا۔ اور
نہ اس میں کچھ شبہ ہے کہ اسکیو کی یہ فوج اپنے وطن کی بہترین خدمت تھی۔ سکران سب
باتوں کے باوجود کسی مضیق مزاج مورخ کو یہ جرأت نہیں ہوئی کہ پہ سالاری میں اُسے
ہنئی بال پر توجہ دے۔ کیونکہ اول تو ایک لڑائی کی ہا جب فن جنگ کی مہارت کا قطعی
امتحان نہیں اور دوسرے جب حالات و واقعات پر ہم زیادہ گہری نظر ڈالتے ہیں تو معلوم
ہوتا ہے کہ جنگ زمانا میں ہنئی بال کو جیتنے کی کوئی امید نہ ہو سکتی تھی جس کا سبب یہ ہے
کہ تعداد میں بہت کم ہونے کے علاوہ قرطاجنی فوج میں شدید نفاق تھا اور رومی

مورخوں ہی نے گواہی دی ہے کہ لڑائی شروع ہونے کے بعد خاص میدان جنگ میں وہ باہم لڑنے لگی تھی! اور ظاہر ہے کہ ایسی فوج کو کامیابی کے ساتھ لڑانا آدمی کی طاقت سے باہر ہے۔

لیکن اب ہم اصل مضمون کی طرف لوٹتے ہیں کہ یہ جنگ خواہ کسی حالات میں لڑی گئی ہو، نتائج کے اعتبار سے تاریخ عالم کی سب سے اہم لڑائیوں میں شمار ہونے کے لائق ہے۔ اسی کے بعد سے قوطاجنہ کا زور ٹوٹا، اس کے تمام یورپی مقبوضات چھین گئے، اسے ایک کثیر تاروان ادا کرنا پڑا اور سب سے بدتر یہ بعد کرنا پڑا کہ رومہ کی اجازت کے بغیر خاص افریقہ میں بھی وہ کوئی لڑائی نہ لڑ سکیگا، مگر زمانہ کا اثر کچھ قوطاجنہ ہی تک محدود نہ تھا اور اگر فریق مغلوب کو اس نے اتنا سرنگون کیا تو فریق غالب کو بھی غیر معمولی قوت بخشی۔ یعنی جب رومیوں کا سب سے طاقتور حریف اس قدر کمزور ہو گیا تو پھر ان کی فتوحات کو روکنے والا کوئی نہ رہا۔ وہ ادھر سے فراغت پاتے ہی مشرق کی طرف بڑھے اور پچیس تیس برس کی مسلسل لڑائیوں کے بعد مقدونیہ پر قابض ہو گئے۔ اور اسی کے ساتھ سکندری میراث کے بہانے یونان کی ریاستوں پر بھی ان کا حق قائم ہو گیا۔ اس اثنا میں ہنئی بال، جسے رومیوں کے شکوک اور اہل وطن کی مخالفت نے جلا وطنی پر مجبور کر دیا تھا، خاندان سلوقسی کے بادشاہ انطیا جس کے پاس چلا آیا تھا۔ یہ سلوقس وہ شخص ہے جس نے سکندر کے بعد شام میں علیحدہ حکومت قائم کی تھی اور جس کی سلطنت ایک زمانے میں ہندوستان تک پھیلی ہوئی تھی۔ اب ہنئی بال کے آنے سے اس نوال پذیر قوت کو فوجی تحریک پھونچی اور انطیا جس کا حلقہ اقتدار ایشیا کوچک سے بڑھ کر یورپی تھریس اور یونان کے علاقوں تک وسیع ہو گیا۔ انہیں علاقوں میں رومیوں نے اس کے ساتھ ایک بڑی لڑائی لڑی اور تھرموپلی کے قریب کامل فتح پائی۔ دوسرے سال پھر انطیا جس میدان میں آیا اور اب کے ایشیاء کوچک

کے وسطی علاقوں میں شکست کھائی، اس کے بعد اس متلون مزاج بادشاہ کے حوصلے پست ہو گئے اور اس نے رومیوں سے دہ کر صلح کر لی جس کی ایک شرط یہ بھی تھی کہ وہ اپنے نمان مہی تال کو اہل رومہ کے حوالے کر دیتا ہو۔

تیسری | اس نصف صدی میں، سیاسی لحاظ سے قوطاجنہ کی حالت ایک نیم آزاد جنگ فیتیہ ریاست کی سی رہی تھی لیکن تجارتی اولی العزمی میں اس نے بہت جلد

اپنے پچھلے نقصان کی تلافی کر لی اور اب حاسد اہل رومہ کو پھر اسے مٹانے کی فکر دہنگیز ہوئی۔ اس کے علاوہ نئی فتوحات نے ان کے مرض جوع الارض کو بڑھا دیا تھا اور اس مرتبہ وہ اس سرسبز علاقے کو خود غنم کرنے کے خواہاں تھے، اسی زمانے میں لڑائی کا حیلہ یہ نکل آیا کہ جب رومیوں کے باج گزار شاہ نو میدیا نے قوطاجنی علاقوں میں غارتگری شروع کی اور قوطاجنہ کی شکایتوں پر رومیوں نے حسب معمول کوئی التفات نہ کی تو انھوں نے بہ جبر شاہ نو میدیا کو اپنے ملک سے نکال دیا۔ یہ گویا امن نامہ سنہ کی

خلافت ورزی تھی جس میں اہل قوطاجنہ نے عہد کیا تھا کہ وہ رومہ کی اجازت بغیر کوئی لڑائی نہ لڑینگے، پس رومیوں کی طرف سے اعلان جنگ کر دیا گیا اور ہر چند بد ممت اہل قوطاجنہ لڑائی سے بچے اور اپنے تین سو عہدید بطور یرغمال بھیج کر مصالحت کی التجا کرتے رہے لیکن زور آور اہل ہوس نے ایک نہ سنی اور حکم دیا کہ وہ اپنا شہر چھوڑ کر چلے جائیں، یہ اور اسی قسم کی دوسری ناروا زیادتیوں نے آخر کار اہل قوطاجنہ کو لڑنے پر مجبور کر دیا اور وہ دو سال تک بڑی جان بازی کے ساتھ جنگ کرتے رہے۔ لیکن پھر کچھ جنگی کمزوری اور کچھ اپنے غداروں کی غداری کی بدولت وہ اخیر میں بالکل مغلوب و مجبور ہو گئے اور

حکومت ہنی مال اس شرط کی خبر سنکر شام سے نکل گیا تھا اور قرطیش ہوا ہوا شاہ جھنیہ کے پاس جا کر گھبراہوا۔ لیکن جب وہاں بھی رومیوں کے دباؤ سے اس کے مینواں نے اسے گرفتار کر لیا چاہتو اس نے خودکشی کر لی اور یوگوارا کو کیا کھانچے دشمن رومیوں کی خدمت میں جائے (سہلہ قبل سچ) ہو۔

پھر رومیون نے اُن کی ساری آبادی کو حکماً وہاں سے اٹھا دیا، شہر کو ترقی و آرزو میں بکھیر دیا کر دیا اور یہ تمام علاقہ افریقہ کے نام سے ایک رومی صوبہ بن گیا۔ (فائنل سیرس ۱۲۷ ق م) اسی سال انجمن اگاتیہ پر بھی رومیون کو ایک فیصلہ کن فتح حاصل ہوئی اور تمام یونان کا علاقہ اُن کے تصرف میں آگیا۔ پھر سولہ سال کی ریشہ دوانیوں اور لڑائیوں کے بعد بحر روم کے آخری ساحل ایشیائے کوچک نے بھی اسی کی پیروی کی اور دوسری صدی قبل مسیح کے ختم ہونے سے پہلے رومنہ اگبری قدیم دنیا کی سب سے بڑی سلطنت کا پایہ تخت کہلانے لگا۔ (سیرس قبل مسیح) ۱۲۷

نیسری فصل۔ زمانہ انقلاب

(از سیرس ۱۳۳ تا سیرس قبل مسیح)

رومنہ کی جمہوری سلطنت کے لیے پچھلی ڈیڑھ صدی شاندار فتوحات کا مسلسل باب ہے اور اس دلفریب و پر شکوہ بیان کے آگے مورخ کو یہ شکل ملت ملتی ہے کہ وہاں کے اندرونی حالات پر نظر ڈالے۔ لیکن اب ہم جس عہد تک آگئے ہیں وہ رومنہ کے سیاسی مطلع پر دسویں صدی کے طلوع کا زمانہ ہے جن کا ظہور گویا اس امر کا اعلان تھا کہ آئندہ سے رومنہ کی تاریخ زیادہ تر اپنے داخلی واقعات پر مشتمل ہوگی، اور رفتہ رفتہ وہاں اس انقلاب عظیم کی پرورش کی جاوے گی جو ایک صدی بعد شخصی بادشاہت کی شکل میں رونما ہوا، یہی وہ حادثہ ہے جس کی بدولت یہ تمام زمانہ، دنیا کی تاریخ میں، بڑا عبرت آموز اور نہایت اہم زمانہ سمجھا جاتا ہے اور اسی لیے ہمارے مصنف نے بھی اپنی کتاب میں اس کے احوال سے جا بجا بحث کی ہے اور اس عہد کے تمام بڑے بڑے آدمیوں کی سوانح عمریوں میں اپنے اپنے موقع سے تحریر کی ہیں جن سے ہمارے اس کی تصویر کسی قلم نے نہیں کھینچی، لیکن واقعات تاریخی کے اس مختصر بیان میں بھی ضروری معلوم ہوتا ہے کہ ان تبدیلیوں کا کچھ حال لکھا جائے جو اس دور فتوحات میں رومی معاشرت اور نظام سلطنت

میں چننا ہو گئی تھیں۔

نوبلی ٹاس | سب سے اہم نئی بات جو اس عہد میں توجہ کو اپنی طرف کھینچتی ہے یہ ہے کہ ہر چند اب خاندانی امرا اور حوام الناس کا وہ فرق، جو دور قدیم میں اس قدر جہد و جد کا سبب ہوا تھا، مٹ چکا ہے، تاہم اس کی جگہ ایک نئی فرقہ بندی نے لے لی ہے اور خاندانی امرا کے بجائے اب "خاندانی دولت مند" سلطنت کے نزدیک پر حاوی نظر آتے ہیں اور عہدہ داروں کا یہی اعلیٰ طبقہ اپنے ساتھ نوبلی ٹاس (یا شرافت منصبی) کا طوطا امتیاز لگا کر طبقہ حوام سے ملحدگی اختیار کرتا جاتا ہے حکومت کے تمام بڑے بڑے کام اس کے ہاتھ میں ہیں اور خصوصاً مجلس کی رکنیت پر وہ خاص اپنا حق سمجھتا رہتا ہے اور نئے یا غیر دولت مند اشخاص کو سرکاری معاملات میں حصہ لینے کا موقع کم ہوتا جاتا ہے۔ سلطنت کی وسعت کے ساتھ اعلیٰ عہدہ داروں کے اختیارات میں بھی اضافہ ہوتا ہے اور تفصیلی، قضائے (پریشر شپ) اور خصوصاً صوبے داری حاصل کرنے کا لالچ اس قدر بڑھتا جاتا ہے کہ رومی اخلاق اور فرض شناسی اس کے مقابلے میں کمزور پڑ جاتے ہیں۔ رشوت ستانی اور جھوٹے وعدوں سے انتخاب کرنے والوں کو دھوکا دینا کوئی نئی بات نہیں رہتی اور جو شہ حب الوطنی خود غرضی کے بوجھ کے نیچے دب جاتا ہے۔ رومیوں کے قومی شعائر میں بھی غیر قوموں کے میل جول سے تغیر ہوتا ہے اور نئی معلومات اور نئے خیالات کم سے کم ان کے اعلیٰ طبقوں کو اپنی قدیم مراسم و عقائد سے بے پروا کر دیتے ہیں۔

اقتصادی تبدیلیاں | اس حال میں آئندہ ادوی تبدیلیوں سے بھی بعض اہم نتائج پیدا ہو سکتے ہیں اور جب باہر کے صوبوں (خصوصاً جزیرہ صقلیہ) سے غلے کی مقدار کثیر بطور خراج اگر باہر کے دعوٰی کیے لگو ہو تو وطن کی زرعی اجناس اس کا مقابلہ نہ کر سکیں۔ جھوٹے چھوٹے کاروبار بڑھ رہے ہوں گے زرعت چھوڑ بیٹھے اور اس تبدیلی کی وجہ سے

دولت مند طبقے کے ہاتھ بڑی بڑی جاگیریں آگئیں اور یہ نئے مالک کچھ اپنے
تساہل اور کچھ کم نفعی کے باعث اپنی اراضی سے بیشتر چرواگا ہون کا
کام لینے لگے جس سے ایک طرف تو زمین قیمت و قوت میں گھٹی اور دوسری طرف
کسان یا نہایت تنگ دست ہو گئے اور یا انھوں نے چروا ہون کا پیشہ اختیار کر لیا اور اس
حالت نے نہ صرف امین ذلیل و لپست اور آزادی سے دور کر دیا بلکہ کل قوم کی مجموعی
قوت پر اس کا بہت بڑا اثر پڑا۔

مزارعین کی اس خرابی کو جس کا آغاز ہنری بال کی تباہ کن زمینیاں اور تاسید
اجناس کی مذکورہ بالا آزانی سمجھنا چاہیے جس نے زیادہ تیزی کے ساتھ تمام کو
پھونچا یا تھا وہ غلاموں کی بے روک افزائش تھی۔ یہ یکس مخلوق ہزاروں کی تعداد میں
باہر سے آتی اور نہ نقطہ نہایت کم دامن کیتی بلکہ اپنے مالکوں کو آزاد اہل حرفہ مزارعین
اور مزدوروں سے بھی مستغنی کر دیتی تھی جس سے وطنی صنایع اور آزاد کسان پامال ہو

۱۔ اس تبدیلی کو بڑی تعزیت اس قازن سے پہنچی جس کی رُس سے کوئی رکن مجلس یا جسے عمدہ دار تجارت
میں اپنا روپیہ نہ لگا سکا تھا۔ ہندو امجد راجہ یہ لوگ زمین خریدتے تھے اور اگر ان میں کاشت یا باغبانی کرتے تھے تو
زیادہ تر اپنے غلاموں سے جن کی بیرونی دوائیوں نے اٹالیہ میں شہر اکثیر پر حاوی تھی ۱۶

۲۔ یہاں یہ بات یاد دہانے کے لائق ہے کہ پہلے ہی آزاد مزارع جب فوج میں بھرتی ہوتے تو ان کی خود مدداری
اور جب الوطنی اس بات کا موقع نہ دیتی تھی کہ کوئی فوجی سردار ان سے فوائد قومی کے خلاف اور محض اپنے
موافق مطلب کام لے۔ لیکن اس کے برخلاف آخری صدی قبل مسیح میں ہم اس گروہ کے سپاہیوں کو ان
خیالات سے بالکل معذور پاتے ہیں اور صاف نظر آتا ہے کہ اب یہ بد نصیب اپنے فوجی حاکم کے ہاتھ میں
محض تنخواہ دار غلام ہیں جنہیں وطن اور فوائد وطن سے مطلق سروکار نہیں اور جو عمدہ اخلاق اور اپنے قیدی
محسوسات سے بالکل بید و بیگانہ ہوتے جاتے ہیں ۱۷

جاتے تھے اور دوسری طرف خود سلطنت کے لیے ایک نیا خطرہ پیدا ہونا تھا۔ چنانچہ جب صقلیہ میں جہان رومی جاگیر داروں کی، اور اس لیے غلاموں کی، کثرت تھی، انھوں نے علم بغاوت بلند کیا اور ان کا دلیر سردار یوٹس آٹھ سال تک مغلوب نہ ہو سکا (تاسعہ ق م) تو اس وقت اس خدشے کی وحیثیت اور قوت کا بھی امتحان ہو گیا تھا، ہاں ہمہ جبر و تعدی بڑھا دینے کے سوا رومی اس مسئلے کا کوئی قابل اطمینان حل نہ سوچ سکے اور وہ اقتصادی نقصان بھی جو غلاموں سے ان کے ملک کو بھونچ رہا تھا برابر بھونچتا رہا۔

حلیف ریاستیں | یاد ہو گا کہ ہنری ہال کے حملے کے وقت سے رومہ کے اطالوی حلیف کچھ کچھ رومیوں کی بد سلوکی کے شاکی بنائے جاتے تھے۔ لیکن حقیقت اس وقت تک ان میں کوئی عام بے چینی پیدا نہ ہوئی تھی اور دو دوسری صدی کے خاتمے تک نہایت وفاداری سے رومیوں کو فوجی امداد دیتے رہے۔ مگر جب اس وفاداری کا اٹھین کوئی صلہ نہ ملا اور رومیوں کی خود پسندی نے ان کے جائز حقوق اور رعادی مساوات کو بالکل سماعت نہ کیا تو اٹھین اپنے حقوق شہریت کی کمی زیادہ ناگواری کے ساتھ محسوس ہونے لگی اور انجام کار علانیہ جنگ کی نوبت پہنچی (جس کا ذکر آگے آتا ہے) اور گو اس میں کامیابی اہل رومہ ہی کے حصے میں آئی تاہم وہ ایک حد تک آئندہ اس قابل قدر اعانت سے جواب تک یہ ان کے یہ اتحادی دیتے رہے تھے، محروم ہو گئے۔

نظام حکومت | مگر ان سب باتوں سے زیادہ قابل توجہ رومہ کے جدید حالات اور قدیم نظام حکومت کی بحث ہے کہ اسی نظام میں تغیر کی سعی اور رد سعی نے آخر جمہوریت کا خاتمہ کیا۔ اور اس کو اپنے مختصر بصر سے کے اخیر میں رکھنے کا بھی یہی مدعا ہے کہ وہ ہمہ گیر ناظرین کے ذہن میں زیادہ صاف اور تازہ رہے۔

اب واقعی بات یہ ہے کہ رومہ کا پُرانا نظام حکومت، جس میں ایک اعلیٰ

اصلاح کار جماعت اور چند انتظامی افسر منتخب کر لیے جاتے تھے، اگسی شہری ریاست
ہی کے واسطے زیادہ موزوں تھا۔ کیونکہ اول تو اس کی مجلس اعلیٰ (سی میٹ) ایک
مجلس شہری (ریا میونسپل کمیٹی) سے زیادہ وقت نہ رکھتی تھی کہ جسے مالی اختیارات
کے علاوہ قانوناً اتنا حق بھی حاصل نہ تھا کہ اعلیٰ عہدے دلدون کو کسی کام سے حکماً
روک سکے، دوسرے جیسا کہ ہم لکھ آئے ہیں، خود یہ جماعت دولت مند شرفاء منصبی
کی میراث ہوتی جاتی تھی اور اس لیے جمہور کو اس سے اپنی اصلاح کی کوئی امید نہ تھی
سلطنت میں دوسری بڑی جماعت مجلس عوام تھی جس میں ہر آزاد شہری کو اس اور
عہدے داروں کے انتخاب کا حق حاصل تھا۔ لیکن جب سے شہر کی آبادی بڑھی
یہ نہایت دشوار ہو گیا تھا کہ اس جماعت کے بار بار جلسے کیے جاسکیں۔ پھر خود اس
کثیر گروہ کو بھی چند زور دار رہنمائی کرنے والوں کی ضرورت تھی، ان حالات میں
اب ایک عہدے داروں ہی کی جماعت ایسی رہ گئی جس سے مجلس اعلیٰ کے بجائے
حکمرانی اور اصلاح قوم کی توقع ہو سکتی تھی، اور جب دور دست صوبوں کے معاملات
میں مجلس حکومت کی اصولی کمزوری بھی ظہور ہو گئی اور بار بار صوبے داروں نے
اس کے احکام کی پروا نہ کی تو اس وقت جمہور نے عہدے داروں ہی کا سہارا چھوڑ دیا
لیکن اول تو جن حکام نے ان کا ساتھ دیا انھیں مجلس اور گویا خاندانی دولت مندوں سے
لاٹائی مول لینی پڑی اور دوسرے انہیں یہ ہے کہ بعض عہداروں نے عوام کے اعتماد سے
ناچاریز فائدہ اٹھایا اور دولت مندوں کی قوت تو ذکر خود اپنی شخصی حکومت جمانے کی فکر کی،
مگر چنانچہ اس قسم کی خود غرضانہ کوششیں سبزر کے وقت میں فایت کمال کو پہنچیں اور اگر وہ اپنی
سمت محنت سے حاصل کی ہوئی حکومت شخصی کا خود لطف نہ اٹھاسکا اور اس رتبہ عالی کو پہنچ کر بہت
جلد مار گیا، بائیں ہر راستہ صاف ہو چکا تھا اور سبزر کے بعد اس کے جانشین اک لٹے ویسٹ آکسٹنس کو
اپنی شخصی بادشاہت کے محکمہ کرنے میں کچھ زیادہ وقت پیش نہ آئی، ۱۲

اصلاحات گریجوی | بہر حال سب سے پہلے سچائی کے ساتھ جمہور کی وکالت و حمایت

کا جھکون نے بڑا اٹھایا وہ اسے بیریس اور اس کا بھائی گائیس گریجویس ہیں ان دونوں کی مفصل سوانح عمریان ناظرین اصل کتاب میں مطالعہ کریں گے بیان اپنا سلسلہ بیان قائم رکھنے کے لیے یہ لکھنا کافی ہے کہ سلسلہ ق م میں عالی خاندان مائیریس ٹریبیون منتخب ہوا اور اس عہدے پر آتے ہی اس نے مفلوک مزارعین کو تنہائی سے بچانے کی خاطر یہ تجویز پیش کی کہ جن دو متمدنوں نے قانون مروجہ کے خلاف ایک ہزار ایکڑ سے زیادہ زمین پر تصرف کر رکھا ہے اسے ناجائز قرار دیا جائے اور جو ارضی اس طرح ان کے قبضے سے نکلیں وہ غریب کسانوں میں بھٹے مساوی ہٹ دی جائیں، اس تجویز کے مناسب وقت ہونے میں کچھ شبہ نہ تھا اور ایسی تقسیم رومی تاریخ میں کوئی نئی چیز بھی نہ تھی لیکن بد قسمتی سے قابو یافتہ ارکان مجلس نے، جن کے پاس ایسی خلاف قانون زمینیں بہت تھیں مائیریس کی سختی سے مخالفت کی اور اسے مجبوراً مجلس عوام کی مدد و ہونڈنی پڑی۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ گوجوز کو ایک عارضی کامیابی حاصل ہو گئی لیکن عوام و خواص میں شدید نفاق بھی پیدا ہو گیا اور جب مائیریس نے (خلاف مضابطہ) دوبارہ ٹریبیون منتخب ہونے کی کوشش کی تو آخر انہیں جھگڑوں میں وہ مارا گیا اور اسی کے ساتھ عوام و خواص کے اختلافات زیادہ معاندانہ اور زیادہ گہرے ہو گئے۔

مائیریس کے بعد اس کی مفید تجاویز کے اور اور حامی اٹھے لیکن جب اس کا بھائی گائیس ٹریبیون منتخب ہوا تو ان میں ایک تازہ قوت اور نیازور پیدا ہو گیا۔ (مستطقیہ) اور مجلس کو بھی معلوم ہو گیا کہ ایک بالواسطہ دشمن کے بجائے اس مرتبہ انہیں ایسے دشمن سے مقابلہ درپیش ہے جو اصلاح کے پردے میں بالواسطہ ان کی بیخ کنی پر تلا ہوا تھا، چنانچہ سب سے پہلا حل مجلس پر ہوا وہ عدوؤں کے متعلق تھا جن کے عہدے داروں کو

یہ جماعت (یعنی کسی قانون نافذہ کے) اب تک خود نامزد کر دیا کرتی تھی، گائیس نے مجلس عوام کی مدد سے ان اختیارات کی حد بندی کی اور صوبوں کے عمال سے محاسبہ کرنے کے لیے جو عدالتیں قائم کیں ان میں بھی ارکان مجلس کی شرکت ناجائز قرار دی اور ان کے بجائے یہ کام سوداگروں اور عام ساہوکاروں کے سپرد کر دیا۔ اس کارروائی نے ایک طرف تو مجلس کی قوت توڑ دی اور دوسری طرف سوداگروں کے بڑے گروہ کو دیگر معاملات میں گائیس کا ہم نوا اور طرفدار بنا دیا، پھر اسی قسم کی تدبیروں سے اُس نے حلیف شہروں کو بھی اپنا جانب دار بنانے کی سعی کی اور جن حقوق کے لیے وہ بہت دن سے ہاتھ پاؤں مار رہے تھے ان کی وکالت میں آواز بلند کی، لیکن اس سے پہلے کہ روشن دماغ گائیس کی یہ اجتماعی کوششیں سرسبز ہوں، افسوس ہے کہ وہ بھی اپنے بھائی کے مثل ایک بلوے میں مخالفین کے ہاتھوں مارا گیا (سلسلہ ق م) پڑا۔

اس طرح گوان دونوں بھائیوں کی کوشش اصلاح، جہاں تک مزارعین کا تعلق ہے، کچھ زیادہ کامیاب نہ ہو سکی اور طبقہ اعلیٰ نے عوام الناس کو ابھرنے کا موقع نہ دیا، بائیں مہم اس تحریک نے ایک نئی اور اصولی سیاسی تشکیلات کی بنیاد ڈالی جو آخر میں خواص ہی کے واسطے زیادہ مملکت ثابت ہوئی۔ اور نیز انھیں قواعد (یعنی بنیادوں) پر جاری رہی جو گائیس نے قائم کیے تھے، ادھر ان نامور شہدائے وطن کی ناکامی نے ان کے اصولوں کی کمزوری کو بھی ظاہر کر دیا اور کھل گیا کہ وہ مجلس عوام جس پر اس تمام جدوجہد کا دارومدار ہے، نہایت ناقص و متباہین عناصر سے مرکب تھی اور اس کی قوتوں کا کسی نقطے پر مرکوز کر دینا عالی دماغ گریجویٹوں کے لیے بھی کچھ آسان کام نہ تھا۔

میرٹس | بہر حال گائیس کی موت کے دس سال بعد پھر طبقہ عوام میں حرکت

اور مجلس کا اقتدار گھٹانے کی کوشش تازہ ہوئی، اس کا موقع یہ تھا کہ ریاست نو میڈیا کے بادشاہ جگر تھا نے مجلس کے علی الرغم سرکشی کی، اس کے نامزدہ قضا کو رشوت دے کے اپنے سے ملالیا اور پھر ایک دوسرے افسر کو لڑائی میں شکست فاش دی (سلسلہ ق م) اس آخری ذلت نے جمہور کے جوش کو انتہا پر پہنچا دیا اور انھوں نے نہ صرف ان حکام کی تحقیقات (بذریعہ لکیشن) چاہی بلکہ آئندہ لڑائی کا انتظام کرنے کے واسطے بھی اپنے گروہ میں سے ایک شخص کو پیش کیا جو ان دونوں مطالبات میں اٹھیں تقریباً پوری کامیابی ہوئی اور میرٹس جو ایک غریب نصابی کا بیٹا تھا دو سال تک قضا اور جنگ کا منتظم اعلیٰ منتخب ہوا رہا اور باغی بادشاہ کو کئی شکستیں دے کر جنوری سنہ ق م میں مظفر و منصور رومہ کو لوٹا۔

میرٹس کے نصیب میں ابھی اور بہت سی کامیابیاں تھیں اور جب وحشی ٹیوٹائی (جن کے زیادہ خالص اعقاب، موجودہ جرمن ہیں) اور کیری قوموں نے اطالیہ پر حملہ کیا اور چار میدانوں میں رومی جرنیلوں کو پے درپے ہزیمت ہوئی اور تدمر غلون سے بڑھ کر اس نے دشمن کا خوف رومہ اکبرے میں پھیل گیا، تو اس وقت پھر قرعہ انتخاب میرٹس کے نام پڑا اور وہ تیسری مرتبہ قضا بن کر میدان میں نکلا۔ اور جب دو برس کے جان گزرا انتشار و تذبذب کے بعد جنگ اور فتح سکسن ٹیا کی خبر رومہ پہنچی تو سارے شہر فرط مسرت و شادمانی سے اچھل پڑا، لیکن اس سے زیادہ اہم اور فیصلہ کن معرکہ روڈائین کے پٹیر میدانوں میں ہوا اور یہاں بھی میرٹس نے فتح کامل پائی (سلسلہ ق م) اس تمام عرصے میں اس کی قضا کی برابر تجدید ہوتی ہی تھی اور جب وہ واپس آیا تو پھر چھٹی مرتبہ قضا پر اس کا انتخاب ہوا، مگر اب طبقہ عوام کے بعض نئے حامیوں نے اس سے وہ کام لینا چاہا جس سے میرٹس کو کچھ منافع نہ تھی۔ یعنی ملکی اصلاحات کی تکمیل جو گری جسون نے شروع کی تھی!

اس میں شک نہیں کہ میرٹس ایک آزاد خیال اور مساوات پسند سپہ سالار تھا اور فوجی ضوابط میں جو مفید اصلاحیں اُس نے کی تھیں اُن میں شرفائے منصبی یا خاندانی دولت مندوں کے بعض ناجائز حقوق اُس نے اڑا دیے تھے، لیکن ان سب باتوں کے باوجود جن معاملات میں اب اُس کے دوست اُسے گھسیٹ رہے تھے اُن میں وہ بالکل کورا تھا اور اس کا تدبیر بہت جلد شدت و جبر کی شکل میں متشکل ہو جاتا تھا اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اس ایک سال میں متعدد بلوے ہوئے اور میرٹس کی میعاد قضی ختم ہوئی تو خواص پہلے سے زیادہ نفرت و عداوت کے ساتھ عوام کی سرکوبی پر کمر بستہ ہو گئے۔

اسی زمانے میں کہ دولت مند، غیر متحد اور کم استقلال عوام کے اقتصادی معاملات میں، کامیابی کے ساتھ رُکاوٹیں ڈال رہے تھے حلیف شہروں کے حقوق کا مسئلہ بڑے زور شور سے چھڑ گیا، تقریباً دو سو برس تک ان شہروں نے رومہ کا اُس کی مصیبتوں اور لڑائیوں میں ساتھ دیا تھا اور اگرچہ ابتدا ابتدا میں وہ اپنی شہری آزادی اور علیحدگی کو چھوڑنا نہ چاہتے تھے لیکن بیرونی فتوحات نے اُن کے خیالات کو بالکل بدل دیا تھا اور اب وہ خاص رومہ کے حلقہ شہریت میں آنے پر مضر اور اُن تمام فوائد میں شرکت کے خواہاں تھے جو خاص رومی باشندوں کو حاصل تھے۔ (مثلاً اعلیٰ عہدے داروں کو منتخب کرنا یا مجلس اعلیٰ میں رکن ہونا وغیرہ) لیکن رومہ اب اسی نسبت سے تنگ دل ہوتا جاتا تھا اور اُس کے دولت مند ارباب حکومت اُسے دیگر اطالوی شہروں سے ممتاز و فائق رکھنا چاہتے تھے، اور اُن کی اسی نخوت نے انجام کار اہل اطالیہ کو اس قدر ناراض کیا کہ وہ رومہ کے حلقہ اتحاد سے نکلنے پر آمادہ ہو گئے اور جب ڈیڑھ سو سال پہلے رومی جس نے اُن کی وکالت کا بیڑا اٹھایا تھا، مارا گیا اور رومی مجلس نے اس کی تجویزین اکیال خمارت کے ساتھ مسترد کر دیں تو مصالحت اور مغاہمت کی آخری امید منقطع ہو گئی،

قریب قریب تمام جنوبی اور وسطی اطالیہ کے شہروں نے علم سرکشی بلند کر دیا اور اپنی ایک علیحدہ سلطنت قائم کی جس میں ہر اطالوی باشندے کے حقوق مساوی قرار دیے گئے تھے مگر چار اور لحاظ سے اس کا نظام حکومت روم جیسا ہی تھا۔ (سنتھق مہتر) رومیوں نے اس کارروائی کا جواب اعلان جنگ کی صورت میں دیا اور پھر دو سال تک اطالیہ میں خانہ جنگی کے شعلے پھڑکتے رہے۔ اور گوان لوائیوں میں روم کو اکثر غلبہ رہا پھر بھی اسے سرکشوں کے تقریباً سب مطالبات ماننے پر بسے اور جب تک انہیں میں سے متعدد شہر اس کے شریک نہ ہو گئے وہ امن قائم کرنے میں خاطر خواہ کامیاب نہ حاصل کر سکا۔

یہ آگ ابھی پوری طرح بجھنے نہ پائی تھی کہ پھر روم کے اندرونی اختلافات تازہ ہو گئے ساتھ ہی خبر آئی کہ شمالی ایشیائے کوچک (یا علاقہ پٹلی گونیہ) کے بادشاہ میترے دت (مترے ڈے ش) نے بڑے پیارے پر لڑائی کی تیاریاں کی ہیں اور بای دلتہ کے راستے بڑھ کر تمام مشرقی یونان پر قابض ہوتا جاتا ہے۔ (سنتھق مہتر) اس حالت انتشار و فساد میں مشہور ڈی میون سل پی سیس رومس نے اور باتوں کے علاوہ سب سے اہم تجویز پیش کی کہ میترے دت کی لڑائی کا انتظام میتریکس کے سپرد کر دیا جائے، اور یہ ایسی بات تھی جسے مجلس اعلیٰ اور ایک تفصل وقت (یا سلا) کسی طرح ماننے پر آمادہ نہ تھے۔ چنانچہ جس دن مجلس عام میں تجویز پیش ہو کر منظور ہونے والی تھی اس دن انہوں نے تعطیل کا اعلان کر دیا۔ اس کے جواب میں رومس اپنے گروہ کو مسلح کر کے ایوان مجلس میں گھس آیا اور اعلان مذکور کو بے جبر منسوخ کر کے اپنی تمام تجویزین منظور کرائیں، لیکن اس کی یہ کامیابی کچھ زیادہ دیر پا نہ تھی کیونکہ چند ہی روز کے اندر سلا اپنی ان فوجوں کو لے کر رومہ کی طرف بڑھا جو خانہ جنگی کے زمانے میں اس کے دیرکمان اور اب کپانیہ کے علاقوں میں

خیمہ زن بھین ہو

ایک قنصل کا اس طرح فوج لیے ہوئے شہر میں داخل ہونا رومی جمہوریت میں اپنی مہتمم کا پہلا واقعہ ہے اور درحقیقت اسی کو عہد انقلاب کا علی آغاز تصور کرنا چاہیے۔ سٹاک کی جائز یا ناجائز کسی مخالفت کا بھی اب موقع نہ تھا اور اس کے آنے آتے روٹس و میرٹس چھپ کر شہر سے نکل گئے تھے پس کامیاب قنصل نے بہت دلچسپی کے ساتھ مجلس عوام و خواص سے جو چاہا قانون بنوایا اور پھر نئے قنصلوں کے انتخاب تک عہد کر ستم و مین متحرکے دت سے جنگ کرنے خود ایشیا روانہ ہو گیا۔

سٹاک کے جانے کے بعد عوام کی حمایت درہ نمائی تندر ج سٹاک کے ہاتھ میں آئی جو اسی سال قنصل کے معزز عہدے پر منتخب ہوا تھا اور گریجویٹوں کا سب سے پرہوش متعلقہ ثابت ہوا۔ اس عہدے پر آنے ہی اس نے روٹس کی تجاویز دوبارہ مجلس عوام میں پیش کیں اور جب خواص نے پھر زبردستی روٹس کو جابا اور نوٹ کشت و خون کی پھونچی تو سٹاک بھی انھیں خلاف آئین طریقوں پر اتر آیا اور میرٹس کے ساتھ مل کر، جو اسی زمانے میں افریقہ سے ایک ہزار سوار لے کر آچھونچا تھا، اس نے باقاعدہ جنگ کی تیاریاں شروع کیں، روم کا اعلیٰ طبقہ اس موقع پر مقابلے کے لیے آمادہ ہوا تھا لیکن سٹاک کی فوجوں کے آگے کچھ پیش نہ گئی اور اب سٹاک اور میرٹس بھی سٹاک کی طرح فاتحانہ شان سے شہر میں داخل ہوئے (سٹاک) اور جب اس واقعے کے تھوڑے دن بعد ضعیف میرٹس ساتوین قنصلی میں (اپنی پچھلی صعوبتوں کا کافی سے زیادہ انتقام لے کر) فوت ہوا تو روم کی ساری حکومت اکیلے سٹاک کے قبضے میں آگئی جو ہر سال اپنے حسب منشا دوسرے قنصل کو خود نامزد کر لیا کرتا تھا۔

سٹاک کی مراجعت | اس عرصے میں سٹاک متحرکے دت کے ساتھ لڑائیوں میں مصروف تھا اور گو روم کی نئی حکومت نے اسے معزول اور ایک دوسرے شخص کو سپہ سالار

بنائے بھیجا تھا مگر سلا نے اس کی کچھ پروا نہ کی اور پہلے مہر سے دت کو شکستین دیکر صلح پر مجبور کیا اور پھر اپنے نئے قائم مقام کو شکست دیتا ہوا چالیس ہزار فوج حبار کے ساتھ واپس لوٹا۔ سنا اسی زمانے میں مرجک تھا (۱۲۳۵ ق م) اور اس کا جانشین میرکس کا بیٹا تھا جس نے خاص رومہ کی شہر نیاہ کے سامنے سلا سے شکست کھائی اور اب حکومت پھر اسی قدیم جابر کے ہاتھوں میں آگئی جس نے شہر میں داخل ہوتے ہی قتل و خون ریزی کا بازار گرم کر دیا اور اس کے متبعین نے شہر و بیرون شہر میں اس قدر ظلم توڑے کہ عرصہ دراز تک ”عہد سلا“ جبر و بے رحمی کے لیے ضرب النمل بن گیا۔ (از ۱۲۳۵ تا ۱۲۹۵ ق م)؛

ان اگلے چار برس میں کہ سلا سپہ سالار مختار سلطنت اور قضا کی حیثیت سے رومہ کا اصلی فرمان روا رہا، نظام سلطنت میں کئی اہم انقلاب ہوئے؛ سلا ابتدا سے اعلیٰ طبقے کا طرفدار اور مجلس خواص کی حکومت کا پکا حامی تھا۔ اس نے اپنی پہلی قضا میں بھی یہ تجویز جبر قانون بنوادی تھی کہ مجلس عوام، مجلس خواص (یعنی سینیٹ) کی منظوری کے بغیر کسی قانون کے بنانے کی مجاز نہ ہوگی؛ اس کی اب اس نے دوبارہ مضبوطی کی اور نیز نابین عوام (یعنی ٹریبونوں) کے اختیارات محدود کیے کہ اگر عیون کے وقت سے طبقہ اعلیٰ کے جتنے دشمن کھڑے ہوئے وہ زیادہ تر اسی فرقے کے لوگ تھے؛ اس کے بعد اس نے ملکی عہدے داروں کی قوت گھٹائی اور قاعدہ بنایا کہ کوئی شخص تیس برس کی عمر سے پہلے اور درجہ بدرجہ چھوٹے عہدوں سے ترقی کیے بغیر قضا کی منصب نہ پائے اور نہ ایک ہی قضا دوبارہ اس کے لیے منتخب ہو۔ جس کی اصلی غرض یہ تھی کہ آئندہ میرکس کی طرح عوام کسی ایسے سپہ سالار کو قضا نہ بنا سکیں جو بعد میں مجلس خواص کا خطرناک مد مقابل بن جائے؛ لیکن معلوم ہوتا ہے سلا اس بات کو بھول گیا تھا کہ سلطنت کو اصلی خوف اب سپہ سالاروں سے ہے نہ کہ قضا میں سے۔

حالانکہ خود اُس سے بڑھکر اس امر کا ذاتی تجربہ کسے ہو سکتا تھا اگر یہی حالات رہے تو آئندہ بھی فوج کی مدد سے جو شخص چاہیگا مطلق العنانی حاصل کرے گا۔

پہلی اگر رومی تاریخ کا ایک دل چسپ واقعہ یہ ہے کہ سلا کے ان ضوابط کو جس شخص نے اپنی اغراض کی خاطر سب سے پہلے توڑنے کی ضرورت محسوس کی وہ خود اُس کا داماد اور اس کے گروہ کا رکن رکین، پہلی تھا۔ یہ عالی رتبہ نوجوان اول سے سلا کا دست راست رہا تھا اور میرپس کے جانشینوں کا قلع مقلع کرنے میں اُس سے بڑی مدد ملی تھی۔ سلا کے بعد اس کے داماد اور ایک کامیاب جرنیل ہونے کی حیثیت سے بھی طبقہ اعلیٰ کی سرداری کا پہلی حقدار تھا لیکن دل میں اُسے گروہ خواص کے مقاصد کا اتنا خیال نہ تھا جتنا ذاتی اغراض اور خود نمائی کا۔ چنانچہ جس وقت ہسپانیہ میں میرپس کے جانشینوں سے لڑائی پیش آئی اور پچیس کئی سال میں یہ فتنہ فرو کر کے واپس رومہ آیا تو اُس کی بڑی تناد دوسرے سال کی فصولی حاصل کرنا تھی حالانکہ یہ امر اُس کے سی سالہ ہونے کی وجہ سے جدید قوانین سلا اور خواص کی منشا کے خلاف تھا۔ مگر پہلی نے اپنی غرض کے آگے ان میں سے کسی شے کی پروا نہ کی اور عوام الناس کی امداد سے فضل منتخب ہونے میں کامیاب ہو گیا۔ اور اس امداد کے صلے میں ٹریبونوں کے وہ اختیارات جو سلا نے گھٹا دیے تھے اُس نے بحال کیے اور نیز مجلس خواص سے ان ارکان کو نکلوادیا جنہوں نے ”عہد سلا“ میں بڑی بڑی زیادتیاں اور شہر مناک ظلم کیے تھے اور جواب بھی (سلا کے وفات پانے کے بعد) جاوینا سلا کے ضوابط کی حمایت کرتے رہتے تھے۔

بے شبہ حامیان عوام کی یہ کامیابی انصاف اور حق کی کامیابی تھی لیکن اسی کے ساتھ وہ اس بات کی بھی مزید اور قطعی شہادت تھی کہ اب سلطنت کے تمام امور کا فیصلہ کسی آئینی اجماع یا کثرت رائے پر منحصر نہیں بلکہ اُس کی رائے پر منحصر ہے۔

جس کے ہاتھ میں فوج ہو یا اور یہ آئین جمہوریت کی ایسی بے وقوفی تھی کہ پھر سسرور اور کٹیڈ جیسے مجاہد وطن کی سرگرم کوششیں بھی ان میں وہ قوت نہ پیدا کر سکیں جسے سلا کی زبردستی اور پھر اس کے داماد کی احمقانہ خود پسندی نے بے حقیقت کر دیا تھا۔

قضلی کی میعاد ختم ہونے کے بعد پہلی بالطبع اس سے بھی بڑا رتبہ پانے کا خواہاں تھا، اور اپنے نئے طرفداروں کے نتیجہ سعی کا بے نابی سے انتظار کر رہا تھا کہ بالآخر ایک خاطر خواہ عہدہ اس کے لیے نکالا گیا اور بحری قزاقوں کے اتیمال کی غرض سے، جو ان دنوں بہت زور پر کھڑے تھے، اسے ایک بڑا بیڑا، کثیر لشکر اور بحر روم کے علاوہ تمام ساحلوں کی حکومت سپرد ہوئی اور پھر بہت جلد ایشیائے کوچک اور شام و سلیشیہ کے بھی تمام انتظامات تفویض کر دیے گئے جو کہ درحقیقت ایک جمہوری حکومت میں سراسر خلاف اصول کارروائی تھی لیکن فوجی قوت اور پھر گروہ عوام کی پرشور حمایت کے آگے کوئی مخالفت نہ چل سکی اور مسئلہ ق م میں پہلی بڑے تزک و احتشام کے ساتھ اپنی نئی مهم پر روانہ ہو گیا۔

ستیز اور | پہلی کے پانچ سال تک باہر رہنے کا زمانہ ستیز کے ابتدائی مداح سسرور | اقتدار طے کرنے کا زمانہ ہے۔ یہ نوجوان میرٹس کا بھتیجا اور ستنا کا داماد تھا اور طلب جاہ کے لیے جو غیر معمولی جدوجہد وہ پانچ سال تک کرتا رہا اس نے اوّل سے بعض اہل الزام کو اس سے بدگمان کر دیا تھا۔ پھر جب رومنا لکبری کا شہرہ آفاق خطیب سسرور قاضی ہوا اور طبقہ اعلیٰ کے ایک فرد کنگن (کے ٹے لن) نے رومی سلطنت ہی کو درہم برہم کر دینے کی سازش کی (جس کا تفصیلی حال ہمارے ناظرین ستیز کی سوانح عمری میں ملاحظہ کریں گے) تو اس وقت بھی ستیز کی نسبت یہ شبہات فوہ ہو گئے تھے کہ وہ کنگن کا شریک اور انقلاب حکومت کا خواہاں ہے، لیکن ان سب

شکوہ کے باوجود جلالک سبیز، جس کی تیز تر قیاس اس واقعے سے کچھ سست ضرور
 پرگئی تھیں، اندس کا قاضی عدالت منتخب ہو گیا اور وہاں سے سلسلہ ق م میں لوٹتے
 ہی کمال عیاری سے پہنچی اور دولتمند کراسوس کے ساتھ مل گیا جو اسی کی طرح حکومت
 جاہ کے بھوکے تھے، انھیں دولوں کی مدد سے اس نے سلسلہ ق م میں قضی اور
 پھر پانچ سال کے واسطے آئیرہ اور غالیہ کی حکومت پائی جو خلاف معمول ہونے کے
 لحاظ سے تقریباً ویسی ہی بے ضابطہ تھی جیسی کہ پہنچی کو پہلے ایشیامین دیدی گئی تھی،
 اس عہدے نے بلند ہمت سبیز کے سامنے حصول شہرت اور مشق سپہ سالاری
 کا نیا میدان کھول دیا تھا اور اسی لیے تین سال کی مسلسل فتوحات کے بعد اسے یہ فکر
 تھی کہ اپنی پانچ سالہ سپہ سالاری میں اسی قدر مدت کا اور اضافہ کرالے، ادھر خود پسند پہنچی
 اپنے ہوا خواہوں سے ہزار ہوں رہا تھا کہ وہ کیوں اسے کوئی اور جلیل القدر منصب نہیں
 پیش کرتے؟ اس حال میں سبیز رہی کی سرگرم کوشش کی بدولت شہر لوقہ میں وہ مشہور
 و معروف مجلس منعقد ہوئی جس نے جمہوریت کی قیامت کا فیصلہ کر دیا اور تمام سلطنت
 آپس میں بانٹ لینے کی نسبت، پہنچی، سبیز اور کراسوس میں ایک پختہ مفاہمت ہو گئی
 (۷۷۵ قبل مسیح)۔

برقعتی سے تھوڑے دن بعد اس اتحاد کا جسے (دوسری) ”حکومت ثلاثہ“ بھی
 کہتے ہیں، ایک رکن کراسوس، مشرق میں مارا گیا اور مزید برآں خود رومہ میں ایسے
 واقعات پیش آئے کہ رفتہ رفتہ پہنچی اور سبیز میں بھی سخت اختلافات پیدا ہو گئے
 تشریح اس اجمال کی یہ ہے کہ جب سلسلہ ق م میں شہر رومہ اندرونی شورش و فساد
 کا گھر بن گیا اور نظام حکومت کی کمزوری نے وہاں سخت بد امنی پھیلا دی تو اس وقت

علیٰ ان تینوں کے اس میل کو بعض مؤرخ پہلی ”حکومت ثلاثہ“ (ثلاثہ دربت) کا نام دیتے ہیں حالانکہ ابھی
 تک اس پر قطعاً حکومت کا اطلاق صحیح نہیں معلوم ہوتا، ۱۲

خود مجلس اعلیٰ مجبور ہوئی کہ اپنے سب سے معتد رشنری پٹی کا سہارا ڈھونڈے۔ اور یہ امر نہ صرف اس کے اثر و اقتدار کی کمی بلکہ نفس جمہوریت کی انتہائی بے بسی کی قطعی دلیل تھا، چنانچہ سسر جیسے جمہوریت پسند اہل الرائے بھی اب اس ضرورت کو محسوس کرنے لگے تھے کہ قیام امن کے لیے پٹی کو غیر معمولی اختیارات دے دینے چاہئیں؟

آخر شہنشاہ ق مین پٹی کو بلا کسی کی شرکت کے "فضل واحد" منتخب کیا گیا اور اسپین و افریقہ کے علاقے بھی جو بحیثیت صوبے دار اس کے سپرد تھے اور پانچ سال کے لیے اسی کی تحویل میں چھوڑ دیے گئے، لیکن، اگر ان مناصب جلیلہ نے پٹی کی ہوس جاہ کو سیر کیا تو دوسری طرف اسے بلا ارادے ایک ایسی جامعیت کا سرگروہ بھی بنا دیا جو سیتزر کی علانیہ مخالفت تھی (یعنی سی ہنٹ)۔ اور یہی امر، آخر میں جمہوریت کی تباہی کا سبب ہوا، کیونکہ جس وقت سیتزر کی مبادی و صوبہ داری ختم ہونے کے قریب آئی اور سال آئندہ کے واسطے اس نے عہدہ قضلی حاصل کرنا چاہا تو مجلس نے جائز و ناجائز کا ڈٹین ڈالین اور انجام کار مطالبہ کیا کہ سیتزر فوراً اپنی سپہ سالاری اور غامدی حکومت سے دستکش ہو جائے۔ (شہنشاہ ق م)۔ پھر اس کے دو طرفہ دار شریعوں بھی ایوان مجلس سے نکلادیے گئے اور نیز حکام کو ہدایتیں بھیج دی گئیں کہ سلطنت کی حفاظت کا خیال رکھیں، ان واقعات نے سیتزر کو مصالحت سے (جس کی وہ دو سال سے کوشش کر رہا تھا) ناامید کر دیا اور اب اپنی جبار و آزمودہ کار فوجوں سے، جنہیں اس کی خوشنودی کے آگے کسی اصول و طینت کی پروا نہ تھی، اس نے خالص اہلیہ پر بھاری کی۔ اور ایسی تیزی سے روم کی جانب بڑھا کہ پٹی جو اسس ہو کر زبان بھاگا اور اسی کے ساتھ شہر کے اکثر معززین اور ارکان مجلس بھی ملک سے نکل گئے کہ از سر نو تیار نہ کر سیتزر کا مقابلہ کریں گے، لیکن قبل اس کے کہ ان کو حوصلہ کا پلون کو اٹھایا

آنے کا موقع ملے خود سیزر اطالیہ اور اندلس کا انتظام کر کے یونان میں آ پہنچا اور یہیں سولہ م کے موسم بہار میں (بہ مقام منڈا) ایک فیصلہ کن لڑائی جیتی۔ پرنسپل پتہ شکست کھا کے مصر میں بھاگ آیا تھا مگر غدار اہل مصر نے اس کو قتل کر دیا اور پھر سیزر کے باقی ماندہ حریف بھی تھوڑی سی کشتش کے بعد مغلوب و منتشر ہو گئے اور اس سال کے خاتمے سے پہلے تمام سلطنت روم کی فرمان روائی اس کے ہاتھوں میں آ گئی۔ اور ہر چند ان جلیل الشان اختیارات کو وہ جتنی المقدور بڑی نرمی اور اعتدال سے برتا تھا پھر بھی اس کا قول تمام قوانین سے بالا اور اس کی ذات تمام قوم سے ارفع تھی اور خطاب بادشاہی نہ ہونے کے باوجود اعزاز و اختیار میں، وہ ایک شہنشاہ سے کچھ کم مطلق العنان فرمان روا نہ تھا۔

اس کی بھی قوت اور علو سے مرتب اندر ہی اندر لوگوں کو اس کا دشمن بنا رہی تھی اور جب انھوں نے اپنے تئیں علانیہ مقابلے کے قابل نہ پایا تو سازش سے اس کے قتل کی ٹھانی اور آخر ۱۵ مارچ سولہ م کے دن عین ایوان مجلس میں اس کی جان لی گئی اس جبرتناک واقعے کے بعد (جسے پلوٹارک نے بڑی خوبی کے ساتھ سیزر اور بروٹس کی سول بخ عمر یونین تحریر کیا ہے) ضعیف العمر سسرو نے جو شجاعت و وطنی میں قدیم جمہوریت کو پھر تازہ کرنے کی کوشش کی لیکن جب چند ہی سال کے عرصے میں دوبارہ خانہ جنگیان شروع ہو گئیں اور سیزر کا لے پالک وارث (مک نے ویس) انٹونی اور کے پی ڈس کے ساتھ مل گیا تو آئین و انتظام کے بجائے ”عہد سلا“ جیسی خون ریزی اور بد امنی برپا ہو گئی اور خود سسرو ان تینوں حوزہ غرض اشخاص کی ہیبانہ سٹالی کا شکار ہوا۔

دوسرے سال سیزر کے قاتلوں (بروٹس اور کیسی آس) نے بھی فلیپی (یونان) کے میدان میں شکست کھائی اور جمہوریت پسند فرقے کی امیدیں ہمیشہ کے لیے خاک

مین مل گئیں، کیونکہ بروٹس رومہ کا نہایت ہر دلعزیز اور بہادر سردار ہی نہ تھا بلکہ اصول
جمہوریت کا بڑا پختہ حامی گذرا ہے اور جیسا کہ اُس کی سبق آموز سوانح عمری پڑھنے سے
ظاہر ہوگا، گویا وہ اسی شے کی خاطر پیدا ہوا تھا اور اسی کے لیے جیا اور لڑا اور مر گیا۔
ان قومی دشمنوں کو مغلوب کرنے، اور اپنے بھول ساتھی نے پی دس کو الگ ٹکڑیوں میں
کے بعد تمام سلطنت انٹونی (این ٹینیس) اور اگ ٹیوٹس سیزر میں منقسم ہو گئی۔
یونان، مقدونیہ، ایشیائے کوچک، شام اور مصر، انٹونی کے زیر نگین تھے۔ اور
اسپین وغالیہ افریقہ و اٹالیہ اگ ٹیوٹس کے، جاگرچہ عمرو دلیبری مین انٹونی سے
کم مگر انتظامی قابلیت اور زیرکی میں اُس سے بدرجہا فائق تھا اور جب، بغیر اُسے۔
دو بادشاہ در اقلیہ نہ گنجد“ ان دونوں کی خونریز ٹکڑ ہوئی تو قسمت نے بھی ایک تیسرے کے
آخری میدان میں اسی کا ساتھ دیا۔ عاشق مزاج انٹونی اور اُس کی حسین محبوبہ کلیوپٹرا
(مشہور ملکہ مصر) نے خودکشی کر کے اپنی جان دی اور اواخر سلطنت قبل مسیح تک تمام رومی
دنیا نے اگ ٹیوٹس اگ ٹیوٹس سیزر کے روبرو سراطاعت خم کر دیا اور اسی وقت سے سمجھنا
چاہیے کہ رومی جمہوریت کا خاتمہ اور شہنشاہیت کا آغاز ہوا۔ فقط

عہ جمہوریہ روم کی اس آخری ادوب سے اجمہ صدی کے حالات پلٹارک نے میرٹس، سلا، اگ ٹیوٹس
پچی، سیزر، کینو (الاصفر)، سسرو، انٹونی اور بروٹس کی سوانح عمریوں میں نہایت دل کش
تفصیل کے ساتھ لکھے ہیں اور ہمیں یقین ہے کہ ہمارے ناظرین کا شوق مطالعہ اُن سے بخوبی سیر ہو جائیگا
لیکن اپنے مختصر مقدمہ تاریخی کو ختم کرتے وقت ہمیں ضروری معلوم ہوا کہ بالا جمال اُس عظیم الشان
اخلاقی یا مذہبی انقلاب خیالات کی طرف بھی اپنے ناظرین کو توجہ دلائیں جو جدید اہل تاریخ کی نسبت
میں رومی جمہوریت کے ٹوٹنے ہی کی وجہ سے دنیا میں پیدا ہوا۔ یاد رہے کہ اہل روم اس وقت
تک بالعموم قدیم یونانیوں کی طرح بابت پرست تھے یا لاد مذہب۔ اگرچہ خاص خاص گروہ اُن میں
ایسے بھی تھے جو مختلف حکیمانہ نظام اُسے اخلاق کے پیرو تھے، باین ہمہ توحید اور خصوصاً نبوت یا وحی

بقیہ ہمیشہ صفحہ ۷۷۔ کی حقیقت کا انھیں مطلق علم یا عقیدہ نہ تھا اور ہمدم جہوریت تک وہ
 (بنی اسرائیل کے) خدا سے واحد و قہار کا تصور کرنے سے بھی غالباً قاصر تھے؛ لیکن جب وقت
 اُن کا یہ ملکی نظام ٹوٹا اور انھیں ایک مطلق العنان شخصی بادشاہت سے سابقہ پڑا تو جب یہ اہل
 تاریخ کے نزدیک اُس وقت انھیں ایک مالک کل اور واحد فرمان روا سے عالین پر ایمان
 لے آنا سہل ہو گیا اور ادھر ارض شام و آشور میں یہودیوں کے میل جول، پھر عیسے علیہ السلام کے
 مبعوث اور مصلوب ہونے کے واقعات نے اور اسرائیلی تعلیم و ہدایت کی تبلیغ نے اُن کے تھام
 پر گہرا اثر ڈالا اور رفتہ رفتہ روم میں عیسائیت پھیلنے لگی؛ اس طرح گویا مذکورہ بالا انقلاب سلطنت
 (واقعہ ۷۷۷ ق م) ایک اور عظیم الشان انقلاب کا بھی پیش خیمہ تھا جس کی بدولت آج تمام
 اہل یورپ ایک اسرائیلی مذہب یعنی عیسائیت کے پیرو نظر آتے ہیں + مترجم ۱۲

مدنیہ الحکما ایتھنز کا ناموبانی

تھیسیس

(Theseus)

دیکھنا سوسیسؑ جس طرح جغرافیہ نویس اپنے نقشوں کے کنارے دنیا کے اُن خطوں سے بھر دیتے ہیں جن کا حال انھیں معلوم نہیں اور حاشیے پر اس مضمون کے فقرے لکھ دیتے ہیں کہ ان حدوں سے پرے کچھ بھی نہیں ہے سوائے وحشی درندوں سے ملواریگستانوں کے، یا ولہ لون کے، جن تک آدمی کی پہنچ نہیں، یا منطقہ بارڈہ کی برفوں کے اور یا نیچہ سمندر کے، اسی طرح، اپنی اس کتاب میں جس کے اندر میں نے بڑے بڑے آدمیوں کے سوانح کا مقابلہ ایک دوسرے سے کیا ہے، جب میں اُس حمد سے گزر چکا کہ جہاں تک درایت کی دسترس ہو سکتی ہے اور سچی تاریخ کو گنجائش پاؤں نکلانے کی ملتی ہے تو پھر میں یقیناً اُن کی نسبت جو اس (حمد) سے بھی بعید ہیں بہ آسانی کہہ سکتا تھا کہ بس اب اس کے پرے سوائے افسانوں اور خوارق کے کچھ نہیں اور اُس (دور) کے لئے فقط شاعر اور کہانیاں گھڑنے والے ہیں، کوئی اعتبار صحت قطعی آگے نہیں ہے! لیکن مگر کس مقصد اور بادشاہِ نوما کے حالات شائع کرنے کے بعد میں نے، ایک حد

سے سوئس مصنف کے ایک دوست کا نام ہے جسے وہ تحریر شروع کرتے وقت کبھی کبھی مخاطب بناتا ہے، یوم
سے یورپ و ایشیا کے تمام شمالی برغانی علاقوں کو اہل یونان اسکا ہی تھیہ کہا کرتے تھے ہم نے اس موقع پر اسی کا ترجمہ
منطقہ بارڈہ کر دیا ہے کتاب میں اسکا ہی تھین ہی ہے یوم

تاک وچی طور پر یہ سوچا کہ جب میری تاریخ مجھے اُسکے عہد سے اٹھنے قریب لے آئی ہے تو کیوں
میں رومیوس تاک پر داکرون؟ اُس وقت جب مجھے یہ سن پیش ہوا کہ (بقول اسکا سیس)
شعر
کس کو لاؤن اس جلیل المرتبت کے سامنے
کون ہو اُس کا مقابل؟ کون ہے اسکا مثیل؟

تو مجھے اس مسئلے کا جسے رومہ انظما بنانے والے کے مقابلے میں کھڑا کیا جائے، کوئی سختی نظر نہ آئی
بجز اُس کے، جس نے حسین اور مشہور عالم شہر ایجنٹز کو آبا د کیا تھا۔ اب خدا کرے کہ روایت
کی دیوی عقل و روایت کی کاٹ چھانٹ کے سامنے اس طرح سر جھکا دے کہ اسکی شکل صحیح تاریخ
کی ہو جائے! بہر حال ہم جازم کہین اُسے دیکھیں گے کہ سرکشی سے اعتبار کی ذرا پروا نہیں کرتی
اور کسی عنوان واقعت کے قریب لائے جانے پر رضامند نہیں ہوتی تو ہم دعا کرینگے کہ تین ہر دو باہر
ناظرین سے سابقہ پڑے اور ایسے لوگوں سے جو بزرگوں کے پڑانے قصوں کو صبر و تحمل کے ساتھ
سن لیتے ہیں!

یون بھی تھی سیس مجھے رومیوس سے اکثر خصوصیات میں مشابہ معلوم ہوا۔ ان دونوں کی
پیدائش بے گناہی ماؤن سے ہوئی، لوگوں کو یقینی طور پر علم نہ تھا کہ اُن کے باپ کون ہیں! لہذا
دونوں کے دونوں دیوتاؤں کی اولاد شہوت ہوئے، دونوں جنگجو اور ایسے شجاع تھے کہ ساری دنیا
نے ان کو مانا، دونوں کو جسمانی طاقت کے ساتھ ویسی ہی دماغی قوتیں عطا ہوئی تھیں، اور
دنیا کے دو مشہور ترین شہروں میں سے اگر ایک نے رومہ کی تعمیر کی تو دوسرے نے ایجنٹز کو آباد
کرایا، دونوں پر عورتوں سے جبر زکا الزام ہے اور دونوں میں سے کوئی بھی اہل وطن کی
دشمنی اور خاندانی آفات سے محفوظ نہ رہ سکا۔ بلکہ اگر ہم اُن روایتوں کو جنہیں سب سے کم شبہ
شاعری سے ہے، رہبر حقیقت تسلیم کر لیں تو پایا جاتا ہے کہ دونوں اپنی اخیر عمر میں مطعون ہوئے
اور ہر وطنوں میں لایت نفرت اور ہر طرف ناراضی پہنچے۔

تھی سیس کا نسب باپ کی طرف سے ایچ تھی اس (Erechthou) اور علاقہ

ایٹیکا کے اولین باشندوں تک جا پہنچتا ہے، اور ان کی جانب سے وہ ہیملوس کی آل میں ہے۔ کیونکہ ہیملوس (Hemlos) جو بی لوپونی سے (Peloponnesos) یا اپونیسیہ کے سب بادشاہوں میں طاقتور بادشاہ گذرا ہے تو اسکی اتنی وجہ کثرت مول نہ تھی جتنی آخرت اولاد کے اس کی بدولت اپنی بیٹیاں تو بڑے بڑے سرداروں کے ساتھ اُس نے بنیادی تھیں اور بیٹوں کو اُس پاس کی آبادیوں میں مناصب حکمرانی تفویض کر رکھے تھے۔ تھین بیٹوں میں ایک تھیسی اس کا مانا جیسے اس تھا جسکے ہاتھ میں قبیلہ ٹریزنی کے چھوٹے سے شہر کی حکومت تھی اور جو اپنے زمانے کا فاضل و عاقل ترین آدمی مشہور تھا۔ یہ فیصلت و دانائی ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ان وقتوں میں زیادہ تر ممانت آمیز کہاوتوں و ضرب المثلوں پر مشتمل ہو کر تھی تھی، جیسے کہ، مثال کے طور پر جیسی اڈ شاعر نے اپنی کتاب "مشاعر ایام ہین" لکھی ہیں اور انکی بدولت نام پایا ہے۔ اور اسی کتاب کی مثلون میں ایک یہ ہے جسے تھیسی اس سے منسوب کرتے ہیں :-

”دام چکے ہوے ایک بار کو

کافی ہین واقف کار کو،“

اور جسکا ارسطو نے بھی ذکر کیا ہے، اور یوری بیدش، جس نے ہپولائیٹس کو در مقدس پتھی اس کا شاگرد، کا خطاب دیا ہے، گویا شہادت دیتا ہے کہ دنیا اس کی نسبت کسی کچھ اسے رکھتی تھی۔

ان دنوں اسے جیس شاہ ایتھنز کو اولاد کی بڑی خواہش تھی اور اسی غرض سے وہ ڈیلفی کے مندر میں مشورہ کرنے کی غرض سے آیا تھا جان اُسے وہ مشورہ جواب ملا جیسا ایتھنز واپس پہنچنے تک اُسے عورت کے پاس جانے سے منع کیا گیا تھا، لیکن جواب کے الفاظ کچھ ایسے پیچیدہ اور بعید الفہم تھے کہ اسے جیس کی اچھی طرح تھیسی اس ممانعت کے متعلق نہ ہو سکی اور اس نے ٹریزنی کے تھیسی اس کو مشورہ دیا کہ قول سنایا جسکے الفاظ کچھ اس طرح تھے کہ

”کھلنے نہ دے دشراب جلد پاؤں کو اسے لوگوں کے سڑار
جب تک کہ تو ایجنز کو نہ آئیے اک بار“

اب اسی معنی کی پیچیدگی سے پتھی اس نے فائدہ اٹھایا اور نہ معلوم فریسیہ یا ہنیا پھسلا کے
کسی طرح ایکس کوراضی کر لیا کہ وہ اس کی بیٹی اتھرا کے ساتھ ہم بستر ہو، بعد میں ایکس کو
جب خبر ہوئی کہ وہ پتھی اس کی بیٹی ہے نیز شبہ ہوا کہ وہ مجھے حاملہ ہو گئی ہے تو اس نے تلوار
اور اپنی جوتیوں کا جوڑا ایک بھاری پتھر کے نیچے چھپا دیا جسکے خلا میں یہ دونوں چیزیں اگل
ٹھیک آئیں، پھر صرف اتھرا کو اس راز سے اس نے آگاہ کر دیا اور اسے یہ حکم دیکر روانہ ہو گیا
کہ اگر بیٹا ہو اور وہ بڑا ہو کر اس قابل ہو کہ ان دونوں نشانوں کو جو میں رکھ چلا ہوں پتھر
اٹھاکے نکال لے، تو تیرا یہ کام ہے کہ اُسے خفیہ طور پر یہ چیزیں دیکر میرے پاس بھیج دے
اور اچھی طرح تاکید کرے کہ وہ اپنے آنے کو جہاں تک بن پڑے چھپا لے اور کسی کو اس سفر کی خبر
نہ کرے، کیونکہ مجھے (ایکس کہنے لگا) بے لاسی (allantidao) کو لوگوں کا بڑا خطرہ ہے
جو یون ہی ہمیشہ میرے خلاف سراوٹھاتے رہتے ہیں اور میرے لاولد ہونے کے باعث ذرا ہی
مجھے خاطر میں نہیں لاتے اس لیے کہ خود وہ اکیلے بے لاس کی اولاد میں پچاس بھائی ہیں،
جب اتھرا کے پیٹ سے بیٹا پیدا ہوا تو بعض لوگوں کا قول ہے کہ اسی وقت اس کا نام
ان نشانوں کی وجہ سے جو اس کا باپ پتھر کے نیچے دھریا تھا، تھی سٹی اس پڑ گیا۔ مگر دوسرا قول ہے
ہے کہ نہیں ایجنز چھو پھنچے کے بعد جب اس کے باپ نے اُسے اپنا بیٹا تسلیم کر لیا، اس وقت وہ
تھی سٹی اس کہلا یا تو بہر حال اس کی ابتدائی پرورش اپنے نانا کے ہاں ہوئی جس نے کوئی داس
(Gonnidao) کو اس پر اتنا مقرر کر دیا تھا۔ اسی شخص کے نام پر اہل ایجنز اس روئے
جو تھی ہی اس کا تہوار منانے کے واسطے مخصوص ہوتا ہے، آج کے دن تک ایک دسبے کی
قریبانی کرنے ہیں اور بے شبہ وہ اس عورت کا سلاتیو اور پڑھاسیوس کی نسبت تو زیادہ ہی
سلطنتی ہی اس، جس لغت سے مشتق ہے اسکے معنی نشانی دھرنے یا تسلیم کرنے کے ہیں جو

سختی سہی جن کی یادگار محض اس لیے منائی جاتی ہے کہ انھوں نے تھی سہی اس کی تصویریں اور
 مرتب بنائی تھیں! اُن دنوں یونانی نوجوانوں کا دستور تھا کہ سن بلوغ کو بچہ بچنے کے بعد
 ڈبلنی کے مندر آتے اور پہلی مرتبہ سر کے بال کو اکراٹھا کرانہ راندیو تاکو چمھانے تھے تھی سہی
 بھی اسی غرض سے وہاں آیا اور اس زمانے تک وہاں ایک مقام کا تھیسیا نام ہے جو مشہور
 ہے کہ اسی کے نام سے موسوم ہو گیا تھا۔ لیکن تھی سہی اس نے فقط سر کے اگلے حصے کے بال
 اس موقع پر کٹوائے تھے، جیسا کہ ہوتر کے بقول قوم ابان (Abant) کا قاعدہ تھا۔
 بعضوں کا یہ خیال کہ ابانی لوگوں نے یہ قاعدہ اول اول اہل عرب یا اہل مشیش کی تقلید میں
 اختیار کر لیا ہوگا، درست نہیں بلکہ اُس کی وجہ یہ ہے کہ ابانیوں کی جنگجو قوم بھڑوان لڑائی
 کیا کرتی تھی اور دست بدست لڑائی کی سب قوموں سے زیادہ عادی تھی چنانچہ اُن کی کوس
 ان شہروں میں اس کی تصدیق کرتا ہے :-

”طرفین نکل کر میدان میں جب جنگ پہ ہونگے آمادہ

گو بہن نہ بھرا کر مارینگے نا تیر جلا میں گے زیادہ

ہان، (ایک پہ ایک، وہ تلواریں لے لیکر اپنی جھبٹیں گے

دھرمار، لڑائی لڑنے کو بل جاوینگے گتھ جاوینگے

دستور ہے جیسا یو بہ کے جانباڑے سرداروں کا۔“

اور اسی واسطے وہ اپنے سر کے بال سر طرح کٹوا دیتے تھے کہ لڑائی میں کہیں وہ دشمن کے ہاتھ
 میں نہ آجائیں نہ نیز لکھا ہے کہ سکندر اعظم نے بھی اسی وجہ سے اپنے سرداروں کے اہل
 دیدیے تھے کہ تمام مہندونوی سپاہیوں کی آواز ہیان منڈوا دی جائیں کہ دشمن کے لیے سب
 سے آسان اور پہلی جائے گرفت ہی ہیں :-

کچھ دنوں تک اٹھرانے تھی سہی اس کے اصلی نسب کو چھپایا اور پتھی اس نے یہ مشہور کر دیا کہ
 وہ پتھون دیوتا سے پیدا ہوا ہے۔ کیونکہ اہل ٹریزن اسی دیوتا کی سب سے زیادہ تقدیس کرنے میں

وہی اُن کا خاص محافظ مانا جاتا ہے، اسی کے نام پر وہ اپنے باکورات چڑھاتے ہیں اور اُسی کے اعزاز میں انھوں نے اپنے سکتے پرستہ شاخے کی شکل مسکوک کرائی ہے۔

جب تھی سی اس بڑا ہوا تو اس میں نہ صرف جسمانی طاقت بہت زیادہ تھی بلکہ دلیری، چالاکی اور فراست بھی اسی درجے کی پائی جاتی تھی، پس اس کی مان اٹھرا اب اُسی پتھر کے قریب اُسے لیگی اور اس کے اُسی باپ کا پتہ بنا کے اُسے حکم دیا کہ جو نشانیاں ابھیں پتھر کے نیچے رکھ گیا ہے انھیں نکال لے اور جہاز میں اٹھ کر روانہ ہو جائے؛ تھی سی اس نے اس کی تعمیل کی اور بغیر دقت پتھر کو اُٹھا دیا، لیکن سمندر کے رستے ابھتر جانے سے اُس نے انکار کر دیا، حالانکہ وہی زیادہ محفوظ راستہ تھا اور اُسی کو اختیار کرنے کی اٹھرا اب بھی اس اُس سے التجائیں کرتے تھے۔ اصل یہ ہے کہ اُس نے ان میں ابھتر کو خشکی کی راہ سرک سرک جانا جس کا کوئی حصہ قافلہ لبروں سے خالی نہ تھا، کمال مخدوش تھا؛ اُس ہند نے ایک قسم ایسے لوگوں کی پیدا کی تھی جو بہت کی قوت، پاؤں کی چالاکی اور جسمانی شہ زوری میں معمولی انسانوں سے بڑھ چڑھ کر تھے اور تمکین کا قطعی ملم نہ جانتے تھے۔ لیکن فطرت کے ان عطیات کا استعمال وہ بنی انسان کی کسی جھلانی یا نازے کے بے نہ کرتے تھے، بلکہ تمدن کا مایہ سرست اُٹھارتھا اور اپنی طاقت کی زیادتی کا وہ یہ نفع اُٹھاتے تھے کہ جو بے نصیب اُن کے قابو میں آجاتا اُس کو طرح طرح کی اذیتیں دیتے سخت سے سخت ظالمانہ تشدد کرتے نہایت بے رحمانہ زیادتیوں کے ساتھ اسکا کال متاع چھین لیتے اور کوئی ایسی ناجائز کارروائی نہ تھی جو یہ سیاد دل لوگ اُٹھا رکھتے ہوں یہ انکے نزدیک عمل و انصاف، انسانیت، یا دوسروں کا پاس و لحاظ اُن طاقت ور لوگوں کے واسطے نہ تھے جن میں اوروں سے اگر کوئی جتنے کی قوت ہو، البتہ عوام الناس کا ان صفات کی تعریفیں کرنا بالکل وجہی تھا کہ انہیں مانو لے فضل کے پہلے میوسے یا بھل کو (Mentis-functus) یا باکورات کہتے ہیں۔ انھیں کو بتوں پر چڑھایا جاتا تھا، اُسی طرح جو یونانی دیو بانی میں تمام ہندوؤں کا سرزدیوتا ہے اپنے ہاتھوں میں ایک جریب لیے ہوئے ہے جسکے اوپر سرے کی تین شاخیں نکلی ہوئی ہیں۔ اُسی کو (Hephestus-trident) یا بچوں کا سر شاخ کہتے ہیں۔

تخلیفین بھونچانے کی بہت نہیں اور یا خود تخلیف اٹھانے سے ڈرتے ہیں !؟
 اس قسم کے اکثر لوگوں کو ہر قل نے ان ملکوں سے گزرتے وقت ہلاک اور برباد کر دیا
 تھا۔ لیکن اس کے گزرنے میں بعض تو چھپ کر بھاگ نکلے تھے اور بعضوں کی، کمال لجاجت سے
 امان طلبی پر اس نے جان بخشی کر دی تھی۔ بعد ازاں جب اس نے افریقہ کو مار ڈالا اور اس
 جرم کی سزا میں اپنے آپ ملک لڈیا جاکر اہیل کی غلامی اختیار کر لی تو اس وقت لڈیا کے
 علاقے میں تو بے شک بڑا امن و امان ہو گیا لیکن یونان اور اس پاس کے علاقوں میں پھر
 وہی بد معاشیاں پھیل گئیں اور جب کوئی سزا دہندہ یا دبانے والا نہیں رہا تو پھر پہلی ہی سزا میں
 بھاگ اڑتے تھے۔ یہ اسباب تھے جنہوں نے ایجنٹ سے پوشیدہ کا سفر خشکی حد درجے غیر محفوظ
 بنادیا تھا۔ اور انھیں قزاقوں کے متعلق سچی اس نے تفصیل سے ایک ایک کی قوت اور مسافروں
 کے ساتھ بے رحمیوں کا حال سنا کے عقیسی اس کو سمندر کے راستے بھوانے کی کوشش کی۔ لیکن معلوم
 ہوتا ہے کہ عقیسی اس بہت پہلے سے دل ہی دل میں ہر قل حبشی ناموری حاصل کرنے کا جوش
 رکھتا تھا۔ وہ سب سے زیادہ اسی کے نام کی عزت کرتا اور کسی کی بات سے اتنا خوش نہ ہوتا جتنا کہ
 ان لوگوں کی گفتگو سے جو اسکے سامنے ہر قل کے حالات بیان کرتے خصوصاً جنہوں نے اسکو خود
 دیکھا تھا یا اسکے کسی کارنایان کے وقت موجود تھے، غرض مجموعی طور پر اسکے دل کی حالت ایسی ہی
 تھی جیسی کہ زمانہ مابعد میں شمس طاکس کی یہ بات کہتے وقت ہوگی کہ مل شاؤس کا نشان فتح سننے
 ہوتے ساتھی مجھے (ریشک کے مارے) نیند نہیں آسکتی، عقیسی اس بھی ہر قل کا اس درجے قراح
 تھا کہ رات بھر اسی سو رما کی لڑائیوں کو خواب میں دیکھتا رہتا اور دن میں بھی ہر وقت اسی جیسے
 کام کرنے کا جوش ریشک اس کو مشتعل کرتا رہتا تھا۔ اسکے علاوہ ہر قل سے اسکا رشتہ بھی ہوتا تھا
 اور وہ آپس میں جدی تھے۔ کیونکہ اٹھرا، پچی اس اور اکیلیتا بنت لای ہی شمس (pleem na of
 dinidice) کی بیٹی تھی اور یہ دونوں چوڑیا اور ریلوئس کی اولاد میں بھائی بہن ہوتے تھے، آپس میں عقیسی اس نے
 اس نیم دیوتا ستم یونان کی شہزادی ہم نے آگے کہیں اپنے نوٹ میں کر دی ہے۔

اسکو بڑی ناقابل برداشت اور بے عزتی کی بات سمجھا کہ ہر قتل تو ہر کین جا جا کر مجھ کو برا بھلا
 سے پاک کرے اور میں اس قسم کی ہمنوں سے جو خود راستے میں آتی ہوں گریز کروں۔ اور اس طرح
 سمندر کے رستے جان بچا کے بھاگنے میں اپنے باپ کی ذلت کراؤں اور اس کی تلوار اور جوتیاں
 نشانی کے طور پر لے جانے کے علاوہ بڑے بڑے شجاعانہ کارنامیاں دکھانے کا موقع ہاتھ سے
 چھوڑ دوں کہ جن کے کرنے سے میرے صحیح النسب ہونے کی ایک اور عمدہ شہادت فراہم ہو جاتی ہے،
 انہیں خیالات کو دل میں لیے ہوئے وہ اس راہ سے سے چل کھڑا ہوا کہ اپنی طرف سے
 کسی کو نہ چھیڑا جائے لیکن اگر کوئی اور پہل کرے تو اس کی مزاحمت کی جائے اور بدلہ لیا جائے چنگ
 سب سے پہلے ایک مقرر کردہ مقابلے میں اس نے ایسی زوروس کی نواح میں سیر نہیں کیا کہ مارا جو
 اپنے ہاتھوں میں گریز لے رہتا تھا اور اسی وجہ سے کوریٹس یا گریڈر نامی مشہور تھا اور جس نے
 قتل ہی اس کا آگاہ گیر کے سفر میں آگے بڑھنے سے اسے روکا تھا، یہ گریز تھی سی اس کو بہت پسند آیا
 اس نے اسی کو آئندہ سے اپنا ہتیار بنالیا اور اسی طرح اس کا استعمال کرنے لگا جس طرح ہر قتل یہ لکھا
 کہ کو کتنا بڑا جانور اس نے مارا ہے ایک شیر بڑی کھال اپنے کندھوں پر ڈالے رکھتا تھا۔
 تھی سی اس کی بھی یہ گریز اپنے ساتھ رکھنے سے ہی غرض تھی ہوا اگرچہ اس نے بزور چھین لیا تھا
 لیکن اب اس کے ہاتھوں میں آگے ایک ناقابل تخیل شے بن گیا تھا؛
 خاکسارے پوشیدہ کی سمت آگے چل کر اس نے سنس کو جو اکثر انٹاس پیج (Bender of
 کے عرف سے معروف کیا جاتا تھا، اسی طریق سے مارا جس سے کہ وہ پہلے اور دن کی جان لے چکا تھا
 اور یہ کام تھی سی اس نے اس حال میں کیا کہ نہ سلطان دختون کو پیچ دے نہ کی مشق تھی اور نہ اس
 انسان کی ترکیب سیکھی تھی۔ گو یا اس نے دکھا دیا کہ قدرتی شہ زوری ان ساری ترکیب دانیوں
 سے بالا ہے؛ اسی سنس کی ایک غیر معمولی حسین اور خوش قامت لڑکی، پرچی گئی نام تھی اور
 جب اس کا باب مارا گیا اور وہ جان بچا کے بھاگی تو اس کو تھی سی اس نے اور اور تلاش
 کا شروع کیا۔ آخر وہ وہاں آچھوچھا جہاں جھاڑیوں اور بیڑیوں کے ایک گھنے کچ میں

پری گن چھپی بھی تھی اور مصوم بچوں کی طرح گرد گزرا کے اُن جھاڑیوں سے (جیسے وہ اسکی بات سمجھتی ہی تو تھیں!) کہ رہی تھی کہ اگر تم نے مجھے پناہ دی اور میں بچ گئی تو قسم کھاتی ہوں کہ کبھی بھین نہ جلاؤنگی نہ کاٹوگی! لیکن جب تھی سی اس نے اسکو پکارا اور وعدہ کیا کہ وہ اسے کوئی تکلیف نہ پہونچائے گا بلکہ ہمیشہ بہت اچھا بڑا کرے گا، تو وہ باہر آگئی اور بعد میں تھی سی اس ہی سے اسکے ایک بیٹا میلانی پس ہوا، لیکن آخر میں خود تھی سی اس نے اس کی شادی یوری لس، اکالی کی بیٹی دی اوتیس کے ساتھ کر دی۔ ساتی میلانی پس کا جو بیٹا ای اوکس (Hedde) ہوا وہ اور لی لس کے ہمراہ اسکی نوآبادی کاریہ میں چلا آیا تھا اور وہاں تا جب اسکے خاندان میں، جنھیں ای اوکسی (Hedde) کہتے ہیں، رسم چلی آئی ہے کہ انہیں کا کوئی مرد عورت جھاڑیوں یا پونانی بیڑیوں کو نہیں جلاتا بلکہ سب انکی عزت و تقدیس کرتے ہیں کریمونی سوری جسے آتے کہتے ہیں کوئی معمولی اور حقیر دشمن جان نہ تھی بلکہ نہایت زبردست اور خونخوار وحشی درندہ تھی۔ اسکو بھی تھی سی اس نے قتل کیا اور رستہ چھوڑ کر خاص اس سے لڑنے کی خاطر گیا تاکہ یہ نہ معلوم ہو کہ جتنے کار نمایاں اس نے کیے ہیں وہ محض مجبوری اور ضرورت آپڑنے کی وجہ سے کیے ہیں۔ نیز اسکی رائے تھی کہ بہادر آدمی کا یہ فرض ہے کہ فتنہ جو بد معاشوں کی اس وقت گوشمالی کرے جب وہ حملہ آور ہوں، لیکن اعلیٰ درجے کے جو درندے ہیں انھیں جہاں کہیں ملین، ڈھونڈ ڈھونڈ کر مغلوب کرے۔ بعضوں کا قول ہے کہ یہ فی آدریل ایک راہ زن عورت تھی جسین بدکاری اور بے رحمی کوٹ کوٹ کے بھری بھین اور جس کا نام انھیں اعمال زشت اور بد وضعی کے باعث سوری پڑ گیا تھا اور یہی وہ سوری تھی جو تھی سی اس کے ہاتھوں ماری گئی۔

مگر اکی سرحد پر اس نے اسکی ران کو چٹان پر سے گرا کے مارا۔ بہت سے راویوں کا یہی بیان ہے کہ وہ بڑا مشہور ڈاکو تھا اور کسی مسافر کو نہیں بخشتا تھا۔ یہ روایت بھی اسکے ساتھ بعضے اضافہ کرتے ہیں کہ وہ محض سفاکی اور ڈھنائی سے مسافروں کے آگے اپنے پاؤں پھیلا دیا۔

کرتا تھا کہ لو انھیں دھوویا اور جب وہ اس حکم کی تعمیل کرنے تو اسکی ران ایک ہی ٹھوکر کا کر
انھیں چٹان پر سے نیچے سمندر میں پھینک دیتا تو لیکن خود مگارا کے مصنفین اس روایت
کی تردید کرتے ہیں اور سنی ہونی دین کے بقول ہمارے مقدسین سے ایزنے پر کر رہے ہیں
انکی محبت یہ ہے کہ اسکی ران تو بڑے نیک اور اچھے لوگوں کا ملنے والا اور رشتہ دار تھا، اُسے اس
قسم کی رجزی اور زیادتی سے کوئی واسطہ نہیں بلکہ جو لوگ ایسی شرارتیں کرتے وہ اُن کی
سرکوبی کرتا تھا۔ تفصیل اسکی یہ ہے کہ آیا کوس کو تمام یونانیوں نے ہمیشہ ایک نہایت پاک فتنہ برگ
مانا ہے اور کچرلیس سلامتی کو اہل ایجنزادنا ربنا کے پوجا کرتے تھے، اسی طرح پیلوس اور تھان
نام بزرگوں کی خوبیاں بھی کسی سے چھپی ہوئی نہیں ہیں۔ اب یہ اسکی ران کچرلیس کا تو ناماد
ہوتا تھا اور ایکوس کو اُسکی بیٹی منسوب تھی اور پیلوس اور تھان دونوں اسکے گئے لڑاے تھے
لہذا یہ کسی طرح قرین قیاس نہیں کہ ایسے ایسے عالی صفات لوگ اُس سے جو اسقدر بدنام تھا شہ
جوڑین اور ب سے عزیز تھے یعنی بیٹی اُسے دین اور اسکی بیٹی خود لین!، ان لوگوں کی روایت
کے بموجب تھی سی اس نے اسکی ران کو اپنے ایجنز کے پہلے سفر میں نہیں مارا۔ بلکہ اُس وقت قتل
کیا ہے جب کہ اُس نے اہل مگارا کی ایک بستی الیوس، دیو قلیس حاکم شہر کو قتل دیکر، تیغ کی
ایسی ایسی متضاد باتیں اس روایت میں ہیں پڑ

الیوس ہی میں تھی سی اس نے سرکیان ارکیدہی سے کشتی لڑی اور اُسے قتل کیا پھر
تھوڑی دور آگے ایزی نیوس میں دماس نش کو جسکا دوسرا نام ہجر اس نش ہے اُسی طریقے سے
مارا جس سے کہ وہ مسافروں کی جان نکالا کرتا تھا، یعنی اُس کے جسم کو اس قدر بھینچا کہ وہ اسکے
بچھونے کی برابر ہو جائے! یہ کام تھی سی اس نے ہر قتل کی ریس میں کیا تھا جسکا قاعدہ تھا کہ اپنے
حملہ آوروں کو انھیں کے ہتیار یا حربے سے جواب دیا کرتا تھا بعد ازاں تھی سی اس نے بیسیس
کی بھینٹ چڑھا لی، ان تیش کوشتی میں اور گلکوس کو دست بدست لڑائی میں قتل کیا اور
نظمی نس کی کھوبری کے ٹکڑے ٹکڑے کر کے جان لی رکھتے ہیں اسی نے تھی رس کے نام پر

”مٹی سیاسی شرارت، ضرب النمل ہوئی ہے (کیونکہ معلوم ہوتا ہے یہ شخص اپنا سر آزاد کر کے
 دوسرے مسافروں کو اتنا (دھکیلتا اور) دوڑاتا تھا کہ وہ ہلکان ہو کر جان سے گذر جاتے تھے) اور
 غرض اسی طرح مٹی سیاس ظالموں کو سزا میں دیتا پھر اور ان کو اسی زیادتی کا مزاج چلے کر جو دم
 اور دن کے ساتھ کیا کرتے تھے، اُس نے عین منصفانہ طور پر ان کی نا انصافی کا انھیں بدلہ دیا
 جب مٹی سیاس اپنا سفر طے کرنا ہوا دریا سے مٹی سیاس تک آچھوٹا تو قتل لڑائی قوت کے
 بعض اشخاص نے اُس سے ملاقات اور صاحب سلامت کی۔ اور جب اُس نے رسوم تکبیر ادا
 کرنے کی اُن سے درخواست کی جو اُن دنوں رائج تھیں، تو اشخاص مذکور نے پورے تکلف کے
 ساتھ انھیں ادا کیا اور دیوتاؤں کی نذر نیاز چڑھانے کے بعد اُسے اپنے گھر میں دعوت دی اور
 جہان رکھا۔ اور اپنے لطف و مدارات سے پیش آئے کہ اب تک سارے سفر میں اس کے ساتھ نہیں آئی تھی
 ماؤ کروئیں (جسے اب ہیکا ٹومبیان کہتے ہیں) اکی آٹھویں کو وہ ابھڑ پھوٹا اور وہاں کے
 معاملات میں محنت بے نظمی پائی کیونکہ لوگ فرقے بندی اور الگ الگ گروہوں میں منفرق تھے
 اور خود یکجہیں کے گھر میں اسی قسم کی بد مزگیان پیدا ہو رہی تھیں، اس لیے کہ میڈیا کو تھ سے
 بھاگ آئی تھی اور یہ قول قرار کر کے کہ اپنی تدبیروں سے مجھے قابل اولاد بنا دوں گی، وہ اُسی کے
 ساتھ رہنے سننے لگی تھی، سب سے پہلے مٹی سیاس کی اسی عورت کو خبر لگی اور اُس نے
 ایکجیس کو بدظن کر کے آمادہ کر دیا کہ دعوت میں جہان مٹی سیاس نو دار کی حیثیت سے شریک
 ہونے والا تھا اُسے زہر دیدیا جائے۔ میڈیا کے اس کوشش میں بہ آسانی کامیاب ہو جانے کا
 باعث یہ تھا کہ ایکجیس ابھی تک اپنے بیٹے کی صہلیت سے بے خبر تھا، سن رسیدگی نے اس کے
 حسد اور وہم کو بے حد بڑھا دیا تھا اور اپنے ہم وطنوں کی دشمنی اور معاندانہ فرقے بندی سے وہ
 سخت خائف رہ کر رہتا تھا۔ اور مٹی سیاس نے دعوت میں اگر فوراً ہی اپنے تئیں ظاہر کر دینا
 مناسب نہ جانا بلکہ خود اپنے باب کو بچانے کا موقع دیا اور جب میز پر گوشت چنگا تو اپنی تلوار
 نکالی گویا وہ اُس سے کاٹنے کا ارادہ کرتا ہے۔ اس تلوار کو دیکھتے ہی ایکجیس نشانی پہچان گیا اور

دو ایک باتیں پوچھ کر اپنے بیٹے سے بغل گیر ہوا۔ اسی وقت اُس نے رہبر کا پیالہ پھینک دیا اور پھر اپنے تمام شہر یوں کو جمع کر کے علیٰ رؤس الاشداد تھی سی اس کے بتا ہونے کا اعتراف کیا۔ اور لوگوں نے بھی اسکی شہرت غفلت و شجاعت کے باعث ہاتھوں ہاتھ اُسے لیا، وہ جگہ جان پیالہ گر اور رہبر کھرا تھا اب حسب روایت عام دلفینم کے حاطے میں ہے کیونکہ اسی مقام پر ایکس کا مکان واقع تھا اور اسی مندر کے مشرقی سمت عطار د کی جو مورت بنی ہوئی ہے اُسے وہ ایکس کے چائنگ والا عطار د، کہتے ہیں؛

تھی سی اس کے آنے سے پہلے پلاس کے کثیر التعداد بیٹے لبتا خاموش تھے اور یہ امید باندھے بیٹھے تھے کہ لا ولد ایکس کے بعد سلطنت اُغین کے ورثے میں آجائیگی۔ لیکن جب تھی سی اس اتھنڑ پھونچا اور اسکے آئندہ وارث بادشاہی ہونے کا اعلان ہوا تو یہ لوگ نہایت ملیش میں آئے کہ ایکس کے بعد بھی جو خود خاندان شاہی سے نہ تھا بلکہ پہلے بادشاہ پنڈیان کا لے پالک جانشین تھا، ایک نو وارد پر دسی سلطنت کا مالک بنے! پس اُنھوں نے علانیہ علم سرکشی بلند کیا اور اپنی جماعت کو دو حصوں میں منقسم کر کے ایک کو تو گرگش گالون میں چھپا دیا، گھات میں لگی رہے اور دوسرے دتے کو خود ان کا باب مقام سفیس سے لیکر شہر بڑھا تا کہ دونوں طرف سے دشمن پر جا پڑیں، مگر ان کے ہمراہ قصبہ اگش کا ایک نقیب لکھو بھی تھا جس نے انکے تمام منصوبوں کا حال جا کے تھی سی اس سے کہہ دیا اسکا نتیجہ یہ ہوا کہ اُس نے نے الفوج جگہ کر کے پہلے اُن سب کو کاٹ دیا جو گھات میں چھپے بیٹھے تھے، جب یہ خبر پلاس اور اسکے گروہ کو ہوئی تو وہ مایوس ہو کے فرار و منتشر ہو گئے؛

اسی واقعے سے کہتے ہیں قصبہ بلیکین (جہاں پلاس کی اولاد سی) یہ دستور چڑ گیا ہے کہ نہ تو وہ اگنوس والوں سے شادی بیاہ کرتے ہیں اور نہ اپنے نقیبوں کو منادی کرتے وقت یہ الفاظ جو باقی سارے ملک میں رائج ہیں، بکار نہ دیتے ہیں کہ ”اکو اے تی لوی“ (یعنی لوگو! سن لو) گو یا لکھو کی دغا بازی نے اُنھیں اسقدر متفرک و باہک کہ اسکا نام تک سننا گوارا نہیں

اس کے بعد بھی سی اس جسے کچھ کرنے کی دھن لگی ہوئی تھی اور اپنے تئیں ہر دل جز بنانے کا بڑا شوق تھا، ایجنٹ سے روانہ ہوا کہ علاقہ میراٹھان کے سائڈ سے لڑے جس نے ٹر اپولس کے باشندوں کو بہت پریشان کر رکھا تھا یہ آخرین وہ اسپر غالب آگیا اور تختہ نشان سے زندہ بکڑ کر ایجنٹ لایا۔ پھر شہر میں پھرانے کے بعد ڈیفینی اپالو کے نام پر اسکی وہابی چڑھائی۔ اس مہم میں ہیکل نام خاتون کا بھی سی اس کو بلانے اور مہمان رکھنے کا قصہ بھی صداقت سے خالی نہیں معلوم ہوتا، کیونکہ بہت دن تک اس نواح کے اہل دیہات ایک خاص دن جمع ہو کر قربانی چڑھایا کرتے تھے جس کا نام انھوں نے ہیکلسیا رکھا تھا اور اس میں پوٹیری کے لیٹس (Lupitex Necaleus) دیوتا سے انتساب ہونے کے علاوہ ہیکل کا بھی اعزاز یادگار نکلتا ہے۔ اس ہیکل کو وہاں والے تصفیر کر کے ہی کے لین ہی کے لین کہتے ہیں جسکی وجہ یہ ہے کہ بھی سی اس کو دعوت دینے وقت اس کی نو عمری کے سبب خاتون مذکور نے بھی اسے بڑے بوڑھوں کی طرح، اسی قسم کے لطف آمیز تصغیری ناموں سے خطاب کر رکھا تھا۔ اور ہسپت (یا جو پٹر) دیوتا سے منت مانی تھی کہ اگر وہ سائڈ سے لڑ کر بھرت واپس آ تو شکرانے میں قربانیاں چڑھاؤنگی، لیکن وہ بھی سی اس کی مرہبت سے پہلے ہی مرگئی اور اس وقت فیلو کورس کی روایت کے مطابق اسکی مہمان نوازی کے صلے میں بھی سی اس نے حکم دیا کہ اس کا مندر رج بالا اعزاز و احترام کیا جائے۔

ان واقعات کو زیادہ عرصہ نہ گزرا تھا کہ جزیرہ کریٹ یا (قرطیش) سے تیسری مرتبہ ایلچی مقررہ خراج لینے ایجنٹ آئے۔ بنا اس خراج گزاری کی یون بڑی تھی کہ اندر وہیں سرحد امیکا (Attica) یعنی وہ علاقہ جس کا مرکز حکومت یا بڑا شہر ایجنٹ تھا، میں بڑی دغا بازی کے ساتھ قتل کر دیا گیا تھا اور اسی کا بدلہ لینے کی غرض سے اس کے باپ مینوس (شاہ کریٹ) نے ایلجنٹ کے ساتھ ان لڑائیوں کا طویل سلسلہ چھیڑ دیا تھا جن کی بدولت انھیں انتہائی تکالیف جھیلنی پڑیں۔ سپر طرہ یہ جو کہ دیوتاؤں نے بھی ان کے علاقے پامال کرنے شروع کیے اور ایک وبائے سخت کے ساتھ

اس ہلاک قحط بڑا کہ اُن کی ندیوں کے پانی تک سوکھ گئے، اُس وقت اُنھوں نے دیوتاؤں سے شکایت کیا اور یہ جواب پایا کہ اگر وہ مینوس کا غصہ ٹھنڈا کر کے کسی طرح اُسے رضا مند کر لیں تو دیوتاؤں کا قریبی رُک جائیگا اور جن مصیبتوں میں مبتلا ہیں اُن سے جھٹکارایا کہ وہ رحمت و اطمینان بھی حاصل کر سکیں گے، چنانچہ اسی کی تعمیل میں اہل ایجنٹز نے اپنے سفیر بھیجے اور بڑی منت سماجت کے بعد اس فرار اور پرصلح کر لی کہ وہ ہر نوین سال سات جوان لڑکے اور اتنی ہی لڑکیاں بطور خراج کر میٹ کو دیا کریں گے، اکثر مصنفین کا اس تعداد پر اتفاق ہے اور وہ روایت جس میں سب سے زیادہ شاعری صرف کی گئی ہے اس پر یہ افسانہ اور اضافہ کرتی ہے کہ جب یہ ایجنٹزی قیدی کر میٹ چھوٹتے تو بارہ بھول بھلیاں میں وہاں کی چھوڑ دیا جاتے کہ راستہ نہ پاسکین اور سر پٹ پٹ کے مرجائیں اور اُنھیں منوٹر ہلاک کر دیتا تھا۔ منوٹر جیسا کہ پوری سیدش نے لکھا ہے :- اشعار

”دو صورتوں کی ایک مرکب شکل تھی، جس میں انسان اور سانپ کی مختلف خصوصیات ملی چلی تھیں،“

لیکن فلو کو رس کہتا ہے کہ کریمت والے ان کہانیوں کو ذرا بھی درست نہیں مانتے اور کہتے ہیں کہ وہ بھول بھلتاں ایک معمولی قید خانہ تھا جس میں سوائے اس کے کوئی خرابی نہیں تھی کہ وہاں سے قیدی بچ کر نہیں بھاگ سکتا تھا اور اس پختہ قیدی اس بیچ پرچہ زندان میں ایک سال یعنی اسفار سے کی وہ خاص قسم جو یونان میں رائج تھی اور جس کا جواب (ادیکل) قول ربانی یا گمن کہتا تھا۔ اس کے حاصل کرنے کی صورت یہ ہوتی تھی کہ قصبہ ذیقلی میں اپارو دیوتا کا مشہور مندر تھا جس کی مرلیاں کاہنہ عورتوں کا فرض بھی انجام دیتی تھیں اور جب کوئی سائل دیوتا سے کسی شکل میں سے مندر کو کہتا جاتا تو تھیں میں سے ایک مرلی تپائی پر بٹھا دی جاتی تھی اور بھڑکات کی بڑھتی دیکر بچاری لوگ کچھ مندر پر ہتھ چڑھتے بیان تک کہ اس عورت پر ایک خاص قسم کی کیفیت طاری ہوتی اور وہ ایک از خود دہلی کے حکام میں سائل کو دیوتا کی طرف سے جواب دیتی تھی جاکر نہایت پیچیدہ اور منظم ہوا کرتا تھا۔ اسی جواب کا نام کہن ہوا اور اسکے طلب کو کہن کہان کہنے کے معنی

عرصے تک اس واسطے کھے جاتے تھے کہ مینوس نے اندر جلیں مقبول کی یادگار میں لیک
 نمائش کی بنیاد ڈالی تھی اور اس کے کھیلوں میں جو شخص جیتا اُسے یہ قیدی انعام میں دے
 جاتے تھے۔ اتفاق سے پہلی دفعہ جس نے ان کھیلوں میں غلبہ پایا وہ کریٹ کا ایک نہایت
 مقتدر اور قوی ترین شخص تارس نام تھا اور بے شک اُس نے اپنے انعام میں پائے ہوئے
 ایجنزیوں کے ساتھ کچھ اچھا برتاؤ نہیں کیا بلکہ اپنی فطری بے رحمی اور سخت مزاجی کے باعث
 ان قیدیوں سے وہ ہمیشہ بڑے تکبر اور ظلم سے پیش آیا کرتا تھا، اس بارے میں حکیم ارسطو
 کی بھی یہی رائے نظر آتی ہے کہ کریٹ والے ایجنزی قیدیوں کو ہلاک نہیں کرنے بلکہ غلام بنایا
 کرتے تھے؛ کیونکہ حکیم مروج اہل بطنیہ (Bottineans) کی طرز حکومت کے ذکر میں اسی قسم کا
 خیال ظاہر کرتا ہے اور لکھتا ہے کہ قدیم زمانے میں کریٹ والوں کا معمول تھا کہ اپنی ایک منت
 اُتارنے کی غرض سے اپنے ہاں کے کچھ آدمی بطور وقف و تلفی کے مندر کو بھیجا کرتے تھے اور انہیں
 آنے والوں میں بعض اوقات وہ لوگ بھی ملے جُلے چلے آئے جو ایجنزی غلاموں کی اولاد تھے۔
 اور جب ولفی مین انہیں وسائل معاش تنگ نظر آئے تو وہ نقل مکان کر کے پہلے اٹالیہ میں
 جا پئی جیا کے آس پاس جا پئے۔ اسکے بعد دوبارہ انھوں نے ترک سکونت کی اور تھرس میں اُٹھ آئے
 جہاں ان کا موجودہ نام اہل بطنیہ یا بطی پڑ گیا۔ یہی باعث ہے کہ ان کی عورتیں ایک قربانی کے
 موقع پر وہ بھجن گاتی ہیں جو اس طرح شروع ہوتا ہے کہ ”اؤ سکھی ایجنز جلیں، اس واقعے سے ظاہر
 ہوتا ہے کہ ایسے شہر سے لڑائی مول لینا جو شاعری اور فصاحت کا مالک ہو کیسا محذو ش ہے ہنجام
 ایجنزی غلاموں میں ہمیشہ مینوس کی بُرائیاں کی جاتی تھیں اور وہ نہایت بد ذات آدمی دکھایا
 جاتا تھا اور ان چودن کے آگے نہ تو ہی سیڈ کی چلی جو اُسے ”شاہوں کا شاہ مینوس“ کہہ کے
 بجاتا ہے اور نہ جو مگر کی پیش گئی جس نے اُسے ”جو پیر دیوتا کا بے تکلف دوست“ قرار دیا،
 نامک نویس ان سب پر غالب آئے اور اپنے محفوظ تر مودے اُٹھج پر سے انھوں نے، ظالم اور شریر
 بنائے اُس پر ملا متوں کا میٹھ برسا دیا۔ حالانکہ معلوم ایسا ہوتا ہے کہ وہ نہ صرف بادشاہ بلکہ مقن بھی

تھا اور اسی کی ماتحتی میں راجہ اس قاضی ہوا ہے جو اس کے قوانین کے مطابق انصاف و انتظام کیا کرتا تھا۔

القصاب جو تیسری مرتبہ خراج ادا کرنے کا موقع آیا اور قریے کے دوسے، جن جن کے جوان بیٹے تھے وہ کریٹ بھیجے جانے کے لیے چھانٹے جانے لگے تو انہیں کے خلاف تازہ فساد لوگوں میں اٹھے اور اس کی طرف سے اُن کے دلوں میں بڑا رنج اور غصہ پیدا ہوا کہ خاص وہی شخص جس کی بدولت اُن پر یہ کچھ مصیبتیں نازل ہوئیں سزا پانے سے مستثنیٰ ہو جائے۔ اُن کا قول تھا کہ اس شخص کو، جس نے ایک غیر اور حرامی لڑکے کو دارث سلطنت بنا کے اپنا انتظام کر لیا ہے، ہماری صحیح النسب اولاد کے غارت ہونے اور چھٹنے کا کچھ غم نہیں ہے۔ بڑو گویا صحیح النسب اولاد کی قدری نہیں کر سکتا لیکن تھی سی اس پر یہ باتیں اثر کیے بغیر نہ رہیں اور اُس نے اپنے ہموطنوں کی مصیبت میں شریک نہ ہونا سخت نا انصافی جانا اور اپنے تئیں بغیر کسی قرضہ اندازی کے کریٹ بھیجے جانے والوں میں پیش کر دیا! یہ حیرت انگیز شجاعت و ایثار دیکھ کر سب کے دلوں میں اُس کی محبت و احترام کا نقش میٹھا گیا اور جب انہیں نے دیکھا کہ کوئی منت سمجھت یا ترغیب و فحاشی اُسے اپنے ارادے سے نہیں ہٹا سکتی تو مجبور اُس نے باقی قیدیوں کا قریے سے انتخاب کرنا شروع کیا۔ بڑو مگر ہیلانی قس کی اس بارے میں یہ روایت ہے کہ اہل ایتھنز ان نو جوان لڑکے اور لڑکیوں کو چھانٹ کر نہیں بھیجا کرتے تھے بلکہ خود مینوس وہاں آکر انہیں پسند کیا کرتا تھا اور اُسی نے تھی سی اس کو بھی لیجانے کے لیے منعقد کیا تھا۔ اسی کے ساتھ یہ شرط بھی انہیں ملے پانچویں تھی کہ اہل ایتھنز ہی اپنے قیدیوں کے واسطے جہاز فراہم کیا کریں گے اور انہیں کوئی مرد اپنے پاس ہتھیار نہیں رکھ سکیگا۔ نیز یہ کہ جس وقت مینوٹر ہلاک کر دیا جائیگا اُس وقت یہ خراج جاتا بھی بند ہو جائیگا۔

پہلی دونوں دفعہ جب انہوں نے اپنے آدمی بھیجے تھے تو چونکہ ان کی سلامتی یا وہی کی کوئی امید نہ ہوتی تھی لہذا ان کے جہاز پر سیاہ بادباز لگا دیا کرتے تھے جس کا مطلب یہ تھا کہ اب

ان کی موت اٹل اور شدنی ہے۔ مگر اب کے تھی سی اس نے اپنے باپ کی ہمت بدھائی اور اپنی بابت بہت کچھ کہہ سن کر قین دلایا کہ میں منوہر کو بغیر مارے نہ چھوڑ دوں گا۔ چنانچہ اس نے تاج کو سفید بادبان دیدیے اور حکم دیا کہ گرجاڑ کی واپسی کے وقت تھی سی اس صبح سلامت ہو تو اسی کا استعمال کرے۔ لیکن بصورت دیگر وہی بد نصیبی کی علامت یعنی سیاہ بادبان باندھے ڈو سائی مونی دشن کا قول ہے کہ ایجنس نے جازدان کو سفید بادبان کے بجائے

شعر ” قرمزی رنگ کا، ہرے بھرے اوک *
کے تازہ اور چکلیے عرن بن ڈلو کر “

بادبان دیا تھا اور یہی قیدیوں کے بچ جانے کا نشان قرار پایا تھا۔ اس کے علاوہ جازدان یا ناخدا کا نام بھی اس نے فرقلوس بتایا ہے لیکن فیلو کورس کہتا ہے کہ اسکی روس نے جزیرہ سلا میں سے دو آدمی تھی سی اس کے پاس بھجوائے تھے جہین ناشی توں ہتوار چلانے پر تھا اور فیاکس بطور نگران اس کی ماتحتی میں۔ کیونکہ اہل اینفنز اس وقت تک جازدانی کے میدان میں نہیں داخل ہوئے تھے۔ باقی اسکی روس کے آدمی بھیجے کا سبب یہ تھا کہ خود اس کا ہتھیار

رامادہ میں تیس کرپٹ جانے والوں میں منتخب ہو گیا تھا، اس بیان کی تصدیق میں فیلو کورس کہتا ہے کہ اسکی روس کے مندر پاس تھی سی اس نے ناشی قوش اور فیاکس کے دیول ہزار دیے تھے اور سبز نشیہ نام ہتوار بھی اُنھیں کی یادگار میں منایا جاتا تھا۔

الفرض جب کرپٹ جانے والوں کے نام فرعہ اندازی کے روسے چھاننے جا چکے اور سب تھی سی اس کے پاس ماکر جمع ہو گئے تو وہ ڈھکی گھٹی اور ان سب کی طرف سے اپالو دیوتا کے حضور میں عاجزانہ نذر نیا چڑھائی جو ایک مقدس زیون کی شاخ تھی جس پر سفید اون بندھا ہوا تھا ان رسوم عبودیت کو بجالانے کے بعد وہ ماہ نوشیان کی چھٹی تاریخ جہاز میں روانہ ہوا، اور ایک

اوک ایک بڑے درخت کا نام ہے جس کو مذہبی احترام اور رولوہری بن اہل یورپ اسی طرح ماننے رہے ہیں جس طرح ہندوستان میں پیل کو ماننے ہیں ڈو

اہل ایتھنز اپنی کنواری لڑکیوں کو اس تاج ذلیفی پہنے ہین کہ دیوتاؤں سے خرد و برکت کی دعائیں مانگیں۔ یہ بھی روایت کی جاتی ہے کہ ذلیفی پر دیوتا نے اس کو حکم دیا تھا کہ اپنے سمندری سفر میں دینس (زہرہ) دیوی کو اپنا راہ نمائے اور اسی سے اپنی خبر گیری کی دعائیں چاہیے تھی سی اس نے ساحل پر اُس کے نام ایک بکری قربان کی، جو کہ کہنے ہین ایسا ایک ترکی صورت میں بدل گئی جسکا باعث یہ ہے کہ اس دیوی کا نام اپٹ را گیا بھی ہے !

کریٹ چو بچے کے بعد، اکثر قدیم مورخین اور شعرا کی روایت ہے کہ شاہزادی اریادون تھی سی اس پر فریضہ ہو گئی اور اسی نے ایک ڈور کا گولا اُسے دیکر بھول بھلیان کے چکر دار راستوں سے نکلنے کی تدبیر اور ڈور سے کام لینے کا طریقہ بتا دیا، جسکی بدولت وہ بالآخر بھول بھلیا سے باہر نکل آیا اور منو تور کو ہلاک کرنے کے بعد، ایتھنز کی قیدی اور اریادون سمیت واپس جہاز میں روانہ ہو گیا۔ فرسی دیش (Macedonia) یہ بھی اضافہ کرتا ہے کہ چلنے وقت اُس نے کریٹی جہازوں میں چھید کر دیے تھے کہ اس کا تعاقب نہ کر سکیں اور دین لکھا ہے کہ شاہ مینوس کے اضلاع ٹارس کو اُس نے ایتھنز جاتے وقت، عین بندرگاہ کے دہانے پر ایک سمندری مقابلے میں قتل کر ڈالا تھا۔ لیکن فیلو کورس نے اس قصے کو اس طرح بیان کیا ہے کہ شاہ مینوس نے جو سالانہ کھیل مقرر کیے تھے اُن کے آنے پر لوگوں کو پھر ٹارس ہی کے جیتنے کی توقع تھی، پہلی دفعہ بھی اُسی نے یہ انعام اور عزت پائی تھی اور اس بنا پر بہتوں کو اُس سے حسد ہو گیا تھا اُس کا مزاج اور عام اطوار و افعال بھی ایسے تھے کہ لوگوں میں اُس کا اقتدار نفرت کی نظر سے دیکھا جاتا تھا، اس کے علاوہ اُس پر یہ بھی الزام تھا کہ وہ (ملکہ) بے سی فا کے ساتھ بہت بے تحلف ہو گیا ہے۔ اسی لیے جب تھی سی اس نے اُس سے مقابلے کی خواہش کی تو مینوس نے بخوشی مان لیا، اب کریٹ میں یہ دستور تھا کہ ایسے کھیلوں کے وقت غور و نون کو بھی تماشا دیکھنے کی ضرورت اجازت ہوتی تھی، لہذا اس موقع پر اریادون بھی موجود تھی، اور جب تھی سی اس لڑنے نکلا اور بزور بازو سب پر غالب آیا تو وہ اس کی قوت و شجاعت اور مردانہ حسن و جمال کو دیکھ کر اس پر متعجب

ہو گئی۔ خود مینوس، مارس کی اسکے ہاتھوں شکست و رسوائی دیکھ کر نہایت خوش ہوا اور بطبع
 خاطر تمام قیدی اس کے حوالے کر دیے اور اہل اتھنز سے خراج لینا معاف کر دیا، اس واقعے
 کو کلائی ڈیس (demand) نے اپنی خاص طرز میں اور طرح لکھا ہے اور بہت قبل سے
 ایک شائد ائمید اوٹھا کے یون شروع کیا ہے کہ یہ تمام یونان کا ایک متفق علیہ ضابطہ تھا
 کہ کسی مقام سے کوئی کشتی جہین پانچ سے زیادہ آدمی ہوں نہ روانہ ہو سوائے جاسون کے
 جو اگر کو نام ایک بڑے جہاز کا کپتان تھا اور سمندر میں چاروں طرف پھر کر بحری قزاقوں سے
 استعمال پر مامور کیا گیا تھا۔ لیکن جب ڈیڈالوس نام ایک شخص کرپٹ سے بھاگ کر اتھنز
 میں آچھا تو مینوس نے اس ضابطے کی خلاف ورزی کی اور اپنے جنگی جہازوں میں اس کے
 تعاقب کو نکلا۔ مگر اسے میں ایک طوفان آیا آیا کہ اس سے خلاف منشا سسلی لٹنا پڑا اور
 یہیں اس کی زندگی کے دن پورے ہوئے۔ اسکے بعد اس کا بیٹا دیو کالین جانشین ہوا اور
 اہل اتھنز سے لڑائی مول لینے کی غرض سے اس نے انھیں کھلا بھیجا کہ اگر وہ ڈیڈالوس کو
 حوالے نہ کر دیں گے تو تمام اتھنز یون کو جو بطور پرغال مینوس کے پاس بھیجے گئے تھے قتل کر دیا
 جائیگا، مقی سہی اس نے اس غیض آلود پیام کا جواب نہایت نرم لفظوں میں دیا اور عذر کیا
 کہ میں ڈیڈالوس کو (جو اپنی ماں میروپ بنت ازخوس کی جانب سے میراجدی عویز بھی ہوتا
 ہے) حوالے نہیں کر سکتا، ساتھ ہی اس نے خفیہ طور پر ایک بیڑا تیار کرنا شروع کیا جس کا ایک
 حصہ تو قریب ہی ایک گناہ گاؤں تیدی میں جو تمام شاہ راہوں سے علیحدہ تھا، بنوایا
 اور ایک حصہ اپنے نانا مقی اس کی معرفت ٹرین میں کمل کر لیا جس کا مطلب یہ تھا کہ جہانگ
 ہو سکے یہ تمام کارروائی بالکل مخفی رہے، پھر جب یہ بیڑا پوری طرح تیار ہو گیا تو مقی سہی اس
 اس میں بیٹھ کر بلا تاخیر کرپٹ چل پڑا اور اپنی رہ نمائی کے لیے ڈیڈالوس اور دیگر کئی جلاوطنوں
 کو ساتھ میں لے لیا، اور اس کے بندرگاہ پہنچنے کے وقت تک اہل کرپٹ اس کی آمد سے
 اس قدر بے خبر تھے کہ اتھنز یون کے خود اپنے یا اپنے دوستوں کے جہاز سمجھ جاتی کہ مقی سہی اس

بندر گاہ پر قابض ہو گیا اور پھر نہایت عجلت کے ساتھ اپنی فوج انار کے تاسس جا پھونچا۔
جہان بھول بھلیوں کے دروادلون کے سامنے وہ لڑائی ہوئی جس میں دیو کالین اپنے تمام
نگہبانوں سمیت مارا گیا۔ اس کے مرنے کی وجہ سے سلطنت شہزادی اریادون کے ورثے میں
آئی اور اس سے تھی سی اس نے ایک معاہدہ اٹھا کر لیا جس کے رو سے اہل کریٹ اور ایجنزین
دوامی صلح ہو گئی! کیونکہ اس نے کریٹ والوں سے حلف لے لے تھے کہ آئندہ کبھی ایجنزین کے
ساتھ لڑائی نہ پھیرینگے!

ان روایات کے مختلف پہلوؤں کے متعلق خصوصاً اریادون کے بارے میں اور بت
سے باہم متضاد افسانے مشہور ہیں۔ مثلاً بعضوں کا بیان ہے کہ اریادون کو تھی سی اس نے
بے وفائی سے چھوڑ دیا تھا اور اسی غم میں وہ اپنے تئیں بھانسی دیکے مر گئی! ایک قول یہ ہے
کہ جب تھی سی اس نے کسی اور کی خاطر اسے چھوڑ دیا (مصرعہ) ”کیونکہ اگلی کا عشق اسکے سینے میں
بھڑک اٹھا“۔ تو ایجنزین لاجون نے اس دل شکستہ کو جزیرہ نکسوس پہونچا دیا جہاں اس نے
باکوس دیوتا کے بڑے پجاری انار کے ساتھ شادی کر لی! اور جو مصرعہ میں نقل کیا
ہے اس کے متعلق میریاس نگاری بیان کرتا ہے کہ وہ ہی سید شاعر کی تصانیف میں موجود تھا
لیکن پیس ٹرائس نے اس کو اسی طرح نکھو ا دیا جس طرح کہ اس نے ہومر کی نظم ”سلفوازی مردگان“
میں اہل ایجنزین کو خوش کرنے کے لیے یہ شعر بڑھوا دیا تھا کہ

”دیوتاؤں کا پر فوت بننا، تھی سی اس پر ہی تھوس“

ایک اور روایت یہ ہے کہ تھی سی اس سے اریادون کے دو بیٹے ہوئے: ازیوین اور اسٹیلین
اور یہ کہ انھیں کی اولاد میں عیون شاعر بھی ہے جو اپنے وطن چیوس کی نسبت خود ہی لکھتا ہے
کہ (مصرعہ) ”وہ، جسے ایک دفعہ تھی سی اس کے بیٹے ازیوین نے بنایا تھا“ ہر کیف عالم
پر لوگوں کی زبان پر وہی افسانے ہیں جو زیادہ مشہور تھے۔ البتہ اناطوسیہ کا باشندہ پی آن
جو روایت نقل کرتا ہے وہ سب سے الگ ہے۔ کیونکہ وہ لکھتا ہے کہ تھی سی اس کو ایک سمندری

لوہان نے جزیرہ قبرس کے ساحل پر پھونچا دیا تھا اور اس کے ساتھ جہاز پر حاملہ اریاڈن بھی موجود تھی جسے سمندر کے تلاطم نے سخت بے چین کر دیا تھا۔ تھی سی اس نے اس کو کنارے پر اتار دیا اور خود جہاز کو کنارے پر لگاتے کے لیے چلا گیا اس عرصے میں یکایک ہوا کا ایسا شہ جھونکا آیا کہ تھی سی اس سمیت جہاز پھر سمندر میں نہر گیا اور اریاڈن تنہا کنارے پر کھڑی رہ گئی۔ اُس وقت جزیرے کی عورتوں نے اُس کی بڑی خاطر تواضع کی اور جانتک بن بڑا اس تنہائی میں اُس کا غم خفا کرتی رہیں۔ انھوں نے اس کی تقفی کے لیے تھی سی اس کے مصنوعی خط بھی اُسے لالا کے دیے گویا وہ اُس کے دریافت حال کے لیے ابھرتے لکھ رہا ہے پھر وضع حل کا زمانہ قریب آیا تو انھوں نے اُس کی ہر ممکن اعانت کی، لیکن ولادت سے پہلے اُس کا انتقال ہو گیا اور وہ بڑی عزت و کرم کے ساتھ وہیں دفن کر دی گئی۔ اسکے ننھی سی ہی مدت بعد بھی سی اس وہاں آیا اور اس کا مرناسکر نہایت بخیدہ ہوا۔ اور وہاں ہی کے وقت کچھ روپیہ جزیرے والوں کو دے گیا کہ اریاڈن کے نام پر قربانیاں چڑھائی جائیں۔ نیز دو مرد تیار ایک چاندی کی اور ایک پتیل کی اوکی یادگار بنوا دیں۔ اسکے علاوہ، راوی کا بیان ہے کہ اب تک قبرس کے لوگ گوتیس پینے کی دوسری تاج کو، جو اریاڈن سے انساب رکھتی ہے، اپنی قربانیوں میں یہ رسم بھی ادا کرتے ہیں کہ ایک لوکا زمین پر شادیا جاتا ہے اور اپنی آواز اور نشانوں سے ایک دروزہ میں مبتلا عورت کی نقل کرتا ہے، نیز اہل اماٹھوسیہ اُس گنج کو جس میں وہ اریاڈن کا مقبرہ بناتے ہیں، دینس اریاڈن کے گنج سے موسوم کرتے ہیں۔

اس روایت سے بھی مختلف قول بعض نکوس کے مصنفین کا ہے جو لکھتے ہیں کہ منورہ اور اریاڈن نام کی دو دوعورتیں الگ گزری ہیں۔ جن میں سے پہلی اریاڈن کی شادی سی جزیرے میں باکوس کو بچاری کے ساتھ ہوئی اور انھیں سے اس نے فلس نام لڑکا ہوا تھا۔ لیکن دوسری اریاڈن بھی جسے زانیہ ابعد میں تھی سی اس نکال لایا تھا اور پھر چھوڑ بیٹھا تھا، اپنی دایہ کرکینا کو لیکر ہی جگہ چلی آئی تھی اور یہیں فوت ہوئی، چنانچہ وہاں کے لوگ اس کی قبر دکھاتے ہیں۔

اور اس کی بھی پہلی ارباؤن کی طرح پرستش کی جاتی ہے، گو مختلف طریقے سے۔ یعنی پہلی کا ہتوار تو عام خوشی اور مراسم عیش کے ساتھ منایا جاتا ہے۔ مگر دوسری کے نام پر جو قربانیان کی جاتی ہیں ان کی ادائیگی میں سوگ اور بچ کا اظہار کرتے ہیں،

کریٹ سے داپہی کے وقت بھی اسی جزیرہ ڈیلاس میں اوترا اور وہاں کے دیوتا پر قربانیان کرنے کے بعد زہرہ دیوی کی وہ مورتی اس کے مندر میں نذر چڑھائی جو اسے ارباؤن نے دی تھی۔ پھر نوجوان اتھنزوں کے ساتھ وہ بیچ ناچا جو کہتے ہیں، کہ اب تک اس کی یادگار کے طور پر اہل ڈیلاس میں باقی ہے اور اس میں چند مقررہ چکر اور چاک پھیر بان، اُپی بھول بھلیوں کے بیچ بیچ راستوں کی نقل میں، لگانے پڑتے ہیں۔ اور دیکھا جس کی تحریر کے مطابق اس ناچ کو اہل ڈیلاس دکرین، کے نام سے موسوم کرتے ہیں۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ ڈیلاس میں ورزشی مقابلے اور کھیل بھی اسی نام ہی نے رائج کیے تھے اور جیتنے والوں کو ”دپام“، افغان میں دیئے کی رسم اُسی نے شروع کی ہے۔

جب یہ لوگ ایٹیکا کے ساحل پر بھونچے تو وہ اپنی کامیاب مراجعت پر خوشی سے ایسے از خود رفته ہوئے تھے کہ بھی سی اس باجہاز کے ناخدا، کسی کو بھی یہ بات یاد نہ آئی کہ وہ بابوان اوپر لگا دین جو ایکس نے ان کے سلاخی سے واپس آنے کا نشان مقرر کیا تھا۔ اس (دو گزشت) کا نتیجہ یہ ہوا کہ جب ایکس نے وہ نشانی جان بڑ نہ دیکھی تو اسے رنج و مایوسی میں اپنے تئیں ایک چٹان سے گرا دیا اور سمندر میں ڈوب کر مر گیا، اور بھی سی اس نے بندرگاہ فلم پر اترتے ہی قربانیان چڑھائیں جنکی روانہ ہوتے وقت اس نے منت مانگی تھی اور ایک نقیب کو شہر کی طرف دوڑایا کہ اس کے صبح سلامت لوٹنے کی خوش خبری سنائے۔ مگر جب یہ نقیب شہر میں آیا تو اکثر لوگوں کو اس نے بادشاہ کے سوگ میں سخت رنجیدہ پایا، تاہم قدرتی طور پر بہت سے ایسے بھی تھے جو اس کا فرزدہ شکر خوشی سے بھولے نہ سہائے، اسکے خبر مقدم کو دوڑے اور پھولوں کے ہار خوشی میں لگا پھانے لگے۔ لیکن نقیب نے یہ تمام ہار لینے کے بعد اپنے ہتھ پیر لپیٹ لیے اور اسی طرح بھی سی اس

کے پاس لوٹ گیا اور اس وقت تک کہ وہ اپنے مراسم عہدیت سے فارغ ہو خاموش کھڑا رہا کہ بادشاہ انہیں کچھ نخل پڑ جائے، لیکن جب وہ دیوتاؤں کی ناولیہ کر چکا تو نقیب نے بڑھکر بادشاہ کے مرنے کی خبر سنائی جسے سنتے ہی وہ سب کے سب کمال بیخ و سرسبگی کے عالم میں فریاد برپا کر کے شہر کو دوڑے، کہتے ہیں کہ یہی بنا ہے اُن رمون کی جو آج کے دن تک اُسکو فوراً کے تھواریں منائی جاتی ہیں، یعنی نقیب کے بجائے ہمارے اسکے عصا کو بچائے جاتے ہیں اور ناولیہ کے وقت تمام حاضرین (الیو، ایو، ایو، پکارتے ہیں کیونکہ ان بے سنے آوازوں میں سے پہلی تو عام طور پر اس وقت لوگوں کے منہ سے نکلتی ہے جبکہ وہ کسی جلوس فتح میں یا سخت محبت میں ہوں، اور دوسری اُن کے لیے خاص ہے جو کمال بے حواس یا ہراساں اور مضطرب ہو گئے ہوں اپنے باپ کی تجویز و تکفین کے بعد تھی سی اس نے وہ منت، جو اپنا ویلونا سے مانی تھی، ماہ پیا نیپ سیان کی ساتویں تاریخ اتاری۔ کیونکہ اسی دن وہ نوجوان جو کریت سے اس کے ہمراہ بخیریت واپس آگئے تھے باضابطہ شہر میں داخل ہوئے۔ مشہور ہے کہ اس تھواریں دال اُٹانے کی رسم بھی اسی وقت اس طرح پڑی کہ سلامتی سے آجانے والوں نے اُس روز اپنا تمام باقی سامان خوراک ایک پتلی میں چڑھا کر اُبال دیا تھا اور اسے ملکر سب نے کھالیا تھا۔ نیز تھی سی اس نے جوتیوں کی شاخ پر اُون لپیٹ کر دعائیں مانگی تھیں اس کی یادگار بھی قائم رہی اور اب اُس شاخ کو (ایری سیون) کہتے ہیں اور اسکے اوپر تمام قسم کے بھل سا تھہر کھتے ہیں جس سے یہ ظاہر کرنا مقصود ہوتا ہے کہ خشک سالی اور قحط کا خاتمہ ہوا، پھر اسے جلوس میں یہ گیت گایا جاتا ہے

د ایری سیون، لائی کھورین، ایری سیون لائی کھچے
 پائے بھر بھر کے وہ شہد لائی اور جھون پیلنے کو لائی تیل
 شراب تند کا اک بھولا ئی تاکہ پی پی کر سب سرو زمین جاسوین،

لے ناولیہ یعنی (مختص) اس رسم کا نام ہے جو بتوں کو بانی یاد دہ سے نکلانے کی ادا کی جاتی ہیں اور قدیم یونانیوں اور ہندوؤں میں مشترک ہے۔

بعض لوگوں کے نزدیک یہ رسم ہر اکلی قوم کی یادگار میں قائم ہوئی ہے جن کی اہل ایتھنز نے اپنے ہاں لا کر اس طرح دعوت و مہمانی کی تھی، لیکن اتفاقاً اسے اسی پر ہے جو ہم نے اوپر بیان کیا ہے :

جس میں تھی سی اس اپنے ہم وطن ہر ایون کے ساتھ واپس آیا وہ تیس چوک کا جہاز تھا، اور ڈسٹر میں فیلر میں کے زمانے تک محفوظ رکھا گیا تھا۔ کیونکہ جب پرانے تختے بوسیدہ ہو جاتے تو وہ ان کی جگہ نئے اور زیادہ مضبوط شتیروں کے تختے لگا دیتے تھے۔ یہاں تک کہ فلاسفروں کے ہاں یہ جہاز منطقی مباحث و تنازعات کی (جو اشیا کے متعلق پیدا ہوتے ہیں) ایک مثالی حاضر بن گیا تھا۔ کیونکہ اہل منطق میں سے ایک فریق تو یہ کہتا تھا کہ یہ جہاز وہی رہا اور دوسرے کے منقولہ تھا کہ نہیں یہ وہ نہیں رہا !

الفصلہ ۱۔ کوٹوریا، یا ڈیون کا تہوار جسے اب تک اہل ایتھنز مناتے ہیں، تھی سی اس ہی نے جاری کیا ہے۔ کیونکہ اُس نے نہ صرف اُن تمام کنواریوں کو کیا، جو قرعہ کے بموجب منتخب ہو کر کرٹ بھیجی گئی تھیں، بلکہ انہیں دوڑ کے اپنی جان بچان کے بھی شامل کر دیے تھے جن کی صورت بہت کچھ عورتوں جیسی تھی (اگرچہ وہ ہمت مردانہ رکھتے تھے) انہیں تہوار میں لایا اور گرمی اور آفتاب کی تیزی سے بچایا اور اس قسم کے تمام تیل اور اُٹنے ملو اتار لے جو بالوں کو بنانے والا رنگ کو صاف کرنے کے کام میں آتے ہیں اور جن سے جلد زیادہ نرم ہو جاتی ہے اس طرح ایک حد تک اُس نے اُن کی صورت بدل دی ساتھ ہی اچھی طرح لڑکیوں کی رفتار و رفتار کی نقل کیا انہیں سکھائی کہ ان میں اور لڑکیوں میں کوئی فیز نہ ہو سکے۔ پھر اُس نے ان کو بھی عورتوں کی ہم جماعت میں داخل کر دیا جو گریٹ جانے کے لیے چھانسی گئی تھیں، اب اپنی مراجعت پر نہیں دونوں لڑکوں کو ساتھ لیکر اُس نے ایک پُر انز جلاس نکالا اور اس لباس میں گشت کیا جو اب بھی وہ لڑکے استعمال کرتے ہیں جن کے ہاتھوں میں انگوڑ کی شاخیں ہوتی ہیں۔ ان شاخوں سے ان لڑکوں اور باکوس دیوتا کی تقدیس و تحريم مراد ہوتی ہے جو بیان کردہ روایت کی یاد دلاتا

سنائی جاتی ہے یا شاید موسم بہار کی یادگار میں جو ان کے ہاں انگور پھینے کی فصل ہے، ان مراسم اور قربانیوں میں وہ عورتیں بھی شریک ہوتی ہیں جنہیں دب نویری یا طعام بردار کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔ ان ماؤں کی یادگار میں جن کے لڑکے لوکیان قرعہ اندازی کے بموجب بے گئے تھے اور جو گوشت اور روٹی لے لیکر ان کے جاتے وقت اسی طرح دوڑی تھیں۔ اور چونکہ ان عورتوں نے اپنے روانہ ہونے والے بچوں کی ٹسکیں و تشفی کے لیے بہت سے قصے اور آواز سنائے تھے لہذا اس توار میں انکی بھی نقل کی جاتی ہیں اور بہت سی کہانیاں آپس میں کہی جاتی ہیں جو ان تفصیلات کے لیے ہم دین کے رہیں منت ہیں جو

اس موقع پر ایک مقام بھی چھانٹ لیا گیا تھا اور وہاں عقی سہاس کے نام پر ایک مندر تعمیر کیا گیا تھا جس پر قربانیان چڑھانے کے مصارف ان خاندانوں کے دتے ڈالے تھے جنکے افراد قرعہ کے رُوسے کر بیٹ جانے کو منتخب ہوئے تھے اور انکی پھلی ہمان کوازی کے صلے اور اعزاز میں، ان مراسم کی نگرانی عقی سہاس نے خاندان منگڈی کے سپرد کر دی تھی جو

اب اپنے باپ یکیس کی وفات پر عقی سہاس نے ایک حیرت انگیز اور عظیم الشان منصوبہ باندھا اور تمام علاقہ ایمکا کے باشندوں کو ایک شہر میں جمع کر دیا اور ایک بستی کا باشندہ بنا دیا حالانکہ پہلے یہ مقام دیہات میں منتشر تھے اور کسی مشترک مقصد کے لیے بھی یہ آسانی کیجا نہ ہو سکتے تھے۔ یہی نہیں بلکہ اس متفرق آبادی ہونے کی وجہ سے اس میں اکثر باہم تنازعات اور جنگ کی نوبت پھونچ جاتی تھی۔ ان اختلافات کو عقی سہاس نے دیکھ کر یہ فیصلہ فیصلہ خود جاجا کے رفیع کرایا، اسکے بعد جب عوام انکی اوراد نے درجے کے لوگ اسکے ہم خیال ہو گئے تو زیادہ مقتدر لوگوں کو اس نے یہ کہہ کر کے اپنا شریک کر لیا کہ نئی آبادی میں جو حکومت ہوگی وہ مشروطہ یا جمہور کی حکومت بغیر بادشاہ کے ہوگی۔ میں بفضل انکی ہدایت میں سپہ سالار اور حالت امن میں محافظ قوانین کے فرائض انجام دوں گا باقی اور سب چیزوں میں تم میرے برابر کے شریک رہو گے، اس ذریعے سے لوگوں کی ایک کثیر تعداد اس کے ساتھ ہو گئی۔ لیکن جو باقی رہے انہیں بھی اس کی قوت کا خوف تھا جو پہلے سے بہت زبردست تھی

خیزا سکی ہمت اور عزم راسخ سے مرغوب ہو گئے انھوں نے یہی مناسب سمجھا کہ مجبور کیے جانے کے بجائے
 بہتر ہے کہ ہم خود اس کے اتحاد میں شریک ہو جائیں، اسکے بعد تھی سی اس نے وہ سب کچھ بیان کیا اور
 مجالس اور محلات حکومت تڑوا دئے جو الگ الگ انھوں نے بنوا رکھے تھے۔ اور سب کے بجائے
 ایک واحد ایوان مجلس اور قصور حکومت اُس مقام پر تعمیر کرایا جہاں اب شہر کا جنوبی حصہ آباد ہے
 اور اس متحدہ سلطنت کا نام بھی ایجنڈہ قرار دیا اور اُس کی یادگار میں وہ قربانیان اور توار
 جاری کیا جسے پان انجینیا (Pannindia)، یعنی تمام تھری ایجنڈیوں کی قربانی کہتے
 ہیں، اسکے علاوہ ایک اور توار بھی اُس نے قائم کیا ہے جسے مٹی شیا، (مہجرت کرانے کا توار)
 کہتے ہیں اور جو اب بھی ماہ بیکار لوہیوں کی سولہویں تاریخ کو منایا جاتا ہے، یہ ابتدائی امور
 پانچے تو اپنے وعدے کے مطابق اُس نے اپنے شاہی اختیارات سے ہاتھ اٹھالیا اور ایک حکومت
 ملی یا جمہوریہ کی تنظیم و ترتیب میں مصروف ہوا۔ اس مہتمم باشان کام میں آغاز کرتے وقت یوں
 کا مشورہ بھی اُس نے حاصل کیا تھا اور اپنی نئی حکومت اور سستی کے متعلق اُنکھان کو نے پڑوسی
 سے یہ جواب پایا تھا کہ (اشعار)

اے بھتی اس کی بیٹی کے بیٹے !
 میرا باپ (یعنی اپالودیتا) تھاری آبادی کو
 بہت سی سلطنتوں کی قسمت اور نیک و بد کا ہتھ
 بنچتا ہے۔ جاؤ کوئی خوف اور اندیشہ نہ کرو
 یہ بچکنا، ان موجوں پر جو اس کے گرد محیط ہیں
 ضرور ترجائیگا —

یہی وہ ربانی قول تھا جس کو عرضہ دراز کے بعد ایک نبیہ (یا سہل) نے اس طریقے سے اپنی
 کے سامنے ایک مرتبہ دہرایا تھا کہ ”مکن ہے کہ بچکنا غوطہ کھا جائے مگر غرق نہ ہو؟“
 اب بھی ہی اس نے جو شہر کو اور زیادہ وسیع کرنے کا خواہان تھا باہر کے تمام لوگوں کو بھی

اسین آنے اور اہل شہر کے ساتھ مساوی حقوق حاصل کرنے کی صلاح عام دی۔ اور کہا جاتا ہے کہ اس طرح تمام قوموں کے واسطے ایک مشترک حکومت (کومن ویلتھ) تیار کرتے وقت، ان الفاظ کے ساتھ اُس نے اعلان دعوت کیا کہ اے سب لوگو! ادھر آؤ، لیکن باین ہمہ اُس نے یہ گوارا نہیں کیا کہ اس حجم تغیر کی آمد سے جس میں ہر طرح کے لوگ شامل تھے اپنی سلطنت میں بے نظمی اور بے ترتیبی پھیل جائے، اور ان میں کوئی حفظ مراتب قائم نہ رہے بلکہ وہی پہلا شخص ہے جس نے اہل شہر کی تین درجوں میں تقسیم کی یعنی امرا، فرائع، اور صنّاع انہیں امور مذہبی کی نگرانی، مجسٹریٹوں کا انتخاب، قوانین کی منبج و نفاذ، اور تمام دینی معاملات میں ہدایت و رہنمائی، اُس نے امرا کے سپرد کی۔ پھر اس اعتبار سے شہر میں ایک مساوات کامل قائم کی کہ اعزاز میں تو امرا کو اور دن پر فضیلت تھی، مالی لحاظ سے فرائع کو، اور تعداد میں صنّاع کو سب پر فوقیت تھی۔ اور اس بات کی کہ اسطرح کے بقول تھی ہی اس ہی کو غیر اولیت حاصل ہوا کہ اُس نے جمہوری حکومت کو شخصیت پر ترجیح دی اور اپنے بادشاہی اختیار سے بطوع خود دست بردار ہو گیا، معلوم ہوتا ہے کہ ہمور بھی تصدیق کرتا ہے کیونکہ اُس نے اپنے جہازدن کی فہرست میں صرف آئینز یون کو لفظ جمہور سے خطاب کیا ہے تو تھی ہی اس نے اپنے عہد میں سکے بھی سکوک کرایا اور سپر ایکریل کی تصویر بنوائی۔ اس سے یا تو میرا تھان کے سائڈ کی یادگار قائم کرنی مقصود تھی یا تاں اس کے سائڈ کی، جنکو اُس نے مارا تھا اور یا اسکی زمین لوگوں کو زراعت کی ترغیب دینا مضمّن تھا۔ بہر حال اسی سکے کی بدولت یونانیوں میں اولے خیال کی یہ طرز اس قدر عام ہوئی ہے کہ وہ فلاں شے تو بیلوں کی برابر ہے، یا «فلاں شے دس بیلوں کی برابر بھی نہیں!»

اسکے بعد تھی ہی اس نے علاقہ مکارا کو ایک کاسے ملا دیا اور وسطی خاکنا سے پر وہ مشہور تھاراقمیر کیا جس پر دو سطر کا ایک کتبہ کندہ تھا اور ان ملکوں کی حدود بتانا تھا جو اس مقام پر آکر ملتے ہیں، چنانچہ کتبے کے مشرقی پہلو پر تو یہ لکھا ہوا ہے کہ

”پوشیدہ دہان، آسے اونیہ بیان“

اور اس کے دوسرے رخ یہ کندہ ہے کہ

”پوشیدہ بیان، آسے اونیہ دہان“

پھر ہر قل کی رقبہ میں اس نے نمائشوں اور گھڑ دوڑوں کا نیا آئین بھی قائم کیا
اسے آرزو تھی کہ جس طرح اس سورا کے قائم کردہ اولمپک گیمز (برجیس دیونا) کے لوہے
میں منائے جاتے ہیں اسی طرح میری آئین دادہ خاکنہ کی نمائشیں بھی پنچون دیوتا سے
منتساب پاکر یونانیوں میں رائج ہو جائیں نہ کیونکہ اس مقام پر پہلے جو میلہ ملی کرتا (دیوی)
کے نام پر لگتا تھا اسکے لیے رات کا وقت مقرر تھا اور اسی لیے اسکی صورت ایک عام نمائش کا
میلے کے بجائے مذہبی رسم کی سی تھی؛ بعض لوگ کہتے ہیں کہ یہ خاکنہ کا میلہ سب سے پہلے
تھی ہی اس نے مقتول اسکیران کی یادگار میں قائم کیا تھا کہ اس کے قتل کا بدلہ اتر جاے
سبب یہ کہ اسکیران جنگی اس کا نواسہ اور تھی ہی اس کا عزیز قریب ہوتا تھا۔ لیکن ایک اور
قول یہ ہے کہ اسکا نام اسکی ران کے بجائے شیش تھا اور اسی کے اعزاز میں یہ گیمز تھی ہی اس
نے جاری کیے تھے۔

اس کے بجز اسود جانے کے متعلق فیلو کورس وغیرہ مصنفین تو یہ لکھتے ہیں کہ وہ ہر قل کے
ہمراہ ایک متطوع یا (وائٹیر) بکر جنگی عورتوں (امیزن) سے لڑنے گیا تھا اور شجاعت کے صلے
میں ہر قل ہی نے اُسے انٹی اوپ دیدی تھی۔ مگر کثرت تعداد کا، جنہیں فیری سی دشمن
ہیلا ایٹس اور ہیرودورس شامل ہیں، بیان یہ ہے کہ تھی ہی اس ہر قل سے کئی سال بعد خدایا
بیڑا بنا کے بحر کو زمین لے گیا اور وہاں (انٹی اوپ) نام امیزن کو اس نے خود ہی اس پر کیا تھا
یہ قصہ زیادہ قرین قیاس نظر آتا ہے کیونکہ ہمیں اور کہیں امیزن کی گرفتاری کی روایت اُن
ملوہوں سے نہیں ملتی جو ہر قل کے ہمراہ اس کی ہم میں گئے تھے؛ بی آن اس میں یا اور اُن
کرتا ہے کہ امیزن کو گرفتار کرنے میں اس نے ایک کمرے کا کام لیا تھا۔ جسکی شرح یہ ہے کہ جنگی عورتیں

جو طبعاً مردوں کی دلدادہ ہوتی ہیں تھی سیس کے وہاں ساحل جو پھونچنے سے مطلق ناخوش
 نہ ہوئیں بلکہ اس کے جہاز پر انھوں نے تحفہ بھجوائے۔ انکو انٹی اوپ وہاں لائی تھی اور اس کو
 تھی سیس نے جہاز پر بلایا اور اسکے اوپر اتنے پی لنگر اٹھا کے روانہ ہو گیا۔ مینی کریس نام
 مصنف جس نے تحفہ کے شرمیلی کی تاریخ لکھی ہے، اس بارے میں ایک اور روایت یہ کہتا ہے
 کہ انٹی اوپ کو جہاز پر بٹھالنے کے بعد تھی سیس کچھ عرصے تک انھیں ساحلوں پر سمندری گشت
 کرتا رہا۔ اسکے ساتھ جہاز میں تین ایتھنز نو جوان بھی تھے یہ آپس میں بھائی بھائی ہوتے
 تھے اور انکے نام یونیوس، تھی اوس اور سولون تھے۔ انہیں میسرا (یعنی سولون) انٹی اوپ
 پر فریضہ ہو گیا اور بغیر کسی کو خبر کیے اُس نے صرف ایک دلی دوست سے اپنے عشق کا راز بیان
 کیا اور اُسی کو اپنا حال کہنے کے لیے انٹی اوپ کے پاس بھیجا۔ اس تمام عرض معروض پر انٹی اوپ
 نے اُسے بالکل صاف جواب دیدیا، لیکن اس معاملے میں بڑے ربط ضبط سے کام لیا اور کسی شرم
 کی شکایت تھی سیس سے نہیں کی۔ لیکن سولون کو ایسی یا یوسی کی حالت میں سوائے اسکے
 کچھ نہ بن پڑا کہ ساحل کے قریب ایک ندی میں گر کے اپنی جان دیدی۔ اُس وقت تھی سیس
 کو اُسکی موت اور نامزدی کا حال بھی معلوم ہو گیا اور وہ اس حادثے پر نہایت نکلین ہوا۔ اس
 انتہائے ملال میں ڈوبنے کی وہ کہن اُسے یاد آئی جو پہلے کبھی اسے جواب میں ہی گئی تھی اس میں
 پالو دیوتا کی پکار نے اُسے حکم دیا تھا کہ جب کبھی وہ نہایت رنجیدہ اور سخت افسوس کے عالم میں
 ہو تو اُسی مقام پر ایک شہر تعمیر کرے اور اپنے چند ساتھیوں کو اس جگہ کی حکومت دیدے۔ یہی
 بنا پر تھی سیس نے بیان ایک شہر کی بنیاد ڈالی اور دیوتا کے نام پر اسے پتھ اپالیس سے موسوم
 کیا۔ نیز اُس ندی کا نام جو اس نئے شہر کے برابر سے بہتی تھی، بد نصیب سولون کے اعزاز میں
 سولون قرار دیا اور اس کے دونوں پس ماندہ بھائیوں کو وہاں کی عنان حکومت سپرد کر دی۔ ان
 دونوں کے ساتھ میسرا شریک حکومت اس نے ہر مس کو نامزد کیا۔ یہ شخص ایتھنز کے امرا میں سے تھا
 اور اسی سے اب تک ایک مقام شہر میں ہر مس کا مکان کہلاتا ہے اگرچہ بعد میں اعراب کی غلطی سے

وہ ہر س (Hermes) کی جگہ ہر س (Hermes) کا مکان سمجھا جانے لگا جو عطا
 دیوتا کا اسم عربی ہے۔ اور اس طرح اس نامور شخص کا حاصل کردہ اعزاز دیوتا کے پائنتل ہو گیا
 یہی واقعہ (یعنی انٹیروب کا بھگا لانا) اُس حملے کی بنیاد اور اہلی وجہ ہے جو ان جنگ
 عورتوں نے ایکٹا پر کیا اور جس کے حالات سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ کوئی معمولی یا عورتوں کا
 ساحل نہ تھا۔ بلکہ یہی واقعہ کہ انھوں نے خاص شہر کے اندر پڑاؤ ڈالا تھا اور میوزیم کی بہاڑی کے
 سامنے اہل اتھنز سے جنگ کی تھی، ان کی جنگوئی اور فائنڈ تاخت ثابت کرتا ہے کیونکہ یہ
 نہیں کہ نواحی علاقے کو فتح کیے بغیر وہ اسی سینہ زدوری کے ساتھ شہر کے ارد گھس آئیں۔ بات کہ
 اتنا بڑا سفر انھوں نے خشکی میں کیا اور آبنائے باسفرس کو اُس وقت کہ وہ برف سے منجمد تھی
 عبور کر لیا (جیسا کہ ہیلانی فن روایت کرتا ہے) یقین آتی شکل ہے باقی زمین کوئی شبہ نہیں
 کہ ان کا پڑاؤ شہر کے اندر پڑا تھا اور ارد گرد کے مقامات اپنے ناموں سے، نیز مقبولین جنگ اپنے
 نزاروں اور یادگاروں سے اس کی تصدیق مزید پیدا کرتے ہیں: متخاصمین جب پہلی مرتبہ مقابلہ
 میں صف آرا ہوئے تو ابتدا کرنے میں ہر فریق متامل اور مذہب تھا اور عرصے تک ایک خاموشی
 میدان مصاف پر طاری رہی آخر تھی ہی اس نے ایک کٹن یا اہامی حکم کی تعمیل میں خوف دیوتا
 کے نام پر قربانی کر کے لڑائی شروع کر دی۔ یہی جنگ اہ بودرومیان میں ہوئی ہے اور اسی کی
 یادگار میں اہل اتھنز اب تک بودرومیہ نام تو ارناتے ہیں جو کلائی ڈیس جو چھوٹی چھوٹی تباہ
 لکھنے کا بہت شوقین ہے، تحریر کرتا ہے کہ حملہ آوروں کا سینہ اس مقام سے بڑھا تھا جسے اب تک
 امیزونیم کہتے ہیں۔ اور میوزیم سے پیش قدمی کر رہا تھا اور اسی بازو سے اہل اتھنز نے میوزیم
 کے عقب سے نکل کر ان کا مقابلہ کیا تھا چنانچہ جو لوگ اس لڑائی میں کام لائے انکی قبریں وہیں باز
 میں موجود ہیں۔ یہ بازار یا کوچ اُس پھاٹک تک سیدھا چلا گیا ہے جو چیکوڈن سورما کی خانقاہ کے
 پاس واقع ہے اور پتی ایک کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے پھر کلائی ڈیس لکھتا ہے کہ اول اول
 ان عورتوں نے اتھنز یون کو بالکل دبا لیا تھا اور بہت دیر تک مثالانی تھیں لیکن اس وقت بغیر

تازہ لگ بھج گئی جگے تلے نے امیزنون کو اپنے خون تک پسپا کر دیا اور اسی جد و جد میں ان کی کثیر تعداد ماری گئی۔ آخر چار مہینے کے بعد ہیونگ کی ناشی سے (واسخو رہے کہ یہ موت ہوئی) امیزنون کا نام جسے تھی سی اس نے آیا تھا اور شادی کر لی تھی انہی اوپ کے بچے ہیونگ (بتانا ہے) فریقین میں مصالحت ہو گئی، اگرچہ ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ وہ تھی سی اس کے پہلو پہلو ہونے میں ایک تیر سے ہلاک ہو گئی تھی۔ اور زندر اض اولیٰ کے پاس جو منار آ رہا وہ اسی کی یا منگار میں تعمیر کرایا گیا تھا! اصل یہ ہے کہ اتنے قدیم زمانے کے واقعات میں تاریخ کا بے ترتیب اور غیر منظم ہونا کچھ حیرت انگیز نہیں ہے۔ چنانچہ ایک تیسری روایت میں ہم سے بھی بیان کیا گیا ہے کہ انہی اوپ خفیہ طور پر اپنے ہوطنوں کی احانت کرتی تھی اور جو انہیں زخمی ہو جاتا انہیں چاکلس اس کے پاس لگوانی اور علاج کی غرض سے بھیج دیا کرتی تھی اور بہت سی اسکی توجہ سے صحت یاب ہو گئیں لیکن چند اسی حال میں مر گئیں اور انہیں اس نے جس مقام پر دفن کرایا اس کا نام امیزونیم ہے!

مگر یہ بات تو یقینی ہے کہ اس عمارت کا خاتمہ باہمی مصالحت پر ہوا کیونکہ صلح پر جو حلف فریقین نے اٹھائے تھے اس کی وجہ سے اب تک تھی سی اس کے مقبرے کے متصل ایک مقام کا نام ہر کو موزیم ہے۔ دوسرے تھی سی اس کے تھوڑے ایک روز پہلے امیزنون کے نام پر جو بیٹہ چڑھائی جاتی ہے وہ بھی اسی صلح کی شہادت ہے، اہل مگارا بھی تصدیق کرتے ہیں کہ چند امیزنون کی تدفین انکے جیسے میں کی گئی تھی، اسی طرح ان کے بعض مقتولین کا شیر و قیہ میں عمر موڈن ٹالی کے قریب دفن کیا جاتا بیان کیا جاتا ہے۔ اس نام کے اب ہمیں کہتے ہیں اور اس کا ذکر ہم نے دستن کی سوانح عمری میں تحریر کیا ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ خشلی سے گذرتے وقت بھی امیزنون کو روکا گیا تھا کیونکہ اس وقت تک انکی مقد و قبریں سقوط اور سینو سفالی میں دکھائی جاتی ہیں کہ امیزنون کے متعلق اسی قدر حال قابلِ تحریر تھا۔ اور تھی سید نام نظم کے مصنف نے جو کچان جنگی حورتوں کے خرچ کے بارے میں لکھا ہے کہ خود انہی اوپ نے یہ چڑھائی تھی سی اس پر

لا لینے کے لیے کی تھی کیونکہ اس نے فیدرا سے شادی کر لی اور انٹی اوپ کے ساتھ نکاح کرنے سے انکار کر دیا تھا۔ اور یہ کہ وہ ان امینون کو اپنے ہمراہ لائی تھی جنہیں ہر قتل نے قتل کیا، یہ سب نین صریحا افسانہ اور شاعر کی اپنی اختراع کی ہوئی ہیں۔ یہ سچ ہے کہ تھی ہی اس نے فیدرا سے مادی کی تھی مگر یہ واقعہ انٹی اوپ کے بعد کا ہے جو اس سے ایک بیٹا ہوئی تھی (بقول منڈلا)۔ مومن نام چھوڑ کر مرگئی تھی۔ خود فیدرا اور اس کے بیٹے پر جو مصائب گذرے، ڈراما نویسوں نے خوب بالاتفاق یکساں دکھایا ہے اور چونکہ کسی مورخ نے ان کی تردید نہیں کی لہذا ہم ان لینا چاہتے ہیں کہ وہ اسی طرح برہنہ ہو۔

تھی ہی اس کی شادیوں کے متعلق اور کئی روایتیں بھی ہیں اور ہر چند اس کی کئی شادیوں، شریفانہ طور پر کی گئی تھیں نہ واقعات کے لحاظ سے کچھ سادہ کاری ثابت ہوئیں، تاہم انکا کسی زنانی ڈراما میں کبھی ساہل نہیں دکھایا گیا۔ مثلاً، تھی ہی اس ایک ٹریزنی عورت اناکسو کو ہگلا لایا تھا۔ یا اس نے سیتس اور سرکیان کو قتل کر کے انکی بیویوں کی عصمت دری کی تھی۔ یا اور متعدد شادیوں کر لی تھیں۔ پھر اریاڈن کو دغا دینے کا بھی سہرا لزام ہے اور (جیسا کہ پہلے بیان ہوا) اس نازیبا اور نامضفانہ حرکت کی وجہ محض اگلی کی محبت تھی۔ آخر میں، اسکا بدترین فعل، یونان کے ساتھ زنا کرنا تھا جس نے تمام اٹیکا میں جنگ و خونریزی کی آگ مشتعل کر دی اور جو انجام کاہل تھی ہی اس کی جلاوطنی اور موت کا باعث ہوا۔ جس کی تفصیل آگے آئیگی۔

ہیروڈورس کے خیال میں اگرچہ تھی ہی اس کے عہد میں متعدد دلاوران ہم عصر نے مختلف مہمات سر کیں، لیکن خود کو کسی میں اٹکا شریک نہ ہوا، سوائے اس ڈائی کے جو قوم لیبٹی نے سنڈورن کے خلاف لڑی تھی۔ مگر دیگر مورخین بیان کرتے ہیں کہ وہ دوسروں میں اور شریک ہوا تھا اور اسی بنا پر یہ ضرب اٹھائی کہ فلان کام دینے تھی ہی اس کے نہیں ہوا، یا نہ ہوگا۔ اس کے علاوہ تھی ہی اس نے بذات خود جو شاندار معرکے جیتے ان کی وجہ سے وہ کمات چلی کہ۔

”فلان شخص ہر قتل ثانی ہے۔“

جب اداسطس اُن مقتولین کی لاشیں واپس لینے کی کوشش کر رہا تھا چھ شہر تیبہ کے سامنے مارے گئے تو تقی سیاس بھی اس کا شریک سعی ہو گیا، اور ایک باہمی قرارداد اور ضمانت سے اس مقصد میں کامیابی پائی۔ اس بارے میں یوری بیدش ڈرامانوس کا یہ کھانا کہ اُس نے لاشوں کو لڑکر زبردستی حاصل کیا تھا، صحیح نہیں ہے اور مورخین کی بڑی تعداد اس کے خلاف بیان کرتی ہے، فیلو کورس یہ بھی اضافہ کرتا ہے کہ لاشیں واپس لینے کے متعلق یہی پہلا عہد نامہ تھا۔ مگر ہر قتل کے حالات سے پایا جاتا ہے کہ سب سے پہلے اُس نے اپنے دشمنوں کو یہ اجازت دی تھی کہ وہ اپنے مقتولین کو اٹھالیں، پھر حال یوری بیدش کا بیان غلط ہے اور اسکا ہی اس بھی اپنے ڈراما میں اسکی تردید خود تقی سیاس کی زبان سے کرتا ہے۔

تقی سیاس کے دوستوں میں سب سے نامور پریٹوس ہے۔ اور اُنکی اس مشہور دوستی کا آغاز اس طرح پر روایت کیا جاتا ہے کہ جب تقی سیاس کا شہرہ شجاعت سارے یونان میں پھیل گیا تو پریٹوس کو اسکی آزمائش اور بذات خود دیکھنے کا شوق ہوا۔ یہ مقصد حاصل کرنے کے لیے اُس نے تقی سیاس کے بیلون کا گلہ بکڑ لیا اور انھیں میراٹھان سے ہٹکائے لیے جاتا تھا کہ تقی سیاس کے مسلح تعاقب میں آنے کی اطلاع ملی۔ یہ سنکر پریٹوس اس سے مقابلہ کرنے میں پھیر گیا، لیکن جون ہی وہ ایک دوسرے کے سامنے آئے اور نگاہ چار ہوئی، دونوں کے دل میں اپنے حریف کی وقعت و محبت جاگزین ہو گئی اور وہ ایک دوسرے کے حسن و رغبت پر مفتون ہو گئے! اسوقت پریٹوس نے سہقت لی اور تقی سیاس کی طرف اپنا ہاتھ بڑھا کے کہنے لگا اس معاملے میں تمہیں میرے قاصی ہوا اور جو ناوان بھیر ڈالو گے میں بخوشی منظور کر لوں گا۔ لیکن تقی سیاس نے نہ صرف اسکا قصور معاف کر دیا بلکہ التجا کی کد اُس کا دوست اور جنگ کے موقع پر بھائی بن جائے، چنانچہ اسی وقت انھوں نے اپنے عہد اخوت کو قہقہے لکھا کہ مضبوط کیا۔ اور پھر جب پریٹوس کی ڈڈامیا کے ساتھ شادی ہوئی تو اُس نے تقی سیاس کو بھی مدعو کیا کہ اس موقع پر ضرور اس کے وطن آئے اور قوم لغبتی سے شناسائی پیدا کرے۔ اسی قریب میں سنکدر قوم کے لوگ بھی ہمان تھے اور شراب میں پی کر ایسے بدست ہوئے کہ عورتوں کے ساتھ

زیادتیان کرنے لگے جسکا میزبانوں نے فوری انتقام لیا اور بت سون کو اسی مقام پر قتل کر دیئے
کے علاوہ ایک میدانی لڑائی میں بھی مغلوب کیا اور ساری قوم کو اپنے علاقے سے نکال دیا۔ اس تمام
تنازعہ میں تھی ہی اس ابتدا سے قوم یفیتی کے ساتھ رہا اور انکی طرف سے کئی لڑائیاں لڑا، لیکن
ہیروڈوس ان واقعات کو اور طرح بیان کرتا ہے۔ اسکے نزدیک تھی ہی اس یفیتی قوم کے پاس لڑائی
شروع ہونے کے بعد تک نہ آیا تھا۔ اور یہ کہ اسی سفر میں وہ پہلی مرتبہ ہرقل سے ملائی ہوا، جو اپنی تمام
شفقتوں اور دشت نوردیوں کے بعد ٹراچیس میں آرام لینے کے لیے مقیم ہو گیا تھا اس بتی میں تھی ہی
نے اسکو بڑی حیرت اور تلاش سے ڈھونڈ نکالا اور انین ایک دو تار ملاقات ہوئی جس میں وہ ایک
دوسرے کے ساتھ پوری عزت و احترام اور محبت سے پیش آئے، باین مہر زیادہ قابل یقین ہی
جو اور دن نے لکھا ہے کہ وہ ہرقل سے کئی مرتبہ پہلے مل چکا تھا اور ہی کی وساطت سے شہر کیوس
میں ہرقل کی رسم محرم و تقدیس کا آغاز ہوا تھا، جس میں ہرقل کے بعض افعال کی وجہ سے جو اس
جوانی کے زہین سرزد ہو گئے تھے، اول تطہیر و استغفار کر لی جاتی تھی۔

اس وقت جبکہ اس نے ہلین کو جسکی عمر ہنوز شادی کے لائق نہ ہوئی تھی، بھگایا، وہ
پیلانی قس کے بقول، پچاس برس کا تھا بعض مصنفین نے اس بدترین جرم کا الزام خیف کرنا چاہا
ہے اور لکھا ہے کہ خود تھی ہی اس ہلین کو بھگا کے نینن لایا تھا بلکہ ایڈاس اور نسیوس نے اس کی
محبت درمی کی تھی اور پھر تھی ہی اس کی حفاظت میں دیدیا تھا اور اسی بنا پر جب پولکس اور
کاسٹر نے مطالبہ کیا تو تھی ہی اس نے اسے حوالے کر دینے سے انکار کیا، اسی پر خضر نینن، بعضوں
پانٹک بیان کیا ہے کہ خود ہلین کے باپ سڈاس نے اپنی بیٹی اسکی حفاظت میں بھجادی تھی کیونکہ
اسے ایک درخشاں نیا روفرورس کا خوف تھا جو عجب نہ تھا کہ اسے صفر سی ہی میں زبردستی لیجا تا
لیکن سب سے زیادہ یقینی بیان جسکے بہت سے گواہ ہیں حسب ذیل ہے :

تھی ہی اس اور پولکس دونوں ملکر سپارٹہ گئے اور اسوقت کہ یہ کم سن لڑکی ڈی آہا کے
سندھین قس کر رہی تھی، انھوں نے ملکہ کو بکڑ لیا اور فرار ہو گئے۔ اسی وقت سلج سپاہی انکے تعاقب

میں روانہ کیے گئے لیکن انھوں نے صرف نیکیا تک مغرورین کا بچھا کیا اور جب پوچش بہ کی حد طے کر کے حق سہاس اور پریطوس خطرے سے نکل گئے تو انھوں نے باہم یہ قرار کیا کہ ان دونوں میں سے ہلین تو زوجیت میں اُسکو ملے جسکے نام قرعہ پڑ جائے مگر ساتھ ہی وہ اپنے دوست کی بھی ایک اور محبوبہ چاہل کرنے میں اعانت کرے۔ جب قرعہ ڈالا گیا تو وہ حق سہاس کے نام نکلا اور چونکہ ہلین ابھی شادی کے لائق نہ تھی لہذا اُس نے قصبہ افیدن میں اپنے ایک حلیف افیدنوس کے پاس اُسے چھپا دیا، پھر اپنی ماں اتھرا کو بھی وہیں بلوایا کہ اسکی غور پرخت کرے اور افیدنوس سے تاکید کر دی کہ ان دونوں کو بالکل مخفی اپنی نگرانی میں رکھے۔ یہ کام چکا تو وہ اپنے دوست پریطوس کی ہمراہی میں، اسی قسم کی خدمت انجام دیتے، اسپرٹس روانہ ہوا کہ موٹوسی قوم کے بادشاہ کی بیٹی وہاں سے اُڑا لیاے۔ اس بادشاہ کا نام ایدونیس یا بلوٹو تھا اور اسی نے اپنی بیوی کا ہراسرینیا، بیٹی کا کورا اور ایک بڑے کتے کا نام جو اس کے ہاں رہتا تھا، سربہ رس رکھا تھا۔ نیز یہ شرط مقرر کی تھی کہ جو کوئی کورا سے شادی کرنا چاہے وہ اس کتے سے کشتی اڑے جسکے مخلوب کرنے پر اُسکا وعدہ تھا کہ اپنی بیٹی بیاہ دیگا، لیکن پریطوس اور اسکے ساتھی کے ارادوں کا حال اُسپر کھل گیا کہ یہ لوگ شادی کرنا نہیں چاہتے بلکہ اُسکی بیٹی کو بے جبر بھگایا جانے کے ارادے سے کئے ہیں یہ اطلاع پاتے ہی اُس نے ان دونوں کو گرفتار کر لیا اور پریطوس کو تو اپنے کتے کے آگے ڈال کے پھروا دیا مگر حق سہاس کو زندہ قید میں پڑا رہنے دیا۔ اسی زمانے کے قریب مانسٹوس (Menes the Great) نے ایتھنز میں لوگوں کو شہنشاہ دینا شروع کیا۔ وہ پیٹوس کا بیٹا، اورینس کا پوتا اور اڑخٹوس کا پوتا تھا اور تاریخ میں ہی پہلا شخص ہے جس نے عوام الناس کی خدمت لڑائی کو اپنا شعار بنایا اور انہیں ہر دلعزیزی چاہل کرنیکی کوشش کی۔ اُس نے شہر کے اُن بارسوخ لوگوں کو بھی شہنشاہ اور جوش دلایا جو حق سہاس کی طرف سے دل میں کینہ رکھتے تھے اور سمجھتے تھے کہ اُس نے ہمیں اپنی چھوٹی چھوٹی ریاستوں اور حکومتوں سے محروم کر کے سب کو ایک شہر میں بند کر دیا ہے اور اب ہمارے ساتھ ایسا سلوک کرنا ہے جیسے اپنی اہمیت

یا غلاموں کے ساتھ کیا جاتا ہو، دوسری طرف نانش ٹوس نے اپنے بیچے کے لوگوں میں بھی یہ کہہ کر کے شورش پیدا کی کہ جس خیالی آزادی کے دھوکے میں تم بیان آئے نہ وہی ملی اور نہ اپنی ملی آزادی ہی باقی رہی۔ وطن اصلی اور مذہبی مراسم کا چھٹنا اسکے علاوہ ہے۔ اور سب سے بڑا نقصان یہ ہے کہ خود اپنے نیک ل اور بڑے مہربان بادشاہوں کے بجائے تم نے اپنے تین ایک ایسے شخص کی غلامی میں دیدیا ہے جو محض اجنبی اور نووارد پر دہی ہے! اسی ایام میں کہ نانش ٹوس اس طرح لوگوں کو مشتعل کر رہا تھا، اسکی کوششوں کو تقویت دینے کے لیے یہ قدرتی سامان پیدا ہو گیا کہ کاسٹر اور پولکس فوجیں لیکر ایجنٹ پر چڑھ آئے۔ بلکہ بعضوں کا بیان ہے کہ یہ کارروائی بھی خود نانش ٹوس کی سعی و زغیب سے ہوئی تھی۔ بہر حال اول اول ان دونوں نے کوئی معاندانہ روش اختیار نہیں کی بلکہ سادگی سے اپنی بہن ہیلن کا مطالبہ کیا۔ مگر جب شہزادوں نے اسکے متعلق قطعی لاعلمی ظاہر کی تو انھوں نے حملے کی تیاریاں کیں۔ اسوقت نہ معلوم کس طرح، اکیڈمی مس کو یہ راز معلوم ہو گیا اور اس نے حملہ آوروں پر اسکا انکشاف کر دیا کہ ہیلن شہزادہ کی من چھادی کئی ہے، یہی افشاے راز کے باعث نہ صرف زندگی بھر اکیڈمی مس کی ہل پارٹ میں دشمنی بہ لحاظ قومیت لس ڈی موتی بھی کہتے ہیں) قدر و منزلت ہوتی رہی بلکہ عرصہ دراز کے بعد بھی جب انھوں نے ایک بار حملے کیے اور ایجنٹوں کے تمام علاقے تاخت تاراج کر دیے، تو موضع اکیڈمی کو جھکا جاتی ہی اکیڈمی مس تھا، انھوں نے اسکی وجہ سے مطلق برباد و خراب کر دیا، لیکن، دیکھا جس لکھنؤ کے کاسٹر اور پولکس کی فوج میں دو آرکیڈیہ کے باشندے بھی تھے جنہیں سے ایک کا نام ایٹنی میدش اور دوسرے کا میراتھس تھا اور وہ کانون جواب اکیڈمی یا اکیڈمیہ کہلاتا ہے اصل پہلے اسی ایٹنی میدش کے نام پر ایٹنی دیسیہ کہلاتا تھا۔ اسی طرح موضع میراتھان اسکے دوسرے ساتھی کے نام پر آباد کیا گیا تھا، جس نے کسی الہامی قول کے پورا کرنے کی خاطر لڑائی سے قبل خود اپنے تین بھینٹ چڑھنے کے لیے پیش کر دیا تھا، الفیض یہ حملہ آور قبیلہ افیدی کے سامنے چورچو پہلے ایک میدانی لڑائی ہوئی اور اس میں غلبہ پانے کے بعد انھوں نے قبیلہ کو لہ کر کے فوج کر لیا۔ اسی مقام پر کہتے ہیں الیاگس مار گیا تھا مچھا

میں مدفون ہے اور جس سے وہ ان اب تک ایک مقام الیگس کہلاتا ہے، میرا اس نے لکھا ہے کہ اس کا قتل خود تقی سی اس کے ہاتھوں عمل میں آیا۔ اور اس قول کی تائید میں یہ شعر بھی نقل کیا ہے کہ:

”ہو اہنا زہم ہیلین میں، قتل الیگس

افیدنی کے مقابل بدست تقی سی اس“

اگرچہ یہی طرح قرین قیاس نہیں ہے کہ جب افیدنی کی تیغ اور اسکی مان کی گرفتاری عمل میں آئی تو تقی سی اس وہاں موجود تھا۔ غرض جب یہ قصہ فتح ہو گیا تو شہر ایتھنز میں بڑی ہل چل مچی۔ لیکن دانش طوس نے لوگوں کو سمجھایا کہ کاسٹر اور پولکس کی دشمنی صرف زیادتی کرنے والے تقی سی اس کے ساتھ تھی۔ ورنہ اپنے بنی نوع کے دو بچے ہمدرد اور محسن ہیں لہذا شہر کے دروازے کھول کر ان کا خیر مقدم اور دوستانہ خاطر مدارات کرنی چاہیے۔ اور واقعی حملہ آوروں کے طرز عمل نے ان قول کی پوری تائید کر دی۔ یعنی جب وہ شہر پر بالکل قابض ہو گئے تو انھوں نے سوائے اسکے کوئی مطالبہ نہیں کیا کہ ہماری بھی سی طرح تقدیس مذہبی کی جائے جس طرح ہر قتل کی کچا پی ہے کیونکہ شہرے ہمارے اتنا ہی تعلق ہے جتنا کہ ہر قتل کا تھا۔ انکی یہ خواہش بہ آسانی پوری کر دی گئی اور جس طرح ہر قتل کو پائے کیوس نے پسر خوانہ بنالیا تھا انکو افیدنوس نے اپنا بیٹا بنایا۔ پھر ایک نیا نام دیکر لوگوں نے ان کی دیوتاؤں کی حیثیت سے بھی پرستش کی،

بعض لوگوں کا قول ہے کہ تقی سی اس کی ان یہاں سے گرفتار ہو کر اپارٹہ لائی گئی اور پھر ہیلین کے ہمراہ روم سے بھیج دی گئی تھی، اسکے ثبوت میں وہ ہومر کا ایک مصرع پیش کرتے ہیں جس سے انھار کا ہیلین کی خدمت میں حاضر رہنا نکلتا ہے۔ مضرعہ یہ ہے کہ

”لمبی آنکھوں کی کلین اور تقی اس کی بیٹی انھرا“

لیکن اوروں نے اس سے انکار کیا ہے کہ یہ مصرع ہومر کا ہے اور وہ اس فقرہ کو بھی صحیح نہیں مانتے کہ میخوس، دیون اور لاویش کا بیٹا تھا جسکی ولادت پوشیدہ رکھی گئی تھی اور جس کو انھار نے روم سے

پرورش کیا تھا، لیکن ائٹرا کے متعلق اپنی قدیم تاریخ کی تیرہویں فصل میں ائٹرا نے جو کچھ لکھا ہے وہ سب سے الگ ہے۔ اسکا بیان یہ ہے کہ کامی کس اور تیر وکلس نے شاہ پیرس کو قتل کیا اور پیرس کے قریب منسوب کیا تھا مگر پھر نے بڑھکر اہل ریزن کے شہر قبضہ کر لیا اور اسکو برباد کر دیا اور یہیں ائٹرا کو بھی اس بے گرفتار کیا، لیکن معلوم ہوتا ہے کہ بافناہ بالکل بے بنیاد اور غلط ہے، اب یہ واقعہ پیش آیا کہ ہرقل کی اہل مولوسہ کے شہر سے گذرتے وقت وہاں کے بادشاہ نے ہمانی کی اور تذکرہ بھی ہی اس اور پریٹوس کے اپنے ملک میں آنے کا حال بھی بیان کیا کہ وہ کس طرح گورگو بھگانے کے ارادے سے یہاں پہنچے تھے اور پھر گرفتار و سزا پا بھوے۔ یہ سنکر ہرقل کو پریٹوس کی افسوسناک موت اور بھی ہی اس کی پر عقوبت گرفتاری کا نہایت رنج ہوا اور یہ سوچ کر کہ پہلے کی نسبت اب شکوہ و شکایت بیکار ہے اس نے صرف بھی ہی اس کے لیے التجا کی کہ اس سے میری خاطر سے ہائی دیدی جائے۔ چنانچہ بادشاہ نے یہ درخواست اپنی عنایت سے منظور کر لی اور بھی ہی اس آزاد کر دیا گیا وہاں سے چھوٹنے کے بعد وہ سیدھا ایتھنز آیا جہاں ابھی تک اس کے کچھ رفیق موجود تھے۔ پھر شہر کے تمام مذہبی مقامات کو جو خود اسکی یادگار میں تعمیر کیے گئے تھے اس نے ہرقل کے نام سے منسوب کر دیا اور فلوکورس کی روایت کے بموجب سوا سے چار کے سب کے نام بدل کر تھیسیہ کے بجائے ہرقلیہ رکھ دیے۔ لیکن جب اس نے پہلے کی طرح چاہا کہ حکومت قومی میں اسے سرداری کا درجہ دیا جاوے اور وہ عنان نظام اپنے ہاتھ میں لے، تو اسے سخت دشواریوں اور فتنہ بندیوں کا سابقہ پڑا، جو لوگ بد عرصہ دراز اس سے نفرت رکھتے تھے وہ اب اسے بے وقت بھی سمجھنے لگے تھے اور لوگوں کی طبیعتیں عام طور پر ایسی بگڑ گئی تھیں کہ خاموشی سے احکام کی تعمیل کرنے کے بجائے اب وہ متوقع تھے کہ انکی ہر فرض انجام دینے کے لیے خوشامدی جائے، بھی ہی اس کے قول میں انھیں بوجہ مطیع بنانے کا خیال بھی آیا لیکن وہ مختلف گروہ بندیوں سے اور سیاسی منافرت کے نینواؤں عاجز آگیا اور جب دیکھا کہ ایتھنز میں معاملات حسب نشانہ بدہ ہوئی مطلق امید نہیں، تو اپنے بچوں کو اس نے خفیہ طور پر یونین، چالسوزن کے بیٹے ایفونی فور کی نگرانی میں بھیجا دیا اس کے بعد موضع گرگٹس میں اہل ایتھنز کو دل سے بدعاد و بدخیزہ اسکا ہی روں کو روانہ ہو گیا جہاں اسکے باپ نے کچھ زمینیں چھوڑی تھیں اور جہاں

لوگوں سے اُسے دوستانہ سلوک کی توقع تھی۔ وہ جگہ جہاں گرگٹس میں اُس نے بد عادی تھی شکست کھائی
 میں اب تک بانی عہدِ طہارِ ایرانیان یا مقامِ بدعل کے نام سے موسوم ہے، جو اسکا ہی روس میں اُن کی زبان
 لکومیدیش بادشاہ تھا۔ اُس کے پاس تھی سی اس نے جا کر درخواست کی کہ میری زمینیں میرے قبضے میں
 دیدی جائیں کہ اب میں ہمیں سکونت کرنی چاہتا ہوں۔ ایک روایت یہ ہے کہ اُس نے لکومیدیش
 سے اہل ہتھنر کے خلاف اعانت چاہی تھی۔ لیکن لکومیدیش نے یا تو اسکی ناموری کے حسد سے یا
 مانش طوس کی خوشنودی حاصل کرنے کی خاطر اسکی زمینیں دکھانے کے بہانے اپنے ہاں کی سب سے
 بلند پہاڑی پر لیجا کر اُسے سر کے بل دیکھا دیدیا اور اسطرح اسکی جان لی، جنھوں کا بیان ہے کہ وہ کھانا
 کھانے کے بعد حسبِ عادت مثل رہا تھا کہ خود اسکا پاؤں پھیل گیا اور وہ گر کے مر گیا۔ بہر حال اس وقت
 اسکی موت پر کسی نے توجہ نہ کی اور مانش طوس نے خاموشی کے ساتھ حکومتِ ہتھنر اپنے قبضے میں کر لی
 تھی سی اس کے بچے گنام حالت میں پرورش پاتے رہے اور محاربہ بڑا جن میں یعنی نور کے ساتھ شریک جنگ
 ہوئے۔ لیکن جب مانش طوس اس جنگ میں مر گیا تو یہ ہتھنر چلے گئے اور اپنے باپ کی سلطنت دوبارہ حاصل کر لی
 علاوہ اُن اسباب کے جنھوں نے ہتھنر لوگوں کو تھی سی اس کے اوتار بنا کے پرستش پر آمادہ کیا، ایک
 یہ بھی واقعہ یادگار ہے کہ عرصہ دراز کے بعد جب ایرانیوں نے بونان پر چڑھائی کی اور میراتھان کا عظیم الشان
 رن چڑاؤ اکثر سپاہیوں کو یہ یقین ہو گیا تھا کہ انھوں نے تھی سی اس کی مسلح شکل یا (برجھواؤین) کو اس
 شان سے دیکھا کہ انکے آگے آگے دشمنوں پر حملہ آور ہو رہی ہے، اور جب یہ لوہائیاں ختم ہوئیں تو فیلد کے
 زمانہ آ کر نئی میں ڈلیفی کے مندر سے لوگوں نے مشورہ لیا اور دیوتا کی طرف سے حکم پایا کہ تھی سی اس کی
 جڑیاں جمع کی جائیں اور انھیں ایک پاکیزہ مقام پر تبرکات کی طرح شہر میں محفوظ کر دیا جائے، لیکن
 ان ہڑیوں کا پتہ چلنا بہت دشوار تھا خصوصاً جاہل اہل جزیرہ کی وحشیانہ ضد اور دشت طبلان کی وجہ سے
 جیسے جو کرنی بھی مشکل تھی کہ اسکی نعش یا ہڈیاں کس جگہ دفن ہوئیں۔ بالینہ ایک عرصے کے بعد جب کائن نے
 اس جزیرہ کو فتح کیا (جسکی تفصیل اسکی سوانح غری میں مذکور ہے) اور نہایت متنی تھا کہ تھی سی اس کی قبر کا
 ملہ آرک، ہتھنر میں اس حاکم مبادی کو کہتے تھے جو ان کے ہاں ہمیشہ بطور افسر ملے کے منسوب ہوتا رہتا تھا؛

کسی طرح سراغ مل جائے تو ایک دن اتفاقاً اُس نے کسی عتاب کو ایک بلند ٹیکری پر چڑھ کر
 مارنے اور خون سے زمین بھارتے دیکھا۔ اس وقت دفعہ اُسکے دل میں یہ بات آئی، جیسے العام ہونا
 کہ اسی مقام کو کھود کر تھی سی اس کی نعش تلاش کی جائے۔ پھر اس جگہ ایک غیر معمولی جسامت کے
 آدمی کی لاش کفن میں لپیٹی ہوئی ملی جسکے پاس ایک تلوار اور برہمی کا پتلی چھل رکھا ہوا تھا۔ اس
 کو کامن نے اٹھوا کر اپنے جہاز پر رکھوا دیا اور اپنے ساتھ انھیں ایتھنز لایا۔ اس خبر کو سنکر ایتھنز میں بڑی
 خوشیاں منائی گئیں اور تمام اہل شہر جلوس بنانا کے قربانیاں کرتے ہوئے اُس لاش کے استقبال
 کو اس شوق کے ساتھ گئے گویا خود زندہ تھی سی اس کی پیشوائی کو چلے ہیں، اب یہ لاش شہر کے وسط میں
 موجودہ جنازیم کے قریب مدفون ہے۔ اسکا مقبرہ اب تک غلاموں کی اور ان سب ارنے اور بے کے
 لوگوں کی جائے پناہ ہے جو مقتدر لوگوں کے مظالم سے بھاگتے ہیں اور اس یادگار کو تازہ کرتے ہیں کہ
 وہ جب زندہ تھا تو ہمیشہ مظلوموں کی حمایت اور دستگیری کیا کرتا تھا اور کبھی اُن غمزدہ بد نصیب لوگوں کی
 جواکی پناہ میں آجاتے درخواست رو نہ کرتا تھا، سب سے بڑی اور برا حشرام قربانی کا دن جو وہ اوس کی
 یادگار میں کرتے ہیں۔ ماہ پیانہ سیان کی آٹھویں تاریخ ہے۔ کہ اسی روز وہ ایتھنز کی قیدیوں کو لے کر
 کریٹ سے واپس آیا تھا۔ علاوہ ازیں وہ ہر آٹھویں تاریخ اسکے نام پر قربانیاں کرتے رہتے ہیں جسکی
 وجہ یا تو یہ ہے کہ دیو و درس جغرافیہ نویس کے بقول ٹریزن سے اسکی آمد کی تاریخ ہکا تو بمبیاں ہیں
 کی آٹھویں تھی۔ اور یا لوگوں نے یہ تاریخ اسکے لیے اس واسطے مخصوص کر دی ہے کہ وہ پچون دیوتا کا
 بیٹا مشہور تھا اور پچون کی نذر نیاز کا دن ہی تاریخ ہے، کیونکہ آٹھ کا ہندسہ جو پہلے جفت (یعنی دو)
 کا کعب اور پہلے مرتب (یعنی چار) کا ڈگنہ ہے، اسی دیوتا کی زبردست قوت استحکام و استقامت کے
 نشان سمجھا جاتا ہے، اور اسی بنا پر اس کو اسفالیس اور گیو جس کے ناموں سے یاد کرتے ہیں جن
 معنی زمین کو قائم و استوار رکھنے والے کے ہیں۔

رومیولس

(Romulus)

رُومُلُہُ الکبرئے جس کا نام شوکت و جلال کا منظر ہے۔ تاریخ سے نہیں کھلتا کہ کس نے آباد کیا۔ اور کیوں آباد کیا؟ ایک قول یہ ہے کہ قوم پلے سی جی نے جب صحراوردی ترک کی تو وہ اس مقام پر بسے اور اپنی قوم کی برگزیدگی ظاہر کرنے کے لیے بستی کا نام رومہ رکھا (رومہ قدیم لاطینی میں قوت و چہرہ دستی کو کہتے ہیں) بعض مؤرخ کہتے ہیں کہ نہیں۔ یہ غلط ہے۔ بلکہ اصلیت یہ ہے کہ جب پرائی دنیا کا مشہور و معروف شہر ٹروا کے مفتوح ہوا تو جو لوگ موت کے گھاٹ اترنے سے بچے۔ وہ بھاگ بھاگ کر جہازوں میں چھپے اور سمندر میں توکل علی اللہ جد ہرمنہ اٹھا چل پڑے ہوانے ان ہیسکون کی یادوری کی اور یہ بیڑا سمندر کی لہروں سے لڑتا بھرتا ساحل نش کئی پر پھونچا اور وہیں لنگر ڈال دیا یا سمندری سفراء و بھوک پیاس نے تمام مفروین کو مضحل کر دیا تھا خصوصاً عورین بہت ہی تھک گئی تھیں۔ اور اپنی بے سروسامانی سے زیادہ سمندری سفر کو کوس ہی تھیں؛ انھوں نے آپس میں مشورہ کیا کہ کسی ترکیب سے اپنے مردوں کو زمین ہی پر روک رکھیں اور جہازی سفر کا جھگڑا چکا وین پس رومہ نے جو حسب و نسب اور عقل و ذہانت میں اپنی ساری ساتھ والیوں سے متاثر تھی یہ راہ نکالی کہ مردوں کو اطلاع دے بغیر بیڑے کو آگ لگا دی جائے۔ چنانچہ سب نے مل کر یہی کیا۔ اور ہر ایک جہاز میں آگ لگا دی؛ ان کے مرد پہلے تو بہت برا فروختہ ہوئے۔ مگر آخر ہار جھک مار کر اسی نتیجے پر پھونچے جو عورتوں نے سوچا تھا۔ انھوں نے پلائی ام کے پاس اپنے ڈیرے ڈنڈے ڈال دیے۔ اور خلاف توقع بڑی خوش حالی سے بسر کرنے لگے۔ بات یہ ہوئی کہ ملک زرخیز تھا۔ اور اہل ملک مہمان نواز۔ اسی لیے

نئے آنے والوں کی محنت نے بہت جلد انھیں غنی کر دیا، اس طرح کہا جاتا ہے کہ رومہ اس شہر کی بانی ہوئی۔ اور اسی کے نام سے وہ بستی رومہ کہلائی گئی۔ یہ بھی کہتے ہیں کہ عورتوں کا اپنے خاوندوں اور عزیزوں کو بوسہ دینا اسی زمانے کی رسم ہے۔ اور اس کی اصلیت یہ ہے کہ جب نروائے کا بیڑا جلا۔ تو عورتوں نے اپنے مردوں کے غصے کو فرو کرنے کے لیے اسی قسم کے پیار و اخلاص کا برتاؤ کیا تھا، مؤرخوں نے رومہ کے نسب میں اختلاف کیا ہے۔ کوئی کہتا ہے کہ وہ اطالوس اور لوکیوس کی بیٹی تھی۔ کسی کا بیان ہے کہ ہرقل کے بیٹے تلاقوس کی بیٹی اور آئینس یا آئینس کے بیٹے اسکائس کی بیوی تھی۔ بعضوں کا قول ہے کہ رومہ کا بنانے والا آلی سیز اور سرسی کا بیٹا رومانوس ہے، بعض کہتے ہیں کہ رومانوس جو قوم لاطینی کا بادشاہ تھا۔ اور تھلی سے لڑیہ اور لڑیہ سے آلی میں آیا تھا اس نے رومہ میں لوگوں کو نکال کر یہ شہر بنایا ہے، ان اختلافات کا سلسلہ ہمیں تک نہیں ہے بلکہ وہ تمام مؤرخ جن کا قیاس ہے کہ رومہ کا بانی رومیوس ہے وہ بھی رومیوس کے نسب میں منفق نہیں، انہیں سے بعض کا قول یہ ہے کہ رومیوس کے والدین آئینس اور فوربس کی بیٹی ڈکسی تھا تھے اور شیر خوارگی کے زمانے میں وہ (رومیوس) اور اس کا بھائی ریوس آلی میں پیدا ہو گیا تھا اس سفر میں تمام جہاز طوفان سے تباہ ہو گئے تھے مگر صرف ایک کشتی جس میں یہ دونوں بھائی سوار تھے بچ گئی اور جھک لے کھائی ہوئی کنارے آ گئی تھی۔ ان ہی خوش نصیب بچے والوں کے نام پر یہ جگہ رومہ کہلائی۔ اور بعض کہتے ہیں کہ رومیوس اسی رومہ کا بیٹا ہے جس نے نروائے کا بیڑا جلا یا تھا۔ کچھ لوگ اس بات کے قائل ہیں کہ رومیوس کو میترج دیوتا نے اسی سیلا کو بخش دیا تھا۔ ج آئینس اور لیتھیہ کی بیٹی ہے، ان بیانات کے علاوہ کچھ اور قول بھی ہیں جن میں رومیوس کے حسب نسب کا ذکر کیا گیا ہے۔ لیکن یہ بے سرو پا افسانوں سے زیادہ واقعہ نہیں، مثلاً مشہور ہے کہ آلیا کا کوئی بادشاہ ترمیشی تھ جس کا ظالم اور بے رحم گدراہے۔ اس کے سامنے ایک دن ایسا ہوا کہ کچھ ایک صورت آتش دان میں سے نکل کر کھڑی ہو گئی اور کئی دن تک کھڑی رہی جب ترمیشی نے آتش دان سے نکلنے کے سب سے بڑے معبد میں یہ خبر پہنچ کر (اسکمان) یا استخارہ کرایا۔ تو یہ جواب ملا کہ اس

بھوت کو کنواری لڑکی کی بھینٹ دینی چاہیے۔ اس سے ایک لڑکا پیدا ہوگا جو شجاعت و اقبال میں دنیا کے نام آوروں پر فوق لیجا لگاؤ ترشی نش نے اس بات کا ذکر خود اپنی ایک بیٹی سے کیا اور حکم دیا کہ وہ اس بھوت کے پاس چلی جاوے۔ مگر یہ لڑکی اس بات پر رضامند نہ ہوئی اور اس نے اپنی جگہ اپنی خواہش کو بھیجا ترشی نش اپنے حکم کی خلاف ورزی پر بہت جھلایا اور غصے سے ان دونوں عورتوں کو قید میں ڈال دیا۔ وہ انھیں مروانا چاہتا تھا۔ لیکن خواب میں ویتا دی نے اس بات سے منع کیا اور کہا کہ ان کو قید ہی میں ایک کپڑا بننے کی سزا دی جائے۔ اور جب وہ حکم تو اس کو بیاہ دیا جائے۔ مگر ترشی نش اتنی رعایت بھی نہ چاہتا تھا۔ پس اس نے یہ ترکیب نکالی کہ دن بھر میں جتنا کپڑا بنا جاتا۔ وہ رات کو اپنے نوکر و ن سے دوبارہ کھلوادیتا ہو۔

اسی عالم میں اس خواہش کے دو جوڑوان لڑکے پیدا ہوئے جنھیں ترشی نش نے اپنے کسی نوکر مسمی ترانش کے حوالے کیا کہ ہلاک کر دے۔ مگر ترانش نے ان بچوں کو لیجا کر دریا کے کنارے ڈال دیا۔ جہاں ایک مادہ گرگ انھیں آکر رو دھو رہا جاتی تھی اور پرندے ان کو بھرا بھی دیا کرتے تھے۔ ایک ایک گڈریے نے یہ تماشا دیکھا۔ اور ڈرتے ڈرتے دونوں بچوں کو اٹھا کر اپنے گھر لے آیا۔ یہ بچے جب جوان ہوئے۔ تو انھوں نے ترشی نش پر حملہ کیا اور اس پر غالب آئے۔ یہ ہے وہ افسانہ جس پر رتے تھیں نے بیان کیا ہے۔ اور یہ وہ شخص ہے جسے اٹلی کی ایک تاریخ ترتیب دی ہے ہو۔

لیکن وہ قصہ جس کے اکثر حصوں پر کثرت رائے متفق ہے، سب سے اول دیوسلی Dionece نے یونانیوں میں شائع کیا تھا۔ اور نے بی اس کپٹر بھی اس کو مانا تھا۔ معمولی اختلافات کو چھوڑ کر اس کا خلاصہ یہ ہے۔ کہ شاہان آلبا، انیس کی اولاد میں تھے۔ اور ان ہی کی نسل میں بادشاہت نومی ٹر اور ایولیس، دو بھائیوں تک پھونچی۔ ایولیس نے اپنے مال و مناع کو دو حصوں میں تقسیم کرنا چاہا اور ایک حصے میں بادشاہت رکھی اور دوسرے میں تمام زر نقد و جواہرات رکھے۔ نومی ٹر نے بادشاہت اپنی پسند کی لیکن ایولیس جس کے حصے میں روپیہ آیا تھا۔ تھوڑے ہی دن میں سلطنت کا بھی مالک بن بیٹھا۔ کیونکہ فقط ملک سے اس کا بھائی اس کا مقابلہ نہ کر سکتا تھا۔ نومی ٹر

کے ایک بیٹی بھی تھی جس کا نام ایلیم یا ریتیا۔ یا سلویہ تھا۔ ایمولیس ڈرک کہ کین اس لڑکی کی آئینہ
اولاد حریف سلطنت نہ ہو۔ پس اُس نے اُس کو حکماً مڑی بنوا دیا۔ تاکہ وہ مدۃ العمر کنواری رہے
مگر کچھ زیادہ مدت نہ گذری تھی کہ یہ لڑکی حاملہ پائی گئی۔ جو مذہبی قانون کے سراسر خلاف تھا
اور جس کی سزا موت تھی۔ بے شبہ سلویہ ان تمام عقوبتون اور اذیتوں کا شکار ہوتی اگر خود بادشاہ
کی بیٹی اپنے باپ سے سفارش نہ کرتی؛ تاہم اتنی سزا ضرور دی گئی کہ سلویہ کو حراست میں لے لیا گیا
اور لوگوں سے ملنے جلنے کی ممانعت کر دی گئی تاکہ اُس کے ہاں بادشاہ کی بے خبری میں بچہ نہ ہو جائے
جب حمل کے دن پورے ہوئے تو سلویہ کے دہچکے پیدا ہوئے، جو حسُن اور قد و قامت کے لحاظ
بالکل غیر معمولی تھے؛ اب ایمولیس اور بھی ڈرا اور اس نے اپنے ایک نوکر کو حکم دیا کہ انھیں جنگل میں
پھینک آئے۔ اس شخص کا نام فاسکولس بیان کیا جاتا ہے۔ بعض کہتے ہیں نہیں۔ فاسکولس تو
وہ شخص ہے جس نے اُن کی پرورش کی۔ غرض وہ جو کوئی بھی ہو ان معصوم بچوں کو ایک شے میں کھکھ
دریا کی طرف پھینکنے کو چلا۔ لیکن دریا چڑھاؤ پر تھا اور اُس کے غرائے نے اُسے اس قدر دہشت زدہ
کیا کہ پاس جانے کی جرات نہ ہوئی اور وہ بچوں کو کنارے پر ڈال گیا۔ دریا نے بڑھ کر شے کو بہا دیا اور
ہاتے ہاتے ایک قطعہ زمین پر پہنچا دیا۔ جسے اب سرائس کہتے ہیں۔ یہ جگہ پہلے جرائس کہلاتی تھی
اس کی اصل غالباً جرائس ہے۔ جس کے معنی ہیں دو بھائی؛

اس مقام کے قریب ایسا ہوا کہ ایک بیڑ کچھ رکا اگا جسے اب تک رومی نالس کہتے ہیں۔ اور
عوام میں شہور ہے کہ یہ نام رومیولس ہی کی وجہ سے رومی نالس ہوا ہے؛ مگر دوسری وجہ تسمیہ
اس کی یہ ہے کہ اسکے سائے میں بھیڑ بکری گائے بھینس دھوپ سے بچکر آ بیٹھتے تھے اور جنگالی
کرتے تھے جسے اطالین زبان میں رومی نے ٹنگ (Ruminating) کہتے ہیں؛ لیکن
ان سب سے بہتر وجہ تسمیہ لفظ رُوما معلوم ہوتی ہے جس کے معنی تھن کے ہیں۔ گمان غالب ہے کہ
رومیولس اور آئیس نے جو مویشی کا دودھ بیکر بیان پرورش پائی تو جگہ کا نام بھی تھن کے دودھ
کی مناسبت سے رومی نالس ہو گیا۔ کیونکہ ایک دیوی بھی اسی وجہ سے رومی لیا کہلاتی ہے

کہ وہ شیر خوار بچوں کی پالنے والی ہے اور اب بھی اس پر قربانی جو چڑھائی جاتی ہے اس میں شراب کی جگہ دودھ لٹھہاتے ہیں؛

المختصر یہ بچے بیان تک دریا کے بہاؤ سے بھونچ گئے اور بین انھیں ایک مادہ گرگ دودھ پلاتی تھی اور کٹھ پھوڑا ان کو بھرا جاتا تھا؛ یہ دونوں جانور میخ دیوتا کے بیڑ میں اور کٹھ پھوڑا کی تو اب تک اٹلی والوں میں تقدیس و عبادت ہوتی ہے؛ اس طرح گویا بچوں کی مان کا کنا کرسی نشین ہوا کہ یہ بچے میخ کی اولاد ہیں؛ پھر بھی بہت سے لوگ اس بات کے قائل نہیں وہ کہتے ہیں کہ یہ بہانہ تو امیولیس نے گھڑ لیا تھا اور وہ خود ہی مسلح ہو کر سلیویہ سے ہم بستر ہوا تھا اگرچہ اس بیچاری کو یہی یقین آگیا کہ یہ اپنی کن کے مطابق سچ سچ میخ دیوتا ہے؛

ایک دل چسپ روایت یہ بھی سننے میں آئی ہے کہ مادہ گرگ سے پرورش پانے کی صلیت کچھ نہیں مگر بچوں کی اتنا کا مبہم نام۔ کیونکہ لاطینی میں مادہ گرگ کے لیے جو لفظ ہے (یعنی ٹوپی) ان بچوں کو بالاپو سا وہ بھی کچھ اسی قسم کی عورت تھی۔ رومی لوگ اب بھی اس عورت کے نام پر قربانیاں چڑھاتے ہیں اور اس تو ارکانام لارنٹین ہے؛ اسی سلسلے میں یہ بھی لکھ دینا چاہیے کہ اس نام کی ایک دوسری عورت بھی گزری ہے جس کی توفیر و تقدیس کی جاتی ہے؛ اس کا قصہ یوں ہے کہ ہرقل دیوتا کے پجاری کو ایک دن خالی پیٹھے بیٹھے یہ سوچھی کہ او دیوتا سے ایک بازی چوس کر بد رکھیلین۔ اور جیت میں کوئی قیمتی تحفہ اس سے حاصل کریں۔ لیکن اگر دیوتا جیت جا تو اس کے لیے عمدہ عمدہ کھانے پکانے کے علاوہ ایک حسین عورت بھی پیش کی جائے؛ چنانچہ بازی بھی اور کھیل شروع ہوا۔ اتفاق دیکھو کہ پجاری صاحب کا ہریانہ اونڈھا پڑا اور دیوتا کی بازی جیت گئی؛ شرط کا ایفا ضروری تھا اس لیے پجاری نے دیوتا کے لیے دسترخوان بچھانے کے علاوہ لارنٹیمہ کو جو اس وقت کمال حسن پر تھی روپیہ دیکر دیوتا کی خدمت کے واسطے منتخب کیا اور پلنگ بچھا کر مندر میں اس کو تنہا بند کر دیا جیسے حقیقت میں دیوتا آنے والا تھا۔ کہتے ہیں

کہ اسکا یہ سامان فی الواقع بیکار نہ گیا، بلکہ سچ مچ دیونا لارنشیہ کے پاس آیا اور اس کو حکم دے گیا کہ صبح دم منڈی میں جو شخص سب سے پہلے نظر پڑے اسی کو سلام کر کے اپنا دوست بنالے، چنانچہ اسی ہدایت کے مطابق اس کی شناسائی منروئیس سے ہوئی جو ایک من اور خاصہ دولت مند آدمی تھا اور تجربہ میں اپنی زندگی بسر کرتا تھا۔ وہ لارنشیہ کے ساتھ بہ محبت پیش آیا اور مرنے وقت سارا مال منالہس کے نام چھوڑ گیا۔ اور لارنشیہ نے اس کثیر دولت کو اپنے وصیت نامے میں لوگوں کے لیے وقف چھوڑا اور خود، کہتے ہیں کہ عین اس جگہ جا کے غائب ہو گئی جہاں کہ پہلی لارنشیہ مدفون تھی یہ جگہ ولاہرم کہلاتی ہے اور اب تک اہل روم اس کو متبرک سمجھ کر وہاں نذر نیا زچرہاتے ہیں؛

اب ہم اصل قصے کی طرف مراجعہ کرنے ہیں کہ یہ دونوں بچے فاسٹولس کے ہاں جو امیولس کے مشورچرانا تھا پرورش پاتے رہے اور کسی کو اس بات کی خبر نہ ہوئی؛ البتہ بعضوں کا یہ کہنا فرین قیاس معلوم ہوتا ہے کہ نومبر اس راز سے آگاہ تھا اور خفیہ طور پر ان کی زمینیں اپنے نواسوں کی کامداد کرتا رہتا تھا۔ کیونکہ سنا ہے ان کی تعلیم باقاعدہ گلابی کے مدرسے میں ہوئی تھی اور وہ تمام امیرانہ فنون سے اچھی طرح واقف تھے۔ ان کثماں جیسا کہ ہم لکھ چکے ہیں اسی وقت سے رومیولس اور ریسس پر پڑ گئے تھے، جب سے کہ فاسٹولس نے انھیں مادہ گرگ کا دودھ پیتے دیکھا تھا؛ شیر خواگیاری میں ان کا حسن اور قد و قامت ان کی عالی نسی کے گواہ تھے اور بڑے ہوسے تب بھی جو کام وہ کر سکتے تھے دوسرا نہ کر سکتا تھا۔ اور ان کی ہمت اور بہادری سارے میں مشہور تھی؛ مگر رومیولس جو کام کرتا تھا اس کو بہت سوچ بچار کے اور لوگوں سے مشورہ لینے کے بعد کرتا تھا، نیز اس کی طرز سے معلوم ہوتا تھا کہ وہ حکومت اٹھانے کے لیے نہیں حکومت کرنے کے لیے پیدا ہوا ہے، چنانچہ ان دونوں کے ساتھی اور مہربانے تو سب ان سے محبت اور عزت سے پیش آتے تھے مگر بادشاہی چیرا سی برقدار یا کپہری کے ملازم ان کی نظروں میں بالکل معمولی اور انہی جیسے آدمی تھے اس لیے جب یہ لوگ حکومتیں جتاتے تو ان لوگوں کو ان سے الٹی نفرت ہوتی تھی اور وہ ان کی کوئی بات نہ مانتے تھے؛ وہ دونوں سستی اور کلابی کو بھی پاس نہ بٹھکنے دیتے تھے اور اچھے اچھے دوزدھوپ کے کھیل کھیلتے رہتے تھے

گنجی چورون کو پکڑنے غصے کبھی فدا توں سے مقابلے کرتے تھے اور کبھی مظلوم کمزوروں کی حمایت
 میں ظالموں سے لڑتے تھے۔ اس طرح دونوں کی بہت ناموری ہو گئی تھی، ایک مرتبہ ایسا
 اتفاق ہوا کہ نیو میٹر اور امیولیس کے چرواہے آپس میں لڑ پڑے۔ اور جب نیو میٹر والے اپنے
 حریفوں کے مویشی ہینک کے لیجانے لگے تو امیولیس کے آدمیوں سے انہیں رو میولس اور رئیس
 بھی شامل تھے برداشت نہ ہوئی بلکہ انھوں نے حملہ کر کے سارے خاندان سے چھین لیے اور اس
 کو مار مار کے بھگا دیا، یہ خبر نیو میٹر کو پہونچی تو وہ بہت جھلایا مگر بیان کسی کو پر د بھی نہ ہوئی بلکہ
 سب چرواہے خاصی طرح سرکشی پر آمادہ ہو گئے اور ایک جماعت بہت سے کنگلون اور بگورے
 غلاموں کی جمع کی، مگر سوا اتفاق سے یہ ہوا کہ رو میولس تو کچھ مذہبی رسوم اور قربانیان ادا کرنے
 میں لگا ہوا تھا جن کا وہ طبعا شائق تھا اور اُدھر رئیس تین چار ساتھیوں کے ساتھ باہر گیا ہوا تھا کہ
 نیو میٹر کے نوکروں کا رئیس سے آمنا سامنا ہو گیا، وہ تعداد میں زیادہ تھے، ٹوٹ کے گرے اور
 تھوڑی سی لڑائی کے بعد رئیس کو پکڑ کے اپنے آقا پاس لے گئے کہ یہی شخص فساد کی جڑ ہے، اب
 نیو میٹر کو یہ اندیشہ پیدا ہوا کہ اگر میں بطور خود سزا دیدوں تو کہیں میرا بھائی امیولیس نہ ناراض ہو جا
 پس وہ اپنے بادشاہ بھائی کے پاس پہونچا اور اس کے نوکروں کے تڑدو سرکشی کی شکایت کر کے
 چاہا کہ وہی رئیس کو سزا دے، اور لوگوں نے بھی اس واقعے کو نیو میٹر کی ہتک سمجھا تھا وہ سب اس کے
 موافق تھے اس لیے امیولیس کو سواے اس کے کچھ دین پڑا کہ اپنے بھائی کو کامل اختیار سرکشوں کی
 سزا دیدے، رئیس دوبارہ نیو میٹر کے ساتھ اسکے مکان پر لایا گیا مگر ان واقعات سے اس پر مطلقاً
 کوئی ہراس طاری نہ ہوا تھا وہ ویسا ہی بے خطر ڈنکھڑا تھا اور اس کے قدرتی حسن و جمال کو اس کی
 جلالت و صولت ڈگنار ہی تھی، اس قدر کہ نیو میٹر بھی اس سے متاثر ہوے بغیر نہ رہ سکا اور جب
 اس کے اور قہے جرأت و بہادری کے سنے اور غور سے اس کے شجاعت آثار منور چہرے کو دیکھا تو
 از رہ احتجاب پوچھنے لگا کہ سچ بتاؤ تم کون ہو اور کس خاندان سے تعلق رکھتے ہو جب رئیس کی ہمت
 بڑھ گئی وہ کہنے لگا کہ میں تم سے جو صلیت ہے وہ بے کم و کاست ظاہر کر دوں گا کیونکہ تم مجھے امیولس

سے زیادہ شاہانہ مزاج کے شہزادے معلوم ہوتے ہو اور مجھے سزا دینے سے پہلے چاہتے ہو کہ تھوڑی بہت تحقیقات بھی کر لو۔ بات یہ ہے کہ پہلے تو ہم (ہم سے مراد مین اور ریر جو ڈوان بھائی ہیں) اپنے کو فاسٹولس اور لارشیہ کی اولاد سمجھتے رہے لیکن اب بیان قید ہونے سے ذرا پہلے ہم نے عجیب عجیب باتیں اپنے بارے میں سنی ہیں جو کچھ تعجب نہیں کہ آج ابھی طرح سے کھل جائیں۔ کہتے ہیں ہماری پیدائش بالکل مخفی ہوئی تھی اور ہم ناندین دریا کے کنارے پڑے تھے مادہ گرگ جہن دودھ پلاتی تھی اور کٹھ بھڑا انکر کم کو بھرا جاتا تھا۔ چنانچہ یہ ناندی بھی تک برنجی پتیوں میں جڑی ہوئی موجود ہے گوان پتیوں پر جو کتبہ ہے وہ اب پڑھا نہیں جاتا مگر ممکن ہے کہ ہمارے مرنے کے بعد یہ نشانیاں ہمارے والدین کی پہچان میں آئیں؟

نیو مٹرنے جو یہ باتیں سنیں اور اپنے دل میں تاریخ مائی تو شبہ قوی ہو گیا اور وہ اب اس فکر میں ہوا کہ کسی طرح اپنی بیٹی سے (جو ہنوز قید میں تھی) ان تمام معاملات کے متعلق بات چیت کرنا اُدھر کی سنیے کہ فاسٹولس نے جو بیس کی گرفتاری سنی تو بھاگا ہوا اردیولس کے پاس گیا کہ جس طرح بنے اس کے بھائی کو رہا کر اے اور اسی وقت اُس نے انکی پیدائش اور پرورش کا حال بھی صاف صاف سنا دیا۔ پہلے بھی اشارہ ایسی باتیں بنا چکا تھا جن سے سمجھدار آدمی بہت کچھ نتائج پیدا کر سکتا ہے لیکن اس موقع پر اس نے سب باتیں کھول دینے کا ارادہ کر لیا اور وہی ناندیاں منکا لیکر نیو مٹرن کے پاس دوڑا گیا کہ کہیں اس کے پھر بچے سے پہلے رئیس قتل نہ ہو جائے لیکن شاہی محل کے دروازے پر جب سپاہیوں نے اُسے روکا اور سوال پر سوال کرنے شروع کیے تو وہ نہایت سراپا اور درق ہوا حتیٰ کہ وہ ناندی بھی جسے وہ چھپاے ہوئے تھا ان پر ظاہر ہو گئی۔

اتفاقاً ان سپاہیوں میں ایک شخص وہ بھی تھا جو بچوں کے پھینکنے میں شریک تھا اسکی وہ ناندی دیکھی ہوئی تھی وہ فوراً تارگیا کہ کچھ نہ کچھ دال میں کا لا ضرور ہے چنانچہ اس نے بادشاہ کو اطلاع دی اور فاسٹولس کو بھی پکڑ دھکڑ کر اس کے روبرو پیش کر دیا۔ بچارے فاسٹولس کی جان اب بڑی مشکل میں پھنسی۔ نہ تو وہ آنا بھاہری تھا کہ مطلق خوف زدہ نہ ہوتا اور نہ وہ اس قدر بودا تھا کہ آسانی

راز افشا کر دیتا، اتنی بات تو اُس نے ضرور ظاہر کر دی کہ وہ بچے زندہ سلامت ہیں لیکن اس کے آگے یہ حاشیہ چڑھایا کہ اب وہ بیان سے بہت دور دراز مقام پر گریاں چراتے ہیں، اور اپنی نسبت کہنے لگا کہ میں تو صرف یہ ناند الیا (یا سلویہ) کے دکھانے کے لیے لے جا رہا تھا کہ اُسے بہت اُردو اس کے دیکھنے بھانے کی لگی ہوئی تھی، تاکہ کچھ نہ کچھ امید اپنے بچوں کی سلامتی کی ہو جا سکے۔ جو لوگ گنہگار ہوتے ہیں وہ غصے یا ڈر میں کام بھی گھبر کر اوندھے سیدھے کرنے لگتے ہیں۔ چنانچہ ایسا ہی کچھ حال امیولیس کا ہوا۔ کیونکہ اُس نے نیومٹر کے پاس جس شخص کو بچوں کے دریا حال کو بھیجا وہ نیومٹر ہی کا دوست دار اور ایک شریف طبیعت امیر تھا۔ اُس نے جوا کر دیکھا کہ برس اپنے بچے ہوئے نانا سے ہم آغوش ہو رہا ہے تو خود بھی ساری صلیت کو پا گیا اور اسی نے شریک حال ہو کر انھیں صلاح دی کہ جو کچھ کرنا ہے فوراً کرنا چاہیے، اور واقعی وقت اتنا تنگ تھا کہ آپ مزید توقف نہایت مخدوش تھا خصوصاً اس لیے بھی کہ اس اثنا میں رومیوس آگے بڑھا اُڑ رہا تھا اور بہت سے لوگ جنھیں امیولیس سے نفرت تھی اس سے جا جا کے مل رہے تھے علاوہ انہیں خود وہ اپنے ساتھ ایک بڑا گروہ لایا تھا جن کی تلوٹو آدمیوں کی کپینان تھیں اور ہر ایک کے افسر میں بوجھندے تھے ان میں کپڑے کی جگہ بانسوں پر ٹہنیاں باندھی تھیں۔ ٹہنیوں اور جھاڑیوں کے جھنڈ کو لاطینی لوگ مانی پوکی کہتے ہیں اور اسی لیے اس وقت سے کپتانوں کو بھی مانی پو لاری کہنے لگے۔ اب ریمس تو اندر سے شہر والوں کو بغاوت پر اُکسار رہا تھا اور رومیوس باہر سے حملوں پر چلے کر رہا تھا، امیولیس بالکل اس موقع پر گھبر گیا اس کے ہاتھ پاؤں بھول گئے اور اسی بدحواسی کی حالت میں گرفتار ہو کر مارا گیا، یہ ہے وہ قصہ جس کا بیشتر حصہ فے بیس اور دیوسکی کی تاریخوں سے ماخوذ ہے، رومیوس کی بنیاد اور آبادی کا بیان سب سے پہلے انھیں نے کیا ہے، اور گو بہت لوگ اس روایت کو افسانہ بے سرو پا سمجھتے ہیں کہ اس میں بہت سی باتیں خلاف عقل ہیں لیکن سچی بات تو یہ ہے کہ اہل رومیوس کی حیرت خیز ترقیاں دیکھ کر یہ کہنا عجیب ہے کہ لیا تعجب ہے جو خدا نے ان کی ابتدا بھی مافوق العادت اتفاقات سے کی ہو، دوسرے تقدیری امور اکثر ایسے دیکھتے ہیں آئے

ہیں جن کو سمجھنے سے آدمی قاصر رہ جاتا ہے ؛

جب ایسولیس کا قصبہ جگ گیا اور سب معاملات صاف ہو گئے تو دونوں بھائیوں نے ہجرت کی بھرائی اور حکومت کرنے کی تو انھوں نے دل میں ٹھان ہی لی تھی مگر اپنے نانا نے ستر کی حیات میں یہ کسی طرح ان کو گوارا نہ تھا کہ وہ اس ملک کی جسے آجہ کہتے تھے، زمام حکومت آجہ ہاتھ میں لے لیں۔ پس یہاں کی بادشاہت تو انھوں نے نانا ہی کو سونپی، اور اپنی ماں کو عورت و احترام سے رہا کر کے خود اس جگہ جہاں شیر خوارگی میں پرورش پائی تھی ایک شہر بنانے پر مستعد ہو گئے، جو حقیقت یہ ہے کہ اگر وہ یہیں رہ پڑتے تو وہ فوج در فوج لائیں اور مفرد غلام جو ان کے پاس اتفاقاً جمع ہو گئے تھے وہاں دم نہ لیتے اور ادھر ادھر جہاں سیگ سمانا چل پڑتے اور ان سے قاندرہ ادھانے کا براۓمہ موقع ہاتھ سے نکل جاتا، پس اس جماعت کے لیے الگ ایک بستی کی تیز نہایت موزون جو تیز تھی، کیونکہ خود آجہ والے بھی اس بات سے خوش نہ تھے کہ یہ جماعت انہیں آگے رہے، اور اس کا ثبوت حور تون کے لے بھاگنے سے بھی ملتا ہے جسکا ذکر آگے آئیگا، جو یقیناً یہ حرکت محض اس مجبوری سے عمل میں آئی کہ ان مفردین کو خوشی سے کوئی بھلا آدمی اپنی بیٹی پر رضامند تھا۔

شہر کی بنیاد ڈالنے کے بعد ہی انھوں نے ایک مندر اسی پس دیوتا کا تعمیر کیا۔ یہ ہر قسم کے مجرم کے لیے ایک جگہ بنا تھی کہ جس میں آنے کے بعد نہ آقا اپنے نوکر کو لے سکتا تھا نہ قرضہ اپنے مفروض کو اور نہ مجسٹ مفرد قاتل کو کیونکہ وہاں والے اس کو ایک مقدس مقام بتا کے کہتے تھے کہ ہمیں دیوتا نے یہی تاکید کر دی ہے۔ چنانچہ اس پہلے سینکڑوں مجرم وہاں آگے آباد ہو گئے اور شہر بہت جلد خوب آباد ہو گیا۔ تفصیل اسکی آگے آئیگی ؛

بعد ازاں دونوں بھائیوں نے محلات وغیرہ کی تعمیر کا ارادہ کیا۔ لیکن جگہ کے معاملے میں ان میں اختلاف پیدا ہوا۔ روموئس تو کہتا تھا کہ شہر کی چار تین دہانیں جہاں اب اسکوپر رومہ (Romae Quadrata) یا (Roma Quadrata) رومہ کا چوک واقع ہے

مگر ریس کی رائے تھی کہ نہیں کوہ ابوشامین اسکے لیے زیادہ موزوں ہے اور قدرتی طور پر مستحکم مقام بھی ہے اس جگہ کو اسی کے نام پر ریمونیم کہتے تھے مگر اب رگنڈیم (Rignansium) کہتے ہیں۔ اس اختلاف کا فیصلہ پھر اگر پرندوں کی اڑان سے ٹکون لیا جائے اور شخص زیادہ پرندے ایک ہی دفعہ میں دیکھ لے اسی کی بات ور رہے، چنانچہ دونوں بھائی تھوڑے تھوڑے فاصلے پر کھڑے ہو گئے۔ اس وقت کہتے ہیں ریس نے تو چھ گدھ دیکھے اور رومیوس نے بارہ۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ نہیں یہ اسکا جھوٹ تھا اور ریس نے تو بے شک چھ دیکھے تھے مگر رومیوس نے بارہ اس وقت دیکھے جب کہ شرط کا وقت جا چکا تھا، سنا ہے رومیون میں جو احترام گدھ کا ٹکون کے موقع پر کرتے ہیں اس کی بنیاد یہی روایت ہے، اگرچہ ہیروڈوس مورخ کا بیان ہے کہ اس سے بہت پہلے خود ہرقل (Hercules) کسی کام میں ہاتھ ڈالتے وقت گدھ کو دیکھتا تھا تو نہایت شادمان ہوتا تھا، بات یہ ہے کہ یہ جانور ہے بھی شکاری پرندوں میں سب سے کم آزار پھل وارد دخت غلہ مویشی یا کسی جاندار کو وہ تکلیف نہیں پہنچاتا اور پرندوں کو تو مردہ ہو جائیں اس وقت بھی نہیں کھاتا، حالانکہ اس کی قسم کے اور جانور شکر آباد عقاب وغیرہ خود اپنے ہم جنسوں کو چیرتے بھاڑتے اور کھاتے ہیں۔ اسکا ی کس کہنا ہے :

ہے شرافت سے وہ عاری جاندار

اپنے ہم جنسوں کو جو کر لے شکار

اس کے علاوہ گدھ ایسا پرندہ ہے جو بہت کم دکھائی دیتا ہے اور پرندے ہمیشہ نظر آتے رہتے ہیں مگر گدھ کی یہ بات نہیں، خصوصاً اسکے بچے تو شاذ و نادر ہی کسی نے دیکھے ہونگے۔ یہی کم نائی اسکی عزت کا سبب ہو گئی ہے۔ لوگ سمجھتے ہیں کہ یہ بھی کوئی خدائی امر ہے اور بخوبی مثال جو ہر بات کی ایسی ہی وجہ بنامیہ ہیں، خاص طور پر اس بات کے قائل ہیں جو :

اب یہ سنئے کہ اس فریب کی حقیقت ریس کو بھی کسی طرح معلوم ہو گئی اور وہ بہت بگڑا سا ہے جب رومیوس شہر نہاد کی نیو تیار کر رہا تھا تو ریس نے اس کی تضحیک و تحقیر کرنی شروع کی اور یہ

دکھانے کو کہ آثار کس قدر چھوٹا ہے، اس پر سے چلا نکلیا گیا، اس وقت رومیوس نے یا اس کے ایک ساتھی سیکر نے اس کو اس طرح مارا کہ گر کے مر گیا، پھر قوانین باقاعدہ لڑائی ہو پڑی جس میں فاسٹولس اور اس کا بھائی پلس نہیں بھی (جو رومیوس کی پرورش میں لوگ کہتے ہیں کہ اپنے بھائی فاسٹولس کا شریک تھا) کام آئے، اور سیلریہ دیکھ کر فوراً بھاگ کر ملک شکنی میں بھونچا۔ چنانچہ اس کی تیز بوائی اب تک ضرب المثل ہے۔ اور میٹیس جس نے اپنے باپ کی موت پر حیرت انگیز عجلت کے ساتھ پلوٹون کا دنگل بندھوا دیا تھا اسی تیز دستی کی بنا پر سیلریہ کے عرف سے مشہور ہو گیا۔ اس کے بعد رومیوس نے اپنے بھائی اور دونوں پالنے والوں کو کوہ ریونیا پر دفن کرا دیا اور خود شہر تعمیر کرنے میں لگ گیا۔ اس نے شکنی سے لوگوں کو بلوایا کہ وہ مذہبی رسوم اس کو بتائیں اور نئی بستی کے موقع پر جو کچھ دستور ہوتے ہیں ان سے واقف کریں، جو سب سے پہلے تو ایک مدو خندق اس عمارت کے گرد جو اب کیسٹیم Comenium یا کینی گھر کہلاتی ہے تیار کی گئی اور ازہ تقدس اس میں ہر قسم کے بکورات (یعنی پہلے پھل یا پہلی کمانی) لاکے ڈال دیے اور ہر شخص نے اپنے اپنے وطن کی مٹی بھی ایک ساتھ اس میں ملائی۔ پھر اس خندق کا نام آسمان کے نام پر منڈس (Mundus) رکھا اور شہر کے گول دائرے کا اس کو مرکز تجویز کیا، اس کے بعد بانی شہر نے ہل میں پتل کی پجالی لگا کر ایک سانڈ اور ایک گائے دونوں کو ساتھ جوت دیا اور اسی ہل سے حدود شہر کے گرد ایک گہری لکیر یا لیکہ ڈالتا چلا گیا۔ اُس کے پیچھے پیچھے جو لوگ آ رہے تھے اون کا کام یہ تھا کہ جو مٹی ہل کی داب سے اُکھر کر ادھر اُدھر پھلتی تھی اُسے احتیاط سے لکیر کے اندر والے رخ کرتے جاتے تھے اس طرح کہ کوئی ڈلاحد سے باہر نہ جاے، اس لکیر کے ساتھ ساتھ جسے وہ مختصر کر کے پیرم (Parrum) یعنی پوسٹ روم (Post Room) یعنی زیرِ تفصیل کہتے تھے شہر بناہ تعمیر کی گئی تھی اور جس جس جگہ انہیں پھاٹک رکھنا منظور تھا وہاں ہل کی پجالی کو اٹھا کر لیکہ میں فصل چھوڑ دیا تھا کیونکہ اگر پجالی وہاں سے پھر جاتی تو وہ پجالی مقدس ہو جاتے اور پھر ان میں ایسی چیزوں کی آمد برآمد مذہباً مشکل ہو جاتی جو ہیں تو ضروریات

زندگی میں شامل مگر بالفرض ناپاک ہیں ؛

تغیر شہر کی تاریخ کے بارے میں یہ عام طور پر مسلم ہے کہ وہ دن ۱۲ دین اپریل تھا جسے اب تک رومی مقدس اور اپنے ملک کی پیدائش کا دن جانتے ہیں ؛ اول اول وہ اس دن کا بکری کی قربانی یا ذبیحہ بھی نہ کرتے تھے کہ یہ مبارک دن ہے اس میں خون نہ گرایا جاسیے ؛ گوہی دن بہت مدت پہلے سے چرواہوں کا توار بھی تھا جسے وہ پیلپا (Pulipia) کہتے تھے ؛ آج کل رومی اور یونانی مہینوں میں فرق عظیم ہو گیا ہے ۔ لیکن کہتے ہیں کہ رومیوس نے جس دن رومنہ الگبرے کی بنیاد رکھی وہ انکی پیرھوین تاریخ تھی اور اس وقت وہ سورج گرہن پر تھا جسے چھنے اولیپاڈ کے تیسرے سال انطاچس (Antiochus) نام شاعر نے دیکھا ہے ؛ عظیم وارثو (Heracles) کے زمانے میں جو رومی تاریخ میں بصیرت نامہ رکھتا تھا اسکا ایک دوست تروئیس (Troy) فلسفات و ریاضی کا ماہر رہتا تھا ۔ اس شخص نے محض اپنے استعجاب کی تسکین کے لیے نجوم سلکھ اس فن میں بھی کمال حاصل کیا تھا ، اس کو وارثو نے رومیوس کی تاریخ ولادت معلوم کرنے کی خدمت دی اور تروئیس نے اس کے بعض صحیح حالات زندگی سن کر اپنے علم کے زور سے قطعی طور پر یہ حکم لگایا کہ رومیوس دوسرے اولیپاڈ کے پہلے سال میں مان کے بیٹ میں تھا اور اکیسویں تھا کہ کو طلوع آفتاب کے وقت پیدا ہوا ، اور رومنہ کا سنگ بنیاد فرموا تھا (Antiochus) جیسے کی نوین تاریخ رکھا گیا ۔ یہ ساری باتیں واقعات مابعد کو دیکھ کر تروئیس نے بتائی ہیں کیونکہ لوگوں کا قول ہے کہ سارون کا خاص خاص جگہ پر ہونا خاص خاص اثرات پیدا کرتا ہے مگر یہاں اس قبل کے ذکر اذکار بجائے دل چسپ اور مزے دار ہونے کے بڑھنے والے کے لیے اکثر اجیرن ہو جانے ہیں ؛

جب شہر تیار ہو چکا تو رومیوس نے ہر شخص کو جو ہتیار چاہتا تھا فوجی دستوں میں داخل کیا

۱۔ ۲۔ ۳۔ ۴۔ ۵۔ ۶۔ ۷۔ ۸۔ ۹۔ ۱۰۔ ۱۱۔ ۱۲۔ ۱۳۔ ۱۴۔ ۱۵۔ ۱۶۔ ۱۷۔ ۱۸۔ ۱۹۔ ۲۰۔ ۲۱۔ ۲۲۔ ۲۳۔ ۲۴۔ ۲۵۔ ۲۶۔ ۲۷۔ ۲۸۔ ۲۹۔ ۳۰۔ ۳۱۔ ۳۲۔ ۳۳۔ ۳۴۔ ۳۵۔ ۳۶۔ ۳۷۔ ۳۸۔ ۳۹۔ ۴۰۔ ۴۱۔ ۴۲۔ ۴۳۔ ۴۴۔ ۴۵۔ ۴۶۔ ۴۷۔ ۴۸۔ ۴۹۔ ۵۰۔ ۵۱۔ ۵۲۔ ۵۳۔ ۵۴۔ ۵۵۔ ۵۶۔ ۵۷۔ ۵۸۔ ۵۹۔ ۶۰۔ ۶۱۔ ۶۲۔ ۶۳۔ ۶۴۔ ۶۵۔ ۶۶۔ ۶۷۔ ۶۸۔ ۶۹۔ ۷۰۔ ۷۱۔ ۷۲۔ ۷۳۔ ۷۴۔ ۷۵۔ ۷۶۔ ۷۷۔ ۷۸۔ ۷۹۔ ۸۰۔ ۸۱۔ ۸۲۔ ۸۳۔ ۸۴۔ ۸۵۔ ۸۶۔ ۸۷۔ ۸۸۔ ۸۹۔ ۹۰۔ ۹۱۔ ۹۲۔ ۹۳۔ ۹۴۔ ۹۵۔ ۹۶۔ ۹۷۔ ۹۸۔ ۹۹۔ ۱۰۰۔ ۱۰۱۔ ۱۰۲۔ ۱۰۳۔ ۱۰۴۔ ۱۰۵۔ ۱۰۶۔ ۱۰۷۔ ۱۰۸۔ ۱۰۹۔ ۱۱۰۔ ۱۱۱۔ ۱۱۲۔ ۱۱۳۔ ۱۱۴۔ ۱۱۵۔ ۱۱۶۔ ۱۱۷۔ ۱۱۸۔ ۱۱۹۔ ۱۲۰۔ ۱۲۱۔ ۱۲۲۔ ۱۲۳۔ ۱۲۴۔ ۱۲۵۔ ۱۲۶۔ ۱۲۷۔ ۱۲۸۔ ۱۲۹۔ ۱۳۰۔ ۱۳۱۔ ۱۳۲۔ ۱۳۳۔ ۱۳۴۔ ۱۳۵۔ ۱۳۶۔ ۱۳۷۔ ۱۳۸۔ ۱۳۹۔ ۱۴۰۔ ۱۴۱۔ ۱۴۲۔ ۱۴۳۔ ۱۴۴۔ ۱۴۵۔ ۱۴۶۔ ۱۴۷۔ ۱۴۸۔ ۱۴۹۔ ۱۵۰۔ ۱۵۱۔ ۱۵۲۔ ۱۵۳۔ ۱۵۴۔ ۱۵۵۔ ۱۵۶۔ ۱۵۷۔ ۱۵۸۔ ۱۵۹۔ ۱۶۰۔ ۱۶۱۔ ۱۶۲۔ ۱۶۳۔ ۱۶۴۔ ۱۶۵۔ ۱۶۶۔ ۱۶۷۔ ۱۶۸۔ ۱۶۹۔ ۱۷۰۔ ۱۷۱۔ ۱۷۲۔ ۱۷۳۔ ۱۷۴۔ ۱۷۵۔ ۱۷۶۔ ۱۷۷۔ ۱۷۸۔ ۱۷۹۔ ۱۸۰۔ ۱۸۱۔ ۱۸۲۔ ۱۸۳۔ ۱۸۴۔ ۱۸۵۔ ۱۸۶۔ ۱۸۷۔ ۱۸۸۔ ۱۸۹۔ ۱۹۰۔ ۱۹۱۔ ۱۹۲۔ ۱۹۳۔ ۱۹۴۔ ۱۹۵۔ ۱۹۶۔ ۱۹۷۔ ۱۹۸۔ ۱۹۹۔ ۲۰۰۔ ۲۰۱۔ ۲۰۲۔ ۲۰۳۔ ۲۰۴۔ ۲۰۵۔ ۲۰۶۔ ۲۰۷۔ ۲۰۸۔ ۲۰۹۔ ۲۱۰۔ ۲۱۱۔ ۲۱۲۔ ۲۱۳۔ ۲۱۴۔ ۲۱۵۔ ۲۱۶۔ ۲۱۷۔ ۲۱۸۔ ۲۱۹۔ ۲۲۰۔ ۲۲۱۔ ۲۲۲۔ ۲۲۳۔ ۲۲۴۔ ۲۲۵۔ ۲۲۶۔ ۲۲۷۔ ۲۲۸۔ ۲۲۹۔ ۲۳۰۔ ۲۳۱۔ ۲۳۲۔ ۲۳۳۔ ۲۳۴۔ ۲۳۵۔ ۲۳۶۔ ۲۳۷۔ ۲۳۸۔ ۲۳۹۔ ۲۴۰۔ ۲۴۱۔ ۲۴۲۔ ۲۴۳۔ ۲۴۴۔ ۲۴۵۔ ۲۴۶۔ ۲۴۷۔ ۲۴۸۔ ۲۴۹۔ ۲۵۰۔ ۲۵۱۔ ۲۵۲۔ ۲۵۳۔ ۲۵۴۔ ۲۵۵۔ ۲۵۶۔ ۲۵۷۔ ۲۵۸۔ ۲۵۹۔ ۲۶۰۔ ۲۶۱۔ ۲۶۲۔ ۲۶۳۔ ۲۶۴۔ ۲۶۵۔ ۲۶۶۔ ۲۶۷۔ ۲۶۸۔ ۲۶۹۔ ۲۷۰۔ ۲۷۱۔ ۲۷۲۔ ۲۷۳۔ ۲۷۴۔ ۲۷۵۔ ۲۷۶۔ ۲۷۷۔ ۲۷۸۔ ۲۷۹۔ ۲۸۰۔ ۲۸۱۔ ۲۸۲۔ ۲۸۳۔ ۲۸۴۔ ۲۸۵۔ ۲۸۶۔ ۲۸۷۔ ۲۸۸۔ ۲۸۹۔ ۲۹۰۔ ۲۹۱۔ ۲۹۲۔ ۲۹۳۔ ۲۹۴۔ ۲۹۵۔ ۲۹۶۔ ۲۹۷۔ ۲۹۸۔ ۲۹۹۔ ۳۰۰۔ ۳۰۱۔ ۳۰۲۔ ۳۰۳۔ ۳۰۴۔ ۳۰۵۔ ۳۰۶۔ ۳۰۷۔ ۳۰۸۔ ۳۰۹۔ ۳۱۰۔ ۳۱۱۔ ۳۱۲۔ ۳۱۳۔ ۳۱۴۔ ۳۱۵۔ ۳۱۶۔ ۳۱۷۔ ۳۱۸۔ ۳۱۹۔ ۳۲۰۔ ۳۲۱۔ ۳۲۲۔ ۳۲۳۔ ۳۲۴۔ ۳۲۵۔ ۳۲۶۔ ۳۲۷۔ ۳۲۸۔ ۳۲۹۔ ۳۳۰۔ ۳۳۱۔ ۳۳۲۔ ۳۳۳۔ ۳۳۴۔ ۳۳۵۔ ۳۳۶۔ ۳۳۷۔ ۳۳۸۔ ۳۳۹۔ ۳۴۰۔ ۳۴۱۔ ۳۴۲۔ ۳۴۳۔ ۳۴۴۔ ۳۴۵۔ ۳۴۶۔ ۳۴۷۔ ۳۴۸۔ ۳۴۹۔ ۳۵۰۔ ۳۵۱۔ ۳۵۲۔ ۳۵۳۔ ۳۵۴۔ ۳۵۵۔ ۳۵۶۔ ۳۵۷۔ ۳۵۸۔ ۳۵۹۔ ۳۶۰۔ ۳۶۱۔ ۳۶۲۔ ۳۶۳۔ ۳۶۴۔ ۳۶۵۔ ۳۶۶۔ ۳۶۷۔ ۳۶۸۔ ۳۶۹۔ ۳۷۰۔ ۳۷۱۔ ۳۷۲۔ ۳۷۳۔ ۳۷۴۔ ۳۷۵۔ ۳۷۶۔ ۳۷۷۔ ۳۷۸۔ ۳۷۹۔ ۳۸۰۔ ۳۸۱۔ ۳۸۲۔ ۳۸۳۔ ۳۸۴۔ ۳۸۵۔ ۳۸۶۔ ۳۸۷۔ ۳۸۸۔ ۳۸۹۔ ۳۹۰۔ ۳۹۱۔ ۳۹۲۔ ۳۹۳۔ ۳۹۴۔ ۳۹۵۔ ۳۹۶۔ ۳۹۷۔ ۳۹۸۔ ۳۹۹۔ ۴۰۰۔ ۴۰۱۔ ۴۰۲۔ ۴۰۳۔ ۴۰۴۔ ۴۰۵۔ ۴۰۶۔ ۴۰۷۔ ۴۰۸۔ ۴۰۹۔ ۴۱۰۔ ۴۱۱۔ ۴۱۲۔ ۴۱۳۔ ۴۱۴۔ ۴۱۵۔ ۴۱۶۔ ۴۱۷۔ ۴۱۸۔ ۴۱۹۔ ۴۲۰۔ ۴۲۱۔ ۴۲۲۔ ۴۲۳۔ ۴۲۴۔ ۴۲۵۔ ۴۲۶۔ ۴۲۷۔ ۴۲۸۔ ۴۲۹۔ ۴۳۰۔ ۴۳۱۔ ۴۳۲۔ ۴۳۳۔ ۴۳۴۔ ۴۳۵۔ ۴۳۶۔ ۴۳۷۔ ۴۳۸۔ ۴۳۹۔ ۴۴۰۔ ۴۴۱۔ ۴۴۲۔ ۴۴۳۔ ۴۴۴۔ ۴۴۵۔ ۴۴۶۔ ۴۴۷۔ ۴۴۸۔ ۴۴۹۔ ۴۵۰۔ ۴۵۱۔ ۴۵۲۔ ۴۵۳۔ ۴۵۴۔ ۴۵۵۔ ۴۵۶۔ ۴۵۷۔ ۴۵۸۔ ۴۵۹۔ ۴۶۰۔ ۴۶۱۔ ۴۶۲۔ ۴۶۳۔ ۴۶۴۔ ۴۶۵۔ ۴۶۶۔ ۴۶۷۔ ۴۶۸۔ ۴۶۹۔ ۴۷۰۔ ۴۷۱۔ ۴۷۲۔ ۴۷۳۔ ۴۷۴۔ ۴۷۵۔ ۴۷۶۔ ۴۷۷۔ ۴۷۸۔ ۴۷۹۔ ۴۸۰۔ ۴۸۱۔ ۴۸۲۔ ۴۸۳۔ ۴۸۴۔ ۴۸۵۔ ۴۸۶۔ ۴۸۷۔ ۴۸۸۔ ۴۸۹۔ ۴۹۰۔ ۴۹۱۔ ۴۹۲۔ ۴۹۳۔ ۴۹۴۔ ۴۹۵۔ ۴۹۶۔ ۴۹۷۔ ۴۹۸۔ ۴۹۹۔ ۵۰۰۔ ۵۰۱۔ ۵۰۲۔ ۵۰۳۔ ۵۰۴۔ ۵۰۵۔ ۵۰۶۔ ۵۰۷۔ ۵۰۸۔ ۵۰۹۔ ۵۱۰۔ ۵۱۱۔ ۵۱۲۔ ۵۱۳۔ ۵۱۴۔ ۵۱۵۔ ۵۱۶۔ ۵۱۷۔ ۵۱۸۔ ۵۱۹۔ ۵۲۰۔ ۵۲۱۔ ۵۲۲۔ ۵۲۳۔ ۵۲۴۔ ۵۲۵۔ ۵۲۶۔ ۵۲۷۔ ۵۲۸۔ ۵۲۹۔ ۵۳۰۔ ۵۳۱۔ ۵۳۲۔ ۵۳۳۔ ۵۳۴۔ ۵۳۵۔ ۵۳۶۔ ۵۳۷۔ ۵۳۸۔ ۵۳۹۔ ۵۴۰۔ ۵۴۱۔ ۵۴۲۔ ۵۴۳۔ ۵۴۴۔ ۵۴۵۔ ۵۴۶۔ ۵۴۷۔ ۵۴۸۔ ۵۴۹۔ ۵۵۰۔ ۵۵۱۔ ۵۵۲۔ ۵۵۳۔ ۵۵۴۔ ۵۵۵۔ ۵۵۶۔ ۵۵۷۔ ۵۵۸۔ ۵۵۹۔ ۵۶۰۔ ۵۶۱۔ ۵۶۲۔ ۵۶۳۔ ۵۶۴۔ ۵۶۵۔ ۵۶۶۔ ۵۶۷۔ ۵۶۸۔ ۵۶۹۔ ۵۷۰۔ ۵۷۱۔ ۵۷۲۔ ۵۷۳۔ ۵۷۴۔ ۵۷۵۔ ۵۷۶۔ ۵۷۷۔ ۵۷۸۔ ۵۷۹۔ ۵۸۰۔ ۵۸۱۔ ۵۸۲۔ ۵۸۳۔ ۵۸۴۔ ۵۸۵۔ ۵۸۶۔ ۵۸۷۔ ۵۸۸۔ ۵۸۹۔ ۵۹۰۔ ۵۹۱۔ ۵۹۲۔ ۵۹۳۔ ۵۹۴۔ ۵۹۵۔ ۵۹۶۔ ۵۹۷۔ ۵۹۸۔ ۵۹۹۔ ۶۰۰۔ ۶۰۱۔ ۶۰۲۔ ۶۰۳۔ ۶۰۴۔ ۶۰۵۔ ۶۰۶۔ ۶۰۷۔ ۶۰۸۔ ۶۰۹۔ ۶۱۰۔ ۶۱۱۔ ۶۱۲۔ ۶۱۳۔ ۶۱۴۔ ۶۱۵۔ ۶۱۶۔ ۶۱۷۔ ۶۱۸۔ ۶۱۹۔ ۶۲۰۔ ۶۲۱۔ ۶۲۲۔ ۶۲۳۔ ۶۲۴۔ ۶۲۵۔ ۶۲۶۔ ۶۲۷۔ ۶۲۸۔ ۶۲۹۔ ۶۳۰۔ ۶۳۱۔ ۶۳۲۔ ۶۳۳۔ ۶۳۴۔ ۶۳۵۔ ۶۳۶۔ ۶۳۷۔ ۶۳۸۔ ۶۳۹۔ ۶۴۰۔ ۶۴۱۔ ۶۴۲۔ ۶۴۳۔ ۶۴۴۔ ۶۴۵۔ ۶۴۶۔ ۶۴۷۔ ۶۴۸۔ ۶۴۹۔ ۶۵۰۔ ۶۵۱۔ ۶۵۲۔ ۶۵۳۔ ۶۵۴۔ ۶۵۵۔ ۶۵۶۔ ۶۵۷۔ ۶۵۸۔ ۶۵۹۔ ۶۶۰۔ ۶۶۱۔ ۶۶۲۔ ۶۶۳۔ ۶۶۴۔ ۶۶۵۔ ۶۶۶۔ ۶۶۷۔ ۶۶۸۔ ۶۶۹۔ ۶۷۰۔ ۶۷۱۔ ۶۷۲۔ ۶۷۳۔ ۶۷۴۔ ۶۷۵۔ ۶۷۶۔ ۶۷۷۔ ۶۷۸۔ ۶۷۹۔ ۶۸۰۔ ۶۸۱۔ ۶۸۲۔ ۶۸۳۔ ۶۸۴۔ ۶۸۵۔ ۶۸۶۔ ۶۸۷۔ ۶۸۸۔ ۶۸۹۔ ۶۹۰۔ ۶۹۱۔ ۶۹۲۔ ۶۹۳۔ ۶۹۴۔ ۶۹۵۔ ۶۹۶۔ ۶۹۷۔ ۶۹۸۔ ۶۹۹۔ ۷۰۰۔ ۷۰۱۔ ۷۰۲۔ ۷۰۳۔ ۷۰۴۔ ۷۰۵۔ ۷۰۶۔ ۷۰۷۔ ۷۰۸۔ ۷۰۹۔ ۷۱۰۔ ۷۱۱۔ ۷۱۲۔ ۷۱۳۔ ۷۱۴۔ ۷۱۵۔ ۷۱۶۔ ۷۱۷۔ ۷۱۸۔ ۷۱۹۔ ۷۲۰۔ ۷۲۱۔ ۷۲۲۔ ۷۲۳۔ ۷۲۴۔ ۷۲۵۔ ۷۲۶۔ ۷۲۷۔ ۷۲۸۔ ۷۲۹۔ ۷۳۰۔ ۷۳۱۔ ۷۳۲۔ ۷۳۳۔ ۷۳۴۔ ۷۳۵۔ ۷۳۶۔ ۷۳۷۔ ۷۳۸۔ ۷۳۹۔ ۷۴۰۔ ۷۴۱۔ ۷۴۲۔ ۷۴۳۔ ۷۴۴۔ ۷۴۵۔ ۷۴۶۔ ۷۴۷۔ ۷۴۸۔ ۷۴۹۔ ۷۵۰۔ ۷۵۱۔ ۷۵۲۔ ۷۵۳۔ ۷۵۴۔ ۷۵۵۔ ۷۵۶۔ ۷۵۷۔ ۷۵۸۔ ۷۵۹۔ ۷۶۰۔ ۷۶۱۔ ۷۶۲۔ ۷۶۳۔ ۷۶۴۔ ۷۶۵۔ ۷۶۶۔ ۷۶۷۔ ۷۶۸۔ ۷۶۹۔ ۷۷۰۔ ۷۷۱۔ ۷۷۲۔ ۷۷۳۔ ۷۷۴۔ ۷۷۵۔ ۷۷۶۔ ۷۷۷۔ ۷۷۸۔ ۷۷۹۔ ۷۸۰۔ ۷۸۱۔ ۷۸۲۔ ۷۸۳۔ ۷۸۴۔ ۷۸۵۔ ۷۸۶۔ ۷۸۷۔ ۷۸۸۔ ۷۸۹۔ ۷۹۰۔ ۷۹۱۔ ۷۹۲۔ ۷۹۳۔ ۷۹۴۔ ۷۹۵۔ ۷۹۶۔ ۷۹۷۔ ۷۹۸۔ ۷۹۹۔ ۸۰۰۔ ۸۰۱۔ ۸۰۲۔ ۸۰۳۔ ۸۰۴۔ ۸۰۵۔ ۸۰۶۔ ۸۰۷۔ ۸۰۸۔ ۸۰۹۔ ۸۱۰۔ ۸۱۱۔ ۸۱۲۔ ۸۱۳۔ ۸۱۴۔ ۸۱۵۔ ۸۱۶۔ ۸۱۷۔ ۸۱۸۔ ۸۱۹۔ ۸۲۰۔ ۸۲۱۔ ۸۲۲۔ ۸۲۳۔ ۸۲۴۔ ۸۲۵۔ ۸۲۶۔ ۸۲۷۔ ۸۲۸۔ ۸۲۹۔ ۸۳۰۔ ۸۳۱۔ ۸۳۲۔ ۸۳۳۔ ۸۳۴۔ ۸۳۵۔ ۸۳۶۔ ۸۳۷۔ ۸۳۸۔ ۸۳۹۔ ۸۴۰۔ ۸۴۱۔ ۸۴۲۔ ۸۴۳۔ ۸۴۴۔ ۸۴۵۔ ۸۴۶۔ ۸۴۷۔ ۸۴۸۔ ۸۴۹۔ ۸۵۰۔ ۸۵۱۔ ۸۵۲۔ ۸۵۳۔ ۸۵۴۔ ۸۵۵۔ ۸۵۶۔ ۸۵۷۔ ۸۵۸۔ ۸۵۹۔ ۸۶۰۔ ۸۶۱۔ ۸۶۲۔ ۸۶۳۔ ۸۶۴۔ ۸۶۵۔ ۸۶۶۔ ۸۶۷۔ ۸۶۸۔ ۸۶۹۔ ۸۷۰۔ ۸۷۱۔ ۸۷۲۔ ۸۷۳۔ ۸۷۴۔ ۸۷۵۔ ۸۷۶۔ ۸۷۷۔ ۸۷۸۔ ۸۷۹۔ ۸۸۰۔ ۸۸۱۔ ۸۸۲۔ ۸۸۳۔ ۸۸۴۔ ۸۸۵۔ ۸۸۶۔ ۸۸۷۔ ۸۸۸۔ ۸۸۹۔ ۸۹۰۔ ۸۹۱۔ ۸۹۲۔ ۸۹۳۔ ۸۹۴۔ ۸۹۵۔ ۸۹۶۔ ۸۹۷۔ ۸۹۸۔ ۸۹۹۔ ۹۰۰۔ ۹۰۱۔ ۹۰۲۔ ۹۰۳۔ ۹۰۴۔ ۹۰۵۔ ۹۰۶۔ ۹۰۷۔ ۹۰۸۔ ۹۰۹۔ ۹۱۰۔ ۹۱۱۔ ۹۱۲۔ ۹۱۳۔ ۹۱۴۔ ۹۱۵۔ ۹۱۶۔ ۹۱۷۔ ۹۱۸۔ ۹۱۹۔ ۹۲۰۔ ۹۲۱۔ ۹۲۲۔ ۹۲۳۔ ۹۲۴۔ ۹۲۵۔ ۹۲۶۔ ۹۲۷۔ ۹۲۸۔ ۹۲۹۔ ۹۳۰۔ ۹۳۱۔ ۹۳۲۔ ۹۳۳۔ ۹۳۴۔ ۹۳۵۔ ۹۳۶۔ ۹۳۷۔ ۹۳۸۔ ۹۳۹۔ ۹۴۰۔ ۹۴۱۔ ۹۴۲۔ ۹۴۳۔ ۹۴۴۔ ۹۴۵۔ ۹۴۶۔ ۹۴۷۔ ۹۴۸۔ ۹۴۹۔ ۹۵۰۔ ۹۵۱۔ ۹۵۲۔ ۹۵۳۔ ۹۵۴۔ ۹۵۵۔ ۹۵۶۔ ۹۵۷۔ ۹۵۸۔ ۹۵۹۔ ۹۶۰۔ ۹۶۱۔ ۹۶۲۔ ۹۶۳۔ ۹۶۴۔ ۹۶۵۔ ۹۶۶۔ ۹۶۷۔ ۹۶۸۔ ۹۶۹۔ ۹۷۰۔ ۹۷۱۔ ۹۷۲۔ ۹۷۳۔ ۹۷۴۔ ۹۷۵۔ ۹۷۶۔ ۹۷۷۔ ۹۷۸۔ ۹۷۹۔ ۹۸۰۔ ۹۸۱۔ ۹۸۲۔ ۹۸۳۔ ۹۸۴۔ ۹۸۵۔ ۹۸۶۔ ۹۸۷۔ ۹۸۸۔ ۹۸۹۔ ۹۹۰۔ ۹۹۱۔ ۹۹۲۔ ۹۹۳۔ ۹۹۴۔ ۹۹۵۔ ۹۹۶۔ ۹۹۷۔ ۹۹۸۔ ۹۹۹۔ ۱۰۰۰۔ ۱۰۰۱۔ ۱۰۰۲۔ ۱۰۰۳۔ ۱۰۰۴۔ ۱۰۰۵۔ ۱۰۰۶۔ ۱۰۰۷۔ ۱۰۰۸۔ ۱۰۰۹۔ ۱۰۱۰۔ ۱۰۱۱۔ ۱۰۱۲۔ ۱۰۱۳۔ ۱۰۱۴۔ ۱۰۱۵۔ ۱۰۱۶۔ ۱۰۱۷۔ ۱۰۱۸۔ ۱۰۱۹۔ ۱۰۲۰۔ ۱۰۲۱۔ ۱۰۲۲۔ ۱۰۲۳۔ ۱۰۲۴۔ ۱۰۲۵۔ ۱۰۲۶۔ ۱۰۲۷۔ ۱۰۲۸۔ ۱۰۲۹۔ ۱۰۳۰۔ ۱۰۳۱۔ ۱۰۳۲۔ ۱۰۳۳۔ ۱۰۳۴۔ ۱۰۳۵۔ ۱۰۳۶۔ ۱۰۳۷۔ ۱۰۳۸۔ ۱۰۳۹۔ ۱۰۴۰۔ ۱۰۴۱۔ ۱۰۴۲۔ ۱۰۴۳۔ ۱۰۴۴۔ ۱۰۴۵۔ ۱۰۴۶۔ ۱۰۴۷۔ ۱۰۴۸۔ ۱۰۴۹۔ ۱۰۵۰۔ ۱۰۵۱۔ ۱۰۵۲۔ ۱۰۵۳۔ ۱۰۵۴۔ ۱۰۵۵۔ ۱۰۵۶۔ ۱۰۵۷۔ ۱۰۵۸۔ ۱۰۵۹۔ ۱۰۶۰۔ ۱۰۶۱۔ ۱۰۶۲۔ ۱۰۶۳۔ ۱۰۶۴۔ ۱۰۶۵۔ ۱۰۶۶۔ ۱۰۶۷۔ ۱۰۶۸۔ ۱۰۶۹۔ ۱۰۷۰۔ ۱۰۷۱۔ ۱۰۷۲۔ ۱۰۷۳۔ ۱۰۷۴۔ ۱۰۷۵۔ ۱۰۷۶۔ ۱۰۷۷۔ ۱۰۷۸۔ ۱۰۷۹۔ ۱۰۸۰۔ ۱۰۸۱۔ ۱۰۸۲۔ ۱۰۸۳۔ ۱۰۸۴۔ ۱۰۸۵۔ ۱۰۸۶۔ ۱۰۸۷۔ ۱۰۸۸۔ ۱۰۸۹۔ ۱۰۹۰۔ ۱۰۹۱۔ ۱۰۹۲۔ ۱۰۹۳۔ ۱۰۹۴۔ ۱۰۹۵۔ ۱۰۹۶۔ ۱۰۹۷۔ ۱۰۹۸۔ ۱۰۹۹۔ ۱۱۰۰۔ ۱۱۰۱۔ ۱۱۰۲۔ ۱۱۰۳۔ ۱۱۰۴۔ ۱۱۰۵۔ ۱۱۰۶۔ ۱۱۰۷۔ ۱۱۰۸۔ ۱۱۰۹۔ ۱۱۱۰۔ ۱۱۱۱۔ ۱۱۱۲۔ ۱۱۱۳۔ ۱۱۱۴۔ ۱۱۱۵۔ ۱۱۱۶۔ ۱۱۱۷۔ ۱۱۱۸۔ ۱۱۱۹۔ ۱۱۲۰۔ ۱۱۲۱۔ ۱۱۲۲۔ ۱۱۲۳۔ ۱۱۲۴۔ ۱۱۲۵۔ ۱۱۲۶۔ ۱۱۲۷۔ ۱۱۲۸۔ ۱۱۲۹۔ ۱۱۳۰۔ ۱۱۳۱۔ ۱۱۳۲۔ ۱۱۳۳۔ ۱۱۳۴۔ ۱۱۳۵۔ ۱۱۳۶۔ ۱۱۳۷۔ ۱۱۳۸۔ ۱۱۳۹۔ ۱۱۴۰۔ ۱۱۴۱۔ ۱۱۴۲۔ ۱۱۴۳۔ ۱۱۴۴۔ ۱۱۴۵۔ ۱۱۴۶۔ ۱۱۴۷۔ ۱۱۴۸۔ ۱۱۴۹۔ ۱۱۵۰۔ ۱۱۵۱۔ ۱۱۵۲۔ ۱۱۵۳۔ ۱۱۵۴۔ ۱۱۵۵۔ ۱۱۵۶۔ ۱۱۵۷۔ ۱۱۵۸۔ ۱۱۵۹۔ ۱۱۶۰۔ ۱۱۶۱۔ ۱۱۶۲۔ ۱۱۶۳۔ ۱۱۶۴۔ ۱۱۶۵۔ ۱۱۶۶۔ ۱۱۶۷۔ ۱۱۶۸۔ ۱۱۶۹۔ ۱۱۷۰۔ ۱۱۷۱۔ ۱۱۷۲۔ ۱۱۷۳۔ ۱۱۷۴۔ ۱۱۷۵۔ ۱۱۷۶۔ ۱۱۷۷۔ ۱۱۷۸۔ ۱۱۷۹۔ ۱۱۸۰۔ ۱۱۸۱۔ ۱۱۸۲۔ ۱۱۸۳۔ ۱۱۸۴۔ ۱۱۸۵۔ ۱۱۸۶۔ ۱۱۸۷۔ ۱۱۸۸۔ ۱۱۸۹۔ ۱۱۹۰۔ ۱۱۹۱۔ ۱۱۹۲۔ ۱۱۹۳۔ ۱۱۹۴۔ ۱۱۹۵۔ ۱۱۹۶۔ ۱۱۹۷۔ ۱۱۹۸۔ ۱۱۹۹۔ ۱۲۰۰۔ ۱۲۰۱۔ ۱۲۰۲۔ ۱۲۰۳۔ ۱۲۰۴۔ ۱۲۰۵۔ ۱۲۰۶۔ ۱۲۰۷۔ ۱۲۰۸۔ ۱۲۰۹۔ ۱۲۱۰۔ ۱۲۱۱۔ ۱۲۱۲۔ ۱۲۱۳۔ ۱۲۱۴۔ ۱۲۱۵۔ ۱۲۱۶۔ ۱۲۱۷۔ ۱۲۱۸۔ ۱۲۱۹۔ ۱۲۲۰۔ ۱۲۲۱۔ ۱۲۲۲۔ ۱۲۲۳۔ ۱۲۲۴۔ ۱۲۲۵۔ ۱۲۲۶۔ ۱۲۲۷۔ ۱۲۲۸۔ ۱۲۲۹۔ ۱۲۳۰۔ ۱۲۳۱۔ ۱۲۳۲۔ ۱۲۳۳۔ ۱۲۳۴۔ ۱۲۳۵۔ ۱۲۳۶۔ ۱۲۳۷۔ ۱۲۳۸۔ ۱۲۳۹۔ ۱۲۴۰۔ ۱۲۴۱۔ ۱۲۴۲۔ ۱۲۴۳۔ ۱۲۴۴۔ ۱۲۴۵۔ ۱۲۴۶۔ ۱۲۴۷۔ ۱۲۴۸۔ ۱۲۴۹۔ ۱۲۵۰۔ ۱۲۵۱۔ ۱۲۵۲۔ ۱۲۵۳۔ ۱۲۵۴۔ ۱۲۵۵۔ ۱۲۵۶۔ ۱۲۵۷۔ ۱۲۵۸۔ ۱۲۵۹۔ ۱۲۶۰۔ ۱۲۶۱۔ ۱۲۶۲۔ ۱۲۶۳۔ ۱۲۶۴۔ ۱۲۶۵۔ ۱۲۶۶۔ ۱۲۶۷۔ ۱۲۶۸۔ ۱۲۶۹۔ ۱۲۷۰۔ ۱۲۷۱۔ ۱۲۷۲۔ ۱۲۷۳۔ ۱۲۷۴۔ ۱۲۷۵۔ ۱۲۷۶۔ ۱۲۷۷۔ ۱۲۷۸۔ ۱۲۷۹۔ ۱۲۸۰۔ ۱۲۸۱۔ ۱۲۸۲۔ ۱۲۸۳۔ ۱۲۸۴۔ ۱۲۸۵۔ ۱۲۸۶۔ ۱۲۸۷۔ ۱۲۸۸۔ ۱۲۸۹۔ ۱۲۹۰۔ ۱۲۹۱۔ ۱۲۹۲۔ ۱۲۹۳۔ ۱۲۹۴۔ ۱۲۹۵۔ ۱۲۹۶۔ ۱۲۹۷۔ ۱۲۹۸۔ ۱۲۹۹۔ ۱۳۰۰۔ ۱۳۰۱۔ ۱۳۰۲۔ ۱۳۰۳۔ ۱۳۰۴۔ ۱۳۰۵۔ ۱۳۰۶۔ ۱۳۰۷۔ ۱۳۰۸۔ ۱۳۰۹۔ ۱۳۱۰۔ ۱۳۱۱۔ ۱۳۱۲۔ ۱۳۱۳۔ ۱۳۱۴۔ ۱۳۱۵۔ ۱۳۱۶۔ ۱۳۱۷۔ ۱۳۱۸۔ ۱۳۱۹۔ ۱۳۲۰۔ ۱۳۲۱۔ ۱۳۲۲۔ ۱۳۲۳۔ ۱۳۲۴۔ ۱۳۲۵۔ ۱۳۲۶۔ ۱۳۲۷۔ ۱۳۲۸۔ ۱۳۲۹۔ ۱۳۳۰۔ ۱۳۳۱۔ ۱۳۳۲۔ ۱۳۳۳۔ ۱۳۳۴۔ ۱۳۳۵۔ ۱۳۳۶۔ ۱۳۳۷۔ ۱۳۳۸۔ ۱۳۳۹۔ ۱۳۴۰۔ ۱۳۴۱۔ ۱۳۴۲۔ ۱۳۴۳۔ ۱۳۴۴۔ ۱۳۴۵۔ ۱۳۴۶۔ ۱۳۴۷۔ ۱۳۴۸۔ ۱۳۴۹۔ ۱۳۵۰۔ ۱۳۵۱۔ ۱۳۵۲۔ ۱۳۵۳۔ ۱۳۵۴۔ ۱۳۵۵۔ ۱۳۵۶۔ ۱۳۵۷۔ ۱۳۵۸۔ ۱۳۵۹۔ ۱۳۶۰۔ ۱۳۶۱۔ ۱۳۶۲۔ ۱۳۶۳۔ ۱۳۶۴۔ ۱۳۶۵۔ ۱۳۶۶۔ ۱۳۶۷۔ ۱۳۶۸۔ ۱۳۶۹۔ ۱۳۷۰۔ ۱۳۷۱۔ ۱۳۷۲۔ ۱۳۷۳۔ ۱۳۷۴۔ ۱۳۷۵۔ ۱۳۷۶۔ ۱۳۷۷۔ ۱۳۷۸۔ ۱۳۷۹۔ ۱۳۸۰۔

یہ دس تین تین ہزار پادہ اور تین تین سو سوار دن کے ہوتے تھے۔ ہر سٹیجین (Region) رچیہ (کھانا تھا کیونکہ اس میں منتخب لوگ لڑائی کے لیے شامل کیے گئے تھے، جو ان دستوں میں شامل نہ تھے ان پر جمہور (پمپل) کے لفظ کا اطلاق ہوتا تھا، انھیں میں سے رومیوں نے تنوہل الراے شورے کے لیے چھانٹے تھے اور انھیں خطاب شرفا (Municipal Council) کا دیا تھا اور ان کی ساری جماعت سینٹ (Municipal Council) کہلاتی تھی جسے معنی مجلس بزرگان کے ہیں، شرفا کی وجہ خطاب بعضوں کے نزدیک یہ ہے کہ وہ باقاعدہ بیاتہا اور صاحب اولاد تھے بعض کہتے ہیں یہ وہ لوگ تھے جو اپنے باپ دادا کا نسب بنا سکتے تھے۔ درآن حاکم شہر میں اور جو بھانت بھانت کے جانور جمع ہو گئے تھے انکا کچھ پتہ نہ چلتا تھا کہ کس کی اولاد ہیں، ایک قیاس یہ بھی ہے کہ یہ لفظ پیرٹن (Municipal Council) سے نکلا ہے جو (Municipal Council) بادشاہ کے ساتھ آیا اور کمزور دن کی حمایت اور ظلموں کی داد دہی میں مشہور ہوا۔ لیکن ہمارے نزدیک گمان غالب یہ ہے کہ رومیوں نے زیادہ صاحب اثر ہوشیار اور دو ٹوند لوگوں کو اس خیال سے کردہ اپنے آدمیوں کی دیکھ بھال کرین بیئرٹین اس لیے کوایا کہ انے خائف و مرعوب ہونے کے بجائے ان سے محبت کریں اور اسے ان پر حکم کے بجائے شفقت کے ساتھ پیش آئیں کیونکہ لفظ پیرٹین کا مخرج لفظ پیر ہے جس کے معنی میں باپ، جو اس خیال کی تائید میں یہ اضافہ کر دیا بھی مناسب ہے کہ اس زمانے میں لاہور (اور کان مجلس) سینٹ کو حضور و جناب کے الفاظ سے یاد کرتے تھے مگر خاص رومی اتنی دنیایت اور چالوسی روانہ رکھتے تھے کہ محض پیرٹس اور احسنہ آخرین پیرٹس کنس کر مٹی (Municipal Council) کہتے تھے،

اس طریق سے رومیوں نے شرفا اور عوام الناس میں ایک امتیاز پیدا کر دیا، اور باتوں میں بھی اس نے امر اور ادا کرنے جیسے کے لوگوں میں خطر مراتب کا خیال رکھا اور اس طرح بجا کسی اختلاف یا مغایرت کے، انہیں عجیب غریب محبت و چمکانگت پیدا کر دی کیونکہ امر (atone)

ہمیشہ اپنی رعیت (ملک و مملکت) کے پشت پناہ اور نگران ہوتے تھے قانونی عدالتوں میں ان کی طرف سے پیروی کرتے تھے، نیک و بد بٹھاتے تھے اور ان کے حقوق کی وکالت کرتے تھے، اُدھر وہ بھی اپنے مریوں کی خدمت گزاری اور تعظیم و تکریم فرض سمجھتے تھے اور جب کبھی یہ امر فرض میں پھنس جاتے یا بیٹیوں کی شادیوں میں جہیز دینا انھیں دشوار ہوتا تو یہی غریب محنتی ان کی مالی اعانت بھی کرتے تھے اور یہ تو قریب قریب ناممکن تھا کہ کوئی امیر اپنے لوگوں کے خلاف یا وہ اس کے خلاف شہادت دیں۔ نہ قانون کوئی مجسٹریٹ مجاز تھا کہ انھیں ایسی شہادت میں بزور طلب کر سکے، کچھ مدت کے بعد اتنا فرق انہیں البتہ پڑ گیا تھا کہ کوئی امیر اپنے محنتیوں سے مالی امداد نہ لینا تھا بلکہ اس کو ایک قسم کا ننگ سمجھنے لگے تھے، اب ہم اس ذکر کو بافضل ختم کرتے ہیں۔

غیر شہر کے چوتھے مہینے، نے میں کے گھنٹے کی وجہ سے وہ عورتوں کے چوڑنے کا واقعہ ہوا، بعضوں کا خیال ہے کہ یہ جو رہی کچھ اس لیے نہیں کی گئی تھی کہ انھیں عورتوں کی ضرورت تھی، جیسا کہ عام طور پر مسئلہ ہے بلکہ اہل میں رومیولس ایک جنگجو آدمی تھا اور وہ جانتا تھا کہ اس نئی بستی کی عظمت و شہرت بڑھانے کے لیے جارحانہ کوششوں کی سخت ضرورت ہے، پس سب سے پہلے اس نے اپنی ہمسایہ قوم سیان (Salian) سے چھپر شروع کی اور ان کی تین عورتیں بھگا کر زبردستی روم میں لے آیا اور یہ گویا بہانہ لڑائی پیدا کرنے کا تھا، مگر یہ قول کچھ زیادہ دل کو نہیں لگتا اور نہ اس کی تصدیق اور طرح پر ہوئی ہے۔ قرن قیاس یہی بات ہے کہ نئی بستی میں جو ادارہ خدائی خوار اور بھگورے ادھر ادھر سے آن کر جمع ہو گئے تھے انہیں سے بہت کم جو رو والے تھے اور یہ امید بھی تھی کہ کوئی ایسے گناہ مچول نسب لوگوں کو خوش خوشی اپنی بیٹیاں بیاہ دیکھا، ادھر بغیر عورتوں کے آبادی کا بڑھنا غیر ممکن اور اس بے سری جماعت کا روم میں ٹھہرنا محال تھا۔ اس واسطے رومیولس نے یہ ترکیب کی اور یہ سوچا کہ اس ذریعے سے تھوڑے دن تو بے شک بیٹیوں کے غم و غصہ کھائیں گے لیکن آخر کار ان سے صلح اور باہمی رشتہ داری کی پختہ اور عمدہ سبیل

کل انگلی، پہلے تو اس نے یہ مشورہ کر دیا کہ رومہ میں زمین کے اندر سے ایک دو تار برآمد ہوئے ہیں
 (جن کا ایک نام تو بچپون (مسند احمد) ہے اور دوسرا کنس (Conans) جسکے
 معنی غالباً مشورہ دہندہ کے ہیں) اور ان پر قربانی چڑھانے کے لیے فلاں مقرر کیا جاتا ہے
 کہ اس روز عام و خاص سب آنکر ایک جگہ جمع ہوں اور خوب خوشیاں منائیں، پھر جب مقررہ وقت
 پر جمع ہونے والوں کا اکٹھا ہو گیا اس وقت رومیوس بھی اپنے امر کو جن کے لباس فروری تھے
 جلو میں لیے آیا اور صدر میں آنکر بیٹھ گیا۔ یہ پہلے سے لگی بندھی تھی کہ جب وہ اپنی جگہ سے اٹھے
 اور عبا کے دامن سمیٹ کر پھر پھیلانے تو اسکے مسلح ساتھی فوراً اپنا کام شروع کر دیں؛
 اب رومیوس نے حرکت کی۔ اسکے ساتھیوں کی آنکھیں اس پر لگی ہوئی تھیں جیسے ہئی
 اٹھا اور مقررہ اشارہ اُس نے کیا ویسے ہی وہ سب کے سب تلواریں کھینچ کے چیتے جگھاڑتے دوڑے
 اور سیاہی لڑکیوں کو زبردستی اٹھا کے لے بھاگے۔ ان حوڑوں کے فرد پہلے ہی خوف زدہ ہو کر
 بھاگ رہے تھے، ان کا کسی نے خیال تک نہ کیا؛

کہتے ہیں کہ اس ہنگامے میں جو عورتیں رومیوس نے پکڑیں انکی تعداد تیس تھی مگر واپس انیس
 بان سوٹائیس بتاتا ہے اور جو باکیا بیان ہے کہ وہ کل چھ سوٹائیس کنواریاں تھیں۔ اور یہی غدر رومیوس
 نے بھی کیا کہ ہم نے جتنی عورتیں گرفتار کیں وہ سب بن بیابھی لڑکیاں تھیں، سوا سے ہر سیلیا کے
 سو وہ بھی بے خبری میں پکڑی گئی تھی جس کے معنی یہ ہیں کہ ان کا منشا اس زیادتی سے صرف
 یہ تھا کہ اپنے ہسباؤں کے ساتھ اصلی برادری قائم کر لیں اور انکو اپنے سے اس طرح ملا لیں کہ پھر
 وہ جدا ہی نہ ہو سکیں!

اور ہر سیلیا کے بارے میں بیانات مختلف ہیں، کوئی تو کہتا ہے کہ ایک ممتاز رومی سردار
 ہونسی لیس (مسند احمد) نے اس کو بیاہا اور ایک قول یہ ہے کہ خود رومیوس نے اُس سے شادی
 کی اور اس سے ایک بیٹی اور ایک بیٹا اسکے ہوئے۔ بیٹی پلوٹی کی تھی اس لیے اس کا نام تو پریکا
 (مسند احمد) رکھا گیا اور بیٹا اولیس (مسند احمد) اور بعد ازاں ابی لیس (مسند احمد)

کے نام سے مشہور ہوا، مگر نوڈوٹوش Zennodotus کی اس روایت کو بہتوں نے
بھٹلایا ہے۔

اس ہنگامے میں چند ادنیٰ درجے کے آدمی ایسے بھی تھے جو کسی نہایت حسین اور پرکمال
لڑکی کو بھگائے لیے جارہے تھے اور جب ان کو زیادہ رتبہ والوں نے روکنا چاہا تو وہ چلائے
کہ وہ اس لڑکی کو ایک بہادر اور مشہور امیر زادے ٹلاسیس Zennodotus کے واسطے
لے جا رہے ہیں۔ یہ نام سنتے ہی سب لوگ چپ ہو رہے بلکہ لڑکی کے حسن و جمال کی تعریفیں
کرنے لگے کہ واقعی وہ ٹلاسیس ہی کے لائق ہے اور بعض تو بھگانے والوں کے ساتھ تک نہیں
لیجانے میں مدد دینے کو آئے اور ان کے ساتھ مل کر ٹلاسیس ٹلاسیس چلانے لگے، یہیں سے وہ رسم
رومیوں میں قائم ہوئی ہے جہاں کہ وہ آج تک اپنی شادی کے وقت لفظ ٹلاسیس گاتے ہیں جس طرح
یونانیوں میں ہی ٹلاسیس Zennodotus کا یا جاتا ہے کیونکہ ان کا عقیدہ ہے کہ ٹلاسیس
کی شادی نہایت مسعود و مبارک ثابت ہوئی تھی۔ اور یہی واسطے یہ رواج بھی مبارک سمجھا جاتا ہے
لیکن سیکس سلاسلہ Zennodotus جو قرطاجنہ کے ایک علم دوست اور نہایت طبیعت
رئیں بہن راقم سے کہتے تھے کہ درحقیقت ٹلاسیس کا لفظ آغاز حملہ کا اشارہ مقرر ہوا تھا اور جب
رومیوں نے پکارا ٹلاسیس، تو سارے حاضرین ہلائے ناگہانی کی طرح سبائیں لڑکیوں پر ٹوٹ پڑے
گرے اور جس کسی کے قبضے میں کوئی عورت آجاتی تھی وہ بھی ”ٹلاسیس ٹلاسیس“ چلانے لگتا تھا
اسی وقت سے یہ رسم اب تک جاری ہے۔

ایک خیال یہ بھی ہے (بالخصوص جو باکو اس کی صحت پر اصرار ہے) کہ یہ لفظ یونانی لفظ
ٹلاسیس Zennodotus کے مشتقات میں ہے، جو اس وقت اطالوی زبان کے بجائے بکثرت
مستعمل تھے اور اس کے وہی معنی ہیں جو یونانی میں تھے: یعنی چرخا کتا اور سگڑا پے سے گھر چلانا۔
پس یہ نئی دھنوں سے محض ترغیب دلانے کے لیے کہا جاتا ہے تاکہ وہ سلیقہ شعاری کا خیال نہیں
میرے نزدیک یہی قیاس اس لیے اور بھی قرین صحت ہے کہ جب اس واقعے کے بعد رومیوں کی صلح

سبائین لوگوں سے ہو گئی تو انہیں ایک قرار داد ان عورتوں کے بارے میں طے پائی اور اس میں یہ شرط بھی کھول دی گئی کہ ان عورتوں سے کوئی محنت مشقت ان کے زبردستی کے خاوند نہ لینگے سوائے چرخے کے، اور اسی لیے شادی کے وقت اکثر بیٹی والے ہنسی ہنسی میں کہہ دیتے تھے کہ دو ملاسیں، یعنی اُن کی لڑکی سوائے چرخہ کا تنے کے اور کوئی کام خاوند کا نہیں کریگی۔ دوسری رسم جواب تک اس زمانے کی یادگار چلی آتی ہے دھن کو گود میں اٹھانے کی ہے۔ دوٹھا اپنے گھر کے صحن پر پانوں پانوں چلنے کے بجائے گود میں لے لیتا ہے، یادگاری میں اس واقعے کی کہ سبائین لڑکیاں اپنے آپ نہیں آئی تھیں بلکہ زبردستی لائی گئی تھیں۔ یہ بھی کہتے ہیں کہ چچی کی نوک سے دھن کی مانگ نکالنے کا دستور بھی اسی زمانے سے چلا ہے اور یاد دلاتا ہے کہ دوٹھا دھن کی کچائی، اول اول لڑائی اور جبر کے ساتھ ہوئی تھی۔ مگر اس کی تفصیل میں اپنی کتاب کو بچھڑا دیتا ہوں (رسولات) میں کچھ چکا ہوں۔

یہ بھگالے جانے کا واقعہ سیکس ٹی لیس سے پہلے کی (جواب اگست کھاتا ہے اور جیمین کون سوائے لیا عنہم ہوا رہنا جاتا ہے) اٹھارویں کو وقوع میں آیا تھا۔ اب سبائین لوگوں کی سنو کہ وہ لوگ جگہ تھے اور تعداد میں کثیر تھے۔ البتہ رہتے الگ الگ کھیرٹوں میں تھے جن کے گرد نہ تو کوئی تفصیل ہوتی تھی نہ کوئی مورچہ۔ اور کہتے یہ تھے کہ ہم بہادر لوگ ہیں اور لسنی موتی قوم سے ہیں، ہمیں شہر بنانا کے رہنا اور دیوار بنانا کے حفاظت کے سامان کرنا کسی طرح پسندیدہ نہیں، لیکن اس موقع پر انہیں بھی اپنے اکھڑنے کو چھوڑنا پڑا اور چارہ کار اسی میں نظر آیا کہ شایستگی کے ساتھ سفر کے ذریعے رومیوکس سے گفتگو کریں، چنانچہ انھوں نے بیٹھا بیٹھا کہ ہماری لڑکیاں واپس کر دی جائیں اور اس نا لائق حرکت کی معافی مانگی جائے تو اس کے بعد ہم رومیوکس کی التجا پر قاعدہ اور دستور کے مطابق اپنی بیٹیاں اُن سے بیاہ دیں گے پھر رومیوکس نے جواب میں کہلا بھیجا کہ تم سے رشتہ مواخات قائم کرنے کے لیے ہم بخوشی آمادہ ہیں لے کھیرٹے سے مرا بھونا گا قانون ہے۔

لیکن یہ نہیں ہو سکتا کہ لڑکیاں پہلے واپس کر دی جائیں؛ اس پر سائین لوگون میں بڑا اختلاف پیدا ہوا۔ بعض جوش میں تھے اور بعض اعتدال کی صلاح دیتے تھے کہ معاملہ جس طرح ہو یا دیا جائے مگر اگر ان Achaemenes شاہ سسی بن سس مہمہ مہمہ نے زمانا اور ایک زبردست فوج لیکر رومہ پر حملے کے لیے بڑھاؤ یہ واضح رہے کہ اس بادشاہ کو پہلے سے رومیولس کے ساتھ کہ تھی۔ اس کی روز افزون قوت سے وہ جلتا تھا اور یہ آخری واقعہ تو خصوصاً ایسا ہوا کہ جس نے اسکے غصے اور حسد کو بے حد بڑھا دیا۔

اب ادھر سے یہ چلا اور ادھر سے رومیولس فوج لیکے نکلا۔ لیکن جب دونوں لشکر آمنے سامنے ہوئے اور اس نے اُس کو دیکھا تو دونوں طرف کے بادشاہوں نے اپنے اپنے حریف کو ٹوکا اور ان دونوں میں جنگ (یک کی) Darius کی ٹھن گئی؛ فوجین تو ہتیار باندھے الگ تھلگ اکٹری رہیں اور سردار میدان میں نکلے؛ اس وقت رومیولس نے منت مانی کہ اگر وہ غالب آیا تو جو پٹریا (برصی) دیوتا کے بت پر خود جا کر اپنے حریف کی زرہ بکتر چڑھائیگا؛ پھر انہیں لڑائی ہونے لگی تو رومیولس ہی غالب آیا اور جنگ مغلوبین بھی اُسی نے دشمن کی فوج کو مار کر بھگا دیا اور اس کا دار الحکومت بھی چھین لیا؛ لیکن اس شہر کے رہنے والوں کو اس نے کسی قسم کی تکلیف نہ پہنچائی؛ البتہ انہیں اس بات پر مجبور کیا کہ وہ اپنے گھروں کو منہدم کر کے رومہ میں چل بسیں۔ اور وہاں کے تمام حقوق شہریت بھی حاصل کر لیں؛ اور حقیقت یہ ہے کہ رومیولس کی انہی حکمتوں نے رومہ کی عظمت کو پہلے سے کہیں زیادہ بڑھا چڑھا دیا۔

اس فتح کے بعد رومیولس نے اپنی منت عمدہ طریق سے پوری کرنے کا ارادہ کیا۔ اس طرح کہ دیتا بھی اُس سے راضی ہو اور لوگ بھی اس رسم کی ادائیگی کو پسند کریں؛ اس غرض کے لیے اُس نے ایک اونچا شاہ بلوط کا پیڑ جو ان کی خیمہ گاہ میں اُگ رہا تھا کٹوایا اور اس کو تراش کر ایک نشان فتح کے شکل کا بنا لیا پھر اپنے حریف کا سارا لباس جنگ اس پر ترتیب کے ساتھ باندھا اور اپنے کپڑے اپنے گرد لپیٹ کر سر پر ایک موتیوں کا بندھن بنا کے رکھا جسکے نیچے

سے اس کے لیے لیے بال خوبصورتی کے ساتھ ادھر ادھر اڑ رہے تھے۔ پھر اس کو کندھے کے ہمارے
سیدھا کھڑا کر لیا اور فتحمدی کے گیت گاتا ہوا شہر کی جانب روانہ ہوا۔ تمام فوج اس کے پیچھے پیچھے
آ رہی تھی اور یہ سارا جلوس شہر میں پھونچ کر اور بھی شاندار بن گیا تھا جہاں کہ شہر والے کھڑے
مسرت و تعجب کے نعرے بلند کر رہے تھے، یہی وہ تاریخی جلوس ہے جو آئندہ تمام فتوحات کے
جلوسوں کا نمونہ بنا۔ اس نشان فتح *Simla* کو لوگ ہر جیسے وعدہ و وعید کی نیاز کرنے لگے
کیونکہ رومیولس نے دعا مانگی تھی کہ خدا اسے کامیاب اور دشمن کو اس کے ہاتھ سے ذلیل و خوار کرے
اور مال غنیمت *Simla* یا غنیمت شاہی کے نام سے موسوم ہو جاوے کہ وارو کے قول
کے مطابق لفظ *Simla* سے نکلا ہے جس کے معنی بیش قیمت کے ہیں، لیکن اس کی اصل
اور *Simla* بھی ہو سکتی ہے جس کے معنی ہین کا زباناں، بہر حال یہ وہ عزت ہے
جو سوائے نین آدمیوں کے جنہوں نے دشمن کے سردار لشکر کو اپنے ہاتھ سے مارا کسی کو نہیں ملتی
یعنی کوئی اپنے مال غنیمت کو *Simla* نہیں کہہ سکتا۔ اور وہ تین یہ ہیں :-

رومیولس اگر ن کا قاتل - کرنیلیس کو *Simla* جس نے ٹولومینس
Simla کو مارا اور تیسرے کا *Simla* مارسیس *Simla*
جس نے شاہ خالیہ وی ای دو مار *Simla* کو ہزیمت دی، آخری دونوں
فتح شہر میں داخل ہوئے تو جنگی رتھوں میں سوار تھے مگر دیونیسیس کا یہ کہنا کہ رومیولس بھی
رتھ میں آیا غلط ہے، یہ شان شکوہ تو مارکوائس نے اضافہ کی تھی اور بعض کہتے ہیں کہ پہلی کولا
نے سواروں کا جلوس شروع کیا ہے، لیکن رومیولس کے تمام مجسمے بھی جنہیں
اسے فاتحانہ حیثیت سے دکھایا ہے پیادہ پائے ہوئے ہیں۔

قبیلہ سیسیس کی ہزیمت کے بعد اور سائین قبائل تو تیار یون ہی میں رہے مگر خدائے
کرسٹو میریم اور ان تمنا کے باشندوں نے ملکہ ایک لشکر رومیوں سے لڑنے کے لیے بھیج دیا۔

۱۔ *Simla* *Simla* *Simla*

انھوں نے بھی شکست فاحش کھائی اور اپنی بستیوں اور زمینیں فاختین کے حوالے کر کے رومیوں میں ان بسے، ان زمینوں کو رومیوں نے اپنے لوگوں میں برابر برابر تقسیم کر دیا تھا۔ البتہ وہ قطعہ جو مسروق یا بھگائی ہوئی عورتوں کے والدین کی ملکیت ہوتے تھے اس تقسیم سے محفوظ اور بچنے والوں کے قبضے میں رہتے تھے،

ان واقعات نے سبب بن کر لوگوں کو سخت غصہ دلایا۔ انھوں نے ٹیٹس *Marcus* کو اپنا افسر مقرر کیا اور سیدھے رومہ کی طرف بڑھے، مگر شہر (جس کا قلعہ ایک کپیل *capitulum* کہلاتا ہے) قریب قریب ناممکن التیغ تھا اور اس کی محافظت ایک دستہ فوج اور ٹارپیس *Tarpis* کے سپرد تھی۔ یہ جو بعض عقلمند کہتے ہیں کہ اسکی محافظ ٹارپس *Tarpis* نام لڑکی تھی، بالکل غلط ہے۔ رومیوں نے اتنا احمق نہ تھا جتنا وہ سمجھتے ہیں، بلکہ ان اس کی صلیبت یہ ہے کہ ٹارپس بیٹی تھی ٹارپس کی، اور اسی کی غداری سے قلعہ فتح ہوا۔ دراصل وہ سبب لوگوں کی سنہری چوڑیاں دیکھ کر لالچ میں آ گئی اور کھجوت نے ان کے لیے قلعہ کھول دیا، اس غداری کے صلے میں اس نے ٹیٹس سے خیر لیا تھا کہ اسے سب لوگ وہ شے دیدیں گے جو ان کے بائیں ہاتھ میں ہے، چنانچہ جب اس نے دروازے کھول کر ان کو اندر لے لیا تو انھوں نے اپنی شرطیں طرح پوری کی کہ اول ٹیٹس نے پہلے چوڑی دی پھر آہنی دستاں جو پہنے تھا اس پر ڈالا۔ اس کے بعد ہر ایک نے اسی طرح جو کچھ کہ ان کے بائیں ہاتھ میں تھا سب اس پر ڈالنا شروع کیا، یہاں تک کہ سیکردون ڈھال تلواروں وغیرہ کے بوجھ سے وہ بالکل دب گئی اور گھٹ کر گر گئی۔ اور اسی طرح اپنی سزا کو بھونچ کر یہ واقعہ ظاہر کرتا ہے کہ ان کی گولش *gols* اپنے خیال میں اکیلا نہیں ہے یعنی وہ جو کہتا ہے کہ میں غداروں کو پسند کرتا ہوں مگر جو غداری کر چکے ان سے مجھے نفرت ہے، تو اس میں اور بہت اس کے ہم خیال لوگ موجود ہیں۔ اور اسی طرح سیزر کے بھی، جس نے رومی تالکس *talaks* باشندہ تراقیہ (عقریس) سے کہا تھا کہ وہ غداری مجھے محبوب ہے مگر غدار سے مجھے نفرت ہے، و حقیقت سبھی تھیں شیریں النفس لوگوں سے

کام پڑتا ہے اس خیال کے ہو جاتے ہیں اور گو وہ اپنا کام تو ان سے خوشی خوشی نکال لیتے ہیں لیکن خود ان کی ذات سے کام نکل جانے کے بعد انتہائی تنفر پیدا ہو جاتا ہے۔
 مارپیہ کا تو یہ حشر ہوا مگر جو باحوالے سے گلہا کے بیان کرتا ہے کہ خود مارپیس بھی تحقیقات کے بعد اس کے جرم کا شریک نکلا۔

اس جگہ یہ لکھنا بھی مناسب ہے کہ جو لوگ مارپیہ کو خود سبائین کپتان ٹیٹیس کی مسرقہ بینی بتاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اُس نے اپنے باپ کے لیے ایسا کام کیا اور پھر اپنے باپ کے ہاتھ سے ماری گئی وہ بالکل لغو ہے اور ان کی گونش بھی اس خرافات میں برابر کا حصہ دار ہے۔ اور سہی لس و سلاوینڈ شاعر جس نے لکھا ہے کہ مارپیہ نے سبائین قوم کے لیے نین بلکہ قوم گال کے لیے غداری سے قلعہ کھول دیا تھا اور وہ دشمن کے بادشاہ پر فریبتہ ہو گئی تھی، جھک مارتا ہے جہاں کہتا ہے کہ :- اشعار

”وہ جو دروازے کے پاس ہی رہتی تھی، مارپیہ تھی
 جس نے رومہ کے دروازے دشمن پر کھول دیے
 اک دشمن جان گال کی دوستداری میں اس نے
 ایسا کیا کہ کینٹیل لہلہ نہ سہ (C) کو جو شہر کی اصلی قوت
 تھا غداری سے خولے کر دیا۔“

پھر آگے چل کر اس کی موت کے بارے میں لکھتا ہے کہ :-

اور اس قلعہ میں مثلہ قوت کے خوشخوار لوگوں نے یہ بھی تو
 نہ گوارا کیا کہ چڑ کے کنارے تک وہ ساتھ ساتھ چلی جاے
 انھوں نے اپنی بھاری ڈھالیں اس پر پھینک دیں
 اور ان جنگی تحالیف میں اُسے مار کر دبا دیا۔

۱۰۰

مارپیہ جان ماری گئی وہیں دفن بھی ہوئی اور اسی کے نام سے وہ ٹیلہ مارپیس کہلاتا تھا۔

ہیان تک کہ شاہ ملکہ کو ان کے عہد میں جب وہ مقام عطا کر دیوتا کی نذر ہوا تو اس کی ہڈیاں بھی وہاں سے ہٹا دی گئیں اور تب سے وہ نام بھی مٹ گیا۔ اگرچہ اب بھی جس جگہ سے تختہ اردن کو نیچے گرایا جاتا ہے وہ حصہ ٹارپین راک (یعنی ٹارپیہ کی چٹان یا چوٹی) کہلاتا ہے۔

الغرض جب سپاہیں کا اس پہاڑی پر قبضہ ہو گیا تو رومیوں نے سخت غیظ و غضب کے عالم میں ان سے لڑائی مانگی۔ اور ٹینیس نے اس اطمینان پر منظور کی کہ اگر شکست کی صورت ہوئی تو ان کے ہٹنے کے لیے بہت محفوظ مقام موجود ہے۔ فریقین کی جنگ آزمائی کے لیے جو میدان بیچ میں تھا وہ پہاڑیوں سے اس طرح گھرا ہوا تھا کہ کسی طرف بھاگنے کی یا بچ کر اڑ لینے کی گنجائش کم تھی اس لیے دونوں طرف یقین تھا کہ لڑائی بہت سخت اور دربار ہوگی۔ اس میدان کو دریا کے چرٹھاؤں نے اور خراب کر دیا تھا اور جگہ جگہ ایسی وہل ہو گئی تھی کہ دیکھنے میں تو معمولی تھی مگر بیربر پبلے تو پھر آدمی کا نکلنا اس میں سے دشوار تھا۔ یہ بھی ایک حسن اتفاق ہوا کہ سپاہیں جو غفلت سے اس میدان میں آنے والے تھے بالوں بال بچ گئے۔ وجہ اس کی یہ ہوئی کہ زمین سے ایک شخص کرٹس جو مشہور جنگ آزماتا تھا اور لڑائی کے شوق میں بیابا ہوا جاتا تھا سب سے پہلے گھوڑے کو بھگاتا ہوا لایا اور اس (دہل) یا دلدل میں بھنس گیا پھر ہتیری اس نے کوشش کی، غل چلایا چابک اڑائے اور مہینر پمہیز ماری، گھوڑا نہ نکل سکا اور وہ ناچار کو دکر اس کی پٹھ سے جدا ہو گیا کہ کہیں خود نہ اسی دھس میں آجائے۔ اس جگہ کو اب تک اس کے نام پر کرٹسین تلاء کہتے ہیں۔

اس ناگہانی مصیبت سے سپاہیں جب بچ گئے تو نہایت مستعدی کے ساتھ انھوں نے جنگ شروع کی اور اگرچہ فریقین کے سینکڑوں آدمی مارے گئے لیکن لڑائی اب بھی فیصلہ نہ ہوئی انھیں مقتولوں میں ہسٹولیس بھی تھا جسے ہر سیلیا کا شہر اور اس ہسٹولیس کا دادا بتاتے ہیں جو کہ یونان کے بعد روم کے تخت پر بیٹھا۔

اس عالم رتخیز میں آئے اور کٹکشین تو ظاہر ہے کہ بہت سی ہوئی ہو گئی لیکن سب سے زیادہ ایک

آخری جھڑپ ہے، اسی میں رومیوس کے سر پر ایک پتھر ایا لگا کہ وہ اگٹ کر زمین پر گرتے
گرتے بچا۔ اور جب وہ لڑائی کے کام کا نہ رہا تو رومی پھر نہ بھڑک سکے بلکہ پلائیم کی طرف بھاگے۔
اس عرصے میں رومیوس کی طبیعت ذرا ٹھیری اور وہ پلٹا کہ لڑائی کو پھرتے سرے سے
شروع کرے۔ اس نے بھاگنے والوں کو زور سے لٹکارا اور بہت بندھائی کہ جہاں ہو ڈٹ جاؤ
اور جم کے لڑو۔ لیکن اس نے دیکھا کہ دشمنوں کی کثرت نے ان کو ایسا مرعوب کر دیا ہے کہ کوئی
پلٹنے کی جرات نہیں کرتا تو اس وقت اس نے اپنے ہاتھ آسمان کی طرف اٹھائے اور ہریت
دہوتا سے دعا کی کہ وہ رومی فوج کو روک دے اور اس نازک وقت میں رومہ کا ساتھ چھوڑ
بلکہ اس کی عزت قائم رکھے؛

ادھر تو رومیوس نے یہ دعا مانگی اور اُدھر بہت سون کو غیرت و حمیت نے بھاگنے سے
روک دیا؛ پھر انھیں اپنے بادشاہ کا خیال آیا اور ان کے تمام خوف و خدشے یکبارگی اطمینان سے
بدل گئے؛ اس جگہ جہاں یہ لوگ پہلے ہی پھل ٹھٹھے اب جو بیئر سیٹر *Strepitum*
(یعنی ٹھیرا دینے والے برہیت دیوتا) کا مندر ہے۔ یہیں انھوں نے اپنی صفیں دوبارہ درست
کیں اور یہیں سے ڈھکیل کر وہ اپنے دشمنوں کو وہاں تک ہٹالائے جہاں *Venta*
کا مندر ہے اور جس جگہ کو اب *Regia* کہتے ہیں۔ اس مقام پر پہنچ کر دونوں فریق
دوسری مرتبہ ایک سخت لڑائی کی پھرتیاری ہی کر رہے تھے جو ایک عجیب واقعہ پیش آیا لڑائی
تک گئی اور انھوں نے کچھ ایسا منظر دیکھا کہ جس کا بیان کرنا بھی دشوار ہے۔ کیا نہ کہتے ہیں کہ
سبائین لوگوں کی وہ لڑکیاں جنھیں رومی بھاگلے گئے تھے پریشان حال اور گرتی پڑتی چلی آتی ہیں
کچھ اس طرف آئیں اور کچھ اُس طرف گئیں۔ ان کی چیخوں سے دل ہلا جاتا تھا۔ اور خصوصاً جب
طرفین کی لاشوں پر بال کھول کھول کر انھوں نے مین کرنے شروع کیے تو ہر طرف شامسا جھپٹا
انہیں سے بہت سیون نے اپنے شیرخوار بچوں کو گودوں میں لے رکھا تھا اور انھیں دکھا دکھا کر
کبھی سبائین اور کبھی رومی سپاہیوں کو متین دیتی تھیں کہ وہ اب لڑائی نہ لڑیں؛ یہ دیکھ کر فریقین

کو بھی ترس آگیا اور انھوں نے دونوں طرف سے ہٹ کر کچھ دیدی کہ عورتیں بیچ میں آجائیں
 ان کے دل تو ان عورتوں کی صورت اور گریہ و بیکاری دیکھ کر ہی کھل گئے تھے پھر جب
 انھوں نے شکوہ کے دفتر کھولے پہلے شرمایا اور پھر منت سماجت سے منایا تو کوئی شخص
 نہ تھا جو متاثر نہ ہوا ہو۔

اس شور و شبیوں میں عورتوں نے جو کچھ کہا اس کا مدعا یہ تھا کہ ”لوگو خدا کے لیے
 بناؤ تو سہی ہم نے تمہارا کیا قصور کیا کہ تم ہمارے دشمن ہو گئے اور اس طرح آزار پہنچانے کے
 درپے ہو۔“ پہلے تو ہمیں ان لوگوں نے زبردستی بھگایا اور بے آبرو کیا جو ہمارے شوہر ہیں پھر
 یہ ہو چکا تو مدت تک ہمارے باپ اور بھائیوں نے ہماری کوئی خبر نہ لی یہاں تک کہ اس عرصے
 میں وہ جن سے ہمیں پہلے دلی نفرت تھی، ہمارے ہو گئے اور ہم ان کے۔ ہمارے لیے اب ممکن
 نہیں کہ ان کی موت اور ان کی تکلیف پر بیچیں نہ ہوں، جو پہلے ہمارے دشمن تھے، مگر اب ہمارے
 سب سے زیادہ قریبی رشتہ دار ہیں۔ اس وقت تک کہ ہم کنوارے تھے ہماری عزت بچانے کے لیے
 کوئی نہ کیا۔ مگر اب تم آئے ہو کہ اپنی بہنوں اور بیٹیوں کو بنیں بلکہ روٹیوں کی بیویوں اور ماؤں
 کو زبردستی ان کے گھروں سے لیجاؤ۔ بے شبہ ہمارے لیے تو تمہاری یہ بعد از وقت طرفداری
 اس زمانہ بالجبر اور ابتدائی تساہل سے کم تکلیف دہ نہیں بلکہ بدتر ہے اگر یہ لڑائی کسی اور خاطر
 دوسرے موقع پر ہوتی تب بھی تمہیں کسی طرح زیان نہ تھا کہ ان پر ہاتھ اٹھاؤ جن کے کہ تم ہمارے
 رشتے سے خسر اور ناماہوتے ہو۔ اور اگر فقط ہمارے ہی لیے تم یہ جھگڑا کرتے ہو تو چلو ہمیں اور
 ہمارے ساتھ اپنے دامادوں اور نواسوں کو اپنے گھر لے چلو۔ بے شک ہمیں اپنے بچھڑے ہو
 مان باپ اور رشتے داروں کے حوالے کر دو مگر ہمارے شوہروں اور بچوں سے بھی تو جدا نہ کرو
 ہم تمہارے آگے ہاتھ جوڑتے ہیں کہ ہمیں پھر دوبارہ قیدین نہ ڈالو؟

غرض یہ اور اس قسم کی بہت سی باتیں ہر سیلیا کنتی جاتی تھی اور باقی عورتیں بھی اسی طرح
 التجائیں کر رہی تھیں جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ان میں ایک منہگامی صلہ ہو گئی اور دونوں طرف کے

افسر شورش کے لیے ایک جامع ہوے اس اثنا میں عورتوں نے اپنے اپنے شوہروں اور بچوں کو اپنے باپ بھائیوں سے لالاکے ملایا۔ بھوکوں کو گوشت اور پیاسوں کو پانی دیا اور زخمیوں کو مرہم بٹی کے لیے اپنے گھروں پر اٹھوا لائیں۔ انھوں نے اپنے میکے والوں کو یہ بھی دکھایا کہ اپنے نئے گھروں میں وہ بالکل خوش اور خود مختار ہیں اور ان کے شوہر کوئی دقیقہ ان کی خاطر داری اور آبرو کرنے میں نہیں اٹھا رکھتے؛ جب سبائیں لوگوں نے یہ دیکھا تو انھوں نے ردیوں سے بخوشی ان شرطوں پر صلح کر لی کہ جس عورت کا جی چاہے جائے اور جس کا جی چاہے اپنے شوہر ہی کے پاس پھیری رہے ہاں مگر اس سے امور خانہ داری میں کوئی محنت سوائے چرخہ کاٹنے کے ملتی جائے ساتھ ہی قرار پایا کہ سبائیں اپنے گائون چھوڑ کر رومہ ہی میں آسین اور شہر کا نام تورومیولس کے نام پر رومہ رہے مگر اس کے باشندوں کی قومیت سبائیں سردار ٹیلیس کے وطن پر کیوریٹس *Quirites* کہلائے۔ اور وہ مشترک طور پر فوجی حکومت اور کمان کیا کریں؛ اس جگہ کا نام جان پیمصاحت ہوئی اب تک کمیتیم *Comitium* ہے۔ یہ لفظ مشتق ہے کوئر *Coire* سے، جس کے معنی درمل جانا، ماہین؛

اس طریق سے شہر ڈگتا ہو گیا تو مجلس (سینٹ) میں سبائیں قوم کے سوارکان اور انتخاب کیے گئے۔ اور فوجی دستے (لیجین) بھی بڑھ کر ۶ ہزار پیادہ اور ۶ سو سوار کی فوج ہو گئی؛ اس کے بعد انھوں نے لوگوں کو تین قبیلوں میں منقسم کیا پہلا تورومیولس کے نام پر... ریمینٹس *Ramnenses* کہلاتا تھا دوسرا ٹیلیس کے نام پر *Telini* تین سب *Taknemense* اور تیسرا لوسی *Luceres* مشہور ہوا۔ اس کی وجہ تسمیہ وہ مقام ہے جہاں کہ اسائیلیم *Asylum* کی عمارت کھڑی تھی اور جسے لوس *Lucus* یعنی کنج امن کہتے تھے۔ اور جہاں کہ اول اول رومہ میں پناہ لینے کے لیے مختلف اطراف سے لوگ آتے تھے؛ اس امر کی تصدیق کہ وہ پورے تین ہی قبیلوں میں بیٹے تھے خود لفظ ٹرایب سے ہوتی ہے (جس کے معنی ہم نے قبیلے کے اردو میں لکھے ہیں) ہر ایک قبیلہ دس کنہوں سے بنتا تھا جن کے نام بعضوں کا

خیال ہے کہ سبائین عورتوں کے ناموں پر رکھے گئے تھے۔ لیکن یہ صحیح نہیں معلوم ہوتا کیونکہ بہت سے کتب مختلف شہروں کے نام سے موسوم تھے۔ البتہ اس میں شک نہیں کہ اس وقت وہ بہت سی باتوں میں عورتوں کا بڑا ادب اور لحاظ کرتے تھے۔ مثلاً جب وہ مل جاتیں تو مرد رستہ چھوڑ کر انھیں جگہ دیتے۔ ان کی موجودگی میں کوئی بیوہ لفظ زبان سے نہ نکالتے ان کے سامنے کبھی برہنہ نہ ہوتے کیونکہ یہ حرکت ان کے ہاں قتلِ عمد کے برابر جرم سمجھی جاتی تھی۔ یا اپنے بچوں کو بٹا پھانتے جو ایک قسم کا گلے کا دیور تھا اور اسی طرح پری ٹنٹا *Prætexta* بھی پھلنے کی ان کے ہاں رسم تھی یہ قرمزی کناروں کا ایک لنگا سا ہوتا تھا۔

زلیقین کے سردار اس قرارداد کے بعد فوراً ہی یکجا نہیں ہوئے بلکہ پہلے ہر ایک نے اپنے اپنے منتخب آدمیوں سے مشورہ کیا اور پھر یہ سب ایک جگہ جمع ہوئے۔

ٹینٹس نے اپنا مکان وہاں بنایا جہاں اب مونٹیا *Montea* کا مندر واقع ہے اور رومیولس نے اس ڈھلان پر سکونت اختیار کی جو پلائین *Palatine* کی پہاڑی اور سرکس کمپس *Circus Maximus* کے درمیان ہے۔ اسی جگہ لوگوں کا بیان ہے کہ وہ مقدس اخروٹ کا درخت تھا جو رومیولس کے تیر سے اُگ آیا تھا۔ اس مختصر کی تفصیل یہ ہے کہ ایک بار رومیولس نے اپنی طاقت آزمانے کی غرض سے کوہ آونٹائن *Aventine* پر سے کھڑے ہو کر ایک تیر مارا۔ زمین میں یہ تیر اس قدر گہرا اتر گیا کہ لوگ کہتے ہیں کوئی شخص اس کو اکھاڑ نہ سکا۔ اور چونکہ تیر بنا ہوا تھا اخروٹ کی شاخ کا زمین کی قوتِ نامیہ نے اسے بہت جلد نشاۃ کر دیا اور اس کے کٹے پھوٹ آئے یہاں تک کہ بڑھتے بڑھتے وہ پورا رات آدھ رخت بن گیا۔ اس کو بعد میں لوگ پوجنے لگے۔ اور اسے متبرک سمجھا انھوں نے گرد اگر دایک پکا تھا تو لہ بھی بنادیا اسکی غور وپرداخت کا بھی انھیں اس قدر خیال تھا کہ جب کبھی کسی کو نظر آتا کہ وہ سرسبز نہیں ہے یا اس کے پتے مرجھاتے چلے ہیں تو وہ اسی وقت آواز میں دے دیکے اس پاس والوں کو جمع کر لیتا اور یہ سب ملکر اس طرح پانی پانی پکارنے لگتے جس طرح کہ آگ لگنے کی سن کر پکارا کرتے ہیں اور پھر بہت

سے ڈول بھر کے لوگ دوڑتے ہوئے وہاں لاتے، مگر کہتے ہیں کہ جس زمانے میں شاہ کے اس سیر *caesar* میں اس درخت کے تھانے کی سیڑھیاں مرمت کرا رہی تھیں تو بعض بلیا رکھو دتے کھودتے بہت قریب تک کھود گئے جس نے درخت کی جڑیں کاٹ دیں اور پھر وہ سرسبز نہ ہو سکا۔

سبائین لوگوں نے رومیوں کے جیسے بھی اختیار کر لیے تھے۔ ان میں فصل اور ضروری امور کا ذکر *Numa* کی سوانح عمری میں آئیگا۔ اسکے بدلے میں رومیوں نے انکی لمبی ڈھالیں اپنے استعمال میں لیں۔ اور اپنے اور تمام رومیوں کے جنگی لباس اور زره بکتر کو بھی بالکل بدل دیا۔

تھوار اور میلے دونوں تو میں ملکہ مناتی تھیں یعنی جوان کے تھے ان میں سبائین شریک ہوتے تھے اور جو سبائین لوگوں کی تقریبات تھیں ان سب میں رومی شرکت کرتے تھے گویا ہر ایک قوم کی تمام قدیم رسمیں قائم رہیں۔ اس کے علاوہ انھوں نے چند نئی رسمیں مشترک طور پر اور اضافہ کر لیں۔ انہیں جدید تھواروں میں ایک مقرر کیا *Matronalia* تھا جو

عورتوں کے اعزاز میں کہ انھیں نے آتش فساد کو بجھایا، منایا جاتا تھا، اسی طرح کارمن کیلیا *Carmentalia* بھی عورتوں ہی سے متعلق تھا۔ بعضوں کے نزدیک یہ کارمنٹا ایک دیوی ہے اور وضع محل اس کے اختیار میں ہے اسی لیے زچائیں اور مائیں اس کو بہت مانتی ہیں لیکن ایک قول یہ ہے کہ وہ ایورنڈر باشندہ آرکیڈیا کی بیوی تھی جو ایک نبیہ مانی جاتی تھی اور اپنے الہامات نشر کے بجائے نظم میں ظاہر کرتی تھی جس سے اس کا نام کہ پہلے فی کس ٹریٹا *Nicostrata* تھا کارمنٹا پر لگیا جو کارمن *Carmon* (یعنی) نظم سے مشتق ہے

دوسروں کے نزدیک یہ نام کارمنس منٹی *Carens Mente* (یعنی مجنون) سے نکلا ہے جس میں اس عورت کی مجذوبانہ ہانک کی طرف اشارہ ہے۔

تیسرے تھوار پہنچا لیا کا ذکر ہم پہلے کر کے ہیں جو تھا *Leupercalia* تو

اول اول تو محض پاکیزگی حاصل کرنے کی غرض سے منایا جاتا تھا ماہ فروری (جب کاناخ خود ملکہ کے معنے رکھتا ہے) میں اس کا خاص وقت مقرر تھا اور اس دن کو بھی *Februata* کہتے تھے۔ مگر یہ نام یونانی لفظ *Laia* سے *Laia* کے مرادف ہے اور اس سے معلوم ہوتا ہے کہ عجیب نہیں جو یہ بہت قدیم ہو اور انو تذر کے ہم وطن ساتھی اس کو اپنے ساتھ ایوڈ میں لائے ہوں۔ لیکن اس قیاس کی صحت میں شک اس لیے ہے کہ لبر کے لیا کی وجہ تسمیہ مادہ گرگ بھی ہو سکتی ہے جس نے رومیوس کو برورش کیا تھا۔ کیونکہ اس تہوار کے جو پجاری ہیں اپنی رسمن کا آغاز اس مقام سے کرتے ہیں جہاں کہ روایت عام کے مطابق رومیوس دریا سے نکلا تھا۔ مگر مشکل یہ ہے کہ اس تہوار میں جو جو ریت رسمن منائی جاتی ہیں وہ اس کی ابتدا اور وجہ تسمیہ کو ایسا پیچیدہ کر دیتی ہیں کہ اس پر قیاس چلانا بھی مشکل ہو جاتا ہے مثلاً اس میں بکریوں کو مارتے ہیں پھر دو امیر زادے بلوائے جاتے ہیں جنکی پیشانیوں پر بعض لوگ تو ایک لہو بھری چھری سے خون ڈالتے جاتے ہیں اور بعض ان کو دودھ میں بھگو کر جلدی سے خون کو پوچھ دیتے ہیں جب خون پچھ جائے تو ان لوگوں کے لیے ضروری ہے کہ وہ خوب ہنسن اسکے بعد بکریوں کی کھال کو کاٹ کاٹ کے لمبے لمبے ٹکڑے یہ ٹکڑے ہاتھوں میں لیتے ہیں اور سرسخت کے سوا سارا جسم برہنہ کر کے دوڑتے ہیں اور اپنے عجیب کوڑوں سے جو ملتا ہے اسے مارتے جاتے ہیں۔ طرفہ تریہ کہ نئی بیاہی ہوئی عورتیں ان کی چوٹ سے نہیں بچتیں بلکہ یہ جانتی ہیں کہ یہ چابک گلے سے ان کی اولاد بآسانی ہوگی۔ اس کے علاوہ ایک عجیب بات اس تہوار میں یہ ہے کہ اس کے پجاری کتنے کی قربانی کرتے ہیں تو

اس تہوار کی نسبت ایک شاعر (جس نے تمام رومی رسمن کی مشور عام وجہ مرثیہ کی بحرون میں لکھ ڈالی ہے) کہتا ہے کہ امیوس کو مغلوب کرنے کے بعد رومیوس اور تریس دوڑ ہوئے اس جگہ تک آئے تھے جہاں کہ مادہ گرگ نے ان کی برورش کی تھی۔ اسی کی نقل اس تہوار میں کی جاتی ہے اور دو امیر زادے اسی طرح دوڑتے اور چاروں طرف حربے پھینکتے ہوئے

آتے ہیں جس طرح کہ شہر لکبا سے وہ دونوں تو ام بھائی تلوار ہاتھ میں لیے لپکتے تھے؛
لو بھری چھری سے مراد اس روز کی خون ریزی ہے اور اسکا دودھ سے پوچھا جانا
ان کی غذا اور پرورش کو یاد دلاتا ہے؛

کے اس اسی لیس *Aciniscus* نے اس تہوار کی اور ایک وجہ لکھی ہے
وہ لکھتا ہے کہ شہر بننے سے پہلے رومیولس اور ریس کے مویشی ایک مرتبہ کھڑے کئے تب فونس
Faunus دیوتا سے دھامنگ کر وہ دونوں برہنہ ہو کر بھاگتے ہوئے ڈھونڈنے لگے
کپڑے اتارنے سے مطلب یہ تھا کہ پسینہ اٹھین پریشان نہ کرے۔ چنانچہ یہی برہنہ دوڑنے کی
رسم ہے جسے اب تک بچاری دھرتے ہیں؛ قربانی کے بارے میں یہ ہے کہ اگر واقعی طہارت و
پاکیزگی مضبوط ہے تو کتے کی قربانی ٹھیک ہے کیونکہ یونانی بھلی سی طرح جو ان کتوں کو بھینٹ
چڑھایا کرتے تھے اور انکے ہاں یہ دم جب وہ بے ہوشی لگاتی تھی *Periscylacismus*
کہتے ہیں عام تھی؛

لیکن اگر اس کے علاوہ کتے کی قربانی اس ادھگرگ کی شکر گزاری میں کی جاتی ہے
جس نے رومیولس کو بالا تو بھی کتہا مارنے کے اسباب موجود میں کیونکہ کتہا بھڑیے کا دشمن ہوتا ہے
ادھگر یہ وجہ بھی نہیں تو پھر سوائے اس کے کیا کہیں کہ کتہا بچاریوں کی دوڑ میں حارج ہوتا ہوگا
اس لیے اس کو بے سزا دی جاتی ہے؛

کہتے ہیں کہ آگ کا تقدس کرنے والا بھی پہلا شخص رومیولس ہے اسی نے آتش کدہ بنا کر
اس کی دیکھ بھال کے لیے مقدس کتہا ریان مقرر کیں جن کو *Castal* (مرلیان)
کہتے ہیں؛ مگر بعضوں کے نزدیک اس کا بانی بنو ما ہے گو اس میں موافق و مخالفت کسی کو شک
نہیں کہ رومیولس پکند ہی شخص تھا اور شگون بچارنے میں بڑی مہارت رکھتا تھا۔ چنانچہ رتالون
کا ٹیڑھا بڑھا ڈنڈا جسے *Latus* کہتے ہیں اور جو پرندوں کی پرواز سے قناؤل کے
وقت آسمانی بروج کا نقشہ اُتارنے میں استعمال ہوتا ہے، رومیولس کے پاس بھی رہتا تھا۔ یہ ڈنڈا

پلاٹیم میں محفوظ تھا اور اس وقت کھو گیا تھا جب کہ شہر پر گال کے سپاہیوں کا قبضہ ہوا لیکن ان وحشیوں کے جانے کے بعد وہ راکھ کے ڈھیر میں کھنڈروں تلے مل گیا اس کے آس پاس کی چیزیں تمام جل گئی تھیں مگر وہ ڈنڈا بھیج سلامت تھا؛

رومیولس نے بعض قوانین بھی بنائے جن میں سے ایک ذرا سخت ہے، اس کے رُو سے کوئی بیوی اپنے شوہر کو نہیں چھوڑ سکتی مگر شوہر بیوی کو گھر سے نکال سکتا ہے بشرطیکہ وہ اپنے بچوں کو زہر دیدے یا کچیان بدل دے یا زنا کا ارتکاب کرے۔ اسکے علاوہ اگر شوہر بیوی کو علحدہ کرنا چاہے تو رومیولس کے قانون بموجب شوہر کی جائیداد کا ایک حصہ تو بیوی کو مل جاتا اور باقی سیرس *معصر* دیوی کے نام (وقت) کر دیا جاتا تھا۔ ساتھ ہی جو شخص بیوی کو چھوڑتا تھا اسے قربانیان چڑھا کر دیوتاؤں سے معافی مانگنی پڑتی تھی؛

رومیولس کے قوانین میں یہ خاص بات بھی ذکر کے لائق ہے کہ ان میں کوئی سزا قتل والدین کے لیے نہیں لکھی گئی ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ معمولی قتل ہی کو نہایت سنگین اور ناپاک جرم خیال کرتا تھا اور اس کے نزدیک ماں باپ کا قتل بالکل ناممکن الوقوع شے تھی اور مدت مدید تک اس کا یہ خیال صحیح نکلا کیونکہ اس کے بعد ۶ سویرس تک رومہ میں ایسا جرم قبیح سرزد نہیں ہوا؛ مہنی بال *Annibal* کی لڑائیوں کے بعد تاریخ میں لوئیس ہولیس *Lucius Hostius* پہلا شخص ہے جو اپنی اولاد کے ہاتھوں مارا گیا؛

ان معاملات کے متعلق غالباً اس قدر لکھنا ہی کافی ہو گا؛
مشرکہ حکومت کے پانچویں سال ٹیٹس کے بعض اہباب اور رشتے داروں نے لازیم *Laurentum* کے ایلیویوں کو جو رومہ آ رہے تھے راستے میں لوٹنا چاہا۔ اور جب وہ لوگ روپیہ دینے پر یوں رضامند نہ ہوئے تو انھیں مار ڈالا؛ رومیولس نے یہ سنکر چاہا کہ مجرموں کو اس نالایق حرکت کی سزا دے لیکن ٹیٹس نے ٹالے بانے بتائے اور ایسا نہ کرنے دیجس سے ان دونوں بادشاہوں میں علانیہ تنازع پیدا ہو گیا۔ ورنہ اس وقت تک وہ نہایت احتیاط اور

بارہمی اتحاد کے ساتھ مل کر حکومت کرتے تھے، جب مقتولوں کے عزیز نہیں کی وجہ سے قانونی چارہ جوئی نہ کر سکے تو انھوں نے ایک روز جب وہ اور رومیولس لے دی نیم *Carvinium* میں قربانی چڑھا رہے تھے، اس پر حملہ کیا اور مار ڈالا۔ لیکن رومیولس کی انصاف پسندی اور عدل گستری کی انھوں نے نہایت تعریف کی اور اس کو گھر تک بھجوا دیا۔ رومیولس ٹیٹس کی بخشش کو لے آیا اور کوہ اونٹان پر نہایت شان شکوہ کے ساتھ *Arminidrium* میں دفن کیا۔ لیکن اس کے قتل کا انتقام لینے سے قطعی بے پروائی کی۔ بعض مصنفین کا بیان ہے کہ لارٹیم والون نے ڈر کے مارے خود ہی قاتلون رومیولس کے حوالے کر دیا تھا لیکن اس نے انھیں یہ کہہ کے چھوڑ دیا کہ قتل پہلے قتل کا بدلہ ہو گیا اس واقعے کا لوگوں میں بڑا چرچہ ہوا اور حاسدون کو یہ کہنے کا موقع ملا کہ رومیولس اپنے شریک حکومت کی موت سے خوش ہوا، شکر یہ ہے کہ اس قسم کے خیالات نے سبائیں لوگوں میں کوئی شورش نہیں پیدا کی۔ بلکہ وہ سب کچھ تو محبت و احترام کی وجہ سے اور کچھ اس کی قوت کے خوف سے اور کچھ اسے دیوتا سمجھ کر مذہبی عقیدت سے، آخر تک رومیولس کی شرائط فرمان برداری بجا لاتے رہے۔ ان کے علاوہ غیر قوموں کے بھی اس کی تکریم کا اظہار کیا۔ قدیم اطینئی لوگوں نے بھی سفیر بھیجے اور رومہ کے ساتھ اتحاد ملکی قائم کیا، فڈینی *Indenae* ایک سببی رومہ کے مہار کے مین تھی اس کو رومیولس نے تختہ کیا اس طرح کہ سواروں کی ایک جماعت کو پہلے سے بھیج دیا اور انھیں حکم دیدیا کہ شہر کے دروازوں کی چولین کاٹ ڈالیں۔ بعد ازاں اچانک دھڑکائی دوسری روایت یہ ہے کہ خود فڈینی دان ہی نے حملہ کیا تھا اور جب کہ دواؤں میں لوٹ مار کرتے پھرتے تھے تو رومیولس نے کین میں بیٹھ کر ایک دفعہ ہی چھاپہ مارا اور انکے بہت سے آدمی کاٹ دیے اسکے بعد شہر لے لیا مگر اس کو توڑا چھوڑا نہیں بلکہ اپنی نوآبادی اس کو بنایا اور پیرل کی ماؤس کو ڈھائی ہزار آدمی

۱۵۰-۱۶۰ء میں ہے یہ صحیح ترجمہ ایلیس (مصلحہ) کا ہو سکتا ہے

جو کہ رومیولس کے ہاں راجہ تھی اور میٹس کی وسطی نڈیوں میں پڑتی تھی۔ مترجم

وہاں بسنے کے لیے بھیج دیے؛

اس واقعے کے تھوڑے ہی دن بعد شہر میں ایک وبا ایسی پھوٹ پڑی کہ جس سے بغیر کسی پہلی بیماری کے فوری موت واقع ہو جاتی تھی۔ اس وبا سے غلوں کے کھیت بے دہن رہ گئے تھے اور مویشی گیاہن نہ ہوتے تھے، شہر میں خون کی بارش بھی ہوئی جس سے ان مصیبتوں میں دیوتاؤں کے غضب کا خوف اور اضافہ ہو گیا۔ مگر جب ہی آفت لازماً برائی تو سب نے قیاس کیا کہ دونوں شہروں پر خدائی غضب نازل ہوا کیونکہ غلوں نے ایلچیوں اور پھر تیشی کے خون کا بدلہ لینے میں سخت لاپرواہی کی تھی۔ چنانچہ جب دونوں طرف سے قاتل ایک دوسرے کے حوالے کر دیے گئے اور انھیں اپنے کیے کی سزا مل گئی تو با صریح طور پر گھٹ گئی مزید بہانہ رومیوس نے دونوں شہروں کے پاک صاف ہونے کی قربانیاں کیں جواب تک لوگ کہتے ہیں کہ فے زن ٹینا کے جنگل میں چڑھائی جاتی ہیں؛ لیکن اس وبا کے دفع ہونے سے پہلے کرائین *amar tines* لوگوں نے روم پر چڑھائی کی اور اس کے سارے علاقے پر جھاگے وہ دیکھتے تھے کہ رومی وبا کی پریشانی میں مداخلت نہ کر سکیں گے۔ مگر رومیوس نے فوراً لشکر تیار کر کے ان سے مقابلہ کیا اور ان کے ۶ ہزار آدمی قتل کر کے بڑی بھاری لڑائی جیتی پھر ان کے شہر پر قبضہ کر کے وہاں کے آدمے باشندوں کو روم لے آیا اور جو اس شہر کمرچم *amexium* میں باقی رہ گئے تھے ان سے وگنی تعداد اپنے لوگوں کی وہاں بسنے کو بھیج دی۔ یہ واقعہ پہلی اگست کا ہے؛ اس طرح سے رومیوس کو روم کی بسايت کے ۶۱ برس کے اندر ہی اندر بہت سے آدمی باہر بھیجے پڑے؛ کیریم سے دیگر ایشیائے غنیمت کے علاوہ رومیوس ایک برنجی جوڑ چار گھوڑوں کا، جھین کر لایا اور اسے *Vulcan* کے مندر میں کھوکھو اپنا بت اس کے اوپر قائم کر لایا اس طور پر کثرت و نصرت اس کو تاج پہنا رہی ہے؛

جب رومیوس کی طاقت اس طرح روز بروز بڑھنے لگی تو ان کے کمزور مہائے تو خوف کھانے اور شکر بھیجنے لگے کہ ہم ان کے مقابلے میں نہ پڑے، لیکن جو قومیں کہ قوی تھیں وہ اندیشہ

یا حسد کی وجہ سے اس فکر میں گہن کہ کسی طرح رومیولس اب زیادہ بڑھنے نہ پائے بلکہ بن پڑے تو اسکی ترقی پر غفلت خاک میں ملا دی جائے، اس معاملے میں پیش قدمی دے آئی *Scientia* قوم نے کی۔ وہ علاقہ لشکنی کے رہنے والے تھے بہت کچھ مال و جاگیر قبضے میں رکھتے تھے اور ایک نہایت فراخ شہر میں بستے تھے۔ انھوں نے فڈینی پر دعوے کیا کہ یہ شہر ہمارا ہے اور اسی کو لڑائی شروع کرنے کا جملہ بنایا۔ حالانکہ یہ نہ صرف نامعقول بلکہ نہایت مضحک بات تھی کہ وہ جنھوں نے فڈینی والوں کی سخت مصیبت میں کوئی بردانہ کی اور آرام سے بیٹھے ان کا کشت و خون دیکھتے رہے اب مرنے والوں کی زمینوں اور مکاناتوں کے لیے اغیار سے لڑنے لگے، بہر کیف انکے مطالبات کی رومیولس نے اپنے جواب میں خوب تحقیر کی اور مہنی اڑائی تب انھوں نے اپنے آپ کو دو جاعتوں میں منقسم کیا، ایک سے تو وہ فڈینی کی سپاہ پر حملہ آور ہو کر اور دوسری نے رومیولس سے مقابلہ کیا۔ فڈینی پر ان کے لشکر کو کامیابی ہوئی اور اس نے دو ہزار رومی قتل کیے۔ مگر دوسرے حصے نے رومیولس سے شکست فاش کھائی اور آٹھ ہزار نفوس کا نقصان اٹھایا۔ بعد ازاں فڈینی کے پاس ایک اور لڑائی ہوئی۔ اور اس میں سب کو اعتراف ہے کہ اُس دن زیادہ تر رومیولس کی ذات نے رومیوں کو وہ میدان بتایا جہاں شاہ موصوف نے کمال سرتے بن اور دلیری کا ثبوت اُس روز دیا اور ایسی چالاکی اور طاقت داری دکھائی جو مافوق العادت تھی، لیکن بعض مصنفین کا یہ لکھنا کہ اس جنگ کے چودہ ہزار مقتولین میں آدھے سے زیادہ رومیولس نے اپنے ہاتھ سے مارے، افسانہ معلوم ہوتا ہے اور کسی طرح عقل میں نہیں آتا۔ کیونکہ وہ جو *messina* کے قتلے کہتے ہیں کہ چارے سو رما ارسطو مینی نے ایک دن میں تین سو دشمنوں کو اپنے ہاتھ سے مارا اور ہر سعادتی کے قتل پر قربانی چڑھاتا تھا، یہ بھی مباغہ اور غلو سمجھا جاتا ہے، جب لشکر اس طرح تباہ اور فرار ہو گیا تو رومیولس باقی حریفوں کے تعاقب میں ان کے شہر تک اپنی فوجیں لے آیا۔ ان کا پہلے ہی اس قدر نقصان ہو چکا تھا کہ اب مقابلہ کرنے پر بہت زیادہ بڑی منت کے ساتھ امان چاہی اور روم سے

صد سالہ اتحاد قائم کیا۔ انھوں نے اپنا علاقہ سب ٹم پاگیم۔ *Memphite* جس کے
 معنی ہیں سات پٹی، حریف غالب کی نذر کیا اور دریا پر جوان کا کارخانہ نمک کا تھا وہ بھی دیا
 ساتھ ہی اپنے پچاس لہرا بطور ربح مال حوالے کر دیے۔ اس فتح کا جلوس رومیوس نے اکتوبر
 کی ماوس کو نکالا۔ اور دوسرے اسیران جنگ کے ساتھ اپنے ہر کاب انکے امیر لشکر کو بھی لایا
 جو ایک بڑھا شخص تھا مگر بظاہر اپنی عمر کے لائق دانشمندی سے نین لڑا تھا۔ اسی سے یہ رسم پڑی
 ہے کہ جب فتح مندی کی خوشی میں قربانیاں چڑھاتے ہیں تو جلوس کے آگے آگے ایک بڑھے شخص کو
 قلعہ دیکھنے کے لئے مندی میں سے لیکر نکلتے ہیں اور قمری لباس پہنا کے بچوں کا زیور بٹا اس کے
 بازو دیتے ہیں اور نقیب آواز لگاتا چلتا ہے کہ *Sardionis* دے مول کو! اس
 کی وجہ یہ ہے کہ دی اتھی ٹنگی کا علاقہ ہے اور سنگنی والوں کی نسبت مشہور تھا کہ وہ سارڈی
 سے آکر بیان نو آباد ہوئے ہیں؛

یہ رومیوس کی آخری جنگ تھی۔ اس کے بعد اس کا طرز عمل وہی ہو گیا جیسا کہ اکثر ملکہ
 باستان سے چننا، ان سب کا ہونا ہے جو تقدیر کے زور اور اتفاقات کی خوبی سے عظمت و اقدار
 کے مراتب بلند حاصل کر لیتے ہیں: یعنی اپنے کارناموں پر بڑا اعتماد اور نخوت کی خومین ترقی کر کے
 رومیوس نے اپنا جمہور پسند بنا دیا اور وہ بادشاہی رعوت اختیار کر لی جس سے کہ لوگ
 خصوصاً عوام الناس بالکل بیزار ہو جاتے ہیں۔ مثلاً اپنے تاریخی لباس پر اس نے قمری کناروں
 کی عباس پر تکلف پہننی شروع کی اور ملاقات بھی ایک شاہی گاڑی میں بیٹھ کر کرنے لگا۔ اس طرح
 کہ ملاقات کے وقت نوجوان خدام چھین کام میں سبک پائی کی وجہ سے سلیس *Memphite*
 کہتے تھے، ہمیشہ حاضر رہتے تھے۔ ان کے علاوہ بہت سے عہدہ دار اسکے لیے جگہ کرتے ہوئے
 آگے آگے چلتے تھے جن کے چرمیان (یعنی جبرے کی پتل پٹی پٹیان) پہنی ہوئی تھیں کہ جس کو
 بادشاہ حکم دے فوراً بازو لینے اس زمانے میں «لیگیر» اسی معنی میں بولا جاتا تھا جس میں
 کراب «الیکر *Alligax*» (یعنی بازو لینا) بولتے ہیں اسی وجہ سے مذکورہ بالا مذکور

”لکٹر“ کہلاتے تھے اور ان کی جریبون کو بانٹھا *Bacula* کہتے تھے کیونکہ عصا یا ڈنڈے اس زمانے میں رائج نہ تھے۔ لیکن ایک فریڈ یہ بھی ہے کہ یہ لوگ پہلے نور *Light* کہلاتے تھے اور بعد میں ”دک“ بڑھا کر انھیں لکٹر کہنے لگے جو یونانی لفظ لکٹر *Liturg* ہے بمعنی عہدہ داران عوام کے مراد ہے کیونکہ لوگوں کے لئے لینوس *Leinos* اور حالت الناس کے لیے لاوس *Laos* اب تک یونانی میں مروج ہے۔

لیکن جب رومیوس کا نانا زیوسٹروٹ ہو اور آلبہ کی حکومت اس کے ورثے میں آئی تو اس نے لوگوں کی تالیف قلوب کے لیے وہاں کی حکومت وہیں والوں کو سوپ دی اور ہر سال ان پر ایک مجسٹریٹ مقرر کر کے بھیجے گا۔ اسکا یہ اثر ہوا کہ روم کے بڑے بڑے آدمیوں کو ایک آزاد اور غیر شخصی حکومت قائم کرنے کا خیال پیدا ہوا جس میں باری باری ہر محکوم حکومت کر سکے۔ بات یہ ہے کہ اس وقت امر (پیشین) کا بھی معاملات سلطنت میں کوئی دخل نہیں رہا تھا ان کا خطاب بزرگی برائے نام رکھا تھا اور ان کی مجلس ”مشورے“ کی جگہ محض رسم نبائے کی خاطر منعقد ہوتی تھی جہاں بادشاہ کے احکام چپ چاپ بیکارہ سنتے اور رخصت ہو جاتے گویا ان پر عوام الناس میں یہ فرق تھا کہ بادشاہی کارروائیوں کی اطلاع انھیں تھوڑی دیر پہلے مل جاتی تھی یہاں اس قسم کی دوسری باتیں بالکل معمولی ہو گئی تھیں۔ لیکن جب رومیوس نے اپنے اختیار سے وہ زمینیں جو جنگ میں حاصل ہوئی تھیں اپنی دین اور نیز اپنی رائے سے دے اتنی قوم کے پر خمال واپس بھیج دیے جو مجلس کے سر اسر خلافت نشا تھا تو اس سے ان کی بڑی دل آزاری اور اہانت ہوئی۔ اسی ناچاتی کا نتیجہ تھا کہ جب تھوڑے دن بعد رومیوس ایک ایکی غائب ہو گیا تو مجلس پر یوں طرح طرح کے شبہ اور اتھام اٹھانے لگے۔

رومیوس جولائی کی دو چوتھائی میں کوئی *فیلٹا سنس* کا قائم مقام ہے تو زمین کو غائب ہوا اور کوئی نشانی ایسی نہیں چھوڑ گیا جس سے اس کی موت کا یقین ہو جاتا صرف غائب ہوئی ہندی میں نو بن نایک کو کہتے ہیں۔ یہ پہلا ہی ترجمہ ہے تو سزا جو لائی میں انھیں مہنی بن استعمال کیا گیا ہے۔

چوتنے کا مذکورہ وقت معلوم ہے جس کی یاد گار میں اس روز جو کچھ ہوا تھا وہ اب تک بطور نقل
 کے دھڑا جاتا ہے : اور نہ اس قسم کے تذبذب کو عجیب سمجھنا چاہیے۔ اسکی پوزیشن
Scipio Africanus کی نظیر ہے۔ سامنے ہے۔ جرات کے کھانا کھانے کے بعد
 اس طرح مر گیا تھا کہ اس کی موت کی کوئی وجہ ہی سمجھ میں نہیں آئی۔ بعض کہتے ہیں کہ وہ تھا ہی
 مریض اور اس کی موت طبعی موت تھی بعضوں کا خیال ہے کہ اس نے زہر کھالیا تھا کوئی کتاب
 کہ ہنر اس کے دشمنوں نے رات کو گھر میں گھس کر اس کا گلا گھونٹ دیا تھا، حالانکہ صبح کو اسکی
 لاش سب کے سامنے تھی اور ہر شخص اپنے قیاس کی تحقیق و تصدیق کر سکتا تھا، بر خلاف
 اس کے رومیوس تو جان سے غائب ہوا وہاں اس کے جسم کا کوئی حصہ کیا معنی اس کے
 جسم کے کپڑے تک کسی کو نہ ملے۔ اسی لیے بعض تو اس وہم میں پڑے کہ اراکین مجلس نے دلکن
 کے مندر میں اس پر حمل کیا اور اس کی بوٹی بوٹی کر کے ہر شخص ایک ایک ٹکڑا اپنے سینے میں چھپا کے
 لے گیا جو مگر اور لوگوں کا خیال ہے کہ وہ نہ تو دلکن کے مندر میں غائب ہوا اور نہ صرف اراکین مجلس
 کے پاس سے کہیں چل دیا بلکہ واقعہ یہ ہوا کہ جیب وہ شہر کے باہر ایک مقام کے پاس ہے گوئی اس
 (یعنی بکری کی منڈی) کہتے تھے لوگوں کے سامنے تقریر کر رہا تھا تو یکایک ہوا میں عجیب غریب
 آواز قابل بیان ظالم پیدا ہوا۔ سورج کا چہرہ تاریک ہو گیا اور دن تیرہ و تار اندھیری رات بن گیا
 اور رات بھی کسی کہ معمولی اور سنسان نہیں، بلکہ ہیبت ناک کوڑک چک اور چوبالی آذہبون والی
 جس میں عوام الناس منتشر ہو کر بھاگ گئے۔ مگر اراکین مجلس ایک ہی جگہ پاس پاس کھڑے رہ گئے
 جب یہ طوفان اتر گیا روز روشن ہوا اور لوگ پھر جمع ہوئے تو یاد شاہ کو وہاں نہ پا کر پوچھنے لگے
 کہ وہ کیا ہوا؟ جس کے جواب میں اراکین مجلس نے انہیں منع کر دیا کہ وہ اس محلے میں کچھ زیادہ
 تشویش نہ کریں۔ ساتھ ہی حکم دیا کہ آئندہ سے رومیوس کی تکریم و تعظیم اس طرح کی جا
 جیسے دیوتا بن جانے والے کی ہوتی ہے۔ کیونکہ اب وہ ایک عمدہ بادشاہ کی جگہ ان کے لیے
 ایک مہربان دیوتا کا کام دیکھاؤ۔ یہ باتیں سن کر خلعت خوش خوش لوٹ گئی کہ اب وہ انکے ساتھ

طرح طرح کی نیکیاں کیا کر گیا۔ لیکن انہیں بعض لوگ ایسے بھی تھے جنہوں نے اس معاملے پر معاندانہ نظر کی اور امر کو بہت بدنام کیا اور یہ الزام لگا یا کہ انہوں نے ہی بادشاہ کا خون کیا ہے اور اب لوگوں کو ایسے ہل افسانے سنا سنا کر بکا رہے ہیں ÷

اس شورش اور پریشانی کے عالم میں جو لیس پروکووس *Proculus* کا *Julius* ایک صاحب نسب امیر زادے نے کہ اپنے اطوار پسندیدہ کی شہرت رکھتا تھا اور رومیوس کا نہایت بے تکلف دوست اور شہر البہ کا ساتھی تھا فورم *Forum* (یعنی عدالت عام) میں آکر اپنے اس بیان کی صداقت پر حلف اٹھا یا کہ دسرک پر آتے ہوئے میں نے رومیوس کو اپنی جانب بڑھتے دیکھا ہے وہ پہلے سے زیادہ قد آور اور زیادہ فیکیل معلوم ہوتا تھا اور ایک وکیل اور آتشین زہرہ بکتر پہنے تھے؛ یہ دیکھ کر میں ڈرا اور کہنے لگا کہ وہ اسے بادشاہ تو ہمیں ایسے حاسدانہ اور بے بنیاد شبہات میں پھنسا کر اور شہر بھر کو غلغلیں و مضطرب بنا کے کیوں چلا آیا جہلا اس سے تیری غرض کیا ہے؟ اور میرے جواب میں وہ کہنے لگا واپرو کوکوس *Proculus* ا دیوتاؤں کی مرضی ہی تھی کہ ہم جو انہیں کے پاس سے آئے تھے لوگوں میں اتنے ہی دن ٹھہریں۔ اور دنیا میں سب سے بڑا شہر بنا کے، کہ شوکت و حکومت اس کو سجے، واپس بہشت کو چلے جائیں۔ مگر اب رخصت! اور رومیون سے کہہ دینا کہ اعتدال اور تعادل قائم رکھ کر وہ انسانی طاقت کی چوٹی پر پہنچ جائیں گے۔ ہم تمہیں برکت دینے والے دیوتا کیوریٹس *Quirinus* ہونگے؛ و بیان کرنے والے کی دیانت اور قسم نے رومیون کو یہ سب کہا باور کرادیا۔ اور دراصل اس میں خرق عادت چیزوں کو کچھ اس طرح ملایا تھا کہ وہ رہبانانہ اور خاصی طرح قدرتی معلوم ہوتی تھیں۔ غرض کسی نے اس کی تردید نہ کی بلکہ بعض و نفاق کو چھوڑ کر سبوں نے کوریٹس کے آگے ڈنڈوت کی اور دیوتاؤں کے اس سے دعائیں مانگنے لگے ÷

یہ قصہ ارستیس *Aristeas* اور کلیو میڈی *Cleomedes* کے یونانی افسانہ سے بہت ملتا جلتا ہے کیونکہ کہتے ہیں ارستیس کسی رنگریز کی دکان میں مر گیا تھا اور جب

اس کے اقربا وہاں دیکھنے آئے تو اس کا جسم غائب پایا اور تھوڑی دیر بعد ایک شخص نے جواباً ہر سے آ رہا تھا بیان کیا کہ میں نے رستے میں اُسے کراٹن *craton* کی سمت جانے دیکھا تھا اور اسی طرح کلیوڈی کا سلسلہ ہے کہ غیر معمولی طاقتور اور دیو جیسا قد اور شخص تھا مگر ساتھ ہی اس کے مزاج میں سخت وحشت تھی اور حرکتیں بھی ایسی ہی مجنونا کرتا تھا۔ آخر ایک درس گاہ میں اُس نے گھونسا مار کر وہ ستون ڈھا دیا جس پر مدرسے کی چھت قائم تھی۔ ستون ٹوٹے ہی مکان بھی اُڑا اور سب بچے اس میں دب کر مر گئے۔ جب لوگ اسے پکڑنے کو دوڑے تو وہ بھاگ کر ایک بہت بڑے صندوق آہنی میں گھس گیا اور اس کا پٹ بند کر کے اسی مضبوطی سے پکڑے رہا کہ بہت سے آدمی مل کر زور کرتے رہے مگر کھول نہ سکے۔ تب انھوں نے صندوق کو توڑا تو کیا دیکھتے ہیں کہ اس میں ایک کوئی آدمی ہے نہ اس کی لاش! سخت حیرت ہوئی اور ڈیلفی *Delphi* سے استخارہ کیا گیا۔ وہاں کی (منجیہ) یانیہ نے اس کے جواب میں یہ الفاظ کہے کہ ”سب سوراؤن میں کلیوڈی آخری سوراہے پر“

اور منال *Alom ena* کی نقش بھی کہتے ہیں کہ لیجانے وقت ار تھی پر سے غائب ہو گئی تھی اور اس کی جگہ ایک پتھر وہاں دھرا ہوا تھا؛ غرض ہمارے افسانہ نویس ایسی ہی بہت سی خلاف عقل باتیں سناتے ہیں اور اجساد فانیہ کا رتبہ کہیں سے کہیں پھر بچا دیتے ہیں۔ اگرچہ میں شک نہیں کہ آدمی کو خدا اور ربانیت سے بالکل جدا بھنا بھی لاندھی اور بُرائی ہے مگر اس کے ساتھ ہی خاک کو آسمان سے ملا دینا لغویت ہے۔ ہین پنڈار *Pindar* کی بات ماننی چاہیے جو کہتا ہے کہ :-

”تمام انسانی اجسام پر فنا کا حکم چلتا

ہے۔ بقائے دوام روح کو ہے“

کیونکہ روح دیوتاؤں سے نکلی ہے اور وہاں سے آئی ہے دین لوٹ جا بیگی جسم کے ساتھ نہیں بلکہ اس سے بالکل علیحدہ ہو کر اودھ سوت جیسا گوشت و خون سے قطعی طور پر پاک صاف ہو جائے اور

مطلق اس سے کوئی تعلق اس کا نہ رہے کیونکہ پراگشس *Heracles* کے بقول موج میں ایک ستھری روشنی ہے جو جسم میں اس طرح اڑتی ہے جیسے بادون میں بجلی کو ندگی لیکن وہ روح جو جسم سے مقبداً اور آلودہ ہے سست اور بھینچ چٹکاری کے مانند ہے جس میں کو بھی بہت نہ حرارت تھتی ہوگا اسی وجہ سے یہ ہرگز نہیں چاہیے کہ بزرگوں کی ارواح کے ساتھ ہم خلاف فطرت یہ سمجھ لیا کریں کہ ان کے اجسام بھی آسمان پر چلے جاتے ہیں۔ البتہ اس پر یقین لانا ہمارا فرض ہے کہ فطرت اتنی اور قانون ربانی کے مطابق ان نفوس قدسیہ کی نیکیاں اور روحیں معمولی آدمی کے بجائے انھیں سورما بنا دیتی ہیں اور سوراؤں سے پھراؤ تار (یعنی نیم دیوتا) اور پھر آخری پاکیزگی اور جلا پانے کے بعد وہ تمام مدارج عالیہ طے کر کے جسمیت اور اشیا کے فانیہ سے منزہ ہو جاتا ہیں اور خیالی طور پر نہیں بلکہ واقعی اور وحی طریق سے انھیں دیوتاؤں کا رتبہ رفیعہ حاصل ہو جاتا ہے جو کہ سب سے بڑی اور نہایت متبرک اکملیت ہے۔

رومیوس کا اضافی نام یا لقب کیوریئس بعضوں کے نزدیک مرتج کے ہم معنی ہے۔ بعض لوگ اس کی وجہ تسمیہ کیوریئس بتاتے ہیں جو کہ رومیوں کی قومیت تھی۔ ایک قول یہ ہے کہ قدیم زمانے میں تیریا برجی کیوریئس *Heracles* کہلاتی تھی چنانچہ جو *Heracles* کا بت جو برجی کا سہارا لیے کھڑا ہے کیوریئس کہلاتا ہے اور ریجیہ *Regia* کے مندر میں جو تیریا او سے بھی مرتج (مارس) کہتے ہیں اور جو لوگ لڑائی میں نام آوری کے کام کرنے تھے انھیں بھی تیریا بطور نذر کی پیش کیا جاتا تھا۔ اسی واسطے رومیوس جو ایک جنگی یا تیروں کا دیوتا ہے کیوریئس کہلا یا۔ یہ یقینی ہے کہ رومیوس کے اعزاز میں بہار پر ایک دیول بنایا گیا تھا اور اسی کے نام سے اس کو کیوریئس *Heracles* خطاب کرتے تھے۔

جس روز وہ غائب ہوا اس کو لوگوں کی جگہز، اور دیگر یون کا توار کہتے ہیں کیونکہ اس دن سب کے سب شہر کے باہر جا کر دہری کی مندی، کے مقام پر قربانیاں چڑھاتے ہیں اور جاتے وقت بعض رومی نام لے لے کر پکارتے جاتے ہیں جیسے مرتجس (وسیس) کے اس وغیرہ

یہ گویا ان کے اُس بھاگنے کی اور گھبراہٹ کی نقل ہوتی ہے جس میں وہ بھاگتے وقت ایک دوسرے کو نام لے لیکر بکارتے بھی جاتے تھے ۔

لیکن بعضوں کا قول ہے کہ یہ اس بھگدڑ کی نقل نہیں ہے بلکہ اُس پہلے کی نقل ہے بہت جلدی میں رومیون نے کیا تھا ؛ اس سے ان کا اشارہ ذیل کے واقعے کی طرف ہے :

جب کامیلس Camillus نے گال کے لوگوں کو جو روم پر قابض ہو گئے تھے

محال دیا تو اس وقت بہت سے لاطینی قوم والوں نے لویس پوسٹیس *M. Postumius* کے زیرِ کمان اس پر چڑھائی کا موقع پایا۔ شہر روم کی اس وقت تک حالت درست نہ تھی۔ اور نہ اس میں پہلی سی قوت ابھی آئی تھی ؛ غرض پوسٹیس آیا اور فوج لیکر شہر کے قریب ہی اتر اچھرو میون سے اچھروں کی معرفت کہلا بھیجا کہ لاطینی لوگ قدیم رشتہ موافات و اتحاد جواب قریب قریب ٹوٹ چکا ہے کی تجدید کے خواہان ہیں اور یہ مقصد دونوں قوموں میں سلسلہ مناکحت قائم کرنے سے پورا ہو سکتا ہے پس اگر رومی بیوہ اور ناکتہ عورتیں مقتول تعداد میں بھیج دیں تو وہ آپس میں دوست اور امن سے رہیں گے بالکل اسی طرح جس سبائیں پہلے اسی طریق سے ان کے دوست ہو گئے تھے ۔

رومیون نے یہ پیغام سنا تو لڑائی سے بہت خوف کھایا مگر اپنی عورتوں کا بھیجنا بھی انھوں نے سمجھ لیا کہ غلامی میں رہنے سے کچھ بڑھکر نہیں ہے وہ اسی دگر امین تھے کہ ایک خادمہ فلوٹیس *Flutis* (یا ایک اور قول کے مطابق ٹیوٹولا *Teutula*) نے ان کو ایک ایسی چال بھائی کہ نہ بہت کشت و خون ہو اور نہ ان کی شرط پوری کرنی پڑے۔ وہ چال یہ تھی کہ رومی بیوے شریف زادوں کے خود فلوٹیس اور اپنے ہان کی خوبصورت خوبصورت چھوکر بون کو بھوہٹیوں کے کپڑے پہنا کر دشمن کے حوالے کر دیں اور جب رات کو وہ وہاں آگ جلا کر روشنی کرے تو رومی مسلح ہو کر سوتے میں اُن پر چھاپے ماریں ؛ لاطینی اس دھوکے میں آگئے اور فلوٹیس نے کبھی بدی کے موافق بھگلی کھو رہا ایک مشعل کھڑی کر دی اس کو اُس نے پردوں اور اوٹوں میں اس

خوبصورتی سے قائم کیا کہ دشمن کو خبر بھی نہ ہوئی مگر رومیون کو روشنی صاف نظر آگئی۔ اشارہ پاتے ہی وہ کمال ذوق و شوق کے ساتھ شہر سے نکل پڑے اور جانے کی جلدی میں ایک دوسرے کو بکارتے جاتے تھے ایسے غیر متوقع شب خون نے دشمن کو براگندہ کر کے شکست کھلائی اور رومیون نے فتح کی خوشی میں اتوار منایا۔ جس کا نام بکریوں کا اتوار اس لیے پڑ گیا کہ رومی جنگلی کچھو کو کبھی کسی *caprificus* یا کچھو رکھتے تھے۔ اس اتوار میں عورتوں کو شہر کے باہر لجا کر کچھو رکی پٹریوں (یعنی چھوٹی اور سست جھونپڑیوں) میں بٹھا دیتے ہیں اور ان کی جھوکیاں ماماؤں جمع ہو کر ادھر ادھر کو دتی پھانڈتی پھرتی ہیں۔ بعد ازاں وہ آپس میں جھوٹ موت کی لڑائی لڑتی اور ایک دوسرے کے پتھر مارتی ہیں یہ یادگار میں اس واقعے کی کہ انھوں نے رومیون کو اس جنگ میں مدد دی تھی۔

لیکن اس قصے کو چند ہی مصنفوں نے مانا ہے کیونکہ دونوں میں ایک دوسرے کا نام لیکر بچا کر اناؤ اور پھر قربانی چڑھانے بکریوں کی منڈی جانا پہلی کہانی سے ہی زیادہ مطابقت کھاتے ہیں۔ ہاں یا یہ کہ کوہ دونوں واقعے مختلف شہن میں ایک ہی روز ہوئے۔

روایت عام کے مطابق رومیوس نے چون برس کی عمر میں اڑتیس سال حکومت کر کے اس دنیا کو چھوڑا۔

رومیولس کا مؤاخذہ تھی سی اس کے تھا

یاد رکھنے کے قابل یہ باتیں تھیں جو تھی سی اس اور رومیولس کے بارے میں مجھ کو معلوم ہوئیں۔
 سب سے پہلا فرق تو ان دونوں میں یہ نظر آتا ہے کہ تھی سی اس بغیر کسی مجبوری کے اپنے آپ
 کا رہائے نمایاں کرنے پر کمر بستہ ہوا۔ بے شبہ اگر وہ چاہتا تو بلا کسی غرض کے بڑے آرام و اطمینان
 کے ساتھ ریزن ہری میں ایک خاصی شاندار سلطنت اور حکومت کا لطف اٹھا سکتا تھا۔ اس کے
 برخلاف رومیولس کو (افلاطون کے الفاظ میں) محض غوغا نے دلاور بنا دیا تھا۔ یعنی سخت ترین
 تکالیف اور پُر عقوبت سزائے بچنے کے لیے اس نے اپنے تئیں محذو ش ہمت میں ڈالا اور گویا حفاظت
 ذاتی کی وجہ سے وہ بڑے بڑے کام کرنے پر مجبور ہوا۔ اس کا سب سے بڑا کارنامہ شاہ البا کا قتل
 ہے حالانکہ اس کا مقابیل بطور سرسری ہمت کے، اسکیران، سٹیس، پروکرستس، اور کوریٹیس،
 کے نام گنا سکتا ہے، جیسے قتل تھے، اس سے پہلے کہ خود ان کے مظالم سے نجات پا جانے والوں کو
 علم ہو، یونان کو نہایت خوفناک ظالموں سے پاک کر دیا۔ اسکے علاوہ وہ چاہتا تو بلا دقت سمندر کے
 رستے ایجنز چلا جاتا اور یہ تاویل کر لیتا کہ خود مجھے ان رہزموں سے کوئی ضرر نہیں پہنچا ہے، لیکن
 رومیولس کے معاملے میں یہ صورت نہ تھی اور رومیولس کے جیتے جی وہ اپنے تئیں محفوظ نہ سمجھ سکتا تھا
 اس میں یہ حقیقت اور اضافہ کر دو کہ تھی سی اس بلا کیئی ذاتی نقصان اٹھائے ان اشرار پر محض اوروں کی
 خاطر حملہ آور ہوا تھا۔ لیکن رومیولس اور ریس اس وقت تک کہ جابر (یا مطلق العنان) رومیولس
 اوروں کو تکلیف دیتا رہا اور وہ خود محفوظ تھے، بالکل خاموش رہے، اور اگر محض قوم سیاسی سے
 لڑائی میں مجروح ہونا، یا شاہ اکرن کو قتل کرنا یا بہت سے دشمنوں کو مغلوب کرنا کوئی بہت بڑا کارنامہ

ہے تو اس کے مقابلے میں ہم سنوڑوں کی لڑائی یا امیزنوں (یعنی جنگی عورتوں) کے ساتھ متعدد
معرکوں کو پیش کر سکتے ہیں۔ لیکن تھیسی اس نے جس طرح اپنے کو بے خوشی خاطر کریت جانے والوں
میں پیش کیا اور ان لوگوں کی برغمال میں شامل ہو کر ہلاکت میں ڈالا جو یا اس خوفناک
بلاتنوکڑ کا شکار ہو جاتے تھے یا اندر وہیں مقتول کے مقبرے پر بھینٹ چڑھا دیے جاتے تھے
اور یا ر سب سے معتدل روایت کے بموجب، بے رحم و مغرور آقاؤں کی نہایت شرمناک غلامی
میں زندگی گزارنے اور ذلتیں سنے پر مجبور ہوتے تھے۔ توئی اچھیت اس کا یہ فعل ایسی جوان مہدی
شرف، ایشا، انصاف، اور جب لوطی کا مجموعہ ہے، جن کا لفظوں میں ظاہر کرنا محال ہے؛ اور
میں خیال کرتا ہوں کہ اہل فلسفہ نے جو تعریف محبت کی بیان کی ہے کہ وہ نوعمروں کی حفاظت و
صیانت کے لیے دیوتاؤں نے انسان کو عطا کی تھی، یہ تعریف کچھ بیاہنیں، چنانچہ تیشلون کے
علاوہ، معلوم ہوتا ہے ارباؤں کی محبت بھی تھیسی اس کے احتفاظ کے لیے، خاص کسی دیوتاہی
نے پیدا کر دی تھی۔ اور بے شباس کے عشق کو برا کہنے کے بجائے بہن تعجب ہونا چاہیے کہ صرف وہی
اس جذبے سے متکیف کیون ہوئی اور دیگر تمام مرد و عورت اسی طرح تھیسی اس پر کیون نہ مائل
ہو گئے؟ لیکن اگر صرف وہی تھی جو اس طرح متاثر ہوئی تو حق یہ ہے کہ مجھے یہ بات کد بنے میں بھی
مائل نہ ہو گا کہ وہ (یعنی ارباؤں) خود دیوتاؤں کی محبوب بننے کی اہلیت کھتی تھی کہ اسی کے دل میں
نیکی اور بھلائی، اور شجاع ترین انسان سے عشق کرنے کی سب سے زیادہ قابلیت تھی!

تھیسی اس اور روٹولس، دونوں کو فطرت نے حکومت کرنے کے لیے پیدا کیا تھا، لیکن بادشاہت
کے حقیقی اور کامل معیار پر ایک بھی پورا نہ اترتا بلکہ ایک کو تو جمہوریت اور عوام پسندی میں غلو نے کھایا اور
دوسرے کو استبداد اور مطلق العنانی نے خراب کیا، اس طرح مختلف الخیال ہونے کے باوجود وہ دونوں
ایک سی غلطی میں مبتلا ہوئے۔ اصل یہ ہے کہ حاکم کا پہلا فرض اپنے عہدے کا توازن قائم رکھنا ہے جو
اس وقت تک نہیں رہ سکتا جب تک کہ وہ اسی مستعدی کے ساتھ نامناسب اور سے اپنا نہ کرے جس مستعدی
کے ساتھ کاموں ضروری پر عامل ہو؛ جس کسی نے حد اوسط سے زیادہ چشم پوشی پر یا سخت گیری پر عمل درآمد

کیا سمجھ لینا چاہیے کہ وہ بادشاہت یا حکومت کے قابل نہیں رہا بلکہ یا عوام الناس کی ہر دلفریبی کا متلاشی مقرر بن گیا اور یا شخصیت پسند جابر۔ اور اس لیے یا تو رعایا میں اس کی وقعت نہ رہی اور یا وہ اُس سے بیزار ہو جائیگی۔ اگرچہ اس میں شک نہیں کہ پہلے نقص کا مصدر نیک نفسی اور نرمی معلوم ہوتا ہے اور دوسرے کا غرور اور سختی۔

اب ہم اس ناوجب اور پر غضب طرز عمل کا موازنہ کرتے ہیں جو تھی سی اس نے اپنے بیٹے کے ساتھ دکھایا اور رو میولس نے اپنے بھائی کے ساتھ۔ اگر انسانی مصائب محض تقدیری تھے تو نہیں ہیں بلکہ خود ہمارے عادات اور افعال سے انکا تعلق ہے تو مذکورہ بالا الزامات سے ان دونوں کو کون بری کر سکتا ہے؟ البتہ وجوہ اشتغال دیکھ کر ہم اس کو نسبتاً معذور تصور کر سکتے ہیں جس کا غصہ زیادہ سخت چوٹ آنے کی طرح، قوی تر سبب پر مبنی تھا؛ اب رو میولس نے تو کار کی معاملات میں ارادۂ اور عہد اپنے بھائی سے تنازعہ پیدا کیا تھا اور اس لیے کہا جاسکتا ہے کہ ہکا دفعۃً اس درجے مشتعل ہو جانا کسی طرح لازمی اور واجب نہ تھا۔ لیکن تھی سی اس کے اپنے بیٹے پر زیادتی کرنے کے اسباب بیوی کی شرکائیت اور عشق و حدتے جن سے متاثر نہ ہونا ہر شخص کا کام نہیں ہے۔ اسکے علاوہ رو میولس نے غصے میں جو کچھ کیا اسکا نتیجہ بہت ہی انسانوں کو (یعنی بھائی کی موت) نکلا، مگر تھی سی اس کا طیش علا صرف بڑے الفاظ اور بزرگانہ بد دعاؤں تک محدود رہا۔ اس کے بعد جو مصیبتیں اسکے بیٹے پر آئیں انھیں خود اس کی قسمت سے منسوب کر سکتے ہیں، اور اس لیے اس حد تک بھی ترجیح کا سہرا تھی سی اس ہی کے سر پہ لگاؤ۔

لیکن سب سے اوّل اور رو میولس کی موافقت میں سب سے بڑی دلیل یہ ہے کہ اُس نے

سلہ رئیس کے قتل کا واقعہ رو میولس کی سوانح عمری میں مذکور ہے لیکن تھی سی اس کی بیٹے سے ناراضگی کا حال صریحاً مصنف نے نہیں لکھا ہے بلکہ اشارۃً تھی سی اس کی ایک بیوی فیڈرا اور اس کے بیٹے کے مصائب کا ذکر کیا ہے۔ ان تکلیفوں کی وجہ ایک مہرج خود تھی سی اس کی غضب ناک بیوی تھی اور اسی کا مصنف اس وقت رو میولس کے غصے سے جس نے بھائی کو مار ڈالا مقابلہ کرتا ہے۔

بہت نیچے درجہ اور ادنیٰ حیثیت سے ترقی کی تھی، وہ اور اس کا بھائی رئیس شرفا کے بچے
 کیسوں میں شمار کیے جاتے تھے اور اس حالت کے بدلنے سے قبل وہ محض سوز چرانے والے تھے
 مگر جو نہیں انھوں نے عروج پایا اور قوم لاطینی کو نعمت آزادی سے بہرہ مند کیا اسی وقت سے
 انکا نام بدل گیا اور وہ ایسے مغز خطابات والقباب سے سر بلند ہوئے جیسے قایم اعدائے ملک
 محافظ رفقا و اقربا، شہزادگان و الائباء، بائیان بلاد و امصا وغیرہ حالانکہ تھی سی اس نے بنیاد ڈالنے
 کے بجائے بہت سے شہروں کو جنہیں بڑے بڑے بادشاہ اور ناموسور ماگز رے تھے ویران کر دیا
 تھا اور بہت سے گھر بگاڑنے کے بعد صرف ایک گھر کو رونق دی تھی، بے شہر و میونس بھی آخر
 میں انہی طریقوں پر آ رہا تھا اور اپنے مغلوب دشمنوں کو مجبور کرتا تھا کہ شہروں کو مہندم کر کے اسکے
 سپرہا چل بسیں۔ مگر ابتدا میں اس نے اس قسم کی کوئی کارروائی نہیں کی تھی نہ لوگوں سے کسی خاص شہر
 کی رونق بڑھانے کے لیے (جو پہلے سے موجود تھا) پھر ترک وطن کر آیا تھا۔ البتہ اُس نے ایک نئے
 شہر کی بنیاد ڈال کر جن زمینوں کی یا حکومت اور آل اولاد کی ضرورت تھی وہ حاصل کر لی تھیں ایسا
 کرنے میں اُس نے کسی کو ہلاک کیا نہ قتل، بلکہ انکو فائدہ پہونچایا جو بے خانمان تھے اور کہیں متقل
 سکونت بنا کر لطف حضرت سے آشنا ہونا چاہتے تھے۔ پھر یہ بھی قابل لحاظ بات ہے کہ اُس نے
 جن پر اپنی سیاست صرف کی وہ تیسرے بد معاش نہ تھے۔ ایسے لوگوں پر اُس نے اپنی تلواریں
 علم کی تھی، بلکہ بڑی بڑی قوموں کو مغلوب کیا تھا شہروں کی تیکڑ کی تھی اور بادشاہوں اور سپہ سالاروں
 سے لڑائیاں جیتی تھیں۔ یہ امر کہ اُس نے اپنے بھائی کا خون کیا، مشتبہ ہے اور محقق نہیں کہ وہ کس
 ہاتھ سے مارا گیا۔ بلکہ عام طور پر اس جرم کو دوسروں سے منسوب کیا جاتا ہے۔ باقی اپنی مان کو تو،
 کوئی شہر ہی نہیں کہ اُس نے موت کے منہ سے نکالا سا اسی طرح نانا کو ایک شرمناک پابندی اور
 ماتحتی سے نکال کر اپنا اس کے تخت پر بٹھایا، اور مدۃ العمر اس کی خدمتگزاری کرتا رہا اور اُس سے اسکو
 (نومیز) کو کبھی ہوا بھی کوئی ضرر نہیں پہونچا، اس کے برخلاف تھی سی اس نے جس طرح اپنے باپ
 کی تعمیل احکام میں غفلت کی، اور کریٹ سے آتے وقت وہ جھنڈا اپنے جہاز پر نہ چڑھایا جو ان کی

نہ سلامتی مراجعت کی علامت تھا لہذا یہ ایک ایسی بے پروائی ہے جس کا وہ کوئی معقول عذر نہیں پیش کر سکتا اور میرے خیال میں نہایت رحمدل بھون کے سامنے بھی الزام پر کشتی قائم کیے جانے سے نہیں بچ سکتا۔ اور شاید یہ دیکھ کر کہ اس الزام سے تھی سی اس کو بری کرنا دشوار ہے ایک انکی مصنف نے واقعے کو دوسرے رنگ میں رنگنا چاہا ہے اور لکھا ہے کہ جب وقت جہازوں کو واپس آتے دیکھا تو خود ایک جیس قلعے پر سے دوڑتا ہوا آیا کہ جلنے والوں کی خبر غیر معلوم کرے، اسی عجلت میں اس کا پاؤں پھسلا اور وہ گر کے مر گیا، مگر یہ روایت صحیحاً غلط ہے کیونکہ ظاہر ہے کہ ایک جیس کے پاس نوکروں کی یا وہ خود ساحل آتا تو ساتھ چلنے والوں کی کچھ کمی نہ تھی؛

اور عورتوں سے زنا کاری کے جو الزام ان دونوں بادشاہوں پر لگائے جاتے ہیں ان سے تھی سی اس خصوصاً اپنا کوئی معقول بچاؤ نہیں کر سکتا۔ جس کی پہلی وجہ تو یہ ہے کہ اس کے معاملے میں یہ جرم بار بار سرزد ہوتا ہے چنانچہ اس نے اریاؤن، انٹی اوپ اور اناسکوٹریزنی کو بھگایا اور آخر میں ہیلین کو جبکہ وہ بالکل بچہ تھی اور تھی سی اس ایک سفید ریش بڑھا۔ گویا ایک بُلا شتر تھا کہ اگر اس کی عمر کمسنی کی وجہ سے شادی کے لائق نہ تھی تو اس کی عمر بڑھانے کے باعث حد کج سے قافو نا تھا و زکر چکی تھی۔ دو سر سبب جو اس کے جرم کو سنگین بنا دیتا ہے یہ ہے کہ تین اول الذکر گنہگاری لوگ ان غلامہ اس کے کہ اس سے منسوب نہ کی گئی تھیں، خاندان و مرتبے کے اعتبار سے بھی اتھینزی عورتوں پر کوئی فوقیت نہ رکھتی تھیں کہ بہتر اولاد کی خاطر ان سے شادی کی جاتی ہیں۔ شبہ اور قوی ہو جاتا ہے کہ ان عورتوں کا لانا محض شہوت پرستی اور شوق زنا کاری تھا، برومیو س نے ایسا نہیں کیا بلکہ جب آٹھ سو کے قریب عورتیں اس نے پکڑ لیں تو انہیں سے صرف ایک (حسب روایت عام) ہر سیلیا کو اپنی بیوی بنایا اور باقی سب کی اپنے شہر کے مغزیں میں تقسیم کر دی۔ پھر بعد میں انکی جو محبت و پاسداری اس نے ملحوظ رکھی اس سے ثابت کر دیا کہ یہ زیادتی مصلحت سے خالی نہ تھی اور اسکا اصلی منشا یہ تھا کہ دو قوموں کو باہم متحد کر دیا جائے اور اس رشتے داری کو آئندہ دوستی اور مشترکہ قوت کا ایک وسیلہ بنایا جائے۔ درحقیقت جس اخلاص و محبت، احترام اور وفا شعار

کی مثال رومیوس نے بیویوں کے ساتھ قائم کی تھی، لڑکانے سے بہتر اسکا گواہ کوئی نہیں کہ
اُس کے بعد دوسو تیس برس تک رومنہ الیگزینڈر نے نہ کسی خاندان نے اپنی بیوی کو دغادی اور نہ کسی
بیوی نے اپنے شوہر سے بے وفائی کی۔ بلکہ جس طرح یونانیوں میں محبت طبع ان کے نام یاد رکھتی
ہیں جنھوں نے سب سے اول پدرگشتی یا مادرگشتی (جیسے قبیح جرائم) کا ارتکاب کیا اسی طرح اہل روم
کو بھی معلوم ہے کہ ان کے ہوطنوں میں سب سے پہلا شخص جس نے اپنی بیوی کو بائچھڑنے کا الزام
لگا کر علیحدہ کیا، سپورسین کارولیس ہے۔ اب رومیوس اور تھیسی اس کی شادیوں سے جو تباہ
ظہور میں آئے وہ بالکل توقع کے مطابق تھے۔ یعنی پہلے کی شادیوں نے دونوں بادشاہوں کو
سلطنت میں شریک بنا دیا اور دونوں تو میں ایک ہی حکومت کے تحت بن گئے، لیکن تھیسی اس
کی شادیان نہ دوستی بڑھانے کے واسطے یقین نہ توالد و تناسل کے لیے باہمی رشتہ داری کے
واسطے پس انکا انجام خون ریزی جنگ و جدال اور عداوت کی صورت میں رونما ہوا۔ آخر میں
فصلیہ فیدتی بھی اُن کے ہاتھ سے نکل گیا اور وہ خود فقط اپنے دشمنوں کے رحم کھانے سے محفوظ
رہ گئے کہ دیوتاؤں کی طرح محترم بنا کے اُن کی خوشامد اور بجا جت کی ورنہ وہی حشر ہو تا جو شاہ
پیرس کے ہاتھوں شہرِ روم سے لے کر ہوا، تاہم تھیسی اس کی مان پر تمام وہ مصیبتیں گزریں جو
جکوبہ پر گذری یقین جسے اُس کے بیٹے نے چھوڑ دیا تھا اور پھر خبر نہ لی تھی اگرچہ یہ ممکن ہے کہ یہ
روایت (تھیسی اس کی مان کے بارے میں) صحیح نہ ہو اور میں تو خدا سے چاہتا تھا کہ نہ صرف یہ
بلکہ اور بہت سی باتیں بھی محض افسانے ہوں !

ان دونوں کی پیدائشوں میں آسمانی تائید کے متعلق بھی جو کچھ بیان کیا جاتا ہے وہ
قابل موازنہ ہے۔ رومیوس کو تو..... دیوتاؤں نے خاص اپنی عنایت سے پرورش کیا تھا، مگر
یہیں (تھیسی اس کے باپ) کو جو الہامی پیغام دیا گیا تھا کہ وہ کسی عورت کے پاس نہ جاے
اس کا منشا یہ معلوم ہوتا ہے کہ تھیسی اس کی ولادت دیوتاؤں کی مرضی کے مطابق نہ تھی !

ایسارنہ کا مشہور اور قدیم مقنن

لگر گس

مورخوں نے ایسارٹی مقنن لگر گس کے جو حالات تحریر کیے ہیں ان کی صحت اپنی مشتبہ ہے کہ کوئی قول یا بیان جو ایک شخص نے بہ وثوق لکھا ہو اور باقی سب نے اُسکی تکذیب یا بعض نہ کی ہو چنانچہ اُس کے خاندان اُس کی سیاحتوں اور اوس کی وفات کے بارے میں کہ گس طرح اور کہاں ہوئی خیالات میں بے حد اختلاف ہے، خصوصاً جب اُس کے بناءے ہوئے قوانین اور قائم کردہ نظام سلطنت کا ذکر آتا ہے تو یہ اختلافات سب سے زیادہ نمایاں ہو جاتے ہیں، یہ بھی مسلمہ طور پر نہیں کہا جاسکتا کہ وہ کس عہد کا آدمی ہے کیونکہ بعض مورخوں کا بیان ہے کہ وہ ایفیٹس کے زمانے میں پھولا پھلا اور نامور ہوا بلکہ اسی ایفیٹس کے ساتھ مل کر اُس نے یہ ضابطہ نافذ کرایا کہ جن انام میں ادبی کھیلوں کی مذہبی تقریب منائی جاتی ہے ان میں اہل یونان جہاں و قتال ترک کر دین گے، اسی قول کو ارسطو نے بھی مانا ہے اور اُس کی تصدیق میں یہ دلیل پیش کی ہے کہ اُن تانبے کے چکر وٹن میں جو مذکورہ بالا کھیلوں کے وقت استعمال کیے جاتے ہیں، ایک پر لگر گس کے نام کا کتبہ ہے جو میرے (یعنی ارسطو کے) وقت تک نہیں مشاہدہ کیا لیکن اراتس تن، اپلوڈورس اور دیگر واقعات نویس شامل ان ایسارنہ کے

le quonit چکر سے کواٹ یعنی بڑے چھلے مراد ہیں

ایام تحت نشی کو جو ذکر یہ ثابت کرنے کا دعویٰ کرتے ہیں کہ لکر گس خود اسی کھیلون کے اجرا اور زمانہ قیام سے بھی پہلے کا آدمی ہے، مائی چیس کا قیاس یہ ہے کہ لکر گس نام کے دو شخص دو مختلف زمانوں میں گذرے ہیں لیکن لوگوں نے دونوں کے کارہائے نمایاں منسوب کیا ہی شخص سے کر دیے جو اپنے دو سر مہام سے زیادہ مشہور معروف تھا، اس طرح کے نزدیک پہلا لکر گس ہر کے قریبی زمانے کا آدمی ہے بعض مصنف اسکی تصریح میں اور آگے بڑھ گئے ہیں اور کہتے ہیں کہ لکر گس خاص ہر کے دیکھنے والوں میں تھا، لیکن ہر حال یہ بات کہ وہ بہت قدیم زمانے کا شخص ہے زیونون کے ایک تقرار سے بھی مترشح ہوتی ہے جسین مصنف موصوف اُسے بادشاہوں کے خاندان ہر قلی کا معاصر بتاتے ہیں شک نہیں کہ اس بار کے آخری بادشاہ تک سلاہر قلی تھے لیکن زیونون کی مراد اس موقع پر چن بادشاہوں سے ہے وہ ہر قلی کے قریبی جانشین ہیں، مگر ان تمام مستبعد اور پریشان بیانات کے باوجود ہم اُس کے حالات زندگی ترتیب دینے کی کوشش کرتے ہیں اور ان اقوال کا اتباع کریں گے جنہیں سب سے کم ستر کیا گیا ہے اور نیز اپنی تحریر کا انحصار انہیں مصنفوں پر رکھیں گے جو سب زیادہ قابل اعتبار اور ثقہ ہیں،

سائی موتی ہن شاہ لکر گس کو یونوس *taunomus* کے بجائے پریٹس کی اولاد میں رکھنا چاہتا ہے مگر یہ اکیلے اسی کی طاہ ہے ورنہ باقی سب نے یونوس اور لکر گس کا شجرہ نسب حسب ذیل سلسلے میں تحریر کیا ہے :-

ارستوڈیس
پٹرولیس
سواوس
یوریہن
یونوس

لکر گس

(دوسری بیوی دیونکے بطن سے ہے)

پلی ڈکٹس

(پلی بیوی سے)

دیو شید اس کہتا ہے کہ وہ پتھر ٹپکس کی چھٹی اور ہر قل کی گیارھویں پشت میں تھا جو کچھ ہوا اس میں شبہ نہیں کہ اُس کے بزرگوں میں سب سے نامور سواوس ہے جس کے ماتحت اہل اسپارٹہ نے ہیلاٹ کو اپنا غلام بنایا اور علاقہ اریکئڈیا کا معقول حصہ فتح کر کے اپنے مقبوضات میں شامل کیا تھا، اسی بادشاہ سواوس کے متعلق یہ حکایت چلی آتی ہے کہ ایک مرتبہ اہل کلکوتوریہ نے اُسے کسی بے آب اور کوہستانی مقام میں اس طرح محصور کر لیا کہ پانی میسر نہ آسکا۔ اور آخر کار وہ یہ شرائط ماننے پر مجبور ہو گیا کہ اگر اُسے اور اوس کے تمام ساتھیوں کو قریب ترین چشمے سے پانی پی لینے دیا جائے تو وہ اپنے تمام مفتوحہ علاقوں کو محاصرین کے حوالے کر دیگا، اس معاہدے پر حسب معمول فریقین کے حلف اور رسمی اقرار ہونے کے بعد سواوس نے اپنے سپاہیوں کو اکٹھا کیا اور وعدہ کیا کہ اُن میں سے جو شخص اس وقت پانی نہ پیے میں اپنا سارا راج پانچ اُس کے حوالے کر دوں گا، لیکن جب کوئی بھی اُن میں سے تشنگی ضبط نہ کر سکا اور سب نے پانی پی لیا تو آخر میں شاہ سواوس کی باری آئی جس نے چشمے پر اُن کے صرف اپنا منہ دھویا اور بغیر ایک قطرہ پانی پیے غنیم کے سامنے سے اپنی فوج لے کر روانہ ہو گیا اور مفتوحہ علاقے اُنہیں واپس دینے سے انکار کر دیا کیونکہ شرائط کے بموجب تمام اہل اسپارٹہ نے اور اُس نے پانی نہیں پیا تھا (اور اوس کے بانی ترہ جانے سے شرط یورپی نہیں ہوئی تھی)۔

اس واقعے کی وجہ سے ہر چند سواوس کا بڑا نام اور تعریفیں ہوتی تھیں، پھر بھی اُس کا خاندان اُس کے نام سے موسوم نہیں ہوا بلکہ اُس کے بیٹے یوری پن کے نام پر۔ یوری پن کا بیان ہوا جو اوس کی بیوی کا نام تھا اور جو اوس کی رضا جوئی میں اُس نے شخصی دشمنیت کی اکثر تختیاں کم کر دی تھیں۔ اور یہ پہلا بیان ہے جو اس سے مصنف کا منشا جوئی یونان کے قدیم اور اصلی باشندے ہیں جنہیں اسپارٹہ والوں نے اپنا مفتوحہ اور ابا غلام بنالیا تھا جو آج تک ضرب النمل ہے عام تر

قدم تھا جس کے بعد عوام الناس روز بروز دلیر ہوتے گئے اور آئندہ بادشاہوں کو یا تو جبر و
دیر دستی اختیار کرنے کی وجہ سے نشانہ نفرت بننا پڑا یا رعایا کی خاطر داری اور اپنی کمزوری سے
وجتے چلے گئے حتیٰ کہ عرصے تک اسپارٹہ میں طوائف الملوکی اور بد نظمی کا دور دورہ رہا اور
نیز انہی شور و شون میں لکر گس کے باپ کی جان گئی جس کی شرح یہ ہے کہ وہ ایک بلوہ فرو
کرنے کی کوشش کر رہا تھا کہ کسی نے قصائی کی چھری اُس کے ماری اور وہ اپنے بڑے بیٹے
پولی ٹوک ٹیس کے نام بادشاہت چھوڑ کر فوت ہو گیا تو

چرب پولی ٹوک ٹیس نے بھی تھوڑے دن بعد وفات پائی تو جیسا کہ ہر شخص کا
خیال تھا بادشاہی لکر گس کی وراثت میں آئی۔ اور اُس وقت تک کہ پہلی ملکہ یعنی اُس کی
بھانج کے حاملہ ہونے کا علم ہوا، اُس نے بادشاہت کی بھی۔ لیکن جب یہ حال معلوم ہوا
تو اُس نے فوراً اعلان کر دیا کہ سلطنت کا وارث وہی بچہ ہے بشرطیکہ مرد ہو، اور یہ کہ میں عرض
بطور اتالیق سلطنت حکمران ہوں؛ اسپارٹہ میں اس قسم کی اتالیقی کو بد روئی کس کہتے تھے
اسکے تھوڑے ہی دن بعد ملکہ نے اُسے خنہ کھلا بھیجا کہ اگر مجھے آئندہ اپنی بادشاہت بگم بنالینے کا وہ
کر دو تو میں اس بچے کو کسی تدبیر سے ضائع کئے دیتی ہوں، یہ خیانت دیکھ کر لکر گس کو سخت تفر
اُس عورت سے پیدا ہوا لیکن اُس نے کوئی ناخوشی اُس وقت نہ ظاہر کی بلکہ ظاہر اس قدر
کو قبول کر کے اسی قاصد کی معرفت اپنی بڑی مسرت اور شکرگزاری کے ساتھ یہ التجا کی کہ وہ
ہر گز محل گرا دیے کا خیال اپنے دل میں نہ لائے کہ اُس میں خود اُسی کی ہلاکت کا نین ٹوک سے
کم صحت مگر جانے کا اندیشہ ہے۔ باقی وضع محل کے بعد اس نے وعدہ کیا کہ میں خود بچے کو رہتے
سے ہٹا دینے کا انتظام کروں گا، غرض ایسی تدبیروں سے لکر گس نے اپنی بھانج کو موت
محل پوری ہونے تک دھوکے میں رکھا اور جب اُسے معلوم ہوا کہ وضع محل کا وقت آگیا ہے تو
چند آدمیوں کو بھیجا کہ زمین موجود زمین اور اپنی پوری نگرانی رکھیں۔ نیز ہایت کی کچھ سپاہ
ہوتے ہی اگر وہ دیکھیں کہ بیٹا ہے تو بلا تاخیر سے میرے پاس جس حال میں اور جہان میں میں

ہوں نے آئین اور بیٹی ہو تو ستورات کے حوالے کر دین و افتان سے لکڑس میں قوت
 اعلیٰ حکام شہر کے ساتھ کھانا کھا رہا تھا جو ملکہ کے بیٹا ہوا اور وہ دسترخوان ہی پر تھا کہ لوگر
 مولود کو حسب الحکم اس کے سامنے لائے۔ لکڑس نے اُسے ہاتھوں پر لے لیا اور حاضرین
 سے مخاطب ہو کر کہنے لگا: "باشدگان اسپاد، لویہ، نومولود ہمارا بادشاہ ہے؛ یہ کہہ کر اٹھا اور
 بچے کو بادشاہی کرسی پر لٹا دیا اور جاری کوس اُس کا نام رکھا جسکے معنی لوگوں کی خوشی کے
 ہیں، اس نام کی بھی وجہ یہی تھی کہ جتنے اشخاص وہاں موجود تھے وہ سب بچے کی ولادت
 اور لکڑس کے اس شریفانہ اور مضافانہ کام سے بڑے غایت سرور و تعجب تھے؛

اس طرح اُسکی مدت بادشاہت آٹھ مہینے رہی۔ لیکن بدین بھی اہل شہر اس کا نہایت
 احترام کرتے رہے اور محض اس وجہ سے نہیں کہ وہ تالیق سلطنت اور صاحب اختیار تھا بلکہ زیادہ
 ذاتی اوصاف کے باعث اُسکی فرمانبرداری ہوتی تھی؛ بایں ہمہ چند اشخاص حسد سے دشمنی
 پر آمادہ تھے اور چاہتے تھے کہ آغاز شباب ہی میں اُس کے روز افزون اقتدار کا سد باب
 کر دین خصوصاً ملکہ اور اسکے اعزاء اور طرفدار اس مخالفت میں بہت سرگرم اور خواہ مخواہ اُسکی
 بدسلوکیوں کے شاکس تھے۔ بیان تک کہ ملکہ کا بھائی لیونی دس ایک تیز و تند بحث میں جو
 اور لکڑس کے درمیان چل گئی تھی اتنا بڑھا کہ اُس کے منہ پر کہہ گذرا کہ یہ مہینہ یوراقین ہے
 کہ تھوڑے دن میں تھیں بادشاہ بنا ہوا دیکھ لین گے؛ جس سے نہ صرف اظہار شکوک بلکہ
 آئندہ الزام کے لیے بھی راستہ تیار کرنا منظور تھا کہ اگر وہ بچہ زندہ نہ رہے تو خواہ اُس کی موت
 طبعی اسباب سے ہو تاہم تھیں کہنے کی گنجائش مل جائے کہ لکڑس نے اپنے بیٹے کی جان لی
 اسی ختم کے ادا الفاظ بھی ملکہ اور اُس کے طرفدار جان کر لوگوں میں پھیلاتے پھرتے تھے؛
 ان بدگوئیوں نے لکڑس کو سخت پریشان کیا اور یہ سوچ کر کہ نہ معلوم اٹھا کیا نتیجہ نکلے،
 اُس نے فیصلہ کر لیا کہ اس وقت غفلندی ہی ہے کہ ان کی مدد دونوں سے بچ کر جلا وطنی اختیار
 کی جائے اور اتنے دن تک کہ اُس کا بیٹا باغ بلکہ صاحب ولاد ہوا اور وراثت کے متعلق

کوئی جھگڑا نہ رہے خود ملک ملک کی سیاحت میں مصروف ہے۔ یہ ٹھان کر لکرس جہاز
میں روانہ ہوا اور جزیرہ قریش آپا جہان اکثر علماء میں سے اس نے واقفیت پیدا کی اور
ان کے مقدّمات میں و نظام مملکداری پر غور کر کے بعض کو اس نے پسند کیا اور اپنے وطن میں
اس سے کام لینے کا ارادہ کر لیا۔ باقی اہل قرائین جو اس سے بیکار نظر آئے انہیں چھوڑ دیا اور
قریش کے سب سے مشہور علما اور عقلا میں ایک شخص طالس نامی تھا جسے دوستی کے واسطے
دیکر اور بڑی منت و اتجا سے لکرس نے اپنا رٹ جانے پر رضامند کیا، جہاں ہر چند احوال ظاہری
کے لحاظ سے اور نیز اپنے قول کے بموجب وہ محض ایک غول گو شاعر سمجھا جاتا تھا مگر نے محنت
اس نے دنیا کے کسی قابل ترین مقنن کا کام انجام دیا۔ کیونکہ جو خزلین وہ تیار کر کے سنا تھا
خود وہ اتحاد و اطاعت کی زور دار تقنین سے کم نہ ہوتی تھیں اور خود ان کے بحر و قوانی اور دوانی
اور صفائی میں وہ تاثیر تھی کہ بلا ارادے سامعین کا ذوق و وجدان سلیم و صحیح ہوتا چلا جاتا
تھا چنانچہ اس کی شاعری کا ایسا عجیب اثر پڑا تھا اور سننے والوں کا اندر ہی اندر اس نے
ایسا تصنیف باطن اور تزکیہ نفس کر دیا تھا کہ ان کی طبائع بالکل بدل گئیں اور فرا جہل میں
صلاحیت نرمی اور اعتدال آگیا حتیٰ کہ انہوں نے اپنی ذاتی پر خاش اور عداوتوں کو خیر باد
کہا اور سب کے سب دل سے انصاف و نگوئی کے مزاج و شیدا بن گئے، انہیں نتائج کی
بن پر یہ کہنا بالکل بجا ہے کہ جو ضابطے اور پابندیاں لکرس نے آئندہ چل کر نافذ کیں ان کا اثر
طالس ہی نے تیار کیا تھا۔

قریش سے وہ جانب بشارت روانہ ہوا۔ اور بیان کرتے ہیں کہ یہاں آنے سے اس کا
مدعا یہ تھا کہ اہل آس و انبیہ کے تکلفات، نازک مزاجی اور امیرانہ عادات کا اہل قریش کی سادہ
اور متقیانہ خصلتوں سے مقابلہ کرے۔ اسی طرح حسن طرح اطبا بیمار اور تندرست جسموں کا
استحسان اور اندازہ کیا کرتے ہیں، تو یہیں سب سے پہلے لکرس نے ہومر کی تصانیف و کہیں
سے قدیم یونانی مصنفوں کے ہاں ایشیائے کوچک اور بحر آس و انبیہ کی یونانی آبادیاں کی عادات و

جو قیاس کیا جاسکتا ہے کہ یونانی کس کی اولاد کے قبضے میں ہوگی، بہر حال یہ دیکھ کر کہ
 بیودہ اقوال اور بڑے افعال کی صرف چند مثالوں کے سوا ہونے کی تمام نظمیں پرمغزہ آتے
 بلکہ ری اور اخلاقی تصالح سے بھری ہوئی ہیں، اس نے بڑے شوق و محنت سے انہیں
 با ترتیب لکھنا اور بغور مطالعہ کرنا شروع کیا کہ شاید ان سے بھی وہ اپنے وطن میں کوئی
 مفید کام لے سکے، انہیں شک نہیں کہ اس وقت بھی یہ نظمیں جزیرہ نما سے یونان میں
 تھوڑی ہی شہرت رکھتی تھیں اور ان کے منتشر اجزائے جوائے فائز اکہین سے باہر آگئے ہوں
 کسی کسی کے پاس تھے۔ لیکن ان کو صحیح معنوں میں جس شخص نے اول ہی اول معروف
 کیا وہ لکڑس ہے۔

مصریوں کا بیان ہے کہ لکڑس ان کے ملک میں بھی سیاحانہ آیا تھا اور یہ دیکھ کر
 اسے بہت تعجب ہوا تھا کہ وہاں سپاہیوں کی جماعت کو باقی قوم سے بالکل علیحدہ رکھا جاتا
 ہے۔ پھر یہی نظام اس نے اسپارٹہ میں منتقل کر لیا اور اس طرح اہل حرب و دفاع کو اپنے
 پیشہ ورون سے اور اہل حرفہ کے میل جول سے بچا کر اس نے سلطنت میں بڑی شائستگی
 اور خوبصورتی پیدا کر دی، اس قول کی بعض یونانی مصنفوں نے بھی تائید کی ہے، لیکن
 یہ روایتیں کہ وہ اندلس اور افریقہ اور ہندستان تک گیا تھا اور یہاں اس کی (ریشیوں)
 کا جو کیوں سے ملاقاتیں ہوئی تھیں، جہاں تک میں یقین کر سکا صرف ایک راوی کے
 بیان پر منحصر ہیں اور وہ سپارٹہ میں کا بیٹا ارستو کریش اسپارٹہ میں ہے۔

وطن سے جانے کے بعد لکڑس کی اسپارٹہ میں بہت یاد ہوئی اور بار بار وہاں والوں
 نے اسے بلوایا۔ ”کیونکہ“ وہ کہتے تھے تھوڑا شاہ تو یقیناً کئی ہمارے ہاں موجود ہیں جو بادشاہی
 کے ظاہری ساز و سامان اور القاب و خطاب رکھتے ہیں لیکن اوصاف ذاتی اور طبیعت
 کی غلبہ کا وہاں تک قلعہ ہے ان میں کوئی نئے رہایا سے ماہر امتیاز نہیں ہے۔“ پھر وہ

نہ جمناسٹیکس میں لکڑس کا بیان =

لگر گس کا ذکر کرنے اور کہنے کہ حقیقت میں سرداری کی اصلی شان تو اس کی ذات میں نظر آتی ہے اور اسی کی طبیعت فرمان روائی کی اور دماغ اپنے حکم مطاوعہ کی طبیعت رکھتے ہیں۔ اس کے علاوہ خود اپارٹ کے بادشاہ لگر گس کی دایہ کی خلاف ورزی کیونکہ وہ اس کی موجودگی کو عوام الناس کی شورش کے مقابلے میں ایک مستحکم حصار تصور کرتے تھے جو غرض یہ صورت حالات تھی جب وہ اپارٹ میں واپس آیا اور بلا تباہی ایک کامل اصلاح کی طرف متوجہ ہو گیا۔ اس کا بچہ ارادہ تھا کہ سلطنت کے سارے نظام ترکیبی کو بدل دے۔ کیونکہ پورے تفرک کے بغیر چند نئے قوانین کا نفاذ یا کوئی جزوی تبدیلی کچھ کام نہ دے سکتی تھی۔ اور لازمی تھا کہ وہ وہی طریقہ اختیار کرے جو عقلمند اطہا ایسی صورتوں میں اختیار کرتے ہیں جب کہ مریض متعدد امراض میں الجھا ہوا ہو اور وہ اس کے کوئی چارہ کار نہ ہو کہ پہلے اس کے تمام مواد فاسدہ و واؤن کے زور سے خارج کر دیے جائیں اور گھٹلے اور مانجھ کے اس کی طبیعت کو بالکل بدل دیا جائے اور پھر از سر نو اسے غذا اور دوا سے قوت دی جائے۔

اپنے دل میں یہ منصوبے باندھ کر سب سے پہلے وہ اپا کو سے استخارہ کرنے کی تلقین کیا اور مرہم نذر و نیاز کے بعد وہ ان سے وہ مشورہ لیا جو اب لیکر لوٹا جس میں اسے خدا کا محبوب اور انسانی رتبے سے بڑھا کر دیوتا کے برابر کہا گیا ہے۔ نیز اشارت دی گئی ہے کہ اس کی دعا قبول ہوئی، اس کے قوانین سب سے اچھے اور وہ سلطنت جو ان کی پابندی کرے دنیا میں سب سے نامور سلطنت ہوگی۔ ان باتوں سے حوصلہ پاکے ودا اپارٹ آیا اور اب پہلے صرف اپنے احباب کو ہزار بنا کے رفتہ رفتہ اس نے حامدین شہر کو اپنی امداد پر بھارا اور آخر ایک مستقل جماعت ذوق و شوق کے ساتھ اس کے منصوبے کی عملی تکمیل پر آمادہ ہو گئی۔ یہ طرح تیار بیان پوری ہو جانے کے بعد اپارٹ کے تین بڑے بڑے آدمیوں کو لگر گس نے ہمارت کی لہ اپارٹ میں ایک ہی وقت میں دو عورتیں غرقان ردا یا چوڑے مہر لے کر بادشاہ بن گئے تھے۔ مترجم۔

کہ علی الصبح مسیح ہو کر چوک میں پھونچ جائیں۔ جس کا مدعا یہ تھا کہ گروہ مخالفت مرغوب ہو جائے، ان تین میں سے بیش نہایت ممتاز و مقدر اشخاص کے نام ہر تیس نے تحریر کیے ہیں مگر اس کا نام جو لکڑگس کا سب سے بڑا مونس و ہلرا اور اس کے قوانین بنانے اور نافذ کرانے میں سب سے زیادہ معین و مددگار تھا، اربتھ میا واس ہے، انگریز جیلان و افتا سے شرمین ایک کھلی سی بڑی لکڑی تو شاہ چاری لوس، اس خوف سے کہ شاید یہ سازش اس کے خلاف ہے، قصر پنجمی کی دیوی مزدرا کے مندر میں جا چھپا۔ مگر تھوڑی دیر بعد جب اصل حال معلوم ہوا اور لکڑگس کے شرکائے قسم اطمینان دلایا کہ وہ اس کے خلاف کوئی کارروائی نہ کرتا، ہینن چاہتے تو پھر وہ اپنی جاسے پناہ سے باہر نکل آیا اور خود بھی ان کے گروہ میں شریک ہو گیا وہ بہت سیدھا اور شریف طبیعت نوجوان تھا اور اسی بنا پر جب اس کی بھلائی کسی جگہ سرائی جا رہی تھی تو اس کے ہمسرہ بادشاہ ارچی لوس نے کہا تھا کہ دنیا میں کون ہے جو اسے بھلا نہ کہے گا؟ وہ چروں کے ساتھ بھی بھلا ہے؟

منجملہ اور رد و بدل کے لکڑگس کا سب سے بڑا اور اہم کام ایک مجلس قومی کی بنا ڈالنا تھا جس کی قوت بڑے بڑے معاملات میں خود بادشاہوں کے برابر تھی اور جس کا قیام افلاطون کے الفاظ میں منصب شاہی کے آئین اختیارات محدود و مقفل کر کے سلطنت کے مزید احکام و احتیاط کا باعث ہوا۔ کیونکہ اس سے پہلے سلطنت کا کوئی مضبوط سہارا نہ تھا اور کبھی بادشاہ زبردست ہوتے تو، وہ طلق العنانی کی طرف مچھک جاتی اور کبھی عوام الناس غلبہ حاصل کر لیتے تو اس کا میلان جمہوریت کی طرف ہو جاتا۔ اب قیام مجلس نے اس میں ایک مرکزی وزن پیدا کر دیا اور جس طرح خالی جہاز میں توازن قائم کرنے کے لیے پتھر بھر دیتے ہیں، اس نے آئین نے بھی مختلف عناصر کو ترازو کے پلڑوں کے مثل قائم کر دیا۔ اب وہ اٹھائیس ارکان مجلس جمہوریت کے مقابلے میں ہر چند بادشاہوں کا ساتھ دیتے تھے لیکن جب مطلق العنانی اور شخصی حکومت کا سوال اٹھتا تو ہمیشہ لوگوں کی حمایت کرتے، یہی اٹھائیس کی تعین تو

اوسط کا بیان ہے کہ انھیں تین ساتھیوں میں سے دو نے کم مہتی کی وجہ سے علیحدگی اختیار کر لی تھی۔ لیکن سفیر دس یقین دلانا ہے کہ ابتدا ہی میں اس گروہ کی تعداد اٹھائیس تھی۔ اور عجب نہیں جو اس تعداد میں کوئی اسرار ہو کیونکہ وہ سات اور چار کا حاصل ضرب ہے اور سنا پہلا کامل (غیر منقسم) ہندسہ ہے جو چھ کے بعد آتا ہے جس کے برابر برابر کے ٹکڑے ہو جاتے ہیں مگر سیر اپنا خیال یہ ہے کہ لکڑ گس نے تیس کی تعداد میں دونوں بادشاہوں کو بھی شمار کر لیا تھا اور اس لیے ان کو چھوڑ کے ارکان کی تعداد اٹھائیس رہ جاتی ہے۔ مجلس کے قیام کی لکڑ گس کو اس وجہ سے خوشی تھی کہ اس کے متعلق ذیلیقی سے بھی اس نے مشورہ لینے کی زحمت اٹھائی اور وہ کہن حاصل کی جسے رہٹ را کہتے ہیں اور جس کے یہ الفاظ تھے :-

”دو اس کے بعد کہ تم نے برجیس دیوتا اور مشروا مائی کے نام پر مندر بنالیے اور اس کے بعد کہ تم نے لوگوں کو فائیلوں میں فائیل دیا اور اوہوں میں اوبا دیا، تحقیق تم تیس بزرگوں کی مجلس قائم کر دے جن میں دونوں سردار شامل ہیں اور تحقیق تم وقتاً فوقتاً قوم کو بائی کا Babye اور نکلیاں سے معذرت کے درمیان اپلازین کرو گے کہ تشریح کریں اور اسے دین، قوم ہی کی آخری راے اور فیصلہ ہے!“

عبارت میں فائیلوں اور اوہوں سے لوگوں کے مختلف حصے مراد ہیں۔ سرداروں کے لفظ سے دونوں بادشاہ، اور اپلازین جس کا ابا لو سے اشتقاق کیا گیا ہے یہاں اجتماع کے معنی میں ہے۔ بائی کا اور نکلیاں اب ایٹو کہلاتے ہیں اور اوسط کے بقول بائی کا ندی کا نام ہے اور نکلیاں ایک پل کا۔ ہر کیف انھیں مقامات کے درمیان ان کے عام جلسے ہوتے تھے کیونکہ سبارٹہ میں ایوان مجلس یا ان اغراض کے لیے کوئی دوسری عمارت نہ تھی اور آرایش و زیبائش کو لکڑ گس اس قدر غیر مفید سمجھتا تھا کہ تصاویر یا موتیں یا چھتوں کے نقشے بھلا، جو اور یونانیوں میں پلہساں ترمین تھے، اس کے نزدیک توجہ کو منتشر کرنے والے اور اس لیے معاملات میں نہایت حارج چیزیں تھیں، انھیں قومی جلسے اسی کھلے میدان میں ہوتے تھے

جہان بادشاہ یا مجلس کی طرف سے تجویزین پیش کی جاتیں اور عوام الناس کو ان کے متعلق کوئی مباحثہ یا نصیحتیں کرنے کا حق نہ تھا بلکہ وہ صرف اقرار یا انکار کر سکتے تھے۔ بعد میں جب یہ معلوم ہوا کہ لوگ تجاویز کے الفاظ مخدوف یا مقدم مؤخر کر کے خود امن کا مفہوم بدل دیتے ہیں تو شاہ پولی ڈورس اور تھیو پیس نے اسی رہنمائی یا محترم قانون میں یہ دفعہ ایڑا کر دی تھی کہ اگر لوگ فریب کریں یا بہم فیصلہ دیں تو جائز ہوگا کہ بزرگ اور سردار انھیں منتشر کر دیں یعنی ان کے اقرار کو ناجائز قرار دیں اور اس نظر سے کہ وہ ان کی تجاویز میں کھنڈت ڈالتے اور بھانڈنے ہیں انھیں برخاست کر دیں۔ اس دفعہ کو حامی راے سے منظور کر کے شاہان موصوف نے رہنمائی میں دخل کیا تھا اور وہ بھی دیگر شرائط کے مثل مستند سمجھی جاتی تھی جہاں پہ ٹرینس کے اشعار ذیل سے بھی اس کی تصدیق ہوتی ہے:-

د انھوں نے یہ بابو سے منے پیغام الہامی
اور ان کو لائے وہ پتیو سے گھر بیسے کاویا ہی:
کہ قومی مجلس شورے میں اول بادشاہ ہونگے
جو مامور خدا ہیں اور وطن سے جن کو الفت ہے
بزرگ ارکان ہونگے بعد انکے۔ اور پھر جمہور
یہ لازم ہے کہ سیدھا صاف رہنمائی وہ کریں منظور

اس طریق سے لکڑس نے قومی سلطنت کو متوازن اور استوار کرنے کی کوئی کوشش حتیٰ امکان نہ اٹھا رکھی تھی لیکن اس کے بعد کے آنے والوں نے اس میں بھی حکومت خواہ (اولی کار کی) کی شان پائی اور ضرورت سے زیادہ امر کا اقتدار بڑھا ہوا دیکھا۔ لہذا جماعت مذکور کی تنخواہ اور مزاج کی تیزی دبانے کے لیے، افلاطون کے الفاظ میں، انھوں نے اس کے منہ پر ایک دھانہ چڑھا دیا جس سے وہ اختیارات مراد ہیں جو ایفوزون کو دیے گئے۔ اسپارٹین میں یہ عہدہ ایفوزی لکڑس کی وفات کے ایک سو تیس برس بعد قائم کیا گیا تھا اور لائق مسئلہ صحت اور اس کے

ساتھی ہم عہدہ پہلے اشخاص میں جنہیں شاہ تھیو پپس کے زمانے میں یہ ممتاز منصب حاصل ہوا۔ اسی پر جب شاہ موصوف کی ملکہ نے ایک دن یہ طعنہ دیا تھا کہ تم ان شاہی اختیارات کو جو بزرگوں سے چھوٹے گھٹا کر اپنی اولاد کے لیے چھوڑ جاؤ گے، تو اس نے جواب دیا تھا نہیں بڑھا کر۔ کیونکہ وہ زیادہ عرصے تک قائم رہیں گے! اور حقیقت میں شاہان اسپارٹہ کے غیر معمولی حقوق کا بچہ معقول گھٹا دیا جانا خود انہیں کے واسطے مفید ہوا۔ وہ حسد و دشمنی اور اس لیے خطرات مابعد سے محفوظ ہو گئے اور انہیں وہ مصیبتیں نہیں بھیلنی پڑیں جو ان کے ہمسایہ بادشاہوں پر اگر اس اور سینا میں نازل ہوئیں جو اپنے حقوق پر سختی سے اڑے رہے اور عوام الناس کو کچھ بھی نہ دینا چاہتے تھے جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ سب کچھ کھو بیٹھے۔

واقعی جو کوئی اس شورش و بد علی کا مشاہدہ کر گیا جو ان حدیثی اقوام میں درک نسل اور مقام کے لحاظ سے اسپارٹہ کی عزیز قریب اور نہایت مشابہت میں پیدا ہوئے، وہ لکرس کی دانائی اور عاقبت بینی کا فائل ہوئے بغیر نہ رہ سکیگا، یہ تینوں ریاستیں (سینا، لکرس، اسپارٹہ) ابتدا سے عروج میں مساوی تھیں اگر ان میں کسی کو فوقیت تھی تو وہ اہلی سینا اور لکرس ہی کے حصے میں آسکتی ہے جو آغاز میں انتخاب مقام اور حالات کی وجہ سے اسپارٹہ کی نسبت زیادہ خوش نصیب سمجھے جاتے تھے۔ لیکن ان کی یہ خوش حالی چند روزہ ثابت ہوئی اور کچھ بادشاہوں کی جابرانہ طبائع نے اور کچھ لوگوں کی سرکشی اور ضابطہ نہ شناسی نے بہت جلد سخت بد نظمی بھیلادی اور ان کے تمام آئین و قوانین خاک میں مل گئے جس سے پوری طرح ظاہر ہو گیا کہ اہل اسپارٹہ کی تقدیر اچھی تھی جو متجاذب اندامین لکرس جیسے دشمنہ مقنن کا طور ہوا اور اس نے ان کے لیے وہ مبارک اور متوازن نظام سلطنت قائم کیا جس میں اس کا مجلس مقرر کرنے کے بعد لکرس کا دوسرا اور یقیناً اس کے سب کاموں میں مخدوش ترین کام اراضی کی از سر نو تقسیم کرنا تھا کہ وہ بہت غیر مساوی طور پر لوگوں میں بٹی ہوئی تھی اور اسی کا نتیجہ تھا کہ ایک طرف ریاست میں ہزاروں غفلت و محتاج آدمی بھرے ہوئے تھے

اور دوسری طرف اُس کی دولت کھینچ کر چند آدمیوں کے قبضے میں آگئی تھی؛ اب لگرگس کا مقصود نہ صرف حسد و رقابت، جرائم و تفتیش کو اپنے ہاں سے دفع کرنا تھا بلکہ وہ اس سے بھی بدتر امراض یعنی افلاس اور غیر ضروری دولت کا بھی استیصال کرنا چاہتا تھا اور یہ غرض حاصل کرنے کے لیے اُس نے اہل وطن کو اپنی اپنی املاک سے ہاتھ اٹھا لینے پر اور نئی تقسیم اراضی اور مساوی حیثیت سے بسر معیشت پر رضامند کر لیا۔ اور اُن کے دل نشین کر دیا کہ آئندہ صرف قابلیت و زینہ امتیاز ہو اور لوگوں کے محض روزیانا یا شریفانہ کام اُن کا معیار مراتب سمجھا جائے؛

جب یہ تجویز لوگوں نے منظور کر لی تو لگرگس نے بلاتاخیر اُس کو عمل میں لانے کی غرض سے علاقہ لغونیہ کی تقسیم شروع کی۔ اور اسے تیس ہزار ہزار کے قطعوں میں تقسیم کیا۔ شہر اسپارٹہ خاص کے متعلق جو زمینیں تھیں اُن کے اُس نے نو ہزار ٹکڑے کیے تھے جو وہیں کے شہریوں کو بانٹ دیے گئے اور مقدمہ الذاکر اُس نے اپنے دیہاتی ہم وطنوں میں تقسیم کر دیے؛ بعض مصنفوں کا بیان ہے کہ لگرگس نے اسپارٹہ کی اراضیات کے چھ ہزار حصے اہل شہر پر تقسیم کیے تھے اور اُن میں تین ہزار بعد میں شاہ پولی ڈورس نے ایذا دیے۔ بعض کہتے ہیں کہ شاہ موصوف نے اُنھیں وگنا کر دیا تھا اور اُن کی پہلی تعداد صرف چار ہزار پانچ سو قطعات تھی ہر حصہ آنا رکھا گیا تھا کہ سال بہ سال تقریباً ستر من (بیشل کے معنوں میں) غلام مالک خاندان کے لیے اور بارہ من اُس کی بیوی کے لیے اُس میں پیدا ہو جائے نیز ایک مناسب مقدار تیل اور شراب کی اس میں سے حاصل کی جاسکے؛ پس اس کو لگرگس اُن کی قوت و تندرستی قائم رکھنے کے لیے کافی تصور کرتا تھا۔ باقی افراط فضول اُس کے خیال میں جتنی نہ ہو اُنہی اُن کے حق

سطح (نوٹ نوٹ:-) لغونیہ Laconia اُس علاقے یا ریاست کا نام ہے جس کا صدر مقام اسپارٹہ تھا اگرچہ بعد میں اسپارٹہ کی حکومت زیادہ وسیع ہو گئی تھی لیکن ابتدائے اسکے علاقہ یہی تھا جس طرح ایفینز کا آئی کا اور تھیبہ کا میورسیہ تھا، مندرجہ

میں بہتر تھا، بیان کرتے ہیں کہ اس تقسیم اراضی کے بعد ہی وہ کہیں باہر سے تیار ہی فصل کے
 زمانے میں گھرا رہا تھا کہ اُسے سب کے برابر برابر اور بالکل یکساں انبار غلے کے گئے ہوئے
 نظر آئے۔ تو وہ مسکرایا اور ساتھ کے لوگوں سے کہنے لگا "میں سمجھتا ہوں کہ اب لغو تہ ایک
 گھرانے کی جاگیر معلوم ہوتی ہے جو بہت سے بھائیوں میں بھٹہ مساوی بانٹ دی گئی ہو پڑ
 مگر لکڑی نے اسی پر قناعت نہ کی بلکہ اُن کے مال منقولہ کی بھی مساوی تقسیم کرنی چاہی
 تاکہ اُن میں دھتھیت کوئی نام معقول مایہ الامتیاز اور غیر مساوات باقی نہ رہے۔ لیکن یہ دیکھ کر
 کہ اس تجویز پر علانیہ عمل کرنا نہایت دشوار بلکہ خطرناک ہو گا اُس نے ایک اور طریقہ اختیار کیا اور
 حریص دولت مندوں کو حسب ذیل چال سے شکست دی :-

اُس نے حکم دیا کہ تمام سونے چاندی کے سکے واپس لے لیے جائیں اور صرف ایک آہنی
 سکے رائج ہو جو بہت وزنی اور نہایت کم قیمت ہوتا تھا۔ حتیٰ کہ میں تین شرفیوں کے مساوی سکے
 رکھنے کے لیے خاصی بڑی کوٹھری کی ضرورت پڑتی تھی اور اُنھیں ایک جگہ سے دوسری جگہ
 ڈھویا جاسے تو دو سیلون کے بوجھ سے کم بوجھ نہ ہوتا تھا، اس روپے کی ترویج نے دفعہ
 متعدد جہاز کو س ڈی مونی (یعنی قوم اسپارٹ کے) علاقے سے دفع کر دیا۔ کیونکہ کون ہو گا
 جو ایسے سکے کی چوری کرے ؟ اور کون ہو گا جو زبردستی یا نا انصافی سے یا بطور رشوت اس
 بلا کو لینا چاہے جسے نہ چھپانا آسان تھا نہ حاصل کرنا زیادہ مفید تھا نہ کاٹ کر رکھنا کسی
 کام آ سکتا تھا کیونکہ اُسے وہ آگ میں پوری طرح تپانے کے بعد سر کے میں بٹھا لیتے تھے اور اس
 طریقے سے بھارت کے اس قابل ہی نہ چھوڑتے تھے کہ وہ کسی اور کام میں آ سکے پڑے۔

دوسری بات اُس نے یہ کی کہ تمام بیکار مصنوعات اور غیر ضروری فنون کو خلاف قانون
 قرار دیا۔ لیکن اس اعلان کی زحمت بھی اُس نے ناحق اٹھائی کیونکہ یہ تمام صنایع ان سونے
 چاندی کے اخراج کے بعد اپنے آپ ملک سے مٹ جاتیں کہ جدید سکے اعلیٰ صنایعوں کی
 مناسب اجرت ہی نہ ہو سکتا تھا اور ابھی ہونے کی وجہ سے اس میں لین دین

کرنا سخت وقت طلب تھا اور اگر کسی طرح وہ اسپارٹی علاقے کے باہر بھی بھیج دیا جائے تو اور یونانی اسے ہرگز نہ لیتے تھے بلکہ اس کی ہنسی اڑاتے اور تذلیل کرتے۔ اس طرح غیر ملکی سامان اور مصنوعات کی بھی اسپارٹہ میں خرید و فروخت محال تھی۔ سودا گروں نے لغوی بندر گاہوں پر مال اور اسباب کے ہزار بھیجنے موقوف کر دیے تھے اور کوئی فن خطا کا استاد یا پھیری پھرنے والا بخومی یا کٹنایا سمھار یا کندہ ساز یا جوہری ایسی ولایت میں قدم نہ دھرتا تھا جہاں روپیہ ہی نہ ہو اور یون عیش پرستی کی عادت ان سامانوں سے محروم ہوتی گئی جو اسے پالتے اور بڑھانے میں اور آخر کار گھٹتے گھٹتے اسپارٹہ سے نابود ہو گئی کیونکہ وہ ان روپے والوں کو غریبوں پر کوئی فوقیت حاصل نہ تھی اور ان کی دولت اور سترائے سوا سے اس کے گھروں میں بند پڑے رہیں باہر نکلنے کا کوئی راستہ نہ دیکھتے تھے علاوہ ان اس سد باب نے انھیں معمولی اشیاء ضروری کی طرف متوجہ کر دیا اور ان کے بنانے میں وہ بڑے چابک دست کاریگر ہو گئے چنانچہ پٹنگ، مینزین، کریان اور اس قسم کے اسباب خانہ داری و بان نہایت عمدہ تیار ہوتے خصوصاً ان کے بان کا پیالہ مشہور تھا اور کریتاش *Crete* کی روایت کے بموجب سپاہی بڑے شوق سے اس کو خریدتے تھے کیونکہ اس کی رنگت اس قسم کی ہوتی تھی کہ اگر مجبوری کے وقت گلابانی اسپین پیاجاے تو نگاہ کو برتا معلوم نہ ہوتا تھا نیز اس کی ساخت ایسی رکھی تھی کہ کچر مٹی پہلوں میں رد جاتی اور صاف پانی بھر کر پینے والے کے منہ میں جاتا، سچ پوچھیے تو اس کے لیے بھی انھیں اپنے مقنن کا شکر گزار ہونا چاہیے جس نے بیکار ایشیا پر محنت کرنے سے کاریگروں کو نجات دلائی اور گویا آمادہ کر دیا کہ وہ اپنی ہزمندی روزمرہ کی ضروری چیزیں خوبصورت بنانے میں صرف کریں مگر اس مقنن اعظم کی تیسری تدبیر جس کے ذریعے اس نے زر پرستی اور عیش پسندی پر ایک اور بھی زبردست ضرب لگائی، سب سے زیادہ قوی اور کارگر تھی۔ اس سے میری مراد وہ ضابطہ ہے جو کھانے کے متعلق لکڑ گس نے بانڈھا اور جس کے رو سے ہر شخص کو جماعت کے ساتھ مل کر ایک ہی روٹی اور

گوشت جن کی قسمیں بھی معین تھیں، کھانا پڑتا تھا اور کسی کو اجازت نہ تھی کہ قیمتی گدے دن پر پڑے اوقات گزاریں اور پرتکلف و شاندار دسترخوان لگائے جس کے معنی اپنے مین و کاندھاروں اور باورچیوں کے حوالے کر دینا تھا کہ پیٹو جانوروں کی طرح کونوں میں کھلا کھلا کر اُسے موٹا کریں اور نہ صرف اس کی خصلتیں بلکہ جسم بھی برباد ہو جائے جسے زیادہ خوری اور عیش کی بدولت نکلتا ہو کر لمبی لمبی نیندیں لینے کی، گرم پانی سے نہانے کی اور کام سے جان بچانے کی ضرورت پڑے اور جس کو مختصر لفظوں میں، ایسی خبر گیری اور احتیاط درکار ہو کہ گویا وہ ہمیشہ علیل رہتا ہے، اس میں ذرا شبہ نہیں کہ اُن میں ایسا تغیر عظیم ڈال دینا بڑی غیر معمولی بات تھی لیکن اس سے بھی زیادہ غیر معمولی، ناوقر اس کے قول کے بموجب دولت کا نہ صرف تمام رُوب اور کثرت کھودینا تھا بلکہ بحیثیت دولت اس کی اصلیت بدل دینا تھا، کیونکہ اہل متول مفلون کے ساتھ ایک ہی دسترخوان پر مجبوراً کھانا کھانے کی وجہ سے اب اپنی مفروط دولت کا کوئی مصرف نہ پاتے تھے نہ کثرت ساز و سامان کا کوئی لطف اُٹھا سکتے تھے حتیٰ کہ اس کی نمائش و اظہار یا اُسے فقط دیکھ دیکھ کر ہی خوش ہونے اور شجی کرنے کا بھی اب انھیں موقع نہ رہا تھا۔ اور اس طرح وہ مشہور کمادوت کہ دولت کا دوتا میلوٹس *Melotus* اندھا ہوتا ہے اگر دنیا بھر میں کہیں حرف بہ حرف صحیح کھلا سکتی تھی تو وہ اپارٹ کا علاقہ تھا۔ کیونکہ واقعی بیان وہ نہ صرف اندھا تھا بلکہ ایک تصویر کی طرح بے حس اور بے جان رہ گیا تھا، پھر، شہر یون کو یہ گنجائش بھی نہ دی جاتی تھی کہ پہلے اپنے گھروں پر کھانا کھالیں اور پھر مجمع عام میں دسترخوان پر آئیں کیونکہ جو کوئی دوسروں کے مثل نہ کھانا پیتا وہ اُن میں انگشت نہاں جاتا اور اُس کی تن پروری اور رحمت پسندی پر سخت تکتہ چینی کی جاتی تھی۔

اس آخری ضابطے نے دولت مند کو لکر گس سے نہایت بیزار کیا اور انھوں نے اس کے خلاف جمع ہو کر اُسے بڑا بھلا کہنا شروع کیا اور آخر سخت دباہی کر کے پتھر مارنے پر

اُتر آئے تاکہ وہ اپنی جان بچا کر پناہ لینے کے لیے چوک سے بھاگنے پر مجبور ہوا اور حسن
 اتفاق سے سب کو پیچھے چھوڑ کر آگے نکل گیا صرف ایک نوجوان الکندر کہ تذخوی اور
 جلد بازی کے سوا اور لحاظ سے بد تربیت نہ تھا، اُس کے تعجب میں آنا قریب پہنچ گیا
 کہ جب وہ یہ دیکھنے کو کہ کون اتنے پاس آگیا ہے مُذا تو الکندر نے اُس کے منہ پر لکڑی
 ماری جس سے لکڑس کی ایک آنکھ باہر نکل پڑی، مگر اس سانچے سے بیتاب یا بے حوصلہ
 ہوئے بغیر وہ بھاگتے بھاگتے روک گیا اور اپنا مجروح چہرہ اور باہر نکل ہوئی آنکھ اپنے ہم وطن
 کو دکھائی جسے دیکھ کر وہ نہایت نادام اور متاثر ہوئے اور الکندر کو اس کے حوالے کر کے
 کہ جس طرح چاہے سزا دے اس نا لایق حرکت پر اظہارِ ملامت کرتے ہوئے لکڑس کے گھر تک
 ساتھ ساتھ آئے۔ لکڑس نے اپنی ہمدردی پر اُن کا شکریہ ادا کیا اور الکندر کے سوا بے سب کو
 رخصت کر دیا پھر اس نوجوان کو وہ اپنے ساتھ گھر میں لے آیا اور اُس کے ساتھ کوئی مددگار
 یا تشدد کیے بغیر اُس نے صرف یہ سزا الکندر کو دی کہ اپنے کھانا کھلانے والے نوکر کو غلیہ کو کے
 اُس کا کام اس کے سپرد کر دیا۔ الکندر ایک فہمیدہ نوجوان تھا اور بے لب ہلائے اُس کے حکام
 کی تعمیل کرتا رہا اور اس طرح لکڑس کے ساتھ رہنے سے اُسے اُس کے مزاج کی نیکی اور تحمل
 کے علاوہ یہ مشاہدہ کرنے کا بھی بہت عمدہ موقع ملا کہ لکڑس کیسا پرہیزگار اور غیر معمولی جفاکش
 آدمی ہے۔ یہاں تک کہ آخر کار الکندر دشمن کے بجائے اُس کا دل سے گرویدہ اور ایک
 نہایت جوشیلا مقلد بن گیا اور اپنے لئے عواذِ احباب سے اُس کی تعریفیں کرنے لگا کہ جیسا بد خو
 اور خشک مزاج ہم اُسے سمجھتے تھے نے الحقیقت وہ ایسا نہین بلکہ دنیا بھر میں ایک ہی شرف
 اور نیک انسان ہے، اور یوں ایک وحشی اور تند مزاج نوجوان کو لکڑس نے قصور کی سزا
 یہ دی کہ اُسے اسپارٹہ کا ایک پیچیدہ ترین شہری بنا دیا۔

مذکورہ بالا سانچے کی یادگار میں لکڑس نے ایک مندر منروا دیوی کا بنایا اور اُس کا
 اسمِ عربی اوپائی لیش رکھا کہ ان علاقوں کی ڈورین بولی میں اوپ تھا اس (یعنی لکھ)

کو اوپٹی لس بولنے تھے، مگر بعض مصنف جنین دیوکاری دش بھی شامل ہے جس نے اسپارٹر کی قومی حکومت پر ایک رسالہ تحریر کیا ہے) بیان کرتے ہیں کہ لگرگس کی آنکھ نہیں لگی تھی بلکہ وہ ضرب سے مجروح ہو گیا تھا اور اسی زخم سے صحت یاب ہو جانے کے شکر میں اس نے وہ مندر تعمیر کیا۔ بہر حال اس کی صلیبت جو کچھ بھی ہو یہ تحقیق ہے کہ اس افسوس ناک واقعے کے بعد سے لس ڈی مونیون نے دستور کر لیا تھا کہ اپنی قومی مجالس میں کوئی شے حتیٰ کہ عصا بھی نہ لے جاتے تھے؛

لیکن اب ہم بھرآن کے مل کر کھانا کھانے کی طرف پلٹتے ہیں:-

یونانی زبان میں اُن کے کئی نام تھے۔ چنانچہ اہل فرطیش انھیں اندریہ کہتے تھے کہ ان میں صرف ذکر شریک ہوتے تھے۔ اور لس ڈی مونیون کے ہاں اُن کا نام فدّی تھیہ تھا جو دوسرا حرف بدل کر فلی تھیہ بمعنی ضیافت مجّانہ سے نکلا ہے کہ ساتھ بیٹھ کر کھانے پینے سے انھیں دوستی اور محبت بڑھانے کا موقع ملتا تھا۔ یا ممکن ہے یہ فیڈ سے مشتق ہو جس کے معنی کفایت شعاری کے ہیں کہ فی الحقیقت ان مجعون میں احتیاط و سادگی کا سبق حاصل ہوتا تھا۔ مگر عجیب بین جو اس لفظ میں پہلا حرف بعد میں بڑھا دیا گیا ہوا در یہ اصل میں اوڈی تھیہ ہو جو اوڈو بمعنی کھانے سے مشتق ہے؛ بہر کیف یہ مجمع پندرہ پندرہ یا کچھ کم و بیش اشخاص پر مشتمل ہوتے تھے اور ہر شخص بابت تھا کہ ایک من غلہ سوادیر پیئر، سیرڈیزہ پاؤ انخیر، ماہانہ کھانے کے واسطے اور پینے کے لیے آٹھ گیلن (قریباً ایک من) شراب اور گوشت اور مچھلی خریدنے کے لیے تھوڑی سی رقم نقد اپنے پاس سے دے؛ اس کے علاوہ جب کبھی اُن میں سے کوئی مذہبی قربانی کرتا تو اپنے مشترک باورچی خانے میں اُس کا حصہ بھیجتا اور اسی طرح کوئی شکار مارا تو اُس میں سے بھی کچھ نہ کچھ گوشت وہاں بھجوا دیتا تھا، کیونکہ صرف یہی دو موقع تھے جن کے عذر پر ممبروں کو اپنے گھر کھانا کھانے کی اجازت ہوتی تھی؛ ساتھ کھانے کی یہ رسم اسپارٹر میں عرصہ دراز تک قائم رہی یہاں تک کہ قرناتون بعد جب شاہ ایکس اہل اتھنز پر فتح پانے کے مظہر و نصوص

وطن کو بھرا اور اپنے نوکر دن کو شہر سے بھانے کا خواہاں ہوا کہ وہ اپنی ملک کے ساتھ گھر پر کھانا چاہتا تھا تو شہر کے بعض فوجی حکام نے اُس کے احکام کی تعمیل نہ ہونے دی۔ اور جب اسے جیس اس قدر ناراض ہوا کہ دوسرے دن وہ قربانیاں نہ کیں جو جنگ کے بامراد ختم ہونے پر وہ جب یقین تو انھوں نے اُس سے بطور جرمانہ دیت دلوائی پڑا اہل سپارڈان مشترک دسترخوانوں پر اکثر اپنے بچوں کو بھی بھیجا کرتے تھے کہ چلین اور پرہیزگاری سیکھیں نیز یہاں وہ تجربہ کار اہل الراہی کی صحبت میں سیاسی تربیت حاصل کرتے تھے اور نظریات گفتگو اور دوسروں کے ساتھ شایستہ مذاق کرنا اور بُرا مانے بغیر اُن کی مسننا سیکھتے تھے۔ آداب مجلس کے اس شعبے میں انھیں خصوصاً امتیاز حاصل تھا۔ لیکن اگر کسی کو مذاق ناگوار گذرنا تو خفیف سا اشارہ پاتے ہی بھڑاس سے مطلقاً کھنکھاتا تھا، اُن کا ایک یہ بھی دستور تھا کہ جو سب سے سن رسیدہ ہوتا وہ ہر ایک کی صحبت میں داخل ہوتے وقت دروازے کی طرف اشارہ کر کے کہتا کہ اس سے باہر کوئی لفظ نہ جائے، اور جب کسی کو ان چھوٹے چھوٹے حلقوں میں شامل ہونے کی خواہش ہوتی تو اُس کی منظوری ملنے کا یہ طریقہ ہوتا تھا کہ حلقے کا ہر شخص نرم روٹی کی ایک گیند سی بنا لیتا اور اُسے ایک تسلی میں ڈالتا جسے باری باری سے سب کے سامنے ایک نوکر سر پر لیے ہوئے لاتا تھا۔ اب جن کو اُس امیدوار کی شمولیت منظور ہوتی تھی وہ اپنی اپنی گیند دن کو بغیر صورت بدلے تسلی میں ڈال دیتے لیکن جو اس کے خلاف ہوتے وہ انھیں دن میں دبا کے روٹی کو پھیلا دیتے جس سے منفی رائے مراد ہوتی تھی۔ اور اگر تسلی میں ایک روٹی بھی اس طرح پھیلی ہوئی نکلتی تو امیدوار کے لیے سے انکار کر دیا جاتا اس درجہ انھیں احتیاط تھی کہ اُن کے حلقے کے ایک فرد کو بھی کسی دوسرے کی صحبت ناخوشگوار نہ محسوس ہو، اُس تسلی کو ان کی اصطلاح میں موکڈی جیس کہتے تھے اور نا کام امیدوار کے لیے بھی جو نام تھا وہ اسی سے مشتق ہے کہ کھانوں میں ان کی سب سے مشہور غذا کالا شوربہ تھی جو اس قدر پسند کیا جاتا تھا کہ ضعیف العمر لوگ اسی کو کھاتے تھے اور اس میں جو بوٹیاں بچتیں وہ کم عمر

والوں کے لیے چھوڑ دیتے تھے، پھر نقل مشہور ہے کہ پائٹس (یعنی بحر اسود کے جنوب مشرقی ساحل کا علاقہ) کے کسی بادشاہ نے ان کے اس سالن کی بہت تعریف سن کر حاصل اس کے بچانے کے واسطے اسپارٹہ سے ایک بادچی بلوایا مگر جب یہ کالا شور باجکھا تو بہت بد مزہ معلوم ہوا جسے بادچی بھی سمجھ گیا اور کہنے لگا "سرکار اس شور بے کا اگر لطف لینا تھا تو آپ پہلے یورپی مٹا *مشامہ* نڈی مین نہائے ہوتے" (یہ نڈی خاص اسپارٹہ کے علاقے مین تھی)

تھوڑی سی شراب پینے کے بعد ہر شخص بغیر کوئی روشنی ساتھ لیے اپنے گھر لوٹ جاتا۔ کیونکہ روشنی سے کام لینا کسی موقع پر بھی قانوناً ناجائز نہ تھا کہ انھیں اندھیرے میں بے فکر چلے جانے کی عادت رہے، بس ان کے کھانوں کی عام طرز یہ تھی جو مین نے بیان کی، جو اپنے قوانین قید و تحریر مین لانا لکڑ گس کو مطلق پسند نہ تھا۔ یہی نہیں بلکہ ایک رہنما مین اس کی صاف صاف ممانعت پائی جاتی ہے، اصل میں اسے یقین تھا کہ زیادہ قابل لحاظ اور ایسی باتیں جو بلا واسطہ قومی فلاح کے لیے ضروری ہیں، بچپن سے تربیت پاکر ان کے دلوں پر نقش ہو جائیں گی اور پھر کبھی محو نہ ہوں گی بلکہ انہوں نے اہمیت اپنے مقصد کی اس علمی تعلیم سے جو حصول و حاصل کرین گے وہ زیادہ محفوظ و پائدار ہونگے نسبت ان افعال کے جو بڑے قوت و اثر ان سے کرائے جائیں۔ باقی معمولی معاملات میں جیسے فی النسل مالی معاہدات یا اور اسی قسم کی چیزیں، جن کی مختلف صورتیں حسب ضرورت اولیٰ بدلتی رہتی ہیں، تو ان کی نسبت لکڑ گس کی رائے میں بہترین طریق عمل یہی تھا کہ کوئی قطعاً اور دوامی ضابطہ نہ بنایا جائے اور وہ آمادہ تھا کہ اس کے ہم وطنوں کے طور طریق میں اقتضائے وقت اور صاحب الرائے انتخاب کے فیصلے کے مطابق تغیر ہو جایا کرے، خیال اور کوشش لکڑ گس کی ہمیشہ یہ تھی کہ ہر قانون و قاعدے کی اصلی غایت اور مقصد صرف تعلیم کے ذریعے مرتب ہو، *القصد* ضوابط میں ایک ضابطہ یہ تھا کہ قوانین تحریر نہ کیے جائیں۔ ایک اور تکلفات اور

فضول خرچی کے خلاف وضع کیا گیا تھا کیونکہ اس میں حکم تھا کہ مکانات کی چھتیں فقط کھارے سے کام لے کے بنائی جائیں اور دروازوں اور پچھانگوں پر صرف آرے سے زندہ کیا ہوا ہو۔ اس طرح کہنا چاہیے کہ اپا منن داس کا اپنے دسترخوان کے متعلق وہ مشہور دعوائے کہ عذاری اور اس قسم کے کھانے کا آپس میں ساتھ نہیں ہوا کرتا، پیش از پیش لکڑی کے قاعدہ میں تھوڑے سے فرق کے ساتھ موجود تھا۔ واقعی، عیش پسندی اور ایک اس قسم کے مکان کا بھی آپس میں ساتھ نہیں بچھ سکتا تھا۔ کیونکہ اس شخص کا عقل میں معمولی سے بھی کم حصہ ہوگا۔ حوالے سے سادہ اور گھٹیا مکانات میں سیم پائے کو چین بچھائے یا انھیں رنگین فروش اور سونے چاندی کے ظروف سے آراستہ کرے، بے شبہ لکڑی سوچے ہوئے تھا کہ ان کے بچھونے ان مکانات کے مناسب حال ہونگے اور بانی ساز دوسامان اور فرش فروش ایسے بچھونوں کے مناسب حال ہوگا اور بیان کرتے ہیں کہ یونی جی دیش *University of Delhi* نام کا پہلا بادشاہ اس قسم کے مکانات کے علاوہ دوسرے کسی ساز دوسامان دیکھنے کا اس قدر کم حادی تھا کہ جب اس کی کوزتھ کے ایک رفیع الشان ایوان میں دعوت کی گئی تو وہ چھت کے چوبی نقش و نگار اور خوبصورت بنی ہوئی کڑیاں اور شہیر دیکھ کر نہایت متحیر ہوا اور اپنے میزبان سے پوچھنے لگا کہ کیا اس ملک میں اس طرح کے درخت مل گئے ہیں؟

ایک تیسرا ضابطہ یا رہنما یہ تھا کہ وہ ایک ہی فہم کے ساتھ بار بار یا دیر تک جنگ نہ کیا کریں کہ مبادا دشمن اپنی مداخلت کرتے کرتے حرب کا ماہر اور عادی ہو جائے، اور یہی بات تھی جس کی وجہ سے عرصہ دراز کے بعد اچھی سی لوس *Muslims* مطعون ہوا کہ لوگوں کے نزدیک یہ پیشہ پر بار بار یورشیں کر کے اس نے اہل تہذیب کو خود لٹائی مونیون کا مقابلہ بنا دیا تھا اور اسی لیے ایک دن اس کے زخمی ہونے پر انساں کی داس نے کہا تھا کہ تہذیب والوں کو خواہ مخواہ عمدہ سپاہی بنا دینے میں جو چھتیں تم نے اٹھائی ہیں یا اس کا بہت معقول صلہ ہے، تو ان رہنما کہلاتے تھے جس سے یہ ظاہر کرنا مقصود تھا کہ خدا نے بھی ان کی منظوری

دیدی ہے اور وہ الہامی ہیں؛
 لڑکوں کی عمدہ تعلیم و تربیت کی غرض سے (میں بیان کر چکا ہوں کہ اُس کے نزدیک
 ایک مقنن کا سب سے اعلیٰ اور اہم فریضہ یہی تھا) وہ اتنی دُور بچھے تک گیا تھا کہ استقرار
 نطفہ اور پیدائش تک اُس کی فکر سے باقی نہ چھوٹے تھے جس کا ثبوت اُس کا شادی کے
 متعلق ضوابط بنانا ہے۔ اور اسطو کا یہ کناسحیح نہیں ہے کہ جب عورتوں کو وہ کسی سبیل اور سعی
 سے زیادہ عفت کوش اور نیک چلن نہ بنا سکا تو مجبوراً انھیں ان کے حال پر چھوڑنا پڑا۔
 کیونکہ اسپارٹ کی عورتیں اپنے خاوندوں کی عدم موجودگی میں جو زیادہ حراپنا وقت بیرونی
 لڑائیوں میں گزارتے تھے اور گھر بار سب کا مالک چارنا چار اپنی بیویوں کو بنا جاتے بہت
 آزاد ہو گئی تھیں اور انھوں نے وہ فوقیت حاصل کر لی تھی کہ اُن کا بڑا ادب و لحاظ کیا جاتا
 اور بیک یا ملکہ کے لقب سے انھیں خطاب کیا جاتا تھا؛؛ لیکن اصلیت یہ ہے کہ اُن کے معاملے
 میں بھی ملکر گس نے پوری فکر و احتیاط سے کام لیا تھا۔ ناکتہ الذوکیون کو اُس کا حکم تھا کہ بھاگ دو
 کشتی لڑنے، بچکر پھینکنے اور تیر چلانے کی مشق کریں تاکہ ایسے قوی اور تندرست جسموں میں جو
 نطفے قرار پائیں اُن کا قیام اور نشو و نما زیادہ عمدہ ہو اور ساتھ ہی زیادہ مشقت کش ہونے کی
 وجہ سے یہ عورتیں حل کی سختیاں بھی آسانی سے برداشت کر سکیں؛؛ اور اس غرض سے کہ
 ان کی ضرورت سے زیادہ نزاکت، کھلی ہوئیں بھٹکنے کا خوف اور معاذ زمانہ بن زائل ہو جائے
 اُس نے حکم دیا تھا کہ جوان عورتیں، اور جوان مرد بھی، برہنہ ہو کر جلوسوں میں نکلا کریں اور
 اسی حال میں بعض مذہبی تقریبات کے موقعوں پر رقص بھی کریں اور خاص خاص گیت گائیں
 جنہیں نوجوان لڑکے گرد کھڑے ہو کے دیکھتے اور سنتے تھے یا انھی موقعوں پر عورتیں بعض اوقات
 ہنسی ہنسی میں کوئی مناسب و معنی خیز فقرہ اُن پر بھی چست کر دیتی تھیں جو لڑائیوں میں اچھی
 طرح لڑے ہوں۔ پھر اُن کی تعریفوں کے راگ گاتیں جو مردانگی اور شجاعت دکھاتے تھے
 اور اس طرح نئی تانہ کی کے نوجوان لڑکوں کے دل میں جوش و ہوا بھادانہ کاموں کی بےس کرنے کا

شوق دلائی تھیں، یوں جن کی مہج دنا ہوئی وہ خوشی سے پھولے نہ ساتے اور جوان لڑکیوں
میں اپنے اس اعزاز پر بغایت مسرور و نازان لوٹتے۔ مگر جن پر وہ جوٹ کر تین وہ ایسے
نخل ہوئے کہ گویا کوئی باضابطہ تنبیہ کی گئی ہے اور وجہ ندامت اس لیے اور قوی ہو جاتی
تھی کہ بادشاہ اور عمائدین اور دیگر اہل شہر یہ تمام سرگزشت آکر دیکھتے اور سنتے تھے، یاد رہے
کہ لڑکیوں کی اس برہنگی میں کوئی قابلِ شرم بات بھی نہ تھی کیونکہ عصمت اُن سے صاحبِ تھی
اور مجال نہ تھی کہ کوئی ناپاک فعل روا رکھا جائے، یہ باتیں انھیں بے تکلفی اور سادگی اور حفظ
کا سبق سکھائی تھیں، نیز شجاعت و امتیاز کے میدان میں ان کی یہ شرکت اُن میں خیالات
بلند کا بھی کچھ ذوق پیدا کر دیتی تھی۔ چنانچہ قدرتی طور پر اُن کے اقوال و انکسار میں دشان
آ جاتی تھی جو فی اشل لیون داس کی بیوی لڑگو کے اس قول سے ظاہر ہے کہ جب کسی پر سی
خاتون نے اُس سے کہا کہ دنیا بھر میں اسپارٹ ہی کی عورتیں ایسی ہیں جو مردوں پر حکومت
چلا سکتی ہیں، تو اُس نے جواب دیا تھا کہ ہاں اُس کی وجہ بھی معقول ہے کہ دنیا بھر میں ہم
ہی ایسی عورتیں ہیں جو مردوں کو جنتی ہیں!۔

نوجوان عورتوں کے یہ جلوس اور ان کا اپنی ورزش اور ناچوں میں برہنہ سامنے
آنا مردوں کو شادی کا بھی شوق دلانا تھا اور یہ ولولہ اور ان کے دلوں میں اتر پیدا ہونا، اقلان
کے بقول، ایسا ہی یقینی تھا جتنا کہ علم ریاضی بنیں، تو جذبہ محبت ہو سکتا ہے، مزید برآں سی
خیال کو تقویت دینے کے لیے اُن کے ہاں یہ بھی قانون تھا کہ عرصے تک بن بیا ہے رہنے
والوں کے بعض حقوقِ شہریت سوخت ہو جاتے تھے۔ مثلاً لڑکے لڑکیوں کے عام جلوسوں
میں جہاں وہ برہنہ رقص کرتیں انھیں گھنٹا نہ ملتا۔ اور سردی کے موسم میں حکام خود انھیں مجبور
کرتے کہ ننگے ہو کر بازار میں گشت لگائیں اور چلتے میں خود اپنی بے آبروئی کا گت گاتے جائیں
کہ کہیں انحراف قوانین کی یہ وجہی سزا بھگتنی پڑی، اس کے سوا ان کی وہ تعظیم و تواضع بھی
لحوظ نہ رکھی جاتی تھی جو خود بزرگوں کی کیا کرتے ہیں۔ مثال کے طور پر کوئی شخص اس بات کو

قابل اعتراض نہ سمجھتا تھا جو دن بیاہے، درستی اس Dercylledas جیسے نامور سپہ سالار سے کہی گئی تھی۔ یعنی ایک دن جب وہ کسی جگہ آیا تو ایک نوجوان شخص نے اس کی تعظیم نہ دی بلکہ اپنی جگہ پر سے بیٹھے ہی بیٹھے کہا ”تمہارا بھی کوئی بچہ میرے لیے جگہ نہ چھوڑے گا!“ ان کے ہاں شادیوں میں شوہر دلہن کو جبری طریقے سے لے جاتا تھا۔ اور ان کی دلہنیں کچھ چھوٹی سی یا ننھی عمر کی بنیں ہوتی تھیں بلکہ پوری اور بھری جوانی کے عالم میں یہ اس کے بعد وہ عورت جو شادی کا اہتمام کرتی تھی آتی اور عروس کے بال سر کے گرد سے کٹر کتر کے خشخاشی کر دیتی اور پھر اسے مردانہ کپڑے پہنا کے اندھیرے میں ایک جٹالی پر چھوڑ جاتی تھی یہ اب نوشہ اپنے معمولی روزمرہ کے لباس میں بے کوئی نشہ ہے، مسانت کے ساتھ اپنے حلقے میں کھانا کھا کے آتا اور چپکے سے اس کمرے میں داخل ہو جاتا جہاں کعروس ہے پھر اس کا حجاب دو شیرگی کھولنے کے بعد اور تھوڑی دیر اس کے پاس گزار کے وہی مسانت کے ساتھ اپنے کمرے میں واپس چلا جاتا کہ حسب معمول رات کو (مردانے) میں اور لوگوں میں مل کر سو رہا اور اس کا بہت دن تک یہی طریقہ رہتا کہ دن اور نیز رات میں مردانے میں گزارتا اور دلہن کے پاس ڈراڈرا شرم کرتا ہوا اور چھپ کر ایسے وقت جاتا کہ اس کے خیال میں کوئی اسے دیکھتا نہ ہو اور وہ بھی اپنی ہشیاری دکھاتی اور لوگوں کی غیر موجودگی میں ملنے کے حسب دلخواہ موقعے نکالنے میں اس کی مدد کرتی۔ مدتوں وہ اسی طرح رہتے تھے کہ بعض اپنی بیویوں کے چہرے دن کی روشنی میں دیکھنے سے قبل صاحب اولاد ہو جاتے تھے، ان کی ایسی دشوار اور کبھی کبھی کی ملاقاتوں سے یہی بنیں کہ ہمیشہ انہیں جذبات پر قابو رکھنے کی مشق ہوتی تھی بلکہ درحقیقت اس سے یہ بھی بڑا فائدہ تھا کہ ان کے جسم قوی اور تندرست رہتے اور سہل رسائی اور مسلسل یکجائی سے مضحل اور سیر نہ ہونے کے باعث ان کی محبتیں ویسی ہی تازہ اور گرم رہتیں۔ حالانکہ وہ ایک دوسرے سے اس لحاظ سے ہمیشہ جلدی جدا ہوتے تھے کہ مسرت باہمی اور شوق کی آگ دونوں طرف کچھ نہ کچھ باتنی اور بے کجی رہ جاتی تھی۔

اس قسم کی جیا اور پابندی سے شادی کو محفوظ کرنے کے ساتھ ہی لکڑس کو اس امر کا بھی
 بڑا خیال تھا کہ اہل سپارٹ کے دلون سے ہمل اور سوانی رقابتیں منع کر دے چنانچہ گو اس نے
 تمام نفسانی بد عنوانیوں کا سدباب کیا، بائیں ہمہ اس بات کو بالکل جائز رکھا کہ شوہر اپنی بیوی کو
 کو اولاد حاصل کرنے کی غرض سے کسی دوسرے مرد کے جسے وہ مناسب سمجھیں، حوالے کر دیا
 کریں؛ اور ان کا استہزا کیا جن کی رائے میں غیر مرد کے ساتھ ایسے تعلقات میں اشتراک اس
 درجے نا واجب ہے کہ اس کے لیے جنگ و قتال اور خوریزی میں بھی وہ مضائقہ نہیں کرتے
 ایک سن رسیدہ مرد کو جس کی بیوی جوان ہو، لکڑس کی اجازت تھی کہ وہ اپنی بیوی سے کسی
 نیک نام اور خوش کردار نوجوان کی سفارش کرے تاکہ اس سے جو بچہ ہو اس میں باپ کی
 خوبیاں متواتر ہوں اور خود کو ایک بیٹا مل جائے؛ اسی طرح اگر کوئی بھلا مانس کسی کتھا
 عورت کے اچھے چلن اور خوبصورت بچے دیکھ کر عاشق ہو جائے تو اس کے لیے بھی جائز تھا
 کہ بے تحلف زن مذکور کو اس کے شوہر سے مانگ لے تاکہ وہ اپنے لیے گویا اس عمدہ قطعہ زمین
 سے اچھے میل کے لائق بچے پیدا کر سکے؛ حقیقت یہ ہے کہ بچوں کی نسبت لکڑس کا میلان یہ تھا
 کہ وہ اپنے والدین کے اتنی ملک نہیں ہیں جتنی کہ کل قوم اور قومی سلطنت کی۔ اور اسی لیے
 اپنے شہریوں کی پیدائش سے المقدور بہترین لطفوں سے چاہتا تھا نہ کہ پہلے جوڑے۔ دیگر
 اقوام کے قوانین اس کی نگاہ میں بہت لغو اور متضاد تھے کہ جن میں گھوڑے اور کتے کی اچھی
 نسل لینے کا تو لوگوں کو اس درجے خیال ہوتا ہے کہ اس کے لیے وہ کوششیں اور روپیہ خرچ
 کرتے ہیں، لیکن اپنی بیویوں کو چار دیواری میں بند رکھتے ہیں اور نہیں چاہتے کہ ان کے
 سوا کسی اور سے وہ حاملہ ہو جائیں، خواہ خود ان سے جو بچے ہوں وہ کمزور بیمار اور احمق
 ہی کیون نہ ہوں؟ حالانکہ بری اولاد کا سب سے پہلے انھیں پر اثر پڑتا ہے جو اس کی پرورش
 اور نگہداشت کرتے ہیں اور اسی طرح اچھی اولاد کے اچھے اثر سے بھی پہلے وہی فائدہ اٹھاتے ہیں
 بقوانین جن کی بنیاد فطری اور تمدنی اصول پر رکھی گئی تھی، درحقیقت اس ناپاک آزادی سے

جس سے اسپارٹی حورتیں بعد میں مطعون ہوئیں اس قدر دور تھے کہ وہاں زنا کاری کو کوئی جانتا بھی نہ تھا کہ کیا ہوتی ہے چنانچہ ایک بہت قدیم اسپارٹی گیراؤس (Gerasus) کی یہ نقل مشہور ہے کہ ایک اجنبی (یا پردیسی) نے اُس سے دریافت کیا کہ تمہارے قانون میں زانی کی کیا سزا رکھی گئی ہے؟ گیراؤس نے کہا ”ہمارے ملک میں زانی نہیں ہوتے“ سائل بولا ”تاہم فرض کرو کہ ہوں۔ تب؟“ گیراؤس نے جواب دیا ”تب مجرم کو ایک اتنی لمبی گردن کا سائڈ مسٹیفٹ کے حوالے کرنا پڑیگا جو ٹی گئی لٹس (Lithus) پہاڑ کی چوٹی کے اوپر سے یورپی ٹانڈی کا پانی پی لے جو نیچے زمین پر بہتی ہے!“ یہ سکرہ شخص بہت حیران ہوا اور کہنے لگا ”مگر ایسا سائڈ تو ملنا غیر ممکن ہے“ گیراؤس نے مسکرا کر جواب دیا ”اُس کا ملنا اتنا ہی ممکن ہے جتنا اسپارٹہ میں زانی کا ملنا“

ان کی شادیوں کے متعلق مجھے اسی قدر بیان کرنا تھا۔
 بچوں کے معاملے میں باپ کو یہ اختیار نہ تھا کہ وہ جو چاہے کرے۔ بلکہ سب سے پہلے وہ مجبور تھا کہ مولود کو چند مہینوں کے سامنے ایک مقام پر جسے لیش (Lesh) کہتے تھے لے کر آئے۔ یہ لوگ اسی کے قبیلے کے بڑے بوڑھوں میں سے ہوتے تھے اور ان کا یہ کام ہوتا تھا کہ احتیاط سے بچے کا معائنہ کریں اور اگر اُس سے مضبوط اور توانا پائین تو پرورش کا حکم اور ان کو ہزار قطعات اراضی میں سے (جن کا پہلے ذکر آچکا ہے) ایک حصہ اُس کے اخراجات کے لیے نامزد کر دیں۔ لیکن اگر بچہ لاغر اور بد ہیئت ہوتا تو وہ اُس جگہ لے جانے کا حکم دیتے جو اپانھینی (Panhini) کہلاتی تھی اور نئے گئی لٹس کے دامن میں ایک بڑے غار کے مثل تھی، یا گویا اگر شروع ہی سے بچے کی ساخت ایسی نہ ہو کہ وہ تندرست اور طاقتور نظر آئے تو پھر اُس کا پانا اُن کی ماے میں نہ قوم کے لیے مفید تھا نہ خود اُس بچے کے لیے، اور یہی خیال تھا جس کی بنا پر حورتیں بھی اپنے نوزائید بچوں کو بانی میں نہلانے کے بجائے جو کہ اور تمام ممالک میں معمول ہے شراب و غسل دیتی تھیں تاکہ اُس کے جسم کا رنگ اور جوش ثابت ہو جائیں۔ اس کی تہ میں اُن کا یہ عقیدہ تھا

کہ مذکور قولے اور بڑے اعصاب کے بچے ایسے غسل کی تاب نہیں لاسکتے اور بیوش ہو کے
 بجھتے چلے جاتے ہیں بجا لیکہ جاندار اور قوی مزاج بچوں میں اس سے اور زیادہ مضبوطی اور
 فولاد کی سی خاصیت آجاتی ہے۔ انائین اور دائیان بھی وہاں کی اپنے فن میں بہت
 ہوشیار تھیں۔ وہ بچوں کو کبھی بندھن یا کسی تنگ کپڑے میں کسا ہوا نہ رکھتی تھیں۔ بچے جسم و
 اعضا میں آزادی سے نشوونما پاتے اور بھوک کے کچے بامداد ک مزاج نہ بنائے جاتے تھے۔ نہ وہ
 اندھیرے میں جانے یا تنہا چھوڑ دیے جانے سے ڈرتے تھے نہ چڑھنے والے رونے اور یہ مزاج ہوتے
 تھے۔ اسی شہرت کی وجہ سے اسپارٹہ کی انائین اکثر غیر ملک کے لوگ تنخواہ پر یا خرید کر لیجاتے
 تھے اور تحریر ہے کہ القبادیش کو جس نے دودھ پلایا وہ بھی اسپارٹہ کی ایک عورت تھی۔ لیکن اگر
 اس معاملے میں القبادیش خوش نصیب تھا تو اپنے تالیق مسی ڈوپٹی رس کے معاملے میں ایسا
 نہ تھا کہ جسے افلاطون کی حسب روایت اس کے سرپرست فارقلیس نے نوکروں میں سے
 چھانٹ کر متفرک کر دیا تھا اور جو معمولی غلاموں سے بڑھکر لیاقت کا آدمی نہ تھا۔

لگنس کی رائے اس سے مختلف تھی۔ اسے یگولہ نہ تھا کہ اس کے اسپارٹی لاکون کے
 لیے خرید کر دیا تنخواہ دار معلّم رکھے جائیں نہ اس نے قانوناً جائز رکھا تھا کہ ہر باپ اپنے بچوں
 کو جس طرح جی چاہے تعلیم و تربیت کرے۔ اس کے برعکس سات برس کی عمر ہونے ہی
 ان کے نام خاص خاص جاعتوں اور دستوں میں درج کر لیے جاتے تھے جہاں وہ اپنی فوجی
 پابندیوں اور قاعدوں کے ساتھ مل کر رہتے سہتے اور اپنے کھیلوں اور ورزشوں میں شریک
 ہوتے تھے۔ ان میں جو زیادہ منظم اور جری ہوتا اسے کپتان بنا دیا جاتا اور سب بچے ہر وقت
 اس کے اشارے کے منتظر اور احکام کے تابع رہتے اور جو سزاوارہ دیتا اسے صبر سے برداشت
 کرتے تھے، غرض ان کی تمام تعلیم کا نصاب اول سے آخر تک ایک کامل اور سرگرم اعلاّت
 کی مسلسل مشق تھی۔

بڑے بوزے بھی بچوں کے کھیل کو دکھانے اور اکثر ان میں لڑائی جھگڑا

پیدا کر دیتے تھے تاکہ ان کے مختلف فراج اور خصائل کے جانچنے کا موقع ملے اور ابھی سے دیکھ سکیں کہ جب وہ بڑے ہو کر زیادہ سنگین مقابلوں میں اُترینگے تو ان میں سے کون بہادر اور کون بُزدل ہوگا؛ نوشتہ خواند بھی ان بچوں کو سکھائی جاتی تھی مگر معمولی ضرورت کے لائق۔ باقی اہلی مدعا ان کا تعلیم سے یہ ہوتا تھا کہ وہ اچھے وطن پرست (شہری) بن جائیں اور تکالیف کی برداشت اور جنگ میں فتح حاصل کرنا انھیں آجائے۔ اسی واسطے جون جون ان کی عمر بڑھتی اسی نسبت سے ان کی پابندیوں میں بھی اضافہ ہوتا جاتا۔ ان کے بال خشک شامی رکھائے جاتے، برہنہ پا چلنے کی عادت ڈلوای جاتی اور کھیل کود میں زیادہ تر تنگ کرکھا جاتا تھا؛

بارہ برس کی عمر کو بھیج جانے کے بعد انھیں پچھلے کپڑے پھننے کی اجازت نہ دیک جاتی اور ایک سال کے لیے ایک کوٹ ملتا؛ ان کے جسم سخت اور کھڑے اور گرم غسل یا بالٹون سے شاذ و نادر متعارف ہوتے تھے اور ان انسانی عشرتوں کی انھیں صرف مقررہ اور سال کے خاص خاص دنوں میں اجازت ہوتی۔ ان کی چھوٹی چھوٹی ٹولیاں ایک ہی جگہ رہتیں اور نرسوں کے کچھ نون پرستوں جو پوری مائے کنارے اُگتے ہیں اور جو انھیں بغیر چاقو کے ہاتھوں سے توڑ توڑ کے لانے پڑتے۔ جاڑا ہوتا تو وہ اپنے نرسوں میں بول کے کانٹے بھی شامل کر لیا کرتے تھے جن کی نسبت خیال تھا اگر مائی دینے کی خاصیت رکھتے ہیں۔ اس عمر کو بھی بچنے کے بعد ان میں کوئی ہونہار نہ نکالیا نہ ہوتا جس کا ایک چاہنے والا ساتھ رہنے کے لیے نہ پیدا ہو جائے؛ ضعیف العمر لوگ بھی ان پر نظر رکھتے اور اکثر ان کی باہمی طرف اور ذرا زمانیاں سننے اور دیکھنے دہان آتے۔ اور اس میں اس قدر توجہ اور نگہ رانی کرتے کہ گویا وہ ان لوگوں کے استاد یا باپ یا حاکم ہیں۔ اس طرح ہر شکل کوئی ایسا وقت یا جگہ ہوتی ہوگی جہاں ان میں سے کوئی نہ کوئی لوگوں کو ان کے فرائض یاد دلانے یا ان کی غفلت پر تنبیہ کرنے کے لیے موجود رہتا تھا؛ ان سب باتوں کے علاوہ ان کی باقاعدہ مگر انی اور دیکھ بھال کرنے کے لیے ہمیشہ ایک

لکڑی

نہایت مقول اور متدین شخص مقرر کیا جاتا تھا اور وہ ان کی مختلف نگرانیوں بنا کر ہر ایک پر ایک ایک سردار صلحہ متعین کرتا جو ان میں سب سے دلیر اور نیک چلن اور باقی لڑکوں سے کوئی دو سال بڑا بالعموم میں برس کا لڑکا ہوتا اور ایرین کہلاتا تھا۔ ان کے سوا سب سے بڑے لڑکے الگ ہوتے تھے جنہیں مل ایمرین Mell-emir یاد دوسرے لفظوں میں عنقریب پورے مرد ہو جانے والے کہتے تھے یا اب گویا دیہی نوجوان (ایرین) ان کے مقابلوں کے وقت سردار اور گھریں ان کا آقا ہوتا اور ان سے مختلف خدمتیں لیتا۔ سب سے بڑوں کو ایندھن لانے بھیجا، کمزور یا جو نسبتاً کم قابل ہوتے انہیں مسلے یا کچھ سبزی شکاری لانے کے لیے روانہ کرتا اور یہ چیزیں یا تو انہیں بے کھالے گذار کر اپنا پڑتا اور یا چرائے لانی پڑتیں۔ چنانچہ یا تو وہ چھپے چوری کسی باغ میں پھونچتے اور یا بڑی عیاری سے شتر کو باورچی خانے میں کہیں پاس سے بیٹھ کے گھات لگاتے۔ لیکن اگر چوری کرتے میں پکڑے جائیں تو انہیں بلا رحم و رعایت جاکون سے پٹیا جاتا تھا کہ اس بڑی طرح اور بھدے پن سے چوری کیوں کی، گوشت وغیرہ کے بھی وہ جہاں ان بن پڑے اڑا لیجانے کی فکر میں رہتے اور موقعے ڈھونڈتے تھے کہ جب کہیں کسی کو غافل یا سوتا پائیں، ہاتھ مار جائیں۔ اس میں اگر وہ گرفتار کر لیے گئے تو نہ صرف جابک بلکہ بھوک کی بھی انہیں مار دی جاتی، یعنی مقررہ خوراک کے سواے اور کچھ ملتا اور یہ خوراک عمدتاً بہت کم رکھی گئی تھی کہ وہ اپنی مدد آپ کرنے کی سعی کریں اور محنت و عقل سے کام لینے پر مجبور ہوں۔ یہ گویا خوراک کم رکھنے کا مقصد ادا لے تھا۔ مگر اس کے سوا ایک اور ماحی اہم غرض یہ بھی تھی کہ وہ بلند قامت ہو جائیں۔ کیونکہ اگر قوائے نامیہ غذا کی زیادتی سے غلبہ اور مجبور نہ کر دیے جائیں (کہ یہی صورت میں وہ لازمی طور پر جسم کو موٹا اور چوڑا کرینگے) وہ اپنی سبک طبعی کی وجہ سے ابھار کریں گے۔ اور جسم بہ آسانی اثر پذیر کی باعث مذی میں بڑھتا جائے گا۔ اور معلوم ہوتا ہے یہی اسباب حسن و تناسب اعضا پیدا کرنے میں بھی دیتے ہیں۔ فطرت کی صورت گری کے لیے ایک دبلا پتلا جسم ہی زیادہ موزون ہے کیونکہ

موٹے اور کھاؤ اس قدر بوجھل ہوتے ہیں کہ ان پر اس کی نقاشی خاطر خواہ نہیں چل سکتی، اس کی ٹھیک مثال یہ ہے کہ وہ عورتیں جو ایام حمل میں کچھ نہ کچھ درزن کرتی رہتی ہیں، ان کے بچے دُبیلے، چھوٹے لیکن زیادہ خوبصورت اور ٹھیکل ہوتے ہیں کہ ان کی ساخت زیادہ خیر پذیر اور آسان ڈھل جانے والے مادے سے ہوتی ہے، لیکن ان اسباب کی تعین و تشخیص میں اور ول پر چھوڑے دیتا ہوں؟

اس جگہ معترضہ کے بعد ہم پھر اصل سلسلہ کلام کی طرف عود کرتے ہیں کہ لڑکی موتی لڑکے اس چوری کے کام کو اس درجہ اہم سمجھتے تھے کہ ایک مرتبہ جب کسی لڑکے نے ایک چٹان اور مڑی چڑا کے اپنے کوٹ کے نیچے چھپالی تو ہر خید اس نے دانت اور بخون سے پیٹ بھاڑ کے انٹرڈیان جیر ڈالیں، پھر بھی لڑکے نے اسے باہر نکالنا نہ چاہا کہ کوئی دیکھ لے گا، یہاں تک کہ اسی جگہ زخم سے مر گیا، ہمارے زمانے تک جو طریقے کہ اسپارٹھ میں جاری ہیں وہ مذکورہ بالا حکایت کی صحت کا بدرجہ کافی یقین دلاتے ہیں، کیونکہ رافٹ نے خود وہاں ڈی آنا اور رھیا کی قربان گاہ کے نیچے چند لڑکوں کو تازیانے کھا کھا کے ہلاک ہو جاتے دیکھا ہے؟

ایرین یا غلیفہ کھانے کے بعد تھوڑی دیر تک اور ان کے ساتھ ٹھیر کرتا اور کسی کو حکم دیتا کہ تم ایک گیت سناؤ اور کسی سے کوئی سوال پوچھتا جس کے جواب میں سوچ بچار کرنا پڑے مثلاً شہر میں سب سے اچھا آدمی کون ہے؟ یا فلاں شخص کے فلاں کام کے متعلق تھا اور کیا خیال تھا اس طرح انھیں ابتدا سے مختلف اشخاص اور مسائل پر صحیح راے لگانے کی عادت ہو جاتی اور اپنے اہل وطن کی بُرائی بھلائی سے وہ بخوبی واقفیت حاصل کر لیتے تھے، اگر وہ اس قسم کے سوال کا کہ کون شخص ہمارے ہاں نیک نام یا بد نام تھا؟ فوراً جواب نہ دے سکیں تو انھیں سست یا بے پروا تصور کیا جاتا تھا کہ جنھیں عزت و نگوئی کی کچھ میسر نہ ہو پھر جو کچھ وہ جواب میں کہتے اسکی معقول دلائل بھی انھیں مختصر سے مختصر اور جامع سے جامع الفاظ میں پیش کرنی پڑتی تھیں اس میں جو دلیل نہ دے سکے یا بے محل جواب دے تو اس کے انگوٹھے کو اساد دانت سے کاٹنا

تھا۔ یہ کارروائی کبھی کبھی ایرین، بزرگون اور حاکون کی موجودگی میں بھی کیا کرتے تھے تاکہ وہ دیکھ سکیں کہ وہ وجہی اور ٹھیک ٹھیک سزا دیتا ہے یا نہیں۔ اس میں کوئی فرد گزشتہ اس سے ہوتی تو لڑکوں کے رو برو کوئی تنبیہ نہ کی جاتی بلکہ جب وہ چلے جاتے تو اس سے مواخذہ ہوتا اور نرمی یا سختی میں حدِ اعتدال سے گزرنے پر اس کی درستی کر دی جاتی تھی۔ لڑکے کے اعزاز یا تذلیل میں اس کے چاہنے والے یا حامیوں کا بھی حصہ ہوتا تھا اور یہ قصہ چلا آتا ہے کہ ایک پرقاضی نے جرمانہ کر دیا تھا محض اس لیے کہ جس لڑکے کو وہ چاہتا تھا وہ لڑنے میں بودے میں سے رو دیا تھا، اور ہر چند اس قسم کی چاہت انکے ہاں بہت پسندیدہ اور عام شے تھی، لیکن اگر متعدد اشخاص کا منظور نظر ایک ہوتا تو بھی رقابت کا امنین نام و نشان نہ تھا، اس کے برعکس ان سب چاہنے والوں میں یہ ہم جنمبی باہم گہری دوستی کا سبب بن جاتی ساتھ ہی وہ سب کے سب مل کر اپنے مشترک مرجع التفات کو بھی جتنا ہو سکتا لائق و کامل بنا دیتے تھے۔

لڑکوں کو بے تحلف اور شائستہ ظرافت کے ساتھ، اور پر مغز و جامع الفاظ میں گفتگو کرنے کی بھی تعلیم دی جاتی تھی کیونکہ اگر لکڑی نے، جیسا کہ ہم دیکھ چکے ہیں، سکہ رائج الوقت کے متعلق یہ ضابطہ بنایا تھا کہ بڑے سے بڑے کی قیمت ذرا سی ہو، تو اس کے برخلاف کلام رائج میں یہ بات وہ جائز رکھنی نہ چاہتا تھا کہ اسکے کم سے کم الفاظ بدیع و کنیز المعنی نہ ہوں، اسپارٹی بچے بھی عرصے تک خاموشی کی عادت ڈالنے کے بعد زبان کھولتے تو ان کے فقرے ہمیشہ جچے تیلے و بر محل ہوتے تھے اور درحقیقت جس طرح غیر ضابطہ اور بے لگام عیاش بہت کم زیادہ بچوں کے باب ہوتے ہیں اسی طرح غیر ضابطہ اور بے لگام بولنے والے بھی شاذ و نادر ہی زیادہ پر معنی الفاظ کو پیدا کر سکتے ہیں۔ پڑشاہ ایچس نے جب ایک اتھنری انکی چھوٹی چھوٹی تلواریں دیکھ کر مہلتا اور اپنے لگا کہ انہیں ہداری یا آسانی نکل جائیں گے، اُسے جواب دیا تھا کہ ہاں، مگر وہ اتنی بڑی ضرورت ہیں کہ ہم انہیں دشمنوں تک پہنچا دیں، تو جیسی ان کی تلواریں چھوٹی اور تیز ہوتی تھیں ایسے ہی

میری نگاہ میں اُن کے اقوال تھے؛ وہ ٹھیک مطلب تک پہنچتے اور سامعین کی توجہ کو
اور دن سے بڑھکر جذب کرتے ہیں۔ اور اگر ہم اُن محاضرات کا اعتبار کر لیں جو لکڑس کے
بارے میں مروی ہیں تو معلوم ہو گا کہ اُس کی گفتگو میں بھی کچھ کم جامعیت و اختصار نہ ہوتا تھا۔
مثلاً یہ بات اُس جواب سے بھی عیاں ہے جو اُس نے ایک جمہوریت پسند کو (جیسا صراحتاً تھا
کہ اسپارٹہ میں ضرور بالظہور جمہوری حکومت قائم کر دی جائے) دیا تھا کہ دوست تم شروع
کر دو اور اپنے گھرانے میں قائم کر دو؛ ایک اور شخص نے اس سے سوال کیا تھا کہ دیوتاؤں کی
نذر نیاز میں اُس نے ایسی کفایت اور ذہانت کیوں جائز رکھی لکڑس نے جواب میں کہا
وہ تاکہ اُس کے لیے ہمیشہ کچھ نہ کچھ ہمارے پاس رہے؛

اس استفسار کے جواب میں کہ اُسے کس قسم کی جنگی درزشین اور مقابلے پسند ہیں اُس نے
کہا کہ ہر قسم کے، بجز اُن کے جن میں تم اپنے ہاتھ پھیلاتے ہو؛ اسی طرز کے تحریری جواب بھی چاہیے
اپنے ہم وطنوں کو لکھے گئے ہیں، اُس سے منسوب ہیں۔ مثلاً جب اُس سے مشورہ لیا گیا کہ دشمنوں
کے حملے دفع کرنے کی سب سے بہتر تدبیر کیا ہوگی، تو اُس نے جواب دیا کہ یہ کہ اپنی مفلسی قائم رکھو
اور تم میں کوئی ایک دوسرے سے بڑا بننے کی حرص نہ کرے؛ پھر جب دریافت کیا گیا کہ آیا اُس کی
راے میں مناسب ہے کہ شہر کے گرو فیصل کھینچ دی جائے تو اُس نے انہیں کہا بھیجا کہ اچھا
ستحکم شہر تو وہ ہے جس میں مائٹوں کے بجائے آدمیوں کی فیصل ہو؛ لیکن ان خطوں کی نسبت یہ
فیصلہ کرنا کہ وہ اصلی ہیں یا جعلی، بہت دشوار بات ہے؛

زیادہ گوئی سے انہیں جو نفرت تھی، ذیل کے بلیغ و مختصر اقوال اُس کے شاہد ہیں:-
شاہ لونی داس نے ایک شخص سے جس نے گوفید مطلب لیکن بے عمل اور بے وقت باتوں سے
اُسے روک رکھا تھا، کہا ”کام کی بات، مہربان، کسی دوسری جگہ“؛ لکڑس کے جیتے، شاہ
جاری لوس سے جب پوچھا گیا کہ اُس کے چچانے اتنے کم قوانین کیوں وضع کیے، تو اُس نے جواب
دیا کہ کم گو گوگو کو قوانین بھی کم درکار ہیں؛ جب ہکائیٹس *Hecataeus* نام سفسطائی کو

ایک ضیافت عام میں مدعو کیا گیا اور کھانے میں آخر وقت تک اس نے کوئی بات نہ کی تو
 آرکی داس نے اس کی طرف سے یہ توجیہ کی: ”وہ جو جانتا ہے کہ کیونکر گفتگو کی جاتی
 ہے یہ بھی جانتا ہے کہ کب؟“

جن چھتے ہوئے مگر شایستہ، فقروں کا میں نے ذکر کیا ہے انہی ہی حسبِ نیل شاملین
 دی جاسکتی ہیں:۔

ایک بکوہی شخص ذماراطوس کے بہت پیچھے پڑ رہا تھا کہ اسپارٹہ کا بہترین آدمی کون
 ہے؟ آخر اس نے جواب دیا: ”وہ جو سب سے کم آپ سے مشابہ ہے؟“ ایک صحبت میں
 جس میں ایکس بھی موجود تھا، اہل ایلیدہ کی بڑی قریبنیں ہو رہی تھیں کہ انھوں نے اولیٰ کیوں
 کا انتظام کمال فیاضی سے کیا۔ ایکس نے کہا ”والدہ اصلی قرین کی بات تو جب ہے کہ پانچ
 سال میں ایک دن بھی وہ عدل کر سکیں؟“

تھیوپیس کے آگے ایک غیر ملکی شخص اسپارٹہ سے اپنی ملی محبت کا ذکر کر رہا تھا اور اسی میں
 میں کہنے لگا کہ مجھے میرے اہل وطن ”فیلو لے کن“ (یعنی سن فی مونیون کاشیدائی) کے خطاب
 سے یاد کرتے ہیں۔ تھیوپیس نے کہا ”تمہاری عزت تو اس وقت زیادہ ہوتی جب کہ وہ
 تھیں ”فیلو پولی ش“ کے خطاب سے یاد کرتے؟“ (فیلو پولی ش کے معنی خود اپنے
 ہم وطنوں کا شیدائی)

اور پوسے نیاس کے بیٹے پلستوناش *Plistana* نے جب ایٹنز کے ایک
 خطیب کو یہ کہتے سنا کہ اس قوی مونیون نے (علم و فضل کے اعتبار سے) کچھ بھی نہ سیکھا تو یہ جواب
 دیا ”آپ صحیح فرماتے ہیں، جناب تمام یونانیوں میں صرف ہم ہیں جنھوں نے آپ کا کوئی عیب
 نہ سیکھا؟“ اور کسی نے آرکی داس سے دریافت کیا کہ اہل اسپارٹہ کی کتنی تعداد ہو گی تو دوسرے
 نے جواب دیا ”بس اتنی کہ بذاتِ ان کو اپنے میں نہ آنے دے؟“

وضع رہے کہ ان کی ظرافت بے سوچے سمجھے نہ ہوتی تھی بلکہ اس کی تہ میں ضرور کوئی

نہ کوئی قابل غور اور گہری بات رہتی اور اُس لیے ہم اُن کے نظریات و عقیدوں سے اُن کی اصلی طبیعت کا حال معلوم کر سکتے ہیں۔ فی اہل جب کسی سے کہا گیا کہ جاے اور فلاں شخص کو مٹے جو ہو بہ ہو بلیبل کی آواز میں نکالتا ہے تو اُس نے جواب دیا "جناب من" میں خود بلیبل کو مٹ چکا ہوں؛؛ اسی طرح ان میں سے کسی نے ایک مقبرے پر یہ کتبہ لکھا دیکھا:

”اگ اک شخصی حکومت کی بچھانے کے لیے

جنگ سے لی نوس *Selinus* میں لوگ رڈ کر گئے“

تو کہا وہ اس کے مستحق تھے کیونکہ بچھانے کی کوشش کرنے کے بجائے انہوں نے اُسے جل جانے نہ دیا۔ ایک لڑکے نے جسے لڑائی کے مرغ یہ کہہ کر دیے جارہے تھے کہ وہ اپنی جگہ پر لڑ کر مر جاتے ہیں، کہا "مگر مجھے مر جانے والوں کی تلاش نہیں بلکہ ایسے درکار میں جو زندہ رہیں اور راز دہیں ایک اور لوگوں کو اپنی نشستوں پر آرام سے انڈلاتے دیکھ کر کہنے لگا "خدا مجھے ایسے بیٹھنے سے بچائے کہ میں اُنھ کو اپنے بزرگوں کو سلام نہ کر سکوں؛؛ غرض اُن کے اکثر اقوال اسی طرح کے برجستہ اور بلیغ ہوتے تھے، اور کسی نے اُن کے متعلق بہت خوب کہا ہے کہ درحقیقت جسانی ورزشوں سے زیادہ دماغی ورزش اہل اسپارٹہ کی خصوصیت ہے۔

اور اس آداب مجلس اور خوش گفتاری کی تعلیم کے علاوہ انہیں فن شعر و موسیقی سکھانے میں بھی کچھ کم محنت و توجہ نہ کی جاتی تھی۔ خود اُن کے اشعار میں ایسی روح اور جوش بھرا ہوتا ہے کہ طبیعت بے اختیار موج جاتی ہے اور دلوں میں کچھ کرنے کی آگ بھڑکنے لگتی ہے۔ اُن کا طرز کلام سادہ اور تصنع سے بڑی، اور شعر کا مضمون ہمیشہ اخلاقی اور اہم ہوتا تھا بلکہ اکثر شعر اُن کی روح میں ہوتے جو حفاظت وطن کے لیے میدان جنگ میں شہید ہوئے، یا اُن کی خدمت میں جنہوں نے نامردی دکھائی۔ یعنی مقدم الذکر کی زندگی کو وہ نیک نام و بامراد ثابت کرتے تھے اور مؤخر الذکر کی زندگی کا نقشہ کھینچتے کہ وہ کیسی برحقوبت اور موجب ہزار نفرین و لعن ہے۔ اُن کی نظموں کا ایک اور موضوع خود ستائی اور اپنے کارناموں کا فخر ہوتا تھا جس میں

مراج عمر کا بھی لحاظ رکھا جاتا تھا۔ مثلاً مذہبی تنواروں میں اُن کے تین گروہ علیحدہ علیحدہ ہوتے تھے: ایک بوڑھوں کا ایک جوانوں کا اور تیسرا بچوں کا۔ پہلا گروہ اپنا جزیون شروع کرتا: ”کبھی ہم جوان و دلیر تھے کبھی زور مندی میں شیر دم“

جوان جواب میں گا کے سناتے کہ
 لو اب آؤ اُن کے دیکھ لو کہ اسی طرح کے ہیں آج ہم،
 اور آخر میں بچے کہتے:

”پہ زمانہ آنے دو دیکھنا کہ بھون سے بڑھ کے رہیں گے ہم“
 فی الحقیقت اگر ہم اُن کی نظموں پر جن میں سے بعض ابھی تک موجود ہیں غور کرنے
 کی زحمت گوارا کریں اور باجے کی بوند دکش آواز میں خیال میں رکھیں جو اُن کے جنگی کوچ
 کے وقت بلند ہوتی تھیں تو ہمیں معلوم ہو جائیگا کہ ٹرپنڈر Terpendar اور پنڈار
 کا یہ کنا بے سبب نہ تھا کہ شجاعت اور گانے میں ایک اتحاد ہے، پہلا اسپارٹ کے متعلق کہتا ہے

”وہاں نغمہ و نیزہ ہیں ہمیں
 قدم زن ہے گلیوں میں انصاف وان“
 اور پنڈار: ”بزرگان وانا کے شورے ہیں وان
 جوانوں کی ہیں بے پناہ برجھیاں —
 بہ رقص و طرب جشن کا ہے سمان“

گویا دونوں اسپارٹ والوں کو جتنا جنگ جو بتاتے ہیں اسی قدر موسیقی پسند جیسا کہ
 خود وہیں کے ایک شاعر نے کہا ہے:

”ذکر حرکت میں آتا ہے مطرب کا ہاتھ
 اسی تیز اور سخت لوہے کے ساتھ“

رہائی چھڑنے سے پہلے بھی (اُن کے ہاں رسم تھی کہ) بادشاہ ملکات (میوز) مس

کے نام پھینٹ چڑھاتا تھا جس سے بطن غالب مضمین اپنا قومی طریق تربیت اور وہ راس
جو ان کے کارناموں پر لگائی جائیگی، یاد دلانا مقصود ہوتا تھا۔ تاکہ مردانگی کے وہ جوہر
دکھانے کا جوش ان میں پیدا ہو جائے جو کہ یادگار رہنے کے قابل ہوں، ایسے موقعوں پر
لس ڈی مونی اپنے سخت اصول میں بھی ایک حد تک نرمی برتتے تھے اور نوجوانوں کی
خاطر یہاں تک گوارا کر لیتے تھے کہ وہ اپنے بال سنوار لین اور قیمتی اسلحہ یا نفیس لباس زیب تن
کر سکیں۔ بلکہ تن تن کے چلنے والے گھوڑوں کی طرح جو در در کے وقت مہناتے اور چلے جاتے
ہیں، وہ اپنے لڑکوں کی یہ زینت و آرائش دیکھ دیکھ کے خوش ہوتے تھے، اسی وجہ سے
سن بلن کو پھر بچنے کے بعد وہاں بالوں کی خاص احتیاط ہوتی اور خصوصاً لڑائی کے دن ان میں
کنگھے کر کے مانگ نکالی جاتی اور گویا اس قول کا پورا لحاظ کیا جاتا جو ان کے معنوں سے منسوب
ہے کہ بڑے بالوں کا سر خوبصورت چہرے کے حسن میں اور بد صورت چہرے کی ہیبت داری
میں اضافہ کر دیتا ہے۔

جب وہ لام پر ہوتے تو ان کی ریاضتوں میں بالعموم کچھ کمی کر دی جاتی، کھانا بھی آسان
برانہ ہوتا اور پابندی ضوابط میں افسر بھی پہلی سی سخت گیری نہ کرتے تھے۔ گویا دنیا بھر میں مضمین
کی قوم ایسی تھی جسے ایام جنگ میں آرام میسر آتا تھا، اس کے بعد جب صف جنگ تیار اور
دشمن قریب ہوتا تو بادشاہ ایک بکری کی قربانی کرتا اور میں والوں کو کاشٹر دیوتا کے راگ
بجانے کا اور سپاہیوں کو اپنے اپنے سر پہ سہرے باندھ لینے کا حکم دیتا اور پھر خود حملے کے گیت
کی لے نکالتا۔ اس طرح جب وہ باجون کی آواز اور کامل تربیت اور اطمینان قلب کے ساتھ
بغیر توری پہل ڈالے شادان و فرحان ایک خونریز جنگ کے لیے رو کی طرح اسٹندے تو یہ
نظارہ جتنا شاندار ہوتا اسی قدر خوفناک نظر آتا۔ کیونکہ اس مزاج کے لوگوں پر کسی خطرے یا ڈر کا اثر
ہونا محال تھا اور نہ وہ کسی وقتی طیش یا فوری اشتغال سے مشتعل اور بے قابو ہو سکتے تھے کیونکہ
ان کی شجاعت ایک قطعی امید اور پختہ یقین پر مبنی ہوتی تھی اور اوّل سے آخر تک لڑائی میں یہ

معلوم ہوتا تھا کہ کوئی آسمانی ہستی ان کے ہمدوش اور لڑانے میں مصروف ہے، بادشاہ ہمیشہ کسی اولمپی کھیلون کے کامیاب سپاہی کو اپنے پاس رکھتا تھا۔ اور اسی وجہ سے کہتے ہیں جب ایک لس ڈی موتی کو رقم گیر پیش کی گئی کہ وہ (اولمپی) مقابلوں میں شریک نہ تو اس نے انکار کر دیا اور بڑے شور و ہنگامے کے بعد کامیابی حاصل کرنے پر کسی تماشائی نے دریافت کیا کہ کیوں صاحب اب آپ کو اس جیت میں کیا مل گیا، تو وہ مسکرایا اور کہنے لگا "میں اب بادشاہ کے برابر کھڑے ہو کے لڑ رہا ہوں؟" رومانی میں دشمن کو بھگا دینے کے بعد وہ صرف اس وقت تک تعقب کرتے کہ فتح میں شبہ کی گنجائش نہ رہے اور پھر وہی کا بل بجا دیا جاتا کہ ان کے خیال میں ایسے لوگوں کے ٹکڑے ٹکڑے کرنا جنھوں نے فراحت سے ہاتھ اٹھالیا ہو، ایک ذلیل اور کسی یونانی قوم کے خلاف شان بات تھی، ان کے اس طریق عمل میں جو انفرادی کے علاوہ مصلحت بھی تھی کیونکہ۔ لوگ یہ سمجھ کے کہ وہ صرف فراحت کرنے والوں کو مارتے ہیں اور باقی ماند کو چھوڑ دیتے ہیں بالعموم اپنی سلامتی کا بہترین امکان فراری میں دیکھتے تھے۔

پیش سوفسطائی کا بیان ہے کہ لگرگس خود ایک اعلیٰ درجے کا سپاہی اور تجربہ کار سپہالا تھا۔ فیلوٹھی فن Philostratephanus سواروں کی سب سے پہلی تقسیم چار سپاہی کے مربع دستوں میں، اسی سے منسوب کرتا ہے، لیکن ڈمٹ ریس فلیوری کا قول اس کے بطل خلاف ہے اور وہ لکھتا ہے کہ لگرگس نے اپنے تمام قوانین ایک غیر منقطع امن کے زمانے میں وضع کیے ہیں۔ اور یہ ہے کہ اولمپیہ کے نہ ہی امن اسے یا حرمت جنگ کو مد نظر رکھ کر، جو لگرگس کی سعی و انتظام سے بدروے کار آیا تھا، میں بھی اسے امن پسند اور صلح جو آدمی تسلیم کرنے پر مائل ہوں۔ مگر ہر پیش نے اس واقعے کی بھی تاویل اور طرح کی ہے اور لکھتا ہے کہ لگرگس کا اس ہتواری اور معاہدے کی تیاری میں کوئی حصہ نہ تھا بلکہ ابغیائش نے اسے ترتیب دیا تھا اور لگرگس صرف تماشائی کی حیثیت سے وہاں آیا اور ایک اتفاقی واقعے کی بدولت اس کا شریک ہو گیا جس کی شرح یہ ہے کہ اس نے اپنی پشت پر ایک انسانی آواز جی جو گویا حیرت کے ساتھ اسے

الزام دیتی تھی کہ اپنے ہم وطنوں کو (اُس میں یونان) جلسے میں شریک کرنے کی کوشش نہیں کرتا۔ اور جب لکڑگس نے مرکز کسی شخص کو دہان نہ پایا تو نتیجہ نکالا کہ وہ آواز غیب تھی۔ اسی بنا پر وہ فوراً ایفیئس کے پاس گیا اور اس تہوار کے مراسم و قواعد بنانے میں اُسے مدد دی اور اُس کی سعی سے وہ تہوار بہت اچھی طرح قائم اور پہلے سے زیادہ مشہور ہو گیا۔

لیکن اب ہم پھر اصل موضوع کی طرف رجوع کرتے ہیں کہ لسنی مونیون کو سن بلوغ کے بعد بھی اپنے ضوابط کی پابندیاں کرنی پڑتی تھیں۔ کسی شخص کو اپنی پسند کے موافق زندگی بسر کرنے کی اجازت نہ تھی بلکہ شہر ایک لشکر گاہ کے مثل تھا جہاں ہر شخص کی رسد اور فرائض معین تھے اور جہاں ہر شخص اپنی ذاتی اغراض کے بجائے اغراض قومی کو پیش نظر رکھتا اور اپنے سنین سمجھتا کہ ملک ہی کی خدمت کے لیے پیدا ہوا ہے۔ پس اگر کوئی خاص کام اُن کے ذمے نہ ہوتا تو وہ بچوں کی ورزشیں دیکھنے ہی چلے جاتے کہ انھیں کوئی مفید بات بتائیں یا ایسے حالی و اوقات میں اپنے سے زیادہ جاننے والوں کے پاس جاتے کہ خود کچھ سیکھیں، اور نئے الحقیقت لانے بیوپار اور پیشے ممنوع قرار دینے سے لکڑگس نے اپنے لوگوں کو اور باتوں کے علاوہ ایک بڑی نعمت فرصت کی عطا کر دی تھی۔ رویہ کمانا جس کا انحصار مارے مارے پھرنے اور لوگوں سے ملنے اور کاروبار کرنے پر ہوتا ہے، اُن کے لیے ذرا بھی ضروری چیز نہ تھی کہ اُن کے ملک میں دولت ہی کی کچھ وقعت اور عزت نہ تھی، کاشتکاری کا تمام کام (اُن کی غلام رعیت) ہیلاٹ انجام دیتے تھے اور بلا خرخشے انھیں سالانہ لگان جنس کی صورت میں ادا کر دیا کرتے تھے، انکی اسی بے فکری کے متعلق ایک حکایت چلی آتی ہے کہ کوئی لسنی مونی اتفاق سے کھربان کھلی ہونے کے زمانے میں ایٹھنز گیا اور دہان ایک شہری کی نسبت اُسے معلوم ہوا کہ عدالت نے بے کام وقت گزارنے کی وجہ سے اُس پر جرمانہ کیا ہے اور تسکین و تشفی دلانے والے دوستوں کے ساتھ وہ نہایت رنجیدہ اپنے گھر جا رہا ہے۔ یہ سن کر لسنی مونی کے تعجب کی حد نہ رہی اور وہ اپنے دوستوں سے کہنے لگا کہ مجھے ایسے شخص کی صورت ضرور دکھاؤ جو ایک آزاد

آدمی کی طرح زندگی گزارنے پر مجبور قرار دیا گیا ہے؛ اپنے وقت اور توجہ کو صنعت و حرفت یا بروپیہ پیدا کرنے کے لیے طے کرنا انہماک میں صرف کرنا اسی درجے اُن کی نگاہ میں مفید اور مفاد پرستانہ بات تھی؛

یہ کہنے کی چنداں ضرورت نہیں کہ سونے چاندی کے امتناع کے ساتھ ہی وہاں تمام عداوتی مقدمات بند ہو گئے۔ کیونکہ ناب اُن میں طامعی تھی نہ افلاس، بلکہ مساوات کہ ہر شخص کی ضروریات فراہم کی جاتی تھیں اور فراغت کہ وہ ضروریات اتنی قلیل تھیں؛ اُن کا تمام وقت، جبکہ وہ میدان جنگ میں نہ ہوتے بل بل کے گانے ناچنے اور تہوار منانے اور شکار کھیلنے یا ورزش کے میدان اور عام جلسہ گاہوں میں گذرتا تھا۔ تیس برس سے کہ عمر داون کے لیے بازار یا منڈی میں جانے کا قاعدہ نہ تھا۔ اُن کی خانگی اشیاء ضروری تھیں عزیز یا چاہنے والے میا کرتے تھے۔ سن رسیدہ اشخاص کی بھی بازار میں زیادہ آمد رفت کچھ قابلِ تعریف نہ تھی۔ اُن کے لیے موزوں تربیات بھی جاتی تھی کہ زیادہ نشست برخاست عام مجلسوں میں یا ورزش کے میدانوں میں رکھیں اور بازار کے نرخ یا بروپیہ پیدا کرنے کی فکر میں رہنے کے بجائے فائدہ مند بحث و مباحث میں اپنی فرصت صرف کریں اس طرح انھیں قابلِ ذکر کاموں پر اظہارِ رائے کرنے کا موقع ملتا تھا یعنی وہ اچھون کی مچ اور جوان کے برعکس ہوتے اُن کی مذمت کرتے مگر نہایت لطیف اور پُر مذاق پیرائے میں کہ بلا خشونت نصیحت و صلاح کا سبق دے سکیں؛ خود لکڑ گس بھی بالکل ہی خشک مزاج آدمی نہ تھا اور سو ہی نہیں نے لکھا ہے کہ قفقہ کا چھوٹا بٹ مہسی کا نذر بچہ ہایا ہوا ہے؛ دسترخوان پر بایا عام صحنوں میں با موقع ظرافت، ان کی سخت اور پابند زندگی میں منھاس کا کام دیتی تھی؛ اور مختصر یہ ہے کہ لکڑ گس نے اپنے موطنوں کی وہ افتاد ڈالی تھی کہ وہ تہا رہیں نہ رہ سکیں۔ اس کے تمام قوانین کی یہی غایت تھی کہ اُن میں سے ہر فرد کل قوم کی فلاح کو اپنی بہترین فلاح تصور کرے اور محال کی کھیتوں کی طرح اپنے چھتے اور بادشاہ کے گرد گھمرا رہے اور اپنی تمام

زندگی اور جان و مال کو ملک کے لیے ایسے کامل طور پر وقف کر دے کہ اس میں جذبہ ہر ایک
 قالب خاکی کے سوا کوئی چیز اس کی اپنی نہ رہے۔ اس معاملے میں ان کے محسوسات
 کا عمدہ اندازہ ان کے چند اقوال سے ہوگا: *مستدری کش*۔ *مستدری کش* جسے میں
 چیدہ انتخاب کی فہرست میں لینے سے انکار کر دیا گیا تھا بہت خوش خوش گھر لوٹا اور نہایت
 مسرور تھا کہ اسپارٹہ میں اس سے بہترین سوادمی موجود ہیں، اور پولی کرائی داس
Polycratidas سے، جو اور فیرون کے ساتھ شاہ ایران کے عمال پاس حیثیت
 سفیر کے بھیجا گیا تھا جس وقت سوال کیا گیا کہ وہ سرکاری طور پر بھیجے گئے ہیں یا بطور خود آئے
 ہیں، تو اس نے جواب دیا: سرکاری حیثیت سے، بشرطیکہ ہم کامیاب ہوں۔ ورنہ بطور خود
 براسی داس کی مان ارگی کیوٹس نے ان لوگوں سے جو ہنری پولس سے واپس آئے تھے دیا
 کیا کہ آیا میرا بیٹا اسی بہادری کے ساتھ لڑکے مار گیا جو ایک اسپارٹی کے شایان شان ہے
 تو انھوں نے اس کی بڑی تعریفیں کیں لیکن جب اسی ضمن میں وہ کہنے لگے کہ براسی داس
 کی نظیر اب اسپارٹہ میں نہیں مل سکتی تو ارگی نے انھیں روک دیا اور بولی: «ایسا نہ کہو۔
 براسی داس بے شک نیک اور بہادر آدمی تھا مگر اسپارٹہ میں بہت لوگ اس سے بہتر موجود ہیں»
 یہ پہلے بیان کر آیا ہوں کہ مجلس ملکی میں پہلے وہی لوگ شریک تھے جنھوں نے
 لکڑس کو قوانین مجوزہ کی ترتیب و نفاذ میں پوری امداد دی تھی۔ مگر ان کے بعد خالی اساتذہ
 کے پڑ کرنے کا لکڑس نے یہ قاعدہ باندھا تھا کہ ارکان ایسے بہترین اور قابل ترین اشخاص
 میں سے منتخب کیے جائیں جن کا سن ساٹھ سال سے متجاوز ہو چکا ہو۔ اور یہ معلوم کر کے ہمیں
 استعجاب نہ ہونا چاہیے کہ اس منصب کے واسطے وہاں بڑی کوشش و سعی کی جاتی تھی۔ کیونکہ
 دنیا میں اس سے بڑھ کر معزز مقابلہ کونسا ہو گا کہ جس میں نہ دروازائی کا امتحان تھا نہ اس کا کہ
 سب سے تیز کون دوڑتا ہے بلکہ اس امر کا کہ اتنے سارے آدمیوں میں سب سے دانش مند اور
 سب سے نیک کون ہے اور کون اس بات کی سب سے زیادہ اہلیت رکھتا ہے کہ چھ

ہا زندگی اعلیٰ ترین عہدے پر سرفراز رہے اور اپنے تمام ہم وطنوں کے حقوق و فرائض جان مال اور مفاد و مضار اُس کے قبضہ اختیار میں دیدیے جائیں، اُن کے انتخاب کرنے کا یہ طریقہ ہوتا تھا کہ چند چیدہ چیدہ اشخاص مقام انتخاب کے قریب ایک کمرے میں اس طرح بند کر دیے جاتے تھے کہ باہر کی کوئی کارروائی نہ دیکھ سکیں نہ کوئی انھیں دیکھ سکے البتہ باہر کی آوازیں وہ سن سکتے تھے۔ اور اسی سنت پر ان انتخابات کا اور نیز دیگر ہمت اور کے فیصلے کا انحصار ہوتا تھا۔ کیونکہ اُن کے بند کر دیے جانے کے بعد لکھنے آنے کے بجائے قریب کی رُو سے امیدوار ایک ایک کر کے سامنے لائے جاتے اور بغیر کوئی بات کیے جلسے میں سے گذرتے تھے۔ اب جو لوگ برابر کے کمرے میں بند ہوتے اور لکھنے کی میز پر اُن کے پاس ہوتے اگرچہ وہ یہ نہ دیکھ سکتے تھے کہ کون شخص جلسے میں سے گذراتا ہے جلسے کی آوازیں اور خیر مقدم کے نعرے سنتے تھے اور انھیں کو نمبر ڈال کر لکھتے جاتے تھے کہ پہلے امیدوار پر اتنا شور ہوا اور دوسرے کے آنے پر اتنا۔ اب جس کے گذرنے پر زیادہ اور بے بلنداؤں میں سنتی جاتی تھیں اُسی کے باضابطہ انتخاب کا اعلان کر دیا جاتا تھا۔ پھر اس نو منتخب کے سر پر سہرا باندھا جاتا تھا اور وہ جلوس کے ساتھ تمام مندروں میں جا جا کے دیوتاؤں کا مندر یہاں ادا کرتا تھا ایک کثیر گروہ نوجوان مردوں کا اُس کے ہمراہ ہوتا جو نعرے لگاتے جاتے تھے اور بہت سی عورتیں اُس کی نیکی اور پاکیزہ زندگی کے راگ اور اُس کی صفت و ثنا کے گیت گاتی ہوئی چلتی تھیں۔ اس طرح شہر کا گشت لگاتے میں جگہ جگہ اُس کے دوست اور اعزاء اُس کے سامنے میز پر چنے اور کھتے شہر آپ کے ازاد اعداء میں یہاں حاضر پیش کرتا ہے، مگر وہ اسے قبول نہ کرتا بلکہ چکر لگاتا ہوا اپنے مشترکہ دسترخوان تک آتا جہاں کہ وہ پہلے کھانا کھایا کرتا تھا۔ چنانچہ حسب معمول کھانا چنا جاتا مگر اس خاص موقع پر اُسے دُہرا حصہ ملتا تھا جسے وہ اٹھا کے الگ کر کے لیتا۔ کھانا ختم ہونے تک اُس کے کہنے کی عورتیں دروازے پر جمع ہو جاتیں اور جس کی وہ سب سے زیادہ توقیر کرتا تھا اُسے اشارے سے بلایا کھانے کا دوسرا حصہ یہ کہہ کے مندر دیتا تھا کہ

یہ میرے اعزاز میں دیا گیا تھا اب تمہارے لیے ہے جس کے بعد دیگر ستورات ایک فاتحانہ
 شان سے گھر تک اس کے ساتھ آئیں اور خدمت میں حاضر رہتی تھیں۔
 بہیز و تدفین کے متعلق لوگس نے بہت عاقلانہ ضوابط بنائے تھے چنانچہ اول تو
 تمام اہل کام کا ازالہ کرنے کی غرض سے اس نے انھیں اجازت دے دی تھی کہ وہ اپنے مرد
 شہر کے اندر بلکہ خود مندروں کے آس پاس دفن کر دیں جس کا مقصد یہ تھا کہ اسپارٹی لڑکے
 ایسی چیزیں دیکھنے کے عادی ہو جائیں اور لاشیں دیکھ کر نہ ڈریں نہ ان کے دلوں میں یہ وہم
 رہے کہ مردوں کو چھو لینا یا قبر کے اوپر سے گزرنا آدمی کو بھڑکتا کر دیتا ہے، دوسرا حکم
 اس نے یہ دیا تھا کہ مردے کے ساتھ کوئی شے دفن نہ کی جائے البتہ اگر چاہیں تو صرف
 زیتون کے کچھ بیڑ یا وہ ریشمی کپڑے جس میں لاش لپیٹی جاتی تھی قبر میں رکھ سکتے تھے،
 قبروں پر کتبے کرانے کا بھی وہ مخالف تھا اور سوائے مقتولین جنگ یا ایسی عورتوں کے
 جو کسی مذہبی منصب کی ادائیگی میں فوت ہوں، کسی کی قبر پر نام لکھانے کی اجازت نہ تھی
 لوگ منانے کی مدت بھی بہت کم مقرر کی گئی تھی یعنی صرف گیارہ دن۔ اور بارہویں دن
 سیرس دیوی کے نام قربانی چڑھا کر سوگ ختم کر دینے کا حکم تھا، اس طرح ہم اندازہ کر سکتے
 ہیں کہ جس طریق سے لوگس نے بیکار متول کی جڑ کاٹی تھی اسی طرح اس نے امور ضروریہ میں
 کوئی چھوٹی سے چھوٹی اور فردعی بات بھی ایسی نہ رکھی تھی جس سے نیکی کی بڑائی اور بدی
 کی تذلیل نہ نکلتی ہر اس نے تمام لس ڈی مونی علاقے کو اعلیٰ اوصاف کے نظائر و مظاہر
 سے بھر دیا تھا جن کے بچپن سے پیش نظر رہنے کا یہ لازمی نتیجہ تھا کہ وہ ان کے لوگ انھیں جس کے
 غالب میں ڈھل جائیں اور نیکی کے راستے میں برابر آگے بڑھتے رہیں۔
 اور یہی باعث تھا کہ اس نے اپنے ہم وطنوں کو باہر سیاحت کرنے کی عاقبت کر دی
 تھی اور اجازت نہ دی تھی کہ وہ بیرونی قواعد اخلاق یا بے تربیت اقوام کے خصائل یا
 مختلف نظام ہائے سلطنت سے واقفیت حاصل کریں۔ ساتھ ہی اپنے علاقے سے ان پر ایسی

بھی اُس نے خارج کر دیا تھا جو وہاں آنے کی کوئی معقول وجہ نہ بیان کر سکیں۔ اس
 آخری ضابطے کا یہ منشاء تھا کہ لکڑیوں کو متوہم تھا کہ مبادا غیر ملکی وہاں آکر اسپارٹیٹ سولٹ
 سے آگاہ ہو جائیں اور اس کی نقل اُڑالیں یا کوئی اور خوبی اُن کی سیکھ لیں (جیسا کہ
 طوسی دیدن نے لکھا ہے) بلکہ دراصل اُسے اس بات کا اندیشہ تھا کہ کمین وہ عمدہ
 چال چین کے منافی کوئی عادت نہ وہاں رواج کر دیں، جنہیں کے آنے سے یہ ظاہر ہے
 کہ اجنبی الفاظ بھی ملک میں دخل پالیتے ہیں جن سے نئے نئے خیالات ذہن میں پیدا ہوتے
 ہیں اور اس کا نتیجہ وہ محسوسات اور رائیں ہوتی ہیں جن کا متباین ہونا سلطنت اور اس سلطنت
 کی ہم خیالی اور اتحاد کا ناس کر دیتا ہے، پس لکڑیوں نے اس قسم کی غیر ملکی برائیوں سے
 وطن کو بچانے میں اُسی احتیاط سے کام لیا تھا جو عام طور پر لوگ وہابی امراض کے روکنے
 میں ملحوظ رکھتے ہیں۔

اس حد تک لکڑیوں کے قوانین میں نباتات خود مجھے کوئی بے انصافی یا خلاف عدل
 کارروائی نہیں نظر آتی۔ لیکن بعض لوگ اس اعتراف کے ساتھ کہ وہ عمدہ سپاہی بنانے
 کے مطلب کے خوب تھے، عدل گستری کے معاملے میں انہیں ناقص بتاتے ہیں۔ اور اگر
 کرب بنایا *مستطاب* کا قانون بھی لکڑیوں ہی کا بنایا ہوا ہے، اور ارسطو کہتا ہے کہ
 اسی کا ہے، تو غالباً اسی کی وجہ سے افلاطون اور ارسطو دونوں نے اس کی قانون سازی
 اور نظام حکومت پر حرف گیری کی ہے۔ اس کرب بنایا گئی رو سے یہ ہوتا تھا کہ بعض حکام
 شہر خفیہ طور پر اپنے سب سے اچھے چند نوجوانوں کو وقتاً فوقتاً دیات میں بھیجتے تھے اور تھوڑا
 سا ضروری سامان خوراک اور اٹھ مین صرف چھڑے اُن کے پاس ہوتے تھے۔ دن کے
 وقت یہ نوجوان اپنے تئیں راستوں سے بچے ہوئے سنان مقامات میں چھپا لینے تھے اور جب
 اندھیرا بھاتا تو کل کر شاہ راہوں پر جا پھونچتے اور جس کسی ہیلاٹ پر اُن کا ہاتھ پڑ سکتا اُس کو
 مار ڈالتے تھے۔ بعض اوقات وہ دن میں اُن پر کھیت کیا رکھا کرتے وقت یا ایک حملہ آور

ہوتے اور قتل کر دیتے تھے۔ اور کبھی ایسا بھی ہوا ہے (جیسا کہ طوسی ویدیش اپنی تاریخ جنگ پوشمین بیان کرتا ہے) کہ اہل اسپارٹہ نے اُن کی ایک معقول تعداد کو شجاعت کے لحاظ سے چُن کر الگ کر لیا اور احرار کی طرح اُن کے سرے بازہ کر مندرون میں لے جا کر اظہارِ تکریم اُن پر کیا اور پھر تھوڑے ہی عرصے میں وہ نیکام ایک غائب ہو گئے (طوسی ویدیش نے اپنی روایت میں دو ہزار کے قریب ہیلانٹون کی تعداد بتلائی ہے) اور بعد میں کوئی شخص نہ بتا سکا کہ وہ کس طرح مرے؛ ارسطو نے خصوصاً یہ بھی تحریر کیا ہے کہ جس وقت اُن کے حکام (الفور) برسرِ جہدہ آتے تو بالعموم ہیلانٹون کے خلاف اعلانِ جہاد کر دیا کرتے تھے کہ بلا احتمال مذہبِ سنی انھیں مار ڈالا جائے؛ بہر حال یہ سب کو تسلیم ہے کہ اسپارٹہ کے لوگ اُن کے ساتھ نہایت ناروا برتاؤ کرتے تھے۔ چنانچہ انھیں حیرا اس قدر شراب پلائی کہ وہ بدست ہو جائیں اور پھر جلسہ گاہوں میں اسی حال بد کے ساتھ انھیں لانا کہ اسپارٹہ بچے دیکھ سکیں کہ مخمور کی کیسی بڑی گت ہوتی ہے، وہاں معمولی بات تھی۔ اسی طرح وہ اُن سے بہت ادنیٰ درجے کے نلچ بچانے اور بہو دہ گیت گواتے تھے اور اچھی باتوں میں حصہ لینے کی مطلق اجازت نہ دیتے تھے۔ اسی لئے اہلِ بھیبہ نے قانونیہ پر حملہ کیا اور بہت سے ہیلانٹ گرقار کہے تو ہر چند اُن سٹینڈر، الگمن Alcmann اور سفندن Spondon کے گیت گوانے چاہے انھوں نے نہ گائے، «کیونکہ» انھوں نے کہا «یہ بات مالکون کو پسند نہیں»؛ غرض کسی کا یہ مقولہ بہت درست ہے کہ اسپارٹہ میں جو آزاد شہری تھا وہ سب سے بڑا آزاد تھا مگر جو غلام تھا وہ دنیا میں سب سے بدتر غلام تھا؛ لیکن میری اپنی رائے یہ ہے کہ یہ زیادتیان اور سفکیان اسپارٹہ میں زمانہء مابعد میں جاری ہوئیں خصوصاً اُس بڑے زلزلے کے بعد جب کہ ہیلانٹون نے ایک عام بغاوت پیا کی اور مسینا والون سے مل کر تمام علاقہ تاخت تاراج اور خود اسپارٹہ کو نہایت مخدوش حالت میں کر دیا تھا۔ بات یہ ہے کہ لگ بھگ اُن کے اور واقعات سے اُسکی نرم مزاجی اور انصاف پسندی کو پیش نظر رکھ کر جس کی الہامی پیغامات سے بھی تصدیق ہوتی ہے

مجھے کسی طرح نہیں بن بڑتا کہ اُسے ایسے وحیاناہ اور شیطانی طریق عمل کا بانی یقین کر دینے
اپنے قوانین کے نفاذ کے بعد جب لکڑس نے دیکھا کہ اہل وطن کے دل میں اس کے
زیادہ اہم آئین و قوانین نے جگہ پکڑ لی ہے اور رواج عام نے اُن کو معارف اور سہل بنا دیا
ہے اور اب اُس کی نظام داد و سلطنت نشوونما پاک کے اپنے پاؤں چلنے کے قابل ہو گئی ہے
تو اُس وقت اُس کے انبساط و اطمینان قلب کی کیفیت کچھ ایسی تھی جیسی کہ افلاطون نے
کسی جگہ لکھا ہے کہ خلاق عالم کی ہوئی کہ جب تکون کے بعد پہلی مرتبہ اُس نے عالم کو حرکت
شروع کرتے دیکھا تو مسرت محسوس کی۔ اسی طرح لکڑس کی نظر جب اپنے نظام ملکی کی عظمت اور
مخصوص صورت پر پڑی جو کہ اب بخوبی کام دینے لگا تھا تو اُس کے دل میں یہ دلولہ پیدا ہوا کہ اس
رفیع الشان عمارت کو غیر فانی بنا دے اور جہاں تک انسانی پیش بینی کو دخل ہے ایسا چھوڑ جا
کہ نہ مسائل تک غیر متغیر ہے۔ اسی کو نظر رکھ کر اُس نے قوم کا ایک غیر معمولی جلسہ منعقد کیا اور
اُن سے کہا کہ میری دانت میں اب ہر شے جو ملک کی فلاح اور نیز اعلیٰ اوصاف کے لیے
ضروری تھی اچھی طرح قائم ہو گئی ہے۔ لیکن ابھی تک ایک ان سب سے زیادہ ضروری بات
باقی رہ گئی ہے جسے میں استخارہ اور استکمان کرنے سے پہلے ظاہر کرنا مناسب نہیں سمجھتا۔ پس
جب تک میں دیوتا سے مشورہ لون اور وطن اگر اسی الہامی ہدایت کے بموجب عمل کر دوں،
میری تنہا ہے کہ میرے ہم وطن اُس وقت تک میرے قوانین پر خفیف سے خفیف تغیر کیے
بغیر قائم اور کار بند رہیں ۛ یہ سن کر وہ سب خوشی سے آمادہ ہو گئے اور تاکید کرنے لگے کہ جلدی
اس سفر خیر پر جانے کی تیاری کرے۔ لیکن روانہ ہونے سے قبل لکڑس نے دونوں بادشاہوں کو
اور ارکان مجلس اور تمام قوم کو یہ حلف دیا کہ جب تک لکڑس واپس آئے گا ہم اُس کے قائم کردہ
نظام حکومت پر عامل اور نئے ہوئے رہیں گے ۛ اس اطمینان کے بعد لکڑس واپس گیا اور اپنا
کی قربانیاں چڑھا کر استکمان کیا کہ آیا اُس کے قوانین اچھے اور کسی قوم میں فراغت و نکوئی
پیدا کرنے کے لیے کافی ہیں؟ جواب میں دیوتا کی طرف سے ارشاد ہوا کہ قوانین بہت عمدہ ہیں اور

جب تک اہل ملک ان کے پابند رہیں گے ان کے عروج و ناموری میں فرق نہ آئے گا۔ اس جو اب کو لکڑس نے لکھڑ مچنے ہم وطنوں کے پاس اسپر نہ بھجوا دیا اور پھر پالو کے نام پر دوبارہ قربانیاں دیکر وہ اپنے اجاب اور بیٹے سے شخصت ہوا اور اس نیت کے ساتھ کہ اہل اپار نہ کبھی اپنے حلف کے حلقہ راقرار سے نہ نکل سکیں، اس نے جہاں تھا وہیں اپنی زندگی کا آخری لمحہ خاتمہ کر دینے کی عہد لی، اس وقت وہ عمر کی اس منزل میں تھا کہ جس میں زندگی ہر چند ایسی زیادہ گران بار نہیں معلوم ہوتی تاہم اس سے بلا پیشانی آدمی کنارہ کش ہو سکتا ہے اس کے علاوہ گرد و پیش کے حالات بھی مساعد تھے۔ پس اس نے کھانا پینا قطعاً چھوڑ کر اپنی زندگی کا خاتمہ کر دیا اور گویا اس یقین پر عمل کیا کہ ارباب سیاست و سلطنت کا ایک فرض یہ ہونا چاہیے کہ اگر ممکن ہو تو اپنی موت سے بھی کوئی خدمت ملک کی انجام دین اور خاتمہ حیات سے بھی کوئی مفید سبق اور نیکی کا اعلان نہ ہو وطن کے لیے چھوڑ جائیں، اب اپنی خودکشی سے ایک طرف تو اس کا مقصد یہ تھا کہ ایک ایسی معزز زندگی کا ناموزون انجام گویا اس کی خوش نصیبی کا بہترین نمونہ اور علاج ہے اور ادھر ہی ذریعے سے اس کے ہم وطن ان اعلیٰ فوائد سے بہرہ مند ہونگے جن کا حصول اس کی زسیت کا حاصل ہوا تھا۔ کیونکہ ان مفید قوانین کی پابندی کا امکان مراجبت تک وہ حلف اٹھا چکے تھے۔ اور اب اس کے وہیں نہ ہونے سے گویا لازم ہو گیا تھا کہ وہ اپنے حلف کی پابندی میں اس کے قوانین پر قائم رہیں اور وقتی اس کی یہ امیدیں غلط نہ ثابت ہوئیں کیونکہ ریاست اپار نہ قوانین لکڑس کی سخت پابندی کی بدولت کامل پان سو برس تک سرزمین یونان کی سب سے قوی اور نامور ریاست رہی اور اس تمام اثنائیں کہ آری قواموں کے بیٹے ابھیں تک جو وہ بادشاہوں نے وہاں حکومت کی ان قوانین میں کوئی رد و بدل نہ کیا گیا۔ باقی ایوروں کا نیا عہدہ قائم کر دینے سے بھی (جسے جمہور کے موافق منشا خیال کیا جاتا ہے) کوئی بڑا تغیر نظام سلطنت میں نہیں پیدا ہوا تھا اور اس میں کم ہونے کے بجائے پہلے سے بھی زیادہ حکومت اُمر کی شان آگئی تھی۔

اسپارٹین اول ہی اول سونے چاندی کی ہتات ایجیس کے عہد میں ہوئی اور ان بلاؤں کے آتے ہی تمام وہ برائیاں جو زبردستی اور طامعی کے جلو میں جلتی ہیں، نمودار ہو گئیں۔ لای سنڈر نے انھیں اور تقویت دی کیونکہ لڑائیوں سے لوٹ کا کثیر مال لالاکر اس نے ملک کو اسباب قییش و حرص سے بھر دیا اور لکڑی کے قوانین و ضوابط کی جڑ کاٹ دی۔ مالانکہ وہ خود بالکل بے لوث آدمی تھا۔ بہر حال اس عہد سے پہلے جب تک وہ قوانین کا دستور العمل بنے رہے تب تک اسپارٹ ایک ایسی مضبوط زندگی کی عملی صورت پیش کرتا تھا کہ جہاں متعدد اشخاص کے بجائے کسی عقل و نصف شعائر شخص واحد کی متابعت کی جاتی ہو اور جس طرح شعائر ہر عقل کے قہقہے سناتے ہیں کہ شیر میری کھال میں گرز لیے ہوئے وہ ساری دنیا میں ظالم اشقیاء اور قانون شکن مفسدین کو سزا میں دیتا ہے، اسی طرح لائی مونیون کی نسبت کہا جاسکتا ہے کہ انھوں نے اپنے موٹے کوٹ اور معمولی عصا سے تمام یونانیوں کو اپنا بندہ بان بنار بنا لیا تھا اور ملک کے اس گوشے سے دوسرے گوشے تک وہ جابرانہ مطلق العنانوں کا اور غاصبانہ بے انصافیوں کا قلع قمع، اور جنگ میں ناشی اور ان کے باہمی فساد اور خانہ جنگیوں میں فیصلہ اور مصالحت کرتے تھے اور وہ بھی بلا تلوار ہاتھ میں اٹھائے اکثر محض ایک اپنا سب سے بچ کر جس کے اشاروں پر متنازعین اسی طرح کام کرتے کہ جس طرح محال کی کھیاں رانی کے لڑجھج ہو کے اپنی اپنی جگہ سنبھال لیتی ہیں۔

اور ان سب باتوں کو پیش نظر رکھ کے میں ان لوگوں پر اچھا کیے بغیر نہیں رہ سکتا جو کہتے ہیں کہ اسپارٹ والے اچھے رعایا اگر بڑے حکمران تھے۔ اور اس کی دلیل میں شاہ تھیوڈیس کا ایک مقولہ پیش کرتے ہیں جس نے کسی شخص کے جواب میں جو کہہ رہا تھا کہ اتنے عرصے تک سپارٹ کا عروج محض اس کے قابل حکمرانوں کی بدولت رہا، فرمایا تھا کہ نہیں بلکہ جمہور کی بدولت جو جانتے ہیں کہ اطاعت کس طرح کی جاتی ہے، لیکن یہ ظاہر ہے کہ جمہور اطاعت نہیں کرتے جب تک کہ حکمران حکومت کرنا نہ جانتے ہوں۔ اطاعت کا سبق حکمران دیا کرتے ہیں اور ایک حقیقی

ہادی خود اپنے متبعین کی متابعت پیدا کیا کرتا ہے۔ جس طرح فن شہسواری کا آخری مرحلہ گھوڑے کو سیدھا کر لینا اور غریب بنا دینا ہے اسی طرح ملکہداری کے فن کی آخری تکمیل لوگوں میں خوشی سے اطاعت کا مادہ پیدا کرنا ہے۔ اسی بات میں اسپارٹ والوں کو مہارت تھی اور وہ نہ صرف لوگوں میں آمادگی بلکہ دلی تنہا اسپارٹ کی رعایا بن جانے کی پیدا کر دیتے تھے چنانچہ ان کی درخواستیں اسپارٹ سے جہاز یارو پے بھیجنے کے لیے یا فوجی لگک مانگنے کے واسطے نہ ہوتی تھیں بلکہ صرف ایک اسپارٹی سپہ سالار بھیج دینے کے لیے جو انہیں مل جاتا تو کمال تعظیم و تکریم کرتے تھے۔ جیسی کہ فی الملش اہل صقلیہ نے پلپس کی، اہل چال سیڈیہ نے براسی داس اور تمام ایشیائی یونانیوں نے لای سندرا کالی کرانی داس اور اہی سی لوس کی کی۔ یعنی جان وہ گئے وہاں کی قوم یا بادشاہ کے سنوارنے والے اور اُجالنے والے کہلائے اور اسپارٹ تہذیب اور طرز حکومت کا وہ نمونہ کمال سمجھا جانے لگا کہ سب کی نظر میں اس پر لگی رہتی تھیں اور سب اس کے شاگرد اور وہ سارے یونان کا استاد معلوم ہوتا تھا چنانچہ اس ٹرائونی جس *Stations* نے جو سحرے پن سے ایک قانون بنانے کا دعویٰ کیا تھا کہ جس میں نہرپی جلوس اور رازکی رسموں کا انتظام ایقنزدالوں کے سپرد ہو اور ایلکے کے لوگ اولمپی کھیلوں میں صدارت کریں اور ان دونوں میں سے کوئی غلطی کرے تو اسپارٹ والے (انکے بجائے) مارکھائیں اس لطیفے کی تہ میں بھی اسی اسپارٹ کی فوقیت اور ہر معاملے میں دخل ہونے کا اشارہ ہے، اور لکڑاکی فتح پر (جس میں اسپارٹ کو شکست ہوئی) جب اہل تعیبہ خوشی سے پھولے نہ ساتے تھے تو سقراط کے شاگرد ان طس پن نے اپنا دلی خیال ان الفاظ میں ظاہر کیا تھا کہ تعیبہ کی خوشیاں ایسی ہیں جیسے بعض اوقات مکتب کے لڑکے اپنے استاد کو پیٹ کر منایا کرتے ہیں پڑ

بائیں ہمہ لکڑکس کا مدعا یہ نہ تھا کہ اس کی ریاست اور بہت سی ریاستوں پر حکومت کرے۔ بلکہ درحقیقت اس کے نزدیک کسی ملک کی خوش دلی کا دار و مدار کسی شخص و احد کی طرح

اُس کے اعلیٰ اوصاف اور نیک کرداری پر تھا، اور اہل ملک کے باہمی اتحاد پر۔ نظر برائے اپنے تمام قوانین میں اُس کا مقصد ذہنی لوگوں کو جہان تک ہوا زاد خیال، خود اعتماد اور اعتدال پسند بنانا تھا۔ اسی لیے جس قدر اشخاص نے سیاسیات و ملکہداری کے متعلق عمدہ کتابیں تحریر کی ہیں، جیسے افلاطون، دیوجانس یا زینون، ان سب نے لکڑی کے نمونہ سلطنت سے مدد لی ہے اگرچہ اپنی یادگار سوائے الفاظ اور زبانی منصوبوں کے کچھ نہیں چھوڑی ہے۔ بجائیکہ لکڑی نہ صرف تحریر بلکہ عملاً ایک ایسے نظام سلطنت کا بانی ہے جس کو ترقی دینا تو درکنار کوئی پوری نقل بھی نہ آتا رسکا۔ اور اس حال میں کہ محض افراد کا مصالح حکیمانہ حاصل کر لینا لوگوں نے عموماً محال قرار دیا ہے، اُس نے ایک پوری قوم کو حکیمانہ مصالح کا پابند بنادیا اور اس طرح یونان کے اور تمام مقنین سے فوق لیگیا۔ اسی بنا پر اگرچہ اُس کے نام کا وہاں مندر موجود ہے اور دیوتا بنا کے اُس پر سالانہ قربانیاں بھی کی جاتی ہیں، تاہم ارسطو کہتا ہے کہ جتنا چاہیے اُس کا اتنا احترام مرنے کے بعد اسپارٹہ میں نہ ہوتا۔ بیان کرتے ہیں کہ جب اُس کی ہڈیاں اسپارٹہ میں لائی گئیں تو اُس کے مقبرے پر بجلی گری۔ یہ وہ حادثہ ہے جو کسی اور نامی آدمی کی قبر پر کبھی پیش نہ آیا سوائے یورپی مین کے جس کا مدفن اری تھوس (واقعہ مقدونیہ) میں تھا۔ اور شاعر موصوف کے مدح اُس کی طرفداری میں یہ بھی ایک دلیل لا سکتے ہیں کہ اس معاملے میں وہ لکڑی جیسے محترم اور دیوتاؤں کے محبوب سے دعوے ہمہری رکھتا ہے، ایک قول یہ ہے کہ لکڑی سترھا میں فوت ہوا۔ اپالوتھیس کہتا ہے کہ ایتلیں چھونچنے کے بعد۔ ٹامیس اور ارستوٹینس کا بیان ہے کہ اُس کی جگہ وفات قریش ہے۔ بلکہ ارستوٹینس نے یہ بھی اضافہ کیا ہے کہ اہل قریش اُس کا مقبرہ پردیسیوں کی سڑک کے قریب پرگاموس کے ضلع میں بتلاتے ہیں اُس نے اپنے بعد صرف ایک بیٹا انیورس چھوڑا تھا جس کے لاولدہ مرنے سے وہ نسل منقطع ہو گئی۔ لیکن اُس کے احباب و اقارب بہت عرصے تک اُس کی برسی مناتے رہے

اور اس رسم کی تاریخین بھی اسی کے نام پر لکھ گڑی، کہلاتی تھیں۔ یہ پتار جس کے بیٹے ارستو کریش کی یہ روایت ہے کہ وہ قرطیش میں فوت ہوا اور اس کے قرطیشی دوستوں نے نعش جلا کے اس کی راکھ سمندر میں پھینک دی جس کی خود لکھ گڑس نے وصیت کر دی تھی کہ مبادا اس کے پھول (یا راکھ) سمندر بار اسپارٹہ میں چھوٹا دیے جائیں اور لوگ اپنے حلف سے چھوٹنے کا یہی حیلہ نکال کے آئین حکومت میں نہی نہی باتیں اختراع کرنے لگیں۔

لیکن میرے خیال میں لکھ گڑس کے اتنے ہی حالات اور واقعات زندگی لکھنے کافی ہوئے۔

نیومامپی لیس

(Numa Pompilius)

ہر چند رومہ الکبرئے کے معزز خاندانوں کا شجرہ نسب پورے تسلسل کے ساتھ شاہ
نیوما تک جا پہنچتا ہے، تاہم خود اس کے عہد بادشاہت کے متعلق مؤرخوں میں سخت اختلاف
ہیں۔ کلوڈیس نام ایک مصنف اپنی کتاب "سن بندی واقعات کی تفسیر"
Storiae on chro-
nology میں تحریر کرتا ہے کہ جب غالی حملہ آوردن نے شہر
کو تاراج کیا تو رومہ کی تمام دستاویزین اور دفتر بھی اسی عالم رستخیز میں برباد ہو گئے تھے
اور اب جو کرسی نامے اور اسناد پیش کی جاتی ہیں دراصل یہ سب مصنوعی ہیں اور مزاج ستا
خوشامدیوں نے ان لوگوں کے خوش کرنے کے لیے انھیں تیار کر دیا تھا جو خلاف اصلیت
اپنا سلسلہ نسب کسی قدیم اور نامور مورث اعلیٰ سے ملانا چاہتے تھے، اسی طرح نیوما کے
بارے میں ایک روایت یہ مشہور ہے کہ وہ حکیم فیثاغورث کا شاگرد اور بے تحلف ملنے والا
تھا۔ مگر بعض اشخاص اس کے خلاف ہیں اور یہ وثوق بیان کرتے ہیں کہ نیوما یونانی زبان
سے آشنا تھا نہ یونانی علوم سے۔ اور حکمت و نکوئی میں جو درجہ اس نے حاصل کیا وہ محض
اس کی ذاتی قابلیت اور خدا داد لیاقت کا نتیجہ تھا، یا یہ کہ اسے کوئی غیر یونانی معلم ایسا
مل گیا تھا جو فیثاغورث سے بھی بڑھکے تھا، بعضوں کا قول یہ ہے کہ فیثاغورث نیوما کا مہر
نہیں ہے بلکہ کم سے کم پانچ پشت بعد کا آدمی ہے۔ البتہ یہ ممکن ہے کہ اس نام کا ایک اور
شخص جو اپارٹہ کا باشندہ تھا یا حانہ ملک اطالیہ میں آیا ہو اور اس نے نیوما سے شناسائی

حاصل کیو کہ نظام سلطنت قائم کرنے میں اسے مدد دی ہو کہ جس کی بدولت اکثر لقوی (ایسپانیائی) طریقے رومی آئین و قوانین میں نظر آنے لگے۔ واضح رہے کہ اسپارٹہ کا یہ بیٹھا غورث سولہویں اولمپی نمائش کے شرکا اور انعام جیتنے والوں میں ہے اور اسی سولہویں اولمپیاد کے تیسرے سال نیوما نے تخت روم پر جلوس کیا ہے، لیکن جو کچھ بھی ہو، اس میں شبہ نہیں کہ نیوما قوم سیانی کا فرد ہے اور یہ قوم اپنے تئیں اسپارٹہ والوں کی ہم نسل بتاتی ہے یعنی لیس فی مونی مہاجرین کی اولاد میں ہونے کا دعوے کرتی ہے، باقی واقعات گذشتہ کے سین خصوصاً جب کہ اولمپی نمائشوں سے سمت لیا جائے زیادہ قابل اعتبار نہیں ہیں کیونکہ ان کی تعیین نمائش میں جیتنے والوں کی فہرستوں پر مبنی ہے جو ہینٹاس الیائی نے بہت دن بعد شائع کی تھیں اور جو پوری طرح مستند نہیں ہیں، بہر حال ہم نیوما کی سوانح عمری ایک مناسب زمانے سے شروع کر کے اس کی زندگی کے بڑے بڑے واقعات کو جو ہم تک پہنچے ہیں پیش کرتے ہیں۔

رومہ کی بنیاد کے سال سے شمار کریں تو اس کے ۳۴۷ ویں برس کا یہ واقعہ ہے کہ رومیولس نے جو ان دنوں حکمران تھا، بکریوں کی منڈی میں ارکان مجلس کے سامنے قربانی چرمھائی۔ یہ ماہ جولائی کی پانچویں تاریخ کا ذکر ہے جو نوکپ رومائن فونز "کملائی" ہے قربانی کرنے میں یکایک آسمان تیرہ وتار ہو گیا اور خاک و باران کا ایسا زبردست طوفان آیا کہ عوام الناس خوف زدہ ہو کے بھاگے اور مجمع منتشر ہو گیا۔ اسی تلامطمین رومیولس غائب ہو گیا۔

سلا اولمپیاد (Olympiad) وہ سمت ہے جو اولمپی نمائشوں سے یونانیوں میں موسوم اور مروج تھا۔ یہ نمائشیں ہر چار سال کے بعد ہوتی تھیں اور ان کی بنیاد تحقیقات جدیدہ کے رو سے مسیح قبل مسیح بتائی گئی ہے، ہر اولمپیاد کو چار سال کی مدت ہوتی تھی اور اس کے بعد دوسرا اولمپیاد شروع ہوتا تھا۔ اس طرح سولہویں اولمپیاد کو سمجھنا چاہیے کہ مسیح قبل م سے شروع ہوا اور اس کا تیسرا سال جس کا کتاب بن حوالہ آئے ہے مسیح قبل م ۵۳۷ میں طبرجیم

اور پھر اُس کا یا اُس کی لاش کا پتہ نہ چلا کہ زمین کھا گئی یا آسمان یا اس وقت امرایا
 ارکان مجلس کی طرف سے لوگوں میں سخت شبہات پیدا ہوئے اور اس قسم کی افواہیں
 عوام میں پھیل گئیں کہ یہ لوگ بادشاہت سے تنگ آگئے تھے خصوصاً آخری زمانے میں
 رومیولس کے متحکم نہ طرز عمل نے انہیں اس قدر برار کر دیا تھا کہ انہوں نے اُس کے خلاف
 سازش کر کے اُسے مار ڈالنا کہ حکومت و اقتدار خود اُن کے قبضے میں آجائے، ان شبہات
 کو زائل کرنے کے لیے امرائے ایک حکم نافذ کیا کہ رومیولس کا دیوتا بنا کے مذہبی احترام کیا جائے
 جس سے یہ ظاہر کرنا مقصود تھا کہ شاہ موصوف مرعین بلکہ اب اُس نے ایک ربانی برن
 اختیار کر لیا ہے۔ نیز ایک آبرو دار شہری پراکلس یا پروسکولس نامی نے یہ حلت بیان کیا کہ
 میں نے رومیولس کو اپنے لباس اور اہل سمیت آسمان پر اٹھایا جاتے دیکھا اور بلند ہوتے
 میں پکار کے یہ کہتے سنا کہ آئندہ سے رومی ہمین کیوریٹس کے نام سے یاد کریں گا
 یہ شبہات اور دوسرے رفع دفع ہو گئے تو ایک تازہ شورش نے بادشاہ کے انتخاب کے
 متعلق پیدا ہوئی، یہ حقیقت یہ ہے کہ رومہ کے اصلی یا قدیم باشندوں کو اور نئے بسنے والوں
 کو ابھی تک پوری طرح مل جل کر رہنا نہ آیا تھا اور اُن میں وہ اتحاد اور قومیت کا سچا خیال
 پیدا نہ ہوا تھا جو ایک مشترکہ حکومت کے لیے ضروری ہے۔ اُن میں ابھی فرقے اور ذات پات
 کے نامبارک اختلافات موجود تھے اور خواص یعنی ارکان مجلس بھی رقابت اور حسد کے
 جذبات سے پاک نہ تھے۔ اور ہر چند اس پر سب کا اتفاق تھا کہ ایک حاکم یا بادشاہ بننا
 جانا ضروری ہے لیکن یہ بات کہ وہ کون اور کس قوم کا شخص ہو، متنازعہ فیہا تھی۔ کیونکہ وہ
 لوگ جنہوں نے رومیولس کے ساتھ شہر کی بنیاد ڈالی تھی اور اُسے بسایا تھا اور جو پہلے ہی
 اپنے نئے سیاسی ہم وطنوں کو اپنے حصے میں سے زرعی اور سکنی زمینیں دے چکے تھے
 اسے کسی طرح گوارا نہ کرتے تھے کہ یہ نئے شہری خود اپنے محسن میزبانوں پر حکومت چلانے کا
 حق طلب کریں، اور ہر سیاسی لوگوں کی محبت یہ تھی کہ جب ہمارا بادشاہ نئے ملی اس مراعات

ہم نے امن پسندی کے ساتھ اکیلے رومیوں کی ماتحتی قبول کر لی تھی۔ لہذا انصافاً اب ہماری قوم کا آدمی بادشاہ منتخب ہونا چاہیے۔ اس کے علاوہ سائینی رومہ میں آجے گو ہرگز اپنے کم تر ہونے کی دلیل نہ سمجھتے تھے نہ ان کے نزدیک شہر کی آبادی بڑھانے میں جو حصہ انھوں نے لیا وہ اصلی باشندوں سے کچھ کم تھا۔ کیونکہ ان کی شرکت اور آمد کے بغیر رومہ اتنی چھوٹی بستی تھی کہ اسپر شہریت کا اطلاق بھی صحیح نہ تھا۔

غرض دونوں فریق اپنی اپنی بات پر جمے ہوئے تھے لیکن اس نظر سے کہ مبادا کسی حاکم کی عدم موجودگی عام ہل چل یا بے نظمی کا سبب ہو انھوں نے باہم یہ قرارداد کر لی کہ ڈیڑھ سو ارکان مجلس میں سے باری باری ہر شخص ایک دن کے لیے بادشاہت یا حاکم اعلیٰ کے فرائض انجام دے اور شاہانہ ماہی مراتب کے ساتھ گھنٹے دن اور گھنٹے رات میں مذہبی نذر و نیاز اور سرکاری کاروبار سرانجام کرے۔ مدعا یہ تھا کہ حکومت کی اس مساوی تقسیم اور دور سے امر کی رقابت اور دشمنی کا (نئے بادشاہ کے انتخاب تک) سد باب ہو جائے اور نیشنل عوام الناس بھی یہ دیکھ کر کہ آج جو شخص بادشاہ ہے دوسرے دن اس کی حیثیت معمولی شہری کی رہ جائیگی، حاسدانہ شورش و فساد مشتعل نہ کر سکیں۔ اس قسم کی طرز حکومت کو رومی حکومت منظرہ (انسٹرگیمٹ) کہتے ہیں، مگر اس معقول اور عارضی طریق حکمرانی کے باوجود امرا لومہ اللائم سے محفوظ نہ رہ سکے اور بازاری لوگ ان کی نسبت اسی قسم کے شبہات پیدا کرتے رہے کہ گویا وہ حکومت خواص قائم کرنا چاہتے ہیں اور بادشاہ کا انتخاب مال مال کر سارے اختیارات باری باری سے اپنے قبضے میں رکھنا چاہتے ہیں۔ آخر کار فریقین نے باہم یہ طے کیا کہ انتخاب کرنے کا حق تو ایک فریق کو دیا جائے اور دوسرے فریق میں سے وہ شخص منتخب کیا جائے۔ یعنی یا تو رومی امرا اپنے حسب منشا ایک سائینی بادشاہ کو منتخب کر لیں اور یا سائینی ارکان کو اختیار ہو کہ رومیوں میں سے جس شخص کو چاہیں بادشاہ قرار دے دیں۔ اس تدبیر کو باہمی تنازعہ مٹانے کے لیے سب سے بہتر سمجھا گیا اور اس میں یہ بھی مصلحت رکھی گئی کہ جو

شخص دوسرے فریق کی آرا کی بدولت بادشاہ ہو گا وہ اپنے انتخاب کرنے والوں کا تو اس لیے لحاظ کرے گا کہ انھوں نے اسے بادشاہ بنایا اور دوسرے فریق کا پاس اسے قدرتی طور پر اس لیے ہو گا کہ وہ خود اسی کا ایک فرد ہے، بغرض یہ فیصلہ ہو گیا تو سبائی جماعت نے انتخاب کرنے کا حق قدیم رومیون کو دینا چاہا اور دھر خود رومیون نے بھی اس بات کو ترجیح دی کہ ایک رومی بادشاہ کے بجائے جسے منصب سبائی گروہ کی عنایت سے حاصل ہو بہتر ہے کہ ہم خود ان میں سے ایک شخص کو اپنی مرضی کے موافق بادشاہ منتخب کر لیں، چنانچہ اس قرارداد کے بموجب انھوں نے آپس میں مشورہ کیا اور فقط اپنے گروہ کی رائے سے نیو ماہی لیش کو نامزد کیا جو سبائی قوم کا ایک فرد اور اپنی صفات جمیلہ کی بدولت ایسا مشہور تھا کہ گودہ شہر رومہ کا رہنے والا نہ تھا لیکن اس کا نام سننے ہی سبائی جماعت نے بھی اسی جو شہر مسرت کے ساتھ جو اس کے انتخاب کرنے والے رومیون نے دکھایا تھا، اسے منظور کر لیا،

اس انتخاب کا اعلان عام ہونے کے بعد فریقین سے چیدہ چیدہ اشخاص مقرر ہوئے کہ وہ اس کے پاس جائیں اور عنان حکومت اپنے ہاتھ میں لینے کی درخواست کریں، مگر نیو ماہی لیش مشہور سبائی شہر کیو رس کا باشندہ تھا اور اسی کی وجہ سے رومی اور سبائی لوگ اپنی مشترکہ قومیت کیو رائی ش کے نام سے موسوم کرتے ہیں، تو ایک نامی شخص پمپلیس کا جو تھا اور سب سے چھوٹا بیٹا تھا اور اسے ایک اشاء فیہی سمجھنا چاہیے کہ) ابریل کی اکیسویں تاریخ کو پیدا ہوا جو رومہ الکبرے کی بنیاد قائم ہونے کا دن ہے، یہ مبدی قیاض سے اسے ایک ایسی شریف طبیعت ودیعت ہوئی تھی جو شاذ و نادر کسی کو ملتی ہے پھر حرکت کے مطالعہ اور محاسبہ نفس کی مدد سے اس طبیعت کو ایسا پاک صاف اور اپنے قابو میں رکھا تھا کہ نہ صرف جذبات سافلہ سے بلکہ اس درشتی اور تند خوئی سے بھی وہ قطعاً مبرا تھا جو کہ بعض اوقات وحشی اقوام میں قابل تعریف اوصاف تصور کیے جاتے ہیں۔ لیکن نیو ماہی لیش

مین سچی بہادری اس میں تھی کہ آدمی کے جذبات کامل طور پر عقل کے ماتحت رہیں پڑ
عیش اور تن آسانی کو نیو مانے اپنے ہاں سے خانہ بدر کر دیا تھا اور اگر لوگوں میں وہ
مہتمم اور غیر قوم سب کے لیے ایک صادق حکم اور خالص صلاح کا رتھا تو دوسری نظر
تہائی میں اس کا تمام وقت، کسی دولت پرستی یا لود لعب میں گزرنے کے بجائے آسانی
بادشاہوں کی عبادت میں گزرتا تھا جن کی ذات اور ربانی قوتوں پر وہ از رو سے عقل غور
تو نہ کر تا رہتا تھا۔ اسی نیک نامی کی بدولت شاہ رومیوں کے سیاسی شریک بادشاہت
نے جی اس نے اسے داماد منتخب کیا اور اپنی اکلوتی بیٹی بیابہ دی تھی لیکن اس واقعے نے کوئی
ایسا اثر اس کی طبیعت پر نہ ڈالا تھا کہ وہ ازراہ خود نمائی اپنے بلند مرتبہ خسر کے ہاں رومہ جاسے
اور اپنی قوم یا بڑھے باپ کا ساتھ چھوڑے۔ اور اس کی بیوی نے تہیہ بھی میکے میں عزت
اور تجمل شاہانہ کا لطف اٹھانے کے بجائے اسی بات کو ترجیح دی تھی کہ اپنے متوسط الحال
شوہر کی خاموش زندگی میں اس کی شریک و غمگسار رہے۔ بے تہیہ کی نسبت مشہور ہے کہ
اپنی شادی کے تیرہ برس بعد اس نے وفات پائی اور اس کے بعد نیو مانے بھی لوگوں سے
لٹنا جلنا چھوڑ دیا اور شہر سے باہر دیہات اور جنگلوں میں تنہا رہنے لگا۔ وہ اپنا وقت زیادہ
ایسے غیر آباد مقامات، کچ اور میدانون میں، بسر کرتا جو دیوتاؤں کے نام سے منسوب اور
محترم ہوتے تھے۔ چنانچہ اسی وجہ سے وہ دیوی کی کہانی مشہور ہو گئی تھی کہ نیو مانا اس کا محبوب
ہے اور کسی رنج یا اختلاج قلب کے باعث تارک الدنیا نہیں ہوا ہے بلکہ درحقیقت وہ مافوق
انسانی عشقوں سے ہم کنار ہے اور انجریا دیوی کے حلقہ عشق و وصل میں شریک کر لیا گیا
ہے کہ جس ربانی سنجوگ کی بدولت اس کی زندگی ایسی مبارک اور محترم بنی اور اسے یہ خدا داد
عقل و دانش عطا ہوئی پڑ

مگر واضح رہے کہ یہ کہانی ان قدیم افسانوں سے بہت مشابہ ہے جو اہل فرغیہ
آئیس کے متعلق، اہل تہنیہ ہیروڈوس کے بارے میں اور اہل اریکندہ انڈی میان کی نسبت

یقین کرتے تھے اور اب تک دہرتے ہیں اسی طرح اور بھی ایسی مثالیں ہیں جن میں خاص خاص آدمیوں کا محبوب خداوندی ہونا بیان کیا گیا ہے۔ اور سچ یہ ہے کہ اگر خدا جو موشی اور پرندوں کا نہیں بلکہ انسانوں کا چاہنے والا ہے ان میں آئے یا اہل نکوئی اور پاک دانش مند روحوں کے ساتھ کلمہ و کلام کا تعلق قائم کرنے میں تامل نہ کرے تو ایسے اچھے کی بات نہیں ہے اگرچہ اس میں شک نہیں کہ کسی دیوتا یا جن و پری کا انسانی شکل میں آکر جسمانی تعلقات عشق و موصلت قائم کرنا، ایسی بات ہے جس پر یقین لانا نہایت دشوار ہے اور عقلاے مصر کی یہ باریک تفریق کہ آسمانی ہستیوں کا عورتوں کے پیٹ میں بچہ ڈال دینا تو ممکن ہے مگر یہ ممکن نہیں کہ کوئی مرد ان کے ساتھ جسمانی تعلقات قائم کر سکے، کچھ بہت دل کو لگتی ہوئی دلیل نہیں ہے۔ کیونکہ ایک جنس کے ساتھ جو چیز واقع ہوگی ضرور ہے کہ دوسری کے ساتھ بھی ہو اور ایک مشترک عمل کا ہر دو فریق پر لازمی اثر ہونا یقیناً صریحی ہے۔ یا بائیں ہمسایہ سمجھنا کچھ بجا نہیں ہے کہ دیوتا انسانوں کی طرف محبت اور ہمدردی کا میلان رکھتے ہیں اور اس کا انہار نیکیوں کی حفاظت اور ان کے نیک ارادوں میں امداد غیبی کے ذریعے ہوتا ہے اور اسی بنا پر وہ لوگ جو فوریس، ہیاکن تھس اور اڑمی شس کو اپالو کا محبوب تصور کرتے ہیں، غلطی میں مبتلا نہیں ہیں۔ نہ وہ جن کا خیال ہے کہ ہپولی شس سکلیانی اسی برگزیدہ زمرے میں داخل تھا۔ حتیٰ کہ جب کبھی وہ سکلیان سے سرتار وانہ ہوتا تو پتھیا کی نیت یہ شعر پڑھا کرتی تھی جو کہ دیوتا کے لطف و کرم کی بین علامت ہے :-

دعویٰ زنا پنا ہپولکیت پھر نکلتا ہے

اور اپنی جان سمندر پہ لے کے چلتا ہے ۛ

یہ بھی مروی ہے کہ بان دیوتا پنڈار کا اُس کے شعروں کی وجہ سے عاشق ہو گیا تھا اور ہسٹڈ اور آر کی لوجس مرنے کے بعد ملکات آسمانی کی خاطر خدا کے محبوب اور محترم بند سمجھے گئے۔ یہ بھی روایت منقول ہے کہ سفا کلیس (ڈرامائوس) کی زندگی میں اس کو لاپس

دیوتاؤں کے ساتھ ساتھ سفر کرتا تھا جس کے کئی ثبوت ابھی تک موجود ہیں، اور نیز یہ کہ جب سفارتیں مرا تو ایک اور دیوتا نے اس کے مراسم تجیز و تکفین کا اہتمام کیا، اب اگر ان شانوں کو سچ مانا جائے تو یہ تسلیم کرنے میں کوئی بھی محال عقلی لازم نہیں آتا کہ اس قسم کی خدائی ہستیوں سے ذلی قس، مینوس، زرتشت، لکگس اور نیوما کو تقرب حاصل تھا کہ یہ سب لوگ بڑی بڑی سلطنتوں کے منتظم اور قوموں کے شرع و آئین کے باندھنے والے تھے بلکہ وحیقت یہ ماننا قرین عقل معلوم ہوتا ہے کہ ایسے لوگوں کی مجالس اور شہزادوں میں دیوتا خاص توجہ کے ساتھ شرکت کرتے ہیں تاکہ انھیں الہامی ہدایت و امداد حاصل ہو۔ برخلاف اس کے شاعر و ادیبوں اور مطربوں سے اگر ہوتا ہے تو ان کا واسطہ محض تفریحی اور ایک رواروی کے عالم میں ہوتا ہے، لیکن اس معاملے میں اختلافات رائے کے لیے (جسے کی ملی دوس کے الفاظ میں) ”راستہ بہت کشادہ ہے“ کیونکہ لکگس اور نیوما وغیرہ شاعرین کے بارے میں یہ قول بھی عقل و یقین سے خارج نہیں ہے کہ انھوں نے سرکش اور ضدی لوگوں کو قابو میں رکھنے کے لیے نئے نئے قوانین کے اجرا کے وقت اپنے تئیں خاصان خدا میں مشہور کر دیا تھا جو اگرچہ سچ بات نہ تھی پھر بھی بلا شک و شبہ انھیں لوگوں کے لیے مفید اور ضروری سمجھ کر اختیار کی گئی تھی جنھیں اُس پر جلالا مقصود تھا۔

روہمہ کی بادشاہی پیش کرنے پہلے اُس کے پاس جس وقت آئے تو اس وقت نیوما کی عمر چالیس برس کی تھی۔ ایلیون میں اس نے اور گفتگو کرنے والے پراکیوس اور ویلی سس تھے۔ اور اول اول انھی دونوں میں سے کسی ایک کی نسبت بادشاہ منتخب ہونے کی امید تھی یعنی رومی پراکیوس کو بادشاہ بنانا چاہتے تھے اور سبانی لوگ ویلی س کو، نیوما سے وہ تھے تو یہ سمجھ کر ایسا جلیل القدر منصب پیش کرتے وقت زیادہ تقریر یا ترغیب کی ضرورت نہ ہوئی انھوں نے مختصر طور پر اپنا مطلب بیان کر دیا۔ لیکن امید کے خلاف انھیں معلوم ہوا کہ ایک ایسے شخص کو جو اس و تھائی کی زندگی گزار رہا ہے اُس شہر کی حکومت لینے پر آمادہ کرنا

آسان اور بے بحث و محبت ممکن نہیں جو کہ ایک طرح جنگ و خون ریزی ہی کی بدولت
 آباد اور رونق پذیر ہوا تھا، چنانچہ نیو یارک نے اپنے باپ اور ایک رشتہ دار مرتیس کی
 موجودگی میں رومی الپیون کو یہ جواب دیا کہ آدمی کی طرز زندگی میں ہر قسم کا انقلاب
 نمودار ہونا چاہتا ہے اور خصوصاً ایسے شخص کے لیے جو موجودہ حالت پر پوری طرح قانع ہے
 اور کسی شے کی ضرورت محسوس نہیں کرتا اپنی مقدار معاشرت کو بدلنا محض دیوانگی ہے
 کیونکہ اس میں کچھ ہی خرابیاں کیونکہ نہ ہوں یہ کتنا بڑا فائدہ ہے کہ اس کے معائبہ محاسن
 سے وہ پوری طرح واقف اور باخبر ہے بہ نسبت اس نئی معاشرت کے جو ابھی تک غیر معلوم
 اور بالکل مشتبہ ہے، پھر اس حکومت کی وقتیں تو ایسی ہیں کہ انھیں غیر معلوم بھی نہیں کہا
 جاسکتا۔ کیونکہ اس کا پہلا مالک رومیوس تھا اور وہ اس شے سے خالی نہ تھا کہ اس نے
 اپنے شریک نے اسی کی جان لینے کی سازش کی۔ اس کے بعد رومی مجلس ملکی پر بھی اسی
 قسم کے شکوک وارد ہوئے کہ اس نے غداری سے رومیوس کو قتل کرایا، اب اگر دیکھا
 جائے تو رومیوس کو میرے مقابلے میں ایک بڑا فائدہ یہ حاصل تھا کہ اس کی پیدائش خرق
 حادث اور پرورش ایک معجزہ سمجھی جاتی تھی حالانکہ مجھ میں ایسی کوئی خصوصیت نہیں معمولی
 طور پر میں پیدا ہوا اور میری پرورش اور تربیت جن لوگوں نے کی انھیں بھی تم جانتے ہو،
 اس کے علاوہ خود وہ طبعی اوصاف جن کی وجہ سے میری تعریفیں ہوتی ہیں مجھے حکومت
 کے ناقابل بناتے ہیں۔ یعنی میرا شوق مطالعہ اور عزت پسندی کہ جو کاروبار سے کوئی
 توافقی نہیں رکھتی، میری امن پسندی اور غیر مصافی مشاغل کی طرف میلان، پھر ان
 لوگوں کی صحبت میں رہنے کا جوش جو عبادت یا دوستانہ گفتگو کے لیے جمع ہوں اور جن کی
 عمر بالعموم کھیت کیار کے کام میں بسر ہوئی ہو۔ غرض یہ سب عادتیں جو کسی طرح مجھ سے نہیں
 اچھوٹ سکتیں ایسی ہیں کہ اگر میں ایسے شہر کی حکومت قبول کر لوں جو شاہی بادشاہ سے زیادہ
 ایک فوجی سردار کا محتاج اور ضرورت مند ہے اور پھر وہاں جا کر دیوتاؤں کی بندگی اور

جنگ سے نفرت اور انصاف و محبت کا سبق دینے لگوں تو میرا خیال ہے کہ سوائے اس کے کہ سب لوگ میرے اوپر مہینیں میری بادشاہت کا کچھ نتیجہ نہ بکھلے گا !

یہ دیکھ کر کہ نیوٹا اُن کی دعوت کو قبول کرنا نہیں چاہتا رومی ایلمپون نے اور زیادہ اصرار کرنا شروع کیا کہ ہمیں ایسی حالت میں بے یار و مددگار نہ چھوڑو کہ اس کا نتیجہ وہی پہلی سی خانہ جنگی اور فتنہ و فساد ہو گا کیونکہ اُس کے سوائے کوئی ایسا شخص نہیں ہے جس کو روم کے دونوں گروہ بہ اتفاق بادشاہ تسلیم کر لیں، آخر میں اُس کے باپ اور مرسیس نے بھی علیحدہ جاکر اُسے بہت کچھ سمجھایا اور ایسی آتی دولت کو جو لوگوں کی طرف سے نہیں بلکہ مخالفانہ اندکھنی چاہیے قطعی قبول کر لینے کی فہمائش کی۔ انھوں نے کہا ہر چند تم دولت اور روپے کے خواہاں نہیں کہ جو کچھ اللہ نے دے رکھا ہے اُس پر شکر اور قانع ہو اور نہ تم کو حکومت سے ناموری حاصل کرنے کا شوق ہے کہ وہ ناموری جو نکوئی کی بدولت تمہیں پہلے سے حاصل ہے یقیناً زیادہ بیش بہا ہے۔ بائیں ہتھکین غور کرنا چاہیے کہ حکومت خود اللہ تعالیٰ کی ایک خدمت گزاری ہے جو اس وقت گویا ہتھکین طلب کر رہا ہے کہ آؤ اور اپنے انصاف و دانش کے کرشمے دکھاؤ کہ یہ اوصاف راہگان اور بے کار جانے کے لیے نہیں دیے گئے ہیں، نظر براہین تمہیں چاہیے کہ ایسا منصب قبول کرنے سے انکار نہ کرو جو عقل مند کے واسطے شرفیافہ اور بڑے کاموں کا میدان ہے اور جس کے ذریعے نہ صرف دیوتاؤں کی مراسمِ مذہب و نیازِ شاندار طریقے پر ادائیگی جاسکتی ہیں بلکہ لوگوں کو بھی صراطِ مستقیم و پرہیزگاری پرا سکتے ہیں جو فقط حکومت ہی کا کام ہے۔ حکومت کی وجہ سے اُنہیں اگرچہ غیر ہتھکین لوگوں میں محبوب تھا اور رومیوس کی مرنے کے بعد بھی دیوتاؤں کے پرستش کی جاتی ہے۔ اور اب یہ بالکل ممکن ہے کہ اس قوم کا دل جنگ و جدال سے سیر ہو چکا ہو اور وہ اپنی پھیلی فتوح اور غنائم پر قانع ہو کر بالکل آمادہ ہو کہ کوئی امن پسند اور داد گستر بادشاہ انہیں امن و خوش حالی کے بے خاں راستے پر ڈال دے۔ لیکن اگر فرض کیا، وہ جنگ اور غوریزی کے

پیاسے ہیں اور ان کا یہ جذبہ جنون کے درجے تک ترقی کر گیا ہے تو اور کوئی فائدہ نہ سہی یہ فائدہ کیا کم ہے کہ ان کی زمام حکومت ایک ایسے ضابطہ شخص کے ہاتھ میں ہو جو ان کے جوش کو پوری قوت سے دوسری طرف لگا دے اور نیز تمھاری بدولت یہ نئی اور ترقی پذیر سلطنت ہماری سیاسی قوم کی دوست اور حلیف ہو جائے ؟

کہتے ہیں کہ ان دلائل اور مٹھایشوں کی بعض نیک شکونوں سے بھی تائید ہوئی اُمّ اوہر نیوما کے ہم وطنوں نے یہ خبر یاد کر کہ رومی لٹچی اُسے اپنے ہان کی بادشاہت پیش کرنا چاہتے ہیں اس سے بہت التجائیں اور اصرار کرنا شروع کیا کہ وہ ضرور ان کے ساتھ چلا جائے اور رومی اور سیاسی علاقوں میں اتحاد اور آشتی کی ایک مبارک بنیاد قائم کرے ۔

آخر نیوما کو ان کی درخواست ماننی پڑی اور دیوتاؤں کے نام پر قربانیاں چڑھا کر وہ رومہ روانہ ہوا جہاں ارکان مجلس اور اہل شہر نے کہ کمال شوق کے ساتھ بہت آگے بڑھ کر آتھے راستے میں اس کا استقبال کیا۔ عورتوں نے بھی اُس کے خیر مقدم میں نہایت گرمجوشی دکھائی، تمام مندروں میں نذر نیاؤں کا سامان کیا گیا اور ان سب نے وہ خوشیاں منائیں کہ

گویا بادشاہ کے بجائے انھیں کوئی نئی بادشاہت ملی ہے، اس دھوم دھام کے ساتھ نیوما ابوان مجلس تک پہنچا اور وہی اُس نے جو اپنی باری سے اُس آن حاکم منظر (انٹریکس) تھا اُس کی بادشاہی کے لیے رسائیں طلب کیں اور وہ بالاتفاق بادشاہ تسلیم کیا گیا پھر شاہانہ لباس اور ساز و سامان اس کے روبرو لائے لیکن دیوتاؤں کے مشورہ کرنے سے

قبل اُس نے ان کو پہننے سے انکار کیا پس کاہنوں اور پڑوہوتوں کے ہمراہ پہلے اُسے قلعے کے اوپر لے گئے جو ان دنوں ٹاپسیہ کی چٹان (یا پہاڑی) کہلاتا تھا یہاں کاہنوں کے افسر نے جنوب کی طرف مٹھ پھیر کر اُس کا سر ڈھانک دیا اور خود پیچھے کھڑے ہو کر دایان ہاتھ اُس کے سر پر رکھا اور دعائیں مانگ مانگ کے ہر طرف نگاہ دوڑانی شروع کی کہ دیوتاؤں کی خوشنودی

کی کوئی علامات ظاہر ہوں، اس آئنا میں یہ دیکھنا بھی تعجب سے خالی نہ تھا کہ نیچے تمام اہل شہر

کمال خاموشی اور لراوت مذاذہ شان سے کھڑے تھے اور ایک بیم ورجا کے عالم میں اس وقت تک انتظار کرتے رہے کہ کچھ پرند جو مبارک سمجھے جاتے ہیں نمودار ہوئے اور دائیں طرف سے گزرے۔ تب نیوٹا نے لباس شاہانہ زیب تن کیا اور بازی سے اتر کر لوگوں میں آیا جنھوں نے ہاتھوں ہاتھ اُسے لیا اور نعرہ ہائے مسرت بلند کیے کہ وہ دیوتاؤں کا محبوب اور ہمارا دینی بادشاہ ہے۔

تخت شاہی پر جلوس کرنے کے بعد نیوٹا نے پہلا کام یہ کیا کہ تین سو سپاہیوں کے اس دستے کو جو رومیوں کے اپنی حفاظت کے واسطے نوکر رکھے تھے (اور سے لی اس کے نام سے موسوم تھے) موقوف کر دیا اور فرمایا کہ جنھوں نے مجھ پر اعماذ کیا ہے میں اُن کو بے عتاباً نہ سمجھونگا۔ اور نہ میں اُن پر حکومت کرنا گوارا کروں گا جو مجھ پر بھروسہ نہ کریں؛ دوسرا کام اُس نے یہ کیا کہ رومیوں کے اعزاز میں تہنیت اور بھجیس کے دو چاری اور بڑھائے اور خط من کیوری تالیس اُن کا نام رکھا؛ زمانہ قدیم میں پجاریوں کو رومی فلائٹس کہتے تھے جو فلائٹس کا بگڑا ہوا ہے۔ لفظ آخر ایک خاص قسم کی ٹوپوں کی وجہ سے جنھیں بے لی اس کہتے تھے اِن پجاریوں کا نام ہو گیا تھا؛ واضح رہے کہ اُن دنوں آجکل کی نسبت کمین زیادہ یونانی الفاظ لاطینی میں لے ہوئے تھے چنانچہ جوابا کا بیان ہے کہ شاہی چھتہ جو لینا کہلاتا ہے یونانی لفظ کلیٹا کی دوسری صورت ہے اور اسی طرح بھجیس کے مندر کا وہ شکار لڑکا جس کے مان باپ دونوں زندہ ہوں اور جسے کامی کس کہتے ہیں اس نام سے اسی لیے موسوم ہے کہ بعض اہل یونان کے مان عطارد کے لیے بھی اسی قسم کا نام ہے جس سے دیوتاؤں کے خدمت گزار ہونے کے معنی نکلتے ہیں۔

غرض ان تدبیروں سے نیوٹا نے جمہور کی محبت اور ہر نوعیزی حاصل کر لی تو پھر بلا تاخیر وہ رومیوں کے درشت اور آہنی مزاج کو جس حد تک ممکن ہو نرم اور معتدل کرنے کی طرف متوجہ ہوا؛ رومہ کی حالت اُس وقت نہایت خراب تھی اور شہر دن پر پلڑے

چڑھنے کا استعارہ جسے افلاطون نے رواج دیا ہے کبھی کسی مقام پر ایسا صادق نہ آتا ہوگا جیسا کہ اس وقت رومنہ کے حال پر صادق آتا تھا۔ اُس کی بنیاد جن لوگوں نے ڈالی وہ بڑی خوشخوار اور بے چین مخلوق تھی اور سرہیلی پر لیے قسمت آزمائی کے لیے دور دور سے یہاں آ جمع ہوئی تھی۔ پھر اُن کے شہر کی معاش اور نشوونما کا اٹھا مار اس پر رہا تھا کہ آج ہمایون سے مسلسل لڑائیوں میں مصروف رہیں اور اُن کے علاقوں میں یورشیں کیے اپنا گذارہ کریں اور اس طرح نئے نئے خطروں میں پڑ کر نئی طاقت حاصل کریں۔ میخون کی مثل، جو موگری کی ضرب میں کھا کھا کر اور زیادہ مضبوطی سے زمین میں گڑ جاتی ہیں، انہیں حالات کو دیکھ کر نیوٹا نے جان لیا تھا کہ ایسے اکٹھے اور مغرور فرعون میں ملائیت پیدا کر کے امن پر مائل کر دینا کچھ سہل کام نہیں ہے اور اسی خیال سے اُس نے مذہبی پیرائے میں انکی اصلاح کرنی چاہی۔ اور کثرت سے قربانیان اور دیگر تیرتوار ترتیب دیے کہ جن کے رفض و سرود اور دینی مراسم کا اہتمام اکثر بذات خود کرتا تھا اور ان دیندارانہ مشاغل تفریح کے ذریعہ چاہتا تھا کہ ان کی آتش مزاجی اور جنگ خوئی میں کچھ فرق پڑ جائے۔ اس کے علاوہ خرق عادت چیزوں سے اُن کے دلوں کو مرعوب اور محو کرنے کے لیے کبھی کبھی مذہبی تحریف کا پیرایہ اختیار کرتا اور کہتا کہ میں نے نہایت خوفناک آوازیں سنیں اور عجیب و غریب صورتیں دیکھی ہیں، نیوٹا کے اس طبعِ عمل نے لوگوں کو یقین دلادیا ہے کہ وہ حکیم فیثاغورث سے ضرور واقفیت رکھتا تھا۔ کیونکہ پہلے کا فلسفہ اور اس کی حکمتِ علی دونوں میں بڑا حصہ بندے اور موجد کے تعلقات کا ہے۔ یہ بھی کہتے ہیں کہ نیوٹا کا بیرونی لباس اور عالمانہ حرکات و سکنات بہت کچھ فیثاغورثی خیالات کی وجہ سے تھے، اور حکیم موصوف کی نسبت مشہور ہے کہ اُس نے ایک عتاب کو اشارے پر آنا اور اڑتے اڑتے اُس کے سامنے نیچے اتر آنا سکھایا تھا۔ یا اولپی نمایاں میں جب وہ لوگوں کے مجمعے میں سے گزر رہا تھا تو اُس نے اپنی رائے انہیں دکھائی جو طوائف تھیں۔ نیز بہت سے عجیب اور معجزہ نما کرشمے اور اُس سے ظاہر ہوا

کہ جن کی بنا پر ٹائین فلاسوفی نے اس پر یون متحرک ڈایا ہے کہ
 بہت سے نازمداری کے شعبہ دن پہ اُسے
 بڑے وقار سے کرتا ہے بات بن بن کے ڈ
 اسی کی طرح نیوٹا بھی ایک دیوی یا پہاڑ کی پری کی باتیں سنایا کرتا تھا جس کا
 ہم اوپر ذکر کر آئے ہیں کہ گویا وہ اُسے چاہتی ہے اور تنہائی میں آکے ملا کرتی ہے۔ اس کا
 یہ بھی بیان تھا کہ ملکات رتانی سے بھی مجھ کو بار بار ملاقات اور گفتگو کا شرف حاصل ہوا
 اور انھیں کی تعلیم کی بدولت یہ لہانہ مرتبہ ملا ہے۔ ان میں سب سے زیادہ جس وقت ملتی
 کے احترام کی اُس نے رومیون کو نصیحت کی اُس کا نام ”ٹے سنا“، یعنی خاموشی تھا اور عجیب
 نہیں کہ یہ نام اور خصوصیت فیثاغورثی خاموشی کی تکریم و تقلید ہی میں اُس نے قائم کی ہو
 بتوں کے متعلق بھی اُس کی رائے حکیم موصوف کے اصول کے موافق ہے کیونکہ فیثاغورث
 کی عقاید میں خدا کی پاک اور نادیدہ ہستی جو اس جسمانی سے نہیں محسوس کی جاسکتی اور
 صرف عقل و تدبیر سے اس کا ادراک کرنا چاہیے، اسی عقیدے کے مطابق نیوٹا نے
 بتوں کا بنانا ممنوع کر دیا تھا اور کسی انسانی یا حیوانی شکل میں خدا کا پیش کیا جانا بالکل ناجائز
 تھا یہی وجہ ہے کہ ایک سوستر کے برس کے عرصے تک روم کے مند اور معابد بتوں سے پاک
 اور خالی تھے اور کوئی کھدی ہوئی مورت یا معمولی تصویر تک (کسی دیوتا کی) وہاں نہیں
 نظر آتی تھی۔ وہ لوگ اُس بلند اور سب سے بزرگ ذات کو ایسی ذلیل چیزوں سے مشابہت
 دنیا سخت گناہ سمجھتے تھے اور سوائے ذہنی اور روحانی ادراک کے خدا تک رسائی کو ناممکن
 جانتے تھے، نیوٹا کی قربانیاں یا نذر و نیاز کا طریقہ بھی فیثاغورثی شعائر سے ملتا جلتا
 ہے کہ خون بہانے کے بجائے ان کی ادا گلی آٹے اور شراب اور دوسری نہایت کم قیمت
 اشیاء کے ذریعے عمل میں آتی تھی، اسی طرح بعض اور خارجی شہادتیں اس امر کے ثبوت
 میں پیش کی جاتی ہیں کہ نیوٹا کو فیثاغورث سے تعلق قریبی تھا۔ مطابق نویس اپنی کارس

کہ حلقہ فیثاغورث کا قدیم مصنف ہے اپنی ایک کتاب میں (جوانی نر کے نام سے منسوب ہے) تحریر کرتا ہے کہ حکیم موصوف کو رومہ کے حقوق شہریت دیے گئے تھے اور یہ کہ نیوما نے اپنے چار بیٹوں میں سے ایک کا نام مایمرٹس *Maymercus* رکھا تھا جو فیثاغورث کے ایک بیٹے کا نام ہے اسی مایمرٹس کی اولاد میں رومی امرا کا خاندان آئے ہیں جس کی وجہ تسمیہ یہ بیان کرتے ہیں کہ اس کے پسندیدہ اور دلکش طرز گفتگو کو دیکھ کر بادشاہ نے اسے اے مایمرٹس کا لقب عطا کیا تھا، اس بحث کے متعلق اتنی بات مجھے بھی یاد ہے کہ جب مین رومہ میں تھا تو بہت سے لوگوں سے یہ روایت سنی کہ جس وقت رومیوں کو الہامی پیغام ملا کہ ان کے ذریعے یونانیوں کے دوسب سے شجاع اور بے دانا آدمیوں کے مجسمے نصب کرنے کی ہدایت ہوئی تو انھوں نے دو برنجی بت نصب کرائے جن میں سے ایک اقتبادیش کا تھا اور دوسرا فیثاغورث کا یا

لیکن اس قسم کے غیر ضروری اور غیر یقینی مباحث میں زیادہ موثر گافیان کرنا تضحیح اوقات ہے لہذا ہم انھیں چھوڑ کر اب مذہبی علما کی اس جماعت کی طرف متوجہ ہوتے ہیں جن کی سب سے پہلے نیوما نے ترتیب کی۔ ان کا پہلا سوار و خود تھا اور ان کو پونٹی فی کہتے تھے۔ یہ نام دوپوٹن، بمعنی طاقتور سے مشتق ہے کہ ان علما کو قوت اور حکومت والے دیوتاؤں کی حضور کی کاشرف حاصل تھا۔ بعض لوگوں کا قول ہے کہ اس سے مراد ان کا اعتراضات سے مستثنیٰ ہونا ہے یعنی اگر وہ ان معاملات میں جو ان کے اختیارات سے باہر تھے دخل دین تو بھی ان کی گرفت نہیں کی جاسکتی تھی، لیکن اس لفظ کی سب سے بڑی وجہ تسمیہ وہ ہے جو سب سے زیادہ عام ہے یعنی کہا جاتا ہے کہ یہ پانزہ سے مشتق ہے اور اس لیے پونٹی فی کے معنی پل بنانے والا ہوئے۔ اور اس لیے کہ سب سے زیادہ تبرک اور قدیم قربانیاں پل پر ادا کی جاتی تھیں اور اس کی نگہانی اور مرمت بھی دیگر مذہبی فرائض کے ساتھ انھیں علما کے سپرد ہوتی تھی، کہتے ہیں کہ یہ پل ایک الہامی ہدایت کے بموجب

تمام دکنال لکڑی کا بنایا گیا تھا اور اس میں کیلیان اور جوڑ وغیرہ سب لکڑی کے تھے اور اس کو گرانا نہ صرف خلاف قانون بلکہ گناہ عظیم سمجھا جاتا تھا۔ بہت دن کے بعد اسی بجنتی کے زمانے میں یہ چوبی پل توڑ کر شنگی پل بنوایا گیا۔ لیکن لطف یہ ہے کہ چولوگ اوپر کی روایت بیان کرتے ہیں انھیں اس سے بھی انکار نہیں کہ یہ چوبی پل نیوٹا کے وقت میں بنین تھا بلکہ شاہ انکس مرہیس نے اسے تکمیل کو پہنچایا اور یہ بادشاہ نیوٹا کا فوہاسا تھا۔ ان علما میں پون ٹی فکس میکسی مس یا شفٹ اعلیٰ کے سپرد مسائل شرعی بیان کرنے کی خدمت تھی معنی مراسم مذہبی کی ادائیگی خواہ سرکاری ہوں یا غیر سرکاری اسی کے زیر ہدایت انجام پاتی اور وہ اس بات کو جائز رکھتا تھا کہ شعائر عام کے خلاف کوئی رسم کی جائے۔ اس کے علاوہ دعا اور عبادات کے متعلق بھی تمام ضروری مسئلے بتانا اسی کا فریضہ تھا اور مقدس کنواریوں کی نگرانی بھی وہی رکھتا تھا۔ اس آخر الذکر عبادت کا بلانی بھی نیوٹا کو قرار دیا جاتا ہے کہ اسی نے ہمیشہ سنگے والی آگ کی رسم ڈالی اور ان کنواریوں کو اس کا نگہبان مقرر کیا شاید یہ سمجھ کر کہ پاک اور مصفا شعلوں کی محافظ بھی پاک اور اچھوتی کنواریاں ہی ہونی چاہئیں۔ یا شاید اس کی وجہ یہ ہو کہ آگ جو جلتی ہے اور پید ا کچھ بنین کرتی کنوار پتے سے ایک مشابہت رکھتی ہے۔ یونانی مشہور دن میں جیسے ڈلفنی یا ایجنز یا جہان کہیں یہ مقدس آتشکدہ رکھا جاتا ہے وہاں اس کی نگرانی کنواریوں کے بجائے ایسی بیوہ عورتوں کے سپرد کی جاتی ہے جو شادی کے قابل نہ رہی ہوں۔ اور اگر کسی حادثے سے یہ آگ کبھی بجھ جائے (جیسے ارشی ان کے عہد مطلق اٹھانی میں ایجنز کا مقدس چراغ گل ہو گیا تھا یا ایرانی اور پھر مقررے دیش کے حملے کے زمانے میں ڈلفنی کے مندر کو جب غنیم نے جلا ڈالا تو اس وقت نہ صرف وہاں آتش کدہ سرد ہو گیا بلکہ قربان کا بھی ٹوٹی اور اس بلاے آسمانی کے گزر جانے کے بعد دوبارہ آگ روشن کرنے کی ضرورت پڑی) تو ایسے موقعوں پر یہ سمجھ کر معمولی آگ یا شعلوں سے اس کو زندہ کرنا اس

مقدس ہاگ کی اہانت کرنا ہے اسے صرف سورج کی پاک اور منور کرنوں سے جلایا جاتا جس کی صورت یہ ہوتی ہے کہ ایک محدب شیشہ لیکر مرتع متساوی الاضلاع مثلث کو پھر اکروائرہ بنالیتے ہیں اور اس کے محیط سے جو خطوط مرکز پر جمع ہوتے ہیں وہ سورج کے سامنے لانے سے کرنوں کو وسطی نقطے پر مرکوز کر لیتے ہیں جس کی اجتماعی حرارت ہوا کو لطیف کر کے ہر آتش پذیر اگلے اور خشک مادے کو فوراً جلا دیتی ہے کیونکہ یہ کرنیں اب آگ کے برابر قوت اور حرارت حاصل کر لیتی ہیں، بہر حال بعض لوگوں کا خیال ہے کہ یہ رومی مرینا صرف اسی آتشکدے کی حفاظت اور قیام کے لیے مقرر تھیں۔ لیکن دوسرا قول یہ ہے کہ بعض مذہبی اسرار بھی انھیں معلوم تھے جو اپنی جماعت کے سواے وہ کسی کو نہ بتاتی تھیں اور جن کے متعلق تمام وہ باتیں جو بوجھنی اور بتانی جائز ہیں ہم نے کامی کس کی سلوٹ عمری میں تحریر کر دی ہیں، یہ بھی مرقوم ہے کہ وہ مقدس کنواریاں جنھیں سب سے اول اس خدمت پر نیو مانے مامور کیا گئے نیا اور وار سے نیا تھیں اور ان کی جانشین کا نو لیا اور تار پیہ ہوئیں۔ کچھ دن بعد سرویس نے اس تعداد میں دو کا اضافہ کر دیا تھا اور یہ چار کی تعداد اس زمانے تک برقرار ہے۔

ان مرلہوں کے لیے نیو مانے جو ضوابط بناے وہ یہ تھے کہ سب سے پہلے وہ تین برس تک کنواری رہنے کی قسم کھائیں۔ اس مدت میں سے دس برس وہ اپنے فرائض کی تعلیم حاصل کرتی تھیں اور دس برس ان کو عملاً انجام دیتیں اور باقی کے دس دوسروں کی تعلیم اور تربیت کرنے میں صرف ہوتے تھے، اس طرح مقررہ مدت پوری کر چکنے کے بعد جائز تھا کہ وہ اپنی مقدس خدمت سے دست بردار ہو جائیں اور شادی کر کے جو مشغلہ زندگی مناسب سمجھیں اختیار کر لیں، لیکن مشہور ہے کہ اس اجازت سے بہت کم فائدہ اٹھایا جاتا تھا اور اگر کسی نے شادی بیاہ بھی کر لیا تو لوگوں کا مشاہدہ تھا کہ اس کا انجام اچھا نہ ہوا بلکہ ہمیشہ افسردگی اور پشیمانی ان انھیں نصیب ہوئیں، اسی قسم کے مذہبی خدشے اور احتیاطیں تھیں

کہ جن کے وہم سے زیادہ تر یہ عورتیں آخر دم تک تہجد کی سختی سے پابند رہتی تھیں؛ لیکن اس ایثار کے معاوضے میں انھیں بعض خصوصیتیں اور معقول رعایتیں بھی حاصل تھیں۔ مثلاً وہ اپنے باپ کی زندگی میں وصیت نامہ تحریر کر سکتی تھیں یا اپنے معاملات کا بغیر کسی ولی سرپرست کے خود انتظام کرتی تھیں اور یہ وہ رعایت ہے جو تین بچے والی عورتوں کے سوا کسی عورت کو نہ دی جاتی تھی۔ پھر جب یہ عورتیں باہر نکلتیں تو ان کے جلو میں علم بردار اور برقدار وغیرہ ہوتے تھے اور اگر ایسی ہو اخوری کی حالت میں کسی کشتنی مجرم کا سامنا ہو جاتا تو یہ قسم کھانے پر کہ وہ عہد اور خاص اس مقصد کے ادھر نہیں آئیں، اُس کی جان بچ جاتی تھی؛ جس نام جھام یا کرسی پر سوار ہونے کے پکھلتیں اُسے اگر کوئی ذبردستی ہاتھ لگا تو سسرالے قتل کا مستوجب قرار پاتا تھا؛ لیکن خود ان کنواریوں کو معمولی خطاؤں پر سوا اسے اسقف اعلیٰ کے کوئی سزا نہ دے سکتا تھا جو خلیفہ کے کپڑے اُترنا کے تاریک مقام میں اور بیچ میں پردہ ڈال کر اپنے ہاتھ سے مازیانے لگاتا تھا۔ لیکن وہ عورت جو اپنی قسم توڑ دے زندہ گاڑ دی جاتی تھی اور اس مقام کو جو ایک ٹیلے کی صورت میں کالی نادر دارے کے قریب واقع ہے لاطینی زبان میں اگر کہتے تھے اسی ٹیلے کے نیچے ایک کر دہنا ہوا ہے جس میں سیڑھی کے ذریعے داخل ہوتے ہیں۔ کرے میں ایک بچھونا بچھا کے چراغ اور کچھ کھانے پینے کی چیزیں، روٹی، پانی، دودھ اور تیل رکھ دی جاتیں تاکہ وہ جسم جو دین کی مقدس ترین خدمت کے لیے وقف اور ایسا محترم تھا، نہ کھاجا کہ غذا کی نایستری سے ہلاک ہو گیا، خود مجرم کو پہلے ڈولی میں بٹاتے اور ہر طرف سے پرحک لپیٹ کر دُور یاں باندھ دیتے تھے کہ اگر وہ کچھ بولے تو آواز باہر نہ نکل سکے۔ پھر اُسے چوک میں لاتے اور اس وقت میں بھی لوگ ادب سے اُس کو راستہ دیتے اور جو ساتھ چھو لیتے وہ رنج و ماتم کی تصویر بنے بالکل خاموش، بچھے بچھے آتے تھے اور حقیقت میں اس سے زیادہ روح فرسا نظارہ کیا ہو سکتا تھا۔ ایک جائدار کو زندہ درگور کیا جا رہا ہے اور کوئی دن ایسا

تھا جو شہر میں اس سے زیادہ بچ اور اسی کی کیفیت طاری نظر آئے تو جب ڈولی مقام سزا پر پہنچتی تو اس کی ڈوریاں کاٹ دی جاتیں اور بڑا چاری آسمان کی طرف ہاتھ اٹھا کے اپنی نسبت کچھ دعائیں مانگتا پھر مجرمہ کو جو ابھی تک پترے میں لپیٹی ہوئی ہوتی باہر نکال کے سبز می پر کھڑا کر دیتا تھا اور باقی چاروں سمیت اپنا منہ اُدھر سے موڑ لیتا۔ پھر مجرمہ کے اتر کے حجرے میں داخل ہو جانے کے بعد سبز می اٹھالی جاتی اور حجرے کے منہ پر مٹی ڈال کر اس طرح اُسے بند کر دیتے تھے کہ اس کی جگہ شناخت نہ کی جاسکے، بس یہ و سزا ہے جو قسم دو شہر کی توڑنے والیوں کو دیکھائی تھی تو یہ بھی مشہور ہے کہ نیو مانے و سزا کا مندر تعمیر کیا تھا جو مقدس آگ کے رکھے جانے کے لیے وہ ڈر شکل کا تھا۔ اور اس شکل سے کچھ زمین کا گول ہونا دکھانا مقصود تھا بلکہ یہ گویا عام کائنات کا ایک خاکہ تھا جس کے وسط میں فینا غورثی گروہ عنصر آتش کا مقام قرار دیتا ہے اور اسی عنصر کو ویسٹا اور وحدت کے نام سے موسوم کرتا ہے۔ یہ گروہ زمین کو ساکن نہیں بناتا اور نہ یہ تسلیم کرتا ہے کہ وہ ساری کائنات کے بیچ میں واقع ہے بلکہ اُس کے نزدیک زمین برابر مقام آتش کے گرد ایک مستدیر حرکت کر رہی ہے اور عناصر اولیہ میں شامل نہیں ہے، گوگون کا خیال ہے کہ اس راے میں حکیم افلاطون بھی فینا غورثیوں کا آخر زمانے میں مؤید ہو گیا تھا اور یہ سمجھتا تھا کہ زمین فضائے محیط میں ایک طرف کبھی ہوئی ہو اور مرکزی اور اصلی مقام کسی اور اشرف و افضل جسم کے لیے مخصوص ہے۔

مذہبی علما کا ایک کام تمیز و تدفین کے قومی شعائر بتانا بھی تھا۔ نیو مانے اُن کے دلنشین کر دیا تھا کہ اس خدمت کو بڑا ناپاک نہ سمجھیں بلکہ زمینی دیوتاؤں کی خدمت گزاری تصور کریں کہ ہماری زندگی کا بہتر حصہ انھیں کے ہاتھوں میں جاتا ہے، ان تمام مراسم تدفین کی صد نشین بنی لیٹا دیوی تھی اور اس لیے اُس کی پرستش کرنا زیادہ ضروری تھا معلوم نہیں اس سے اُن کی مراد پراسرینا دیوی ہے یا جیسا کہ بڑے بڑے رومی

۱۔ قدیم یونانیوں میں یہ دیوی زمین کی اور مردوں کی مالک سمجھی جاتی تھی۔

عالموں کا خیال ہے) زہرہ دیوی۔ اور اس نظر سے کہ آدمی کی پیدائش اور خاتمہ ایک ہی قوت کے ماتحت مانا جائے زہرہ ہی زیادہ موزون ہے۔
 سوگ کے متعلق بھی مرنے والوں کی عمروں کے لحاظ سے نیوٹانے ضابطے باندھے ہیں۔ چنانچہ تین برس تک کے بچے کا کوئی سوگ نہیں رکھا جاتا تھا۔ اس کے علاوہ تین سال سے دس سال تک ہر سال کے لیے ایک مہینہ سوگ کا مقرر تھا اور زیادہ سے زیادہ مدت دس مہینے کی تھی اور جن عورتوں کے شوہر مرتے تھے وہ اس عرصے تک برابر سوگی کا سوگ رکھتی تھیں۔ لیکن اس مدت سے پہلے کوئی شادی کرنا چاہے تو نیوٹان کے قوانین کے بموجب اس سے ایک گیارہ ماہ تک کی قربانی کرنی ہوتی تھی۔

غریبی طلبا کی چند اور جماعتیں بھی نہایت ہی نے بنائی تھیں، جن میں سے سائنسی اور فلکیاتی، وکامین ذکر کروں گا کہ ان کے فرائض سے نیوٹان کی بلند خیالی اور زہد کا بہترین ثبوت مل سکتا ہے۔ فلکیات یا امن کے محافظ، معلوم ہوتا ہے اسی وجہ سے اس نام سے موسوم ہوئے کہ ان کا کام مشورے اور گفتگو سے تنازعات کا فیصلہ کرنا تھا۔ اور جب ملک یہ جماعت مصالحت سے ناامیدی نہ ظاہر کر دے ہتھیار اٹھانا ممنوع تھا۔ اور اس قسم کے فیصلے کو جس میں زور و زبردستی کے بجائے صرف گفتگو سے مصالحت ہو جائے اہل یونان بھی سن ہی کے نام سے تعبیر کرتے ہیں۔ غرض جس وقت رومیون کو کسی سے شکایت پیدا ہوتی انقصان پہنچتا تو وہ فلیا لون کو بطور نقیب اس کے پاس بھیجتے اور اطمینان چاہتے تھے۔ لیکن اس میں کامیابی نہ ہوتی تو دیوتاؤں کو اپنا گواہ بنانے کے اور اس دعا کے ساتھ کہ اگر ہم تیرے ہوں تو ہم پر اور ہمارے ملک پر اس کا وبال پڑے، وہ جنگ کا اعلان کر دیتے تھے۔ ان علما کی رضامندی اور اسے کے خلاف سپاہی یا بادشاہ کسی کو لڑائی لڑنا ناجائز نہ تھا اور اب بھی لوگ اپنے تئیں برسر حق بتانے کے سپہ سالار کو اپنے فیصلے سے اطلاع دیدیتے تو اس وقت جنگ کا فکر و انتظام شروع کرتا تھا، رومیون کا عقیدہ ہے کہ اسی مذہبی دستور کی خلاف ورزی

رنے کے باعث انھیں غالیوں کے ہاتھوں ہلاکت و تباہی کا منہ دیکھنا پڑا۔ کیونکہ جس وقت ان ملچھون نے کلوسیم کو محصور کر رکھا تھا تو محصورین کی وکالت کرنے نے میں اور وہ سے سفیر بنا کے بھیجا گیا لیکن جب اس کی درخواست کو جواب ترش کے ساتھ سترہ کر دیا گیا تو نے میں نے فیصلہ کیا کہ اب سفارت کی حیثیت ختم ہو گئی۔ اور محصورین کے ساتھ مل کر جوش تہوڑین غالیوں کے مقابلے کو نکلا اور ان کے ایک بڑے بہادر سردار سے مبارزت کی۔ اس میں خوش نصیبی سے نے میں کو غلبہ ہوا اور اپنے حریف کو قتل کر کے اس نے مقتول کے سلج و ریاق پر قبضہ کر لیا لیکن غالوی اس کو پہچان گئے اور اس کی شکستہ ہل رومہ سے کی کہ قانون اقوام کے خلاف انھیں کے ایک شہری نے امن کو توڑا ہے۔ اس وقت مجلس ملکی میں اس معاملے پر بحث ہوئی تو فکلیا لون کی رائے تھی کہ نے میں کو مالون کے حوالے کر دینا چاہیے۔ لیکن وہ ان کا فیصلہ سن کر بھاگا اور عوام الناس سے پناہ پا ہی جن کی امداد سے وہ سزا پانے سے بچ گیا۔ تب فالون کے لشکر نے رومہ پر حملہ کیا اور نہر پناہ کو فتح کر کے سارے شہر کو تاراج کر دیا؛ لیکن اس واقعے کو ہم نے کامی کس کی تاریخ عمری میں پورے شرح و بطنے کے ساتھ تحریر کر دیا ہے۔

دوسرے گروہ سالکی کی اصل حسب ذیل ہے: نیوما کی بادشاہی کے اٹھویں برس ایک خوفناک وبانے جو سارے ملک اطالیہ میں پھیل گئی تھی رومہ کو بھی سخت نقصان پہنچا اور اس وقت کہ تمام اہل شہر نہایت مجبور اور ہراسان ہو رہے تھے مشہور ہے کہ پیل کی ایک بہال آسان سے نیوما کے ہاتھوں میں گری اور اس نے اس کی شان نزول یہ بیان کی کہ اجیر کیا اور دیگر ملکات ربانی نے مجھے یقین دلایا ہے کہ اس ڈھال کو خدا نے رد و با اور نہر کی مامونی کے واسطے بھیجا ہے؛ پھر اس نے بیان کیا کہ مجھے اول تو اسی پیا نے اور طرز کی پیارہ ڈھالین خوانے کا حکم ہوا ہے تاکہ اہل ڈھال کو کوئی شناخت نہ کر سکے اور وہ چوری جائے اور دوسرے اس مقام اور کھیتوں کو ملکات کے نام وقف کر دیا جائے کہ جہاں وہ

اکثر اُس سے اکر ملتی ہیں۔ نیز اسی مقام کے چشے کو اُس نے اور گہرا کر دیا کہ دو مشیر گاہان
آتش کہہ اس متبرک بانی میں اپنی مخفی اور مقدس چیزیں دھوپیں اور صاف کر لیا کرین
کہتے ہیں کہ جب ان تمام ہدایات پر عمل ہوا تو نیوٹا کے قول کی پوری تصدیق ہو گئی
اور وہ باکا زور فوراً ٹوٹ گیا۔ اُس کے بعد نیوٹا نے وہ ڈھال شہر کے بالکال صناعین کو
دکھائی اور اُن سے ویسی ہی گیارہ اور بنائے مکی فرمائش کی، یہ سب اس کام کے کرنے سے
عاجز آگئے تھے مگر ایک صاحب کمال کاریگر مہرئیں و ڈورئیں کی رسائی و داغ نے اس
مشکل کام کو آسان کر دیا اور وہ اس قدر مشابہ ڈھالین بنا کے لایا کہ خود نیوٹا اصل اور نقل
میں تفریق نہ کر سکا، تب پجاریوں کے ایک خاص گروہ کی تحویل میں یہ ڈھالین سوئپ دی
گئیں جنہیں سالٹی کہتے ہیں۔ اس کے بارے میں بعض لوگوں نے یہ افسانہ بنایا ہے کہ کفن حق
کا کوئی اسناد سالٹیں گزرا ہے جس کی پیدائش ساموئلس بابان ٹینیہ کے علاقے کی مٹی اور
اُس نے ان پجاریوں کو ہتھیاروں کا ایک خاص ناچ ناچنا سکھایا تھا لہذا اُسی کے نام پر وہ
جماعت سالٹی کے نام سے موسوم ہوئی، لیکن اصل یہ ہے کہ اُن کا نام خود اس ناچ کی وجہ
سے سالٹی ہوا ہے اور اس کی تقریب یہ ہوتی ہے کہ راج کے مہینے میں یہ لوگ اُن مقدس
ڈھالوں کا جلوس شہر میں نکالتے ہیں۔ اُن کا لباس اونچے دامون کا ایک فرزی کوٹ
ہوتا ہے جس پر میل بڑی بلیان باندھ لیتے ہیں۔ اُن کے سروں پر برنجی خود اور ہاتھوں میں چھوٹے
چھوٹے خنجر ہوتے ہیں جنہیں تھوڑی تھوڑی دیر میں وہ ڈھالوں سے ٹکراتے چلتے ہیں۔ لیکن
اصل چیز اُن کا ناچ ہے جسے سب مل کر بڑی خوبی سے ناچتے ہیں اور اپنی تیز چلت بھرت
اور چکرون میں نئی نئی شکلیں کاٹ کر اپنی طاقت اور سبک پائی کا ثبوت دیتے ہیں، ان
مقدس ڈھالوں کا نام ان ہی لیا ہے کیونکہ معمولی ڈھالوں کی طرح اُن کا محیط گول نہیں ہوتا
بلکہ دندانے دار ہوتا ہے اور ہر کٹاؤ کے اوپر کا سر گول اور نیچے کا سر جو بتدیج چوڑا ہوتا جاتا ہے
دوسرے کٹاؤ سے جاملتا ہے اور اس طرح اُس کی شکل ایک کیکری دار محیط کی سی بن جاتی ہے

جسے یونانی میں ان سی لال کہتے ہیں، یا اس کی وجہ تسمیہ ان سن بمعنی ابرو ہو سکتی ہے۔
 اکہ جلوس میں یہ مقدس ڈھالین ابرو ہی پر لیکر چلتے تھے، یہ جو با کے اقوال ہیں جو لفظ
 مذکور کو یونانی الاصل ثابت کرنے کا نشان ہے۔ مگر ان کے علاوہ اور بھی کئی یونانی ماؤک
 اس غرض کے لیے پیش کیے جاسکتے ہیں (جنہیں ہم نے چھوڑ دیا)؛ اس جلوس میں ڈھالین
 بنانے والے صنایع مورس کو بھی فراموش نہیں کیا جاتا اور وہ گیت جو سالتی اپنے
 سپاہیانہ رقص میں گاتے ہیں اس کے بعض شعرون میں اس کا نام بھی آتا ہے اگرچہ بعض
 اشخاص نے یہ تاویل کی ہے کہ وہ اس کے ذکر میں "ڈوریم موسی ام" نہیں کہتے بلکہ ڈوسے ٹی، ام
 موریم کہتے ہیں جو زیادہ ایام قدیم کے مرادف ہے۔

ان علماء مذہب کی اس ترتیب و تنظیم کے بعد نیوٹانے و سٹاک کے مندر کے پاس وہ
 عمارت بنائی جو اب تک ریگیہ یا قصر شاہی کے نام سے موسوم ہے۔ اپنا وقت وہ زیادہ تر
 اسی جگہ بیٹھ کر گزارتا تھا اور یہیں خدا کی عبادت اور علما کو ضروری ہدایتیں اور مذہبی مسائل
 پر بحث مباحثہ کیا کرتا تھا؛ کیوری نالیس سپاڑی پر اس کا ایک اور مکان واقع تھا جس کا
 موقع اب تک لوگ دکھایا کرتے ہیں؛ نیوٹان کے عہد میں دستور تھا کہ مراسم نادیا جلوس عام کے
 وقت نقیب پہلے سے پکار پکار کے لوگوں کو اس کی اطلاع دے دیتے تھے تاکہ لوگ اپنے
 اپنے کام چھوڑ کر اطمینان سے اس میں شرکت کر سکیں؛ اسی قسم کا ایک طریقہ فینا غورثیون
 سے منسوب ہے کہ ان کے ہاں لوگوں کا راہ چلتے میں شریک نماز ہو جانا یا عبادت کرنا منع
 تھا اور وہ چاہتے تھے کہ آدمی خاص اس فریضے کی ادائیگی کا ارادہ کر کے گھر سے روانہ ہو۔

اسی طرح نیوٹان کی بھی خواہش تھی کہ اس کے شہری مذہبی فرایض کے دیکھنے یا سننے میں بے توجہی
 یا سرسری طور سے شریک نہ ہوں بلکہ تمام مشاغل کو چھوڑ کر کمال حضور قلب کے ساتھ عبادت گزار
 کریں اور مذہب کو ایک بہت اہم کام سمجھیں۔ اور یہ کہ ایسے اوقات میں شہر کے تمام گلی کوچے
 تھار کے واسطے خالی نظر آئیں اور وہ شور و غل جو ہمیشہ درون کے کاروبار سے پیدا ہوتا ہے

تعلقی طور پر بند ہو جائے؛ اس نواج کے بعض بعض نشان اب تک شہر و مدین باقی ہیں اور جس وقت قنصل خاں دیکھتے یا قربانیان شروع کرتے ہیں تو پکار کے لوگوں سے ”ہوک ایگے“ یعنی ادھر توجہ کرو کہتے ہیں جس کے بعد تمام حاضرین خاموش اور اس فوج ہو جاتے ہیں، اسی طرح نیوٹا کے دیگر رواج دادہ شکار بھی فٹا غورنی اصولوں سے کچھ مشابہت رکھتے ہیں۔ مثلاً فٹا غورنی کہتے ہیں ”پس ٹوگ کو تمار سے مشعل نہ کر لگا“ جب تو سفر کو جائے تو پیچھے مڑ کر نہ دیکھے، اور آسمانی دیوتاؤں کی قربانیان کرے تو ان کی تعداد طاق ہو اور زمینی دیوتاؤں کی قربانیوں کے لیے جفت؛ حالانکہ یہ ایسی باتیں ہیں جو عام طور پر سمجھ میں نہیں آتیں اور نہ وہ لوگ ہی علانیہ ان کے فائدے سمجھتے ہیں۔ اسی طرح نیوٹا کی بھی بعض باتیں ایسی ہیں جو بظاہر کوئی معنی نہیں رکھتیں:-

”اور تو شراب انگوری سے ناوید نہ کر لگا جب تک کہ انگور (کی بیل) جھانٹی نہ گئی ہو! کھانا کھائے بغیر کوئی قربانی کی رسم ادا نہ کی جائیگی؛ دیوتاؤں کی پرستش کے لیے تم سلام پھیرو۔ اور عبادت کے بعد بیٹھے رہو؛“

اب پہلی دیوتاؤں سے تو زمینداری اور کاشتکاری کا جزو مذہب ہونا مترشح ہوتا ہے اور چاروں طرف سلام پھیرنے سے کہتے ہیں کہ زمین کی مستدیر حرکت کا اشارہ نکلتا ہے۔ لیکن میزری دانت میں اس سے سوچ کا احترام مقصود ہے۔ یعنی جب عبادت گزار مندر میں جو شرق رویہ ہوتا ہے داخل ہوگا تو ہمیشہ اس کی پشت بکھٹے ہوئے سوچ کی طرف رہیگی۔ پس سلام پھیر کر ادھر منہ کرنے سے یہ مطلب ہے کہ معبد میں نماز گزار کی ساتھ ہی سوچ دیوتا کی رسم تقدیس بھی ادا ہو جائے؛ لیکن اس کے علاوہ ہو سکتا ہے کہ مصری بیٹوں کی طرح اس رنج بدلنے میں کوئی اور گھرے معنی پوشیدہ ہوں اور گردش ایام یا انسانی معلومات کی نا پائیداری کا اشارہ اور یہ ظاہر کرنا مقصود ہو کہ خدا جو تبدیلی ہماری حالت میں پیدا کر دیا ہم اس پر شکر رہیں گے اور اسی کو درست اور بہتر سمجھیں گے؛ عبادت کے بعد بیٹھنے کا منشا

بھی لوگ یہ بیان کرتے ہیں کہ اُن کی نمازین قبول ہوئیں اور جو خیر و برکت کی دعائیں انھوں نے مانگی تھیں اُن کے مستجاب ہونے کا گویا یہ ایک نیک شگون تھا، نیز جس طرح ہر کام کے بعد ایک وقفے کی ضرورت ہے اسی طرح نماز کے بعد اُن کے نزدیک تھوڑی دیر بغیر ا رہنا مناسب تھا کہ خدا انھیں اب کسی اور کام شروع کرنے کی توفیق عطا فرما کرے، علاوہ ازیں امر اول کی بھی اس میں تائید ہوتی ہے یعنی مقنن کا یہ منشا پورا ہوتا ہے کہ ہم اطمینان اور خاص توجہ کے ساتھ عبادت میں مصروف ہوں اور میں اور کاموں کی جلدی یا گھبراہٹ نہ ہو بلکہ پوری فرصت اور انہماک سے نماز کی عادت پڑ جائے، پڑھی وہ غنابلے اور مذہبی تربیت تھی جس نے رومیوں کو اندر ہی اندر سچا طاعت گزار بنا دیا اور نیوٹن کی بزرگی اور تقدس کا وہ رعب اُن کے دلوں پر بیٹھا کہ جو بات وہ کہتا اُس پر بلا چون و چرا سچائی کے ساتھ ایمان لے آتے تھے اور کوئی معجزہ یا شوق عادت شے ایسی نہ تھی جس کا وہ نیوٹن سے ہو سکتا غیر ممکن جانتے ہوں گے

اُس کی نسبت یہ کہانی مشہور ہے کہ ایک مرتبہ اُس نے بہت سے شہریوں کی اُتھیا کی جس میں نہایت معمولی کھانا سیدھی سادی اور ادنیٰ درجے کی رکابوں میں چنا ہوا تھا معانوں کے دسترخوان پر بیٹھنے کے بعد نیوٹن نے اُن سے کہا کہ اس وقت وہ دیوی جو میری صلاح کار ہے اسی مقام پر میرے پاس آئی ہے، وہ یہ کہہ رہی رہا تھا کہ یکایک کرے گا ساز و سامان بدل گیا اور میزوں پر اچھے سا اچھا گوشت اور قیمتی سے قیمتی سا خراگے اور اُسی ضیاء میں ایک شام نہ شان و شوکت پیدا ہو گئی، لیکن جو پتھر دیوتا سے اُس کی جو گفتگو ہوئی بیان کی جاتی ہے وہ اس سے بھی عجیب ہے اور جتنے افسانے اب تک گھڑے گئے ہیں اُن سب پر فوق رکھتی ہے، بیان کرتے ہیں کہ ایون ٹائن کی بہاڑی کے آباد ہونے اور شہر کی چار دیواری میں لیے جانے سے قبل وہاں کے چنمے اور سائے داخل گھون میں دو اوتا پھر کرتے تھے اور اُن کا نام پیس اور فائنس تھا، یہ وہی بات ہے جو یونیون میں دو سائے

یافوٹون کے بارے میں مشہور تھی اور وہ بھی بالکل انھیں جیسے شعبہ سے جاؤ یا دواؤن کے زور سے کوہ ایڈا پر دکھائے پھرتے تھے اور صرف ملک دوسرا ہونے کا فرق تھا (نیوٹانے ایک دن ان نیم دیوتاؤں کو دھوکا دینا چاہا اور جن جٹوں سے وہ پانی پیتے تھے ان میں شہد اور شراب ملا دی جب وہ اس چال میں آگئے تو انھوں نے اپنی شکلیں بدلیں شرفی کین اور طرح طرح کی خوفناک صورتوں میں اس کے سامنے نمودار ہوئے لیکن یہ دیکھ کر کہ اب وہ پوری طرح اس کے چال میں پھنس گئے اور اس سے رستہ گاری ممکن نہیں، انھوں نے نیوٹا کو بہت سی غیب کی باتیں بتا دیں اور سب سے بڑھکر ایک علی کرک چک کو قابو میں لانے کا تعلیم کیا جواب تک سر کے بال، پیاز اور مچھلیوں کے ذریعے کیا جاتا ہے۔ بعض لوگوں کا قول ہے کہ انھوں نے عمل بنین بتایا تھا بلکہ جادو سے خود جو پٹر (رجس) دیتا کو آسمان پر سے نیچے کھینچ بلایا تھا جس نے نہایت غضب ناک کے ساتھ سوالات کے جواب دیے اور نیوٹا سے کہا کہ اگر تم وعدہ برق کو تابع کرنا چاہتے ہو تو اس کے عمل میں سرون کی ضرورت پڑے گی، نیوٹانے تجاہل عارفانہ سے پوچھا کہ کیسے سرون کی؟ کیا پیاز کے؟ (گٹھون کی)۔ دیتا نے جواب دیا کہ نہیں، آدمی کے، لیکن نیوٹانے اس سفاکی کا پہلو بدلنے کے لیے کہا کہ آپ کا مطلب آدمی کے سروں کے بالوں سے ہے، جو پٹر نے کہا، بنین زندہ —۔ مگر نیوٹانے بات کاٹ کے جلدی سے کہ دیا کہ بان زندہ مچھلیوں کے، یہ جواب سکر جو اجیر پا کے پڑھا ہے ہو سے تھے، جو پٹر کا غصہ فرو ہو گیا اور وہ ”ای لیوس“ یعنی پرسند آسمان کو لوٹ گیا۔ اور اسی یونانی لفظ کی وجہ سے اس واقعے کی یادگار میں وہ مقام بغیر ہجہ ای کی سیم کہلانے لگا۔

یہ لوہے خواہ کسی قدر مہینی کے لائق ہوں ان سے اس وقت کے اعتقادات کا ضرور پتہ چلتا ہے اور وہ مذہبی خیالات معلوم ہوتے ہیں جو لوگوں کی عادتوں میں چلے پڑ گئے تھے۔ اور خود نیوٹا کو جس درجے مذہبی معاملات میں شغف تھا اس کا کچھ اندازہ اس روایت

سے ہوگا کہ ایک مرتبہ جب اُسے کسی نے اطلاع دی کہ غنیم قریب آتا جاتا ہے، تو اُس نے مسکرائے جواب دیا "ہاں میں اس وقت قربانیاں کر رہا ہوں لہذا اسی تہیّٰن نے اُس سے دو مندر تعمیر کرائے تھے جو ایمان اور منتہا کے ناموں سے موسوم ہوئے۔ اور اُسی نے رومیوں کو سکھایا کہ ایمان کی قسم دنیا میں سب سے متبرک قسم ہے جسے وہ اب تک مانتے ہیں۔ باقی رہا منتہا یا حدوں کا دیوتا تو اس کے نام کی بھی اب تک قربانیاں منظور ملتی یا سنگھمائے سرحد پر چڑھائی جاتی ہیں۔ اگرچہ پہلے وہ محض نذر و نیاز کی صورت میں ہوتی تھیں اور اب زندہ جانور ذبح کیے جاتے ہیں جو کہ نیو ما کے خلاف منشا بات ہے۔ کیونکہ اُس کے نزدیک یہ آخر الذکر دیوتا سرحدوں کا محافظ اور اس لئے اقوام کو اپنی اپنی جگہ قائم اور امن سے رکھنے کا فائدہ دار تھا پس اُس کی فاتحہ میں قتل و خون کا کوئی لگاؤ نہ ہونا چاہیے تھا۔ نیو ما کے ان حالات سے ایک اور بات بھی ثابت ہوتی ہے کہ وہی پہلا بادشاہ ہے جس نے رومی علاقے کی حد بندی کی۔ ورنہ رومیوں کو ایسا کرنا تو خود اُس کی وہ زیادہ ستائیاں ظاہر ہو جاتیں جو اپنے ہمسایوں کی زمینیں چھین چھین کر اُس نے کی تھیں کیونکہ حدود کا تعین اُن لوگوں کے مفید ہو سکتا ہے جو اُن پر قائم رہنا چاہیں۔ لیکن جس کا منشا ان حدود سے بڑھنا ہو اُس کے واسطے یہ یقیناً ٹٹا مضر اور گویا اُس کی خیانت پر ایک شہادت کا اضافہ کرنا ہے۔ بحقیقت ابتدائیں جزمینیں رومیوں کے حصے میں آئی تھیں وہ بہت کم تھیں تا آنکہ رومیوں نے لڑائیوں اور لڑکر انھیں وسعت دی۔ اور اب یہی وہ نئے علاقے تھے جنہیں نیو مانے اپنے شہر کی مفلس آبادی میں تقسیم کر دیا تاکہ وہ تنگ دستی جو ہمیشہ بددیانتی کی طرف لے جاتی ہے دفع ہو اور تیز زراعت کی بدولت اُن کی زمینیں اور عام حالت بہتر ہو جائے کیونکہ زراعت اور دیہاتی زندگی کے برابر کوئی مشغلہ امن پسندی کو تقویت دینے والا نہیں ہے کہ ایک طرف تو اُن میں اپنے حقوق اور املاک کی مدافعت کرنے کی پوری قابلیت باقی رہتی ہے اور دوسری طرف جبر و تعدی

سے دوسروں کا حق چھیننے کا جذبہ مجرمانہ منٹ جاتا ہے، انھیں مصلحتوں کو پیش نظر رکھ کر
 نیوٹا نے اُن پر ذراعت کا منتر پھونکا کہ وہ امن کی قدر و محبت کرنی سیکھیں۔ اور نہ قضاوی
 بلکہ اخلاقی اصلاح کی غرض سے اُس نے زمینوں کو چند حصّوں میں تقسیم کیا اور ہر حصّہ کا
 نام باگوس یا حلقہ قرار دیا اور ہر ایک کی دیکھ بھال کے لیے علی نگران مقرر کیے چونکہ
 اُسے خود اپنے ایک ایک حلقے میں پھرنے کا شوق تھا لہذا زمینوں کی حالت دیکھ کر وہ
 ہر شخص کی کارگزاری اور عادتوں کا اندازہ کر لیتا تھا اور اسی میں ایقین پر انھیں جو اپنا
 کام محنت و سعی کے ساتھ کرتے وہ مناصب و اعزاز سے مفتخر کرتا اور سب کا دل
 یا ترقی نہ کرنے والوں کو تاکید و تنبیہ سے غیرت دلاتا تھا، لیکن نیوٹا کے تمام کاموں میں
 سب سے قابلِ تعریف کام یہ ہے کہ پیشے کے لحاظ سے لوگوں کو بہ طرز نو چھوٹے چھوٹے
 گروہوں میں تقسیم کر دیا اور ایک نئے اتحاد کی بنیاد ڈالی۔ جس کی شرح یہ ہے کہ اس وقت
 تک شہر میں کئی توہین آباد تھیں جن کا اختلاف کسی طرح نہ جاتا تھا اور اس لیے ان میں
 باہم ہمیشہ فساد ہوتے رہتے تھے۔ اس حالت کو دیکھ کر جب نیوٹا نے غور کیا کہ کس طرح
 سخت اور مختلف جسم صرف ہیں کہ سفوف بنائے جائیں تو آپس میں مل کر ایک مرکب
 بن سکتے ہیں، تو اس وقت اپنی قوم کے بڑے بڑے گروہوں کو بھی اسی طرح چھوٹے چھوٹے
 حصّے کر کے متحد کرنے کا خیال اس کے دل میں پیدا ہوا اور اس نے نئے اور کم درجے کے امتیازات
 قائم کر کے اُن بڑے بڑے اور نسلی امتیازات کو مٹانا چاہا جو رومی قومیت کی شیرازہ بندی
 میں بھی تک حاجت تھے۔ نظر بریں اُس نے تمام قوموں کو چند پیشوں اور طبقوں میں منقسم
 کر دیا اور سناڑ، لٹاؤ، مطرب، کھار، موجی، رنگ ساز اور چڑے والوں کے الگ الگ گروہ
 قائم کیے اور باقی تمام پیشہ وروں کو ایک علیحدہ گروہ میں رکھا۔ پھر ان سب کے لیے
 حسبِ ضرورت خاص خاص انتظامی مجلسوں، عدالتوں اور مذہبی رسوم کا انتظام کیا
 اور اس طرح پہلی مرتبہ اُن نسلی اور قومی اختلافات کی قوت توڑی جن کی وجہ سے اب تک

رومی اور سائینی یا ٹینی اور روسی ناموں کے بڑے بڑے جتھے بنے ہوئے تھے۔ اب پہلی مرتبہ یہ نام جو دماغ اور زبانوں پر چڑھے ہوئے تھے پھٹنے شروع ہوئے اور رفتہ رفتہ یہ نئی تقسیم ایک عام اتحاد اور خون کے استخراج کا ذریعہ قوی بن گئی۔
نیوٹن کا ایک اور قابل شائش کام اس قانون کی تسخیر یا ترمیم ہے جس کی رومی رومی والدین کو اپنے بچے فروخت کر دینے کی اجازت تھی۔ اب نیوٹن نے شادی شدہ اولاد کو (بشرطیکہ شادی ان کے والدین کی پسند اور رضامندی سے ہوئی ہو) اس قانون سے مستثنیٰ کر دیا اور حقیقت میں یہ اس بیوی کے واسطے بڑی سخت بات تھی کہ ایک آزاد مرد سے شادی کرنے کے بعد اگر اس کا خسر اپنے بیٹے کو ناراض ہو کر بیچ دے تو وہ ایک غلام کی زود جن جاے۔

نیوٹن نے شعور و سنین کا صحیح حساب رکھنے کے لیے جنہری بنائے کی کوشش بھی کی تھی اور گودہ پوری صحت کے ساتھ نہ بنا سکا تاہم اس نے کچھ نہ کچھ غور و تحقیقات ضرور کی تھی۔
رومیو کس کے عہد میں تو یہ حال تھا کہ ان کے مہینے جن کے دن نہ معین تھے نہ مساوی ایک دوسرے سے آگے بڑھ جاتے اور ان میں سے بعض کے بائیس دن ہوتے اور بعض کے پینتیس اور نہ انہیں اس سالانہ فرق کا علم تھا جو سورج اور چاند کی حرکتوں میں ہوتا ہے۔
انہوں نے صرف ایک قاعدہ یہ بنا رکھا تھا کہ سال کے تین سو ساٹھ دن ہوتے ہیں اور اسی کے پابند تھے۔ آخر نیوٹن نے اس گیارہ دن کے فرق کو معلوم کیا جو سورج اور چاند کی سالانہ گردش میں ہوتا ہے کیونکہ چاند اپنا دور تین سو پچاس دن میں پورا کرتا ہے اور سورج تین سو پینتھ دن میں۔ اس فرق کو بچانے کے لیے نیوٹن نے ہر دوسرے سال ایک لوندہ کا مہینہ بڑھایا اور اس کے بائیس دن مقرر کیے۔ یہ ماہ فردری کے بعد (جسے قدیم رومی مری ڈی سنس کہتے تھے) شامل کر لیا جاتا تھا۔ لیکن کچھ عرصہ گزرنے پر اسی ترمیم کی وجہ سے بعض اہل ترمیموں کی ضرورت پیش آئی۔ ڈھینوں کی ترتیب کو بھی نیوٹن نے بدلا اور مارچ کو

جو سال کا پہلا مہینہ تھا تیسرے نمبر پر رکھا اور جنوری فروری کو جو آخری یعنی گیارہویں اور
 بارہویں مہینے تھے شروع میں لگایا۔ اکثر اہل الرائے کا یہ خیال ہے کہ یہ مہینے خود اسی کے
 ایجاد کیے ہوئے تھے ورنہ ابتدا میں رومی سال دس مہینے کا ہوتا تھا۔ اور بعض غیر ملکی
 ابھی تک صرف تین مہینے کا سال شمار کرتے ہیں۔ ایک زمانے میں اہل آریکڈیہ (یونان)
 کے سال میں چار اور اہل اکرٹانیہ کے چھ مہینے ہوتے تھے اور مصری سال بھی مشہور ہے
 کہ ابتدا میں فقط ایک اور بعد میں چار مہینے کا ہوتا تھا۔ اسی لیے یہ لوگ سب سے نئے ملک
 میں رہنے کے باوجود سب سے قدیم قوم کہلانے کا فخر رکھتے تھے اور اپنے نسب ناموں میں
 سنین کی ایک غیر معمولی تعداد محسوب کرتے تھے کیونکہ ان کا سال ہی ایک مہینے کا تھا
 یہ امر کہ رومی سال کا ابتدا میں بارہ کے بجائے دس مہینے کا تھا، آخری مہینے، دسمبر کے نام سے
 ظاہر ہے جسکے لغوی معنی ماہ دہم کے ہیں اور مارچ کا پہلا ہونا بھی یقینی امر ہے کہ اُس سے شمار
 کریں تو پانچویں کا نام کو ان ٹی لس (ماہ پنجم) اور پھر سکس ٹی لس (ماہ ششم) وغیرہ بالکل سلسلے
 کے موافق ہے۔ حالانکہ جنوری اور فروری کو اول سال میں محسوب کیا جاتا تو کو ان ٹی لس
 مغنا پانچواں اور شمارا سا تو ان مہینہ ہو گا۔ یہ بھی قدرتی سی بات معلوم ہوتی ہے کہ جنگجو
 رومیوں کے آغاز سال مارچ کے مہینے مارچ سے ہو، اور اس کا دوسرا مہینہ زہرہ یا
 افروڈائیٹ دیوی کے نام کا مہینہ اپریل ہو۔ اسی میں زہرہ دیوی کی قربانیاں چڑھائی
 جاتی تھیں اور عرۃ اپریل یا پہلی تاریخ کو عورتیں عشق پیچھے کے مجھے سروں پر باندھ باندھ کے
 غسل کیا کرتی تھیں۔ لیکن بعض لوگ اس وجہ تسمیہ کو تسلیم نہیں کرتے اور اپریل کو لاطینی لفظ
 ”اپریل“ سے مشتق بتاتے ہیں جسکے معنی شگفتہ ہونے کے ہیں۔ اور اپریل خاصہ کار
 بار کا مہینہ ہے جس میں مچھے پھوٹتے اور شگفتہ ہوتے ہیں، اگلا مہینہ مئی عطار دکنی مان
 مایا کے نام سے شروع انتساب لکھتا ہے اور جون جو (دیوی) سے ہے۔ مگر بعض انکی
 وجہ تسمیہ سجز اور سبوز سے نکالتے ہیں جن کے معنی بڑی یا پہلی اور چھوٹی یا نئی عمر

کے ہیں، اس سے آگے تمام نام مہینوں کے ترتیب شمار کے مطابق ہیں یعنی پانچوان کو ان ٹکس (ماہ پنجم) چھٹا سکس ٹی لیس (ماہ ششم) اور پھر ستمبر (ماہ ہفتم) اکتوبر (ماہ ہشتم) نومبر (ماہ نہم) اور دسمبر (ماہ دہم)۔ ان میں پہلے کا نام جولیس سیزر کے نام پر اُس وقت جولائی ہوا جب کہ اُس نے اپنی کوشکست دی اور سکس ٹی لیس بھی اُس کے جانشین آگسٹس کے نام سے موسوم ہو گیا۔ اسی کی دیکھا دیکھی قصر ڈومیشین نے بھی دو اگلے مہینوں کا نام اپنے ناموں پر جرمانی میں اور ڈومی ٹیانس رکھا تھا۔ لیکن جب وہ مارا گیا تو پھر ان کے اصلی نام ستمبر و اکتوبر ہی بحال رہے۔ باقی سب سے آخر کے دو مہینے وہ ہیں جن میں کوئی تبدیلی نہیں ہوئی، نیو مانے جن مہینوں کو بڑھایا یا داخل کیا ان میں فروری فیبروا سے مشتق ہے اور اسی لیے تطہیر کا مہینہ سمجھا جاتا ہے اس میں وہ مردوں کی فاتحہ دلاتے ہیں اور نمبر کالیہ کا ہوتا رہتا ہے جن کو کئی لحاظ سے تطہیر کی ایک رسم معلوم ہوتا ہے۔ جنوری جانوس کے نام پر ہے اور اسے نیو مانے عمداً پانچ پر مقدم رکھا ہے جس کی وجہ سے نزدیک یہ ہے کہ وہ ہر موقع پر امن کی پابندی اور مشاغل کو جنگجوئی اور اُس کے متعلقات پر فضیلت دینی چاہتا تھا اور اسی کے اظہار میں اُس نے مریخ (جلا و فلک) پر جانوس کو ترجیح دی۔ یہ جانوس عہد قدیم کا کوئی اوتار ہو یا بادشاہ اس میں شبہ نہیں کہ ملکی امن اور باہمی اتحاد کا بڑا نامور حامی گذرا ہے اور ان برگزیدہ نفوس میں سے ہے کہ جنھوں نے انسان کو حشیانہ اور بدوی زندگی سے مدینیت کی طرف کھینچا ہے۔ اور یہی دو حالتیں ظاہر کرنے کی غرض سے اُس کی موت میں دو چہرے بناتے ہیں جن میں ایک سے پہلی غیر اصلاحی حالت دکھائی مقصود ہوتی ہے اور دوسری سے اصلاحی جو شاہ موصوف کی کوششوں سے پیدا ہوئی، اُس کے مندر میں بھی رومیون نے دو دروازے تعمیر کیے ہیں جو لڑائی کے دروازے کہلاتے ہیں کیونکہ صرف لڑائی کے زمانے میں وہ کھلے رہتے ہیں اور حالت امن میں بند کر دیے جاتے ہیں لیکن یہ صورت شاذ و نادر ہی وقوع میں آئی ہے اور جس قدر رومی سلطنت

پھیلتی گئی ہے اسی نسبت سے اُس کے دشمنوں کی تعداد بھی بڑھی اور اُسے بہت کم امن سے بیٹھا نصیب ہوا ہے۔ اسٹکس سیزر کے زمانے میں جب انتونی پر اُسے غلبہ حاصل ہوا تو یہ دروازے بند کر دیے گئے تھے اور اسی طرح پہلے انی لیس اور مان لیس کی قرضی میں بھی ایک مرتبہ ایسا ہوا لیکن تھوڑے ہی دن بعد پھر روایان شروع ہو گئے اور ان دروازوں کو کھول دینا پڑا، البتہ نیوما کا عہد حکومت ایسا گزرا ہے کہ جس میں ایک دن بھی یہ دروازے کھولنے کی ضرورت نہ پیش آئی اور جدال و قتال کا ایسا سدباب ہوا تھا کہ کامل تینتالیس برس تک یہ دروازے بند رہے یہ حقیقت میں اس اعتدال پسند بادشاہ کی نرمی اور انصاف کسری نے نہ صرف رومیوں کو حلیم الطبع اور امن پسند قوم بنادیا تھا بلکہ ہمسایہ قوموں کے خیالات کو بھی بالکل بدل دیا تھا اور کہنا چاہیے کہ اُس لطیف اور صحت بخش ہوا کے اثر سے جو رومہ سے چل رہی تھی اُن میں بھی وہی ذوق امن انتظام پیدا ہو گیا تھا اور وہ بھی اُن مستوتوں میں رومیوں کے شریک بن گئے تھے جو اولاد کی پرورش دیوتاؤں کی پرستش اور ایک خاموش دیہاتی زندگی سے حاصل ہوتی ہیں، یہ تمام احاطہ میں اس سرے سے اُس سرے تک تیر ہوا، نائشین اور میل، اور دوستانہ ملاقاتیں اور برپا لطف و ہمان نوازیان ہوتی تھیں اور نیوما کی دانائی سے انصاف اور نکلوتی کی محبت اس طرح اہل رہی تھی جس طرح چشمے سے پانی۔ اور اُس کی عالی ظرفی کا اثر مشک کی خوشبو کی طرح چاروں طرف پھیل گیا تھا۔ یہاں تک کہ شعر کے مقابلے اصلیت کے اظہار سے عاجز اور حقیقت کے مقابلے میں پھیکے معلوم ہوتے تھے۔ مثلاً

ع
لوہے کی ڈھالوں پر وہاں تنی ہیں جالا کر دیان

تیغ در دم اور بر چھوین کو زنگ آدھا کھا گیا

یا مثلاً :-

اور مدتوں سے اب نہیں دیتی دہاڑیں قرنا

وہ وجہ اب مغفود ہے جو نیند دیتی تھی اُڑاؤ

کیونکہ نیو ما کے تمام زمانہ حکومت میں نہ کوئی بے رحمی نہ کوئی پیش آئی نہ کوئی خانہ جنگی یا بدعت و فساد پیدا ہوا نہ اس کی ذات سے کوئی حسد یا بغض یا جاہ پرستوں کی سازشیں اور ریشہ دوانیاں ہوئیں نہ خواہ ان دیوتاؤں کے خوف سے جن کی نسبت خیال تھا کہ اس کی حفاظت کرتے رہتے ہیں، خواہ اس کی نکلوی کی تقدیس میں اور یا اس خوش قسمتی کی بدولت جو ان دنوں معصوم انسانوں کی کفیل تحفظ ہوتی تھی، غرض کسی سبب سے، نیو ما کا عہد زندہ مثال اور بہترین تصدیق تھا اس قول کی جسے بہت دن بعد افلاطون نے زبان سے نکالنے کی جرأت کی تھی اور فرمایا تھا کہ انسانی خرابیوں کے دفعیے اور علاج کی صرف ایک ہی امید ہو سکتی ہے اور وہ یہ کہ حسن اتفاق اور اسباب کے کسی مبارک سنجوگ سے ایک ہی شخص میں ایک فلسفی کی حکمت و دانش اور ایک بادشاہ کی قوت و اختیارات جمع ہو جائیں اور اس طرح نکلوی کا درجہ اتنا بلند ہو جائے کہ وہ بدی پر قابو اور حکومت رکھ سکے۔ ایک دانش مند شخص خود مبارک ذات ہے اور وہ سائیں بھی مبارک ہیں جو اس کے منہ سے جھرنے والے پھولوں کو سونگھیں اور قبول کرین اور شاہ عوام الناس کے لیے بھی حیرت و تحریف کی ضرورت نہیں بلکہ اپنے بادشاہ کی ممتاز اور درخشاں مثال ہی انھیں اس کی تقلید پر آمادہ کر دینے کو کافی ہے اور یقیناً انسانی عقل و تدبیر کی معراج یا اس نعمت عظمیٰ کے حاصل ہونے کے بعد جس سے بادشاہ کی ایک بے لوث پر محبت اور پاک صاف اور عدل و اعتدال سے تقویت پائی ہوئی زندگی مراد ہے رہا۔

میں نیکی کی قدر و منزلت کا پیدہ ہونا بالکل قدرتی بات ہے اور اسی شے کا ان کے علم و عمل میں راسخ کر دینا ایک بادشاہ کی عظمت و بزرگی سمجھی گئی ہے۔ نیو ما کی بھی سب سے بڑی خوبی یہی ہے کہ اس اصول کو جس قدر صفائی سے اس نے سمجھا تھا شاید کسی نے سمجھا ہو گا۔

نیو ما کے ازدواج اور اولاد کے متعلق مصنفین میں مختلف بیانات ہیں۔ ایک گروہ تو سوائے ٹیٹہ کے اس کی کوئی پوجی اور سوائے ایک بیٹی پیو لیک کے اور کوئی اولاد نہیں

ماتا مگر دوسرے گروہ کا قول ہے کہ اُس نے اپنے بعد چار بیٹے پمپو، پیٹس، اکل پین اور
 میجر جس جھوٹے جن کی اولاد میں رومہ کے چار معزز اور نامور خاندان اب تک موجود ہیں
 اور اپنے ناموں کے ساتھ ریکس، یعنی شاہ (یا خان) کا لفظ بڑھالیتے ہیں۔ لیکن پورخون
 کی ایک اور جماعت ان دونوں روایتوں سے انکاری ہے اور اس کے نزدیک اُن
 چار خاندانوں کا نیوٹا کی اولاد میں ہونا ایک بناوٹی بات ہے جسے خوشامدی مصنفوں
 نے مصنوعی نسب نامے بنا کے مشہور کر دیا تھا۔ نیز یہ لوگ یہی لیتے ہیں کہ ٹیٹس کی بیٹی نہیں
 بتاتے بلکہ کہتے ہیں کہ وہ نیوٹا کی دوسری بیوی لوسرشیہ کے بطن سے تھی جس سے بادشاہ
 ہونے کے بعد اُس نے شادی کر لی تھی، یہ ہر حال اس پر سب کا اتفاق ہے کہ اس لڑکی
 کی شادی اُس مریس کے بیٹے سے ہوئی تھی جو نیوٹا کو دھوت بادشاہی قبول کرنے پر رضامند ہو کر
 رومہ لایا تھا اور خود بھی اسی کے ساتھ بیان آ بسا تھا پھر رکن مجلس منتخب ہوا اور جب نیوٹا نے
 وفات پائی اور مریس کو اپنے حریف ٹلس ہوس ٹی لیس کے مقابلے میں منصب بادشاہی نہ
 حاصل ہو سکا تو اُس نے مایوسی کے عالم میں اپنے تئیں ہلاک کر لیا تھا۔ بعد میں البتہ اُس کے
 بیٹے یعنی پمپو لیتے کے شوہر سے جو بیٹا اگلے مریس پیدا ہوا وہ ہوس ٹی لیس کا جانشین بادشاہ
 بنایا گیا اور نیوٹا کی وفات کے وقت اس لڑکے کی عمر پانچ برس کی تھی پو
 نیوٹا اسی برس تک زندہ رہا اور اس کے بعد بھی، جیسا کہ پتھر وٹے لکھا ہے، وہ کسی
 ناگہانی یا سخت مرض میں مبتلا ہو کر نہیں مرا بلکہ آہستہ آہستہ ضعیف ہو کر دنیا سے راہی ملک
 بقا ہوا۔ پھر اس کی موت بھی اُس کی بر عظمت زندگی کی بہترین تکمیل تھی کہ اُس کے جنازہ
 کے ساتھ رومہ کی تمام جمہایہ ریاستوں کے معززین حقوق دوستی اور مراسم اعزاز و احترام
 اور کرنے کے واسطے موجود تھے اور اُس پر پھولوں کے سہرے اور تحائف کی نذرین چیز ہار تھیں
 تھے۔ جنازہ ارکان مجلس کے کندھوں پر تھا اور اُن کے عقب میں علمائے مذہبی کا گروہ
 آ رہا تھا جن کے بعد ہزار ہا آدمیوں کا جلوس تھا اور انھیں میں عورتیں اور بچے اس طرح

فریاد کنان پہنچ پہنچ کے روتے جاتے تھے کہ گویا وہ ایک عمر رسیدہ ماور پوڑے بادشاہ کا خزانہ
 تھا بلکہ ان کے کسی عزیز تر رشتہ دار کا، جو مین عالم شباب میں اٹھا لیا گیا ہو۔ اسکی
 میت مشہور ہے کہ جلائی نہیں گئی بلکہ اس کی وصیت کے بموجب دو پتھر کے تابوت
 بنا کر ایک مین تو اسے دفن کیا گیا اور دوسرے مین اس کی ان مقدس کتابوں کو جو یونانی
 متقین کے آئین ناموں کی طرح اس نے خود تحریر کی تھیں۔ لیکن ان کے اصول اور شعائر
 کو اس نے اپنی زندگی میں علماء کے دلوں میں ایسا راسخ کر دیا تھا کہ اب ان کے عقائد
 و احکام پوری طرح ان کی طبائع میں جم گئے تھے۔ اسی لیے اس نے حکم دے دیا تھا کہ مرنے
 کے بعد اس کے ساتھ ہی ان کتابوں کو بھی دفن کر دیا جائے کہ ان متبرک اصول شرعی کا
 بیان تحریروں میں اشاعت و رواج پانا گویا ان کی بے وقری کرنا تھا، کہتے ہیں کہ اسی
 دلیل سے فیثاغورثی گردہ بھی اپنے اصول تحریر میں لانے کی اجازت نہیں دیتا بلکہ صرف انکے
 حافظوں میں انھیں محفوظ رکھنا چاہتا ہے جو اس کی اہمیت رکھتے ہوں۔ اور مشہور ہے کہ
 جب ایک مرتبہ کسی نااہل کو ان کے بعض دقیق مسائل ہندسی معلوم ہو گئے تو دیوتاؤں نے
 اس مذہبی ظلم و زری اور شرارت پر سخت تنبیہ کی اور انھیں ایک خوفناک سزا کی وعید
 دی تھی، بڑی ہی وہ مثالیں ہیں جن سے نیوما اور فیثاغورث کی ہم خیالی اور طریق عمل میں
 یکسانیت کا پتہ چلتا ہے اور اسی بنا پر جو لوگ ان دونوں کی باہم دوستی اور واقفیت کا
 ہونا ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں، ہم انھیں قابل معافی جانتے ہیں، بڑی
 دلیر لیں ان تپاس لکھتا ہے کہ مذکورہ بالا تابوت مین جو متبرک کتابیں مدفون
 تھیں ان کی تعداد بارہ تھی اور اسی قدر فلسفہ یونان کی کتابیں تھیں۔ نیز یہ کہ فیثاغورث
 اور کورنی لیئس کے عہد قضا میں نیوما کے چار سو برس بعد سخت بارش کے دنوں میں ایک
 ایسا سیلاب آیا جس نے مٹی کو بہا دیا اور وہ سنگی صندوق اپنی جگہ سے اٹھ کر گئے اس وقت
 ایک تابوت بالکل خالی ملا جس میں کسی انسانی جسم کی باقیات موجود نہ تھیں لیکن دوسرے

میں وہ سب کتابیں محفوظ پائی گئیں اور انھیں قاضی وقت پٹی لیس نے مطالعہ کیا اور
 مجلس میں جملہ بیان کیا کہ ان کے مضامین کا لوگوں میں اشاعت پانا غیر مناسب
 ہو گا۔ پس وہ تمام جلدیں انھوں نے کوئی آئیم (کمپنی گھر) میں لے جا کر جلادین ڈ
 قاعدہ ہے کہ مرنے کے بعد اچھون کی اچھائیاں پوری معراج ناموری حاصل کرتی
 ہیں اور پھر حاسدوں کے بڑے منصوبے بھی زیادہ عرصے تک باقی نہیں رہ سکتے لیکن
 بعض خوش نصیب ایسے بھی ہوتے ہیں جو اپنی زندگی ہی میں ان عداوتوں کو مٹا دیکھ
 لیتے ہیں۔ مگر نیو ما کی حالت ان سب سے جداگانہ ہے اور وہ ایسا بادشاہ ہے جس کی
 شہرت اپنے جانشینوں کے طریق عمل اور انجائون کی بدولت روز بروز ترقی پاتی گئی۔
 کیونکہ اس کے بعد پانچ بادشاہ ہوئے جن میں سے آخری کو جمہور نے معزول کیا اور اُس نے
 ہلا وطنی کے عالم میں وفات پائی۔ باقی چار میں سے تین ملکی سازشوں کا شکار ہوئے اور
 باغیوں کے ہاتھ سے مارے گئے۔ چوتھا یعنی ہوس ٹی لیس جو نیو ما کا پہلا جانشین ہے، طرز عمل
 کے لحاظ سے کوئی مناسب اپنے پیش رو سے نہ رکھتا تھا۔ بلکہ اُس کی دینداری اور
 نیکیوں کا تسخیر آتا اور اُسے بزدل دنی الطبع بتا کے لوگوں کو جنگجوئی پر آمادہ کرنا تھا
 بالآخر اُس کی یہ طفلانہ بدعنوانیاں ایک شدید اور موزی مرض نے روک دیں اور بھرہ
 ایسی توہم پرستی میں مبتلا ہوا جو نیو ما کے تقویٰ سے بالکل مخالف تھی۔ نیز جب وہ برق زدگی
 کے صدمے سے مرآ اور ورن کو بھی ایسے ہی عبرت ناک انجام کے خدشات میں مبتلا ہو چھوڑ گیا۔

نیو ما کا موازنہ لکس کے تھنا

لکس اور نیو ما پپی لیس کی سوال نمبر ۱۸ ختم کرنے کے بعد اگرچہ یہ کام دشوار ہو تا رہا اب ہم ان امور کو پہلو بہ پہلو رکھیں گے جو ان میں مختلف نظر آتے ہیں۔ جن باتوں میں وہ ایک دوسرے سے ملتے ہیں وہ بالکل ظاہر و آشکارا ہیں یعنی اپنے علم و اعتدال میں اپنی دینداری اور قابلیت نظم و نسق میں اور اس خصوصیت میں کہ دونوں نے اپنے نظام ہائے ریاست اور قوانین تائید الہی سے حاصل کیے تھے، بائیں جہاں کے اسباب ناٹھی ہیں کئی فرق ہیں کہ نیو ما وہ شخص ہے جس نے حکومت کو قبول کیا تھا اور لکس وہ ہے جس نے حکومت سے ہاتھ اٹھالیا تھا۔ پہلے کو بے مانگے یہ منصب دیا گیا تھا اور دوسرے نے حاصل ہونے کے بعد اس کو چھوڑ دیا تھا۔ اسے ایک پردیسی اور معمولی آدمی کی حیثیت سے اٹھا کر لوگوں نے تخت بادشاہی پر سر بلند کیا، اور اس نے بادشاہت چھوڑ کر بطوع خود ایک معمولی حیثیت اختیار کر لی، بے شبہ انصاف و عدلت کے ساتھ سلطنت لینا بڑی وجہ امتیاز ہے لیکن اس سے بھی بڑھ کر وجہ امتیاز یہ ہے کہ انصاف کو سلطنت پر ترجیح دی جائے بہر حال دونوں جالتوں میں وہی ایک برگزیدگی تھی جس نے نیو ما کو بادشاہت پر بھجوا دیا اور لکس کو اس سے بے نیاز بنایا تھا، پھر جس طرح مطرب سار کا سٹر ملا کر تے ہیں ایک نے تور دی قوم کی پر جوش اور حوصلہ بڑھی طبیعتوں کو سب سے نچلے پردے پر لاکے چھوڑا اور دوسرے نے تعیش و فساد کی پستیوں سے اہل اسپارٹہ کو ابھارا اور کھونٹیاں کس کے انھیں سب سے اونچا راگ گانا سکھایا، ان میں زیادہ مشکل کام لکس کو درپیش تھا جس کے لیے دغ و غصہ نصیحت اور ترغیب و فہمائش کافی نہ تھی۔ کیونکہ اس کا مقصد فکر سے تلوار میں کھلوانا اور جسموں سے

درہ بکتر آمد و انانہ تھا بلکہ اپنے عیش پسند شہریوں سے سیم و زر پھلوانا اور اعلیٰ ساز و سامان چھڑوانا تھا۔ اُس کی یہ تعلیم و تلقین نہ تھی کہ اسلحہ کو بالائے طاق رکھکر اُس کے ہموطن تیر ہتوار، مرا سم قدر و نیاز ادا کرنے میں مصروف ہو جائیں۔ اس کے بالکل برعکس اُن سے یہ مشاغل اور لہو و لعب چھڑا کر جفا کشی اور جنگی مشقوں کا عادی بنانا اُس کے اُکھنوں کا خطر تھا۔ اور یہی سبب ہے کہ اگر نیوما کو محض ہر دل عزیز و غلط و ہند کے ذریعے اپنا مقصد حاصل ہو گیا تو لکر گس کو ہزار دشواریاں اُٹھانے کے بعد اپنی جان خطرے میں ڈال کر یہ کامیابی حاصل ہوئی، پُر نرمی اور اخلاص نیوما کی فطرت خداداد کے جوہر تھے جن کی بدولت ایک تند و شعلہ مزاج قوم کی اُس نے اصلاح کی اور عدل و مصالحت کا پابند بنایا۔ حالانکہ اگر ہم ہیلٹ کے ساتھ بدسلوکی کو جو نہایت غیر منصفانہ اور ظالمانہ طریق عمل تھا، لکر گس کے قوانین کا جز و تھیں تو ہمیں یہ ماننا پڑے گا کہ شرافتِ نفس اور یونانی المزاج ہونے میں نیوما کو اُس پر بدرجہا فوقیت حاصل ہے۔ کیونکہ رومہ میں جو دستور تھا کہ زحل دیوتا کے ہتوار پر اصلی اور واقعی غلام تاک اپنے مالکوں کے ساتھ بیٹھکر گوشت کھاتے تھے تاکہ آزادی کی نعمتوں سے کچھ لطف اندوز ولذت یاب ہو سکیں، اس کی ابتدا بھی نیوما ہی سے منسوب ہے اور لوگوں کے خیال میں اسی کی یہ خواہش تھی کہ جنھوں نے اتنی محنت اور امداد کی ہے انھیں بھی زمین کی سالانہ پیداوار سے کچھ حصہ دیا جائے، ایک دوسرا قول یہ ہے کہ یہ رسم عہد زحل کی یادگار میں منائی جاتی تھی کہ اس زمانے میں آقا اور غلام میں کوئی امتیاز نہ تھا اور وہ سب کے سب بھائیوں کی طرح مساوات کامل کی زندگی بسر کرتے تھے پُر

مجموعی طور پر دونوں مقننون کا مقصد مذہبی ایک معلوم ہوتا ہے یعنی اپنی اپنی قوم کو کفایت و اعتدال کا سبق دینا۔ مگر اور خوبیوں کے لحاظ سے دیکھا جائے تو لکر گس کی بڑی کوشش استقامت پیدا کرنا تھی اور نیوما کی عدالت سکھانا۔ لیکن اگر ہم عناصر مزاج

کے اس اختلاف کو پیش نظر رکھیں جو رومہ اور اسپارٹہ میں نمایاں ہے تو غالباً یہ فرق بھی قابل حساب نہ رہے گا۔ کیونکہ نیوا کی کوشش اسن وٹلج بزدلی یا خوف کی وجہ سے نہ تھی بلکہ اس لیے کہ زیادتی اور نا انصافی سے احتراز کیا جائے۔ اور اسی طرح لکڑگس نے جنگجوئی کی تعلیم اس غرض سے نہ دی تھی کہ اس کی قوم دوسروں کے ساتھ ظلم کرے بلکہ اس لیے کہ اپنی مدافعت کر سکے پڑے۔

اپنی اپنی قوم کی عادتیں مرکز و وسط و اعتدال پر لانے کی خاطر اور حسب ضرورت ان کی افراط یا تفریط کو گھٹانے بڑھانے کی غرض سے دونوں کو بڑی بڑی جدتیں کرنی پڑیں۔ نیوا نے جو نظام سلطنت ترتیب دیا اس میں انتہائے جمہوریت کے تمام عناصر موجود تھے اور اس کی بوقلمون جماعت حکمرانی میں مشارعہ و موبی اور گوتے تک شامل کر لیے گئے تھے۔ برخلاف اس کے لکڑگس خواہیں پسند اور حکومت امیرانہ کا بچا حامی تھا۔ ارنے درجہ کے تمام پیشوں کو اس نے پردیسیوں اور نوکروں کے ساتھ ملک سے جلا وطن کر دیا تھا اور سچے شہریوں کو نیزہ و سپر کے سوا کسی اور زار کی اور مزج کی خدمتگداری میں لڑائی کے سوا کسی اور بیوپاری کی اجازت نہ دی تھی۔ اور نہ اپنے فوجی افسروں کی اطاعت اور دشمنوں پر فتح حاصل کرنے کے علاوہ کسی علم و فن کی تعلیم روارکھی تھی۔ ہر قسم کا روپیہ کمانا ان کے لیے ممنوع تھا اور ان کی طرز زندگی اس اصول کے موافق بنانے کی غرض سے تمام مسائل کو خشکا روپے سے تعلق ہے مقنن نے اچھی طرح چھانا تھا اور بادورچی خانے اور دسترخوان سے لگا کے نوکروں اور غلاموں تک کے بارے میں ضابطے بنائے تھے؛ لیکن نیوا نے ان میں سے کسی شے کو ہاتھ نہیں لگایا اور ان کی غیر معتدل جنگجوئی کا سد باب کرنے کے علاوہ لوگوں کو دولت حاصل کرنے کے تمام وسائل اختیار کرنے کی پوری آزادی دیدی تھی۔ اس معاملے میں جو عدم مساوات پیدا ہوتی ہے اس کے رفع کرنے کی بھی نیوا نے کوئی کوشش نہیں کی تھی اور جاہل رکھا تھا کہ جو شخص جس قدر چاہے دولت سمیٹ سمیٹ کر

بالدار ہو جائے۔ حالانکہ اس کا فرض تھا کہ ابتدائی میں جب کہ لوگوں کی حالت زیادہ مختلف نہ تھی اور وہ تقریباً یکساں معاشرت رکھتے تھے، لکڑی کی طرح ایک طرف افلاس کی زیادتی روکنے کا انتظام کرے اور دوسری طرف بستی کی بلا کا پیش از پیش تدارک کرے کہ جو کوئی معمولی بلانین بلکہ فی الحقیقت بعد کی تمام بڑی بڑی خرابیوں کا اصلی بیج اور پہلا آغاز ہے، لیکن زمینوں کی از سر نو تقسیم کا مسئلہ ایسا ہے جس میں نہ لکڑی قابل اِزام ہے کہ اُس نے کی اور نہ نیوٹا لائق اعتراض ہے کہ اُس نے نہیں کی۔ کیونکہ آپا کے نظام سلطنت کی بنیاد ہی اس مساوات پر رکھی گئی تھی بجائیکہ رومہ میں جو تقسیم پہلے سے موجود تھی خود اُس کو زیادہ عرصہ نہ گزرا تھا اور اس کو بدلنے کی کوئی خاص ضرورت نہ تھی مگر عورتوں اور بچوں کے معاملے میں خصوصاً تعلقات زن و شو کو رقابت و حسد محفوظ رکھنے کے لیے جو حکمت عملی انھوں نے اختیار کی وہ آپس میں مختلف تھی، ایک رومی شوہر کو قانوناً اختیار تھا کہ کافی بچے ہونے کے بعد پسند آئے تو اپنے لا ولد مہا لے کی درخواست پر اپنی بیوی کو تھوڑے دن یا ہمیشہ کے لیے چھوڑ دے کہ وہ اُس ضرورت مند سے شادی کر لے، لیکن آپا رٹہ میں اپنی زوجہ کو دوسرے کے استعمال میں دے دینے کے باوجود قطعاً تعلق کرنا ضروری بات نہ تھی۔ یہی نہیں بلکہ جیسا کہ ہم پہلے لکھ آئے ہیں بہت سے آپا رٹہ خود اپنے واسطے تندرست اور خوبصورت بچے حاصل کرنے کی غرض سے غیر مردوں کو اپنے ہاں مدعو کرتے تھے! اب سوال یہ ہے کہ ان دونوں طریقوں میں اصولی فرق کیا ہے؟ کیا اس ڈی مونی طریقے میں بیویوں کی جانب سے بالکل اور انتہائی بے پروائی مترشح نہیں ہوتی؟ برخلاف اس کے رومی دستور میں شوہر کی مرضی کا زیادہ دخل ہے اور ہر ایسی تبدیلی پر ایک نئے معاہدے کا پردہ ڈال کر تعلقات زنا شوی کی نازی کا دیا دہ لحاظ رکھا گیا ہے اسی پر منحصر نہیں۔ نیوٹا کی جوان عورتوں کے متعلق عام ہدایتیں بھی اُن کی جنس اور جراثیمی کے لحاظ سے زیادہ موزوں ہیں۔ حالانکہ لکڑی کے ہاں اس قسم کی پابندیوں کا مطلق خیال نہیں

ایکا گیا ہے اور شعرا (مثلاً ابی مس) کو ان ہی وجوہ سے موقع ملا ہے کہ وہ اس کی ہوطن عورتوں کو فینو سے رمی دس یعنی رانین کھلی کہ کہ کر ذیل کرین اور شوہر دن کے واسطے ان کے از خود رفته ہونے کا خاکہ اُڑائیں جیسا کہ یو رمی بیدش نے اُڑایا ہے :-

”نخل کر گھرون سے جو انون کے ساتھ-

وہ کر تون کے دامن اُڑاتی ہوئی،

چلین اپنی رانین دکھاتی ہوئی۔“

اور حقیقت میں وہاں ناکتھاڑ کیوں کے کرتے کے دامن نیچے سے بے سہلے ہوتے تھے

جو چلتے میں اُلٹ جاتے تھے اور تمام ران برہنہ نظر آتی تھی، یہ سفاکلیں نے اس کو بہت واضح کر کے لکھا ہے :-

”وہی جس پہ عالم جوانی کا تھا

بدن سے مجھ جس کے لپٹا تھا

اُلٹا تھا جب دامن پر ہن-

تو کھلتی تھیں انہن - وہ ہر مہون تھی!“

ان ہی وجوہ سے بیان کرتے ہیں کہ ان کی عورتیں بہت بے باک اور مردانہ مزاج

ہوتی تھیں اور ایک طرف تو اپنے گھر کی غیر مشترک مالک اور شوہر دن پر حاوی ہوتیں اور

دوسری طرف اہم سے اہم معاملات قومی میں حصہ لیتیں اور اسے زنی کرتی تھیں، یہ

لیکن عہد نیوٹا کی بیگیاں کا حال دوسرا تھا۔ رومیوس کے زمانے میں ان کے ساتھ

جو زیادتی کی گئی تھی اس کے کفادہ گناہ کے بطور جس قسم کا اعزاز و اکرام کیا جاتا تھا

وہ اب تک بدستور تھا باہن ہمہ انھیں شرم و حیا کی پابندی کی سخت تاکید تھی۔ معاملات

میں وہ کوئی دخل نہ دینے پاتی تھیں اور متانت اور عاداتِ خاموش رہنے پر بڑا زور دیا

جاتا تھا، شراب کو وہ ہاتھ نہ لگا سکتی تھیں اور گفتگو صرف شوہر کی موجودگی میں کر سکتی تھیں

اور نہ معمولی سے معمولی مباحث میں حصہ لینا اُن کے لیے ناروا تھا۔ بیان تک کہ جب ایک مرتبہ کسی عورت کو اتنا ہیاؤ پڑ گیا کہ اُس نے عدالت میں اپنے مقدمے کی خود پیری کی تو اس کے ارکان مجلس نے بالکل خرق عادت شے سمجھا اور دیتا سے اسکمان کرایا کہ اس بدعت کا کیا نتیجہ اُٹھو رہا ہے؟ اور حقیقت میں اُن کی عام روش اور مسکین مزاجی اُن واقعات سے بخوبی ثابت ہو جاتی ہے جو اس کے خلاف کرنے والوں کی نسبت منقول ہیں۔ یعنی جس طرح یونانی مؤرخ اپنی کتابوں میں اُن سفاک مجرموں کے نام درج کرنا ضروری جانتے ہیں کہ جنہوں نے سب سے اوّل خانہ جنگی کے واسطے تلوار میاں سے نکالی یا اپنے بھائیوں کو مارا یا قتل والدین کا ارتکاب کیا، اسی طرح رومی مصنف کا رومی نہیں کی مثال لکھتے ہیں کہ وہ پہلا شخص ہے جس نے اپنی بیوی کو طلاق دی اور شہر رومہ کی بنیاد پڑنے کے دو سو تیس برس بعد اس منہم کا یہ پہلا واقعہ تھا۔ یا مثلاً وہ پتیارئیس کی بیوی تھا لیہ کا ذکر کرتے ہیں کہ وہ پہلی بیوی ہے جو شاہ مار کو ان پتیرئیس کے عہد میں اپنی ساس کی گائنیہ سے لڑی تھی، تعلقات ازدواجی میں ایسی عہدگی اور خوش اسلوبی کا پیدا ہو جانا یقیناً مقضیٰ کی بڑی کامیابی کی دلیل ہے، لڑکیوں کی شادی بیاہ کے متعلق جو قواعد نیوٹا اور لکڑ گس نے بنائے ہیں وہ بھی اپنی اپنی جگہ پر انکی باہم مختلف تعلیم کے مطابق حال ہیں۔ لکڑ گس نے شادی کا وقت سن بلوغ کو چھوٹے اور میلان زدوجیت پیدا ہو جانے کے بعد مقرر کیا ہے، اُسکے خیال میں ایک جبر یا غیر طبعی شادی سے جو خرابیاں یعنی باہم ناپسندیدگی یا خوف، زن و شو میں آگے چل کر رونما ہوتی ہیں انکی بجائے ایسی موافق فطرت شادیاں ازدیاد محبت و اخلاص کا سبب ہونگی۔ اور نیز اُنکے جسم ایام حل کی سختیاں زیادہ آسانی سے پھیل سکیں گے اور اولاد کی نشو و نما زیادہ عمدہ ہوگی جو کہ لکڑ گس کے نزدیک شادی کا مقصد وحید تھا، اس کے برخلاف رومی اپنی لڑکیوں کو بارہ برس کی یا اس سے بھی چھوٹی عمر میں بیاہ دیتے تھے اور اس میں مصلحت تھی کہ انکا غیر ملوث جسم اور دل ابھی سے اپنے آئندہ شوہر کی تحویل میں دیدہ یا جاے، اور اس میں شک نہیں کہ اگر لکڑ گس کا طریقہ پرورش اولاد کے لحاظ سے

زیادہ قدرتی معلوم ہوتا ہے تو آخر الذکر اس نظر سے کہ ان دونوں (میان بھوی کا) عمر بھر سچا ہو گا، اخلاقاً زیادہ مناسب ہے، لیکن جو کچھ ہو لکرس کے وہ فصل ضوابط جنہیں بچوں کی ابتدائی تعلیم تربیت ان کا فوجی جماعتوں میں مل کر رہنا اور قواعد کی پابندی ان پھر ان کے کھیل کود و ورزش اور کھانے پینے کے طریقے اس سے بتائے ہیں وہ سب ایسے مکمل اور جامع ہیں کہ اُس کے مقابلے میں نیو ما ایک معمولی واضح قانون رہ جاتا ہے کہ اُسے ان تمام باتوں کو محض باپ کی مشق اور ضرورت پر منحصر کر دیا کہ خواہ وہ اپنے بیٹے کو کاشد کار بنائے خواہ بڑھئی سار یا مطرب گویا قوم کے لیے ان کی ابتدائی تربیت یا قومی اغراض مشترک کے لیے یکساں نصاب تعلیم کا ہونا کوئی وقت ہی نہیں رکھتا اور گویا وہ سب جہاز کے مسافروں کی طرح محض اتفاقاً اپنے ذاتی کاروبار کی وجہ سے یکجا ہو گئے ہیں اور قائمہ عام کی خاطر صرف اُس وقت مل کر کام کریں گے جبکہ خود ان کی اغراض کسی خطرے میں ہوں ورنہ بالعموم ذاتی مقاصد کے سواے اور کوئی شے ان کے مرکوز خاطر نہیں ہے۔

اگر ہم معمولی قانون سازوں پر اس لحاظ سے اعتراض کریں کہ ان کے اختیارات یا علم میں کمی تھی، تو چندان مضائقہ نہیں ہے۔ لیکن جب نیو ما کے مثل کوئی صاحب خرد شخص ایک نئی اور اطاعت پذیر قوم پر بادشاہی حاصل کر لے تو ہمارے دیکھنا بالکل وجہی ہے کہ بچوں کی ابتدائی تعلیم کا اُس نے کیا انتظام کیا؟ کیونکہ ایک دانش مند مقلد کے لیے اس سے بڑھکر قابل توجہ کون شے ہو سکتی ہے کہ وہ اپنی آئندہ نسلوں کو قوم پرستی اور ایک مشترک نو ذہن شرافت کا سبق سکھائے اور عالم شیر خوار کی ایسے قالب میں ڈھالے کہ ان کے افکار و اعمال میں اتحاد کامل پیدا ہو جاوے لکرس نے اس نصاب تربیت سے جو بڑا قائمہ اٹھایا وہ خود اس کے قوانین کا تحفظ اور بقا تھی۔ اور اگر وہ ابتدائی سے اپنے ضوابط اور اصول ان کے دلوں میں راسخ نہ کر دے اور انکو بچپن سے اپنے قومی نظام حکومت کا سچا پابند نہ بنا دے تو محض لوگوں کے قول و تم سے اس کے قیام کا چندان اطمینان نہ ہو سکتا تھا۔ اسی نتیجہ تھا کہ اُس کے بڑے بڑے آئین اور بنیادی اصول پانچ سو برس سے زیادہ عرصے تک زیر عمل اور کسی گھر اور محلہ سے نفش کی طرح قوم کے دلوں پر منقوش رہے، حالانکہ نیو ما کا اصلی مدعا اور مقصد آدمین

یعنی امن مصالحت کا قیام اس کے ساتھ خاک میں مل گیا اور اسکی آنکھ بند ہوتے ہی مندرجاتوں کے پھاٹک چوٹ کھل گئے جسکے ساتھ ہی اس طرح کہ گویا جنگ انھیں دیواروں میں مقید اور بند تھی قتال و خونریزی کا ایک سیلاب ساری اطالیہ پر امنڈ آیا اور عدل و انسانیت کا قصر فرج آفاقاً و امین ٹوٹ کر فنا ہو گیا کیونکہ اسکے در و دیوار میں اس پائڈر اسالے کی کمی تھی جسکا نام تعلیم ہے جو ممکن ہے اس موقع پر بعض لوگ دریافت کریں کہ کیا رومہ کو ان لڑائیوں کی وجہ سے فلاح اور ترقی نصیب نہ ہوئیں؟ اور حقیقت میں اگر کسی کے نزدیک ترقی اور بہتری امن و امان کی محفوظ اور اس شرفیادہ اور آزادانہ زندگی کا نام نہیں کہ جو انصاف کامل سے مصوب ہوتی ہے بلکہ روپے و سامان تقیش کی افراط اور وسعت سلطنت کا نام ہے تو مذکورہ بالا سوال کا تفسی بخش جواب اسکو دینا بڑی طوالت کا کام ہے لیکن اگر اس بحث کو نظر انداز کر دیا جائے تو بھی یہ بات لکڑکس کے لیے کم باعث فخر نہیں ہے کہ رومیوں کی سلطنت نے تو اس وقت ترقی اور عروج پایا کہ جب اپنے مقتضی کے ضوابط و شعایر انھوں نے ترک کر دیے لیکن اہل اسپارٹا اپنے مقتضی کے آئین و قوانین چھوڑتے ہی اوج کمال سے تحت الترقی میں گر پڑے اور وہ تفوق قائم رہنا تو درکنار جو انھیں تمام یونان پر حاصل تھا، خود زندہ رہنا ان کے لیے مشکل ہو گیا، البتہ نیوما کی خصوصیتیں بڑی قابل تعجب اور تقریباً منجانب اللہ ماننی پڑتی ہیں کہ اول تو پر دسی ہونے کے باوجود اہل روم نے اس کو بہت بلایا اور سلطنت پیش کی اور دوسرے یہ کہ ہر چند اس نے نظام سلطنت کو کھل بدل دیا اور تینتالیس برس تک ایک ایسے شہر پر حکومت کی کہ جو قریب قریب بدوی حالت میں تھا، بائیں ہمہ سوائے صلاح و نصیحت کے اسے آخر تک کسی جبر یا زبردستی کی ضرورت نہیں پڑی (حالانکہ لکڑکس، عوام الناس کو مرعوب کرنے کے لیے مجبور ہو گیا تھا کہ مسلح معززین شہر کی امداد حاصل کرے) بلکہ صرف دانش و انصاف کی قوت سے اسے یگانے اور یگانے کو متحد و شیر و شکر کر دیا

یونان کے مشہور مقنن

سولن

کی سوانح عمری

علم صرف و نحو کے ماہر ڈی مس *Democritus* نے (آئین سولن کے بارے میں اسل بیا دیش کو جواب دیتے ہوئے) کسی شخص فلاقیس کا یہ قول نقل کیا ہے کہ سولن کے باپ کا نام یو فورین *Euphorion* تھا۔ یہ خیال مصنفین کی کثرت رائے سے بالکل مختلف ہے۔ کیونکہ اسکی نسبت عام طور پر تسلیم ہے کہ وہ ایکس سس ٹائیڈس *Execestides* کا بیٹا تھا جو کارڈس *Carchedon* کی نہایت شریف نسل کا کارکن اور شہر میں خاصا صاحب ثروت و وجاہت آدمی گذرا ہے۔ سولن کی ماں شاہ پی سس ٹائڈس *Pisistratus* کی قریبی بہن ہوتی تھی جس کی تصدیق ہر کلیڈس پان ٹی کس *Cleisthenes Ponticus* کے بیان سے ہوتی ہے۔ سولن کی اپنی سس ٹائڈس سے بڑی دوستی تھی جس کی وجہ شاہ موصوف کی صفات حمیدہ اور حسن صورت کے علاوہ یہ قربت داری بھی تھی۔ اور میرے خیال میں یہی وجہ تھا کہ جب آگے چل کر معاملات ملکہ داری میں انکا اختلاف ہوا تو انکی لڑائی بہت زیادہ نہ بڑھی۔ اور انکے دونوں میں پرانی محبت اور دوستداری کی گرامی باقی رہی۔ کیونکہ یہ بات سولن کی نظموں اور بعض قوانین سے ثابت ہے کہ وہ حسن و جذبات سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکتا تھا۔ اسی طرح پی سس ٹائڈس کی حسن پرستی

کالکٹا ہے کہ وہ ایک شخص چارلس Chamus نام پر فریقہ تھا۔ اسی نے اپنے (دارالافتون) اکیڈمی میں دو محبت کا مجسمہ بنوا کر نذر دیا تھا جہاں کہ مشعلوں کی مقدس دوڑ میں دو دلے اپنی مشعلیں روشن کرنے ہیں۔

ہر مہینہ صد مہینہ لکھتا ہے کہ جب سولن کے باپ نے اپنی فیاضیوں اور بخششوں سے ساری جاہ و تباہ کر دی تو سولن نے جوانی میں سوداگری کا پیشا اختیار کیا اور اگرچہ اسکے اجاب مدد دینے کے لیے تیار تھے مگر اسے انکے آگے ہاتھ پھرنے شرم آئی۔ وہ تھا بھی تو اس خاندان کا جو مد لینے کے بجائے دستگیری اور سلوک کرنے کے زیادہ عادی تھے، بعض لوگ یہ بھی کہتے ہیں کہ وہ سوداگر نہیں تھا بلکہ ساحتین جو کیا کرتا تھا تو اسکا قصد روپیہ کمانے کے بجائے علم و تجربہ حاصل کرنا ہوتا تھا۔ واقعی اس میں شک نہیں کہ وہ علم کا عاشق صادق تھا۔ جب بدھا ہو گیا تب اپنی نسبت اکثر کما کر اسے ”برہمتی“ ہے روز روزیان پیری کے ساتھ لگائی اسکے ساتھ دولت کی کچھ زیادہ چاہت اسے نہ تھی۔ دولت مند اور معمولی آدمی اسکی نظر میں برابر تھے۔ اپنے اشعار میں لکھتا ہے کہ میں ایک سا سمجھا ہوں اس کو۔

”جسکی ٹھکانا بیم و زور سے بھری ہیں اور جو گھوڑوں کا اور بہت سے خچروں اور بگیوں کے بگیوں کھیتوں کا مالک ہے۔ اور اس کو جو سیدھا سادہ سفید پوش شخص ہے معمولی غذا کھاتا ہے ایک نوعمر بچی اور دو اک بچے رکھتا ہے کیونکہ یہ بھی ہونا چاہیے اور اسکے ساتھ عمر بھی اسکی اتنی زیادہ نہیں کہ چیزیں اس کے لیے بے جوڑ ہو جائیں“

ایک اور جگہ لکھتا ہے :

”دولت میں لے لوں مگر ایسی کبھی نہ لوں گا جو ناجائز ذریعوں سے حاصل کی گئی ہو کیونکہ اسکا خیمہ زہی، گو بہت دن میں سی، کبھی کبھی ضرور جھکتا پڑے گا“

ادھت میں نیکن اور اہل تدبیر کے لیے یہ ماروا نہیں ہے کہ سامان تکلف چھوڑ کے معمولی ضرورت

زندگی کا انہیں خیال اور فکر رہے۔

سولن کے زمانے میں ہمیشہ *Medieval* کے بقول کام کرنا کوئی ذلت نہ تھا۔ نہ تجارت کوئی بُری شے تھی بلکہ یہ پیشہ نہایت شریف سمجھا جاتا تھا کہ اسکی بدولت غیر ملکیوں کی عمدہ عمدہ راحت رسان اشیا اپنے وطن میں لانے سے اور نئے نئے تجربے حاصل کرتے تھے۔ اور اسی لیے سوداگری باڈشاہوں سے تقرب حاصل کرنے کا بھی ایک وسیلہ سمجھی جاتی تھی۔ بعض سوداگر بڑے بڑے شہروں کی بنیاد رکھتے تھے جیسے *Prague* شہر مسیکہ *Moscow* کا بانی جو نول *Nol* کے گائون میں نہایت ہرولعزیز تھا۔ بعضوں کا بیان ہے کہ حکیم براط اور طالیس *Mela* بھی تجارت کرتے تھے۔ اور افلاطون اپنے سفر کا خرچ مصر میں تل بیچ بیچ کر چلایا کرتا تھا۔

کہتے ہیں کہ سولن کی دنیا فنی اور مزاج کی نرمی اور حکیمانہ ہونے کے بجائے عام پسند و نواز شاعری کا سبب ہی یہی تجارت پیشگی ہے۔ کیونکہ ہزاروں مصائب و آلام اٹھانے کے بعد یہ عین فطرت انسانی کا اقتضا ہے کہ کچھ خوشدلی اور عشرت کے سامان چاہتی ہے۔ اگر یہ بات کہ وہ اپنے کو امیر نہیں سمجھتا تھا بلکہ معمولی آدمی شمار کرتا تھا اسکے شعروں سے ظاہر ہے۔

”بعض اشعار خوب المذاہبن اور بعض اچھے آدمی غریب ہیں۔ ہم تو

اپنی نیکیاں کبھی ایسی دولت سے نہ بد لیں! نیکی تو ایسی شے ہے کہ

کوئی اسے نہیں چھین سکتا۔ لیکن روپیہ دن بھر میں میں گھر بدلتا ہے۔“

ابتداء میں سولن معمولی اور فضول فضول چیزوں پر شغف رکھتا تھا اور بیکار وقت اس طرح گزارنے کے سوائے کوئی خاص مقصد شاعری سے اسکا نہ تھا لیکن بعد میں وہ اخلاقی اور سیاسی چیزیں بھی اس میں داخل کرنے لگا۔ اور یہ محض بطور واقعہ نگاری کے نہیں بلکہ کبھی اپنے افعال کی دلیل غلطی میں کبھی اتھنز لوگوں کی اصلاح و تغذیل میں۔ اور کبھی انہیں عمدہ سے عمدہ کاموں پر ابھارنے

کے لیے ہوتی تھی ؛ بعض لوگ بیان کرتے ہیں کہ وہ اپنے قوانین تک کو رزمیہ نظم میں لکھنا چاہتا تھا بلکہ اس نے اس طرح لکھنا شروع بھی کر دیا تھا کہ :-

سم بعد عجز و نیاز اپنے قوانین کے واسطے طلب کرتے ہیں ،
صاحب قوت اندر سے ، عزتیں اور برکتیں اور تعریفیں ؛

فلسفہ میں ، اس زمانے کے اکثر حکما کی طرح سولن زیادہ زور اس اخلاق اور ان اطوار پر دیتا تھا جنکا تعلق ملک داری سے ہے ۔ طبیعات میں وہ سیدھی سادی پرانی ڈگر پر چلتا تھا جیسا کہ ذیل کے اشعار سے ظاہر ہوتا ہے :-

”یہ بادل ہیں جو ازلے اور برف بناتے ہیں اور بجلی سے لازمی طور پر
کڑک پیدا ہوتی ہے جھکڑ چلتا ہے تو سمندر میں طوفان اٹھتا ہے
ورنہ بغیر آندھیوں کے اسکی حالت بہت ٹھیک ٹھیک رہتی ہے“

در اہل گمان غالب یہ ہے کہ فلسفہ کو جس نے پہلے پل روزمرہ کی باتوں سے اٹھا کر نظریات تک پہنچا یا وہ طاليس *Thales* ہے باقی اس وقت تک جو لوگ فلسفی کہلاتے تھے انکی بڑی لیاقت امور ملکہ امری میں بصیرت ، ہوتی تھی ؛ مشہور ہے کہ ان سب فلاسفہ کو شاہ

ہیری انڈر *Heracleitus* نے دو دفعہ ضیافت دیکر پہلے ذہنی بین اور پھر کورنٹھ میں جمع کیا تھا۔ اور انھی جلسوں میں وہ ایک دوسرے سے روشناس ہوئے تھے ؛ لیکن انکا شہر زیادہ اس وجہ سے ہوا کہ جب انکے پاس ایک تپائی (جسکا قصہ آگے آتا ہے) بھیجی گئی تو ہر ایک نے خود اسکا قتیہ چکانے سے انکار کیا۔ اور کمال منکر مزاجی سے کسی دوسرے ہم عصر کا نام لے دیا کہ ”وہ مجھ سے زیادہ لائق فایق ہے اسکے پاس یہ معاملہ لے جاؤ“ قصہ اس تپائی کا یہ تھا کہ ایک مرتبہ کورنٹھ کے ماہی گیر پھیلیاں پکڑنے کے لیے جال پانی میں

لے اندر جے ہارے ہاں مشورہ کر دیا ہے کہ پر یون کا ناچ دیکھنے کے سو کوئی کام نہیں در اہل ٹھکانے پر تاؤن کا سردار اور ٹھیکر یونینوں کے (جور *Johnson*) دیوتا کے ماتھے سے۔ جسے اس یونانی دیوتا کی جگہ اندر ہی لکھنے کو ترجیح دی۔ سترجم

ڈال رہے تھے چند پیشی بعد صمد علیؒ ۷۷ مسافر بھی وہاں آ گئے اور انھوں نے بن کیے
یونہی قیمت لگا دی کہ اتنے دام دیکر اس دغہ جو کچھ جال میں آئے وہ ہمارا اتفاق سے جب
جال کھینچا تو ہمیں ایک سونے کی تپائی نکلی، جسے شہر ٹرولے فتح ہونے کے بعد شہزادی
ہینک سملہ لکھنے لگے۔ لوٹتے وقت ایک قدیم پیشین گوئی کی یاد میں بیان ڈال دیا تھا۔
اب پیشیوں نے اس پر دعویٰ کیا اور باہمی گیر دینے دینے سے انکار۔ یہ جھگڑا بیان تک
بڑھا کہ دونوں شہر دین میں مخالفت پیدا ہو گئی اور نوبت لڑائی کی پہنچی۔ آپاؤ دیوتا کے
ہاں ہی آخری فیصلہ ہوا کہ اس معاملے میں سب سے غلٹ شخص کو حکم بنایا جائے۔ چنانچہ پہلے
اسکو ملے میں طالیں سملہ لکھنے کے پاس بھیجا گیا اور فریقین نے اپنا اپنا دعویٰ پیش کیا
لیکن طالیں نے حکیم بیاس صفی کو اپنے سے دانشمند تر بنایا اور وہ تپائی اس کے پاس
بجوائی۔ اس نے کسی اور کے پاس لیجانے کی سفارش کی اور اسی طرح پھرتے پھرتے وہ تپائی
دوبارہ طالیں کے پاس آئی اور آخر ملے سے منتقل ہو کر شہر پھیمہ پہنچی جہاں اسکو آپاؤ دیوتا
کے مندر پر چڑھا دیا گیا، سفر اس گھنٹا ہے کہ پہلے ہی پہلے تپائی بیاس کے پاس لائی گئی
تھی پھر طالیں کے پاس گئی اور وہاں سے چکر کھا کے دوبارہ بیاس کے سامنے آئی اور پھر
ذیلیقی کے مندر پر چڑھی، بہر حال اس واقعے کو سب نے اسی طرح بیان کیا ہے البتہ تپائی کی جگہ
بعض کہتے ہیں کہ وہ ایک طلائی پیالہ تھا جسے شاہ کرلیس صمد علیؒ نے تحفہ بھیجا تھا۔
اور ایک قول یہ ہے کہ اسے بلی قلیس چوڑا گیا تھا۔

کہتے ہیں سولن کی اناکاریس Anarcharis اور طالیں سے بڑی دوستی
تھی بعض روایتوں میں انکی ملاقات اور مکالمت بھی سننے میں آئی ہے یہ سٹا مشہور ہے کہ
اناکاریس نے ایتھنز اگر سولن کا دروازہ کھٹ کھٹایا اور کہا ہوجا کہ ایک پر دیسی آپکا ہمان
اور دوست بننے کے لیے آپ کے گھر آنا چاہتا ہے۔ سولن نے کہا کہ دوستی کے لیے تو اپنا
گھر ہی زیادہ مناسب ہوتا ہے۔ اناکاریس نے جواب دیا کہ دراجا تو اپنے گھر پر ہو کر کہیں نہیں

مجھ سے دوستی کرنی چاہتے تھے۔ اس لیے حاضر جوابی دیکھ کر سولن بھی متعجب ہوا پھر بڑی مہربانی سے اپنے گھر لے جا کر اُس سے ہمان رکھا اور اگرچہ وہ ملکی معاملات اور قانون سازی میں منہک تھا۔ تاہم اپنے ہمان کے پاس کچھ نہ کچھ وقت ضرور گزارتا تھا جب انا کارسس نے اسکے قانون دیکھے اور اچھی طرح ان کا مطلب سمجھا تو ہنسنے لگا کہ سولن اپنے اہل وطن کی بددیانتی اور حرص قانون کے زور سے روکنا چاہتا ہے۔ حالانکہ یہ تحریریں تاریخ نگار کی طرح ہیں جن میں کمزوریوں پر ہنس سکتے ہیں۔ باقی طاقتور اور روپے والے انہیں جب چاہیں توڑ پھینک سکتے ہیں۔ اس اعتراض کا یہ جواب دیا کہ لوگ عہد کی پابندی کرنے میں بشرطیکہ انہیں اسکے توڑنے میں کوئی فائدہ نظر نہ آئے۔ پس میں اپنے قوانین اس طرح وضع کر دینا کہ میرے اہل وطن اس بات کو اچھی طرح جان لیں کہ قانون شکنی سے کوئی فائدہ نہیں اور انصاف پر قائم رہنا ہی زیادہ اچھا ہے۔ لیکن سولن کی یہ امید بر نہ آئی بلکہ انا کارسس ہی کا قیاس ٹھیک نکلا۔ اُس نے ایک بار ایجنڈے کی مجلس ملکی دیکھ کر یہ بھی کہا تھا کہ یونان میں بڑی حیرت کے لائق یہ بات ہے کہ یہاں عقلاء و تقریرین کرتے ہیں اور حمقاء نیچے کرتے ہیں۔

کہتے ہیں سولن طالیں سے ملنے ملے گیا تھا۔ اور اسکے پاس رہا تو اس نے حیرت ظاہر کی کہ طالیں کو تاتہل سے ایسی بے پروائی کیوں ہے؟ اس وقت تو طالیں نے اس کا کچھ جواب نہ دیا لیکن پھر دس دن بعد ایک پریسی کو سکھا پڑھا کہ لایا جس نے جھوٹ موٹ بیان کیا کہ میں دس روز جو سے ایجنڈے سے آیا ہوں۔ جب سولن نے وہاں کی غیر ضروری بات کی تو شخص مذکور نے سکھانے کے مطابق کہا ”اور تو کوئی تازہ خبر نہیں مان جب میں چلا ہوں تو ایک نوجوان کے جنازے کی بہتر تکفین میں سارا خرچہ خرچ کیا۔ کیونکہ لوگ کہتے تھے وہ کسی نہایت معزز اور صاحب انوار شخص کا بیٹا تھا اور اس کا باپ وطن سے دور کہیں تیار ہو گیا ہوا تھا۔“ سولن نے کہا ”وہ شخص بھی کتنا بد نصیب ہے۔ مگر اسکے نام کی بھی خبر ہے کہ کیا تھا؟“ مخاطب نے جواب دیا ”میں نے نام سنا تو تھا مگر اس وقت وہاں میں محفوظ نہیں رہا۔“

یہ تو مجھے یاد ہے کہ اس شخص کے عدل و دانش کی بڑی تعریفیں ہوتی تھیں،، غرض اس قسم کے مبہم ہوتے ہوں سے سولن کو رفتہ رفتہ سخت تردد پیدا ہو گیا اور آخر وہ نہ رہ سکا اور اپنا نام لے کے پوچھنے لگا کہ درکمین وہ سولن کا بیٹا تو نہیں تھا؟،، اور جب پردیسی نے کہا کہ ہاں اسکے باپ کا یہی نام تھا تو سولن رنج کے مارے سر و سینہ پٹینے لگا اور جس طرح کہ ان موقعوں پر عام لوگ کرتے ہیں اسی طرح شور و شبنون کرنے لگا۔ تب طالبس نے اسکا ہاتھ تھاما اور سکر کے کہنے لگا کہ ”سولن ہی چیز مجھ کو تامل سے روکتی ہے جسکی سہار تم جیسے مستقل مزاج شخص سے بھی نہ بن پڑی۔ مگر اس اطلاع پر کچھ رنج نہ کرو یہ سب بناوٹی باتیں تھیں،، یہ روایت ہر پتیس نے جینی کس *Patacua* سے لی ہے جو اپنی نسبت یہ ڈینگین مارا کرتا تھا کہ مجھ میں ایسپ *مہم* کی روح حلول کر آئی ہے۔

لیکن باب آسایش کو اس لیے تلاش نہ کرنا کہ اگر وہ کھو گئے تو رنج ہوگا، بالکل غلطی اور چھوٹے دل کی بات ہے۔ کیونکہ پھر تو اسی خدشے کے مارے دولت عزت حکمت کوئی شے بھی حاصل کرنے کے لائق نہ رہیگی۔ یہاں تک کہ نکوکاری بھی کہ دنیا میں سترین پونجی ہے بعض اوقات بیماری یا ادویات (مثل مسکرات وغیرہ) کی بدولت بیکار ہو جاتی ہے، اور طالبس نے اگر شادی نہیں کی تو کیا ہوا۔ اسکے ساتھ تامل کے مخمضے نہ سی اپنے وطن اعدا اور اجاب کے افکار تو گئے ہوئے تھے۔ اگر وہ ان سب سے بے تعلق ہو جاتا بے شک ہم سمجھتے کہ وہ افکار و آلام دنیوی سے آزاد ہے۔ طرہ اس پر یہ ہے کہ ہمیں معلوم ہوا ہے اس نے اپنے بھانجے سالیستس *سالیستس* کو اپنا بیٹہ بنا لیا تھا۔

بات یہ ہے کہ خود راج ایک اصول، لطف و کرم کا اپنے مین رکھتی ہے اور جس طرح سوچنے سمجھنے اور یاد رکھنے کی قوت رکھتی ہے اسی طرح محبت کرنا بھی اسکے خواص مین داخل ہے پس جب کسی کا کوئی نہیں جو ناجسے وہ پیار کرے تو وہ از خود کسی غیر کی طرف مائل ہو کر اسی کا شیدائی ہو جاتا ہے۔ اور بیگانی چیزیں درکنار ناروا اشیائیکل سکی التفات کو اپنی جانب کھینچتی ہیں۔ یہی

حال ان الماک اور جاہلادون کا ہوتا ہے جبکہ اصلی وارث نہیں رہتے اور وہ غیرون کے پاس چلی جاتی ہیں اور اتفاقات و محبت ہی کے ساتھ تشویش و افکار آتے ہیں یہاں تک کہ ایسے لوگ جو تو والد و تناسل کو سب و شتم کرتے ہیں بہت دفعہ انہیں لونڈی غلاموں کے بچے کی بیماری یا موت پر آنسو بہاتے اور کڑھتے دیکھا ہے بعض کتے بلی کی موت پر رنج کے مارے آپے سے باہر ہو جاتے ہیں۔ حالانکہ بہت سے خدا کے بندے ایسے بھی ہیں جو اپنے ہونہار بچوں کی موت کا رنج مردانہ وار برداشت کرتے ہیں اور موش و دانائی کے ساتھ باقی عمر گزار دیتے ہیں۔ درحقیقت یہ محبت نہیں کمزوری ہے جو بے عقولوں کو تقدیری امور پر اس طرح کا بیتاب و بے قرار اور ایسی اذیت و کرب میں مبتلا کر دیتی ہے جس سے انہیں لحظہ بھر چین نہ ملے۔ ایسے لوگوں کو خوشی کو پامال کر دینے کے لیے تو بغیر نقصان پہنچے محض آئندہ نقصان کا اندیشہ ہی کافی ہے کہ انہیں مسلسل خوف، فکر اور تکلیف میں بھنسانے رکھے یا ہمیں ہرگز وہ نہیں کہ دولت کے نقصان کے ڈر میں مفلسی کو پسند کریں یا لا دل رہ جانے کے خوف سے شادی ہی نہ کریں۔ بلکہ یہ نقصانات ہمیشہ ضبط اور عقل کے ساتھ برداشت کرنے چاہئیں، لیکن یہ بحث اتنی ہی کافی ہے۔

اب یہ سنو کہ جس زمانے میں تھمز داسے مگار یون *Thamias Megar* سے جزیرہ سلامیس کے لیے لڑتے لڑتے شک گئے اور دشمنوں کا کچہ نہ بگاڑ سکے تو انہوں نے اپنے ان قانون بنایا کہ جو کوئی اب ان تھمز کو سلامیس پر قبضہ حاصل کر نیکی بذریعہ تقریر یا تحریر پر غیب سے تو اسکو سزا موت دی جائے۔ اس شرمناک اظہار بزدلی پر سوکن نہایت ناراض ہوا۔ اور یہ دیکھ کر کہ ناراض تو اب بھی بہت نوجوان اسکی طرح ہیں لیکن چاہتے ہیں کہ ابتدا کوئی اور قانون بنائی کرے، اسنے اپنے آپ کو دیوانہ بنالیا۔ اور خود اسکے خاندان والوں نے شہر میں مشہور کر دیا کہ اس کا دل اُلٹ گیا ہے۔ اس کے بعد اس نے ایک مرثیہ لکھ کر اسے حفظ کر لیا تاکہ سناتے وقت یہ معلوم ہو کہ ابھی فی البدیہہ کہا ہے۔ پھر رات میں ٹوپی لیکے چوک میں دوڑنے لگا اور بہت سے لوگ ارد گرد جمع ہو گئے تو ایک انجی جگہ چڑھ کے اس نے اپنا مرثیہ پڑھنا شروع کیا

سلامیس

جس کا مطلع یہ تھا :-

”ہے پیاری سلامیں نے تم تک مجھے بھیجا
اور شعر مرے دینگے بہتین وان کا سندیا“

نظم کا نام بھی دو سلامیں،، تھا۔ آمین نہایت پر لطف و پراثر، کل تنو شرف تھے۔ جب یہ نظم گائی گئی تو سولن کے اجاب نے اسکو بڑی داد دی خصوصاً پیس ٹرائس نے شہر والوں کو بہت اُجھارا کہ شاعر کی پیروی کریں۔ اور نتیجہ اس جوش خروش کا یہ ہوا کہ پہلا قانون مسنوخ و مسترد ہو گیا اور سولن کی ماتحتی میں از سر نو جنگ چھڑ گئی، اس کے بعد عام روایت یہ ہے کہ وہ پیس ٹرائس کے ہمراہ مقام کو لیا س منعمہ کلر تک جہاز میں آیا۔ یہاں گا فون کی رسم کے مطابق بہت سی عورتیں سیرس دیوی پر قربانیاں چڑھانے جمع تھیں۔ انکو دیکھ کر سولن کو یہ چال سوجھی کہ ایک شخص اپنے من کا مگرا *منہ سمجھو* بیجا جس نے ظاہر کیا کہ وہ اتھنزا والوں سے بگڑ کر انہیں چلا آیا ہے ساتھ ہی انہیں اکسایا کہ اگر اتھنزا کی ذی مرتبہ میرزا دیون کو گرفتار کرنا چاہو تو ایسے میں وہ سب کو لیا س پر جمع ہیں میرے ساتھ چلو تو آسانی سے اُن کو پکڑو اور دیتا ہوں،، مگرا دیون نے یہ سن کر فوراً ایک جہاز میں فوج اس کے ساتھ بھیج دی۔ ادھ سولن نے بھی دو در سے انہیں بھانپ لیا اور عورتوں کو تو اسی دم وہاں سے روانہ کر دیا اور ان کی جگہ بے ڈارطی موچھ کے چند نوجوانوں کو زنا نہ لباس پہنا کر وہاں ناچنے گانے کا حکم دیا۔ اُن کے پاس خنجر بھی چھپے ہوئے تھے اور ہدایت یہ تھی کہ جب تک دشمن جہاز سے اتر نہ آئیں اس وقت تک وہ ساحل سے جانے کا ارادہ نہ کریں، غرض ایسی ہیسی ترکیبوں سے مگرا کی حکمت میں آگئے اور بڑے شوق سے دھما دم ساحل پر کودنے لگے کہ کہیں کوئی شکار ان کے قبضے سے بھاگ کر نہ نکل جائے، اتنے میں جب کہ یہ لوگ یہاں اپنی بیوقوفی پر پچھتا رہے تھے سولن جہاز لیکر سلامیں پر جا چڑھا اور مقام مذکور کو بہ آسانی منسوخ کر لیا،

دوسرا قول یہ ہے کہ اسکی تیخ اس طرح عمل میں نہیں آئی بلکہ سب سے پہلے سولن کو ڈیلفی سے

استحارے کے جواب میں یہ پیغام ملا کہ

» جاؤ پہلے اپنے اُن مردان نامی کو مناد
غربِ رُدا سونے ہن جو سپیدِ خیمہ دھمکی خال پاک
انکی سترِ منامین بھینٹ، اچھی سے اچھی تم چڑھاؤ پُر

اس پر سولن راتوں رات جزیرہ سلاہیس کی طرف جہازوں میں چل پڑا۔ سب سے پہلے تو اس نے
پی ری فی مس *Penintheuma* اور سکریوس *Cythereus* سوراؤن کے نام
کی قربانیاں چڑھائیں اور اسکے بعد پانچ خسو و انٹر (متلو عین) اپنے ساتھ کے لیے چھانٹے
(واضح رہے کہ حکومت نے پہلے ہی یہ اشتہار دے رکھا تھا کہ جو لوگ سلاہیس کو فتح کرینگے وہ ان کی
حکومت میں سب سے بڑا اور مقدم حصہ انھیں کا ہوگا۔) نیز نامی گیاروں کے کچھ ڈوئے اور چہرہ
تین چہرہ کشتیاں ایک خلیج سلاہیس میں مقام نیسی کے مقابل جا اتریں مکار یون کو جس وقت
یہ خبر کچھ غلط کچھ صحیح پہنچی تو انھوں نے جلدی جلدی ہتیار لگانے شروع کیے اور ایک جہاز کو بھی بھیجا
کہ دشمن کی خبر لائے۔ یہ جہاز سولن کے ہاتھ پڑ گیا اور اس نے مکار یون کو مجبور کر کے انکی جگہ
اپنے آدمی اس جہاز پر مقرر کر دیے۔ انہیں حکم دیا کہ جس قدر ممکن ہو خفیہ خفیہ جزیرہ کی طرف کھینا
اور خود اپنے سپاہیوں کو خشکی کی طرف سے لجا کر مکار یون سے لڑائی شروع کر دی۔ عین
اس وقت جب یہ دونوں فوجیں ایک دوسری سے مصروف جنگ تھیں۔ وہ جو جہاز میں
تھے بے روک ٹوک شہر تک پہنچ گئے اور اس پر بے آسانی قابض ہو گئے پُر

فتح سلاہیس کی یہ دوسری روایت ہے اور اس کی تصدیق اس رسم سے بھی جو بعد میں منائی
جاتی رہی، ہوتی ہے :- یعنی ایک تھنری جہاز بہت خاموشی اور اخفا کے ساتھ جزیرہ کی
طرف کھیا جاتا پھر اسکے ہتیار بند سوار کیا رگی غل شور مچاتے ہوئے کو دود کے زمین پر اترتے
اور ایک نفر لگا کر اس کریم کی جانب دوڑتے اور خشکی کی طرف کے آنے والوں سے اس جگہ
آن کر مل جاتے پُر

علاوہ برین اسی راس پر سولن نے مریخ دیوتا کے نام پر ایک مند تعمیر کیا ہے کیونکہ
مگاریوں کو شکست دینے والا وہی ہے۔ اور اسی نے جو شکست خوردہ بانی بچے ان کو خاص
خاص شرائط پر امان دی تھی۔

لیکن اس کے بعد بھی لڑائی ہوتی رہی اور چونکہ فریقین کا فی نقصان اٹھا چکے تھے
اس لیے انہوں نے اسپارٹا والوں کو اپنا بیچ بنایا۔ اس موقع پر مشہور ہے کہ جب یہ معاملہ پتہ
میں آیا تو سولن نے قوم کے چند شعر بر محل پڑھ کر ان کے اثر سے بہت فائدہ اٹھایا۔ ان
شعروں میں اُس نے تھوڑا سا تصرف کر کے یہ بیت بھی اپنی طرف سے اضافہ کر دی تھی :-
”سلا س سے بارہ جہاز بہادر جس سے مل گئے آئے۔
اور اسکے ساتھی ایجنفر والوں کے شانہ نشانہ ان کے
دشمنوں سے لڑے۔“

مگر ایجنفر والے اس روایت کو صحیح نہیں مانتے۔ ان کا بیان ہے کہ سولن نے پخون پر یہ بات
اچھی طرح سے کھول دی کہ اس جزیرے کو اسکے اصلی وارث، یعنی جس کے بیٹے زمین دیکھے
ہیں۔ ان دونوں کو اسکے بدے میں تھنر کے حقوق شہریت اور قصبہ فلینڈی *Thilandia*
کی حکومت حاصل ہوئی۔ (جہاں کا پانی س ٹرائٹ تھا) اور اسی کی وجہ سے ایک جانی کا نام قلبیوں
ہوا۔ دوسرا یو اسس ہے وہ بھی ہماری سرزمین *Attika* کے موضع *Brauron* میں
میں بستا ہے۔

اسکے سوا سولن نے مگاریوں کی زیادتی کی دلیل ایک اور بھی دی۔ اور کہا کہ یہ اپنے
مردوں کو ایجنفر والوں کی طرح غربت و وفن کرنے لگے حالانکہ ان کے ہاں دستور شرق و دون
کرنے کا ہے۔ لیکن میرا *mece* مگر مگاری نے اس دلیل کو جھٹلایا ہے۔ اس کا بیان ہے
کہ ہم ہمیشہ سے مغرب کی طرف کروٹ لو اگر مردے دفن کرتے ہیں۔ البتہ ایجنفر یون کے مانند
ہر ایک نفس کے لیے الگ قبر نہیں بناتے بلکہ دو دو میں ایک قبر میں رکھ دیتے ہیں۔ لیکن

اما کو کے بعض الہامی اقوال نے سولن کی کچھ اس طرح تائید کی کہ اسی کی بات درپری، پیچ
اس معائے میں کر بولیداس Critolaidas اور فارےش Anopharctus
ہسکی داس Hypaechidas انکسی لاس Anexilas اور کلونیوس Cleomenes
اسپارٹی تھے۔

اس واقعے نے سولن کو بہت مشہور و باسوخ کر دیا۔ اور جب اُس نے ایک دہین الاقوی
جھڑے میں ڈیلپی کے متبرک الہامی اقوال کی حمایت کی تو سارے یونان میں وہ نام آور ہو گیا
اسی کی صلاح پر افیکٹاس Amphictes والون نے ہتیار اٹھائے اس کی تصدیق اڑھو
کے اس بیان سے ہوتی ہے جس میں اس نے ہتیار *Gythia* کے کھیل تماشوں میں جیتنے والوں
کے نام گنوائے ہیں۔ لیکن اس لڑائی میں سولن نے کمان بنین کی تھی جیسا کہ ہر تیس نے
کہا ہے۔ کیونکہ مشہور خطیب اسکائیئس نے اسکا ذکر بنین کیا اور ڈیلپی کے رجسٹرون میں بھی
اسکے بجائے اس ہم کام جرنیل الس تین *Alcmaeon* کو لکھا ہے۔

ایجنٹ کی اندرونی حالت اس زمانے میں کچھ اچھی نہ تھی۔ کیلون *Cylon* کا بلا بھگلا
جو مگا کلس *Megacles* کے زمانے سے چلا اب تک چلا آتا تھا، فقہ یہ تھا کہ کیلون اور
اسکے ساتھی ایک سخت جرم کر کے منزوا دیوی کے مندر میں گھس گئے تھے جہاں سے زبردستی
انکنا یا ان کی جان مارنا نہ چاہا بالکل ممنوع و حرام تھا۔ تب حاکم وقت مگا کلس نے انہیں بٹلا
پھسلا کر مندر کے باہر بلایا اور کہا کہ تم کو مارا نہیں چاہیگا بلکہ تمہارا قانونی طور پر مقدمہ عدالت میں
پیش ہوگا۔ اسپر کیلون اور اسکے ساتھیوں نے ایک ڈور امن وادیوی کی صورت سے باندھا اور
اسکا ایک سر خود ہاتھ میں پکڑے پکڑے مندر کے باہر آئے مگر عدالت تک پہنچنے سے پہلے یہ
ڈور خود بخود جین سے ٹوٹ گیا۔ اس سے مگا کلس وغیرہ نے نتیجہ نکالا کہ دیوی نے ان کو
اپنے تحفظ میں رکھنے سے گویا انکار کر دیا ہے۔ پس وہ سب کے سب گرفتار اور سنگسار کر دیے گئے
جو دوبارہ بھاگ کر مندر میں گئے انہیں خاص قربانگاہ پر پلٹار کے گھاٹ ڈتارا اور وہاں اُن کے

جو مجسٹریٹوں کی بیویوں کی (دنت سماجت کر کے) حمایت میں آگئے کوئی متنفذ کیلون اور اسکے ہمراہیوں میں سے زندہ نہ بچا، مگر اس وقت سے یہ سب مجسٹریٹ اور حکام سخت گنہگار اور قابل نفرت سمجھے جانے لگے۔ کیلون کے ساتھیوں کی جو تھوڑی سی جماعت بچ رہی تھی اس کی قوت اس واقعے سے خوب بڑھ گئی اور انھوں نے مگا کلس کے رشتہ داروں سے ہزار ہا جھگڑے فساد کرنے شروع کیے۔ یہ جھگڑے اُس وقت، جب کام ذکر کر رہے ہیں، اپنے کمال پر تھے اور انھوں نے لوگوں کو کئی کئی کیلون میں منتشر کر رکھا تھا۔ سولن اپنی نام آوری کی وجہ سے اس میں پڑا اور اُس نے ایجنٹز کے لایق لایق اور صاحب اثر اصحاب کو بچ میں ڈکڑا کر ان جھگڑوں کا اس طرح تفسیر کرنا چاہا کہ تمام مجسٹریٹ جن پر وہ توہین مذہب، کا الزام لگایا جاتا تھا، انھیں اس بات پر رضامند کر لیا کہ وہ تین سو اشراقون کی عدالت میں اپنی صفائی کر دیں۔ جب اس قرارداد کے مطابق مقدمہ پیش ہوا اور فلیٹ کا ایک شخص میراٹھ (Merrath) ان کے خلاف پیردکاری کے لیے کھڑا ہوا تو آخر میں وہ سب توہین مذہب کے مجرم پائے گئے۔ اور جلاوطنی کا حکم ان کے واسطے صادر ہوا بلکہ جو لوگ انہیں سے مرچکے تھے اُن کی لاشیں تک قبروں میں سے کھدوا کر حدود مملکت کے باہر پھینکوادی گئیں، عین اس عالم میں کہ ایجنٹز خانگی مناقشوں میں پھسا ہوا تھا مگر اراکوں نے ان پر حملہ کیا اور کیسی اور سلاخیں دوبارہ چھین لیے۔ مزید برآں خود شہر میں عجیب عجیب آسیب لوگوں کو نظر آنے لگے اور ان کے اوہام اور دوسو سوں کو ان کے ہڈت پجاریوں نے یہ کہہ کر اور بڑھا دیا کہ دیوتاؤں پر قربانیاں چڑھانے سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ بھی آج کل ناخوش ہیں اور ہمیں مبتلا سے معصیت سمجھنے ہیں۔ ضرور ہمارے گناہ اور باعمالیاں روزید دکھانے والی ہیں اور جب تک ان کا کفارہ نہ کیا جائے عذاب کم نہ ہوگا۔ وغیرہ وغیرہ یہ حال دیکھ کر شہر والوں نے قرطیش سے حکیم ہینڈز فسطائی کو بلوایا۔ یہ شخص عقلا سے یونان میں اُن کے نزدیک جو پری انڈر (Perry) سمجھا کو نہیں مانتے، حکیم سابع (یعنی ساتواں عقلند) شمار ہوتا ہے، یہ معلوم ہوتا ہے اُسے عام طور پر دیوتاؤں کا محبوب سمجھا جاتا تھا کیونکہ مافوق العادت

اور مذہبی امور میں اس کی لیاقت و واقفیت امر مسلم تھی۔ اسی وجہ سے اسکے معاصر اُسے
 بلطی **مقلد** دیوی کا بیٹا اور کورس مسند سنانی بھی کہتے تھے، جب وہ اتھنز آیا
 اور بیان سولن سے اسکی واقفیت اچھی طرح ہو گئی تو اُس نے سولن کو بہت مدد دی اور اس کے
 قوانین کے لیے راستہ تیار کر دیا۔ دہان کے سخت طریق ریاضت و نفس کشی کو اُس نے کسی قدر
 آسان کر دیا۔ موت پر جو سوگ و دہان والے مناتے تھے اور حضہ عورتوں سے جو دشمنانہ
 ہمیں کرائی جاتی تھیں ان کی تحفیف کچھ قربانیان بڑھا کر کر دی۔ لیکن سب سے مفید کام اس
 نے یہ کیا کہ شہر کی صفائی اور تطہیر آگ و روشنی سے کرائی ساتھ ہی بہت سی مقدس عمارتوں کی
 بنیاد رکھی تاکہ لوگوں میں اخلاص و اتحاد بڑھے اور وہ عدل و انصاف کی قدر کرنا سیکھیں، سنا
 منو شیا **مصلحت** کی عمارت کو دیر تک غور سے دیکھنے کے بعد جو لوگ اُس پاس کھڑے
 تھے اُن سے اس نے کہا کہ دو آدمی بھی مستقبل سمجھنے میں کس قدر اذہا ہوتا ہے۔ حقیقت اگر اتھنز
 پہلے سے جان لیتے کہ یہ عمارت انکے شہر میں کیا کیا آفتیں کھڑی کریگی تو وہ اسکو دانتوں سے توڑنے
 اگر قائم نہ رہتہ دیتے، ایک ایسی مہم کا خیال طالیس سے منسوب ہے۔ کہتے ہیں اُس نے اپنے
 دوستوں سے وصیت کی تھی کہ مجھے ملطہ کے بڑے سے بڑے اور کسی گناہ کرنے میں فن کر دینا۔
 کیونکہ اس مقام کے دن بھی کبھی نہ کبھی بھر نیلے اور یقیناً دہان ایک زمانے میں ملطہ والوں کے بار
 لگا کر بن گئے ہوں

فہندش کی اتھنز میں بڑی عزت اور توقیر ہوئی۔ اور شہر کی طرف سے اسے نہایت بیش قیمت
 ہرے پیش کیے گئے لیکن اس نے درخواست کی کہ صرف ایک شاخ مقدس زیتون کی ججہ بطور تحفہ
 مل جائے۔ اور جب وہ مل گئی تو پھر وہ اپنے وطن لوٹ گیا۔
 جب یہ شورش کیلون کی رفع دفع ہو گئی اور گنگار شہر بدر ہو چکے تو اتھنز میں پھر وہی سیاسی
 اختلافات شروع ہو گئے۔ اور ملک کے مختلف فرقوں میں دھڑبندی ہونے لگی، پارٹی علاقے
 کے لوگ دستوری طریق حکومت کے طرفدار تھے۔ میدانی لوگ (ایلیڈونے) رہنے والے امر کی حکومت

کو ترجیح دیتے تھے اور ساحلی دو تون کے بین مین تھے اور پہلی دو تون جاعتون کے سڈراہ
 ہو جاتے تھے یہ اس کے سوا دو لمتدون اور ملسون کی مالی جدوجہد بھی اس وقت علی بنیہ
 تھی اور ان سب جھگڑوں نے شہر کی حالت اس درجے محدود کر دی تھی کہ سوائے شخصی اور
 مطلق اصنان حکومت کے اس کا حل ہونا نظر نہ آتا تھا۔ دو لمتدون کے فرض سے کوئی شخص
 بچا ہوا نہ تھا۔ اور یہ سب مقرض یا تو اپنے قرضوں کی زمین جوتے اور ایک سڈس ادا کرتے
 رہتے جس سے ان کا نام کپنی مورسی *monorisi* لکھا یا تھیش *thesh* (یعنی سڈس میں)
 پڑ گیا تھا۔ اور یا یہ لوگ قرض میں اپنا جسم کفول کر دیتے یہ گویا قرضخواہ کو اختیار دینا تھا کہ وہ جب
 چاہے انھیں اپنا غلام بنالے یا کسی دوسرے کے ہاتھ فروخت کر دے۔ بعض اوقات وہ انھیں
 اولاد بیچنے پر (جو قانوناً ممنوع نہ تھا) مجبور کرتا یا اور انھی زیادتیوں سے عاجز آکر بہت سے مقرض
 گھر چھوڑ چھوڑ کے بھاگ جاتے بلکہ جب نوبت بیان تک پہنچی تو انھیں بہت سے جی دار اٹھ کھڑے
 ہوئے کہ اپنا ایک سردار منتخب کر کے ان مظالم کا سد باب کریں اور اپنے مبتلائے عقوبت بھائیوں
 کو چھڑا کر ایک نئی حکومت قائم اور زمینوں کو از سر نو تقسیم کریں

اس وقت ایتھنز کے عقلمانی ملکر سولن کو مجبور کیا کہ وہ ان کے باہمی جھگڑے چمکائے
 اور ملک کو تباہی سے بچائے؛ چونکہ سولن متنازعین میں سے کسی فرقے میں بھی نہ تھا۔ نہ وہ
 کسی کا قرضدار تھا نہ قرض خواہ۔ اس لیے سب نے اس کو اپنا حکم منتخب کیا اور اگرچہ فریڈیا اس
Phainao بہ وثوق کہتا ہے کہ سولن نے ملک بچانے کی خاطر اپنی اپنی جگہ ہر فرقہ کو بھڑایا
 تھا کہ وہ ان کے حسب منشا فیصلہ کر دیگا، لیکن خود سولن کا بیان اس کے خلاف ہے۔ وہ کہتا ہے
 کہ میں مال داروں کے غور و اور فریق ثانی کی حرص سے اس قدر اندیشہ مند تھا کہ اول اول ان کے
 معاملات میں ہاتھ ڈالتے جھگڑاتے۔ بہر کیف قلم بردش *Philombrat* کے بعد
 وہ آرکن *Archon* (یعنی حاکم سیادی) منتخب ہوا اور پھر اسے محاکمی اور قانون سازی
 کے اختیارات کامل دیے گئے۔ مال داروں نے اس کو یوں منظور کیا کہ وہ خود خوش حال تھا اور غریبوں

اس لیے ترجیح دی کہ وہ حق پسند اور دیانت دار تھا، اس کے انتخاب کے وقت خود اس کی
 کمین لوگوں میں زبان زد حق کی وہ اگر ہر شے اپنی جگہ ہوا تو کوئی لڑائی جھگڑا نہیں پیدا ہو سکتا،
 اس قول نے دونوں فریقوں کو خوش کر دیا تھا۔ دولت مند تو اس سے اپنے موافق یہ مننے لیتے تھے
 کہ ہر ایک کو اپنا اپنا حصہ ملنا چاہیے اور کم قدرت لوگ اس کا مطلب یہ سمجھتے تھے کہ ہر شخص کو مساوی
 حصہ ملنا چاہیے، فریقین کی ایسی ایسی توقعات تھیں جیسا خون نے سولن پر عکاسی اپنے ہاتھ
 میں لینے کے لیے زور دیا اور چاہا کہ ایک بار حاکم منتخب ہونے کے بعد پھر وہ اپنی منشا کے مطابق
 جس طرح مناسب سمجھے معاملات کی درستی کرے۔ عوام الناس تو اس ڈر سے کہ قانون اور عقول
 فحاش بھی حالات موجودہ میں کارگر نہیں ہوگی بیان تک تیار تھے کہ کوئی دانا اور انصاف پسند
 شخص ان پر مطلق العنانی کے ساتھ بادشاہت کرے۔ اور یہ بھی کہتے ہیں کہ سولن کے پاس ڈیوینی
 سے بھی یہ کمین (پیغام الہی) آگئی تھی کہ :-

وہ جہاز ملک کی تہوار ہاتھ میں لے لے

بہت اہلی ایٹھز ساتھ میں تیرے

لیکن سب سے زیادہ سولن کو اس کے خاص خاص دوستوں نے نام دھرے کہ ایسا اچھا موقعہ
 بادشاہت حاصل کرنے کا چھوڑے دیتا ہے۔ حالانکہ جب وہ حاکم یا خلیفہ ملک کی طرف سے
 منتخب کر لیا گیا تو پھر کیوں نہیں وہ خطاب بادشاہی کا بھی اپنے لیے اعلان کر دیتا۔ جس کا اسے
 قانون نام بھی حق ہو گیا ہے۔ اس سے پہلے جزیہ یا *phoros* میں ٹوٹی ٹوٹی *phoros*
 کو حاکم بنا کے وہاں والے یہ تماشہ دیکھ چکے تھے اور اسی طرح کی واردات میں *phoros*
 میں گذری تھی جان کہ پٹاکش *phoros* حکومت کو الٹ کر خفی بادشاہ بن بیٹھا تھا، لیکن
 اس قسم کی کوئی مثال یا تحریریں سولن کو صراطِ مستقیم سے نہ ڈگمگاسکی۔ بلکہ اس نے اسے

سہ کمین ٹیک مراد ہے اور کل Oracle کا۔ ڈیوینی کے مقام پر جو پاو دیو کا مندر تھا اور جس سے عالم
 پر مشکلات میں استخارہ کرتے تھے، اس کے اہم جواب یا بیانات اور کل ہی کہلاتے تھے جو مستحکم

جواب دیا تو یہی کہ اگرچہ مطلق لغائی ایک نہایت دلکش طلسم ہے لیکن جو اس میں جھپس جاتا ہے پھر وہ کبھی باہر نہیں نکل سکتا۔ (مطالب یہ کہ اگر مطلق لغات بادشاہ چاہے بھی کہ انصاف پسند اور غلامان کی وجہی رائے کا کسی معقول حد تک باندھ تو اس سے بن نہیں پڑتا اور اس کی طبیعت یہ گوارا نہیں کرتی) سولن نے اپنی منظوم بیاض میں بھی نوکش صحت کے نام پر شعر لکھے ہیں :-

وہ اس لیے کہ میں نے اپنے ملک کو جوں کا توں آزاد رہنے دیا -

اور اپنا ہاتھ غصب اور زیادتی سے روکا - اور اسپر کہ میں نے دہباؤ و غرضی دور

ذلت کا اپنے اچھے نام پر نہ لگنے دیا - مجھے ذرہ برابر بچھتاؤ نہیں آتا ،

بلکہ مجھے یقین ہے کہ یہی چیز سیری نام آوری کا طرما فقا رہو گی کہ

ان شعروں سے یہ بات بھی نکلتی ہے کہ سولن اپنی قانون سازی سے قبل ہی مشہور اور نامور آدمی تھے ، اُس نے اپنے شعروں میں اُس شہر کا بھی ذکر کیا ہے جو اُس کے دوست بادشاہی کے لیے پر کیا کرتے تھے - وہ جس طرح اُس کا خاکلا ڈالتے تھے اُس کو ان لفظوں میں نقل کیا ہے :-

وہ سولن جج مادیہ لوح اور خالی منصوبے کا شخص معلوم ہوتا ہے - دیوتا ہے

چھپر ہوا کرد دولت دیتے ہیں مگر وہ اپنی خوشی سے اُسے ٹھکرائے دیتا ہے ،

بال مجلیوں سے بھرا ہوا تھا مگر اس بے عقل نے بھاری بھاری دیکر کم ہمتی سے

اس کو کینچا ایک ننہن ، کہیں میں اس کی جگہ ہوتا اور یہ دولت اور بادشاہی ملک

روز کے لیے بھی مجھے مل سکتی تو میں اپنی کھال بھی اُتر داتا اسکے لیے گوارا کرتا ،

اتنی کم حوصلہ اور تنگ خیال دوستوں کی کہیں اس نے مذکورہ بالا الفاظ میں دھرائی ہے کہ

لیکن اگرچہ حکمرانی حاصل کرنے سے سولن نے انکار کیا تاہم اس معاملے میں وہ بالکل ہی نرم

اور لطافت درون کے ہاتھ میں سوم کی ناک نہ تھا - نہ اُس نے اپنے فوہن میں ان کی کوئی

رُور عایت کی جنھوں نے کہ اس کو انتخاب کیا تھا ، جو چیز کہ پہلے سے اچھی تھی اُس کو اس نے

بجائے اپنی حالت پر رہنے دیا - اور نہ غیر ضروری تبدیلیاں اس نے اس مملکت میں کیں اس خیال سے

کہ کہیں ع

ڈھنار ہے کپڑے پہ نہ کپڑا باقی،،

اور اس اندیشے سے کہ کہیں نظام سلطنت میں کوئی بڑا انقلاب پیدا کرنے کے بعد ایسی خرابیاں اٹھ کھڑی ہوں جو پھر اسکے قابو کی نہ رہیں۔ اور جو کچھ برا بھلا احوال اس وقت ہے اس سے اور تر حالت ہو جائے، اس نے قضی اصولین کہیں وہ سب ایسی تھیں جن پر، اسکے نزدیک، سلیم الطبع لوگ ترغیب سے اور سرکش جبر سے عمل کر سکتے تھے جیسا کہ وہ خود کہتا ہے:

ع دو لینا کام ایک ہی یا ن زور اور انصاف، دونوں سے؟

تب ہی جب اُس سے پوچھا گیا کہ ”کیا تم نے جو قوانین بنائے وہ تھنر کے لیے بہترین دستور العمل ہیں؟“ تو اُس نے جواب دیا ”بے شک بہتر سے بہتر دستور العمل جو وہ قبول کر سکتے تھے مگر فی زمانہ لوگوں کا خیال ہے کہ ایتھنز والوں میں جو یہ طریقہ رائج ہے کہ وہ ذابیم کو ایسے ناموں سے جن میں ذم کا پہلو نہ ہو جیسے دو کنبوں، کو ڈیرے دار (مشرس) درخاج، کو ذر رسوم (کشم) جبل خاٹے کو بڑا گھر (جیمبر) لنگے کا طب کرنے لگے ہیں، یہ ترکیب بھی سوکن ہی نے شروع میں ایجاد کی تھی چنانچہ قرضوں کی تسخیر کا نام اُس نے سی سکتھا *sestima* منہ ملک بینی کو خلاصی یا سکہ دہنی رکھا تھا۔ اور یہی کام سب سے پہلے اس نے کیا تھا کہ جو قرضے باقی تھے ان کو معاف کر کے آئندہ کے لیے اپنی ذات کو کفول کرنے کی قطعی ممانعت کر دی، اگرچہ بعض لوگ، جیسے انڈروٹن *Androton* یہ یقین کہتے ہیں کہ قرضوں کی تسخیر عمل میں نہیں آئی تھی بلکہ صرف سود گھا دیا گیا تھا جس سے لوگ نہایت خوش ہوئے انھوں نے اس نفع رسانی کا نام سی سگ تھیا رکھا اور ان مفید اصلاحوں کو بھی جیکے روئے ان کے اوزان اور سکہ کی قیمت بڑھ گئی تھی، اسی نام سے یاد کرتے تھے۔ چنانچہ پونڈ کو اس نے تتر در ہون ڈریک *teridron* کے بجائے سودر ہون کا سکہ معین کیا جس کی وجہ سے دینار دین کو بہت سہولت ہو گئی کیونکہ قرض اگر دو پونڈ (یا ڈیڑھ سودر ہم) کا تھا تو نئے قاعدوں کے مد سے ادائیگی اس کی ڈیڑھ پونڈ سے ہو سکتی تھی۔ لیکن کثرت رائے اس طرف ہے کہ سی سگ تھیا

قرضوں کی تسبیح کامل ہی کا نام ہے۔ یہی اس کے اُن شعروں سے بھی ظاہر ہوتا ہے جہاں وہ بغیر بیان کرتا ہے کہ :

دو مین نے اُن کتابت کفالت سے جنھوں نے
زمین کو چھار کھاتھا، ملک کو صاف کر دیا۔

اور اس طرح اُس قیدی کو آزادی دلائی

جو بد نصیب اسی قرضے کی بلا میں آزادی سے ہاتھ دھو چکے تھے انھیں سولن نے دور دور سے بلوایا
انکی غریب الوطنی کا حال لکھا ہے :-

دو وہ بیکس اتنی دور اور دیر تک آوارہ وطن رہے

کہ اپنے گھر کی بولی بھی بھول گئے تھے

بہت سے خود ایتھنز میں ایسے ایسے لوگ اس نے آزاد کرائے

دو جو مبتلاے غلامی و صد مشقت تھے

جس زمانے میں سولن یہ قاعدے تیار کر رہا تھا ایک نہایت ناگوار واقعہ پیش آیا۔ یعنی جب وہ قرضوں کی تسبیح کا ارادہ کرنے کے بعد اس کے نفاذ کی ترکیبیں سچ رہا تھا تو اُس نے اپنے تین دستوں کو *Conon* کلی میں *Cleinius* پہنچی کس *Apodonicus* سے جن پر اس کو پورا بھروسہ اور اطمینان تھا، بتا کر کہ یہ گندیا کہ میں اراضی کی تقسیم و تعین کے جھگڑوں میں نہیں پڑو گا بلکہ صرف قرضوں کے بارے میں لوگوں کو سبک دوش کر دوں گا یہ سن کر اُس کے دوستوں نے اس اطلاع سے فائدہ اٹھایا اور فوراً بہت سا روپیہ قرض لیکر زمینیں خرید لیں۔ اور جب قانون پاس ہو گیا تو زمینیں تو انکی ہو ہی گئی تھیں، قرض کی ادائیگی سے وہ قانون پھوٹ گئے، اس واقعے نے سولن کو سخت

لگ کفالت ناموں کے بجائے یونان میں دستور تھا کہ پھر کھیتوں میں یا مکانات کنول میں گاڑ دیتے تھے اور

اُن پر قرض کی شرائط وغیرہ درج ہوتی تھیں۔ اسے انگریزی میں مارکیٹ سٹون *Market Stone* سے ترجمہ کیا ہے۔ جسکے نقلی معنی سنگ کفالت کے ہونے۔ مترجم

بدنام کیا، اگرچہ وہ بیچارہ خود دھوکے میں آگیا تھا مگر لوگوں نے یہی شبہ کیا کہ اس کے ایسا سے ایسا ہوا، لیکن یہ دیکھائی دیا کہ جب اس نے خود اپنا دیا ہوا وہ اپنے مفروض پر حسب قانون چھوڑ دیا۔ یہ رقم بعضوں نے پانچ ٹیلنٹ (ایک طلائی سکے) اور بعض نے پندرہ ٹیلنٹ تک بتائی ہے، مگر اس کے دوست اس واقعے کے بعد سے مدۃ العمر حیر و سوچ رہے۔ *Cherocope* یعنی نادہند، کھلائے ہوئے

اس قانون نے ہر دو فریق کو ناخوش کر دیا۔ مالداروں کو تو شکوہ اپنے روپے جانے کا تھا مگر ناداروں کی شکایت یہ تھی کہ زمین کو کیوں نہ برابر تقسیم کرایا گیا جیسا کہ لکرس *Lycus* نے اپنے قوانین میں کیا تھا۔ بے شبہ لکرس اپنی ملکیت میں امن و حفاظت کے ساتھ امیر و غریب میں مساوات قائم رکھنے میں کامیاب ہو گیا تھا لیکن یہ کامیابی بے آسانی حاصل نہ ہوئی تھی بلکہ اس لیے کہ لکرس، ہر کیولیز *Heracles* (ہرقل اول) کی گیارہویں پشت میں ہوتا تھا اور اس کی مٹی میں قوم پر سا لہا سال حکومت کرنے کے بعد اس قدر صاحب قوت اور مشہور ہو چکا تھا کہ اس نے بہ زور اپنا منشا پورا کر لیا کہ اس کنگڈم میں کئی لڑائیاں اسے لڑنی پڑیں حتیٰ کہ ایک آٹھ اسکی انھیں جھگڑوں میں جاتی رہی، بیچارے سون میں اتنا بوتا تھا وہ پھر ایک متوسط طبقے کا معمولی شہری تھا، تاہم اس نے جو کچھ کیا وہ اپنی قوت سے بڑھ کر تھا۔ کیونکہ اسکا جو کچھ زور تھا وہ اتنا کہ لوگ اسے اچھا سمجھتے تھے اور اسکی قدر کرتے تھے، یہ سوا کے قوانین نے انکی اس ہر و محبت کو بھی ختم کر دیا۔ اس لیے کہ وہ انکی توقع کے موافق نہ تھے۔ سون خود ان الفاظ میں اس کا ذکر کرتا ہے :-

”وہ پہلے میری بڑی تعریفیں کیا کرتے تھے لیکن

اب انکی حریفیں آنکھیں، تیز نگاہیں مجھ پر ڈالتی

ہن۔ یہی میرے دشمن میرے دوست تھے ہوئے

پھر آگے چل کر کہتا ہے کہ اگر یہی اختیارات میری جگہ کسی اور کو حاصل ہو جاتے تو :-

”اے جو ہمارے ساڑھے تین ہزار روپے کے مساوی ہوتا تھا ہم

رو وہ ممکن نہ تھا کہ اس طرح کے صبر سے کام لے،

کچے کے سوسے خود نہ چکھے اور یوں غلاموں میں بیٹھا رہے؟

غنیّت ہے کہ آخر کار یہ لوگ قوانین سولن کی خوبیوں کے قائل ہو گئے۔ اور انھوں نے خود عرضی اور باہمی منافرت کو غیر بادکہ کے سارے شہر کی جانب سے قربانی چڑھائی اور اس رسم کو بھی سی سک گیا ہی موسوم کیا۔ پھر انھوں نے بالاتفاق سولن کو حکومت کی اصلاح پر مقرر کیا اور اسے قانون سازی کے ساتھ پورا پورا اختیار کبریٰ عدالت کی مینٹی مجلس اور تمام نظامات سلطنت کے رو بہدل کا دیدیا۔ ان سب جامعہ کی ترکیب، قواعد اجلاس، اور اختیارات مقرر کرنے بھی بہر چھوڑے اور یہی بھی اس کو انھوں نے دیا کہ موجودہ سرشتوں اور محکومین سے وہ جس کو چاہے جاری رکھے اور جس کو چاہے توڑ دے؟

جب سولن کو اتنے اختیارات وسیع ملے تو سب سے پہلے اُس نے قوانین دُرِ گمراہی کی باشتنا سے قانون مطلقہ قتل، تنسیخ کی۔ کیونکہ وہ اور ان کی سرزمین نہایت شدید تھیں۔ خفیف جرائم کے لیے موت کی سزا تھی حتیٰ کہ سستی اور کالہ کی مجرم بھی قابلِ دار شمار کیے گئے تھے اور مولیٰ گاجر کے چوروں کے لیے بھی یہی سزائیں مقرر تھیں جو قتل و خون ریزی کے ترکیب کے لیے ہوتی تھیں۔ اسی پر دماؤس *demadous* نے یہ بعض بات کہی تھی کہ اگر کوئی روشنائی کے بجائے اپنے قوانین، خون سے تحریر کیے ہیں، خود بنانے والے سے جب دریافت کیا گیا کہ ایسی چھوٹی چھوٹی باتوں کی تم نے اتنی سخت سزائیں مقرر کی تو اُس نے جواب دیا کہ، ”خفیف جرائم سزائے موت ہی کے سخت ہیں اور رہے بڑے جرم، تو ان کی سزائیں اس مجبوری سے مقرر کی کہ کوئی اور بڑی سزا ہونہ سکتی تھی؟“

اس کے بعد سولن نے اس خیال سے کہ صیفہ فوجداری (مجسری) اُمرا کے ہاتھ میں رہے

لیکن حکومت کے اور شعبوں میں عوام الناس کا دخل ہو، سب کی جائیدادوں کی جانچ پر تال کی اور

Aracoe آئینہ کاسب سے پلا مقنن جس کے قوانین کی سختی آج تک ضربِ قتل ہے۔ مترجم

انہیں جو خشک ترسیو کے پانچ سو پانے کی قیمت برابر آمدنی رکھتے تھے، پہلے گروہ میں رکھا۔
 جن کا نام پٹاکوسی اوسے ڈیسی *Penlacooioediminn* تھا۔ دوسرے گروہ میں لوگ
 تھے جنہیں ایک گھڑے کے رکھنے کا مقدور تھا یا تین سو پانے کی آمدنی تھی۔ یہ پٹاکوئینس
Penlacooioediminn کہلاتے تھے۔ اسی طرح تیسرے گروہ کا نام جو دو سو پانے کی آمدنی
 رکھتے تھے، زیوگنیا *Zeugenia* تھا اور باقی سب کے سب ٹینش *Tenish* تھے۔
 عمدہ داری کے ناقابل لوگ تھے۔ مگر ملکی انجمن (اسبلی) میں اگر بیچ بن سکتے تھے، اول اول تو
 یہی بہت بے حقیقت معلوم ہوتا تھا لیکن بعد میں کھلا کہ یہ بہت فربہ چیز ہے اور وہ قریب قریب
 ہر معاملے کے انفصال میں بیچ کی حیثیت سے حصہ لے سکتے ہیں، بیان تاک کھاکر (کرن)
 کے فیصلوں کا مرافعہ بھی انجمن مذکور میں ہو سکتا تھا۔ مزید بیان سوکن نے ان قوانین کو لکھا بھی
 تھا اس قدر پیچیدہ اور ذمہ داری کے اسکی وقتیں اور منشا سمجھنے کے لیے انہیں انجمن اور عدالتوں کے
 رجحان سے چارہ جوئی کرنی پڑتی تھی اور وہی اختلاف رائے کی صورت میں حکم ہونے تھے جو انکے
 از دیاداعرازا و اختیار کا موجب تھا، اسی کے بارے میں اس نے خود لکھا ہے:

دو عوام الناس کو میں نے وہ قوت دی جو پہلے انہیں حاصل نہ تھی۔

اور اسی طرح میرے مشورے نے دولت مندوں کو بے آبروئی سے بچایا۔

ان دونوں کے بیچ میں میں نے قانون کی سپر رکھ دی کہ ایک دوسرے کے
 حق کو ہاتھ نہ لگائے؟

مگر وزیر یون کے مزید تحفظ کے واسطے، اس نے ضرر رسانی کے خلاف چارہ جوئی کرنے کی عام
 اجازت دیدی۔ یعنی کوئی سپے، ضرب شدید کھائے یا اور کسی زیادتی کا شکار ہو، تو ہر شخص جسے
 مقدمہ چلانے کی لیاقت ہو ملزم پر نالش کر سکتا تھا۔ جس کا مطلب یہ تھا کہ عرصے جسمانی کی طرح
 ہر شخص اپنے بھائی کی تکلیف سے متاثر اور برا فرد ختم ہو۔ اس اصول کی خوبی میں اسکا ایک قولہ

لے یعنی جو رہا اہل جوری (پرہیزگار)

مشہور ہے؛ جب اس سے کسی نے پوچھا کہ بہترین منظم شہر کون سا ہے؟ تو اس نے جواب دیا
 » وہ جس میں ظلم سے معذرت ہونے والے بھی، ظالم کو سزا دلانے میں اتنی ہی سرگرمی دکھائیں
 جتنی کہ خود ظلم سیدہ دکھا سکے ہیں؟

جب سولن نے ایک پنجایت حکام اعلیٰ کی قائم کی جو *Arbitrari* گیس کے نام سے مشہور ہے اور جس میں وہ خود بھی ایک رکن تھا، تو اس کے ساتھ ہی عوام ان اس کے لیے جو فرض سے چھٹکارا پاکر بیکار اور بے سرے سے ہو گئے تھے، چار سواھنڈا کی ایکٹ کو شل اس نے ترتیب دی۔ اس میں ہر چار فرقوں کے تلوٹوا بھی شریک ہونے تھے اور اس کا کام یہ تھا کہ ان تمام معاملات کی جانچ کرے جو انجمن ملکی میں پیش ہونے والے ہوں، یہ اس سے اوپر کی جماعت *Arbitrari* گیس قانون اور عدالتوں کی ایک طرح کی نگران تھی، انھیں دونوں مجلسوں کو سولن حجاز ملک کے لنگر بھٹاتا تھا جو طوفانی سے طوفانی زمانے میں تو اس کا قائم رکھنے کے لیے کافی تھے، مجلس آخر کے متعلق عام طور پر مسلم ہے کہ اس کا بانی سولن ہے اس کی تصدیق فریڈ یون ہوتی ہے کہ ڈریگو اپنے مجموعہ قوانین میں اس کا کہیں ذکر نہیں کرتا بلکہ خون کے مقدمات کو *Arbitrari* گیس کے متعلق کرتا ہے۔ مگر مشکل یہ ہے کہ خود سولن نے تیرہویں باب کا آئین قانون جو لکھا ہے اس کی عبارت بلفظ یہ ہے:۔ دو سولن کی حکومت سے پہلے جو لوگ حقوق شہریت سے محروم کر دیے گئے تھے انھیں وہ حقوق واپس دیدیے جائیں۔ سو ان کے جو قتل یا بغاوت کے جرم میں شامل ہوئے تھے *Prætorium* یا آئین یا *Arbitrari* گیس کے حکم سے جلا وطن کیے گئے ہوں اور قانون ہذا کے نفاذ تک جلا وطنی کے عالم میں ہوں؟ ان الفاظ سے ظاہر ہوتا ہے کہ *Arbitrari* گیس قوانین سولن کے قبل موجود تھی اگر موجود نہ تھی اور سولن ہی نے اس کی بنیاد رکھی ہے تو ان کے قوانین سے پہلے وہ کسی کو سزا جزا کیسے دے سکتی تھی؟ البتہ اس تحریر میں ممکن ہے کوئی لفظ اڑ گیا ہو یا ساق عبارت کے نقص سے معنی میں الجھن پیدا

۱۔ یہ خاص مجسٹریٹوں کا نام معلوم ہوتا ہے۔

ہو گئی ہو اور اصل مدعا کچھ اس قبیل کا ہو کہ :- دو ... وہ مجرم جو ان جرائم کی پاداش میں سزا یا بے ہوئے ہوں ، جو ، اس قانون کے نفاذ کے وقت ، پریٹین ، ایفٹ ، یا ایروپی گس کی دست اندازی اور سماعت میں داخل ہو ، ۱۰۰۰ اب بھی اپنے حقوق سے محروم رہیں گے وغیرہ۔ اب پڑھنے والے کو اختیار ہے اپنے طور پر جو درست سمجھے قیاس کر لے ۔

قوانین سولن میں یہ قانون بالکل انوکھا بلکہ حیرت انگیز ہے کہ ہر وہ شخص جو کسی یا شعریں یا بغاوت میں غیر جانب دار (نیوٹرل یعنی ادھر نہ اُدھر) رہے ، حقوق شہریت سے محروم کر دیا جائے ! اس سے معلوم ہوتا ہے سولن اس کے بہت خلاف تھا کہ کوئی شخص امن عام کی طرف سے بے حس اور بے خبر رہے اور ذاتی معاملات میں اس قدر انہماک رکھے کہ دین دنیا سے بے پروا ہو جائے بلکہ آپ زندہ جہان زندہ مابعد پر عمل کر کے فخر کرے کہ مجھے ملک کی شورش و اضطراب سے کوئی واسطہ ہی نہیں ہے ، حالانکہ سولن کے نزدیک ہر شہری کا فرض ہے کہ وہ حق کی حمایت پر کمر بستہ ہو اور حق داروں کی جانب ہو کر احقاق حق کے لیے لڑے ، نہ یہ کہ بچ کے الگ کھڑا ہو جائے اور اطمینان سے سیر دیکھے کہ ان میں غالب کون آتا ہے ؟

سولن کا یہ قانون کہ اگر کسی جاہلاد کی وارثہ کا شوہر نامزد ہو ، تو وہ اسکے قریب ترین رشتہ دار سے تعلقات زناشوی قائم کر لے ، نہایت ہیودہ نظر آتا ہے لیکن بعض لوگ کہتے ہیں کہ یہ ان لوگوں کی رُوک ہے جو اپنا نقص جاننے کے باوجود جاہلاد کی خاطر مالدار بیویاں کر لیتے ہیں اور اس طرح قوانین ملکی سے فائدہ اٹھا کر قانون فطرت کے خلاف کام کرتے ہیں ، پس اب یا تو وہ اس حرکت سے باز رہیں گے یا اپنی طمع اور قانون شکنی کے عوض میں بے آبروئی اور ذلت برداشت کرینگے ۔ اُدھر اسکے قریب ترین عزیز کی شرط لگانے سے یہ فائدہ ہے کہ اس عورت سے جو بچے ہونگے وہ ہونگے اسی برائے نام شوہر کے خاندان سے ؟

اسی قبیل کا دوسرا قانون یہ ہے کہ دولہا و دلہن جھڑ عروسی میں بند کیے جائیں اور دونوں ملکر ایک ہی کھائیں ۔ نیز ہر شوہر لازمی طور پر ہر مہینے میں تین دفعہ اپنی صاحب ذریعہ سے مقابرت کرے

کیونکہ اگر اولاد نہ ہو تب بھی یہ ایسا اظہار محبت و احترام ہے جس کی ہر خوش اطوار و پارسا میوی
 حقدار ہے۔ دوسرے یہ پابندی سارے چھوٹے موٹے جھگڑوں کو رفع کر دیتی ہے اور انہیں
 کسی سخت ناچاقی یا قطع تعلق کی نوبت نہیں آنے دیتی پڑ

شادیوں میں ہمیز دینے کی سولن نے مانعت کر دی۔ دولہن کو تین جوڑے کپڑوں اور
 تھوڑے سے سامان خانہ داری کے سوا کچھ نہ ملتا۔ کیونکہ مقنن کے نزدیک شادیوں کی بنیاد
 محض خلاص و محبت پر اور بقاے نسل کے واسطے ہوتی چاہیے نہ کہ دولت و مال کے لیے پڑ
 جب شاہ دیولی سیوس *Shahyuli Siwas* کی مان نے اس سے ہمیشگی کی کہ میری شادی اپنی
 رعایا میں کسی کے ساتھ کرادے تو اس نے جواب دیا کہ ”بے شک میں نے مطلق العنانی حاصل
 کر کے اپنے ملکی قوانین کو توڑ ڈالا لیکن یہ نہیں ہو سکتا کہ ایک بے جوڑ شادی کر کے توہین قدرت
 کی بھی خلاف ورزی کروں پڑ“ حقیقت یہ بے قاعدگی کسی قومی حکومت میں روا نہیں رکھی جاسکتی
 نہ ایسی بے جوڑ بے محبت شادیوں کا کوئی نتیجہ یا فائدہ ہے۔ پس عجب کیا ہے اگر کوئی عقلمند حاکم یا
 مقنن، بڈھے کو جو ان عمر میوی کرتے دیکھ کر، وہی فقرہ کہے جو تماشے میں فلائٹس *Philas*
 پر کسا جاتا ہے : ع

”بجاستے! آپ کی صورت بھی شادی ہی کے لائق ہے!“

یادہ اگر کسی نوع آدمی کو کھن سال و مالدار عورت کا شوہر دیکھے جس پر مادہ تیرکی طرح اپنے شوہر کی
 جگہ مٹا پا چڑھا جاتا ہو، تو اسے رہائی دلا کر جوڑ والی کے ساتھ بیاہ دے پڑ بس اس مضمون پر
 اتنا کافی ہے پڑ

سولن کا ایک اور قابل تعریف قانون وہ ہے جس میں مرے ہوئے لوگوں کی برائی کر نیکی
 مانعت ہے۔ کیونکہ مردوں کی عزت ثواب ہے اور جو گنہگار ہے، ان سے جھگڑے نکالنے نارو ہے
 اس کے علاوہ عین حکمت عملی ہے کہ جس نے فساد اٹھایا ہو وہ اس کے مرنے کے بعد قائم نہ رہے
 اور دائمی اختلافات رک جائیں پڑ سولن نے معبد اور عدالت کے محافظین اور سرکاری عہداروں کی

برائی کرنا بھی منع کر دیا اور خلاف ورزی کی سزا پانچ درہم جرمانہ مقرر کی جن میں سے تین درہم تو جس کی برائی ہوئی اُسے ملنے اور دو بیت المال میں دخل کر لیے جاتے، اصل یہ ہے کہ طبیعت پر کسی وقت بھی قابو نہ رکھ سکتا کمزوری اور کمال بد تربیتی کی علامت ہے، اس کے ساتھ ہی ہمیشہ اعتدال دکھانا بھی مشکل اور بعضوں کے لیے نامکن ہے اور اگر معقول یہ چاہتا ہے کہ سزا بجائے اس کے کہ بہت سون کو بے فائدہ ملے، صرف چند کو دی جائے جس کی غایت ان کی اصلاح ہو، تو اسکے قوانین میں تمام امکانات پر نظر ہونی چاہیے، سو سن اپنے قانون وصیت کے سبب بھی بہت سراہا جاتا ہے۔ اسکی سب سے پہلے اُس نے اجازت دی ورنہ کوئی وصیت کرنے کا مجاز نہ تھا اور متوفی کا سارا مال شیع اسکے خاندان میں تقسیم ہو جاتا تھا لیکن سو سن نے لاؤ لہذا شخص کو اختیار دیا کہ وہ جس کے نام چاہیں اپنی دولت سپرد کر دیں، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ معقول دوستی کو رشتے داری پر، اور محبت و موانست کو رسمی پابندیوں پر، بدرجہا فائق رکھتا ہے۔ نیز ہر شخص کی جائیداد کو حقیقی معنوں میں اس کی ملکیت بنانا چاہتا ہے، لیکن سو سن نے یہ اختیار غیر مشروط نہیں رکھا اور نہ وہی وصیتوں کو جائز کرتا ہے جو طیش و غضب جبر و قیہ تریشگی یا بیماری کے عالم میں زوجہ کی ترغیب و التجا پر لکھی گئی ہوں، اس پابندی کی وجہ جو اس نے سوچی نہایت معقول تھی یعنی برائی کی ترغیب دینا اتنا ہی ناجائز ہے جتنا کہ زبردستی برائی کا ارتکاب کرانا۔ اور فریب و مجبوری، خوشامد و جبر میں ذرا ہی سافروں ہے کیونکہ ہر دو غسل و انصاف کو بے کار کر سکتے ہیں۔

اُس نے سیر تفریح، عورتوں کے سوگ اور شادی غمی کے بھی قاعدے باندھے اور تمام دنیا باخلاف چا کر کتین منع کر دیں۔ باہر جاتے وقت تین کپڑوں سے زیادہ پہننے کی کسی کو اجازت نہ تھی نہ ایک اوپل سے زیادہ کوئی گوشت و شراب پر خرچ کر سکتی تھی نہ دو ہاتھ سے اونچی ٹوکر کی کھ سکتی تھی

۱۔ ایک مذہب پر مبنی مسئلہ ۲۔ ہماری دکانی سے کچھ ہی قیمت بھجنا چاہیے۔ ۳۔ مزیم ۴۔ ہاتھ، کیونکہ کتابت کا معنی طرہ پر بھی مراد ہے۔ ۵۔

راقون کو گھر سے بچانے کی عافیت تھی البتہ چرٹ میں مشعل کے ساتھ جاسکتی تھی اور
 متوفی پر اس قدر نالہ و شیون کرنا کہ دوسروں کو کڑھن ہوا اور ترس آئے یا ایک کی نعش پر دوسرے
 مرے ہونے کو یاد کر کے بین کرنا، سوکن نے ممنوع قرار دیا کہ قبر پر پیل کی قربانی چڑھانا جائز نہ تھا
 نہ تدفین میں تین کپڑوں سے زیادہ لگائے جاسکتے تھے نہ کوئی عورت زیارت مقابر کر سکتی تھی۔
 اپنی عورتوں کی قبر پر بھی وہ دفن کرتے وقت کے سوا مہینہ جاسکتی تھی۔ تقریباً سب وہی
 بندشیں ہیں جو ہمارے قوانین نے اب تک بحال رکھی ہیں البتہ ہمارے ہاں اتنی تصریح بر مزید ہے
 کہ ایسی خطا کا عزمین جنازہ و ماتم میں جائز حدود سے نکل جاتی ہیں، مسز بھی بہت ہلکی اور نرم
 پاتی ہیں۔ اور ان سے احتساب کے واسطے بھی عورتیں ہی مقرر ہیں۔

یہ دیکھ کر کہ ان کے **مستطاب** میں چاروں طرف سے امن پسند لوگ آ آ کے بس رہے
 ہیں اور خوشی کی آبادی بڑھنی چاہیے اور زمین کے غیر زرعی و غیر بیٹے ہونے کے علاوہ تجارت درآمدی
 سود دے کیونکہ باہر کے سوداگروں کو یہاں کوئی دسواور اپنی جنس کے بدلے میں میسر نہیں آتی
 سوکن نے اپنے لوگوں کو تجارت کی طرف متوجہ کیا۔ اور یہ قانون وضع کیا کہ اگر کوئی باپ اپنی اولاد کو
 کسی پیشے کی تعلیم نہ دے تو اولاد پر بھی والدین کی خدمت گزاری اور امداد لازم نہیں۔

اس میں شک نہیں کہ لوگ اس نے تمام اسپارٹ والوں کو سپاہی بنادیا تھا اور اتنا علاقہ گھیر کر کہ حسین
 یوری بی دشمن کے بقول ”دگنے دگنے آوی اور ساکتے تھے“ اس کا دروازہ تمام بیسیوں پر بند
 کر دیا تھا ساتھ ہی مزدوروں کی ایک علیحدہ جماعت کثیر اس لیے بسالی تھی کہ اسپارٹ کی ساری
 دنیوی ضروریات پوری کرے اور سخت سے سخت محنت اٹھا کر اپنا پیٹ پالے، جس سے اسکے تمام
 شہری بالکل خالی ہاتھ اور مستغنی ہو گئے تھے اور اطمینان کے ساتھ صرف فن جنگ میں اپنے کو نہمک
 رکھتے تھے۔ لیکن سوکن نے ایسا نہیں کیا کہ وقتی حالات کو کہیںچ نان کے اپنے قانون کے مطابق بنانا
 بلکہ اُس نے خود قانون وقتی حالات کے مناسب وضع کیا۔ اس کے ماسواپنی زمینوں کو اس نے دیکھا

کہ نہایت ناخض اور کمزور ہیں، انہیں محض زراعت کر کے اس قدر کثیر آبادی اپنا پیٹ نہیں پال سکتی اور نہ یہ سب نکلے اور کاہل وجود لوگ اس پیٹنے پر گدراں کر سکتے ہیں پس اس نے تجارت کو چمکانے کی کوشش کی اور اریوٹی گس کے ارکان پر فرض کر دیا کہ وہ ہر شخص کے طرز معاش کی نگرانی کریں اور حکومت کو سزائیں دین لیں

مگر اس سے بھی سخت یہ قانون تھا کہ (یونانی گس کے الفاغانین) بے سماجی مان کا (حرامی) بیٹا اپنے باپ کی کوئی مدد کرنے پر مجبور نہ ہو۔ کیونکہ ازدواج قانونی سے بچنے والا، اولاد کے لیے عورت نہیں کرتا بلکہ محض لذات انسانی کے واسطے۔ پس یہ عین انصاف ہے کہ وہ اس قاعدے سے محروم رہے جو اولاد سے باپ کو پہنچنا چاہیے خصوصاً ایسی حالت میں کہ اس کی وجہ سے خود اس اولاد کی پیدائش ذلیل و موجب عار ہو گئی ہو۔

سولن کے سب سے زیادہ عجیب وہ قوانین ہیں جو عام طور پر عورتوں کے بارے میں اس نے مرتب کیے ہیں۔ ایک طرف تو وہ ہر شخص کو اختیار دیتا ہے کہ کسی کو زنا کرنے دیکھے تو خود قتل کر ڈالے۔ دوسری طرف زنا بالجبر کی سزا اس نے صرف سودرہم جرمہ مقرر کی ہے اور عورت کو زنا پر پھنسلانے کا جرمہ بیس درہم رکھا ہے۔ لیکن اس سے زنا بیاں ستھتے ہیں جو علانیہ عصمت فروشی کرتی ہیں اور کھلے بندوں اس کا معاوضہ لیتی ہیں۔ بیٹی یا بہن کو فروخت کرنا ناجائز تھا۔ لیکن اگر وہ کنواری ہوتے ساتھی بد فعلیاں کریں تو بیچ سکتے تھے۔ اب غور کیا جائے تو یہ نہایت مہتمول بات ہے کہ کبھی تو ایک جرم کی سزا اس قدر سخت ہو اور کبھی اتنی ہلکی۔ کبھی تو وہ اتنا سنگین سمجھا جائے کہ آدمی کی جان اس کا کفارہ ہو اور کبھی وہی فعل ایک دگلی اور سوچا کس درہم جرمہ مانا اس کی کافی سزا رہ جائے۔ یہ الینہ ممکن ہے کہ اُس زمانے میں ایجنڈہ برائتی مفلسی چھائی ہوئی ہو کہ یہ چند سکتے تھے ناوا بھرنے نہایت شدید سزا سمجھے جاتے ہوں۔ یہ نذر نیاز میں ایک بشل غلہ اور ایک بکری کی حیثیت مساوی سمجھی جاتی تھی۔ قیمت بھی دونوں کی ایک درہم برابر تھی۔

۱. Buckel بشل من کے قریب قریب ایک چاند ہے۔ مترجم

اسٹی گرتون *Stemian Games* میں جو جیتا اس کا انعام سو درہم مقرر تھا اور اولیپیا کے ظفر مند (دکڑی) کو پان سو درہم دیے جاتے۔ بڑھیر یا مار کے لائیوالے کا انعام پانچ درہم اور اسکے بچے پر ایک درہم ملتا تھا، ڈیمٹریس *Demetrius* اور فلیر *Phlarion* کا بیان ہے کہ یہ ایک بکری کی قیمت تھی اور بھیرے پر جو انعام تھا وہ بیل کی قیمت کے برابر تھا۔ سولن کے سولھویں تختے میں جو انعام درندوں پر مقرر ہیں وہ بہت زیادہ ہیں اور ہونے ہی چاہئیں پھر بھی موجودہ زمانے سے ان کی مقدار گھٹی ہوئی ہے، ایقھنری، بھیرٹون کے خصوصاً شروع سے دشمن تھے۔ کیونکہ ان کے میدان کھیتوں سے زیادہ چراگا ہوں کے لیے موزوں تھے۔ بڑھیر کے قبائل کے بارے میں بعض لوگ بیان کرتے ہیں کہ ان کے نام ایون *Ion* کی اولاد کے ناموں پر نہ تھے بلکہ اپنے پیشوں کے مطابق رکھے گئے تھے چنانچہ سپاہی ہیشہ ہو پلیٹ، *Hoplita* اہل حرفہ ارگڈ *Orgades* کھلاتے تھے اور باقی دو میں کسان، جی ڈیونٹس *Gedevountes* اور جرداس *Jordas* ایچی کورس *Achicoreos* کے ناموں سے مشہور ہوئے۔

وک میں دریا جھیلین اور بڑے چشے کم تھے زیادہ تر کنوؤں پر گزران تھی، لہذا ان کے برتنے کے متعلق یہ قانون تھا کہ جس جگہ سرکاری کنوئیں کھدے ہوئے تھے اسکے گرد کے ایک ہپ مہکین *Hephekestos* یعنی نصف میل تک کے بیٹے والے اُس سے پانی کھینچ سکتے تھے۔ اور جو اس فاصلے سے باہر تھے اُن کو خود اپنا کنوئن بنانا ہوتا تھا۔ البتہ اگر دس فیتھر *Fathoms* کھودنے پر بھی پانی نہ مل سکے تو انھیں اجازت تھی کہ اپنے مہسایوں سے ساڑھے چار گیلن (تقریباً ۲ سیر) پانی توبہ لے لیں۔ دراصل سولن اپنے ہم وطنوں کی حاجتیں پوری کرنا اپنا فرض سمجھتا تھا۔ لیکن ساتھ ہی نکتے پن اور سستی کا وہ روادار نہ تھا۔

یہ یونان میں مقررہ اوقات پر نمائشیں اور کرتب دکھانے والوں کے اکھاڑے جیتے تھے۔ ان میں اولیپیا *Olympian* اور اعلیٰ کھیل خصوصاً مشہور ہیں۔ سترم *Fathom*۔ ایک گز کی برابر کا پیمانہ ہوتا ہے۔ م۔

اُس نے باغبانی کے قواعد میں بھی بڑی احتیاط اور ہشیاری برتی ہے چنانچہ جو شخص نیا درخت نصب کرے اُسکے لیے قانون تھا کہ اپنے ہمسائے کے کھیت سے کم از کم پونے دو گز پر سے ہو مگر کھجور اور زیتون کے لیے تین گز کا فاصلہ چھوڑنا ضروری تھا۔ کیونکہ ان درختوں کی جڑیں زیادہ دور تک پھیلیتی ہیں اور بعض درختوں کو ان کے پاس ہونے سے بہت نقصان پہنچتا ہے۔ یہ انکی ساری غذا خود کھا جاتے ہیں اور بعض اوقات اپنے اجرات (افلویا) کی وجہ سے سخت مضر ہیں اگر دھایا نامی مکھوٹنے کے لیے ضروری تھا کہ برابر والے کھیت سے اتنے فاصلے پر رکھے جائیں جتنی کہ انکی گہرائی ہو۔ اور شہد کی مکھیاں بالائی ہون تو دوسرے کے پلاؤ چھٹوں سے سو گز کے فاصلے پر نیا چھتا پال سکتے تھے۔

سولن نے تیل کے سوائے کوئی دوسرا میوہ غیر ملکوں میں دسواڑ بھیجنے کی اجازت نہیں دی تھی اور اس کی خلاف ورزی پر آرکن (حاکم اعلیٰ) کو مجرم کے ملعون ہونے کا مذہبی فتویٰ دینا پڑتا تھا اور اس سے اباکرے تو خود مجرم کی طرف سے سو درہم تاوان بھروسے کے قانون سولن کے پہلے تختے پر مرقوم ہے اور یہ قطعی تردید ہے ان لوگوں کی جو یہ یقین نہیں کرتے کہ کھجور کی تجارت برآمد ایک زمانے میں ناجائز تھی یا چھپے چوری بیچنے والوں کی مخبری ساسی کو فن سی کہلاتی تھی۔

اُس نے جانوروں سے چوٹ چھپٹ چھوٹنے کے بارے میں بھی قانون بنایا۔ اس میں یہ بھی ہے کہ اگر کسی کا کتا دوسرے کے کاٹ کھائے تو مالک اپنے کتے کی گردن میں ڈیڑھ گز کی لکڑی باندھ کر شخص گریہ کے حوالے کر دے یا واقعی آدمی کے تحفظ کی یہ بڑی خوبصورت ترکیب ہے۔ پودیسوں کے آبسے کے قانون میں بہت سی جفلیکین ہیں۔ معنی صرف ان کو آزاد شہری بننے کا حق دیتا ہے جنہیں اپنے وطن سے عمر بھر کو دیس نکالا ملا ہو یا جو اپنے سارے کہنے سمیت تجارت کی غرض سے اتھڑ میں آسین۔ اس کا مطلب غیر ملکوں کی آمد روکنا نہیں بلکہ

بلکہ انھیں حقوق شہریت سے مستقل طور پر متمتع ہونے کی ترغیب ہے۔ اس کے علاوہ سولن نے یہ بھی سوچا ہو گا کہ اچھے اور وفادار شہری وہی غیر ملکی بن سکتے ہیں جو اپنے گھروں سے نکال دیے گئے ہوں یا اپنی خوشی سے ترک وطن کر آئیں گے۔

سرکاری ضیافتوں (مہمیں) وہ پے رے سی ٹین *Parasitum* سے موسوم کرتا ہے۔ کے بارے میں بھی اس کا قانون نرالا ہے۔ ان عام مظلومین جو شخص بار بار آئے یا جو عورت قبول نہ کرے مستوجب سزا تھا۔ کیونکہ سولن کے نزدیک پہلا شخص حریص ہے اور دوسرا حکومت کی تحقیر کرتا ہے۔

سولن نے اپنے قوانین سو برس کے لیے بنائے اور انھیں چوبی تختوں پر لکھوایا۔ ان کو اکسوٹے *Axoneo* کہتے تھے اور یہ ٹوٹ کر مستطیل صندوقوں میں رکھے جاسکتے تھے۔ میرے زمانے تک انکی کاپی سڑی باقیات پر ہی قائم یعنی ایٹھن کے ایوان عام میں موجود تھیں۔ انھیں کا نام ارسطو نے، سربس *Cyrraea* بتایا ہے اور کربنیٹس *Cratinius* شاعر کے نامک میں بھی ان کا ذکر آیا ہے :-

”سولن اور ڈریکو کے وہ سربس جو خاصی طرح ایک ٹال کی ہنڈیا کا ایندھن بن سکتے تھے“

لیکن بہت سون کا خیال یہ ہے کہ سربس صرف ان قوانین کے تختوں کو کہتے ہیں جن میں رسوم ہی یا قربانیوں وغیرہ کا ذکر ہے۔ ورنہ باقی سب کا نام اکسوٹی ہے۔

مجلس ملکی نے ان قوانین کی پابندی کرنے کا متفقہ حلف اٹھایا۔ باقی اور سب فرد افراد بیچ منڈی میں جو پھر گڑا تھا وہاں متین کھائیں کہ اگر ہم ان قوانین کو توڑیں گے تو اسکے کفارے میں اپنی برابر سونے کا بت دلیقی پر چڑھائیں گے۔

سولن نے بے قاعدہ قری مینون میں بھی رد و بدل کی۔ اس نے دیکھا کہ چاند سورج کے ساتھ ساتھ طلوع و غروب نہیں ہوتا بلکہ اکثر اسکے برابر آگے اسی دن آگے ہو جاتا ہے۔ اسی ملاپ کے دن کو اس نے ماہ نوکی پہلی تاریخ مقرر کیا اور بتیں تاریخ کے بعد جو دن اس ملاپ سے پہلے آتے انھیں وہ

دو پرانے دن،، کہتا تھا، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اسی نے سب سے پہلے ہومر کا مصرعہ
رو ماہ کا اول ماہ کا آخر، سمجھا،

جب سولن کا مجموعہ قوانین مرتب اور نافذ ہو گیا تو اس کے پاس روز لوگ آنے شروع
ہوئے کوئی تفریق نہ کرتا اور کوئی اس کے قوانین کے نقص بیان کرتا ایک کہتا یہ بات اس میں سے
گھٹا دو دوسرا کہتا یہ نکتہ تم سے رہ گیا اس کو بڑھا دو۔ بہت سے ایسے نقاد بھی آتے جو عبارت کی
پیچیدگیوں کی شکایت کرتے اور اس سے بعض دفات کی تشریح چاہتے، سولن نے سمجھ لیا کہ اگر
یہ سلسلہ ایسی فضول فرمائشوں کا جاری رہا تو نہ تو انھیں پورا کرتے ہی بنتی ہے اور نہ سب کی تردید ہی
کرتے رہنا پسندیدہ ہے پس ان تمام مصیبتوں اور ضروری ناراضگیوں سے بچنے کے لیے،
کیونکہ خود اسی کے بقول

” بڑے بڑے معاملات میں ہر جماعت کو خوش رکھنا،“

تقریباً محال ہے،۔ اس نے سیاہی کے بہانے ایک تجارتی کشتی خریدی اور دس سال کے
لیے باہر رہنے کے لیے کچھ رخصت ہو گیا۔ اس اثنا میں اسے امید تھی کہ میرے قوانین بخوبی
لوگوں کے دل نشین ہو جائیں گے،

سولن کا پہلا سفر مصر کا تھا۔ جان، جیسا کہ خود کہتا ہے، وہ ” خوبصورت بحر روم کے

ساحل پر نیل کے کنارے،، رہتا تھا۔ اس نے بیان سٹوفس باشندہ ہیلوپوس
Phenophis of Melia police اور علمائے دین میں سب سے بڑے فاضل سن کسٹ
Onchis the Saite سے کچھ دن درس لیا۔ افلاطون کا بیان ہے کہ شخص آخر ہی سے
اس نے اٹلانٹک *Atlantick* (ایک منظوم قصہ کا نام ہے) کی داستان سیکھی تھی اور
منظوم کر کے یونانیوں کے علم میں لانا چاہتا تھا، مصر سے وہ جزیرہ قبرس گیا۔ بیان کے ایک میں
فلوکس *Philoxenus* نے اس کی بہت آؤ بھگت کی۔ رئیس مذکور دریائے کلیریس کے
کنارے ایک شہر میں رہتا تھا جسے بھی اس کے بیٹے *Demophon* نے تعمیر کیا تھا۔ شہر کے

مضبوط اور جنگی لحاظ سے باقاعدہ ہونے میں شک نہیں لیکن اس میں گنجائش بہت کم تھی اور راستہ بھی نہایت دشوار گزار واقع ہوا تھا؛ سو لسن نے فلوکپرس کو آمادہ کیا کہ وہ اس کے بجائے نیچے کے فراخ میدان میں ایک نیا اور وسیع تر شہر بنائے اس کے بننے اور آباد ہونے تک خود سولن وہاں ٹھہرا رہا اور جنگی استحکامات اور سبائک سائیش درست کرنے میں اس سے بہت امداد ملی چنانچہ یہ شہر بھی ایسا بنا کہ ہر سمت سے لوگ اس میں بسنے کے لیے اُمید آئے اور دوسرے بادشاہوں نے بھی اسی نمونے پر شہر بنانے شروع کیے، اسی شکر گزاری میں نیا شہر اصلی نام اپیا صہ صحر کے بجائے رئیس کے حکم سے سوئی (سولن سے) موسوم کیا جانے لگا؛ سو لسن نے اپنے مرثیوں میں ایک جگہ فلوکپرس سے خطاب اور نئے شہر کا ذکر ان الفاظ میں کیا ہے :-

”تخت شہی پتور ہے ، عمر تری دراز ہو

تیرے ہی نام و نسل سے سوئی کو امتیاز ہو

آج جاز تا ہوں میں تیرے مگن جزیرے سے

باد مراد وہ مجھے بھیجے بیان خدا کرے

چولے پھلے سدا ترے تخت میں شہر نو، شہا

اس کو ترقیان نصیب مجھ کو بخیر لوٹنا،

سو لسن کی شاہ کرلیس سے ملاقات اور گفتگو کا واقعہ بعضوں کے نزدیک سنین تاریخ سے

درست نہیں نکلتا۔ لیکن میں تو محض اس پرانی تقویم کے سبب سے جس میں ہزارہا کو شششون کے

باوجود بیسیوں اختلافات اور الجھنیں اب تک موجود ہیں، اس شہر و مصدق بیان کو غلط نہیں

مان سکتا، دریا بھی وہ سو لسن کی عالی ظرفی، درانائی اور طبیعت کے عین مطابق ہے،

یہ حکایت یوں ہے کہ جب سو لسن کرلیس کے بلانے پر اس کے دربار میں پہنچا تو اس کی یہ حالت ہوئی

جیسے کوئی اندرون ملک کا رہنے والا اولہ ہی اول سمندر کو دیکھے۔ یعنی جس طرح ایسا شخص ہر بڑے

دریا کو سمندر تصور کرتا ہے۔ اسی طرح سو لسن بھی درباری ایوان سے گزرنے وقت وہاں کے امیروں کے

زرین لباس اور خدم و حشم کو دیکھ کر کانورا سا ہو گیا تھا اور ہر ایک کو سمجھتا تھا کہ بادشاہ ہی ہوگا
 حتیٰ کہ وہ خاص کر سیس تک آپہنچا جو کہ دنیا کا بہترین اور قیمتی لباس جو ہر نگار پہنے
 بیٹھا تھا جس کے گرد نفائیس و جواہرات کا دریا لہریں مار رہا تھا اور اس کے محل و اختتام کو بڑھارہا
 تھا بڑے سوکن اس سارے کارخانے کو دیکھتا بھالتا آگے آیا اس نے بادشاہ کے خلاف توقع
 اس اسباب عشرت و گران بھاسامان کی ذرا بھی داد نہ دی، گناہی وہ اس سے کچھ مرعوب ہوا
 اس کے برعکس لوگوں کو، جو نہایت غور سے اسے بھانپ رہے تھے، یہ معلوم ہوا کہ وہ دربار کی
 ساری بھڑک اور جگمگاہٹ کو نظر حقارت سے دیکھتا ہے، تب شاہ کرسیس نے حکم دیا کہ سلطنت
 کے تمام جواہر خانے کھول دیے جائیں اور سولن کو اگرچہ خود اس کی خواہش نہ تھی، وہ تمام بے بہا
 ظروف و ساط، فروشن و ملبوسات دکھائے جائیں جو تعیش و متول کا ان مول سرمایہ تھے، مگر
 اس کا ہمان خیزون کے دیکھے بغیر ہی پہلی نظر میں اپنے معزز میزبان کی لیاقت و طبیعت کا
 اندازہ کر چکا تھا چنانچہ جب وہ پھر کروا پس آیا اور بادشاہ نے اس سے سوال کیا کہ بیچ کتنا تمنا
 علم میں کوئی اور شخص بھی ایسا ہے جو مابہ دولت سے زیادہ شادمان و بامراد ہو؟ تو سولن نے جواب
 دیا کہ نہان۔ ہلرے شرمین ٹیلیس *Tellus* نام ایک شخص ایسا گذرا ہے، پھر کہنے لگا "یہ
 ٹیلیس نہایت نیک کردار اور دیانت دار آدمی تھا اسکے بچے بھی بہت اچھے تھے اور اسکی جائداد بھی
 اس کی معمولی ضرورتوں کے عین مناسب تھی۔ اور ب سے بڑھ کر یہ کہ موت بھی اس کو موقع
 آئی جبکہ وہ اپنے ملک کے واسطے لڑ رہا تھا؟"

یہ جواب سن کر کرسیس بہت نیراز ہوا اور سولن کو سمجھنے لگا کہ بالکل گنوار اور بے وقوف ہے جو ایسے معمولی
 آدمی کا مقابلہ بادشاہوں سے اور زور و جاہ و قوت و سلطنت کی اس طرح نافذری کرتا ہے، تاہم
 اس نے دوبارہ دریافت کیا کہ اس کے سوا کوئی اور شخص بھی اس کے نزدیک بہتر حالت میں ہے؟
 سولن نے کہا۔ نہان۔ کلیوٹس *Kleutus* اور مینوٹس *Menotus* بھی (تم سے اچھے) تھے۔
 یہ دونوں بھائی ایک دوسرے سے اور محبت کرتے تھے اور اپنی مان کے آداب احترام کرنے میں لگی

شہرت تھی چنانچہ ایک مرتبہ جب سیلوں کے آنے میں دیر ہوئی تو یہ دونوں بھائی خود اپنی ماں کی گاڑی میں جٹ گئے اور اُسے جوڑو کے مندر تک اسی طرح لائے۔ یہ دیکھ کر اُنکے ہمسائے تک کہنے لگے کہ انکی ماں حقیقت میں تقدیر والی اور بڑی خوش نصیب بیوی ہے جسے ایسے بچے ملے اور خود کلیو بس اور بین کی ماں بھی اُس وقت خوشی کے مارے پہولے نہ سہاتی تھی؛ اس کے بعد جب وہ مذہبی مراسم کے مطابق قربانیاں چڑھا چکے اور توارنا کر آرام سے سو رہے تو اسی منہ کے عالم میں اُن کی روح خوشی اور عورت اور اطمینان کے مزے لیتی ہوئی ملک جاودان کو سدھا گئی تب کہ ریس نے ظاہر کر کہا ”کیا ترے نزدیک ہم بالکل بد بخت اور ناشاد لوگ ہیں؟“

سولن نے، جو نہ تو اُس کی دل شکنی کرنی چاہتا تھا اور نہ چاہلوسی، اس سوال کا جواب یہ کہ ”اے بادشاہ، دیوتاؤں نے یونان والوں کو ہر نعمت بجا وسط و اعتدال عنایت کی ہے اور اُن کی ذہانت و دانائی کا بھی یہی حال ہے کہ وہ بادشاہوں یا بڑے آدمیوں کی سی نہیں بلکہ متوسط درجے کے خوش وقت و شاد کام لوگوں کے مناسب حال ہے۔ اور یہی وجہ ہے کہ ہم ثروت و اقبال کو دیکھ کر غلاکت و دبا کو نظر سے ہٹے نہیں دیتے اور نہ تو اپنی خوشیوں کے سامان پر دیا و مغرور ہوتے ہیں اور نہ دوسروں کی بامراد و شادمانی کی زیادہ ستائش کرتے ہیں کہ یہ آتی جانی حالتیں ہیں اور ممکن ہے تھوڑے ہی دن بعد بدل جائیں۔ مستقبل کی خبر کس کو ہے اور کون بتا سکتا ہے کہ اُس میں کیا کیا تبدیلیاں اور گردشیں چھپی ہوئی ہیں۔ پس ہم صرف اُس کو بامراد اور اقبال مند کہتے ہیں جو آخر تک خدا کی مہربانی سے ایسا ہی رہے۔ خوش حال کہنا، اُس کو، جو ابھی تک فانی اور تغیر پذیر دنیا میں موجود ہے، ہم احتیاط اور سچائی کے خلاف سمجھتے ہیں اسی طرح جس طرح کسی پہلوان کو غالب و فخر مند بجا دینا جو ابھی تک اگلاڑی میں ہوا، اس کے بعد سولن دربار سے رخصت کر دیا گیا اُس سے علم یا فائدے کے بجا کہ ریس کو پہلی کو کچھ گفت ہوئی اسی وقت جس نے کہا نانا لکھی ہیں اُس زمانے میں وہیں سارڈیس میں کرسیس کا بیٹا ہوا

۱۔ ہر جہانگیر مشہور مصنف، جس نے محاضرات اور حکایات یونانی میں لکھی ہیں اور اب تک ترجمہ ہو کر سکر

یورپ میں مقبول ہیں۔ ترجمہ ۲۔ خدوہد کہ کرسیس کا بیٹا بخت۔ م

مہمان تھا۔ اور اس کی بڑی آؤ بھگت وہاں ہوتی تھی۔ اس نے جو سوکن کے ساتھ بے لطفی کا برتاؤ دیکھا تو دل میں رنجیدہ ہوا، اور سوکن کو اس نے نصیحت کی کہ بادشاہوں کے ساتھ کم باتیں کرنی چاہئیں اور ایسی جو بے محل اور ان پر گران نہ ہوں، سوکن نے کہا نہیں ہوں کہو کہ کم ہونی چاہئیں یا معقول ہونی چاہئیں؟

المختصر اس ملاقات سے تو کرلیس کچھ خوش ہوا بلکہ سوکن سے بیزار ہو گیا لیکن جب کورش نے اسکو شکست دیکر سلطنت چھین لی اور گرفتار کر کے زندہ جوانے کا حکم دیا تو چار پہنچ کر شاہ موصوف اور ایرانیوں کے سامنے وہ تین دفعہ پوری قوت سے چلایا ”او سوکن!“

یہ کیفیت دیکھ کے کورش نہایت حیران ہوا اور اس نے آدمی کو بھیج کر دریافت کیا کہ یہ کس شخص یا دیوتا کا نام ہے جسے تو اس عالم یا سین پکارتا ہے، کرلیس نے اپنی ملاقات کے تمام قصے سے اس کو آگاہ کیا اور کہا ”سوکن“ یونان کے حکامین سے تھا۔ میں نے اسکو اپنے دربار میں طلب کیا استفادے یا تدبیر کی غرض سے نہیں بلکہ اپنی دولت و شان دکھانے کے لیے۔ مگر اب معلوم ہوا کہ ان چیزوں کی مسرت ایسی خوشگوار نہ تھی جتنی کہ ان کے تلف ہو جانے کی تکلیف تلخ ہے کیونکہ جب تک وہ میرے پاس تھیں تو یہ صرف ایک اسے تھی کہ وہ اچھی ہیں لیکن انکے چلے جانے کے بعد جو عالم وادیت آج ہے وہ حقیقی ہے۔ یہی نکتہ تھا جو سوکن نے مجھے بتانا چاہا تھا۔ یعنی پہلے شوکت دیکھ کر اس نے اس نکتہ پر بھی نظر ڈال لی تھی اور مجھے سمجھایا تھا کہ متزلزل و متغیر دنیا پر غور و تکیہ کرنے کے بجائے زندگی کے انجام و خاتمے تک کا فکر کر دو؟

کورش نے جو کرلیس سے زیادہ دانشمند تھا جب یہ سنا اور سوکن کے قول کو اس معاملے میں اگر سی نشین ہونے دیکھا تو کرلیس کو معاف نہ ہی نہیں کیا بلکہ جیتے جی نہایت آبرو کر تا رہا۔ اور اس طرح سوکن کو یہ شرف حاصل ہوا کہ اسکی ایک ہی بات نے ایک بادشاہ کی جان بچائی اور دوسرے بادشاہ کو سب دیا تو سوکن کے امتحان سے چلے جانے کے بعد لوگوں میں جھگڑا شروع ہوا الکلیان *Alcmaeon*

لے اگر بڑی ترجمہ بن یہ لفظ *Cynna* ہے۔ ترجمہ

کابینا مگاکلنز Megacul / ساحل والون کا سردار تھا۔ میدانوں میں لگرس کی چلتی تھی اور پی سس ٹرائس (جو بھی بادشاہ نہیں ہوا تھا۔ م) ہاڑی جتنے کارہ نما تھا۔ اس میں زیادہ غریب مادار (تھینٹس) لوگ شامل تھے جنہیں دولت مندوں سے سخت عداوت تھی، اس دھڑے بندی نے ذہن بیان تک پہنچادی تھی کہ گوشت میں نئے قوانین پر عمل ہوتا تھا لیکن دلون میں ہر بارٹی کے یہ تھا کہ حکومت میں انقلاب ہو اور کسی طرح ہم باقی حریفوں سے بڑھ جائیں اس مسئلہ طر زمانے میں سولن اپنے سفر سے واپس وطن آیا اور سب نے یکساں اسکی عودت و توفیق کی اگرچہ ضعیفی کی وجہ سے وہ پہلی ہی محنت اور تقریریں نہیں کر سکتا تھا تاہم اس نے ہر گروہ کے سرگروہوں بلا کے ان کے اختلافات رفع کر نیکی کو کش کی، ان تینوں میں سب سے زیادہ آمادگی، صلح و صفائی پی س ٹرائس نے ظاہر کی۔ بحث مباحثے میں وہ نہایت نرمی برتا تھا غریبوں کی وہی حمایت لیتا تھا اور اختلاف کرنے میں بڑی معقولیت اور اعتدال دکھاتا۔ اور جو شے قدرت نے اسے دی بھی نہ تھی اس کی وہ تقاضا ہو ہو کر لیتا۔ مختصر یہ کہ سب میں زیادہ بھروسے کا آدمی وہی معلوم ہوتا تھا اسکی عقلندی اور عدل پسندی پر یقین تھا کہ جو کچھ ملے ہو جائیگا اس کے خلاف نہ خود کرے نہ خوشی سے ادا کرنے دیکھا، اس کے متعلق یہ دھوکا تھا جس میں کثیر العدد لوگ پڑے ہوئے تھے مگر سولن بہت جلد اسکی طبیعت کو سمجھ گیا اور سب سے پہلے اسی نے پی س ٹرائس کے خود غرضانہ مقصد کو مٹا دیا۔ پھر بھی اس نے تنفر کرنے کے بجائے چاہا کہ اسے اپنے دسائیس پر شرائے اور ہوس پرستی کی اصلاح کراے۔ پس وہ پی س ٹرائس اور دوسروں کے سامنے اکثر کہا کرتا کہ جو شخص سب سے زیادہ قوی ہو جانے کی خواہش کو اپنے دل سے نکال دے اور امانیت و مطلق العنانی کے دوسوون کا قرار دیتی علاج کر دے اس سے بڑھ کر شریف و خیر خواہ وطن کوئی شہری نہیں ہو سکتا۔ اسی زمانے میں تھس پس مذکور متاع شاعر نے نئے نئے ناٹک غم انجام قصوں کے دکھانے شروع کیے وہ غم انجام قصہ، ترجمہ ہے ٹریجڈی Tragedy کا ایک مقابلے میں کومیڈی Comedy کو خوش انجام یا نیک انجام کہیں گے یعنی وہ قصے جن کا اختتام خوشی پر ہو۔ مترجم

کیے تھے اور خلعت ان کے دیکھنے کی بے انتہا نائن تھی گو شاعر مذکور اس میدان میں صرف کیلے ہونے کے سبب مشہور ہو گیا تھا تاہم سوکن کو نئی شے دیکھنے اور سننے کا اشتیاق کشان کشان تھس پس کا سوانگ دیکھنے وہاں لیگیا۔ رہا نے رواج کے مطابق خود نالک نوپس بھی سوانگ کیا کرتے تھے، کیونکہ بڑھا پے اور بیکاری میں سوکن قدر ناناچ رنگ اور شراب کباب ہی کا زیادہ مائل ہو گیا تھا، جب تماشا ختم ہوا تو سوکن شاعر مذکور کی طرف مخاطب ہوا اور پوچھا کہ تم کو اتنے ساک آدمیوں کے مجمعے میں اس قدر جھوٹ کا پل باز دھتے شرم نہیں آئی؟ اور جب تھس پس نے عذر کیا کہ تماشوں میں ایسا بالہ کرنے کا چندان مضائقہ نہیں تو سوکن اپنی جریب زمین پر مار کر بولا

وہ واللہ اگر ہم ایسے تماشے دیکھتے اور پسند کرتے ہے تو یہی سب نے اور غلط بیانیان ہماری گفتار و کردار میں پیدا ہو جائیگی

تھوڑے دن بعد جب پیس ٹرائس نے فریب کھیلایا اور اپنے آپ کو خود زخمی کر کے چوٹ پر بازار میں نکلا اور لوگوں کو بھارا کہ میں تمہاری حمایت لینے کے سبب اپنے ملکی دشمنوں کے ہاتھ سے اس طرح مجروح کیا ہوں تو بتوں کو جوش آگیا اور اسکے لیے رونے لگے، اس وقت سوکن نے پیس ٹرائس کے فریب آکر کہا داد اولقرط کے بیٹے! تو نے ہومر کے ماس کی نقل تو کی اگر بہت بری طرح کی! جو کام اُس نے دشمن کو دھوکا دینے کے لیے کیا تھا، وہی فریب تو اپنے دوستوں کو بے وقوف بنانے کے لیے کر رہا ہے؟

اس کے بعد لوگ مکاری پیس کی حفاظت و حمایت پر تیار ہوئے اور ایک بڑا اجتماع کیا۔ اس جلسے میں ارسن ہوک منہ منہ نام ایک شہری نے تجویز کی کہ پیس کو اپنے ہمراہ پچاس برقداز رکھنے کی اجازت دی جائے جو اس کی جان کی حفاظت کریں، اس تجویز کی سوکن نے مخالفت کی اور جو کچھ اُس نے کہا وہ قریب قریب مجھے ہمارے لیے اپنی نظروں میں چھوڑ گیا ہے۔

لے صدمہ ملتا یہ ایک جرنیل کا نام ہے جسکا ہومر نے اپنے قصے میں ذکر کیا ہے۔ سترم

مثلاً لکھتا ہے: ”تم اسکے فقرے میں کیوں آگئے ہو اے لوگو؟“

محض وہ لفظ ہیں، جنکی ہے یہ غلط فہم کو!،

یاد دوسری جگہ ہے کہ: سہی کہ منفرد اتم میں ہے ہر اک چالاک،

یہ سب نے جوڑ کے سر کو لی ایک راے دی

تو وہ صد کسی بے عقل سادہ لوح کی تھی!،

لیکن جب اسے یہ نظر آیا کہ نادار لوگ پیس کی خواہش پوری کرنے پر تئے ہوئے ہیں اور سخت

ہنگامہ برپا کر رہے ہیں نیز نادار لوگ خوف زدہ ہو کر اپنے کو جو کھون میں ڈالنا نہیں چاہتے،

تو وہ بھی اُس جلسے سے یہ لٹکر چل دیا کہ: میں بہتوں سے زیادہ سمجھدار ہوں اور باقیوں سے

بڑھ کر دلیر، مطلب یہ کہ عوام الناس سے جو پیس کے فریب میں آگئے تھے وہ زیادہ اسکے

انکر کو سمجھتا تھا اور باقی سے جو اس مکاری کو جاننے کے باوجود، استبداد کی بنیادوں کے خلاف

آواز بلند کرتے دڑتے تھے، وہی زیادہ دلیر تھا کہ اُس نے اپنی صدا سے اختلاف بلند تو کی؟

غرض لوگوں نے پیس کے برقعہ اڑوں کی اجازت تو قانونی طور پر دیدی مگر پھر

پلٹ کر نہ پوچھا کہ ان کی تعداد کس قدر اُس نے رکھی؟ حالانکہ اُس نے پچاس سے کہیں زیادہ

جتنے چاہے آدمی رکھ لیے اور لوگوں کو ہوش آیا تو اُس وقت جبکہ وہ اگر پولیس *منظمہ* سے

کے قلعے پر زبردستی قابض ہو گیا، تب تو شہر میں کھلبلی مچ گئی۔ مگالینز اپنے خاندان سمیت اسی

وقت بھاگ گیا۔ لیکن سولن اس ضعیفی کے عالم میں بھی جب کہ اس کا کوئی رفیق اور شہتی لینے والا

نہ تھا خاموش نہ رہا بلکہ بیچ بازار میں کھڑے ہو کے اُس نے ایک زبردست تقریر لوگوں کے آگے

کی، ایک طرف تو ان کی ذمات اور غفلت پر اس نے سخت اعتراض کیے اور دوسری طرف

لکھا کہ خبردار اپنی آزادی کو ایسا مستانہ بیچو۔

اس کا یہ شعر و آفاق مقولہ بھی اس تقریر میں تھا کہ ابتدا ہی میں مطلق العنانی اور شخصیت کا تدارک

کرنا بے شک بہت آسان کام تھا لیکن اب، جب کہ اس کی کوشش آغاز ہو چکی ہے اور اُس نے

قوت حاصل کر لی ہے، اس کا استیصال کہیں زیادہ شاندار اور خیر فیانہ کام ہے!،
لیکن جب اُس نے دیکھا کہ کوئی ڈر کے مارے اُس کا ساتھ نہیں دیتا تو وہ گھر لوٹ آیا اور اپنے
تمام ہتھیار گھر میں سے لاکر اس نے ڈیوڑھی کے اگلے باندے میں رکھ دیے اور یہ کہہ کر کہ :-

”وہ میں اپنے ملک اور قوانین کے قائم رکھنے
کے لیے جو کچھ کر سکتا تھا، کر چکا“

اُس نے آئندہ سے معاملات میں دخل دینا ترک کر دیا۔
اُس کے یار دوستوں نے ہر چند کہا کہ یہاں سے چلے جاؤ، پر اُس نے انکار کیا اور برابر شعر
لکھ لکھ کر ایٹھ فریون کو لعنت ملامت کرتا رہا۔ اس طرح :-

”نفسیدوں کو نہ رونا آفتیں گر تم پہ اب اُمین
کہ وہ اچھے ہیں، اور ساری خطائیں خود تمہاری ہیں
قلعے خود دیدے جب ایک غاصب شخص کو تم نے
تو اب اپنے غلاموں سے وہ جو چاہے کرا ڈالے“

اکثر دوستوں نے اس سے کہا کہ ایسی باتوں سے وہ مارا جائیگا۔ اور وہ کون سی شے ہے جس کے
بل بوتے پر وہ غاصب ملک کے خلاف ایسی سخت سخت نظمیں لکھتا ہے؟ سوکن نے جواب دیا
”میرا بڑھاپا“

مگر جب پی سس ٹرائس نے مطلق النانی اور بادشاہت حاصل کر لی تو سولن کو آزار
پھونچانے کے بجائے نہایت محبت اور احترام سے بار بار اپنے پاس بلایا اور اس قدر اُس کی عزت
آبرو کی کہ وہ اس کا شرمندہ احسان ہو گیا اور اس کے کاروبار میں کبھی کبھی صلاح مشورہ دینے لگا
اس کے بعض اچھے کاموں کو سولن پسند بھی کرتا تھا۔ کیونکہ پی سس ٹرائس نے قوانین سولن کا
بہت بڑا حصہ جو ان کا توں قائم رکھا خود اس کی پابندی کی اور دوسروں سے بزدل کرائی۔ یہاں تک
کہ جب ایک مرتب اس پر الزام قتل عہد کا لگا یا گیا تو مطلق النان بادشاہ ہونے کے باوجود درجہ ضابطہ

خود عدالت میں جا رہی ہے کے واسطے حاضر ہوا مگر مدعی نے گریز کی اور سامنے نہ آیا کچھ اس کے سوا اس نے کئی قانون خود اٹھانہ کیے۔ ایک انہیں سے یہ تھا کہ لڑائی میں جو لوگ اپنا بیج اور لنگڑے لوگ ہو جائیں ان کی معاش کا سلطنت انتظام کرے گا۔ پونہ ٹکس کا بیان ہے کہ اس قانون میں بھی پیسے سولن کی پیروی کی ہے کیونکہ تھرٹیس ~~سٹاک ہولڈنگ~~ کے معاملے میں جو لڑائی میں نکلا ہو گیا تھا سولن نے ایسا ہی کیا تھا۔ سفر اسٹس نے لکھا ہے کہ کابلی اور نیکے پن کے روکے کا جو قانون سولن سے منسوب ہے وہ بھی درحقیقت پیسے ہی کا وضع کردہ ہے۔ اس قانون کا یہ فائدہ ہوا کہ ملک میں پیداوار اور شہر میں خوش حالی بڑھ گئی۔

سولن نے اٹلانٹک جزیرے کی جو داستان یا تاریخ حکماء سے سن کر اپنے ہوطنوں کے لیے، نظم کرنی شروع کی تھی، وہ چھوڑ دی۔ وقت کی کوتاہی سے بتیں بلکہ بقول افلاطون ضعیف العمری کی وجہ سے اور مصنفوں کی وسعت و طالت کے باعث یہ بات کہ اسے فرصت کافی تھی خود اس کے شعروں سے ثابت ہے۔ مثلاً لکھتا ہے

”برہمتی ہے روز روزیاں پیری کے ساتھ آگئی“

یا دوسری جگہ ہے کہ :

”مشفقہ سرد رزا اور ون کی طرح ہے مرا

شعر و شراب و حسن کی خوب بہار لوٹنا“

جزیرہ اٹلانٹک کی داستان کو افلاطون نے سولن کا ترکہ سمجھ کر دعویٰ وراثت کے تحت چاہا تھا کہ ترقی دے اور پورا کر دے چنانچہ اس میں جا بجا ایسے خوش نما گل بوٹے لگائے جو کسی اور کہانی، کہتیا یا مشہی میں نہیں مل سکتے لیکن آخر عمر میں شروع کرنے کے باعث وہ بھی اسکو ناتمام ہی چھوڑ کر مر گیا۔ اور پڑھنے والوں کو جو حصہ موجود ہے وہ پڑھ کر اس قدر غیر معمولی لطف و کیفیت آتی ہے کہ انہیں اس کے ناتمام رہ جانے کا قلق چوگانہ بڑھ جاتا ہے۔ کیونکہ جس طرح

ایتھنز میں صرف جو پیر اولمپس *Jupiter Olympus* کا شاندار انداز
غیر مکمل رہ گیا اسی طرح افلاطون کے تمام علمی کارناموں میں ادھوری رہی تو یہی جسزیرہ
اٹلانٹک کی نظم ہو

سولن کے متعلق پلوٹارکس کے بیان سے یقین ہوتا ہے کہ وہ پیٹرس ٹرس
کے غضب بادشاہت کے بعد عرصے تک زندہ رہا لیکن فی نیاس لشی *Phanias the Graecian*
کتاہے کہ اس واقعے کے بعد دو سال بھی وہ نہیں جیا۔ بلکہ ہے جی ٹرائس *Alcibiades*
کے زمانہ آرکئی میں مر گیا۔ یہ شخص کو میس *Minos* آرکن کا جانشین تھا اور کو لیس کا
زمانہ صین پیٹرس کی دست درازی کا زمانہ ہے۔

یہ روایت کہ سولن کی ارتقی پھونک کر اس کی خاکستر سلامتیس کے ارد گرد بکھیر دی گئی
تھی غلط معلوم ہوتی ہے لیکن اس کو علاوہ دیگر ثقافت کے حکیم ارسطو تک نے نقل کیا ہے جو

ویل سیں پبلی کولا

سوئٹن کا ذکر تم سن چکے۔ اب اسکے مقابلے میں ہم پبلی کولا کا حال لکھتے ہیں جس کی خدمات اور قابلیت کے صلے میں رومی قوم نے اسے اصلی نام پبلیس ویل سیں کے بجائے اس معزز خطاب (پبلی کولا) سے مشہور کیا ہے۔ وہ اس ویل سیں کی اولاد میں تھا جو شہر روم کے پہلے باشندوں میں ایک نامور شخص گذرا ہے کیونکہ اسی نے رومی اور سائنٹی لوگوں کے اختلافات رفع کیے تھے اور ان میں باہم اتحاد کر دینے والوں میں سب سے بڑا حصہ لیا اور رومین کے بادشاہوں کو امن و مصالحت پر آمادہ کر دیا تھا۔ اسی کی نسل میں پبلیس ویل سیں ہے۔ وہ رومہ کی پہلی بادشاہت کے آخری ایام میں پیدا ہوا اور اپنی فصاحت اور دولت سے بڑی شہرت حاصل کی کیونکہ دولت کو وہ ہمیشہ غریبوں کی فیاضانہ امداد میں، اور فصاحت کو نہایت دیانتداری اور آزادی کے ساتھ، عدل و انصاف کی راہ میں خرچ کرتا تھا اور اس طرز عمل سے گویا اس موقع کو مستحکم کرتا تھا کہ اگر نظام بادشاہت بدلا اور جمہوری حکومت قائم ہوئی تو قوم میں سب سے سر پر آدرہ آدمی وہی ہو گا۔ جب تخت شاہی پر شریر ٹارکواینس پسر بس نے ناجائز طور سے قبضہ پایا تو اس منصب کو شاہانہ داد گسٹری کے بجائے ظلم و سرکشی کا آلہ بنایا تو لوگوں میں اسکی حکومت سے سخت نفرت پیدا ہو گئی اور لیس ریشیا کی موت کو جس نے اپنی بھمت دری کے بعد اپنے تئیں ہلاک

کر لیا تھا) بہترین موقع سمجھ کر وہ اس کے خلاف ہٹھ کھڑے ہوئے۔ اور اس تحریک میں شریک ہو کر سب سے پہلے ویلیس بروٹس ویکریس کے پاس پہنچا اور اسی کی پرورش و مدد سے بادشاہ کا زور توڑا۔ اور جب لوگوں کو معزول بادشاہ کی جگہ اپنا ایک سردار منتخب کرنے کا خیال ہوا تو ویکریس نے ان لیا کہ جمہوریت کا باقی بروٹس ہے اور منصب سرداری اسی کا حق ہے لیکن جو وقت جمہور الناس نے شخصیت سے کمال نفرت کا اظہار کیا اور ان کے لیے مشترکہ حکومت کا قیام اور دو قسملوں کا انتخاب زیادہ پسندیدہ نظر آیا تو ویکریس کو اپنی ان مبدون میں کہ وہ بروٹس کا شریک حکومت اور قسمل مقرر کیا جائیگا، کامیابی نہ ہوئی۔ کیونکہ بروٹس کی کوششوں کے باوجود لوگوں نے ویکریس کے بجائے ٹارکو اسے سن کو لاٹینس کو قسمل منتخب کیا جو ٹریشیا کا شوہر تھا اور ذاتی قابلیتوں میں کسی طرح ویکریس پر قابل ترجیح نہ تھا۔ مگر امر کو برا خوف اس بات کا تھا کہ مبادا معزول بادشاہ جو برابر رومہ میں اور اس کے باہر مصروف سعی تھا دوبارہ ظل پائے پس انھوں نے ایسے سردار کو قسمل بنا لیا پسند کیا تھا جو بادشاہوں سے شدید ترین نفرت رکھتا ہو اور کبھی ان سے صلح پر مائل نہ ہو سکے پڑے

اب ویکریس کو اس بات کا ملال ہوا کہ قومی خدمت کرنیکی جو تمنا اسے تھی وہ محض اس بنا پر مشتبہ سمجھی گئی کہ اس سے ذاتی طور پر مطلق العنان جابرون کی زیادتی سے کوئی ضرر نہیں پہنچتا تھا پس وہ مجلس ملکی اور وکالت قانونی سے کنارہ کش ہو گیا اور لوگوں کے معاملات سے اپنے شغریں علیحدہ کر لیا۔ اس علیحدگی نے لوگوں میں بڑا چرچا اور اندیشہ پھیلایا کہ کہیں غصے میں ویکریس بادشاہوں کی جانب نہ مائل ہو جائے اور سلطنت کو، جو جدید انقلاب کی وجہ سے ہمزبور مستقل حالت میں تھی، تباہ کر دے؟ بروٹس کو بھی اس قسم کے شکوک چند اور آدمیوں کی طرف سے تھے اور اس نے مجلس کے سامنے قربان گاہ پر انکا امتحان کرنا چاہا۔ حلف لینے کے لیے جو دن مقرر ہوا تھا ویکریس بھی نہایت خوشی سے اس روز مجلس میں آیا اور سب سے پہلا شخص جس نے حلف اٹھایا کہ ہم کبھی ٹارکو ان کی شرائط نہ مانیں گے اور کبھی اسکی اطاعت نہ قبول کریں گے بلکہ آخر دم تک اپنی

آزادی قائم رکھیں گے، وہی تھا۔ اس واقعے سے اہل مجلس اور قسطنطنیہ کو بڑا اطمینان ہو گیا اور واپس لے بھی اپنی آئندہ کوشش و کارگزاری سے اس عہد کی صداقت ثابت کر دی۔ کیونکہ جب معزول بادشاہ کے پاس سے ایلچی تجاویز مصالحت لے کر آئے جنہیں لوگوں کو رجحان کے لیے بڑے بڑے وعدے تھے کہ گویا آئندہ وہ تمام زیادتیاں اور جبر چھوڑ دے گا اور صرف انصاف و اعتدال کو اپنا دستور العمل بنائیگا تو قسطنطنیہ آمادہ ہو گئے تھے کہ جلسہ عام میں اس سفارت سے گفتگو کی جائے لیکن دیلیس نے سخت مخالفت کی اور کسی طرح اجازت نہ دی کہ اگلے درجے کے لوگ جنہیں جبر و استبداد سے زیادہ جنگ و خونریزی کا خوف تھا ایسی ترغیبات اور نئے نئے اقرار سننے کا موقع پائیں۔ اس کے بعد دوبارہ سفیر آئے جنہوں نے ظاہر کیا کہ (معزول) بادشاہ تخت سے دست کش ہو جانے پر آمادہ ہے اور اگر اس کی اور اس کے رفقاء و احباب کی جائیدادیں اور روپیہ وہیں دیر یا جا کہ جلاطینی میں وہ بسر اوقات کر سکیں تو اس صورت میں وہ اہل روم سے جنگ نہ کریں گے، اس درخواست کو اکثر لوگ قبل کر لینے پر مائل تھے خصوصاً کولانیس بہت چاہتا تھا کہ یہ معاملہ اسی طرح طے پا جائے لیکن تندخو بردیس ایسی باتوں کو ماننے والا نہ تھا وہ عدالت عام میں گھس آیا اور چلا یا کہ میرا ہم منصب قسطنطنیہ کی غذائی پرکمر بستہ ہے اور ان ظالموں کو جنہیں جلاطینی میں اسباب معاش فراہم کر دینا بھی شدید جرم ہے، جنگی تیاریوں کے لیے مالی امداد ہونچانے پر تیار ہے !

اس واقعے پر اہل شہر نے ایک جلسہ منعقد کیا اور اس میں سب سے پہلے جس نے تقریر کی وہ کے اس منوکیس، ایک غیر سرکاری آدمی تھا۔ اُس نے اہل روم سے التجا کی اور بردیس کو بھی یہی صلاح دی کہ مارکو ان کی تمام املاک و جائیداد ضبط کر لینی چاہیے اور بجائے اس کے کہ وہ اور اُس کے رفقاء اس روپے کو ہمارے خلاف استعمال کر سکیں خود ہم کو ان ظالموں کے خلاف اس سے کام لینا چاہیے ! لیکن شہر والوں نے متفقہ طور پر یہی فیصلہ کیا کہ جب تک ہماری وہ محبوب آزادی برقرار ہے جس کے لیے ہم نے ہتھیار اٹھائے تھے اُس وقت تک روپے کو ان پر ترجیح دینا کسی طرح درست نہیں

بلکہ مناسب یہی ہے کہ جلاوطن شخصیت پسندوں کے مال متاع انھیں واپس دیدیے جائیں، مگر یہ املاک کا سوال درحقیقت ٹارکووان کے منصوبے کا محض ایک جزو تھا اور اس مطالبے سے اصلی مقصود لوگوں کے خیالات کا جانچنا تھا، چنانچہ اس مہینہ کے بعد اُسکے سفرانے ایک سازش کی بنیاد ڈالی اور اُسکے اسباب و املاک کو کچھ لو لپیٹنے اور کچھ فروخت کر دینے کے بہانے اپنا جانا ملتوی کر کے رہے یہاں تک کہ آخر میں انھوں نے رومہ کے دو ممتاز ترین خاندانوں کو ملا لیا۔ انھیں ایک تو اکوتی تھا جسکے تین افراد ارکان مجلس تھے اور دوسرا وٹلی جسکے دو آدمیوں کو یہ فخر حاصل تھا۔ یہ سب کچھ خود کو لائی ٹنس قنصل کے بھانجے ہوتے تھے اسکے علاوہ خاندان وٹلی سے بروٹس کا بھی قریبی رشتہ تھا کیونکہ انکی بہن اُسکو بیاہی ہوئی تھی اور یہی بیوی سے اُس کے کئی بچے تھے۔ انھیں مین سے دو کو جو ہم عمری اور رشتے داری کی وجہ سے انکے بے تکلف دوست اور ہم نشین تھے وٹلی والوں نے اپنے ساتھ مل جانے کی ترغیب دی اور انکو کیا کہ اپنے باپ (بروٹس) کی بے رحمی اور دیوانگی سے رہائی حاصل کرنے کا یہی طریقہ ہو سکتا ہے کہ عالی خاندان ٹارکووان کی شاہناہ امیدوں میں شرکت کر لی جائے، وضع رہے کہ بروٹس کے مجرموں کے ساتھ مطلق رعایت و رحم نہ کرنے کا نام انھوں نے بے رحمی رکھا تھا اور معلوم ہوتا ہے کہ دور استبداد میں جابر بادشاہوں سے محفوظ رہنے کے لیے جو مجنونانہ طرز اُس نے بنائی تھی اُسکی وجہ سے اب تک گوبراے نام دیوانگی بھی اُس سے منسوب کی جاتی تھی۔ بہر حال بروٹس کے لڑکے ان باتوں میں آگئے اور اکوتی کے ساتھ مشورہ کرنے لگے جان انھوں نے باہم ایک خوفناک قسم کا عہد و پیمان کرنا طے کیا تھا، جس میں ایک متوال شخص کا خون چکے کر اور انتر دیمان چھو کر حلف اٹھائے جانے کی تجویز تھی۔ اس مقصد کے لیے اکوتی کے مکان میں جمع ہونا قرار پایا تھا اور خاص وہ عمارت بھی قدرتی طور پر ایسی ہی انتخاب کی گئی تھی کہ جس میں روشنی کم آتی ہو اور لوگوں کی آمد و رفت وہاں نہ ہو۔ اسی جگہ وڈزی سیس نام ایک غلام نے اپنے مٹین چھپا رکھا تھا اور اس کی وجہ یہ تھی کہ اُسے سازش کا علم ہو گیا تھا یا خاص ہی غرض سے وہ وہاں موجود تھا بلکہ محض اتفاقاً یہ طور پر وہ اس مکان کے اندر تھا کہ دفعہ یہ سازش اُس میں داخل ہوے اور

انکی عجلت اور دھن دھن کر رہے سامنے آنے سے ڈر گیا اور ایک بڑے صندوق کے پیچھے چھپ گیا۔
 جان سے وہ انکی کارروائیاں اور تمام گفتگو سمجھ سکتا تھا؛ اہل سازش کی تجویز یہ تھی کہ
 قصلوں کو ملدلا جاوے اور یہی انھوں نے ٹارگٹ ان کو خطوں میں لکھا تھا اور یہ خطوط اسکے
 سفر کو دیے گئے تھے جو وہیں اکوٹی کے مکانوں میں مقیم اور اس گفتگو کے وقت موجود تھے؛
 اہل سازش کے رخصت ہونے کے بعد ونڈی میں بھی پوشیدہ پوشیدہ مکان سے باہر
 نکل آیا، لیکن نہایت حیران تھا کہ اس معاملے میں کیا کرے؟ کیونکہ بروٹس کے سامنے اس کے
 بیٹوں پر سازش کا الزام لگانا یا کو لائی ٹس کے آگے اسکے بھانجے بھتیجوں کو ایسے قبیح جرم کا مجرم بنانا،
 نہایت دشواریاں معلوم ہوتی تھی اور فی الحقیقت تھی بھی۔ مگر وقت یہ تھی کہ ان دونوں شخصوں کے
 علاوہ وہ کسی ایسے رومی سے واقف نہ تھا جسے اس قدر نازک اور اہم راز سنا۔ بین مہاس اتفاقاً
 علم ہو جانے کا اسکے دل پر ایک بھاری بوجھ تھا اور وہ خاموش بھی نہ رہ سکتا تھا پس ویلیریس کی
 خدمت میں حاضر ہو چکی مشہور آزاد خیالی اور تھل فریجی نے اسکی ہمت بندھا دی تھی، اور شربھر
 میں وہی ایسا شخص تھا جس تک ہر ایک حاجت مند کی بآسانی رسائی ہو سکتی تھی اور جسکے دروازے
 کبھی کم حیثیت اور غریب لوگوں پر بند نہ ہوتے تھے؛ جس وقت ونڈی میں اسکے پاس پہنچا
 اور اسکی بیوی اور بھائی ملرکس کی موجودگی میں اس خوفناک سازش کا حال کھولا تو ویلیریس
 ششدر رہ گیا اور ونڈی میں اس کو اس نے اپنے گھر سے جانے کی اجازت نہ دی بلکہ ایک کمرے
 میں بند کر کے اپنی بیوی کو اسکی نگہبانی سپرد کی اور ایک طرف تو اپنے بھائی کو شاہ معزول کے
 محلات کی جانب روانہ کیا کہ اسکے سامان میں جو کچھ خیرین مل سکیں ان پر قبضہ اور اسکے سفر کے
 نوکر دن کو گرفتار کر لے، ادھر خود رہتا اور دوستوں اور نوکروں کا ایک گروہ ہمراہ لیکر اکوٹی کے
 مکانات پر جا پہنچا کہ اس خاندان کے جو لوگ شریک سازش تھے انکی تلاشی لے۔ اتفاق سے
 یہ شخص اس وقت گھر پر نہ تھے لہذا ویلیریس کو زبردستی ان کے مکانات میں گھسنا پڑا اور وہاں
 اس نے وہ خط پڑا لیے جو ابھی تک سفر کی اقامت گاہ میں پڑے تھے۔ اسی وقت اکوٹی بھی نہایت

حجرت کے ساتھ واپس لوٹے اور مکان کے بھاگ پر خطہ چین لینے کی کوشش میں زور و کوب پر اتر آئے۔ ویلیمرس کی جماعت نے بھی مقابلہ کیا اور اپنی عباؤں سے مخالفین کے گلے پھانسی لیے پھر طرفین کی محنت جدوجہد کے بعد آخر کار اپنے قیدیوں سمیت گلیوں میں سے نکل کر عدالت عام تک آئے۔ اسی قسم کی لڑائی بادشاہ کے محل پر واقع ہوئی جہاں مارکس کے چند دیگر خطہ پار قبضہ کر لیا جواہل سازش اسباب کے ساتھ بھیج دینا چاہتے تھے۔ اسکے علاوہ جتنے ہاتھ اسکے شاہ معزول کے ملازم بھی اُس نے گرفتار کیے اور انھیں گھسیٹا ہوا چوک (کی عدالت عام) تک لے آیا، جب قاضیوں نے وہ ہنگامہ جوان واقعات سے پیدا ہو گیا تھا فرود دیا تو ویلیمرس کے حکم سے دندہ سیس غلام بلوایا گیا اور الزامات سنائے گئے اور خطہ کھوئے گئے جیسا کہ اہل سوشل کوئی جواب نہ دے سکے۔ اس وقت حاضرین میں سے اکثر رنج و غم کی تصویر بنے خاموش کھڑے تھے اور بعض بعض محض بروٹس کی محبت کے اقتضا سے (مجموع کے لیے) جلاوطنی کا لفظ کہہ اٹھتے تھے۔ کوکائی ٹس قفس کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے اور ویلیمرس سکوت میں کھڑا تھا اور ان باتوں سے کچھ رحم کی امید بندھتی تھی۔ اتنے میں بروٹس نے اپنے بیٹوں کو نام لے کے بکارا کہ ”اوٹیس تو، یا ادوائی بیرس تو، کیا تم دونوں اپنی برات کے لیے کوئی صفائی اس الزام سے نہیں پیش کر سکتے؟“ یہی سوال اُس نے قین مرتبہ اپنے بیٹوں سے کیا اور جب بیٹوں دغہ کوئی جواب نہ ملا تو وہ عدالت کے فوجداروں (کلرک) کی طرف مڑا اور چلا یا کہ اب صرف یہ باقی ہے کہ تم اپنا فرض پورا کرو، اس حکم کے ملتے جلتے ہی انھوں نے ٹیس اور ٹائیس دونوں کو بکیر لیا اور کپڑے اُنار کے شکنیں باندھ دیں پھر اپنے درون سے انکے جسم کی کھال اودھڑی یہ ایسا منظر تھا کہ حاضرین اسکے دیکھنے کی تاب نہ لاسکے لیکن خود بروٹس کی نسبت مشورہ ہے کہ جس طرح بیٹھا تھا اُسی طرح بیٹھا رہا نہ اُس نے نظر دھر سے ہٹائی نہ اپنے چشم آلود چہرے پر کوئی ملایمت یا رحم آمیز لہ لکڑ (Scream) کی خدمت رفتہ رفتہ من ایک معزز عمدہ بن گئی تھی تاہم اسکا ابتدا سے کام یہ تھا کہ سرکاری مجرموں کو سزا دے اور کشتی شتھاں بھی اسی عمدے دار کے ماتحت قتل ہوتے تھے۔

تبدیلی پیدا ہونے دی بلکہ انھیں تیز تیز لگا ہون سے بیٹوں کو پٹنا دیکھنا رہا مینا تک کہ فوجداروں نے ان پر نصیب مجرموں کو زمین پر لٹا دیا اور قبر سے ان کے سر کاٹ ڈالے۔ اُس وقت بروٹس، باقی ماندہ معاملات کا فیصلہ اپنے شریک کے سپرد کر کے، بہ الطینان رخصت ہو گیا۔ فی الحقیقت بروٹس کا یہ فعل ایسا ہے کہ جسکی وجہ سے وہ اعلیٰ ترین تقریف یا سخت ترین مذمت دونوں کا مستوجب ٹھہر سکتا ہے۔ کیونکہ یا تو اسکی انتہا سے عدالت نے اُسے معمولی اور انفرادی جذبات غم و انوس سے ارفع اور مافوق کر دیا تھا اور یا انتہا سے قساوت نے اسکے یہ احساسات مٹا دیے تھے مگر ان دونوں اسباب میں سے جو سبب بھی ہو بہر حال وہ خلاف معمول و عادت ضرور تھا یعنی یا وہ صفت ملکوتی کا کرشمہ تھا یا جذبہ ہیبت کا۔ لیکن انصاف کی بات یہ ہے کہ اپنی کمزوری راے سے اُسکو قصور وار ٹھہرانے کے بجائے زیادہ مناسب یہ ہے کہ ہم اُس کی عظمت بزرگی کا اعتراف کر لیں۔ اہل رومہ کی دانست میں بھی بروٹس نے قیام سلطنت کے واسطے یہ اتنا بڑا کام کیا کہ بانی شہر رومیس سے بھی نہیں پڑتا۔

بروٹس کے چوک سے جانے کے بعد بڑی دیر تک تناٹا چھایا رہا جب لوگ اس واقعے پر چونکے سانس گزدارنا غور کرتے ٹولن کا دل کانپ جاتا اور خوف و ہیبت سے سموت رہ جاتے۔ لیکن کولائی نس کی سہل پسندی اور بے پروائی نے دوسرے لمزوں اکوتی کی ہمت بندھا دی اور انھوں نے جواب دہی کے واسطے کچھ مصلحت کی درخواست کے ساتھ ہی یہ مطالبہ کیا کہ ہمارا اعلام و مذہبی سیں ہمارے مخالفین کے پاس نہ رہے بلکہ ہمارے حوالے کر دیا جائے۔ کولائی نس اسکو مان لیتے پر مائل معلوم ہوتا تھا اور مجلس درخواست کر دینی چاہتا تھا مگر دیکھیں نے کسی طرح گوارا نہیں کیا کہ و مذہبی سیں کو جو اسکے آدمیوں کے بیچ میں کھڑا تھا اکوتی کے حوالے کر دیا جائے یا مجلس غیر عداوتوں کو سزا دیے درخواست ہو جائے۔ پس اُس نے لمزوں پر دست سیاست بڑھایا اور بروٹس کو انداز کے لیے بلایا۔ پھر آواز بلند کولائی نس کے طرز عمل پر اعتراض کیا کہ ہر چند یہ شخص اپنے شریک منصب کو دیکھ چکا ہے کہ مجبور ہو کر اُسے اپنے بیٹوں کی جانیں اپنی پٹنیں مگر خود دو چار عورتوں کو خوش کرنے کے

لیے آمادہ ہے کہ ایسے قوم فروش خدا روں کو زندہ چھوڑ دے، اس بات نے کولائی منس کو سخت غصہ دلایا اور اس نے حکم دیا کہ ونڈی سیس کو چھین لیا جائے، جسکی نقیل میں سرکاری فوجدار چھم میں آگے بڑھے اور جنھوں نے روکنا چاہا انھیں ڈنڈوں سے مارا۔ انکے مقابلے میں ویلیرس کے رفقا اڑے ہوئے تھے اور لوگ بروٹس کی دھوا تھیں دے رہے تھے کہ وہ آگیا اور جب ہر طرف خاموشی ہو گئی تو کہنے لگا کہ اپنے بیٹوں کے متعلق فیصلہ کرنا تو میرے لیے ٹھیک اور مناسب تھا لیکن باقی کارروائی میں نے آزاد شہریوں پر اور کثرت رائے پر چھوڑ دی تھی۔ اب ہر شخص جو چاہتا ہے تقریر کرے اور مجھ کو اپنا ہم خیال بنائے، لیکن تقریر کی دہان کچھ ضرورت نہ تھی کیونکہ جب رائے لیگئی تو مضمون کو سب نے بالاتفاق مستوجب سزا قرار دیا چنانچہ وہ قتل کر دیے گئے۔

اس میں شک نہیں کہ کولائی منس پہلے سے لوگوں میں شک کی نگاہ سے دیکھا جانے لگا تھا جسکی وجہ ایک نوشاہ معزول سے اسکی قرابت داری تھی دوسرے اسکے نلم کا جزو اول بھی اتفاق سے ٹاکر کو آن تھا اور لوگوں کو اس لفظ سے اتنی نفرت تھی کہ وہ اسکا سنا بھی پسند نہ کرتے تھے۔ اب جب یہ واقعہ گذرا اور اس سے ہر شخص اپنے لیے بیزار نظر آیا تو اس نے تفصیل سے دست برداری کر لی اور شہر سے باہر چلا گیا۔ نئے انتخابات پر اسکا عہدہ بڑے احترام و اکرام کے ساتھ ویلیرس کو ملا جو گویا اسکی قوم پرستی کا ایک دھبی انعام تھا۔ اور چونکہ اپنی آخری کارگزاری میں وہ ونڈی سیس غلام کو بھی حصے دار سمجھتا تھا لہذا اس نے پہلا کام یہ کیا کہ اسے آزاد شہری بنا کر اسے دینے کا حق بھی عنایت کیا کہ جس قبیلے یا گروہ میں چاہے اپنا نام درج کرالے۔ واضح رہے کہ پہلے یہ حق تمام احرار کو حاصل نہ تھا اور عرصہ دراز کے بعد صرف آپس نے جسے ہر دلعزیزی کی بہت تلاش تھی، ایسا قاعدہ جاری کیا تھا۔ یہ کمنا بھی فائدے سے خالی نہیں کہ اسی ونڈی سیس کو آزادی ملنے کی یادگار میں اب تک کامل آزادی دیے جانے کو اصطلاحاً دیکھنا کہتے ہیں۔

یہ جو چکا تو شاہی مال و اسباب کو لوٹنے کی اور محلات کو برباد کر دینے کی اجازت دیدی گئی

وہ خوش نظر معیت میں جسے میدان میں لے جاتے ہیں اور جو مار کو ان کی ملکیت تھا دیوتا کے نام پر
 وقف کر دیا گیا تھا۔ مگر چونکہ اس وقت فصل تیار کھڑی تھی اور بالین ابھی تک کھلیاں میں
 نہیں اٹھائی گئی تھیں انھوں نے انھیں استعمال کرنا یا گیہوں نکالنا خلاف تقدیس تصور کیا
 اور چون کا توں نالیوں سمیت کا شکر دریا میں بہا دیا اور اسی دن سے زمین پر چر دیوتا کا وقف
 لایکا قرار دیدی گئی۔ اب جو شاخیں ہریاں اس طرح ڈالی گئی تھیں انکا اتنا ڈھیر لگ گیا تھا
 کہ وہاں سے پانی کا بہاؤ انھیں نہ بہا سکا اور وہ ایک دوسری میں الجھ کر ایسا بندن لگین کہ کثرت
 مٹی اور کوڑا وہاں جمع ہو گیا۔ اور رفتہ رفتہ یہ سب چیزیں پانی کے دور سے دب کر مضبوط اور ذرتی
 ہو گئیں اور ہریاں میں ایک ٹاپو سا بن گیا جو کل شہر کے قریب ایک مقدس مقام سمجھا جاتا ہے
 اور جہر متقد دیول اور سیر کے لیے روشن بنائی گئی ہیں۔ لائینی زبان میں اسکو اترو دیانتی کہتے
 ہیں یہ بعضوں کا یہ بھی خیال ہے کہ ٹاپو مار کو ان شاہ معزول کے کھیتوں کی وجہ سے بنیں
 بنا بلکہ اس وقت پیدا ہوا تھا جب کہ مار کو انیہ نام ایک مڑی نے اپنے کھیت لوگوں کے لیے وقف
 کر دیے تھے اور اس فیاضی کے صلے میں بڑا اعزاز حاصل کیا تھا۔ چنانچہ پنجلہ اور رعایتوں کے اسے
 یہ بھی شرف دیا گیا تھا کہ جنس ناٹ میں صرف اسکی شہادت قانوناً جائز بھی گئی تھی۔ تیرا سے
 شادی کرنے کی آزادی بھی مل گئی تھی لیکن اس نے اس رعایت سے غلامانہ اٹھانا پسند نہیں کیا
 یہ ہے وہ کمائی جو بعض لوگ مار کو انیہ کے بارے میں بیان کرتے ہیں ؛
 بادشاہ معزول کو جب سازش کے ویلے سے سلطنت حاصل کرنے میں مایوسی ہوئی تو وہ
 قوم لشکر سے طالب امداد ہوا۔ ان لوگوں نے اسکی بڑی خاطر تواضع کی اور ایک لشکر کثیر کے
 ساتھ اسے دوبارہ بادشاہت دلانے چلے۔ ادھر سے اہل روم اپنے قصلوں کی ہمتی میں مقابلے کو
 نکلے اور بعض مقدس مقامات میں (جہنم ایک ارسین کچ اور ایک اسی سدرین چاگاہ کہلاتی ہے)
 پڑاؤ ڈالا۔ دوسرے دن جب لڑائی شروع ہوئی تو مار کو ان کے بیٹے آنون مسسک اور رومی
 لے گیہوں کے اس تے یا شاخ کو جس پر بال آتی ہے نالی کہتے ہیں۔ م۔

فصل بروٹس کا مقابلہ ہوا۔ وہ محض اتفاقیہ آمنے سامنے نہ ہو گئے تھے بلکہ طیش و نفرت کی وجہ سے عملاً ایک دوسرے کی تلاش میں تھے اور اگر ایک اپنے ملک سے دشمنی کا اور جاہرانہ شخصیت کا بدلہ لینا چاہتا تھا تو دوسرا اپنی جلا وطنی کے جوش انتقام سے بھرا ہوا تھا غرض دونوں نے گھوڑوں کو سرسٹ دوڑایا اور انتہائے غیض و غضب کے عالم میں، اپنی جان کا خیال یا کوئی احتیاط کیے بغیر ایسے زور سے باہم ٹکرائے کہ دونوں مر کر گر پڑے۔ اور یہ خوفناک معرکہ دوسروں کے لیے بھی کچھ اچھی نظر نہوا یعنی اسی قسم کی از خود فکلی میں دونوں فوجیں ایک دوسری سے ٹکرائیں اور دشمن کو نقصان پہنچانے کے ساتھ خود بھی شدید نقصان اودھاتی رہیں حتیٰ کہ ایک طرفان نے انھیں الگ کر دیا۔ اس وقت ویلیرس اس لیے زیادہ متحیر تھا کہ آج کی لڑائی کا کوئی نتیجہ وہ نہ معلوم کر سکا ساتھ ہی اپنے ساتھیوں کو اُس نے دیکھا کہ دشمن کے نقصانات کثیر جس قدر خوش ہیں اُسی قدر اپنے مقتولین کی تعداد سے افسردہ ہوئے جاتے ہیں۔ کیونکہ فی الواقع دونوں طرف کا نقصان بالکل مساوی نظر آتا تھا۔ البتہ اس تذبذب میں ہر فرقہ اپنی جگہ پر زیادہ اپنے دشمن کی شکست خوردہ سمجھتا تھا کہ دشمن کی ہزیمت یقینی نہ تھی اور اپنی فتح کی کوئی دلیل قوی کھائی دیتی تھی۔ بہر حال جب رات ہوئی اور ہر شخص قیاس کر سکتا ہے کہ اس خونریزی کے بعد جو رست آہنی ہوگی وہ کیسی ہوگی اور فریقین آلام کرنے لیتے تو مشہور ہے کہ وہ کچھ لرزا اور یہ آواز کہ یقیناً اندر آسمانی تھی، پیدا ہوئی کہ رومیوں کی شہت لشکروں کا ایک آدمی زیادہ مارا گیا ہے۔ یہ اعلان غمیب سننے ہی رومیوں نے خوشی کے نعرے بلند کیے اور اُدھر لشکروں پر ایسی ہیبت اور سرسجلی چھائی کہ نیچے چھوڑ چھوڑ کے جانے لگے اور قریب قریب بالکل متبر بہ ہو گئے۔ پانچ ہزار کی تعداد میں جو لوگ باقی رہ گئے تھے ان پر رومیوں نے حملہ کیا اور سب کو قید کر کے ان کا پڑاؤ لوٹ لیا۔ پھر انھوں نے مقتولین کا شمار کیا تو گیارہ ہزار میں سو لشکر مردہ پائے گئے اور یہ تعداد رومی مقتولوں سے بعد ایک کے زیادہ تھی۔ یہ لڑائی فروزی کے آخری دنوں میں واقع ہوئی اور اس کے بعد از میں ویلیرس نے جلوس فتح نکالا۔ اور وہی پہلا سردار ہے جو اس موقع پر چار گھوڑوں کی رتھ میں بیٹھ کر نکلا۔ بعض کا گمان ہے کہ

اس جدت سے لوگوں نے بُرا مانا ہوگا یا حسد کیا ہوگا۔ حالانکہ وہ نظارہ نہایت شاندار تھا اور تماشاخیوں نے دل سے پسند کیا اور نہ اس کا رواج زمانہٴ مابعد میں اس شوق و جوش مسابقت کے ساتھ قائم نہ رہ سکتا تھا، اسی طرح ویلیس نے جو احترام اپنے مردہ ساتھی بروٹس کا کیا اور جنازے پر تقریر کرنے کی رسم نکالی وہ بھی لوگوں نے پسند کی۔ کیونکہ اس موقع پر جو خطبہ اُس نے بروٹس کی یادگار میں پڑھا وہ رومیوں کو اس قدر راجھا معلوم ہوا اور اُنہیں اتنی قدر ہوئی کہ آئندہ سے بڑے بڑے آدمیوں کا یہ معمول ہو گیا کہ اپنے نامور ہیروؤں کی تمیز و تکفین کے وقت تقریروں میں اُن کی خوبیاں بیان کرتے تھے۔ اسی بنا پر رومیوں کا دعوائے ہے کہ یہ دستور یونانیوں سے بھی پہلے ان کے ہاں جاری ہوا لیکن اگر انکسائمن Anaximenes خطیب کا قول مانا جائے تو یہ بات درست نہیں نکلتی اور سولن اس رسم کا بانی قرار پاتا ہے۔

لیکن اس میں شبہ نہیں کہ ان پسندیدہ باتوں کے علاوہ ویلیس کے بعض طریقے لوگوں پر شاق بھی گزرے۔ مثلاً ایک ہی امر اخصین ناگوار ہوا کہ بروٹس بھی جسے اُن کی آزادی کا بانی کہنا چاہیے، جب تک رہا شرکت میں حکومت نہ مارا اور کبھی اُس نے ساری ذمہ داری اپنے ہاتھوں میں نہیں لے لی۔ بلکہ پہلے ایک شخص کو پھر دوسرے کو شریک حکومت بنائے رکھا۔ حالانکہ ویلیس نے (شہر تھا کہ) تمام اقتدار اپنی ذات میں مرکوز کر لیا ہے اور وہ بروٹس کے بجا زیادہ ظاہر کو ان کا جانشین معلوم ہوتا ہے۔ اکثر لوگوں کا قول تھا کہ بروٹس کی یادگار میں وہ چاہے جتنی تقریریں کرے لیکن اصل یہ ہے کہ جب چوہداروں اور تبرہ داروں کے جھڑپ میں وہ اپنے اس محل سے نکلتا ہے جو شاہ معزول کے مہندم قعر سے بھی زیادہ شاندار ہے، تو ظاہر ہو جاتا ہے کہ ظاہر کو ان کا مقلد ہے، اور آئین کلام نہیں کہ ویلیس کا مکان جو چوک میں سب سے اونچا ہوا تھا، اور جس پر سے چوک کی پوری سیر ہو سکتی تھی، نہایت رفیع الشان نظر آتا تھا اس کی ڈیڑھی بڑی لمبی اور پیچیدہ بنی ہوئی تھی اور ویلیس کا اُس پر سے اتر کے نیچے آتا ایک شاہانہ نظارہ ہوتا تھا۔

لیکن اس موقع پر اس نے دنیا کو یہ اخلاقی سبق دیا کہ صاحبان قوت و اقتدار کے واسطے اس
یہی ہے کہ وہ اپنے کان خوشامد کے بجائے سچی بات سننے کے لیے کھلے رکھیں۔ چنانچہ جب اسے
اپنے ہوا خواہوں سے معلوم ہوا کہ لوگ اس سے ناراض ہیں تو ویلیرس نے محبتیں نہیں نکالیں
نہ اسکا بڑا مانا بلکہ ابھی کہ رات باقی تھی بہت سے مزدوروں کو بلوا کر اس نے حکم دیا کہ ہمارا مکان
توڑ کر زمین کی برابر کر دیا جائے۔ جب صبح ہوئی اور ایک جمع کثیر نے اگریہ حال دیکھا تو وہ حیران
رہ گئے اور ویلیرس کی عالی ظرفی پر عرش عرش کرنے لگے انہیں اس بات کا بھی کسی آدمی کے ضائع
ہو جانے کی طرح نہایت طال ہوا کہ ایسا وسیع اور خوب صورت مکان محض ان کے بے بنیاد
شکوہ کی بدولت غارت ہو گیا اور صاحب مکان یعنی ان کے فضل کو خانہ بربادوں کے ہند
اپنے دوستوں سے رہنے کے لیے جگہ مانگنی پڑی، کیونکہ واقعی جب تک لوگوں نے دوسرا مقام اسے
نہ دیا اور وہاں دوسرا مکان، جسے رفت و شان میں پہلے سے کچھ نسبت نہ تھی، تیار نہ ہو گیا،
ویلیرس کو انھیں مانگنے مانگنے کے مکانات میں گزارہ کرنا پڑا۔ اسکا یہ دوسرا مکان اس جگہ پر تھا
جہاں اب ویکیا پوٹا کے نام کا مندر واقع ہے۔

اس کے بعد اس نے کوشش کی کہ اپنے ٹکین اور حکومت کو پُر عجب و خوفناک کے بجائے
جمہور کے لیے مانوس و خوشگوار بنائے چنانچہ تبرک و موقوف کیا اور اپنے چلو کے سپاہیوں کے پاس
صرف حصے رہنے دیے۔ یہ بھی، جس وقت وہ جلسے میں آتا تو لوگوں کے سامنے تعظیماً جھکا دیے
جاتے تھے، تاکہ بہتر سے بہتر طریقے پر معلوم ہو جائے کہ حکومت جمہوری ہے۔ اس کے اس قاعدے
کی ابتک قصل پیردی کرتے ہیں۔ لیکن اس پر بھی اکثر اشخاص ہی سمجھتے رہے کہ اپنے انکساکو دھرت
ایک ذریعہ بدنامی سے بچنے کا بنانا ہے ورنہ جتنا اپنی ظاہری شان و شوکت کو گھٹا رہے اتنی ہی
اصلی قوت کو زیادہ حاصل کرنا جاتا ہے۔ بائیں ہر جمہور انسان اس کی بڑی خوشی سے اطاعت کرتے
رہے جس کا بہترین ثبوت یہ ہے کہ انھوں نے اسے پہلی کو کا لقب دیا تھا جسکے معنی محبت قوم کے
(پرن) اور آخر میں وہ اسی لقب سے مشہور ہوا اور اس لیے ہم بھی باقی ماذہ سوانح عمری میں اس کے

سواد سرانام بنین استعمال کریں گے،
 پہلی کولا نے پوری آزادی دی تھی کہ فضلی کے انتخاب کے واسطے جو شخص چاہے
 کوشش کرے، لیکن اس خوف سے کہ مبادا اسکا ساتھی جہالت یا رقابت کی وجہ سے اس کے
 بعض ضروری منصوبوں کے پورا ہونے میں حرج آئے، اس نے شریک حکومت بنانے سے
 قبل اپنے ذاتی حکم سے چند نہایت اہم اور کارآمد قوانین رائج کیے، سب سے اول تو اس نے
 اعضائے مجلس کی کمی کی پوری کی یعنی جن اراکین کو شاہ معزول نے مراد یا تھایا جو پچھلی لڑائی میں
 کام آگئے تھے ان کی خالی اسامیوں کو پُر کیا اور لکھا ہے کہ ایک سو چھ ممبر اپنے ہاتھ سے فہرست
 اراکین میں درج کیے۔ بعد ازاں اس نے کئی قوانین بنائے جن سے جمہور کی آزادی میں اضافہ ہو خصوصاً
 ایک وہ تھا جس کے رو سے ملزم قصلوں کے فیصلے کا لوگوں سے مرافعہ کر سکتا تھا اور دوسرے نے
 جمہور کی اجازت بغیر کوئی سرکاری عہدہ (یا مجسٹریٹ) حاصل کرنے کا قطعی سد باب کر دیا تھا۔ تیسرے
 میں غریب شہریوں پر سے محصول کم کر کے انکی مزدوری میں بہت افزائی کی گئی تھی۔ ایک اور
 قصلوں کی نافرمانی کے متعلق تھا اور یہ بھی پہلوں سے کم علم پسند نہ تھا کہ آئین امر کا زور توڑ کر عوام
 کی آسانی کے لیے یہ قاعدہ بنایا گیا تھا کہ جو شخص قصلوں کا کسانہ مانے اس پر زیادہ سے زیادہ دس
 ہل اور دو بکریان جمانا کیا جائے اور بکری کی قیمت اون دنوں دس روپل اور ہل کی سو روپل
 مقرر تھی، واضح رہے کہ اس زمانے میں روپیوں کی بڑی دولت یہی مولیٰ تھی اور روپیہ انکے ہاں
 اس قدر رائج نہ تھا۔ اسی باعث اب تک بھی املاک کے لیے پچکھو لیا کا لفظ بولنے ہیں جو سیکوس یعنی
 مولیٰ سے مشتق ہے۔ انکے قدیم سکون پر بھی ہل، بکری، اور سوز کی تصویر ٹھپے کی جاتی تھی اور
 ان دنوں اپنے بچوں کے نام بھی وہی اسم کے رکھتے تھے جیسے سولی، بولنگی، کپداری، دکرپی
 پینے بکری سے) پلڈ سٹی (پوری یعنی سوز سے)۔

اس اعتدال اور نرمی کے باوجود ایک سخت جرم ایسا تھا جسکی سزا بھی اس نے بہت سخت قرار
 کی۔ یعنی اس نے جائز قرار دیا کہ جو شخص چاہے ایسے آدمی کو جو استبداد و شخصی مصلحت کی ہوس کرے

قتل کر دے اور بعد میں مقتول کے جرم کا ثبوت دے کر قصاص سے محفوظ ہو جائے ضرورت اس اجازت کی یہ تھی کہ ہر چند ایسا جرم بالعموم مخفی نہیں رکھا جاسکتا تاہم ممکن ہے کہ کوئی شخص علانیہ مطلق العنانی کے لیے کوشاں ہو اور یہ سمجھ کہ کامیابی پالینے کے بعد بزدل مخالفت کو دبا دیگا ارتحاب کی تیاریاں کرتا رہے۔ پس ایسی صورت میں غاصب کی جان لینا، قبل اسکے کہ وہ صحیح معنوں میں ارتحاب جرم کرے، اُس نے مباح کر دیا تھا۔

ایک اور ضابطے کی وجہ سے بھی پبلی کو لا کا بڑا نام ہوا، جو سرکاری خزانے کے بارے میں تھا۔ اصل یہ ہے کہ وہ رقم جواہل ملک غیر معمولی مصارف جنگ کے لیے جمع کرتے تھے۔ پبلی کو لا خود رکھنی نہ چاہتا تھا اُس سے یہ پسند تھا کہ وہ کسی اور کے متعلقہ یا دوست کی تحویل میں رکھی جائے۔ پس اُس نے زحل دیوتا کا مندر اس بیت المال کے لیے مخصوص کر دیا اور اسی مقام پر آج کے دن تک اہل رومہ اپنا سرکاری روپیہ رکھتے ہیں، ساتھ ہی اُس نے یہ حق بھی جمہور کو دیا کہ وہ جن دو آدمیوں کو چاہیں اپنا امین یا بخشی (کو ایسٹر) منتخب کریں۔ چنانچہ پبلیس وٹورس، اور مرقس منوکس اس منصب پر سب سے اول مرتبہ منتخب ہوئے۔ اور ایک قسم کیئر انکی نگرانی میں جمع ہو گئی کیونکہ ان دونوں نے یتیم دیوگان کو مستثنیٰ کرنے کے بعد جو محصول خفیض کیا تھا اسکی مقدار ایک لاکھ تیس ہزار تک پہنچتی تھی، جب یہ انتظامات مکمل ہو چکے تو پبلی کو لانے لڑشیا کے باپ لُس ریشیس کو اپنا شریک قضلی بننے کی اجازت دیدی اور نیز معمر ہونے کی وجہ سے اُس کو حکومت میں اپنے اوپر تفویض دیا یعنی قضلی برقداز اور باہمی مراتب صمدہ۔ اسی کو دیدیے۔ چنانچہ معمری کا یہ لحاظ چارے عہد تک قائم اور باقی ہے۔ لیکن تھوڑے دن کے بعد جب لُس ریشیس مر گیا تو نئے انتخاب کے مطابق مرقس ہوریشیس اس منصب پر سرفراز ہوا اور اقامت سال تک وہی پبلی کو لا کی شرکت میں کام کرتا رہا۔

اب، اس وقت کہ شاہ معز دل دوسری مرتبہ رومہ کے خلاف لشکر میں جنگ کی تیاریاں کر رہا تھا، کہتے ہیں ایک حیرت انگیز لشکر دیکھنے میں آیا، واضح ہو کہ جب اپنی بادشاہت کے

زمانے میں مار کو ان قلعے (کچی ٹال) کی عمارات تیار کر رہا تھا تو اس کی مکمل سے کچھ پہلے اُسے یہ خیال (خواہ کسی الہامی پیغام کے فدیے یا محض اپنی رائے سے) پیدا ہوا کہ اسکے برج کے سرے پر ایک مٹی کی رتھ کھڑی کی جائے۔ چنانچہ شہر دی آسے کے لشکر کا ریگروں کو اس کے بنانے کا حکم دیا لیکن تھوڑے ہی عرصے بعد اس کی سلطنت چھن گئی اور وہ رومہ سے نکال دیا گیا۔ ادھر جب لشکروں نے اس رتھ کو بھی بن ڈالا تو بجائے اسکے کہ اس کی مٹی اپنی جگہ پر گرمی سے خشک اور معمول کے مطابق نچھو جائے وہ خود بخود پھوٹی شروع ہوئی اور خشک ہوتے ہوئے اس قدر پھیل گئی کہ سخت ہو جانے کے بعد بھٹی کی دیوار بن اور چھت توڑنے کے باوجود بڑی دقوں سے باہر آئی اور وہ ان کے رتالوں نے اس کی برقیہ کی کہ جن کے قبضے میں یہ رتھ رہی وہ امداد آسمانی سے نہایت کامیاب اور مقتدر ہو جائینگے۔ اسی بنا پر لشکروں نے ارادہ کر لیا کہ اُسے رومیوں کے حوالے نہ کیا جائے، چنانچہ جب انھوں نے مطالبہ کیا تو مکمل ہیجا کہ اس کا حقدار ہو سکتا ہے تو مار کو ان ہو سکتا ہے نہ کہ وہ لوگ جنھوں نے اُسے خارج البلد کر دیا ہے اس واقعے کے تھوڑے دن بعد شہر دی آسے میں معمول کے موافق بڑے تزک و ہتھام کے ساتھ ایک گھڑ دوڑ ہوئی، ادجب وہ رتھ والا جس نے بازی جیتی تھی پھولوں کا سہرا پہنے اطمینان کے ساتھ اپنی رتھ کو حلقے سے باہر لیا رہا تھا، اس وقت اسکے گھوڑے بغیر کسی ظاہری سبب کے یکایک چکے اور اتفاقاً یا باہمائے خداوندی رومہ کی سمت پوری طاقت سے، رتھ اور رتھ بان کو لیکے بھاگے۔ نہ رتھ بان کا کچھ زور چلانا اس کی آوازیں اور غل شوروں کا م آیا، گھوڑے اپنے زور میں اُسے رومہ تک لے آئے اور قلعے ہی کے سامنے لاکے اُسے اُس دروازے کے قریب گمراہا جسے راؤمینا کہتے ہیں، اس وقوعے نے اہل دی آسے کو سخت متحیر اور خوف زدہ کیا اور اب انھیں یہی مناسب معلوم ہوا کہ وہ مٹی کی رتھ اہل رومہ کے حوالے کر دیں، قلعے میں برجیں (جوبڑ) دیوتا کا وہ عالی شان مندر جسکے بنانے کی فرماطوس کے بیٹے مار کو ان نے سبائی قوموں سے لڑنے وقت منٹائی تھی، اسکے پوتے یا بیٹے ملکر ان پر بس

کے عہد میں قریب قریب اتمام کو پہنچ گیا تھا، لیکن اسے دیوتا کی خدمت میں پیش کیے جانے کی رسم ہنوز ادا نہیں ہوئی تھی کہ اس کی بادشاہت جاتی رہی۔ اور اب اس کی تعمیر اور آرائشگی کامل ہو جانے کے بعد پہلی کولا کو بڑی آرزو تھی کہ اس شاندار نذرانے کی رسم اس کے ہاتھوں ادا ہو۔ لیکن امر کو اس اعزاز کا رشک ہوا اور حالانکہ پہلی کولا، کیا بلحاظ اپنے جنگی کارناموں کے اور کیا نہایت مفید قوانین بنانے کی وجہ سے، ایک حد تک اس عورت کا مستحق تھا، تاہم اس کے ہونٹوں کو ناگوار ہوا کہ تمام عہد میں اس کے حصے میں آجائیں چنانچہ انھوں نے پولیشیس کو ادائیگی رسم کی اجازت لینے پر مجبور کیا اور پہلی کولا کی عدم موجودگی میں جبکہ وہ کسی فوجی ہم پر گیا ہوا تھا، یہ کام بالاتفاق پولیشیس کے سپرد کر دیا اور ساتھ ہی اسے رسم ادا کرنے کے لیے قلعے میں لے آئے گویا پہلی کولا کی موجودگی میں انھیں خوف تھا کہ یہ کارروائی نہ کر سکیں گے، مگر بعض مصنفین کہتے ہیں کہ اس واقعے کی یہ صورت نہ تھی بلکہ غالباً انھوں نے جس وقت پہلی کولا کا اس کے خلاف منشا، ہم لیا نا جوڑ کیا تھا اسی وقت رسم کی ادائیگی پولیشیس کے لیے منظور کر دی تھی۔ اس قیاس کی تائید کسی نذر اس واقعے سے بھی ہوتی ہے جو ادائیگی رسم کے وقت پیش آیا یعنی جب ستمبر کی تیرہویں تاریخ (جو مکت نیاں جیسے میں ماہ کامل کے دن آتی ہے) لوگ قلعے میں جمع ہوئے اور خاموشی ہو جانے کے بعد پولیشیس ابتدائی زمین ادا کر چکا اور پھر دستور کے موافق (عمار کے) دروازے تمام کروہ الفاظ کہنے شروع کیے جو ایسے نذرانے کے وقت کہے جاتے ہیں، تو پہلی کولا کا بھائی مرقس، کہ اسی مقصد کے لیے پہلے سے دروازہ دن کے پاس آکر کھڑا ہو گیا تھا، موقع پا کر چلایا کہ ”اے فضل تیرے بیٹے کی لاش بڑا زمین پڑی ہے!“ یہ سنتے ہی تمام حاضرین سناٹے میں آ گئے لیکن پولیشیس ذرا بھی ہراساں نہ ہوا بلکہ یہ مختصر جواب دیکر کہ لاش کو جدھر تھا اچھی جا ہے پھینک دو، میں سوگ کرنے والوں میں نہیں ہوں، وہ اپنے کام کی طرف متوجہ ہو گیا اور رسم نذرانہ پوری کی۔ واضح رہے کہ یہ خبر سچی نہ تھی اور مرقس کو امید تھی کہ اس فریب سے شاید اس تقریب میں کھڈت پڑ جائیگی۔ لیکن پولیشیس، خواہ اس فریب کو فوراً آکر خواص سمجھنے کے

یہ لکھنا بھی دلچسپی سے خالی نہ ہو گا کہ تعمیرِ مین جو کچھ اس مندر پر گزری تھی وہی اس نام کے دوسرے مندر پر گزری۔ یعنی اس کو جیسا کہ ہم نے بیان کیا، ٹارکو ان نے بنایا تھا اور ہولرشیش میں نے دیوتا پر چڑھایا۔ پھر خانہ جنگی کے زمانے میں یہ محل گیا تو سلاٹنے دوسرا بنوایا مگر وہ بھی تکمیل سے پہلے مر گیا اور رسم نذرانہ کی عزت کا ٹالس کے واسطے چھوڑ گیا۔ یہ دوسرا مندر ولٹی کی شورش کے وقت مساکرادیا گیا اور پھر وسنشین نے، اُسی کامیابی کے ساتھ جو اُسے اور کامون مین ضعیب ہوئی تھی، تیسری مرتبہ تعمیر کرایا اور اس کی تکمیل تک زندہ ہی رہا اور خوش قسمتی سے اُسکا تلف ہونا نہ دیکھنے پایا جو تھوڑے ہی دن بعد واقع ہوا۔ اس معاملے میں سلاٹ سے اس کا نصیب بہر حال اچھا ہے کہ اُس نے جو شے بنوائی تھی اُسے پروان نہ چڑھا سکا اس نے جو کچھ بنوایا اس کی تکمیل دیکھی اور خرابی نہ دیکھی جو بہت جلد آگئی تھی کیونکہ وسنشین کے مرتبے ہی اُس مندر میں آگ لگ گئی اور وہ بالکل برباد ہو گیا۔ چوتھی مرتبہ شاہنشاه ڈوشیش نے اسکی تعمیر کرائی اور جیسا بنوایا تھا اب تک موجود ہے۔ کسمین ٹارکو ان کے عہد میں اسپر چالیںس قرن پوز لاگت آئی تھی۔ لیکن آج کل تو محال ہے کہ رومہ کا کوئی دولت مند دولت مند شہری محض اُس سونے کے پانی کی قیمت بھی یاد کر سکے جو اسپر بجا ہوا ہے اور جس کا خرچ بارہ ہزار ٹیلنٹ تک پہنچتا ہے۔ اسکے ستون پن بجیتی

اور انکی مثالی انکی لمبائی کے نسبت مخوں تھی اور ہم نے انہیں ایجنٹر مین دیکھا تھا لیکن وہ ان کے جب رومہ آئے اور انہیں از سر نو تراش کھیاں نکلیا گیا تو انکے بل بوڈون نے انکی زیربانیں کو اتار نہیں بڑھایا جتنا کہ جسامت کم ہو جائے گی کہ یہ سے اُن کی مناسبت غارت ہوئی، اور وہ پہلے پہل بدتر ہو گئے، ان مصارف کنیر پر اگر کسی تعجب ہو اور وہ خود ڈوشیشین کے محل کی کسی غلام گرد و ش

۱۰ جنین رنگہ سنگھ ایک خیم سکھ کا ایک ہمارے ساڑھے تین ہزار (۲۵۰۰) روپے کے برابر ہوتا ہے۔

ایوان یا حاکم یا حرم سر کو دیکھنے سے تو یقین نہ کہ ڈویشین کی نسبت ایسی کارس کا پھر بے شک
اس کی زبان پر جاری ہو جائیگا کہ :

جو سچ پوچھو تو فیاضی نہ یہ کوئی سخاوت ہے
خدا کی نعمتیں، بلکہ، اڑا دینے کی ایک لت ہے،

اور وہ کہیگا کہ نہ یہ اٹھاؤ تمہل ہے اور نہ کچھ شان بزرگی بلکہ محض عمارتیں بناتے چلے جانے کا ایک
جنون ہے اور یا میڈا اس کی طرح، ہر شے کو سونے اور پتھر میں بدل دینے کی ہوس، لیکن بس
اس مضمون پر اتنا ہی کافی ہے کہ

پچھلے معرکے میں جب ٹارکو ان کو شکست ہوئی اور بروٹس سے لڑائی میں اسکا بیٹا بھی مارا
کیا تو وہ بھاگ کر کلوسیم چلا آیا اور لارس پرسینا سے امداد چاہی جو ان دنوں اطالیہ کے قوی ترین
بادشاہوں میں ایک قابل اور فیاض بادشاہ تھا۔ اس نے ٹارکو ان کو مدد دینے کا اقرار کیا اور
فوراً رومہ کو سفیر بھیجے کہ اپنے بادشاہ کو وہاں کے لوگ دوبارہ بلا کر سلطنت حوالے کر دیں۔ رومیوں
کے جواب صاف دینے پر شاہ موصوف نے بلا توقف اعلان جنگ کر دیا اور فریق مخالف کو اپنے
حملے کے وقت اور مقام سے اطلاع دیکر ایک فوج کثیر لیے ہوئے رومہ کی طرف بڑھا۔ پہلی کولا
اپنے خیاباب میں دوبارہ قنصل مقرر کیا جا چکا تھا اور ٹیٹس لیرٹینس اس کا شریک حکومت منتخب ہو تھا۔
رومہ میں واپس آنے کے بعد یہ دکھانے کو کہ اہل رومہ پرسینا سے بھی زیادہ اولوالعزم ہیں اس نے
عین دشمن کے قریب آ جانے کے وقت ایک مقصد کی بنیاد ڈالی جسکا نام سگلو دیا تھا اور اس کی
افصیلین بڑے خرچ سے تیار کر کے وہاں سات سو آباد کار آباد کر اسے۔ گویا انھیں لڑائی کے متعلق
کوئی فکر و تردد ہی نہیں تھا! لیکن دشمن نے پہلے ہی تیز و تند حملے میں تو آباد ماضین کے پانوں
آگھاڑ دیے اور انھیں سگلو دیا سے رومہ بھاگنا پڑا۔ اور بے شبہ حملہ آور انھیں مغرورین کے عقب
میں خود بھی رومہ میں داخل ہو جاتے اگر پہلی کولا پھانگ سے نکل کر نہ جا پڑتا۔ اسی نے جاکر لڑائی
کو کچھ دیر کے لیے تمام لیا اور دریا سے ٹیر کے کنارے دشمن کے بے شمار سپاہیوں کو زور کا۔ لیکن

جب اسکے کئی شدید زخم آئے اور سنبھلانا جاسکا تو لوگوں سے میدان سے ہٹا لائے۔ یہی حال
تقدیر سے لکھنئیس کا ہو گیا۔ اور ان دونوں کی عدم موجودگی نے روسیوں کو ایسا میل کیا
کہ وہ پناہ لینے کے لیے شہر کی طرف ہٹنے لگے۔ اس وقت رومہ الکبریٰ کی حالت کمال نازک
ہو گئی تھی۔ دریا تک دشمن آ پہنچا تھا اور شہر میں پونہ کے لیے صرف ایک کاٹھ کا پل تھے
عبور کرنا باقی تھا۔ اس حال میں پورٹنئیس کا کلس نے محل کر اسے روکا اور صرف ہر می نس
اور لارنس دو ساتھیوں سمیت جو رومہ کے معزز ترین شہر یون میں تھے، وہ حملہ آور دن کے
مقابلے میں جم گیا۔ پورٹنئیس کو کا کلس اس لیے کہتے ہیں کہ لارنٹون میں اس کی ایک آنکھ جاتی
رہی تھی مگر ایک روایت یہ ہے کہ اس کی ناک اس قدر بڑھ گئی تھی کہ بیچ میں خصل نہ رہنے کی وجہ سے
دونوں آنکھیں ایک نظر آتی تھیں اسی وجہ سے لوگ اسے کاسے کلوئس (غیر معمولی انسان) سمجھتے
کا لقب دینا چاہتے تھے جو بزرگ کا کلس رہ گیا۔ بہر حال یہ شخص پل پر قائم رہا اور اس وقت تک کہ
بیچھے سے پل توڑ دیا گیا، اس نے دشمنوں کو روکے رکھا اور جب پل ٹوٹ گیا تو زہر بکتر سمیت دریا
میں کود کر دوسری جانب تیر آیا حالانکہ ایک لکسن بے چھے سے اسکا بازو بھی مجروح ہو گیا تھا۔ اس
شجاعت کے صلے میں پہلی کولانے تجویز کی کہ ہر شہری اسے اپنا ایک دن کا کھانا نذر دے اور پھر
اتنی زمین جتنی کے گرد وہ ایک دن میں پل پھیر دے۔ اسکے علاوہ اس کے اعزاز میں اور زخم سے لڑے
ہو جانے کی یادگار میں ایک برنجی مجسمہ بھی دکن کے مندیر میں قائم کروایا۔

لیکن اب پرسینا کے محاصرہ کر لینے کی وجہ سے شہر میں فطرت شروع ہو گیا تھا۔ اور ہر لشکون کی
ایک تازہ دم فوج مضامات پر ناخاک کر رہی تھی۔ اس وقت پہلی کولا جو تیسری مرتبہ فضل منتخب
کیا گیا تھا، پرسینا کی فوجوں سے صرف قلعہ بند ہو کر مقابلہ کرنا رہا، لیکن لشکون کی نئی فوج سے
لڑنے وہ چھپ کر شہر سے نکلا اور ایک برنجی علیہ میں انکے پانچ ہزار آدمی قتل کیے اور بھاگنے پر مجبور کیا
اب ہم مونس کا قصہ لکھتے ہیں جسے مختلف طریق سے بیان کیا گیا ہے۔ لیکن ہم انھیں
روایتوں کی پیروی کریں گے جو عام طور پر صحیح تسلیم کی جاتی ہیں۔ یہ شخص بہت سے عمرہ اوصاف سے

مشفق اور شجاعت میں خصوصاً مشہور تھا۔ اُس نے پرسینا کے قتل کا عزم معتم کیا اور کلہوڑوں کا
 بھیس بدل کے انھیں کی زبان بولتا ہوا اصرار میں کے لشکر میں اُس مقام تک پہنچا جہاں بادشاہ
 اپنے سرداروں سمیت دربار کیا کرتا تھا۔ لیکن پرسینا کی اُسے شناخت نہ تھی اور گرفتار ہو جانے
 کے خوف سے کسی سے دریافت بھی نہ کر سکتا تھا۔ پس اُس نے تلوار میان سے نکالی اور ایک
 شخص پر، جو اُس کے خیال میں سب سے زیادہ بادشاہ معلوم ہوتا تھا، حربہ کیا۔ وار کرتے ہی میں
 اُسے لوگوں نے گرفتار کر لیا اور جب اُس سے سوالات کیے جا رہے تھے اُس وقت بادشاہ کے
 سامنے ایک بہت بڑے کچے میں آگ لائی گئی جو کوئی قربانی کرنی چاہتا تھا، اس جلی آگ میں
 موقیہ نے از خود اپنا ہاتھ گھسا دیا اور اُس کے جلنے میں کمال اطمینان و دلیری کے ساتھ پرسینا
 کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالے، کھڑا رہا۔ یہ حیرت انگیز دلاوری بادشاہ کو متاثر کیے بغیر نہ رہی اس
 نے خوش ہو کر اُسے معاف کر دیا اور اپنی جگہ پر سے بیٹھے بیٹھے اُسکی تلوار اُسے واپس دینے لگا
 یہ تلوار موقیہ نے اپنے بائیں ہاتھ سے لی (اور اسی واقعے سے اسکی دولا یعنی ذوالیہار کے
 نام سے موسوم ہوا) اور کہنے لگا کہ پرسینا کے خوف رعب کو میں نے مغلوب کر لیا ہے لیکن اسکی
 حالی بہت سے بار جانے کا مجھے اعتراض ہے اور شکر گزاری مجھے مجبور کرتی ہے کہ وہ راز سچہ کھول دے
 جو کوئی عقوبت یا سزا نہ کھلو سکتی تھی؟ پھر اُس نے یقین دلا یا کہ تین سو روپیہ بادشاہ کی جان لینے
 ہتی کے ارادے سے اُس کی اردو کے آس پاس موجود ہیں اور موقع کی تاک میں گئے ہوئے ہیں
 سب سے پہلے ”بروے قہر“ میں اس کام کے لیے مقرر کیا گیا تھا اور اب مجھے اپنی ناکامی کی اطلاع
 پشیمانی نہیں ہے کیونکہ پرسینا جیسا عمہ اور بہادر شخص اس لائق ہے کہ وہ بیوں کا دوست بنایا
 جائے نہ کہ دشمن۔ موقیہ کی اس بات کو پرسینا نے یاد کر لیا اور پھر صلح کی طرف بھی اپنا میلان
 ظاہر کیا، جسکی وجہ کچھ میرے نزدیک یہ نہ تھی کہ وہ ان تین سو روپیوں سے خوف زدہ ہو گیا تھا
 بلکہ غالباً وہ اپنے دشمنوں کی شجاعت کا گردیدہ ہوتا جانتا تھا اور اس وصفت کی علی قدر دانی پر آمادہ
 تھا) یہ اس شخص کا نام تمام مصنفین نے موقیہ اسکی دولا ہی لکھا ہے لیکن آئین درویش اس سزا

Oathendoreum of Sandon اپنی ایک کتاب میں جو سیزر کی بن آئیویا کے
 نام اُس نے تحریر کی ہے دعوے کرتا ہے کہ مرقیس، پوسٹوس بھی کہلاتا تھا۔
 اور پہلی کولا جسے پرسینا کی دشمنی کا اتنا خوف نہ تھا جتنی کہ اسکے ساتھ اتحاد ہو جانے
 سے خوشی ہوئی، اس بات پر تیار ہو گیا کہ مارکو آن شاہ معزول کے جھگڑے میں پرسینا ہی کو
 بیخ بنائے۔ اور کئی مدت اسکی ظالمانہ کارروائیاں دکھانے پر اور اسکی معزولی کو حق بجانب
 ثابت کرنے پر آمادگی بھی ظاہر کی۔ لیکن مارکو آن نے نہایت سخت سے اس قرار کو روک دیا
 اور کہا کہ میں کسی کو اپنے معاملے میں حکم تسلیم نہیں کرتا، خصوصاً پرسینا تو اس منصب کا مستحق
 ہو ہی نہیں سکتا کہ اُس نے اپنے عہد سے انحراف کیا ہے (یعنی رومیوں سے صلح کرنی چاہتا ہے)
 یہ جواب سنکر پرسینا ناراض اور اسکے دعاوی بادشاہت کے حق بجانب ہونے سے بدگمان ہو گیا نیز
 بیٹے آردن مسسہ کی کوششوں سے جو رومیوں کا سرگرم طرفدار تھا اُس نے ان شرائط پر ان
 صلح کر لی کہ تمام زمین جو اہل رومہ نے لنگٹون سے حاصل کر لی تھی واپس دیدی جائیگی، ان کے
 قیدی چھوڑ دیے جائیں گے اور اسکے مقابلے میں رومیوں کے جو معزورین پرسینا کے ساتھ تھے وہ
 اپنے وطن کو واپس ہو جائیں گے۔ اس معاہدے کی ضمانت میں رومیوں نے اپنے امرا کے دتل لڑکے اور
 لوکیان بطور یہ خیال لنگٹون کے پاس بھجوا دیے اور انھیں میں پہلی کولا کی بیٹی دیکر یا بھی تھی۔
 یرغمالوں کے پونچھنے کے بعد پرسینا نے جنگی کارروائیوں سے ہاتھ اٹھالیا اور یہ رومی
 لوکیان (اُسکے پڑاؤ سے) دریا میں اس مقام پر نہانے آئین جہاں موٹکی وجہ سے کھاڑی سی
 بن گئی ہے اور پانی نسبتاً ساکن ہو گیا ہے۔ جب لنگٹون نے دیکھا کہ اُن کے ساتھ کوئی نگہبان نہیں ہے
 اور نہ کوئی آدمی اُدھر آ جا رہا ہے تو انھیں باوجود دریا کی گہرائی اور تیز بہاؤ کے، یہ جہارت ہوئی کہ
 اُسے نیر کر پار ہو جائیں۔ بعضوں کا قول ہے کہ اُن میں ایک لڑکی کلیلہ گھوڑے پر سوار تھی
 اور اُس نے پہلے گھوڑا ڈال کر اور دن کو اپنے پیچھے آنے کی ترغیب دی تھی۔ لیکن بحیرت عبور
 کر آنے کے بعد جب یہ لوکیان پہلی کولا کے سامنے آئین تو نہ اُس نے انکی تعریف کی نہ اس طرح چلاتا

پسند کیا۔ بلکہ اس کو تردد ہو کہ ان لڑکیوں کی یہ دلیری رومیون کی غذاری پر نہ محمول کی جا
 اور وہ پر سینا کے مقابلے میں بے وفائے سمجھا جاوے۔ چنانچہ اُس نے انھیں حراست میں لیکر
 دوبارہ پر سینا کے پاس بھجوا دیا۔ لیکن اس واقعے کی اطلاع مارکون کے آدمیوں کو بھی ہو گئی۔ وہ
 دریا کے پار گھات میں چھپ کر بیٹھ گئے اور جب یہ لڑکیاں اور ان کا بدرقہ وہاں سے گزرا اُس
 وقت انھوں نے اپنی کمینگاہ سے نکل کر حملہ کیا اور سب کو چاروں طرف سے گھیر لیا۔ البتہ لڑائی
 چھڑنے ہی پہلی کولا کی بیٹی دلیریا اپنے تین نوکروں کی مدد سے دشمنوں پر بھینٹی اور بچکر صحیح مسات
 بھاگ گئی۔ مگر اسکے ہمراہیوں کے گھر جانے کی خبر سننے ہی آروں انکو پچانے کے لیے لپکا اور دشمن
 کو بھگا کر رومیون کو پچالایا۔ مراجعت کے بعد جب پر سینا کے آگے یہ لڑکیاں لائی گئیں اور درپشت
 کرنے پر اسے معلوم ہوا کہ اس فعل کی اصل بانی کلیلیہ تھی، تو وہ خوش ہوا اور اسکی طرف دیکھکر
 مسکرایا پھر خاص اپنا ایک گھوڑا منگایا اور اُسے نہایت تکلف سے بجا کر کلیلیہ کو تحفہ عنایت کیا۔
 اسی بات کو وہ لوگ، جو کہتے ہیں کہ کلیلیہ گھوڑے پر سوار دریا اتری تھی، شہادت میں پیش کرتے
 ہیں، لیکن فریق ثانی کہتا ہے کہ یہ محض بہادری کے صلے میں ننگن بادشاہ نے اسکی عزت بڑھائی
 تھی۔ مگر اگر انام سٹرک پر پلاطم کے راستے میں ایک سب سوار مورت بھی کھڑی ہے جسے بعض لوگ
 کلیلیہ کا مٹ بتاتے ہیں اور بعض دلیریا کا۔ اللہ جب پر سینا کی رومیون سے سطح صفائی
 ہو گئی تو اُس نے ایک اور طریق سے اُن پر اپنی فیاضی کا اظہار کیا یعنی سپاہیوں کو حکم دیا کہ اپنے تمام
 خیمے جن میں غلہ اور دوسری اجناس بھری ہوئی تھیں، رومیون کے لیے بھینسے چھوڑ کر گھروں کو لوٹ
 جائیں اور سوائے ہتیاروں کے کوئی شے اپنے ساتھ نہ لیں! یہی واقعہ ہے جسکی بنا پر آج تک جب
 اسباب کا خیال ہوتا ہے تو پہلی بولی پر سینا کی بولی جاتی ہے جس سے اُسکی مہربانی کی ایک
 دوا می یادگار قائم رکھنی مقصود ہے۔ نیز ایوان مجلس میں، سادہ اور قدیم طرز پر بنا ہوا ایک برنجی تختہ
 بھی اس کا نصب ہے۔

اس کے بعد ساسانی قوم کے لوگوں نے رومی حلاقون پر تاخت لانی شروع کی اور پہلی کولا

کا بھائی مرقس ویلیس اور ٹبرٹس اس سال قسطنطنیہ ہوئے۔ محض اپنے بھائی ہی کی مدد اور مشورے سے مرقس نے دوسرے آراء لڑائیاں جیتیں اور انہیں سے آخری میدان لڑی مین، بغیر ایک رومی کا نقصان اٹھائے، اس نے تیرہ ہزار دشمنوں کو قتل کیا! اس واقعے نے اس کو نہایت نامور بنا دیا اور علاوہ جلوس فتح کئے، اس کے اعزاز میں پہلے رومہ نے سرکاری فریج سے پلاٹینم میں ایک مکان اُس کے لیے بنوایا، اور دوسرے عام کے خلاف اس مکان کے دروازے باہر بازار کے رخ کھلتے ہوئے رکھے، تاکہ جب وہ گھلوا سے جائیں، تو بازار کے آنے جانے والوں کو کورسہ دینا پڑے اور وہ ایک طرف ہٹ جائیں، اور اس سے مرقس کی ایک ایسی تعظیم کا اظہار ہو اور دکھا دیا جائے کہ اس کے ہوطن اس کی خدمات کی کیسی قدر کرتے ہیں۔ دروازوں کے باہر کی طرف کھلنے کا رواج، مشہور ہے کہ قدیم یونانیوں میں بھی نہایت عام تھا اور اس کا ثبوت ڈراموں سے ملتا ہے جن میں گھر سے باہر جانے والے دروازوں کے اندر شور کرتے دکھائے جاتے ہیں، تاکہ رہ گیروں کو دروازہ کھلنے کی خبر ہو جائے اور وہ ادھر ادھر تک کرکھڑے ہو جائیں، اور کواڑوں کے ایک ایک بازار میں کھلنے سے لوگوں کے چوٹ پھٹ نہ آجائے۔

اس سے ایک سال بعد، جب بائینی اور لاطینی قومیں متحد ہو کر رومیوں سے جنگ پر آمادہ معلوم ہوتی تھیں، پہلی کولہ جو مرقس قسطنطنیہ مقرر ہوا۔ شہر میں ان دنوں ایک عام مرض استعاط عمل کا پھیل گیا تھا اور کوئی دوا بھی صحیح وقت پر نہیں ہوئی تھی، جس سے ادہام پرست مخلوق میں سخت انتشار و خوف طاری ہو گیا تھا۔ مگر پہلی کولہ نے اپنی قدیم نبیہ عورتوں (سیل) کی کتابوں سے مدد لی، پلوٹو دیتا کے نام قربانیاں چڑھائیں اور آباء کے بعض بعض کھیلوں کی تجدید کر کے اہل شہر کو دیتاؤں کی طرف سے مطمئن کر دیا اور جب اس سے فراغت ہوئی تو انسانوں کے لاسے ہوئے خطرات کی جانب متوجہ ہوا۔ باحوال ظاہر اس مرتبہ رومیوں کے خلاف برکے پیمانے پر تیاریاں کی جا رہی تھیں۔ لیکن سبائیون میں اپیس کلاس نام ایک نہایت دولت مند اور قوی پہلے شخص تھا اور خصوصیت کے ساتھ اس سے اپنی فصاحت اور شرفیادہ عادت

سے ناموری حاصل تھی۔ ساتھ ہی، جیسا کہ بالعموم بڑے آدمیوں کا مقدر ہوتا ہے، وہ حاسدوں کے حسد سے بھی محفوظ نہ تھا۔ بالخصوص جب اس لڑائی سے اس نے مخالفت کی اور بظاہر رومیوں کی طرف داری میں حصہ لیا تو دشمنوں کو بدنام کرنے کا بڑا موقع مل گیا اور بہت لوگ یہ خیال کرنے لگے کہ وہ ان کوششوں کے ذریعے مطلق العنانی اور اپنے ملک کی بادشاہت حاصل کرنا چاہتا ہے۔ اس وقت کلاسس جو ان الزامات کا لازم بیکر عدالت میں جانے سے خائف تھا، اپنی بھالی اسی میں سمجھا کہ جنگ روکنے کے لیے اپنے طرفداروں سمیت اٹھ کھڑا ہو اور ایک عالمی ہنگامہ مچا دے۔ اس متم کے اندر دینی جھگڑوں سے جو نتائج پیدا ہوتے ہیں، کلاسس اُن سے بے خبر نہ تھا اور اوپر چلی کولا کی ٹھاپیں بھی اپنے مخالفوں پر لگی ہوئی تھیں۔ نہ صرف کمال شہابی کے ساتھ اُس نے اسباب شورش معلوم کر لیے تھے بلکہ ان کو ترقی اور تقویت دینے میں بھی وہ نہ چو کا اور کلاسس کے پاس لیجیون کی معرفت یہ پیغام بھیجا کہ سبلی کولا کو تمہاری حق پسندی اور انصاف کا کامل یقین ہے اور ہر چند وہ اس بات کو انسانیت اور شرافت کے خلاف سمجھتا ہے کہ کوئی شخص خواہ کتنا ہی ضرر رسیدہ کیوں نہ ہو، اپنے ہم وطنوں سے انتقام لینے کی کوشش کرے تاہم اگر محض حفاظت خود مختاری کے لیے تم پسند کرو تو اپنے مخالفین کا ساتھ چھوڑ کر دمہ چلے آؤ جہاں رسمی اور غیر رسمی طور پر تمہاری وہی مدارات کی جائیگی جو تمہارے معزز رُتبے اور اہل رویہ کی حیثیت کے لائق ہے۔

جب ایسیس کو یہ پیغام ملا اور غور کرنے کے بعد اپنی مجبور یوں کے لحاظ سے بہترین طریق عمل ہی نظر آیا تو اُس نے اپنے دوستوں کو بھی ساتھ دینے کی صلاح دی اور اسی طریقے سے انہوں نے دوسروں کو اپنا شریک بنایا یا تنگ کر دیا کہ جب وہ رومہ چلا تو سبائی قوم کے پانچ ہزار سب سے زیادہ مقلوب اور اعتدال پسند گھراہل و عیال سمیت اُسکے ہمراہ تھے۔ انکے آنے کی خبر سن کر سبلی کولا فوراً استقبال کے لیے آیا اور بڑے لطف و مدارات کے ساتھ ہاتھوں ہاتھ شہر میں لگیا جہاں انھیں تمام حقوق شہریت دیے گئے اور فی کس دو ایکڑ زمین دریاے اینو کے کنارے ملی لیکن کلاسس کو

پچیس ایکڑ زمین کے علاوہ مجلس کی رکنیت سے بھی سر بلند کیا گیا۔ یہ گویا اُس کی اقتدار کی ابتدا تھی جسے آئندہ نہایت دلنہندی کے ساتھ کام میں لایا گیا وجہ سے وہ بلند ترین مدارج شہرت و سوغ پر پہنچا اور اپنے بعد اپنا خاندان (کلاڈین) یادگار چھوڑ گیا جو روئے بھر میں کسی خاندان سے کم درجے نہ تھا۔

ان لوگوں کے چلے آنے کے سبب سے سیاسی قوت کے اختلافات رفع اور انہیں امن سکون پیدا ہو گئے تھے لیکن ان کا سردار اس بات کا رد اور اذہن ہوا کہ اُس کی قوم ملائی اور رومیوں سے انتقام لینے کا خیال چھوڑ دے اور اس طرح کلاس کا جلا وطنی کے ذریعے وہ مقصد حاصل ہو جائے جو وطن میں رہ کر فحاشی کرنے سے اُسے حاصل نہ ہو سکتا تھا۔ اسی غصے میں وہ ایک فوج عظیم کیمر روانہ ہوا اور عقبہ فدیہ کے سامنے خیمے ڈالے۔ پھر دو ہزار رومیوں کو روئے کے قریب گھنے جنگلوں کی کمین میں بٹھا دیا اور یہ منصوبہ باندھا کہ دن ہوتے ہی سواروں کی ایک مختصر جماعت مضافات کو تاراج کرنے نکلے اور شہر کے قریب تک پہنچ کر وہیں ہو جائے اور دشمن کو اپنے عقب میں کمین گاہ تک لگا لائے، لیکن حملہ آوروں کے لشکر سے جو لوگ بھاگ بھاگ کر رومیوں میں جا ملے تھے۔ اُن ذریعے پہلی کڑا کو بہت جلد ان تمام ارادوں کا علم ہو گیا اور اسی لحاظ سے اُس نے اپنی فوجیں تقسیم کر اپنے دامد بالمش کو اُس نے حکم دیا کہ تین ہزار یا ہی لجا کر شام کو اُن پہاڑیوں پر قابض ہو جائے جس کے نیچے دشمن گھات میں چھپ کر بیٹھے تھے، اور اُن کی قتل و حرکت سے خبردار رہے۔ پھر سیاسی سواروں کے مقابلے کے واسطے اُس نے اپنے شریک عہدہ سریشیں کو مقرر کیا اور نہایت تیز یا اور دلیر سوار اُس کی ماتحتی میں دیے اور باقی ماندہ فوج کیلئے وہ خود بڑھا اور دشمن کے پڑاؤ کو گھیر لیا۔ اس تدبیر سے تمام حملہ آوروں مصیبت میں گرفتار ہو گئے، رومیوں نے ان کے بھاگنے میں بلا وقت ہزاروں کو تلوار کے گھاٹ اتار دیا اور خود ان کی فزاری اور اتید اُن پر تباہی لائی، کیونکہ ہر حصہ لشکر نے دوسروں کو محفوظ بھکر، خود دم کر لڑنے کا خیال چھوڑ دیا اور پڑاؤ والے مین گاہ کی طرف چلے اور مین گاہ کے لوگ بھاگ بھاگ کر پڑاؤ کی جانب آنے لگے، اس طرح مفردین سے مفردین دو چار ہوئے اور اب کھلا کہ جن سے مدد ملنے کی

توقع تھی وہ خود مدد کے محتاج بھاگے آرہے ہیں! بایں ہمہ مذہبی کے قریب ہونے کی وجہ سے انکے اکثر آدمی بچ گئے، خصوصاً وہ جو پڑاؤ میں تھے، اور نہ جو اس بستی کی پناہ نہ لے سکا اور نہ پہنچا وہ یا میدان میں مارا گیا اور یا گرفتار ہو گیا، اگرچہ رومی اس قسم کی کامیابیاں بالعموم کسی دلیوتا کے نام سے منسوب کر دیا کرتے تھے لیکن اس فتح کو انھوں نے حاصل اپنے فوجی سردار کی لیاقت پر محمول کیا اور لوگوں نے سپاہیوں کو کہتے سنا کہ اگرچہ ہمارے دشمن دست و پا بستہ تھے بھروسہ بھی پہلی کولانے کو یا انھیں اندھا اور لنگڑا کر کے ہمارے حوالے کر دیا تھا کہ جس طرح چاہیں مار ڈالیں؛ مزید برآں جو مال غنیمت اور قیدی لوگوں کے ہاتھ اس لڑائی میں آئے اُس نے انکو بڑا مال دار کر دیا۔ ان فتح دیوں کی تکمیل کے بعد، شہر کو اپنے جانشین قصلوں کی حفاظت میں سونپ کر پہلی کولانے وفات پائی، اور ایک ایسی زندگی کا دور ختم کیا جو حیات انسانی کی تمام ممکن غریبوں کا اور تیرن شریفانہ افعال کا، مجموعہ تھی، لوگوں نے اس جوش کے ساتھ گویا جیتے جی اُسے کوئی صلہ اسکی وطن پرستیوں کا نہیں ملا اور اب تک اُن پر قرض ہے، بالاتفاق طے کیا کہ اسکی تہذیب و تفضیل قوم کی طرف سے ہو اور ہر شخص اپنی (روزانہ؟) آمدنی کا ایک ربع اسکے مصارف کے لیے ادا کرے اسکے علاوہ عورتوں نے اپنے آپس میں یہ قرار داؤد ملحدہ کر لی کہ اُس کا سوگ پورے ایک سال تک قائم رکھیں گے، جو اس کے اظہار احترام کی ایک نمایاں یادگار ہے؛

لوگوں کی خواہش کے بموجب وہ شہر ہی کے اندر اُس جتھے میں دفن کیا گیا جسے ولیا کہتے ہیں اور وہاں اس کی اولاد کے لیے بھی اپنے مڑے دفن کرنے کا احتیاق مرعی رکھا گیا تھا۔ مگر اب اُنکے خاندان کا کوئی شخص وہاں نہیں رکھا جاتا بلکہ صرف نقش کو لیچ کے وہاں دھر دیتے ہیں اور عورتوں دیرین کوئی اُسکے نیچے مشعل روشن کرتا ہے اور پھر فوراً اٹھالیتا ہے جس سے موتی کے وہاں فن ہونے کا احتیاق رکھنے اور پھر اس عورت سے دست کش ہو جانے کا اظہار مقصود ہے۔ چنانچہ اس کے بعد میت کو وہاں سے اٹھا کر لیچا نے ہیں؛

سولن اور پبلی کولا کا موازنہ

اس موازنے میں یہ بات جو اور سولن و عمر لون میں نہیں نظر آئیگی، خاص طور پر قابل لحاظ ہے کہ ان دونوں میں ایک اپنے مقابل کا مقلد معلوم ہوتا ہے اور وہ اسکی بہترین نظیر و پختہ سولن نے جو فقہ شاہ کرلیس کے سامنے ٹلیس کی خوش نصیبی کے بارے میں کہا تھا، وہ پبلی کولا کے حال پر بہت صادق آتا ہے (گو پبلی کولا کی زندگی سولن کے عین منشا اور معیار کے مطابق تھی) نے بحقیقت اگر خود سے دیکھو تو گو ٹلیس اپنی نیک زندگی اور شریفانہ موت کی وجہ سے (سولن کے قول کے موافق) سب سے اقبال مند شخص تھا، تاہم نہ تو خود سولن نے اپنی نظموں میں اسکی مدح و ثناء یادگار چھوڑی ہے، نہ اسکے اہل وطن میں کوئی اقتدار اسکو یا اسکی اولاد کو ایسا حاصل ہوا کہ جو کسی خاص شہرت و یادگار کا مستحق ہوتا تھا لہذا پبلی کولا کی زندگی، کیا بلحاظ اسکی صفات کے اور کیا بلحاظ اس اقتدار کے جو اسے حاصل تھا، دو میوں میں سب سے ممتاز اور شہو تھی، اور مرنے کے بعد آج بھی کہ اسے وفات پائے چھ سو برس ہو چکے ہیں، رومہ کے تین نامور خاندان یعنی پبلی کولی سلی اور پیری اس کے نام کو اپنے مراتب و اعزاز کا سرچشمہ مانتے ہیں۔ اسکے علاوہ اگر ٹلیس لڑائی میں اپنی جگہ پر چار بار اور ایک بہادر سپاہی کی طرح لوکر دشمن کے ہاتھ سے مارا گیا تو پبلی کولا اس معاملے میں بھی اس سے زیادہ خوش قسمت ہے کہ خود مرنے کے بجائے دشمنوں کو اس نے مارا اور اپنی سرداری میں اپنے وطن کو محفوظ دیکھا۔ بچران عورتوں اور فتنہ یوں پی کے باعث اس کا انجام بھی سولن کی دلی تمنائے موافق، بہت اچھا ہوا، کیونکہ منار مس نے حیات انسانی کے دوا می ہونے کی جو حسرت کی تھی اس کے جواب میں سولن اپنا اشارہ میں ایک جگہ بے اختیار ہو کر کہتا ہے :-

”نہیں نہیں مجھے اس طرح مرنے دو کہ میرا سوگ کیا جائے اور خدا

کرے کہ میری زندگی کا خاتمہ آہ سرد اور دستوں کے ناکہ و ماتم کا عمل ہوگا
 تو اس قسم کی اقبال مندی بھی پہلی کولابنی کے حصے میں پوری طرح آئی، کیونکہ اسکی موت نے نہ صرف
 دوست و دشمنوں کو رولایا بلکہ شہر بھر سے ایک عام بیچ و ماتم کرایا، خصوصاً عورتوں نے اُسکے مرنے کا
 السیا ہی سوگ کیا جیسا کہ باپ یا بھائی یا بیٹے کی موت پر کیا جاتا ہے۔
 ایک اور جگہ سولن کہتا ہے کہ ”دولت بے شبہ مجھے پسند ہے پر نہ وہ دولت جو بڑے
 ذریعوں سے حاصل کی گئی ہو،“ اسیلے کہ اُس کا انجام ہمیشہ بُرا ہوتا ہے۔ اب پہلی کولا کی دولت خیال
 کرو تو وہ نہ صرف جائز طریقے سے اُس نے پائی تھی بلکہ ہمیشہ غریبوں اور محتاجوں کے فائدے کے لیے
 فیاضانہ طور پر صرف کی جاتی تھی۔ پس اگر سولن اپنے حکیمانہ اقوال ہی کی بدولت دہشمند ترین آدمی
 مانا جاتا ہے تو پہلی کولا کے اقبال مند ترین شخص ہونے میں شبہ نہیں۔ کیونکہ سولن کے تھوہین جو سب سے
 بڑی اور کامل صفت یا خوبی ہے وہ پوری طرح پہلی کولا کو حاصل ہوئی، اُس نے اُس سے کام لیا اور نہ
 دم تک اس کا فائدہ اُٹھایا۔

لیکن اگر اس طرح سولن نے پہلی کولا کی ناموری میں اضافہ کیا ہے تو پہلی کولا نے بھی اپنے جمہوری
 آئین و ضوابط بنانے میں سولن کو نو نہ بنا کر اُسکی شہرت بڑھادی ہے۔ مثلاً عمدہ تفضلی کے اختیارات اور
 دعوے محدود کرنے میں اس نے جو کچھ قواعد جاری کیے ہیں وہ تمام و کمال سولن کے قوانین کا چرہ بیان
 اسکے علاوہ بعض قوانین اس نے مجنسہ روتہ کو منتقل کر دیے ہیں جیسے لوگوں کو اپنے عہدے دار انتخاب کرنے کا
 حق دینا یا جرموں کو جہاد کے سامنے مرافعہ پیش کر کے اجازت جس کو سولن نے اپنے ہاں جوری کی صورت میں
 قائم کیا تھا۔ سولن کی طرح پہلی کولا نے اپنے ہاں کسی نئی مجلس ملکی کی بنیاد نہیں ڈالی تاہم قدیم مجلس کے اعضا
 کی تقریباً دہائی تعداد کر دینے سے اسے مزید تقویت ضروری۔ عمدہ بخشی یا کو ایسٹر کے قائم کر کے نئی بنیاد بھی اسی قسم
 کی ہے۔ مقصود یہ تھا کہ حاکم اعلیٰ اگر جمعییت کا شخص ہو تو مالی کاموں میں اُسکی توجہ نہ رہے اور وہ زیادہ ضروری
 کاروبار میں مصروف رہ سکے۔ یا اگر کوئی فرد شخص اس عہد پر آجائے تو بھی مالیہ پر اختیار نہ ہو بلکہ وہ اس سے
 بے انصافی کرنے کا یا دلچسپی نہ پیدا ہو، واضح رہے کہ پہلی کولا میں استبداد و بادشاہت نفرت کا مادہ نسبتاً بہت

زیادہ تھا۔ قانون سولن کی رو سے ایسے مجرم کو جو بادشاہ بننے کی کوشش کرے صرف جرم ثابت ہونے کے بعد سزا دی جاسکتی تھی، لیکن پہلی کولانے عدالتی تہذیب سے پہلے ایسی کوشش کرنے والے کے واسطے موت کا فتویٰ دیدیا تھا۔ سولن کی ایک بڑی وجہ عظمت یہ بھی ہے کہ جب اُسے اختیارِ مطلق حاصل کرتے کا پورا موقع مل گیا تھا اُس وقت اُس نے انہیں لینا پسند نہ کیا مگر پہلی کولابھی اس معاملے میں کم تعریف کا سختی نہیں کہ مطلق العنانی پا جانے کے بعد اُس نے اپنے منصب کو ایک جمہوری عہدہ بنا دیا اور اپنی قوتوں سے جو اسے حاصل تھیں کوئی اور کام نہ لیا۔ باین ہمہ یہ شرف سولن ہی کو دینا چاہئے کہ اُس نے پہلی کولاسے بہت پہلے لکھ دیا تھا کہ :

لوگوں کی نگاہ میں ہمیشہ سب سے اچھے حاکم وہ ہوتے ہیں

جو نہ اُن کی خوشامد کریں نہ اُن پر سبھا جبر

فرضوں کی تسخیر صرف سولن کا حصہ تھی اور اس تدبیر کو اُس نے لوگوں کی آدادی قائم کرنے کا ایک بڑا ذریعہ بنایا تھا۔ کیونکہ تمام قوانین مساوات بنانے بیکار نہیں اگر لوگ ناداری اور فرض کے دباؤ سے اپنے حقوق کا فائدہ نہ اٹھا سکیں اور حاکموں کے انتخاب یا عدالت کے انصاف میں بھی (جو درحقیقت مساوات اور آزادی کی مقدس درگاہیں ہیں) وہ دولت مند کے اشارے پر چلیں اور اُن کا کسنا ماننے پر مجبور ہوں، اس قانون کے نفاذ میں ایک اور غیر ملکی کامیابی یہ ہوئی کہ گویا اسے فرض بالعموم بغیر سرکاری زبردستی کیے منسوخ نہیں ہوتے، تاہم اس موقع پر جب یہ خطرناک اور قوی علاج تجویز کیا گیا تو اس پر عمل کرنے میں کوئی بھی دقت پیش نہ آئی بلکہ جو بددیتیاں پہلے سے ہورہی تھیں اُن کا اس قانون نے السدا کر دیا۔ قاعدہ عام کے بموجب بددلی یا بیزاری ایسی تبدیلیوں سے پیدا ہوتی ہے وہ اس قانون سے بھی اگر ہوئی تو سولن کی ذاتی مبادقت اور بزرگی کے آگے صبح ہو کر رہ گئی، اس میں شبہ نہیں کہ سولن کو حکومت کا آغاز بہت زیادہ تعریف اور ناموری پانے کا مستحق ہے کیونکہ اُس نے جو کچھ کیا وہ بالکل

نیا اور بیچ تھا اور اس میں نہ کسی کی تقلید اُس نے کی تھی نہ کسی دوسری یار فیک کی تدو
لی تھی بلکہ اپنے تمام جلیل الشان کارناموں کو تنہما درجہ اتمام کو پہنچایا تھا۔ باین بہم
خاتمہ پہلی کو لاکی زندگی کا اُس سے خوشتر اور بہتر ہے اس لیے کہ سولن کی جمہوری حکومت
خود اُس کی زندگی میں تیار تیار ہو گئی حالانکہ پہلی کو لانے جو نظام قائم کیا تھا خلائی جنگیون
تاک برقرار رہا۔ سولن نے جب اپنے قوانین بنا لیے اور تختوں پر انھیں کندہ کرا دیا تو وہ
انھیں ایسی حالت میں چھوڑ کر ایجنز سے رخصت ہوا کہ اُن قوانین کا کوئی محافظ موجود
نہ تھا اس کے برخلاف پہلی کو لا عہدے یا بے عہدے ہر حال میں حکومت کے قیام
کے واسطے سعی و مشقت کرتا رہا، اسکے علاوہ سولن، پیس ٹرائس کے غاصبانہ ارادوں کا علم
رکھنے کے باوجود اس کا کوئی اسناد و نہ کر سکا بلکہ مطلق العنانی کے ابتدائی مدارج میں دب جانے
پر مجبور ہو گیا، بالیکہ پہلی کو لانے اُس شخص یا بادشاہت کے قدم اُگھاڑے جو عرصہ دراز سے
قائم اور بہ استحکام جمی ہوئی تھی۔ گویا سولن جیسے صفات اور بلند نظری رکھنے کے علاوہ خدا نے
اُسے وہ اقبال اور قوت بھی عنایت کی تھی جو انھیں علی شکل میں شکل کر سکے۔
اب جنگی کارناموں کو دیکھا جائے تو ہر چند سولن کی نسبت ہم کچھ چکے ہیں کہ صرف ایک
مرتبہ اہل نگار کی لڑائی میں فوج کی کمان اُسکے سپرد تھی، لیکن دیاجس مسخامachus
سولن پلائیہ اس کے تسلیم کرنے سے بھی انکار کرتا ہے، حالانکہ پہلی کو لا متعدد معرکوں میں، کیا
سباہی اور کیا سردار دونوں حیثیتوں سے لڑا اور فتح مند ہوا، ملکی سیاسیات میں بھی بکار سے
سولن کو جو اپنے ہوطنوں کو سلاطین کے برخلاف اُبھارنا چاہتا تھا، سوائے اس کے کچھ
چارہ کار نہیں نظر آیا کہ بناوٹ سے دیوانہ بن جائے اور گویا ایک سوانگ سانبنا کے لائے
برعکس اس کے پہلی کو لانے ابتداء ہی سے اپنے تئیں بڑے سے بڑے خطرے میں ڈالنا، نار کو ان
کی مخالفت میں ہتیار اٹھائے، سازش کا حال معلوم کیا اور پھر اس لحاظ سے کہ غداروں کی
مگر قناری اور سزادہانی میں شریک غالب ہی تھا، اُس نے نہ صرف اہل سبدا کو شہر سے دفع

کہا یا بلکہ فی الحقیقت انکی تمام امیدیں بھی خاک میں ملا دیں، اور جس طرح جنگ و قتال، جان بازی اور دلیرانہ مخالفت کے موقعوں پر اُس نے نہایت مضبوطی اور دلیری کا اظہار کیا اسی طرح ایسے پر اُس موقعوں پر جہاں شیریں زبانی، فہمائش یا رواداری ضروری ہے اُس نے جو لیاقت دکھائی وہ اور بھی قابل تعریف ہے اور اسی کی بدولت اُس نے پر سینا جیسے خطرناک اور زبردست دشمن کے ساتھ اُس نے از سر نو اتحاد و مصالحت قائم کی۔

ممکن ہے بعض لوگ یہ اعتراض کریں کہ سلامیں جو اہل اتھنز کے ہاتھوں سے نکل گیا تھا سون نے اپنی کوششوں سے پھر تیخ کر لیا حالانکہ پہلی کولانے خود اُس علاقے کا ایک حصہ چہرہ روی اُس وقت قابض تھے دشمنوں کے حوالے کر دیا، لیکن اس قسم کی کارروائیوں پر جو کچھ رائے لگائی جائے وہ انکا محل وقوع نظر میں رکھ کر لگائی چاہیے۔ ایک کامیاب مدیر کا فعل ہمیشہ وقتی اور موجود حالات کے اعتبار سے موزون ترین طرز عمل ہوتا ہے، کبھی وہ ایک جزو دیکر کل کو بچاتا ہے اور کبھی ایک چھوٹے معاملے میں دب کر بڑے معاملے کو اپنے موافق مطلب بنالیتا ہے اس اعتبار سے پہلی کولانے وہ علاقہ دیکر جو تھوڑے ہی دن پہلے رومیوں نے زبردستی قبضے میں کر لیا تھا، اپنے اصلی تر کے کو چھینے جانے سے بچا لیا اور مزید برآں انکے لیے جو اپنے شہر ہی کا بچ جاننا بہت غنیمت سمجھے تھے دشمن کے کثیر ذخائر بھی حاصل کر لیے، اور جنگ کے فیصلے کا اختیار خود پر سینا کو دیکر اُس نے نہ صرف ایک قسم کی فتح حاصل کی بلکہ وہ (مال با سامان) بھی پالیا جو وہ فتح مول لینے کی خاطر بخوشی دیدیتا۔ یعنی خدا ان کے دشمن نے لڑائی ختم کر دی اور رومیوں کی شرافت پسندی اور شجاعانہ طرز عمل سے، جسکا نقش رومی قنصل نے اُس کے دل پر بٹھار دیا تھا، آنا سا خزاں ہوا کہ اہل شہر کے لیے بخوشی اپنا تمام غلہ اور سامان چھوڑ گیا،

مَدِیْتَةُ الْحِکْمِ اِیتھنز کا مشہور مدبر شمس طا کلس

(Themistocles)

شمس طا کلس کسی قدر مجہول النسب ہونے کی وجہ سے کوئی معزز خاندانی شخص نہیں ہے، اس کا باپ نیوکلس *Neocles* شرفاء ایتھنز میں سے تھا بلکہ لیونٹس *Leontes* قوم سے، فری رہی *Pherearche* کا نقیبانی تھا، اس کی ماں بھی سنا ہے نہایت اونے درجہ کی عورت تھی، قطعہ:

غریب ابرتخان ہوں، تھریس کی بیٹی
مجھے بین ہے شرف و نسل پاکِ یونان سے
ہیان کی عورتیں جو چاہیں مجھ کو طعنہ دین
بلا سے - میرا شمس طا کلس تو بیٹا ہے!

مگر فیثس نے لکھا ہے کہ اس کی ماں تھریس کی تھی نہ اس کا نام ابرتخان تھا درحقیقت وہ کیریا *Caria* کی رہنے والی تھی اور اس کا نام یوٹپی *Eutropia* تھا، اسی قول کی تائید میں نی آن شمس *Neanthos* نے توہیان تک صراحت کی ہے کہ وہ علاقہ کیریا میں نصیب ہوا کرتا *Halicarnassus* کی پیدائش ہے،

یہ واقعہ بھی لکھنے کے لائق ہے کہ ایتھنز کے ایک خاص اکھاڑے

سی نو شاہیں میں تمام حرامی اور ایسے لڑکے اکٹھا جمع ہوا کرتے تھے جن کے والدین میں سے ایک
ایتھنز کا ہوا اور ایک کسی اور مقام کا یا مش طاگلوس نے اس مقصد کو اولٹ پلٹ کر دینے کے لیے یہ
ترکیب نکالی کہ ایتھنز کے چند صاحب نسب امیر زادوں کو ترغیب دے دلا کے اپنے ساتھ آس
اکھاڑے میں لیگیا کر آؤ وہاں تیل کی مالش اور کسرت کر نیگے۔ اس طریق سے اس نے کمال جالاہکی
کے ساتھ وہ امتیاز اور شرط مٹا دی جس سے وہاں کے آئوٹے مخصوص ہو جاتے تھے۔

لیکن اس میں شبہ نہیں کہ مش طاگلوس لی سومیدھی سے come سے خاندان سے تعلق
رکھتا تھا۔ کیونکہ یہ یقین ہے کہ اسی نے فلیہ *Phlyae* کا مندر یا ریانوں کے جلانے کے بعد
اور سر نو تعمیر کیا اور طرح طرح کی تصاویر و نقایس سے اسکی شان و خوبی بڑھائی۔ اب یہ مندر خاندان
مذکور ہی کی ملکیت میں تھا (پس اگر جس اس خاندان سے نوتا تو اسے کیوں بنانا)

اس کی نسبت یہ قول متفق علیہ ہے کہ لو کہیں میں وہ مزاج کا جھلا، نہایت مبیا کمال ذہین
اور عالی بہت تھا۔ اسے بڑے کام کر نیکا اس قدر شوق تھا کہ مدرسے کی چھٹیوں میں گھر پر بھی کھیل
میں اور بچوں کی طرح وقت راگن نہ کھوتا بلکہ ہمیشہ نئی نئی باتیں نکالتا رہتا اور بڑی بڑی تقریریں
مرتب کرتا جن کا مضمون عام طور پر اپنے ساتھیوں کی حمایت ہوتی تھی یا مخالفت۔ اسی غیر معمولی
میلان پر اس کا استاد اکثر کہا کرتا کہ ”بھئی لڑکے تو معمولی شخص بن کر نہیں رہ سکتا۔ تو ضرور نامور
ہو گا۔ بھلائی میں ہو یا بُرائی میں، ہو گا نامور!،“ جب اسے رکھ رکھاؤ یا ادب آداب کے طریقے
سنوارنے کی تعلیم دی جاتی یا اخلاق پسندیدہ اور اطوار حمیدہ سکھائے جاتے تو وہ اسے بہت بے پردائی
اور بے دلی کے ساتھ مستانگرا انتظام معاملات یا عقل و فہم کی کوئی بات ہوتی تو اس پر اقتضائے سن کے
خلاف پوری پوری توجہ کرتا اور انھی چیزوں سے ذوق طبعی رکھنے کے سبب اس میں لیک جاری
بھر کر پن پیدا ہو گیا تھا۔ یہی اسباب تھے کہ جب وہ بڑا ہوا اور ان لوگوں کے ساتھ اسے ملنے جلنے کا اتفاق

۱۰ *Memorabilia* یہ اکھاڑہ شہر کے باہر ہرقل اول کی یادگار میں بنایا گیا تھا کیونکہ ہرقل بھی
دیوتاؤں میں کم نسب تھا۔ اس لیے کہ اس کی ماں آدم زاد تھی باپ دیوتا، پس وہ دوغلا ہوا۔ م

ہوا جواب پے تیکن بڑا صاحب ذوق سمجھتے اور ایسے لہو و لب میں مشغول رکھتے تھے جنہیں عام طور پر مشرفانہ اور مہذب سمجھا جاتا ہے، تو اسے بڑی مشکل پیش آنے لگی۔ وہ اسکی خشک مزاجی پر طعن تشنیع کرتے۔ اور اس وقت مشطکلس کو اس بے باکانہ جواب کے سوا کچھ کہنے نہ بن پڑتا کہ بے شک میں تمہارے دو تارے اور ستارے کو بین بنایا سکتا ہر کسی ذلیل اور گنہگار کھڑے کی مجھے حکومت مل جائے تو دیکھو کہ کس طرح اُس کو بامِ رفعت و عظمت پر چھوڑ دیتا ہوں؟

ٹیسمر برڈش نے لکھا ہے کہ وہ مشہور خطیب اگنا غورث کو سننے والوں میں تھا۔ اور فلسفہ طبعی کی تعلیم اُس نے ملی مسعودی سے پائی تھی حالانکہ یہ قول سنین کے لحاظ سے درست نہیں معلوم ہوتا۔ ملی مسعودی جو فارقلیس کے محاصرے کے وقت سیمین مھوین کا کمانیر تھا۔ اسی طرح اگنا غورث بھی فارقلیس کا بہت گرا دوست تھا۔ جو طاکلس سے بہت بعد کا آدمی ہے۔ پس اوپر کا بیان کسی طرح ٹھیک نہیں بیٹھتا اور تاویل اُس کی نظر نہیں آتی مگر یہ کہ ملی مسعودی کو سفیس سمجھا جائے۔ جو خطیب یا فلسفہ طبعی کا ماہر تو نہ تھا مگر حکمت کا معلم تھا اور طاکلس اس کے مداحوں میں تھا، حکمت اُس زمانے میں سیاست اور عملی کاروبار میں خاص درکار رکھنے کو کہتے تھے۔ یہی دونوں چیزیں ملکر فلسفے کی ایک خاص شاخ بن گئی تھیں جس کی بنیاد سولن کے زمانے میں پڑی اور پھر اس کا ایک علیحدہ گروہ قائم ہو گیا، لیکن جو لوگ بعد میں آئے انہوں نے اسی میں وکالت اور قانونی ایجنٹ بننے کو بھی شامل کر لیا۔ اور اس کا عملی حصہ محض جٹ بھٹ، دلفاظی سے بدل گیا یہی متاخرین میں جو سوفسطائی Sophists کے نام سے مشہور ہوئے،

طاکلس نے سفیس کے پاس اس وقت جانا شروع کیا ہے جب کہ وہ سیاسی میدان میں داخل ہو چکا تھا۔

اداکل شباب میں وہ نہ صالح تھا نہ محتاط۔ وہ محض فطری جذبات کی پیروی کرتا تھا جو عقل و تربیت کے بغیر اکثر ایسے خراب و پر خادمتوں میں اچانک لاپھنسے ہیں کہ پھر نکلتا دشوار ہو جاتا، چنانچہ خود طاکلس جب ہوش میں آیا تو اقرار کیا کرتا تھا کہ بے شبہ جتنی پھیرے صرف ایسی وقت عمدہ گھوڑے

بن سکتے ہیں جب کہ انھیں ارڈ گھڑے میں نکال کے خوب اچھی طرح سدھایا جائے مگر ان بنیادوں پر جن لوگوں نے اس کی بدکرداریوں کے افسانے گھڑ لیے ہیں اور جو بیان کرتے ہیں کہ باپ نے طاقلس کو عاق کر دیا تھا اور اسکی ماں بیٹے کی رسوائیوں کے غم میں گھل گھل کے مر گئی، یہ سب ہتام محض ہے۔ اس جماعت کے علاوہ ایک گروہ کی روایت یہ ہے کہ اس کے باپ نے اسے ملکی کاروبار میں پڑنے سے بہت بہت طرح روکا تھا اور یہ دکھانے کو کہ عوام الناس کام نخل جانے کے بعد اپنے لیتھنوں کی کسی ناقدری کرتے ہیں، اُس نے دو کشتیاں بیٹے کو لیا کر دکھائی تھیں جو ساحل پر خالی اور خراجستہ کس مہر سی کی حالت میں پڑی ہوئی تھیں؛

جو کچھ بھی ہو، اسین شک بنین کہ مش طاقلس کو اول سے ملکی معاملات میں نہایت شغف تھا اور نام آوری کی دلی تمنا تھی، سب سے بڑے بن جانے کی آرزو کی بدولت ہی شہر کے بڑے بڑے بارسوخ آدمیوں کو اس سے یہ پرگیا تھا، خصوصاً لستھی جس کے بیٹے اسطیش *astis* *astis* *astis* نے ہمیشہ اس کی مخالفت کی؛ حالانکہ اس کی وجہ سنا ہے اول اول محض جوانی کی ترنگ تھی؛ یعنی اسٹین *astis* *astis* *astis* فلسفی کی روایت کے بموجب وہ دونوں حسین طے سی لوس *Stesilaus* پر فریفتہ تھے اور اسی رقابت نے انھیں معاملات سیاسی میں بھی آخر تک ایک دوسرے کا حریف بنائے رکھا؛ عجیب بنین اس مخالفت کی ایک وجہ انکی مختلف المذاقی اور اخلاق و طبیعت کا فرق بھی ہو۔ کیونکہ اس طیدش نرم مزاج اور نہایت شریف سیرت شخص تھا۔ وہ قومی معاملات میں کبھی ذاتی ہر و لغزیزی یا شہرت حاصل کرنے کی غرض سے حصہ نہ لیتا بلکہ سد اکمال و نیت و احتیاط کے ساتھ لوگوں کی بھلائی اور سلطنت کی ہیود کے واسطے کام کرتا۔ پس جب مش طاقلس کو وہ دیکھا کہ لوگوں کو نئی نئی بدعتوں کی طرف مائل کر رہا ہے اور اپنے ذاتی رسوخ کو بڑھا رہا ہے تو مجبوراً بھی اس کی مخالفت کرتا تھا۔ واقعی، کہتے ہیں، مش طاقلس تو، عربت و جلال کا شوق مجسم بن گیا تھا اسے بڑے بڑے کام کرنے کا اس درجہ جنون تھا کہ جب میراثقان *marathon* کی شہر آفاق لڑائی میں *miltiades* کی حیرت انگیز ہوشیاری اور کارگزاری کا

ہر جگہ چرچا ہوا تو صرف نوجوان ٹاکلس تھا جو ہر وقت متفکر اور خاموش نظر آتا تھا۔ اس نے یار دوستوں کی صحبت میں آنا جانا بھی چھوڑ دیا تھا اور اتون کی نیند اپنے اوپر حرام کر لی تھی۔ پھر جب لوگوں کو اس کے بدل جانے پر تعجب ہوا اور اس کی وجہ دو ایک نے پوچھی تو ٹاکلس نے صرف یہ جواب دیا کہ ”مل ٹیڈس کی فمندیوں نے میری نیند اور ادا دی ہے“

میرا تھان کے بعد عام طور پر لوگ تو یہ سمجھنے لگے تھے کہ اب جنگ ختم ہو جائیگی مگر ٹاکلس کے نزدیک وہ محالیت عظیمہ کی محض ابتداء تھی۔ اور یونان کی خوش نصیبی سے ٹاکلس برابر اپنے شہنشاہ آئینہ مصائب کے لیے تیار کرتا رہا۔ جو کچھ آنے والا تھا اسے وہ پہلے سے سمجھ گیا تھا اور اپنے شہر کو بھی اس وقت کے یلیاس نے مستعد کر لیا تھا۔

اس زمانے میں اہل ہتھن، کویریم اور مین کی کانوں سے جو چاندنی نکلتی تھی اسے آجس میں تقسیم کر لیا کرتے تھے ٹاکلس نے پہلا کام یہ کیا کہ لوگوں کو اس تقسیم سے روکا اور اس تجویز کی جسارت کی کہ یہ روپیہ جہاز سازی اور جزائر ایجین اور آگین سے لڑائی لڑنے میں لگایا جائے، یہ جزائر والے سارے یونان میں مرقعہ الحال اور اپنے جہازوں کی کثرت سے سمندر کے بادشاہ تھے، ٹاکلس نے انھیں کو حریف بنایا، اس طرح اسے ایران یا دارا سے ایران کا خوف لانے کی ضرورت بھی نہیں پڑی۔ کیونکہ یہ بہت دور کی بات تھی اور ایرانی حملے کا اس وقت لوگوں کو نہ زیادہ یقین تھا نہ خطرہ۔ لیکن انھیں والون کے خلاف طیش و رقابت کی آگ بھڑکانے میں اسے خاطر خواہ کامیابی ہو گئی چنانچہ اس روپے سے سو جہاز تیار ہوئے اور یہی وہ بیڑا تھا جو بعد میں زکسیر Xerxes کی فوج سے لڑا۔ اسی ابتدا سے رفتہ رفتہ اس نے شہر کی بکری فوج بٹھائی، برقی قوت میں اسے یقین تھا کہ اپنے اسپارٹی مہسایوں سے کسی طرح، ہتھن نہ بڑھ سکے گا۔ البتہ جہازوں سے ایرانی حملے کو روکا اور یونان پر اپنا تفوق قائم کر دینا ممکن تھا۔ پس، افلاطون کے الفاظ میں، اس نے جدید اپنے سپاہیوں کو جہازی اور ملاح بنا کے سمندر میں کھیر دیا۔ اور اسی پر یہ طعنہ سنا کہ آپ کی بدولت ہتھن کے نیرودہ سپر ٹوٹے اور وہ بیڑا و تھمہ جہاز پر اتر آئے، ٹاکلس نے یہ تجویزیں مجلس ملی میں مل ٹیڈس

کے علی الرغم پاس کرالین۔ جیسا کہ ٹیم بروکس نے بیان کیا ہے اب رہا یہ کہ یہ تبدیلی بھی تھی یا جبری اور اس سے سلطنت کو فائدہ پہنچا یا نقصان، یہ صاحبان بصیرت کے طے کر نیکی بات ہے مگر اس میں شبہ نہیں کہ اس وقت یونان کی نجات سمندر ہی کی طرف سے آئی اور اتھنز تباہی کے بعد دوبارہ آباد ہوا تو وہ بھی انہیں کشتیوں کی بدولت اور اس کی شہادت کوئی اور دے نہ سکا خود زرکیز کی گواہی کافی ہے جو زمین پر فتح کامل حاصل کر نیکی بعد اپنی بحری شکست سے گھبرا ہوا تھا اور یونان سے لڑنے کی ہمت ٹوٹ گئی، اور میں تو جانتا ہوں کہ اس نے جو اپنے جرنیل مرادوش کو اپنے پیچھے یونان میں چھوڑا اسکی وجہ بھی کچھ یہ امید نہ تھی کہ دشمن مغلوب و مفتوح ہو جائیگا بلکہ یہ غرض تھی کہ وہ اس کا قاف کرنے سے مانع آئے۔

کہتے ہیں فیس ٹاکلس روپیہ جوڑنے کا بہت شوقین تھا۔ اسکی وجہ بعضوں نے یہ بتائی ہے کہ عالی شان پیمانے پر مسافر نوازی اور قربانیاں وغیرہ چڑھانے میں فیاضی دکھانے کے لیے اس نے اتنی کثیر دولت و جائیداد فراہم کی تھی، لیکن اور لوگ اسے حریص اور سخت کجوس بتاتے ہیں بلکہ بیان تک الزام لگاتے ہیں کہ اسے ہوا جناس ہر ذیہ بھی ملتی تھیں وہ انہیں فروخت کر دیا کرتا تھا اس نے ایک مرتبہ ڈینی لیدس *Dionysius* سے جو گھوڑے پالتا تھا، ایک بکھیرا لگا۔ اور اس نے نہیں دیا تو ٹاکلس نے یہ دھکی دی کہ اپنے عزیزوں سے تجھ پر دیوانی مقدمات دائر کر کے اس قدر پریشان کر دے گا کہ تھوڑے دن میں تیرا سارا گھر بار کا ٹھکانا گھوڑا بن جائیگا (یعنی گھوڑوں کے مول بکنا پھر جائیگا)

شہرت حاصل کرنے کے خطہ میں تو فیس ٹاکلس کی کوئی شخص برابر ہی نہیں کر سکتا۔ (راکین کے زمانے سے، جب اسے دنیا میں کوئی نہ جانتا تھا، اس کی یہ حالت تھی کہ اپنی کلیر *clear* سترنگے ہی کی خوشام کرتا تھا کہ میرے گھر اگر سازگی بکایا کرے، کیونکہ اس زمانے میں وہ بہت مقبول گویا تھا اور اسکے مشتاق سازگی سننے بکثرت آتے تھے۔ ٹاکلس کا مطلب اسے اپنے گھر بکانے سے صرف ہی ہوتا تھا کہ اسکے سبب سے لوگ ٹاکلس کا نام جان جائیں اور پتہ پوچھنے اسکے گھر آیا کریں!

اولیپیا کی نمائش میں جب وہ آیا تو اتنے نوکر چاکر ڈیرے خیمے لایا کہ وہ ان کے بڑے بڑے
امرا کے پاس بھی نہ ہو گئے۔ چنانچہ اسی دولت غنائی اور شیخی کی وجہ سے تمام یونانی اُس سے
ناراض ہو گئے کہ ایسا ٹھاٹ اور خدم و حشم خاندانی امیر زادوں کو تو خیر زیب بھی دیتا ہے لیکن
ایسے گمنام و نشان کم و جاہت لوگوں کا یہ شان شوکت دکھانا بالکل چھوٹا منہ بڑی بات ہے
اُس زمانے میں نائک و انون کے مقابلے اپنے اپنے امرا کی سرپرستی میں بڑے زور کے ہوتے تھے۔
ایک بار طاکس کا نائک جیت گیا۔ اُس نے اسکی یادگار میں ایک تختی پر یہ کتبہ کرایا کہ اس نائک کا
انصر کم کرنے والا مش طاکس باشندہ فریری تھا۔ فری ٹیکس Phrynichus نے اسکو کھا
اور حاکم شہر ان دنوں اڈی ان ٹس *adimandus* تھا۔

عوام الناس طاکس کے بہت گرویدہ تھے۔ وہ ہر شخص کا نام لیکر اُسے سلام کرنے میں سبقت کرتا
اور ہمیشہ لوگوں کے خانگی معاملات میں انصاف پسندی دکھاتا؛ اسکی کمائی کے زمانے میں بھی جب
سمونیڈس *Simonides* شاعر نے کوئی نا خوب رعایت اس سے چاہی تو طاکس نے جواب دیا
”سمونیڈس! اگر تمہارے اشعار کی قطع درست نہ تھی تو تم مجھے شاعر نہیں کہلا سکتے اسی طرح کسی کی خاطر
میں ضابطے غلط بنا دوں تو میں اچھا افسر نہیں ہو سکتا؛ پھر ایک اور موقع پر سنی ہنی میں کہنے لگا کہ تم سے
کوئی تمہارے *simonides* جیسے شہر والوں کی بھلائی کے لیے بڑی حماقت ظاہر ہوئی کیونکہ انہیں تمہاری کوئی مٹی پھینکانا
خود تمہارے چہرے پر زیادہ چیتی ہیں؛

تدریجی ترقی کر کے اور لوگوں میں اثر بڑھانے کے آخر وہ اس لائق ہو گیا کہ اپنے جتنے سے ذوق مقابل
کو شکست دے اور فتوائے عام کے قاعدے سے ارسطیدس کو جلا وطن کرا دے۔ یہ اس دماغ کا
سلہ اختیار میں یہ قاعدہ تھا کہ جب کوئی شخص سلطنت کے لیے مدد و شجاعت جاتا تو تمام خاص و عام سے اس سبک
میں اسے لی جاتی اگر چند ہزار راکین خلاف میں ہوتے تو وہ شخص جلا وطن کر دیا جاتا تھا۔ اس طریق کو وہ
لوگ آسٹریسزم (*Ostracism*) کہتے تھے۔ یہی فتوائے عام سے ہزار سال کا ترجمہ معنی مل سکا۔ کیونکہ
لفظاً تو اس کے معنی ہو گئے کہ ہیں۔ اور وہ نتیجہ اسکی یہ ہے کہ لوگوں کے پہلے ووٹ پارے کے لیے متحرک کیے جاتے تھے، درج

ذکر ہے جب دارے عجم یونان پر چڑھائی کر رہا تھا اور ایجنز میں کچھ یونان پک رہی تھیں کہ اسکے مقابلے میں اپنی فوج کی کمان کس کو دی جائے، پڑانے والے خطرے کی ہیبت دلون پر ایسی چھائی ہوئی تھی کہ کئی اشخاص نے اپنے نام امیدواری سے ہٹالیے تھے صرف ایک شخص اسے پی کاڈیس (ہمدرد منظر جع) سپہ سالاری کا البتہ خواہش مند تھا۔ وہ ایک خوش گفتا باپ یونی میڈس کا بیٹا اور خود ایک عام پسند مقرر تھا لیکن دل کا بودا اور روپے کا غلام تھا، اسی کی نسبت امید تھی کہ کثرت رائے سے بازی لیجائیگا۔ مگر کتنے ہین ٹس طاگلنے اس ڈر سے کہ اگر وہ کامیاب ہو گیا تو بنانا یا منصوبہ بگڑ جائیگا اس کو روپیہ دے دلا کہ دست کش ہو جانے پر راضی کر لیا۔

جب شاہ ایران نے یونان میں اپنے قاصد ایک ترجمان کے ہمراہ بھیج کر مٹی اور پانی بطور نشان اطاعت کے طلب کیا تو ٹس طاگلنے لوگوں کی رضامندی سے ترجمان کو پکڑوا کے اس جرم میں مرداد کیا کہ اس نے پھپھون کے احکام و اقوال یونانی زبان میں شائع کیے تھے۔ پڑ طاگلنے کی اس کارگزاری کو یونان میں بہت سراہا گیا اور اسی طرح جس نے ایتھینس کو یونانیوں کو بلانے کے لیے شاہ ایران سے سونا لایا تھا، اسٹا بعد نسل حقوق شہریت سے محروم اور سخت ذلیل و خوار کیا تو اس کی بڑی تعریفیں ہوئیں، لیکن واقعی سب سے بڑھ کر قابل ستائش کام جو اس نے کیا وہ یہ تھا کہ یونانیوں کی خایہ جنگی مشادی اور ان کے اختلافات رفع کر کے عہد کرایا کہ جب تک ایرانیوں سے لڑائی رہیگی باہمی نفاق و عداوت کو قطعاً راہ نہ دینگے، اس کے اس معرکہ آرا کام میں جیلوس ارکیدی نے بھی کتنے ہین ٹس کی بڑی مدد کی۔

جب ایجنز فوج کی کمان ٹس طاگلنے کو مل گئی تو اس نے شہر والوں کو اس بات پر

۱۔ پلچہ۔ بیان ترجمہ ہے باربرین (Barbarian) کا۔ یونانی اس لفظ کو غیر زبان (اور غیر لکھون) کے لیے اذراہ تذلیل بولتے تھے قریب قریب اسی طرح جس طرح عرب تمام باہر والوں کو عجیب و غریب اور یہودی ہین Heathen یعنی ناپاک کہتے تھے۔ ۲۔ سرجسم

آبادہ کرنے کی کوشش کی کہ وہ شہر چھوڑ کر جازون میں آجائیں اور یونان سے بہت آگے بڑھ کر
دشن کا بحری مقابلہ کریں۔ لیکن جب کثرتِ رائے اس کے خلاف نکلی تو ٹاکس نے سی ڈی ہوئی
یعنی اسپارٹی افواج کے ساتھ لشکر کثیر لیکر درہ ٹیپ *Tempe* پر جا پہنچا تا کہ
ایرانی حملہ آوروں کو ہمیں کے ہمیں روک کر ساری تھسلی کو محفوظ کر لے۔ جو ادر سے ٹوٹ کر
اُس وقت تک شاہ ایران کے ساتھ نہیں ہوئی تھی، مگر اس ارادے میں کچھ کامیابی نہیں ہوئی
یونانی فوجوں کو واپس لوٹنا پڑا اور جب معلوم ہو گیا کہ نہ صرف تھسلی بلکہ جزیرہ یوشیہ *Bacotia*
بھی دارا سے عجم سے مل گیا ہے تو ہالیان ایجنٹ نے ٹاکس کی پہلی صلاح بحری لڑائی کی مان لی
اور ایک سیرا خلیج ارتھی کی نگہبانی کے لیے روانہ کیا، اُس مقام پر تمام یونانی ریاستوں کی
(کنٹین جٹ) امدادی فوجیں جمع ہوئیں۔ افواج بڑی کی سپہ سالاری اسپارٹہ والوں کو ملی اور
امیر البحر کے لیے بھی انھیں کا آدی یوری بیادیش تجویز ہوا، اس غیلے کو ایجنٹ والوں نے
جنگے جاز سب سے زیادہ تھے نہ مانا مگر جب بات زیادہ بڑھ چلی تو نفس ٹاکس نے موقع کی نازکی
سمجھ کر خود اپنی سرداری یوری بیادیش کے حوالے کر دی اور اپنے ہم وطنوں کو سمجھایا کہ اگر اس موقع
پر بہادری اور مردانگی دکھائی تو اس بات کا یمن ذمہ لیتا ہوں کہ آئندہ سارے یونانی از خود تھسلی
سرداری قبول کر لیں گے، اور اسی اعتدال سے ثابت ہے کہ یونان کو بچانے میں ٹاکس ہی
ذریعہ قوی تھا اور اسی کی بدولت ایجنٹ کو یہ شرف حاصل ہوا کہ شجاعت و دانائی دونوں میں اُس کا
نقش تقویٰ سارے یونان والوں کے دلوں پر بیٹھ گیا۔

جس وقت کہ ایرانیوں کا مہیب جنگی سیرا مقام ایٹا پر پہنچا تو یوری بیادیش جازون
کی تعداد کثیر دیکھ کر ششدر رہ گیا، پھر جب اُس نے سنا کہ دو سو جاز اور جزیرہ سیکتھس کے پیچھے سے
چکر کاٹ کر آرہے ہیں تو اُس نے فوراً اذروں یونان کے رخ (پے) لوپو نیسٹس (یا پونیٹیک) تک
ہٹ جانے کا عزم مصمم کر لیا، تاکہ وہاں ان کی بحری فوج کو بڑی لشکر سے بھی مدد مل سکے۔ کیونکہ
اس کے نزدیک ایرانیوں پر سمندر میں کامیاب حملہ کرنا محال قطعی تھا، اُس کا یہ ارادہ منکر یوشیہ والے

بہت ڈرے کہ کہیں وہ چار (شمالی) علاقے کو دشمن کے ہاتھ میں خدا کے بھروسے چھوڑ کر نہ چلے
انھوں نے بلاگن کو طاگلس کے پاس علیحدگی میں گفتگو کرنے کے لیے بھیجا اور بہت کافی مقدار پر
کئی بھیجے جسے ہیروڈوٹس کے قول کے مطابق طاگلس نے قبول کر لیا اور لے جا کر یوری بیادیش کے
حوالے کر دیا۔ اس معاملے میں سب سے زیادہ مخالفت اسکے ہم وطنوں میں ارکیٹس نے کی۔
یہ شخص متبرک (؟) کشتیوں کا کپتان تھا اور جازیلوں کی تنخواہوں کا روپیہ کم ہو جانے کے سبب
واپس لوٹنے کا بہت خواہاں تھا۔ لیکن ٹس طاگلس نے اسکے ہمراہیوں کے خلاف ایسا حوش
اعتزاز والوں کو دلا یا کہ انھوں نے گھس کے اسکی ساری کشتیاں لوٹ لیں اور ایک وقت کی خوراک
بھی اس کے پاس باقی نہ چھوڑی۔ اسکا ارکیٹس نے بہت بڑا مانا، عتذری ہی دیر میں طاگلس نے
اسکے پاس اس وقت کا کھانا ایک صندوق میں جس کے نیچے چاندی کے کچھ سکے بھی تھے، بھجوا دیا۔ اور
یہ پیغام دیا کہ اس رات کو جو کھانا کھاؤ اور صبح کو جو رقم بھیجی جاتی ہے اُس سے کام نہ لالو۔ اگر
خلاف کیا تو میں مشہور کر دوں گا کہ تم دشمن سے مل گئے ہو اور اسی نے یہ خوراک و رقم تمہارے پاس
بھجوائی ہے۔ یہ حکایت نے نینسی *desbians* نے اسی طرح بیان کی ہے +

یوہیہ کی کھالیوں میں جولڈائیہ ابراہیوں سے ہوئیں اگرچہ وہ فیصلہ کن اور بہت معرکہ
نہ تھیں تاہم یونانیوں کو جو تجربہ ان میں حاصل ہوا وہ بہت بیش قیمت اور کارآمد تھا کیونکہ حقیقی خطر
کی عملی آزمائش کرنے کے بعد وہ سمجھ گئے کہ جازوں کی کثرت دشمن کے زیور و جواہرات، انعام سے جو
یا فغ مندی کے حشیاہ گیت ان کے لیے کوئی خوفناک شے نہیں جولڈا جانتے ہوں اور پھر چھپر
کٹ مرنے پر تلے ہوئے ہوں۔ ان کے دلوں سے ان سب چیزوں کا ڈر نکل گیا اور وہ دشمن سے
لبٹ لپٹ کے لڑنے پر اور زیادہ آمادہ ہو گئے، معلوم ہوتا ہے اسی کیفیت کو دیکھ کر ہند *Pindar*
نے جنگ اتھی کے بارے میں لکھا ہے اور بہت سچ لکھا ہے کہ :-

”سپوتوں نے رکھا، ایٹنز کے، وہ سنگ بنیادی

میں جس پر کھڑی ہے آج تک محبوب آزادی“

اور امین کیا شک ہے کہ فتح و نصرت کی پہلی سیڑھی بہت بڑھ جانا ہے ۲
 ارتقی شہر ہنس تیسہ سے پرے یوسہ کے علاقے میں ایک خلیج ہے اور اسکے تقریباً بالکل
 مقابل اولی زن اس حصہ ملک کی سستی ہے جو قانوٹا فلاک ٹے نٹس کے تحت میں تھا، وہاں
 ڈے آنا دیوی کے نام کا ایک مندر ڈان (طلوع آئیس) بنا ہوا ہے گرد اگر دہشت سے درخت اور
 سنگ مرم کے ستون لگے ہوئے ہیں جنھیں ہاتھ سے ملو تو زعفرانی رنگت اور خوشبو نکلتی ہے۔ نہیں
 میں سے ایک ستون پر یہ اشعار کندہ ہیں :-

” قبیلے کے قبیلے ایشیا سے جب کہ چڑھ آئے

ہوئے ان سے مقابل اس جگہ ایتھنز کے جائے

وہ سرکش میدیوں کو کرچے جب زیرِ تب گلاڑا

یہ کتبہ، ارتقی پر اپنے اس کار نمایان کا ۲

اسی ساحل پر اب تک ایک مقام نظر آتا ہے جہاں ریت کے ایک ٹیلے کے وسط سے لوگ
 نیچے کی سیاہ سیاہ مٹی نکالتے ہیں جو لاکھ یا کسی آتش زدہ شے کی باقیات معلوم ہوتی ہے۔ اسی جگہ لوگوں کا
 گمان ہے کہ نکتہ جہاز اور مڑوے چلتے تھے ۲

لیکن جب اتنی پر تھر موپلی سے خبر آئی کہ شاہ لیونی داس مارا گیا اور ایرانیوں نے تمام خشکی
 کے راستوں پر قبضہ پایا تو اس وقت انھوں نے اپنی فوجیں اندرون یونان کی طرف ہٹالیں۔
 اور ہٹتے میں سب سے معزز اور مخدوش جگہ یعنی عقب کی کمان ایتھنز والوں کو ملی جو پچھلی لڑائی میں
 بہت سے کار نمایان کر کے پھولے نہیں ساتے تھے ۲

جہازوں کے لوٹتے وقت راستے میں جو جو بندہ را اور لنگر اندازی کے مقامات آئے ان کا

۱ Thermopylae یہی وہ مشہور درہ ہے جہاں شاہ اسپارٹا، لیونی داس (Leonidas) نے
 ہزار بارہ سو آدمیوں سے ایران کے انبوہ عظیم کو روکا تھا۔ ایران میں سے ایک ایک شخص جب تک مر گیا
 ایران لشکر لگے نہ بڑھ سکا۔ م

طا کلس نے خاص طور پر دھیان رکھا اور تمام اُترنے کے موقعے دیکھ کے پھرون پر، جو وہاں ملے
 یا نہ ملے تو اُس نے خود رکھوا دیے، بڑے بڑے حروف کھدوا دیے۔ اور مقامات آب کشی پر بھی
 ایسا ہی کیا۔ ان کتبوں میں اُس نے اہل آریاؤں کو خطاب کر کے مرقوم کیا تھا کہ وہ میدیوں
 کا ساتھ چھوڑ دیں اور ممکن ہو تو اپنے ہم قوم یونانیوں سے آئین جنھوں نے اپنی آزادی کی خاطر
 جان و مال ہر شے کی بازی لگا دی ہے۔ آخر تو وہ انکی نسل سے ہیں، اور انکی نوآبادیاں یونانیوں
 ہی نے بسائیں اور پھیلائی تھیں۔ لیکن اگر وہ ایسا نہ کر سکیں تب بھی ایرانیوں کی لڑائیوں میں
 کم سے کم رکاوٹیں اور خلل تو ضرور ڈالیں۔ ان کتبوں سے شل طا کلس کو امید تھی کہ اسی آونیدہ
 ایرانیوں سے بگڑ جائیگے۔ ورنہ کچھ تھوڑا بہت فساد کھڑا کر دیگے جس سے ان کی وفاداری اہل
 ایران کی نگاہ میں مشتبہ ضرور ہو جائیگی۔

اس آناہین زرکسیز ڈورس سے گذر کر علاقہ فوکیس پر چلا آ رہا تھا۔ اور گودہ آگ لگا لگا کے
 فوکیسیوں کی بتیاں تباہ و برباد کر رہا تھا، لیکن یونانیوں نے انکی کوئی دست گیری نہ کی اور ہر چند
 اہل ایجنز نے انکی بہت منت سماجت کی کہ ایرانیوں کے اتی کا مین داخل ہونے سے پہلے پوشیہ
 مین ان سے مقابلہ کیا جائے اور جس طرح وہ خود اپنے علاقے سے بڑھ کر اترتی پر اڑے تھے رانے ملک
 کو بچانے کی بھی اسی طرح دوسری کوشش کریں مگر کوئی سزاوی نہیں ہوئی۔ ان کے حلیف صرف
 پوشیہ کو بچانے کی فکر میں تھے اور اسکی (گذرگاہ) خاکا سے پر تمام فوجیں جمع کر کے اُس پتلے
 راستے کو سمندر سے سمندر تک دبو اور کھینچ کر بند کرنا چاہتے تھے، یہ ایسی بے وفائی تھی جس نے ایجنز
 والوں کو سخت رنج و غصہ دلایا اس کے ساتھ ہی وہ اپنی بے کسی سے نہایت مل شکستہ اور مغموم ہوئے
 کیونکہ اتنی کثیر فوج سے تنہا لڑنا بیکار تھا اور اس کے سوا کوئی سبیل نجات کی نہ تھی کہ شہر چھوڑ کر سب سے
 سب جازوں میں پناہ لیں۔ لیکن اس پر یہ سمجھ کر لوگ نہیں جتے تھے کہ شہر کی بربادی کے بعد اگر کوئی
 فتح بھی حاصل کر لی تو کیا نتیجہ ہوگا۔ ساتھ ہی انھیں یہ وہم تھا کہ اپنے دیوتاؤں کے مقدس استھان

* یعنی ایجنز کا علاقہ (Attica)

اور بزرگوں کی قبریں اور یادگاریں اس طرح اپنے غضبناک دشمنوں کے حوالے کر دیں تو پھر نجات کیونکر ہو سکے گی؟

اس تذبذب کے عالم میں جب طاغی کسی عقلی دلیل سے خلقت کو رستے پر نہ لاسکا تو اس نے دوسری تدبیر اختیار کی اور خرق عادت کرا تا میں دکھا کر ناٹک والوں کی سی شہبازی شروع کی: منرو کا سانپ مندر کے اندر دنی حقے میں رکھا رہتا تھا، غایب ہو گیا جو چڑھا تو اس کے لیے آئے تھے، چچاریوں نے بیان کیا کہ یون ہنی بے چھوے پڑے رہے۔ ساتھ ہی۔ طاغی کے اشارے سے انھوں نے یہ کہنا شروع کیا کہ دیوی نے شہر چھوڑ دیا اور ان سے پہلے سمندر کی طرف اڑ گئی۔ اسکے علاوہ طاغی نے وہ قدیم کہن بار بار یاد دلائی شروع کی جس میں ایتھنز والوں کو ”کاکھ کی دیواروں پر بھروسہ“ کرنے کی ہدایت کی گئی تھی۔ اُس کا قول تھا کہ کاکھ کی دیواروں سے سوائے جہازوں کے اور کوئی مطلب نہیں ہو سکتا، اسی کہن یا الہامی پیشین گوئی میں جزیرہ سلاسیس کو ”ربانی“ کا خطاب دیا گیا تھا، اور اس سے بھی طاغی کہتا تھا کہ یہی مراد تھی کہ کسی یونانیوں کی خوش نصیبی اور اقبال مندی اسی جزیرے سے منسوب کی جائیگی۔ اگر یہ نہ ہوتا تو اسکا نام اچھا ہونے کے بجائے اسکی شومی اور نحوست کا اظہار کیون نہ کیا جاتا؟ آخر اس کی بات درپڑی۔ منرو ناٹک ایتھنز کی حفاظت میں شہر خالی کر دینے کا فرمان اس نے جاری کر لیا۔ جو لڑ سکتے تھے انھیں جہازوں میں بیٹھ جانے کا حکم نافذ ہوا اور ہر شخص کو ہدایت کی گئی کہ جس جگہ کو محفوظ سمجھے اپنی عورتوں بچوں اور غلاموں کو بھیج دے۔ اس فرمان کی باضابطہ تصدیق ہوتے ہی اکثر ایتھنز یوں نے اپنے والدین اور بیوی بچوں کو رُئی زن بھیج دیا جہاں لوگوں نے ان کی بڑی آؤ بھگت کی اور سستی کی طرف سے ان کی ممانی کرنے کی تحریک منظور ہوئی، جس کے بموجب دو سکے (روبل) فی کس روزیہ مقرر کیا گیا۔ بچوں کو اجازت تھی کہ جہاں سے چاہیں موبے توڑیں نیز ان کی تعلیم کا بال معاوضہ الگ انتظام تھا، یہ تحریک نکاغورث Nicagoras نے پیش کی تھی۔

لہذا ملاحظہ ہو پچھلا نوٹ۔ اس لفظ پر سوکن کے بیان میں۔ م

ایتھنز میں اس وقت کوئی بیت المال یا خزانہ مشترکہ نہ تھا، لیکن جیسا کہ ارسطو نے لکھا تھا
 مجلس ایروپے گئس نے فی کس آٹھ درہم تقسیم کیے تھے جس سے بیڑے کے لیے خوب آدی فراہم
 ہو گئے، مگر کلی دیوش *demus* اسکو بھی ٹیس طاگلئس کی چال بتاتا ہے،
 تشریح اسکی یہ ہے کہ جب ایتھنز میں بندرگاہ پیرور *peiraia* کو چلے تو *Medusa*
 دیوی کے سر کی ڈوہال کسین کھو گئی اور طاگلئس نے اس کو ڈھونڈنے کے بہانے سب کے گھروں
 کی تلاشی لی اور جو معقول تعداد میں مخفی روپیہ لوگوں کے اسباب میں اس کے ہاتھ پڑا وہ سب اس نے
 سلطنت کے کاموں میں لگا دیا، یہی روپیہ تھا جس سے اس سمندری سفر میں ملاح اور سپاہیوں
 کا خرچ چلا،

شہر ایتھنز کے خالی ہونے کا نظارہ بھی دیکھنے کے لائق تھا، انھیں اپنے بچے اور بوڑھے
 والدین پہلے روانہ کرتے دیکھو، ان کی گریہ دزاری پر ترس بھی آتا تھا اور جوان وقوی لوگوں کے
 ضبط و سکون کے ساتھ انھیں سوار کر کے جازوں میں بیٹھنے پر آمادہ و صبر رحمت کئے کو بھی جی چلتا
 تھا، لیکن سب سے زیادہ دل کڑھنے کی بات یہ تھی کہ بعض ضعیف العمر لوگ مجبوراً شہر ہی میں چھوڑ
 دیے گئے تھے، اور علیٰ ہذا پالتو جانور (کتے، بلی) بھی ساتھ نہ لیجائے جاسکے تھے۔ یہ وفا کے مارے
 اپنے مالکوں کو بھڑتے دیکھ کر بیتاب ہو جاتے تھے اور طرح طرح سے چیخے جلاتے تھے کہ ہمیں بھی ساتھ
 لے چلو، بلکہ کہتے ہیں زن طغئس *Xanthippe* (فارقلئیس کے باپ) پاس ایک گنا تھا جو کسی
 طرح اپنے مالک سے جدا کیا جاسکا۔ اور آخر جب وہ حجاز میں بیٹھ گیا تو کتا بھی سمند میں کود پڑا اور
 تیرتا ہوا جزیرہ سلاسیس تک آچھوچھا اور میں غش کھا کے گرا اور مر گیا۔ اسی واقعے سے یہ مقام ”کتے
 کی قبر“ مشہور ہے،

اس نازک موقع پر دوسری کارگزار یون کے علاوہ طاگلئس کا یہ کام بھی کچھ چھوٹی بات یہ تھی
 کہ اس نے ارسطو ویش کو داپس بلوایا۔ نکلوا یا بھی خود اسی نے (یا اس کے گروہ نے) تھا اور اب یہ
 تجویز بھی اسی نے کی کہ جو لوگ جلاوطن کیے گئے ہیں وہ اس وقت اپنے قول و فعل سے یونان اور اپنے

ہم وطنوں کی اعانت کرنے کے واسطے بلا لیے جائیں۔ درحقیقت لوگوں کو ارسلی دین کے نہ ہونے کا فلق تھا اور یہ اندیشہ بھی لگا ہوا تھا کہ کہیں وہ ایرانیوں سے نہ جلے۔ اور اپنا بدلہ لینے کے لیے سارے یونان کو نہ نقصان پہنچا دے۔

یونانی بیڑے کا امیر البحر، اسپارٹہ کی عظمت کی وجہ سے یوری بیادیش ہوتے تو ہو گیا تھا لیکن دل کا کمزور تھا اور خاکناے کو تھم میں جہان بری فوج پڑی تھی، جہازوں کو لچا بنا چاہتا تھا۔ اس سے طاکس مانع آیا۔ اور جب یوری بیادیش نے اس کی بے صبری پر ڈانٹا کہ »جو لوگ اوسپی دوزمین (وقت سے) پہلے بھاگ پڑتے ہیں ان کی چاکوں سے خبر لی جاتی ہے، تو طاکس نے وہ جواب دیا جواب زبان در خاص دعام ہو گیا ہے۔ اس نے کہا »اور وہ جو پیچھے رہ جاتے ہیں انعام نہیں پاتے، پھر جب بیادیش نے لکڑی اس طرح اٹھائی جیسے اسے مارنے والا ہے تو طاکس نے کہا »جی چاہے تو مارنا مگر پہلے میری بات سن لو، اس حلم و اعتدال پر بیادیش کو بہت تعجب ہوا اور جب اس نے توجہ کے ساتھ طاکس کا کہنا سنا تو ایک حد تک اس کی بات مان لی پھر جب ایک اور شخص نے جو پاس ہی کھڑا تھا کہا کہ »جن کو اب شہر جانے کا خطرہ ہے نہ گھر کھونے کا، انھیں نہیں بھینا کہ دوسروں کو بھی اپنے دیار و وطن چھوڑ بیٹھنے کی ترغیب بن، تو ٹولس نے یہ جواب دیا کہ »اے فرومایہ ہم نے بے شک اپنے گھر اور دیواریں چھوڑ دیں اور بے جا بے حس چیزوں کے کارن غلام بننا پسند نہ کیا، لیکن اب بھی ہمارا شہر، جہیں دوسو جہاز ہیں، یونان میں سب سے بڑا ہے اور تمھاری مدافعت کے لیے یہاں موجود ہے، اگر تم نے دعا دی اور اب کی بھی پہلے کی طرح بھاگ گئے تو بہت جلد یونانی سن لینگے کہ اتھنز والوں کے پاس آنا ہی بڑا اور عمدہ علاقہ اور ویسائی آزار شہر آگیا جیسا کہ ان کے پاس سے گیا تھا، یہ فقرے سنکر بیادیش کو بھی شک پیدا ہو گیا کہ اگر اب اُلے پھرے تو اتھنز والے ضرور ہم سے الگ ہو جائیں گے اور اری تیرہ لاکھ ایک شخص نے مخالفت کرنی شروع کی تو طاکس اسپرٹ بڑا اور کہنے لگا »تم بھی لڑائی پر راسے زنی کرتے ہو؟ تم جھینکا پھلی جیسی تو تمھاری حالت ہے، ہاتھ میں تلوار مگر دل میں قوت نہیں، تم کیا راسے دو گے؟، بعض لوگ کہتے ہیں

جب فہس طاہلس تختہ جہاز پر کھڑا یہ تقریریں کر رہا تھا ایک آؤ دہنی جانب سے اڑتا ہوا آیا اور ستوں کے سرے پر بیٹھ گیا، یہ ایسا شگن نیک تھا جس نے سب کو اس کا پہلے بنا دیا اور انھوں نے اس کی کتنے کے مطابق فوراً لڑائی کی تیاریاں شروع کر دیں، لیکن جس وقت دشمن کا بیڑا فیلرہم Phalerum کے بندرگاہ پر (رائی کا کے ساحلی علاقے میں) نظر آیا اور اس کے جہازوں کی کثرت نے سارے کنارے کو نظر سے چھپا دیا نیز جب انھیں بادشاہ اپنی پوری بڑی فوج سمیت آنا دکھائی دیا اور ایرانیوں کی کل قوت دہان مجتمع نظر آئی تو فہس طاہلس کے صلاح مشورے سب فراموش ہو گئے، پونیشیہ والوں کو وہی خاکناے کی سُدھ بندھ گئی اس کے خلاف کسی نے کہا بھی تو انھوں نے بہت بُرا مانا اور جہاز رانوں کو ہدایتیں بھیج گئیں کہ راتوں رات فلاں فلاں راستے سے روانہ ہو جائیں۔

فہس طاہلس یہ دیکھ کر کہ یونانی ایسا عمدہ موقع تنگ سمندر اور کھاڑیوں کا چھوڑے دیتے ہیں اور یہاں سے جا کر غالباً اپنے اپنے گھروں کو بھاگ جائیں گے، نہایت پریشان ہوا، اور اس عالم میں اُس نے وہ چال بھی طرح سے سوچی جو سکینوس کی معرفت بعد میں چلی، سکینوس ایک ایرانی اسپر خگ تھا مگر فہس طاہلس سے اسے بہت ارادت و موافقت ہو گئی تھی اور اسکے بچوں کو پالا کرتا تھا۔ اس موقع پر اسی شخص کو اس نے اپنے طور پر زرگیر کے پاس یہ پیغام دیکر بھجوا کر فہس طاہلس ایجنفر کا امیر البحر تھا راطر فدا ہو گیا ہے اور اسی لیے سب سے پہلے یا اطلاع دینی چاہتا ہے کہ یونانی آج رات کو بھاگنے کا ارادہ کر رہے ہیں پس اُس کی رائے ہے کہ ان کا آگروک کر بھاگنے کی گھڑمٹ پن ان پر حملہ کیا جائے اور انھیں بڑی کمک ملنے سے پہلے بین سمندر میں تباہ کر دیا جائے، زرگیر یہ پیغام سن کر اس قدر خوش ہوا گویا وہ کسی خالص خیر خواہ نے بھیجا ہو۔ اور اسی وقت اپنے سرداروں کو احکام بھیج دیے کہ دوسو جہازوں سے تمام جزائر اور خطیوں کے راستے روک کر فوڈائیو نائیون کو محاصرے میں کر لیا جائے۔ بعد ازاں باقی بیڑا اطمینان سے ان پر حملہ کرے، جب اس کی تعمیل ہو گئی تو سب سے پہلے ارستھی دیش نے ایرانی جہازوں کا حصار کرنا معلوم کیا اور سیدھا طاہلس کے ڈیرے میں پہنچا۔

پاس دوستداری سے نہیں، کیونکہ اسی کی بدولت ارسطی وشن کو جلا وطنی کا مُنہ دیکھنا نصیب ہوا تھا۔ بلکہ محض آگاہ کرنے کہ دشمن ان کو گھیر رہا ہے، تو نسل طاکس بھی اس کے اس طرح آنے سے بہت متاثر ہوا اور اس نے سارا راز سکینوس کے بھیجے کا اس سے کہہ دیا، اور التجا کی کہ چونکہ سکی رائے کا یونانی بہت لحاظ کرتے ہیں، پس وہ بھی انھیں دشمن سے ان تنگ کھاڑیوں میں لڑنے کی ترغیب دیکر طاکس کی تائید کرے۔ ارسطی وشن نے اپنے سیاسی حریت کی چالاک پرتختیں و آفرین کی اور دوسرے جہازوں کے افسروں پاس جا جا کے انھیں لڑائی پر آمادہ کرنے لگا۔ لیکن ابھی تک نہ انھیں یقین تھا نہ وہ آمادہ جنگ ہوئے تھے کہ اتنے میں ٹینس کا ایک جہاز، جس کا کپتان ہین ٹیس تھا، ایرانیوں کا ساتھ چھوڑ کر یونانیوں سے آگیا۔ اور اس نے بھی تصدیق کی کہ تمام راستے اور خلیجیں دشمن نے روک لی ہیں، تب تو انھیں سخت غصہ آیا اور ضرورت نے لڑنے کا اور بھی اشتعال دلا دیا۔ پو پھٹتے ہی زکسیر ایک اوجھی جگہ پر اپنے بیڑے کی ترتیب و صف بندی دیکھنے چڑھا۔ نے نوڈیس Phandemus کہتا ہے کہ وہ ہرقل کے دیول پر جو پہاڑی راس پر بنا ہوا تھا، آگے بیٹھا تھا، عین اس جگہ جہاں جزیرہ سلایس کو ایک پتلے دھارے نے آبی کا کے ساحل سے جدا کیا ہے، مگر ایس نوڈیس Aescladorus کا بیان ہے کہ اس کی نشست دکاری علامت میں اُن پہاڑیوں پر تھی جو دیگنوں، (Moons) کے نام سے مشہور ہیں، ابھی برسوں کی کرسی بچائے داراے عجم ممکن تھا اور اگر دہشت سے میرمنشی تمام لڑائی کے واقعات لکھنے کے لیے بیٹھے تھے، تو

جس وقت، جہاز امیر البحری کے قریب، طاکس بھینٹ چڑھانے والا تھا، تین قیدی اس کے سامنے لائے گئے، یہ نہایت خوش رو، بیش قیمت لباس زرین پہنے ہوئے تھے اور معلوم ہوا کہ سندوس ہمشیرہ زکسیر کے بچے ہیں، جو نہیں کہ ان کو یوزرین ٹی ڈس کا ہن نے دیکھا، اور اس کے ساتھ ہی قربان گاہ کی آگ سے غیر معمولی پست نکلتی شاہہ کی، نیز دہنے پر کوئی چھینک پڑا جو ایک فال نیک سمجھی جاتی تھی، تو اس نے شس طاکس کا ہاتھ پکڑ کے ہدایت کی کہ انھیں تینوں فیدیوں کی

قربانی چڑھا دے اور انہیں باکوس دیوتا (یعنی کُشدہ) کی درگاہ میں پُجے وقت فتح و نصرت کی دعا مانگے تاکہ مدافعت کے علاوہ یونانی اپنے دشمنوں سے لڑائی بھی جیت سکیں، طاکس اس ظالم کی یہ عجیب پشین گوئی سکر نہایت پریشان ہوا، لیکن عوام الناس جو خطرات و ہمالک میں معقول ذرائع کے بجائے، ہمیشہ خلاف عقل و عادت چیزوں پر عقیدہ اور بھروسہ کر لیا کرتے ہیں، ایک آواز ہو کر باکوس باکوس بچارے اور قیدیوں کو قربان گاہ کے سامنے لیجا کے زبردستی بھیٹ انہی طرح چڑھوائی جس طرح کہ کاہن مذکور نے بتائی تھی؛

یہ روایت فی نہیں سہی کی ہے جو فلسفے اور تاریخ کا بڑا ماہر گدرا ہے؛ دشمن کے جہازوں کی تعداد اس کا کسی شاعر نے اپنے غم انجام (نامک) اور اہل علم بہین بہیقین اس طرح لکھی ہے :-

”ہمارے علم میں اس معرکے میں زر گیز ہزار جنگی جہاز لے کر آیا تھا۔

اور ان میں دوسو سات جہاز سب سے تیز اور اعلیٰ درجے کے تھے،

ایجنزر والوں کے ایک شہابی جہاز تھے۔ ہر ایک پر چار تیر لہذا چودہ تین آڑا، کل اٹھارہ اٹھارہ

لڑنے والے تھے؛

نفس طاکس نے جس دشمنی سے لڑائی کا مقام پسند کیا تھا وہی دانائی اس نے آغاز جنگ کا وقت انتخاب کرنے میں دکھائی۔ یعنی نہ تو خود بڑھکر ایرانیوں پر حملہ کیا نہ دن چڑھے تک لڑائی شروع کی کیونکہ اسی وقت سمندری ہوا میں تیزی پیدا ہوتی تھی اور خلیج میں موجوں کا زور بڑھ جاتا تھا۔ یہ بات یونانی کشتیوں کے لیے جو نیچے نیچے اور سطح سمندر سے بہت کم اٹھی ہوئی تھیں، چندان تکلیف دہ نہ تھی، مگر ایرانیوں کو اس سے بہت نقصان پہنچا؛ ان کے جہاز بھاری بھاری اور اونچے بنے ہوئے تھے، موصین ان کی چلت پھرت میں حارج ہوتی تھیں۔ اور یونانیوں کے پلٹ پلٹ کے

لے نوٹ۔ پوجنے سے مراد یہاں نذر چڑھانا نہیں، ترجمہ

جہازوں سے مراد ہر جہگ پر ان قسم کے ایسے جہاز تھے جہاں میں عوام آج کل کی چھوٹی کشتیوں کے برابر ہوتے تھے۔ ترجمہ

حکم کرنا انھیں پریشان کیے دیتا تھا؛ ان حلون میں سب یونانی طاقتوں کے جہاز اور حرکت کی تقلید کر رہے تھے۔ ایک تو انھیں اس کی ہمارت کاملہ پر بھروسہ تھا دوسرے بڑی وجہ یہ تھی کہ اسے مقابلے میں خود امیر البحر اریامینس زرکینر کا قابل ترین اور شجاع بھائی، اپنے جہاز پر کھڑا تیر باران کر رہا تھا اور اس کے مشہور و عظیم جہاز کے تیر کسی قلعے کی فضیلتوں سے آتے معلوم ہوتے تھے؛ جب وقت کہ جہاز سے جہاز ٹکرایا اور دونوں کے برنجی سرے مل گئے تو ان کے باہم جڑوتے ہی اریامینس یونانی جہاز میں گھسنے لگا، اسی وقت امی نیاس اور سوکلینر کہ دونوں ایک ہی جگہ تھے برجھیاں لے کر اسپر لپکے اور مار کے سمندر میں پھینک دیا؛ اس کی لاش شکستہ جہازوں میں بہتی، اریٹیریا Artemisia نے پچانی اور وہی سے زرکینر کے پاس لیگیا؛

روایت ہے کہ عین لڑائی میں شہر الیوسس پر ایک آگ کا شعلہ ہوا میں نمودار ہوا، اور بہت سی صدائیں میدان تریاسیہ سے سمندر تک بلند ہوئیں، یہ نخل ایسا تھا جیسے بہت سے جنگ آٹا ناویدہ ای آکس Jaccus دیوتا کے ساتھ آ رہے ہوں، پھر اسی مقام پر دھند سی بھٹی اور بڑھتی معلوم ہوئی جو آگے پھیل کر جہازوں پر آگری؛

بعض لوگوں کو یقین ہے کہ انھوں نے جنات کو انسانوں کی صورت میں، مسلح دیکھا، جنکے ہاتھ جزیرہ ایجینا سے بڑھ کر ایرانی جہازوں کی خبر لاتے تھے؛ ان کا خیال ہے یہ قوم ایسی ہی کے لوگ تھے جنھیں لڑائی سے پہلے یونانیوں نے مدد کے لیے پکارا تھا؛

پہلا شخص جس نے دشمن کا جہاز بکڑا، ایتھری کپتان لاسے سومیدی Lycomedes تھا؛ اس نے فوراً اس کا جھنڈا کاٹ کے اسے اپالو کے نام پر پیش کر دیا؛

چونکہ ایرانی پتے دھارے میں لڑائی لڑ رہے تھے اس لیے مقابلے میں ان کا سارا بیڑا ایک ہی ہتھ میں نہیں آسکتا تھا۔ اور انتظام بھی اس کا درہم برہم ہو گیا تھا۔ پس یونانی درحقیقت برابر ہی کی قوت سے ان کے ساتھ لڑتے رہے میان تک کہ شام کے قریب انھوں نے بزدل دشمن کو پسپا کر دیا اور اسے اپنی دشمن Simonides کے لفظوں میں، وہ شہرہ آفاق فتح جلیلہ حاصل کی، جو

یونانی یا غیر یونانی، کسی نے اب تک سندر کی لڑائی میں نہ پائی تھی، یہ بے شبہ لڑنے والوں کے جوہر، متحدہ شجاعت، اور سب سے بڑھ کے شس طاقت کی لیاقت و ہوشمندی کا کرشمہ تھا۔ اس بحری معرکے نے زرکسز کو سخت برازدختہ کیا اور اس نے اس بیخنی کی جھجھلاہٹ میں، ارادہ کیا کہ مٹی اور بڑی بڑی چٹانوں سے غلیج کو ہٹ کر جزیرہ سلاسیس تک پشہ باندھ دے اور اس پر سے بڑی فوج کو لیجا کے یونانیوں سے لڑائے،

اور شس طاقتس ایک اور ہی فکر میں تھا۔ اس نے وسطی ویش کی رائے آزمانے کے لیے اس کو بلانے کے پوچھا کہ ”بیان سے ہنس پوٹھٹیک بذر فیہ جہاز کا کرو پل جو زرکسز نے باندھا ہے توڑ دیا جائے، تو کیسا؟ اس طرح کہ ایشیا یورپ میں قید ہو کے رہ جائے!“

اوسطی ویش نے اس خیال کو ناپسند کیا۔ وہ کہنے لگا کہ اس وقت تک ہمارا مقابلہ ایسے دشمن سے ہوا ہے جو فتح اور لڑائی سے زیادہ اپنے سیر تاشے اور تفریح کا شائق ہے، لیکن اگر اسکو یونان میں بند کر کے ہم نے لڑنے مرنے پر مجبور کر دیا، تو وہ جسکے پاس اتنی بے تعداد فوجیں ہیں، پھر آرام سے سونے کا جھتر لگا کے لڑائی کی سیر دیکھتا نہ بیٹھے گا۔ بلکہ ضرورت اسے ہر کام کرنے پر آمادہ کر دیگی۔ وہ جان دینے اور جان لینے پر تزل جائیگا۔ وہ اپنی پھلی غلیطیوں کی اصلاح کر لیگا اور آئندہ میدان جنگ میں خود آنکر سپاہیوں کو لڑائیکاناکہ جو اس نے بے پروائی سے پہلے کھو دیا، اسے مستعدی سے الے سرف حاصل کرے۔ نظر بریں طاقتس! یکسی طرح ہمارے مفید نہیں کہ اسکا پل توڑ دیں۔ ہمیں تو اٹل بن پڑے تو، ایک اور پل اسے بنا دینا چاہیے کہ جس قدر جلد ہو سکے وہ بیان سے دفع ہو جائے، زر اس تقریر کو سنکر طاقتس بولا، ”اگر یہ ہے تو ہمیں بے تامل و تاخیر اپنی تمام لیاقت و جالا کی اس سے پیچھا چھڑانے میں صرف کر دینی چاہیے، زر اس مطلب کے لیے اس نے ایرانی اسیران جنگ میں ارجاسس سے مدد لی۔ نام ایک شاہی خواجہ سر کو چھانڑا اور در اسے علم کی خدمت میں اسکی معرفت کھلا دیا۔

اسے جسے آبناسے مارو رہے تھے، ہین در دانیال کی شمالی انتہا ہے۔ پانی کی یہی تپلی لکیر یورپ کو ایشیا سے جدا کرتی ہے اور اسی پر در اسے علم نے چڑھائی کرتے وقت کشیون کا پل باندھ کر اپنی فوج ترقیہ (تھریس) کے میدان میں تار تہی

کہ یونانی بحری فتح پاکر اب آبنائے مرمرہ جانے کی سچ رہے ہیں تاکہ وہ ان کارکنستوں کا بیل و دوش
لیکن طاكلس شاہی خیر خواہ ہے اسی لیے وہ اس پر یہ راز کھولے دیتا ہے تاکہ وہ بغیر تاخیر ایشیا کی
سمت روانہ ہو جائے اور بغیر تپ اپنی مملکت میں جا پھونچے ساتھ ہی اُسکو چاہیے کہ یونانی افواج
مستعدہ کو تعاقب سے روکنے اور ہمیں الجھائے رکھنے کا بھی انتظام کرنا چاہیے۔

جب یہ پیغام زرکسیز نے سنا تو سخت خوف زدہ ہوا اور یونان کو جلد سے جلد خیر باد کہنے لگا
اس معاملے میں جو عاقبت اندیشی طاكلس اور ارسطی دس نے دکھائی اسکی تصدیق مزید یلیٹیہ
Plattaea کی لڑائی میں ہو گئی، جہاں مردانوش mardonius نے ایرانی افواج
کے ایک بہت چھوٹے حصے سے سارے یونان کو ہلاکت کے قریب پھونچا دیا تھا۔

ہیردوٹس لکھتا ہے کہ یونان کی تمام بستیوں میں اجینائے سر لڑائی میں اولیت کا سہارا
اور انفرادی لحاظ سے نسل طاكلس کی کارگزاری سب سے بڑھ کر سمجھی گئی اگرچہ اسکا اعتراض حد
کی وجہ سے کسی نے خوشی نہ کیا ہو گا۔ بہر حال جب وہ وہی مین پونیشیہ کے علاقے میں داخل ہوا
تو بہت سے سرداروں کی رائے، فرمانگاہ کے آگے کھڑا کر کے لی گئی کہ سب سے لائق کون شخص ہے
اس وقت ہر ایک نے پہلی رائے تو اپنی نسبت دی اور دوسرا بہترین سپہ سالار نسل طاكلس کو تسلیم کیا
س لیس مونی اُسے اپنے ہمراہ اسپارٹہ لے گئے اور یہاں شجاعت کا انعام تو یہی بیادیش کو ملا
مگر عقل و تدبیر کی قدر دانی مین نسل طاكلس کو انھوں نے زیٹون کا تاج دیا اور شہر کی بہترین رقم
(جرٹ) اُسے نذر دیکر مین سو فوجوانوں کو اپنے ملک کی حدود تک اسکے ساتھ مشابہت کے لیے بھیجا
اس کے بعد جب المپیا کی غنائش میں اس سال نسل طاكلس گھڑ دوڑ کے میدان میں داخل ہوا تو تماشائیوں
نے باقی تمام مقابلہ کرنے والوں کو چھوڑ دیا، اور صرف طاكلس کے پیچھے ہوئے، اُنھیں دن بھر سوا
اسکے کوئی شغل نہ تھا کہ اُسے خود دیکھتے اجنبی لوگوں کو دکھاتے، تعریفیں کرتے تاہاں پہلے اور طرح
طرح سے اپنی مسرت کا اظہار کرتے تھے، یہاں تک کہ خود طاكلس اس قدر شناسی سے نہایت سرفرا
ہوا اور اپنے دوستوں سے کہنے لگا کہ آج یونان کی خاطر جو کام میں نے کیے تھے اُنکا پورا صلہ مل گیا۔

حقیقت میں اعزاز و امتیاز کا اسے بدرجہ فائیت شوق تھا اور یہ بات اس کے سوانح سے اچھی طرح ظاہر ہو جاتی ہے: جن دنوں وہ ایٹھنز کا امیر البحر منتخب ہوا تو یہ طرز اختیار کیا کہ کوئی کام الگ الگ اور اپنے اپنے وقت پر انجام نہ دیتا خواہ وہ سلطنت کا ہو خواہ اسکے نج کا۔ بلکہ ان سب کو شام تک ملتوی رکھتا اور شام کو جب ہمارو نہ ہونے کا وقت آتا اور لوگ اسکے پاس آتے جاتے تو اس وقت اپنی شان اور مصروفیت اور اعلیٰ ذمہ داری دکھانے کے لیے سارا کام اکٹھا لے کر بیٹھتا تاکہ رعب ہڑے اور لوگوں میں اس کا چرچا ہو: اسی طرح سمندر کے کنارے لاشوں کو پڑا دکھاتا جو اکثر زیور پہنے ہوئے تھیں، خود تو بے پروائی سے گدرا چلا گیا مگر اپنے ایک دوست سے کہنے لگا ”وتم ان زیورات کو لے لو، کیونکہ تم شمس طاکس بنیں ہو؟“

ایک خوبصورت جوان انٹی فان ٹیس *Antiphates* سے بھی جو پہلے اس سے الگ الگ رہتا تھا مگر جب وہ بڑا آدمی ہو گیا تو اس کی خواہش درآمد کرنے لگا، طاکس نے اس طرح اظہارِ بخت کیا کہ ”میان صاحب زادے! زمانے نے تم کو بھی کچھ سکھا دیا اور مجھ کو بھی؟“ اس کا قول تھا کہ ایٹھنز کے لوگ نہ میری قدر پہانتے ہیں نہ سچی عزت کرتے ہیں بلکہ سایہ دار درخت کی طرح مجھ سے یہ کام لیتے ہیں کہ جب موسم خراب ہو تو اس کے نیچے آرام لے لیا اور جب بارش یا دھوپ نکل گئی تو بے توجہ اور شاخیں کاٹ ڈالیں؟“

قصہ سرفیس کے کسی شخص نے ایک بار اس سے یہ کہدیا کہ تم نے جو بزرگی اور عزت پائی ہے وہ محض ذاتی لیاقت سے نہیں بلکہ اپنے وطن کے نام و رمونے کی وجہ سے ہے، طاکس نے اس کا یہ جواب دیا کہ ”بے شک آپ سچ فرماتے ہیں۔ میں سرفیس کا ہوتا تو مجھے یہ عزت نہ ملتی۔ مگر آپ بھی اگر ایٹھنز کے ہوتے تو یہ عزت نہ پاتے!“

فوجی سرداروں میں ایک شخص اپنے کو سمجھتا تھا کہ میں نے ایٹھنز کی بڑی بڑی خدمتیں انجام دی ہیں۔ اور ازراہ شجاعت شمس طاکس سے اپنے کاموں کا مقابلہ کیا کرتا تھا، طاکس نے اسکو قیل سالی کہ ایک مرتبہ عید اور ٹرین کچھ چمک ہو گئی۔ ٹرنے عید پر یہ الزام لگایا کہ تجھ میں مہنگا نہ گھبر مہٹا

جلدی جلدی کپڑے بدلنے کے سوا کیا رکھا ہے۔ مجھے دیکھ جب آتی ہوں تو ہر شخص کس اطمینان کے خوشیوں کے مزے لیتا ہے؟ عید نے جواب دیا » بات تو ٹھیک ہے مگر میں پہلے نہ آیا کرتی تو تمہارا تو وجود بھی دنیا میں نہ ہوتا! «۔ اسی طرح، ٹاکس کہنے لگا » نشل ٹاکس تم سے اول نہ ہوتا تو تم بتاؤ کہ تم کہاں ہوتے؟ «

اپنے بیٹے سے جو اپنے خرچ کے لیے مان سے اور اس کے ذریعے اپنے باپ سے ہمیشہ روپے انیٹھ لیا کرتا تھا، نشل ٹاکس ایک دن سہنس کے کہنے لگا کہ یونان میں سب سے زیادہ قوت تیری ہے، کیونکہ یونان پر اتھنز کا حکم چلتا ہے اور اتھنز پر میری حکومت ہے، میں تیری مان کا تابع ہوں اور وہ تیرے قبضے میں ہے! «

اس کی جدت پسندیوں کی یہ کیفیت تھی کہ جب کچھ زمین فروخت کرنے کی اسے ضرورت ہوئی تو ڈھنڈورے والے کو حکم دیا کہ وہ اس اطلاع کے ساتھ یہ بھی پکار دے کہ بکنے والی زمین کے ہمسائے میں بھی بہت اچھے لوگ رہتے ہیں؛

اپنی بیٹی کے دو منگستروں میں اس نے دولت مند پر صاحبِ یاقوت شخص کو ترجیح دی اور کہا کہ میرے نزدیک بے دولت آدمی خالی دولت سے بہتر ہے؛

نش ٹاکس کے مقولے اس قسم کے ہوتے تھے؛

ان واقعات کے بعد جو پہلے بیان ہوئے، ٹاکس نے اتھنز کو تمام مخالفین کے علی الرغم از سر نو تعمیر و متحکم کرنا شروع کیا؛ تھیوفانس Theopompus کا بیان ہے کہ اس نے محنت روکنے کے لیے اسپارٹ کے حکام کو رشوت دیدی تھی۔ لیکن عام روایت یہ ہے کہ اس نے مطلب انھیں فریب دیکے، نخل لیا تھا؛ تفصیل اس کی یہ ہے کہ وہ سفارت کے بہانے خود اسپارٹ گیا اور جب وہاں والوں نے الزام لگایا کہ اتھنز (خلاف معاہدہ قدیم) نئی تفصیل بنا رہے ہیں، نیز پونی آجس Poliarchus اجینا سے صرف اسی بدعہدی پر سب و تم کرنے اسپارٹ آیا، تو ٹاکس نے واقعے کی صحت پر ہی سے انکار کیا اور کہا یقین نہ آئے تو وہ اپنے آدمیوں کو بھیج کے صحت

کرالین! اس جھوٹ سے اسکا مطلب یہ تھا کہ دیر لگے اور اتھنیز کو زیادہ وقفہ تفصیل کی تیاری کا مل جائے۔ نیز اس کے قبضے میں اسپارٹ کے آدمی بھی بطوریرغمال بھونچ جائیں تاکہ خود ٹاکلس ان کی زیادتی سے محفوظ ہو جائے۔ چنانچہ جب ایسی دموکریوں کو حقیقت حال سے آگاہی ہوئی تو انھوں نے ٹاکلس کو کسی قسم کی ایذا نہ پہونچائی بلکہ اس وقت اپنے غصے کو ضبط کر کے اس کو واپس بھجوا دیا۔

اس کے بعد اس نے پیروز کو عہدہ بندرگاہ بنانے کی طرف توجہ کی۔ اس مقام کے قدرتی مواقع اور فوائد اس کی نگاہ میں تھے۔ اس کے علاوہ وہ شہر کو براہ راست سمندر سے ملادینا چاہتا تھا۔ یہ گویا پرانے اتھنز کی بادشاہوں کے بالکل برعکس کارروائی تھی، کیونکہ انھوں نے اپنی رعایا کو سمندر سے علیحدہ رکھنا چاہا تھا اور جہاز رانی کے بجائے سارا دار و مدار کاشتکاری اور زمینداری پر رکھا تھا اور اسی غرض سے یہ کہانی مشہور کر دی تھی کہ سمندر کے دیوتا نیچون اور منروا دیوی میں اتھنز کی حکومت پر جھگڑا ہوا جس میں منروا نیچون کے روبرو زیتون کا درخت پیش کر کے مقدمہ جیت گئی۔ ٹاکلس نے اس کے خلاف، ارسطوفان کے الفاظ میں، نہ صرف شہر کو سمندر سے ملادیا بلکہ اس کو بالکل بندرگاہ کا جزو اور محتاج کر دیا۔ اور اس طرح خشکی کا مدار پانی پر رکھا جس سے عوام الناس کا زور اور طاقت، امر کے خلاف بہت زیادہ بڑھ گئی، اور حکومت کی باگ ان کے ہاتھ سے نکل کر ملاحوں اور جہازرانوں کے قبضے میں چلی گئی، یہی وجہ تھی کہ جب "تیس جابروں"، نئے اتھنز پر قابو پایا تو مجلس کی نشستوں کا رخ سمندر کی طرف سے پھرا کر خشکی کی جانب کر دیا۔ اس میں یہی نکتہ تھا، کہ ان کے نزدیک جمہوریت کی بنیاد بحری سلطنت بننے سے پڑی حالانکہ مزارعین کی جماعت حکومت خواص کی مخالفت نہ تھی۔

۳۰ *Thirty tyrants* ان کا مفصل ذکر کہ کس طرح ساری حکومت پر حاوی ہو گئے تھے آگے

آئیگا۔ *Tyrant* کے اصل معنی خود مختار بادشاہ کے ہیں۔

۳۱ حکومت خراس *Oligarchy* یعنی صرف چند صاحب اثر لوگوں کی حکومت +

لیکن شمس طاہلس تفوقِ بحری کے حصول میں ابھی اور نہ معلوم کیا کیا ترکیبیں سوچ رہا تھا اس نے ڈرگزین کے جانے کے بعد جب یونان کا متحدہ بیڑا بچاوسی ۱۸۷۷ء چھوٹا پیرس کا گزرا تھا، ایک عام تقریر میں ایقنر والون سے بیان کیا کہ میں نے ان کے فائے اور سلامتی کے لیے ایک ایسے کام کرنے کا ارادہ کیا ہے جسے میں عام طور پر ظاہر نہیں کر سکتا۔ اس پر لوگوں نے فرمائش کی کہ وہ صرف ارسطی ویش کو اپنا ارادہ بتا دے اور وہ بھلی س کو پسند کر لے تو عمل میں لے آئے۔ یہ ارادہ شمس طاہلس نے ارسطی ویش پر ظاہر کر دیا کہ میں یونانی بیڑے کو جلا دینا چاہتا ہوں (تاکہ یونان بھر میں سوائے ایتھنز کے اور کسی ریاست پاس جہاز نہ رہیں) ارسطی ویش نے باہر آکر لوگوں سے طاہلس کی عیاری ان الفاظ میں ظاہر کی کہ اس کی تجویز مصلحت کے لحاظ سے تو بہترین کام ہے لیکن اس سے بڑھکر موجب ننگ فعل بھی کوئی نہ ہوگا۔ یہ سنکر ایتھنز والون نے شمس طاہلس کو روک دیا کہ آئندہ ایسی بات کا خیال دل میں نہ لائے۔

اسپارٹ والون نے تمام ریاست ہائے یونان کی مجلس عام میں اسی سال ایک تجویز پیش کی تھی کہ ان ریاستوں کے نمائندے جو نہ اتحاد میں شریک ہوئے ذرا نیون کے خلاف لڑائی لڑے اس مجلس سے خارج کر دیے جائیں۔ اس پر طاہلس کو اندیشہ ہوا کہ اگر ساری قہسلی اور تھیبہ، آرگس وغیرہ ریاستیں اس تجویز کے بموجب نکال دی گئیں تو پھر اسپارٹ کے لوگ ساری مجلس پر کثرت آرا حاصل کر کے چھا جائیں گے اور جو کچھ جی میں آئیگا کرالین گئے۔ لہذا اس نے ان کی مخالفت کی اور زیر بحث ریاستوں کے نائبوں کی حمایت میں اراکین مجلس پر زور دیا کہ وہ ایسی تجویز کو قبول نہ کریں کہ جس کے رو سے سارا یونان مجلس سے خارج ہوا جاتا ہے اور صرف اکتیس ریاستیں جنھوں نے جنگ میں حصہ لیا، باقی رہ جاتی ہیں۔ ان میں بھی بہت سی بالکل چھوٹی چھوٹی ہیں۔ پس نتیجہ یہ ہوگا کہ صرف دو تین بڑے بڑے شہروں کی رائے مجلس میں حاوی آجائگی اور وہی جو چاہیں گے پاس کرالیا کریں گے۔ اس واقعے نے لسنی یونیون کو طاہلس سے بہت زیادہ ناراض کر دیا اور انھوں نے سائمن کو اعزاز اور اپنی عنایات کا مورد

بنائے تعزیت چھو پچائی شروع کی تاکہ معاملات ملکی میں وہ طاکلس کا حریف قوی ہو جائے اور
 کئی جزائر ایتھنز کے حلیف تھے۔ طاکلس ان میں بھی جا جا کے (سرکاری) روپیہ تحصیل
 کرنے کی وجہ سے سخت تکلیف رساں شخص سمجھا جاتا تھا؛ ہر دو دس لے لکھا ہے کہ جزیرہ انڈوس
 سے تحصیل زر کے وقت اس نے یہ بات کہی تھی کہ دو میں اپنے ہمراہ دو دیویان لایا ہوں؛ عجیب
 اور زبردستی، اس کا جواب انھوں نے یہ دیا کہ ہمیں بھی روپیہ دینے سے مانع دو دیویان میں
 افلاس اور غیر امکانی؛ بڑوں کے بین سمصمصم مذت باشندہ رو دس نے اس حرکت
 پر طاکلس کی بڑی بڑی طرح ہجو کی ہے کہ اس نے روپیہ لے کر جو جلا وطن کیے گئے تھے، انہیں
 تو واپس بلا لیا مگر خوشاعر مذکور کو دھتتا بادی حالانکہ وہ طاکلس کا دوست بھی تھا اور مکان بھی
 وہ ہجو یہ شعر یہ ہیں : —

”لوگو! مشاہیر قدیم کی چاہے جتنی مدحت سرائی
 کر دو، میں تو یہی کہوں گا کہ ان میں سب سے صادق العوا
 شخص میں نے ارسطو کو پایا جو بابرکت مدینہ لکھا
 سے آیا تھا، رہائش طاکلس وہ تو ایک
 قابلِ نفرت جھوٹا، دغا باز اور فریبی شخص ہے جس نے
 چند ناپاک سکون کے کارن، اپنے دوست بڑوں کے
 سے بے مروتی کی اور گوارا دیا کہ وہ اپنے وطن،
 سرزمین رو دس پر قدم دھر کے !

تین ٹیلنٹ چاندی وصول کرتے ہی وہ دھنسلوں
 کی لعنتیں لیے واپس ہو گیا۔ مگر اس طرح کہ راستے میں
 کسی کو بیان چھوڑا کسی کو دہان مارا اور کسی کو نکال دیا
 اور اپنی ہمیانی کو روپے سے اور زیادہ بھر لیا —

پھر خاکسے (ایتھنز) پر بھیج کے خوشی میں ایک بڑی
 متغرائگیز ضیافت دی، جس میں باسی گوشت کے
 سوا کچھ نہ تھا، اسی کو لوگوں نے دیموڑا، اسکی ہنسی اُڑانے
 کے بلو جو دی زہر مار کیا اور دعائیں مانگیں کہ خدا یا اب
 سال آئندہ اسے ایسی دھوت دینی نہ نصیب ہو۔
 لیکن جب شس ٹاکس کو حکم جلا وطنی دیا گیا تو اس وقت ٹوک رین نے اسکی خدمت میں
 اور زیادہ غلو کیا اور ایک نہایت دھیانہ اور نامناسب سچو لکھی جس کا آغاز اس طرح ہوتا ہے :
 ”او شاعری کی دیوی یونان میں گشت کر کے
 ہر ہر جگہ پہ جا کے ، اس نظم کو سنا دے
 یہ حسب حال بھی ہے یہ راست راست بھی ہے“
 مشہور یہ ہے کہ ٹوک رین کے بارے میں یہ سوال اٹھایا گیا تھا کہ آیا اسے ایرانیوں کی طرز پر
 کے جرم میں جلا وطن کر دیا جائے یا نہیں ؟ اس وقت شس ٹاکس نے اس کے خلاف رائے
 تھی، پس جب خودش ٹاکس پر اہل عجم سے ساز باز رکھنے کا، الزام قائم ہوا، تو ٹوک رین نے
 اس پر یہ شعر لکھے :-

”عجم کا خیر طلب اب ٹوک رین ہی نہیں
 بہت سے اور بھی عید چھپ رہے ہیں یہ نہیں
 ہزار شکر نہ درانہیں ہوں میں ہی یہاں
 ہیں بلکہ اور بھی کچھ دُم کٹائی لو مڑیاں“

جب ایتھنز میں لوگ اس کی بڑائی زیادہ شوق کے ساتھ سننے لگے اور یہ چرچا بڑھ چلا تو
 فصط ٹاکس مجبور ہو کہ بار بار انھیں اپنی خدمات یاد دلانے اور اپنے مخالفین سے پوچھے کہ کیا ایک
 ہی شخص سے اتنے کثیر فائدے اٹھاتے اٹھاتے وہ بالکل تھک گئے؟ لیکن ان خود شائون نے

لوگوں کو اور زیادہ بیزار کر دیا، اس پر طرہ یہ ہوا کہ اُس نے ڈی آنا دیوی کا مندر تعمیر کرایا اور اس کا
عرف ارسطوٹل ^{علماء حکماء مندھ} (یعنی ناصح مشفق) تجویز کیا۔ اس سے لوگوں نے بہت
بڑا مانا کیونکہ اس میں یہ اشارہ تھا کہ طاکس نہ صرف ایجنز کا بلکہ سارے یونان کا بہترین مشیر
اور ناصح مشفق ہے، مندر مذکور مش طاکس کے مکان پاس میلٹ ^{مقنلا} کے
علاقے میں بنا ہوا ہے، جہاں اب تک سترے موت پانے والوں کی لاشیں لیجاتے ہیں اور جن
مجرموں کو پھانسی یا سولی پر چڑھایا جاتا ہے ان کے کپڑے وغیرہ اسی مقام پر اتارتے ہیں۔
اسی مندر میں مش طاکس کی چھوٹی سی مورت بھی رکھی ہے اور اُس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ
نہ صرف نہایت اعلیٰ اصفا سے متصف تھا بلکہ صورت بھی بڑی باریب و دلیرانہ رکھتا تھا۔
آخرش ایجنزیوں نے اس کو جلا وطن کر دیا۔ حسب معمول اس کی عورت اور بچے
خاک میں ملانے کے لیے بھی، اسی قعر سے عام کا ہتھیار اٹھالیا گیا جس سے وہ ان مشاہیر کو
ذلیل و پست کر سکتے تھے جو ایک مساوات پسند آبادی میں غیر معمولی قوت حاصل کر لیں، کیونکہ
درحقیقت اس طریقے کا مطلب مجرموں کو سزا دینا تھا بلکہ زیادہ تر ان حاسدوں کے اربان
نخلانا تھا جو ممتاز و معزز افراد کی ذلت سے خوش ہوا کرتے ہیں اور جن کی غضب ناکی ایک حد
ان معززین کو خوار دیکھ کر فرو ہو جاتی ہے۔

مش طاکس ایجنز سے نکل کر ارگس ^{مہم} ہی میں مقیم تھا کہ پاسے نیس
مصنہ ^{مصنہ} کا مشہور رقتیہ پیش آیا اور اُس کے دشمنوں کو موقع ملا کہ اس پر سادش
وطن فردشی کا الزام لگائیں اہل اسپارٹہ اس میں ان کے مددگار تھے۔

وضوح رہے کہ پاسے نیس نے اول اول دوستی کے باوجود اپنے ارادہ عذر کا ذکر بھی ٹاکس
سے نہیں کیا تھا۔ لیکن جب جلا وطنی کا معاملہ پیش آیا اور اس پر طاکس کو اس نے نہایت مضطر
پایا تو یہ جہالت کی کہ اپنی سازش کا احوال اُس سے کہے اور شاہ ایران کے خطوط دکھا کر،
اُسے یونانیوں کے خلاف، جنہیں اُس نے نہایت بد معاش اور ناشکری قوم ثابت کیا، کارروائی

کرنے پر آمادہ کرے، مگر طاقلس نے اس تجویز کو فوراً مسترد کر دیا اور اس کام میں شرکت سے قطعاً انکار کر دیا۔ اگرچہ اس نے بہ راد بھی کسی اور سے نہ کہا نہ سازش مذکور کی کسی کو اطلاع دی جس کی وجہ یا تو یہ امید تھی کہ پاسے نہیں اپنے نالائق ارادے سے باز جائیگا یا یہ گمان کہ ایسی بے ٹکلی سازش کسی نہ کسی ذریعے سے ضرور کھل جائیگی۔

تھوڑے دن بعد پاسے نہیں کے پاس سے خطوط وغیرہ سازش کے متعلق پکڑے گئے اور اسی جرم میں سزائے موت کا حکم صادر ہوا۔ نیز مش طاقلس پر بھی وجہ اشتباہ پیدا ہوئی اور لس ڈی مونیون نے اس کے خلاف آسمان سر پر اٹھالیا، خود ایٹھنزمین اسکے دشمنوں نے اس پر الزام لگانے شروع کیے لہذا نچان تھتوں کے جواب میں طاقلس نے خطوط کے ذریعے اپنی ہر بات کی کوشش کی، وہ ایٹھنزمین موجود نہ تھا اس لیے تحریری صفائی اپنے الزامات کے خلاف پیش کی اور اپنے ہم وطنوں کو صرف اتنا یاد دلایا کہ وہ جو ہمیشہ حکومت کرنے کا تئس تھا اور نگ مٹ یا کسی کی حکومت اٹھانے سے بالطبع متنفر تھا، کبھی اپنے آپ کو یا اپنے ملک کو ناپاک اعدا کے ہتھ غلامی میں فروخت کرنا پسند نہ کرے گا، باوجود اس کے لوگوں نے اس کے مخالفین کے اکسے سے چند افسروں کو بھیج دیا کہ سارے یونان کی عدالت مشترکہ میں اس پر مقدمہ چلانے کے واسطے، اس کو لے آئیں، مگر طاقلس کو یہ خبر بوقت پہنچ گئی اور وہ جزیرہ کرکایرا *Carayra* چل دیا۔ جہان کی ریاست اس کی زیر بار احسان تھی، کیونکہ کوئٹھ والوں سے اس کے تنازعے میں مش طاقلس ہی حکم منتخب ہوا تھا اور اسی نے کوئٹھ سے بیس ٹیلنٹ تاوان دلو کر جزیرہ متنازعہ کو فریقین کی مشترکہ نو آبادی قرار دیا تھا، کرکایرا سے وہ اپیرس بھاگ گیا اور جب یہاں بھی ایٹھنزمین اور اسپارٹ کے لوگوں نے تعاقب نہ چھوڑا تو مایوسی کے عالم میں اس نے جان بچانے کے لیے ایک نہایت مخدوش راستہ اختیار کیا۔ یعنی اپیرس سے بھاگ کر شاہ اڈمیٹس *Admetus* کے پاس اس نے پناہ لی۔ وہ قوم مولا سی *Molossians* کا بادشاہ تھا اور مش طاقلس نے اپنے عہد حکومت ایٹھنزمین اس کی کسی درخواست کو نہایت حقارت

دہانت آمیز طریق پر مسترد کر دیا تھا جس پر شاہ موصوف نے کبھی نہ کبھی بدلہ لینے کا علانیہ ارادہ کر لیا تھا۔ اسی کے پاس مجبور واپس پناہ لینے وہ چلا۔ شاہ موصوف کی پُرانی دشمنی سے کہیں زیادہ خطرناک اُس سے اپنے پُرانے دوستوں کی خفگی نظر آئی، اور اُس نے رحم و کرم کی التجا کے ساتھ، ایک بے کس کی حیثیت سے اپنے کو اٹلیکس کے حضور میں پہنچایا۔ اور اہل تجارت کی صورت بھی اور مالک سے بالکل مختلف اور عجیب تھی، یعنی بادشاہ کے بچے کو گود میں لیکر وہ شاہی آتش دان کے سامنے زمین پر لیٹ گیا۔ یہ مولاسیوں کے ہاں کا طریق فریاد تھا اور ایسے فریادی کبھی بادشاہی درگاہ سے واپس نہ پھرتے تھے۔ بعضوں کا بیان ہے کہ یہ ترکیب نے بادشاہ کی بیوی ملکہ رفتیہ نے ٹاکس کو بتائی تھی اور خود ہی اُس نے اپنے بچے کو آتش دان کے سامنے اُس کے آگے بٹھا دیا تھا، ایک اور قول یہ ہے کہ خود شاہ موصوف کے اشارے سے ٹاکس نے جھوٹ موت بہ طریقہ اختیار کیا تھا تاکہ اُس سے ایک قانونی اور شرعی عذر پناہ دینے کا مل جائے اور اسی کی بنا پر وہ ٹاکس کو اُس کے تعاقب کرنے والوں کے حوالے کر دینے سے انکار کر دے اسی زمانے میں ابراہیم نے ٹاکس کے اہل و عیال کو ایتھنز سے نکال کے چپکے سے اُس کے پاس چھوچھا دیا اور اسی پر اُس غریب کو سائمن نے مجرم بنا کے سزائے موت دی، یہ ٹیمس بروٹس کی روایت ہے مگر اس کے بعد ہی اس نے لکھا ہے کہ ٹاکس سسلی چھوچھا اور وہاں کے خود مختار بادشاہ ہائیروصف کو مکر سے بیٹی بیاہ میں مانگی اور وعدہ کیا کہ سارے یونان پر جھکو قابض کرادے مگر اُس نے انکار کر دیا اور وہ ایشیا روانہ ہو گیا، یہ یا تو مصنف کی بھول ہے اور یا اس نے ٹاکس کو اپنے اہل و عیال سے بہت بے پروا ظاہر کیا ہے۔ بہر حال یہ آخری جزو روایت کچھ زیادہ قرین قیاس نہیں ہے۔ کیونکہ مقرر سطس نے اپنی کتاب ”حکومت شخصی“ میں تحریر کیا ہے کہ جب ہائیروصف اپنے گھوڑے اولمپیک کی نمائش میں گھڑ دوڑ کے لیے بھیجے اور وہاں شامیانے لگا کے ایک نہایت آراتہ پیراتہ بنوچھایا تو شس ٹاکس نے ایک زبردست تقریر میں یونانیوں کو ابھارا کہ اس جا خیمے لوٹ لین اور اس کے گھوڑوں کو بھی گھڑ دوڑ میں داخل نہ ہونے دیں؛

طوسی دیش راوی ہے کبچراکین کو پار کرتے وقت وہ بندر گاہ پڈنہ *Pydna* واقع خلیج ترم سے بیٹھا تھا اور جہازوں میں کسی کو اس کے نام سے گنتی تھی، سوے اتفاق سے اس جہاز کو بادِ مخالفت نے جزیرہ نکس *Naxos* کی سمت بہا دیا جہاں ایتھنز والے اس جزیرے کو اس زمانے میں گھیرے پڑے تھے، نٹس ٹاکس یہ دیکھ کر نہایت خوف زدہ ہوا اس نے ناخدا سے جا کے صاف صاف اپنا حال کہہ دیا اور کچھ منت خوشامد سے کچھ ڈراہم کا کے (رک) اگر جہاز کو ساحل پر لے گئے تو میں ایتھنز والوں سے کمد نکالوں یہ جہاز والے جان بوجھ کر اور مجھ سے رشوت لیکر فراری میں مدد دے رہے ہیں اس نے انھیں مجبور کر دیا کہ یہاں لنگر انداز ہونے کے بجائے سمندر ہی سمندر میں سیدھے ایشیا کی جانب ہولین اور جزیرہ مذکور پر ایک منٹ کے واسطے بھی قیام نہ کریں۔

ٹاکس کی جائداد اور مال متاع کا حصہ کثیر اس کے دوستوں نے خفیہ طور پر بیچ کر روسیہ اُسے ایشیا میں سمندر پار بھجوا دیا تھا۔ مگر اس کے علاوہ جو باقی رہ گیا اور ضعیفی میں آیا اسکی مالیت سفر اسٹس کے کفن کے بموجب اٹنی ٹیلنٹ تھی۔ مگر تھیوفنس نے اس کو سٹوٹیلنٹ کا بتایا ہے، ہر کیف اس میں شبہ نہیں کہ یہ ساری کمائی بعد کی تھی کیونکہ معاملات ملکی میں قدم رکھنے سے پہلے اس کی جمع جہتین ٹیلنٹ سے کسی طرح زیادہ نہ تھی۔

جب ٹاکس کی *Cym* چھوٹا اور اسے معلوم ہوا کہ سارے ساحل پر لوگ اسکی تاک میں بیٹھے ہیں، خصوصاً ارگوئیٹس *Argonautae* اور پیٹھوڈورس *Pythodorus* کو بہت زیادہ فکر اس کے گرفتار کرنے کی ہے (کیونکہ شاہ ایران نے اعلان کر دیا تھا کہ ٹاکس کو پکڑ کے لانے والے کو ۲۰ ٹیلنٹ انعام دیا جائیگا جو بڑی معقول اور خدا دہر دایہ لوگوں کے لیے تھی، جنہیں کسی ویلے سے ہوا روسیہ کمانا مقصود ہوتا ہے) تو وہ اولیہ کی چھوٹی سی سٹی *Agae* کو بھاگ گیا۔ جہاں اس کے میزبان نکوجن *Nicochen* کے سوا کوئی اسے نہ جانتا تھا، شخص مذکور اولیہ کا سب سے بڑا دولت مند تھا۔ اور انڈون ایشیا میں تمام بڑے بڑے آدمی اسکو خوب

جانتے تھے، کئی روز تک طاقتور اس کے گھر میں چھپا رہا مگر ایک دن قربانی چڑھانے کے بعد جب سب لوگ شام کا کھانا کھا رہے تھے نگو جی کے بچوں کے کھلانے اور بی بی سمنہ ملال پر ایک عجیب کیفیت طاری ہوئی اور اسی جوش میں یہ الہامی الفاظ شعر بن کر باوازلت اس کے منہ سے نکلنے لگے :-

”و سن کہ ہفت کی صد اکتی ہے کچھ ہنگام شب

اپنا تعویذ ہدایت جان وہ پیغام شب“

اسی رات منشا طاقتور نے خواب دیکھا کہ ایک سانپ گڈلی مارے اس کے پیٹ پر بیٹھا ہے اور آہستہ آہستہ گردن کی طرف بڑھ رہا ہے پھر جونین کہ اس نے طاقتور کے چہرے کو چھوا وہ ایک عقاب کی شکل بن گیا جس نے اپنے بازو اس پر پھیلا کر اس سمیت آسمان کی طرف پرواز کی اور بڑی دوز تک لیے چلا گیا۔ آخر کار ایک نقیب کا سنہری عصا سامنے آیا اور اسے دیکھتے ہی عقاب نے اسے بھانپت زمین پر رکھ دیا۔ اور اس وقت طاقتور کو ایک ناقابل بیان مشقت و عقوبت سے نجات ملی ۔

اس کے بعد منشا طاقتور بیان سے روانہ ہو گیا۔ نگو جی نے اس کے بچے نکلنے کی ایک بڑی عمدہ تدبیر کی تھی : واضح رہے کہ غیر قومین، خصوصاً ایرانی اپنی عورتوں کے متعلق نہایت سخت اور شکنجے ہوتے ہیں۔ انکار تک صرف بیویوں تک محدود نہیں ہوتا بلکہ اپنی لونڈیوں اور حرموں کو بھی وہ ایسی شدید نگرانی میں رکھتے ہیں کہ کوئی غیر شخص ان کی صورت نہیں دیکھ سکتا، ان سب عورتوں کی عمریں، گھرون میں بندہ کر گزرتی ہیں، اور جب سفر کا موقع آتا ہے تو انکی گاڑیوں پر چھو لہریاں یا سرکیان کھڑی کر دی جاتی ہیں، منشا طاقتور کے واسطے بھی اسی قسم کی پردہ دار سواری تیار کی گئی اور اس میں بیٹھ کر اس نے سفر قطع کیا، راستے میں کوئی پوچھتا تو اس سے گاڑی داسے کہ دیتے کہ اس میں اوقیہ کی ایک یونانی جاریہ ہے جسے کسی درباری امیر کے واسطے دار الحکومت کو لیا جا رہا ہے۔

تھو سی ڈیڈیش اور چارلن کا بیان ہے کہ اس وقت زرکسینز فوت ہو چکا تھا اور نسل طاکس کی ملاقات اس کے بیٹے سے ہوئی تھی، مگر افرس، ڈی نن، کلی ٹار جس، ہراکلیڈس وغیرہ بہت سے مورخین کا اتفاق ہے کہ وہ زرکسینز ہی کے عہد میں آیا، سنین کے لحاظ سے تو تھو سی ڈیڈس یا (طوسی دیدش) کا قول زیادہ قرین صحت نظر آتا ہے، پھر بھی کوئی قطعی اور یقینی نتیجہ اس مطابقت سے نہیں نکلتا؛

جب نسل طاکس خود شیر کے منہ تک (یعنی خاص دارالحکومت میں) پہنچ گیا تو وہ اردبان^۱ ایک ہزاری (یعنی ایک ہزار سپاہیوں کا افسر) کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس سے بیان کیا کہ میں یونانی باشندہ ہوں اور بادشاہ سے ایسے اہم معاملات کے بارے میں گفتگو کرنا چاہتا ہوں جن کا اسے بہت زیادہ خیال ہے، اردبان نے جواب دیا: اے پرلوسی، دنیا کے قانون الگ الگ ہیں، ہر ملک دہر سے، ایک شخص جس شے کو معزز جانتا ہے اسی کو دوسرا باعث ننگ سمجھتا ہے، لیکن اپنے اپنے قانون کی پابندی ہر قوم پر فرض ہے۔ یونانیوں کی نسبت ہم نے سنا ہے کہ وہ سب سے بڑھ کر آزادی اور مساوات کی قدر کرتے ہیں۔ مگر ہم اپنے اچھے قوانین میں سب سے اچھا قانون اس کو سمجھتے ہیں کہ اپنے بادشاہ کی نگریم و پرستش کی جائے کہ وہ خلاق عالم کا نائب اور خلیفہ ہوتا ہے، لہذا اگر تم بھی اس کے سامنے زمین بوسی اور سجدہ کرنا منظور کرو تو اس سے مل بھی سکتے ہو اور باتیں بھی کر سکتے ہو، لیکن اگر اس بات پر تمہارا دل نہیں جھتا تو کسی اور پاس جاؤ کہ وہ تھین بادشاہ تک پہنچا دے۔ درہل ہمارے ہاں یہ رسم ہی نہیں ہے کہ بادشاہ کسی ایسے شخص کو جو اسے سجدہ نہ کرے، ملاقات کی عزت دے؛ یہ سنکر نسل طاکس نے کہا کہ اردبان! اسی خدا کی مرضی

۱ (ارتا بانس) ^۱ ~~مسموہ~~ ^۲ ~~مسموہ~~ ^۳ ~~مسموہ~~ ^۴ ~~مسموہ~~ ^۵ ~~مسموہ~~ ^۶ ~~مسموہ~~ ^۷ ~~مسموہ~~ ^۸ ~~مسموہ~~ ^۹ ~~مسموہ~~ ^{۱۰} ~~مسموہ~~ ^{۱۱} ~~مسموہ~~ ^{۱۲} ~~مسموہ~~ ^{۱۳} ~~مسموہ~~ ^{۱۴} ~~مسموہ~~ ^{۱۵} ~~مسموہ~~ ^{۱۶} ~~مسموہ~~ ^{۱۷} ~~مسموہ~~ ^{۱۸} ~~مسموہ~~ ^{۱۹} ~~مسموہ~~ ^{۲۰} ~~مسموہ~~ ^{۲۱} ~~مسموہ~~ ^{۲۲} ~~مسموہ~~ ^{۲۳} ~~مسموہ~~ ^{۲۴} ~~مسموہ~~ ^{۲۵} ~~مسموہ~~ ^{۲۶} ~~مسموہ~~ ^{۲۷} ~~مسموہ~~ ^{۲۸} ~~مسموہ~~ ^{۲۹} ~~مسموہ~~ ^{۳۰} ~~مسموہ~~ ^{۳۱} ~~مسموہ~~ ^{۳۲} ~~مسموہ~~ ^{۳۳} ~~مسموہ~~ ^{۳۴} ~~مسموہ~~ ^{۳۵} ~~مسموہ~~ ^{۳۶} ~~مسموہ~~ ^{۳۷} ~~مسموہ~~ ^{۳۸} ~~مسموہ~~ ^{۳۹} ~~مسموہ~~ ^{۴۰} ~~مسموہ~~ ^{۴۱} ~~مسموہ~~ ^{۴۲} ~~مسموہ~~ ^{۴۳} ~~مسموہ~~ ^{۴۴} ~~مسموہ~~ ^{۴۵} ~~مسموہ~~ ^{۴۶} ~~مسموہ~~ ^{۴۷} ~~مسموہ~~ ^{۴۸} ~~مسموہ~~ ^{۴۹} ~~مسموہ~~ ^{۵۰} ~~مسموہ~~ ^{۵۱} ~~مسموہ~~ ^{۵۲} ~~مسموہ~~ ^{۵۳} ~~مسموہ~~ ^{۵۴} ~~مسموہ~~ ^{۵۵} ~~مسموہ~~ ^{۵۶} ~~مسموہ~~ ^{۵۷} ~~مسموہ~~ ^{۵۸} ~~مسموہ~~ ^{۵۹} ~~مسموہ~~ ^{۶۰} ~~مسموہ~~ ^{۶۱} ~~مسموہ~~ ^{۶۲} ~~مسموہ~~ ^{۶۳} ~~مسموہ~~ ^{۶۴} ~~مسموہ~~ ^{۶۵} ~~مسموہ~~ ^{۶۶} ~~مسموہ~~ ^{۶۷} ~~مسموہ~~ ^{۶۸} ~~مسموہ~~ ^{۶۹} ~~مسموہ~~ ^{۷۰} ~~مسموہ~~ ^{۷۱} ~~مسموہ~~ ^{۷۲} ~~مسموہ~~ ^{۷۳} ~~مسموہ~~ ^{۷۴} ~~مسموہ~~ ^{۷۵} ~~مسموہ~~ ^{۷۶} ~~مسموہ~~ ^{۷۷} ~~مسموہ~~ ^{۷۸} ~~مسموہ~~ ^{۷۹} ~~مسموہ~~ ^{۸۰} ~~مسموہ~~ ^{۸۱} ~~مسموہ~~ ^{۸۲} ~~مسموہ~~ ^{۸۳} ~~مسموہ~~ ^{۸۴} ~~مسموہ~~ ^{۸۵} ~~مسموہ~~ ^{۸۶} ~~مسموہ~~ ^{۸۷} ~~مسموہ~~ ^{۸۸} ~~مسموہ~~ ^{۸۹} ~~مسموہ~~ ^{۹۰} ~~مسموہ~~ ^{۹۱} ~~مسموہ~~ ^{۹۲} ~~مسموہ~~ ^{۹۳} ~~مسموہ~~ ^{۹۴} ~~مسموہ~~ ^{۹۵} ~~مسموہ~~ ^{۹۶} ~~مسموہ~~ ^{۹۷} ~~مسموہ~~ ^{۹۸} ~~مسموہ~~ ^{۹۹} ~~مسموہ~~ ^{۱۰۰} ~~مسموہ~~ ^{۱۰۱} ~~مسموہ~~ ^{۱۰۲} ~~مسموہ~~ ^{۱۰۳} ~~مسموہ~~ ^{۱۰۴} ~~مسموہ~~ ^{۱۰۵} ~~مسموہ~~ ^{۱۰۶} ~~مسموہ~~ ^{۱۰۷} ~~مسموہ~~ ^{۱۰۸} ~~مسموہ~~ ^{۱۰۹} ~~مسموہ~~ ^{۱۱۰} ~~مسموہ~~ ^{۱۱۱} ~~مسموہ~~ ^{۱۱۲} ~~مسموہ~~ ^{۱۱۳} ~~مسموہ~~ ^{۱۱۴} ~~مسموہ~~ ^{۱۱۵} ~~مسموہ~~ ^{۱۱۶} ~~مسموہ~~ ^{۱۱۷} ~~مسموہ~~ ^{۱۱۸} ~~مسموہ~~ ^{۱۱۹} ~~مسموہ~~ ^{۱۲۰} ~~مسموہ~~ ^{۱۲۱} ~~مسموہ~~ ^{۱۲۲} ~~مسموہ~~ ^{۱۲۳} ~~مسموہ~~ ^{۱۲۴} ~~مسموہ~~ ^{۱۲۵} ~~مسموہ~~ ^{۱۲۶} ~~مسموہ~~ ^{۱۲۷} ~~مسموہ~~ ^{۱۲۸} ~~مسموہ~~ ^{۱۲۹} ~~مسموہ~~ ^{۱۳۰} ~~مسموہ~~ ^{۱۳۱} ~~مسموہ~~ ^{۱۳۲} ~~مسموہ~~ ^{۱۳۳} ~~مسموہ~~ ^{۱۳۴} ~~مسموہ~~ ^{۱۳۵} ~~مسموہ~~ ^{۱۳۶} ~~مسموہ~~ ^{۱۳۷} ~~مسموہ~~ ^{۱۳۸} ~~مسموہ~~ ^{۱۳۹} ~~مسموہ~~ ^{۱۴۰} ~~مسموہ~~ ^{۱۴۱} ~~مسموہ~~ ^{۱۴۲} ~~مسموہ~~ ^{۱۴۳} ~~مسموہ~~ ^{۱۴۴} ~~مسموہ~~ ^{۱۴۵} ~~مسموہ~~ ^{۱۴۶} ~~مسموہ~~ ^{۱۴۷} ~~مسموہ~~ ^{۱۴۸} ~~مسموہ~~ ^{۱۴۹} ~~مسموہ~~ ^{۱۵۰} ~~مسموہ~~ ^{۱۵۱} ~~مسموہ~~ ^{۱۵۲} ~~مسموہ~~ ^{۱۵۳} ~~مسموہ~~ ^{۱۵۴} ~~مسموہ~~ ^{۱۵۵} ~~مسموہ~~ ^{۱۵۶} ~~مسموہ~~ ^{۱۵۷} ~~مسموہ~~ ^{۱۵۸} ~~مسموہ~~ ^{۱۵۹} ~~مسموہ~~ ^{۱۶۰} ~~مسموہ~~ ^{۱۶۱} ~~مسموہ~~ ^{۱۶۲} ~~مسموہ~~ ^{۱۶۳} ~~مسموہ~~ ^{۱۶۴} ~~مسموہ~~ ^{۱۶۵} ~~مسموہ~~ ^{۱۶۶} ~~مسموہ~~ ^{۱۶۷} ~~مسموہ~~ ^{۱۶۸} ~~مسموہ~~ ^{۱۶۹} ~~مسموہ~~ ^{۱۷۰} ~~مسموہ~~ ^{۱۷۱} ~~مسموہ~~ ^{۱۷۲} ~~مسموہ~~ ^{۱۷۳} ~~مسموہ~~ ^{۱۷۴} ~~مسموہ~~ ^{۱۷۵} ~~مسموہ~~ ^{۱۷۶} ~~مسموہ~~ ^{۱۷۷} ~~مسموہ~~ ^{۱۷۸} ~~مسموہ~~ ^{۱۷۹} ~~مسموہ~~ ^{۱۸۰} ~~مسموہ~~ ^{۱۸۱} ~~مسموہ~~ ^{۱۸۲} ~~مسموہ~~ ^{۱۸۳} ~~مسموہ~~ ^{۱۸۴} ~~مسموہ~~ ^{۱۸۵} ~~مسموہ~~ ^{۱۸۶} ~~مسموہ~~ ^{۱۸۷} ~~مسموہ~~ ^{۱۸۸} ~~مسموہ~~ ^{۱۸۹} ~~مسموہ~~ ^{۱۹۰} ~~مسموہ~~ ^{۱۹۱} ~~مسموہ~~ ^{۱۹۲} ~~مسموہ~~ ^{۱۹۳} ~~مسموہ~~ ^{۱۹۴} ~~مسموہ~~ ^{۱۹۵} ~~مسموہ~~ ^{۱۹۶} ~~مسموہ~~ ^{۱۹۷} ~~مسموہ~~ ^{۱۹۸} ~~مسموہ~~ ^{۱۹۹} ~~مسموہ~~ ^{۲۰۰} ~~مسموہ~~ ^{۲۰۱} ~~مسموہ~~ ^{۲۰۲} ~~مسموہ~~ ^{۲۰۳} ~~مسموہ~~ ^{۲۰۴} ~~مسموہ~~ ^{۲۰۵} ~~مسموہ~~ ^{۲۰۶} ~~مسموہ~~ ^{۲۰۷} ~~مسموہ~~ ^{۲۰۸} ~~مسموہ~~ ^{۲۰۹} ~~مسموہ~~ ^{۲۱۰} ~~مسموہ~~ ^{۲۱۱} ~~مسموہ~~ ^{۲۱۲} ~~مسموہ~~ ^{۲۱۳} ~~مسموہ~~ ^{۲۱۴} ~~مسموہ~~ ^{۲۱۵} ~~مسموہ~~ ^{۲۱۶} ~~مسموہ~~ ^{۲۱۷} ~~مسموہ~~ ^{۲۱۸} ~~مسموہ~~ ^{۲۱۹} ~~مسموہ~~ ^{۲۲۰} ~~مسموہ~~ ^{۲۲۱} ~~مسموہ~~ ^{۲۲۲} ~~مسموہ~~ ^{۲۲۳} ~~مسموہ~~ ^{۲۲۴} ~~مسموہ~~ ^{۲۲۵} ~~مسموہ~~ ^{۲۲۶} ~~مسموہ~~ ^{۲۲۷} ~~مسموہ~~ ^{۲۲۸} ~~مسموہ~~ ^{۲۲۹} ~~مسموہ~~ ^{۲۳۰} ~~مسموہ~~ ^{۲۳۱} ~~مسموہ~~ ^{۲۳۲} ~~مسموہ~~ ^{۲۳۳} ~~مسموہ~~ ^{۲۳۴} ~~مسموہ~~ ^{۲۳۵} ~~مسموہ~~ ^{۲۳۶} ~~مسموہ~~ ^{۲۳۷} ~~مسموہ~~ ^{۲۳۸} ~~مسموہ~~ ^{۲۳۹} ~~مسموہ~~ ^{۲۴۰} ~~مسموہ~~ ^{۲۴۱} ~~مسموہ~~ ^{۲۴۲} ~~مسموہ~~ ^{۲۴۳} ~~مسموہ~~ ^{۲۴۴} ~~مسموہ~~ ^{۲۴۵} ~~مسموہ~~ ^{۲۴۶} ~~مسموہ~~ ^{۲۴۷} ~~مسموہ~~ ^{۲۴۸} ~~مسموہ~~ ^{۲۴۹} ~~مسموہ~~ ^{۲۵۰} ~~مسموہ~~ ^{۲۵۱} ~~مسموہ~~ ^{۲۵۲} ~~مسموہ~~ ^{۲۵۳} ~~مسموہ~~ ^{۲۵۴} ~~مسموہ~~ ^{۲۵۵} ~~مسموہ~~ ^{۲۵۶} ~~مسموہ~~ ^{۲۵۷} ~~مسموہ~~ ^{۲۵۸} ~~مسموہ~~ ^{۲۵۹} ~~مسموہ~~ ^{۲۶۰} ~~مسموہ~~ ^{۲۶۱} ~~مسموہ~~ ^{۲۶۲} ~~مسموہ~~ ^{۲۶۳} ~~مسموہ~~ ^{۲۶۴} ~~مسموہ~~ ^{۲۶۵} ~~مسموہ~~ ^{۲۶۶} ~~مسموہ~~ ^{۲۶۷} ~~مسموہ~~ ^{۲۶۸} ~~مسموہ~~ ^{۲۶۹} ~~مسموہ~~ ^{۲۷۰} ~~مسموہ~~ ^{۲۷۱} ~~مسموہ~~ ^{۲۷۲} ~~مسموہ~~ ^{۲۷۳} ~~مسموہ~~ ^{۲۷۴} ~~مسموہ~~ ^{۲۷۵} ~~مسموہ~~ ^{۲۷۶} ~~مسموہ~~ ^{۲۷۷} ~~مسموہ~~ ^{۲۷۸} ~~مسموہ~~ ^{۲۷۹} ~~مسموہ~~ ^{۲۸۰} ~~مسموہ~~ ^{۲۸۱} ~~مسموہ~~ ^{۲۸۲} ~~مسموہ~~ ^{۲۸۳} ~~مسموہ~~ ^{۲۸۴} ~~مسموہ~~ ^{۲۸۵} ~~مسموہ~~ ^{۲۸۶} ~~مسموہ~~ ^{۲۸۷} ~~مسموہ~~ ^{۲۸۸} ~~مسموہ~~ ^{۲۸۹} ~~مسموہ~~ ^{۲۹۰} ~~مسموہ~~ ^{۲۹۱} ~~مسموہ~~ ^{۲۹۲} ~~مسموہ~~ ^{۲۹۳} ~~مسموہ~~ ^{۲۹۴} ~~مسموہ~~ ^{۲۹۵} ~~مسموہ~~ ^{۲۹۶} ~~مسموہ~~ ^{۲۹۷} ~~مسموہ~~ ^{۲۹۸} ~~مسموہ~~ ^{۲۹۹} ~~مسموہ~~ ^{۳۰۰} ~~مسموہ~~ ^{۳۰۱} ~~مسموہ~~ ^{۳۰۲} ~~مسموہ~~ ^{۳۰۳} ~~مسموہ~~ ^{۳۰۴} ~~مسموہ~~ ^{۳۰۵} ~~مسموہ~~ ^{۳۰۶} ~~مسموہ~~ ^{۳۰۷} ~~مسموہ~~ ^{۳۰۸} ~~مسموہ~~ ^{۳۰۹} ~~مسموہ~~ ^{۳۱۰} ~~مسموہ~~ ^{۳۱۱} ~~مسموہ~~ ^{۳۱۲} ~~مسموہ~~ ^{۳۱۳} ~~مسموہ~~ ^{۳۱۴} ~~مسموہ~~ ^{۳۱۵} ~~مسموہ~~ ^{۳۱۶} ~~مسموہ~~ ^{۳۱۷} ~~مسموہ~~ ^{۳۱۸} ~~مسموہ~~ ^{۳۱۹} ~~مسموہ~~ ^{۳۲۰} ~~مسموہ~~ ^{۳۲۱} ~~مسموہ~~ ^{۳۲۲} ~~مسموہ~~ ^{۳۲۳} ~~مسموہ~~ ^{۳۲۴} ~~مسموہ~~ ^{۳۲۵} ~~مسموہ~~ ^{۳۲۶} ~~مسموہ~~ ^{۳۲۷} ~~مسموہ~~ ^{۳۲۸} ~~مسموہ~~ ^{۳۲۹} ~~مسموہ~~ ^{۳۳۰} ~~مسموہ~~ ^{۳۳۱} ~~مسموہ~~ ^{۳۳۲} ~~مسموہ~~ ^{۳۳۳} ~~مسموہ~~ ^{۳۳۴} ~~مسموہ~~ ^{۳۳۵} ~~مسموہ~~ ^{۳۳۶} ~~مسموہ~~ ^{۳۳۷} ~~مسموہ~~ ^{۳۳۸} ~~مسموہ~~ ^{۳۳۹} ~~مسموہ~~ ^{۳۴۰} ~~مسموہ~~ ^{۳۴۱} ~~مسموہ~~ ^{۳۴۲} ~~مسموہ~~ ^{۳۴۳} ~~مسموہ~~ ^{۳۴۴} ~~مسموہ~~ ^{۳۴۵} ~~مسموہ~~ ^{۳۴۶} ~~مسموہ~~ ^{۳۴۷} ~~مسموہ~~ ^{۳۴۸} ~~مسموہ~~ ^{۳۴۹} ~~مسموہ~~ ^{۳۵۰} ~~مسموہ~~ ^{۳۵۱} ~~مسموہ~~ ^{۳۵۲} ~~مسموہ~~ ^{۳۵۳} ~~مسموہ~~ ^{۳۵۴} ~~مسموہ~~ ^{۳۵۵} ~~مسموہ~~ ^{۳۵۶} ~~مسموہ~~ ^{۳۵۷} ~~مسموہ~~ ^{۳۵۸} ~~مسموہ~~ ^{۳۵۹} ~~مسموہ~~ ^{۳۶۰} ~~مسموہ~~ ^{۳۶۱} ~~مسموہ~~ ^{۳۶۲} ~~مسموہ~~ ^{۳۶۳} ~~مسموہ~~ ^{۳۶۴} ~~مسموہ~~ ^{۳۶۵} ~~مسموہ~~ ^{۳۶۶} ~~مسموہ~~ ^{۳۶۷} ~~مسموہ~~ ^{۳۶۸} ~~مسموہ~~ ^{۳۶۹} ~~مسموہ~~ ^{۳۷۰} ~~مسموہ~~ ^{۳۷۱} ~~مسموہ~~ ^{۳۷۲} ~~مسموہ~~ ^{۳۷۳} ~~مسموہ~~ ^{۳۷۴} ~~مسموہ~~ ^{۳۷۵} ~~مسموہ~~ ^{۳۷۶} ~~مسموہ~~ ^{۳۷۷} ~~مسموہ~~ ^{۳۷۸} ~~مسموہ~~ ^{۳۷۹} ~~مسموہ~~ ^{۳۸۰} ~~مسموہ~~ ^{۳۸۱} ~~مسموہ~~ ^{۳۸۲} ~~مسموہ~~ ^{۳۸۳} ~~مسموہ~~ ^{۳۸۴} ~~مسموہ~~ ^{۳۸۵} ~~مسموہ~~ ^{۳۸۶} ~~مسموہ~~ ^{۳۸۷} ~~مسموہ~~ ^{۳۸۸} ~~مسموہ~~ ^{۳۸۹} ~~مسموہ~~ ^{۳۹۰} ~~مسموہ~~ ^{۳۹۱} ~~مسموہ~~ ^{۳۹۲} ~~مسموہ~~ ^{۳۹۳} ~~مسموہ~~ ^{۳۹۴} ~~مسموہ~~ ^{۳۹۵} ~~مسموہ~~ ^{۳۹۶} ~~مسموہ~~ ^{۳۹۷} ~~مسموہ~~ ^{۳۹۸} ~~مسموہ~~ ^{۳۹۹} ~~مسموہ~~ ^{۴۰۰} ~~مسموہ~~ ^{۴۰۱} ~~مسموہ~~ ^{۴۰۲} ~~مسموہ~~ ^{۴۰۳} ~~مسموہ~~ ^{۴۰۴} ~~مسموہ~~ ^{۴۰۵} ~~مسموہ~~ ^{۴۰۶} ~~مسموہ~~ ^{۴۰۷} ~~مسموہ~~ ^{۴۰۸} ~~مسموہ~~ ^{۴۰۹} ~~مسموہ~~ ^{۴۱۰} ~~مسموہ~~ ^{۴۱۱} ~~مسموہ~~ ^{۴۱۲} ~~مسموہ~~ ^{۴۱۳} ~~مسموہ~~ ^{۴۱۴} ~~مسموہ~~ ^{۴۱۵} ~~مسموہ~~ ^{۴۱۶} ~~مسموہ~~ ^{۴۱۷} ~~مسموہ~~ ^{۴۱۸} ~~مسموہ~~ ^{۴۱۹} ~~مسموہ~~ ^{۴۲۰} ~~مسموہ~~ ^{۴۲۱} ~~مسموہ~~ ^{۴۲۲} ~~مسموہ~~ ^{۴۲۳} ~~مسموہ~~ ^{۴۲۴} ~~مسموہ~~ ^{۴۲۵} ~~مسموہ~~ ^{۴۲۶} ~~مسموہ~~ ^{۴۲۷} ~~مسموہ~~ ^{۴۲۸} ~~مسموہ~~ ^{۴۲۹} ~~مسموہ~~ ^{۴۳۰} ~~مسموہ~~ ^{۴۳۱} ~~مسموہ~~ ^{۴۳۲} ~~مسموہ~~ ^{۴۳۳} ~~مسموہ~~ ^{۴۳۴} ~~مسموہ~~ ^{۴۳۵} ~~مسموہ~~ ^{۴۳۶} ~~مسموہ~~ ^{۴۳۷} ~~مسموہ~~ ^{۴۳۸} ~~مسموہ~~ ^{۴۳۹} ~~مسموہ~~ ^{۴۴۰} ~~مسموہ~~ ^{۴۴۱} ~~مسموہ~~ ^{۴۴۲} ~~مسموہ~~ ^{۴۴۳} ~~مسموہ~~ ^{۴۴۴} ~~مسموہ~~ ^{۴۴۵} ~~مسموہ~~ ^{۴۴۶} ~~مسموہ~~ ^{۴۴۷} ~~مسموہ~~ ^{۴۴۸} ~~مسموہ~~ ^{۴۴۹} ~~مسموہ~~ ^{۴۵۰} ~~مسموہ~~ ^{۴۵۱} ~~مسموہ~~ ^{۴۵۲} ~~مسموہ~~ ^{۴۵۳} ~~مسموہ~~ ^{۴۵۴} ~~مسموہ~~ ^{۴۵۵} ~~مسموہ~~ ^{۴۵۶} ~~مسموہ~~ ^{۴۵۷} ~~مسموہ~~ ^{۴۵۸} ~~مسموہ~~ ^{۴۵۹} ~~مسموہ~~ ^{۴۶۰} ~~مسموہ~~ ^{۴۶۱} ~~مسموہ~~ ^{۴۶۲} ~~مسموہ~~ ^{۴۶۳} ~~مسموہ~~ ^{۴۶۴} ~~مسموہ~~ ^{۴۶۵} ~~مسموہ~~ ^{۴۶۶} ~~مسموہ~~ ^{۴۶۷} ~~مسموہ~~ ^{۴۶۸} ~~مسموہ~~ ^{۴۶۹} ~~مسموہ~~ ^{۴۷۰} ~~مسموہ~~ ^{۴۷۱} ~~مسموہ~~ ^{۴۷۲} ~~مسموہ~~ ^{۴۷۳} ~~مسموہ~~ ^{۴۷۴} ~~مسموہ~~ ^{۴۷۵} ~~مسموہ~~ ^{۴۷۶} ~~مسموہ~~ ^{۴۷۷} ~~مسموہ~~ ^{۴۷۸} ~~مسموہ~~ ^{۴۷۹} ~~مسموہ~~ ^{۴۸۰} ~~مسموہ~~ ^{۴۸۱} ~~مسموہ~~ ^{۴۸۲} ~~مسموہ~~ ^{۴۸۳} ~~مسموہ~~ ^{۴۸۴} ~~مسموہ~~ ^{۴۸۵} ~~مسموہ~~ ^{۴۸۶} ~~مسموہ~~ ^{۴۸۷} ~~مسموہ~~ ^{۴۸۸} ~~مسموہ~~ ^{۴۸۹} ~~مسموہ~~ ^{۴۹۰} ~~مسموہ~~ ^{۴۹۱} ~~مسموہ~~ ^{۴۹۲} ~~مسموہ~~ ^{۴۹۳} ~~مسموہ~~ ^{۴۹۴} ~~مسموہ~~ ^{۴۹۵} ~~مسموہ~~ ^{۴۹۶} ~~مسموہ~~ ^{۴۹۷} ~~مسموہ~~ ^{۴۹۸} ~~مسموہ~~ ^{۴۹۹} ~~مسموہ~~ ^{۵۰۰} ~~مسموہ~~ ^{۵۰۱} ~~مسموہ~~ ^{۵۰۲} ~~مسموہ~~ ^{۵۰۳} ~~مسموہ~~ ^{۵۰۴} ~~مسموہ~~ ^{۵۰۵} ~~مسموہ~~ ^{۵۰۶} ~~مسموہ~~ ^{۵۰۷} ~~مسموہ~~ ^{۵۰۸} ~~مسموہ~~ ^{۵۰۹} ~~مسموہ~~ ^{۵۱۰} ~~مسموہ~~ ^{۵۱۱} ~~مسموہ~~ ^{۵۱۲} ~~مسموہ~~ ^{۵۱۳} ~~مسموہ~~ ^{۵۱۴} ~~مسموہ~~ ^{۵۱۵} ~~مسموہ~~ ^{۵۱۶} ~~مسموہ~~ ^{۵۱۷} ~~مسموہ~~ ^{۵۱۸} ~~مسموہ~~ ^{۵۱۹} ~~مسموہ~~ ^{۵۲۰} ~~مسموہ~~ ^{۵۲۱} ~~مسموہ~~ ^{۵۲۲} ~~مسموہ~~ ^{۵۲۳} ~~مسموہ~~ ^{۵۲۴} ~~مسموہ~~ ^{۵۲۵} ~~مسموہ~~ ^{۵۲۶} ~~مسموہ~~ ^{۵۲۷} ~~مسموہ~~ ^{۵۲۸} ~~مسموہ~~ ^{۵۲۹} ~~مسموہ~~ ^{۵۳۰} ~~مسموہ~~ ^{۵۳۱} ~~مسموہ~~ ^{۵۳۲} ~~مسموہ~~ ^{۵۳۳} ~~مسموہ~~ ^{۵۳۴} ~~مسموہ~~ ^{۵۳۵} ~~مسموہ~~ ^{۵۳۶} ~~مسموہ~~ ^{۵۳۷} ~~مسموہ~~ ^{۵۳۸} ~~مسموہ~~

سے جس نے دولت عجم کو یہ شرف عظمت و بزرگی بخشا ہے، میں جو بادشاہ کی قوت و شوکت میں اضافہ کرنے آیا ہوں، نہ صرف اس کے قوانین کا اپنے کو پابند کرؤں گا، بلکہ اور بہت سے عبادت گزاران شاہی کا اضافہ کرادوں گا۔ پس یہ شرط میری ملاقات اور گفتگو میں سستہ نہ ہونی چاہیے۔“

اردبان :- ”مگر تمہارا نام نشان ہم بادشاہ کو کیا بتائیں ؟ تمہاری باتوں سے تو بے شبہ یہ ظاہر ہوتا ہے کہ تم معمولی آدمی نہیں ہو۔“

مش طاہلس :- ”اس بات کی، اے اردبان ! کسی شخص کو بادشاہ سے پہلے آگاہی نہیں ہونی چاہیے۔“ یہ ہے نے تیس کی روایت۔ اور اسی پر اراطوس *Aratosthenes* نے اپنے رسالے ”متول“ میں یہ اضافہ کیا ہے کہ اردبان سے اس کی ملاقات اور اس گفتگو کا ذریعہ امیر مذکور کی ایک دانت مسماۃ *Ardeha* ہوئی تھی۔“

الفصل جب مش طاہلس بادشاہ کے حضور میں باریاب ہوا تو شرائط عبودیت بجالانے کے بعد خاموش کھڑ ہو گیا حتیٰ کہ بادشاہ نے ترجان کو حکم دیا کہ اس سے نام و نشان دریافت کرے تب مش طاہلس نے یہ جواب دیا :

”اے بادشاہ ! میں مدینۃ الکلا اتھنز کا رہنے والا اس طاہلس ہوں۔ مجھے

یونانیوں نے اپنے وطن سے نکال دیا ہے، میری ذات سے جو نقصان پرانیوں کو پہنچے وہ بے تعداد ہیں۔ لیکن فائدے اس سے بھی بڑھکر ہیں۔ کیونکہ میں نے ہی یونانیوں کو ان کا تعاقب کرنے سے روکا۔ اور اس طرح جو ہی اپنے وطن کی حفاظت کی طرف سے اطمینان ہو گیا، میں نے تمہارے حق میں بھی بھلائی کر کے پہلو ہتی نہ کی، آج جب کہ میں مصائب زدہ تمہارے سامنے کھڑا ہوں میرے دل کی حالت میرے مناسب حال ہے یعنی تمہارے ہر غضب و دونوں کے سامنے میں کیساں تیار ہوں۔ لطف و عنوکر و تو عنایت اور اپنا قہر نازل کرو تو افسوس۔“

ان دونوں کے لیے مین پہلے سے آمادہ ہو کر آیا ہوں، اب تم چاہو تو خود میرے ہم وطنوں کی گواہی لے لو کہ مین نے ایران کی کیا کیا خیر خواہیاں کی ہیں، اور اس موقع پر دنیا کو انتقام لینے کے بجائے اپنے خلق و سب کے منہ دکھا دو۔ کیونکہ اس وقت اگر مجھے تم نے چھوڑ دیا تو گویا ایک فریادی کو چھوڑا، اور نہ چھوڑا تو یونانیوں کے ایک دشمن قوی کو ہلاک کیا؟

اس کے علاوہ اس نے بعض ربانی اشاروں کا بھی ذکر کیا، جیسے وہ خواب جو اس نے نکوجنی کے ہاں دیکھا تھا، یا *دو و نامہ* کے مندر کی وہ کن جس میں عطار و دیوانے اسے حکم دیا تھا کہ "اس کے پاس جا جو میرا جیسا نام رکھتا ہو، اور اس کا مطلب اس نے شاہ ایران ہی کے پاس جانے کی ہدایت سمجھا کیونکہ وہ دونوں بزرگ اور عظمت والے تھے اور دونوں کے ناموں میں بادشاہ کا لفظ مشترک تھا،

خضر و عجم یہ سب باتیں خاموش بیٹھا غور سے سنتا رہا۔ دل میں اس نے طاکس کی بہت اور طرز کی بہت تعریف کی مگر زبان سے اس وقت کچھ نہ کہا۔ البتہ خلوت میں اپنے ہر اذ و ستون کے آگے اس نے اس واقعے پر اپنی دلی مسرت کا اظہار کیا اور اپنی اقبال مندی پر نہایت مسرور ہوا اور اپنے دیوتا اہرمین اپریٹائیس *منہ منہ* سے دعائیں کرنے لگا کہ وہ اس کے تمام دشمنوں کو یونانیوں کے مثل اس مزاج کا بنا دے کہ وہ (یعنی اس کے دشمن) اپنے ہاں کے بڑے اور دلیر ترین آدمیوں کے ساتھ یہی سلوک کریں جو مش طاکس کے ساتھ اس کے ہم وطنوں نے کیا ہے یعنی ان کو سب و شتم کرنے لگیں اور دیس نکالے دیا کریں، پھر اس نے دیوتاؤں کے نام کی قربانیاں چڑھائیں اور اسی خوشی میں قدح کے قدح شراب کے گنڈھانے لگا۔ اس کے انسا کا یہ عالم تھا کہ رات کو سوتے مین بھی تین بار خوشی مین آ کے چلا یا کہ مین نے مش طاکس ایٹھنزی کو پالیا، مین نے مش طاکس ایٹھنزی کو پالیا؟ صبح کو خاصان دربار کو جمع کر کے اس نے مش طاکس کو بلو بھیجا۔ طاکس کی حالت یہ تھی کہ

اُسے کسی بھلائی کی امید بادشاہ سے نہ تھی کیونکہ اُس نے دیکھا کہ اس کا نام سنتے ہی دربار میں
 تکرار انت پینے لگے تھے اور اُسے گالیوں دے رہے تھے، اسی طرح دربار میں جب پھونچا تو دربار
 (روڈ کرائس یا رڈ سنس) کے کزناری کے قریب سے گزرتے وقت اُس نے ایک
 نیچی غڑاہٹ کے ساتھ اُسے بغیر اپنی جاے سے ہلے یہ کہتے سنا کہ دو مکار یونانی ناگ، بادشاہ کا
 اقبال تجھے کشان کشان بیان لے کر آیا ہے، لیکن جب وہ بادشاہ کے قریب پھونچا جو بیچ میں
 بیٹھا تھا اور حسب معمول زمین بوس ہوا تو بادشاہ نے اس کو سلام کیا اور نہایت ملاطفت کے
 ساتھ باتیں کیں اور کہا کہ حسب اعلان شاہی میں تمہارے دو سونیلٹ کا مقروض ہوں کیونکہ انصاف
 یہ انعام اس کو ملنا چاہیے جو شطاکس کو لایا ہو، پھر اُس نے اپنی عنایات مزید کا اُسے امید دے
 بنایا اور حکم دیا کہ یونان کے متعلق جو کچھ کتنا چاہتے ہو آزادی کے ساتھ کہو، شطاکس نے جواب دیا
 آدمی کی مکالت ایک گران بہا ایرانی قالین کے مثل ہے جس کے خوبصورت پیل بوٹے اور کاکڑی
 اسی وقت نظر آسکتی ہے جب کہ وہ پوری طرح پھیلا کے پچھا دی جائے، اگر لپٹی اور مسکڑی رہیگی
 تو اس کی خوبی خوبی ظاہر نہیں ہوگی، اس لیے میں کچھ ہمت چاہتا ہوں۔

یہ تشبیہ بادشاہ کو بہت بھائی، پوچھنے لگا کتنا وقت تمہیں مدد کا رہے۔ شطاکس نے کہا ایک سال
 اور فی الواقع اس مدت میں وہ اتنی کافی ایرانی زبان سیکھ گیا کہ بادشاہ سے بغیر ترجمان کی مدد کے
 گفتگو کیا کرتا تھا، یہ گفتگو عام گمان تھا کہ معاملات یونان ہی تک محدود رہتی ہوگی۔ مگر اتفاق سے
 اس زمانے میں دربار میں بہت سے تغیر تبدیل عمل میں آئے اور بعض منہ چڑھے مصاحب دربار سے
 ہٹا دیے گئے جس سے امر کو شطاکس پر یہ شبہ ہو گیا کہ وہ ہمارے متعلق بھی بادشاہ کو بہکانے کھانے
 لگا ہے کیونکہ اوپر دیسیوں کے ساتھ جو مدارات ہوتی وہ ان اعزازات کے مقابلے میں کوئی حقیقت
 نہ رکھتی تھی جو بادشاہ نے شطاکس کو عطا کیے تھے۔ مگر میں بابا ہر وہ بادشاہ کی بے تحلف اور عیش و
 نشاط کی صحبتوں میں بلایا جاتا تھا۔ شکار میں ساتھ رہتا اور اس قدر ہر از و دمساز ہو گیا تھا کہ اُسے
 بادشاہ کی مان کے سامنے جانے اور اکثر گفتگو کرنے تک کی اجازت ملتی، بادشاہ کے حکم سے اس نے

نرمبذرتشی سے بھی واقفیت پیدا کرنی شروع کی تھی؛

جب ڈماراٹوس Demaratus لس دیونی سے بادشاہ نے ایک موقع پر خوش ہو کے کہا مانگ کیا مانگتا ہے؟ تاکہ اسکی جو مراد ہو وہ فوراً پوری کر دی جائے اور اس نے خواہش کی کہ مجھے دارالحکومت میں سرپرورش شاہی اور جلوس سلطنت کے ساتھ اپنا داخلہ کرنے کی اجازت دی جائے تو بادشاہ کے چہرے بھائی مدرو بڑاٹوس (محقرو پاسش) *Medro Pasas* نے اس کی پیشانی کو ہاتھ لگا کے کہا کہ بادشاہی چھتر سر پر لگانے کے لیے تمہارے پاس داغ نہیں ہے اور اگر خود عطا دیوتا تمہیں اپنی رحمد و برق مانگے دیدے تب بھی تم عطا دیوتا نہیں ہو جاؤ گے؛ خود بادشاہ کو بھی اس کی یہ فرمائش بری معلوم ہوئی اور اس نے ارادہ کر لیا کہ اب عمر بھر اس شخص کو معاف نہ کروں گا۔ کسی کی سفارش اس کے حق میں سنو نہ گا۔ اس کے باوجود نفس طاکس نے اس کو منالیا اور ڈماراٹوس کی خطا بخود ہی اور کتہہ بین بعد میں بھی ایک عرصے تک جب کہ کورنٹس کے جانشینوں کے عہد میں ایرانیوں اور یونانیوں میں آمد رفت بہت زیادہ بڑھ گئی تھی، کبھی کوئی ایرانی بادشاہ کسی یونانی کو اپنے ہاں ملازم رکھنے کے لیے بلاتا تو اس کی حوصلہ افزائی کے واسطے خود یہ وعدہ مکرر کرتا کہ تم ہمارے ہاں اسی طرح احوال و احترام کے ساتھ رکھے جاؤ گے جس طرح کہ مشطاکس پہلے رہ چکا ہے؛ یہ بھی سننے میں آیا ہے کہ جب طاکس اس قدر دولت مند اور صاحب ثروت ہو گیا کہ بڑے بڑے امرا اسکی خوشنودی کے جویا رہنے لگے، تو اپنے دسترخوان پر امیرانہ تزک و احتشام دیکھ کر وہ اکثر اپنے بیٹوں کی طرف مخاطب ہوتا اور کہتا دیکھو! اگر ہم پردہ مصیبتیں نہ پڑتیں تو ہم حقیقت میں گئے گزرے تھے؛ اکثر مصنفین کا بیان ہے کہ اس کو روٹی گوشت اور شراب کے اخراجات کے نام سے تین شہر جاگیر میں عطا کیے گئے تھے: مگنیشیہ *Magnesia* میوس *Mysus* اور لیاگوس *Lampsaacus*؛ نے نہیں اور نفس *Acantus* نے ان میں دو شہروں کا اور اضافہ کیا ہے جنہیں ایک تو مکان کے ساز و سامان کے لیے ملا تھا اور ایک مصارف پوشاک کے نام سے

جب مش طاکس یونان کے خلاف کارروائی کرنے ساحل کی جانب روانہ ہوا تو راستے
 میں ایرانی صوبے دار فرقیہ *Phrygia* الموسوم بہ بکشوس نے اس کی جان لینے کا ارادہ
 کیا اور چند اہل فسیدیہ *مفسدین* کو جنہیں بہت پہلے سے اس کام کے لیے اُس نے
 رکھ چھوڑا تھا، گھات میں لگا دیے کہ جب طاکس *د سیر* *ہمہ* *مفسدین* نام بتی میں
 آئے ٹھہرے تو وہ اچانک اس پر جا پڑیں، مگر اس دو پہر کو مش طاکس نے سوتے میں دیوتاؤں کی مان
 کو خواب میں یہ کہتے سنا کہ دش طاکس! خبردار سیر کے پاس پہنچنا مبادا تم شیر کے منہ میں
 چلے جاؤ، اس نصیحت کے صلے میں مجھے امید ہے تم اپنی بیٹی نے سی بطالہ *Meihamma*
 کو میری خدمتگداری میں نذر کر دو گے، اس واقعے نے اُسے نہایت حیراں کیا۔ دیوی کے حاشیہ
 اس نے منت مانی اور شاہ راہ کو چھوڑ کر وہ چکر سے اس طرح گیا کہ مقام مذکور ایک طرف پہنچ گیا۔ اور ریش
 جنگل میں گذاری، اتفاق سے ایک لٹو گھوڑا جس پر اسکا خیمے کا فرش لدا ہوا تھا اُس روز دریا میں
 گر پڑا تھا اور اس کے نوکروں نے اسے سکھانے کے واسطے میدان میں لٹکادیا تھا، انھیں پر
 رات کے وقت فیدی تلی تلواریں لیے حملہ آور ہوئے اور دھندلی دھندلی چاندنی میں یہ سمجھے
 کہ طاکس کا خیمہ یہی ہے اور اسی میں خود وہ سو رہا ہوگا، لیکن جب انھوں نے قریب آکے ادراں
 فرش کو اٹھایا تو وہاں کے چوکیدار کیارگی اُن پر ٹوٹ پڑے اور انھیں حراست میں لے لیا،
 اس خطرہ عظیم سے بچ جانے کے بعد، طاکس نے دیوی کے مہر و کرم کی یادگار شکرگزاری میں ایک
 مندر *گنیش* میں تعمیر کیا اور دیوتاؤں کی مان دندی مان *Dindymene* جی کے
 نام پر اس کو ارپن (یعنی چڑھاوے کے طور پر پیشکش) کر دیا۔ اس کی خدمت کے لیے اُس نے
 اپنی بیٹی نیسی لطالہ کو بھی اسی مندر کی مڑلی یا محاورہ بنادیا،
 شہر سارڈس میں مش طاکس نے تمام مندر اور دیولوں کی سیر اور اطمینان کے ساتھ انکی
 طرز عمارت سامان زیبائش اور چڑھاووں کی تعداد وغیرہ سے واقفیت پیدا کی تھی۔ دیوتاؤں
 کی مان کے مندر میں اُس نے دوبارہ اونچی وہ برنجی مورتی بھی دکھی جسے پہناری کہتے تھے،

یہ اتھنز کی لوٹ مین آئی تھی اور خود طاگلوس نے جب وہ شہر مذکور میں پانی کا نگران کا رتھا تھا اس
 اُس روپے سے بنوایا تھا، جو سرکاری پانی کا ناجائز اور خانگی استعمال کرنے والوں پر مجرم
 سے وصول ہوا تھا، ایرانی دارالحکومت میں اسکو قید دیکھ کر خدا جانے اسے اس کی
 گرفتاری پر رنج ہوا یا اتھنز والوں پر ابران میں اپنا رسوخ جتانے کا خیال آیا کہ حاکم شہر سے
 ساز باز کرے اس بت کو اتھنز واپس بھجوانے کی کوشش کرنے لگا۔ مگر اس بابت سے وہ ایرانی
 عدسے دار اس قدر افر و خہ ہو کہ کہنے لگا میں بادشاہ کو اس کی شکایت لکھو نگا، تب
 طاگلوس بہت ڈرا اور اس نے حاکم مذکور کی بیویوں اور حرموں کو کچھ روپیہ نذرانہ دیکر مشکل اس کا
 غصہ ٹھنڈا کرایا، اس کے بعد سے شل طاگلوس بہت زیادہ احتیاط اور ہوشیاری کرنے لگا اور
 ایرانیوں کے رشک سے کمال خائف ہو گیا۔ اس نے جیسا کہ خود تحریر کیا ہے ایشیا میں سیاحت
 کرنی بھی چھوڑ دی بلکہ غموشی کے ساتھ اپنے مکان مگنیشیہ میں وقت گزارنے لگا۔

ہیان ایک عرصے تک اپنی زندگی اس نے امن اطمینان کے ساتھ گذاری۔ سب لوگ اسکی
 دربار داری کرتے اور قیمتی قیمتی تحایف اسکو لالاکے دیتے تھے اور خود اراکین و عمائد دولت ایران
 بھی اس کی تکریم و تعظیم میں کمی نہ کرتے، اور بادشاہ کو بھی اس دمانے میں یونانی معاملات سے
 بے توجہی ہو گئی تھی اور مغلانوں ایشیا کے جھگڑوں میں مصروف رہتا تھا،

مگر جس وقت کہ اتھنز کی اعانت سے مصر میں بغاوت ہوئی اور یونانی جہاز بڑھ بڑھ کے
 قبرس اور سلیشیہ کے ساحلوں تک آنے لگے اور سامین سدرے سمندرون پر جاوی ہو گیا، تو پھر
 بادشاہ کو اس طرف کی فکر پیدا ہوئی اس نے خاص طور پر یونانی قوت کو اپنے خلاف بڑھنے دیکھ کر
 ان کی مدافعت کا عزم مصمم کیا اور بڑی بڑی فوجیں بھرتی کر کے سپہ سالاروں کو بھیجا شروع
 کیا، نیز شل طاگلوس کے پاس مگنیشیہ میں قاصد پر قاصد بھیجے کہ یہ وقت وعدہ پورا کرنے کا ہے
 خود آئے اور اب یونانیوں کی مخالفت میں حصہ لے، مگر طاگلوس کی نفرت و بیزاری اتھنز کے
 خلاف کچھ زیادہ نہ بڑھی نہ اسے کچھ بہت طمع اس عورت و سپہ سالاری کی ہوئی جو جنگ میں مل جانی

متوقع تھی، بلکہ ایک طرف تو اس خیال سے کہ جو مقصد پیش نظر ہے اس میں کامیابی نہ ہوگی اور یونان کے امیر البحرین کے مقابلے میں، خصوصاً سائین کے آگے، جو اس زمانے میں حیرت انگیز جنگی فتوحات حاصل کر رہا تھا، ایرانیوں کی کچھ پیش نہ جانیگی، دوسرے زیادہ تر اس وجہ سے کہ پہلی قومی خدمات اور فتوحات کو اب دشمن کی طرف ہونے لگنا بہت لگا دیکھا، شمس طاکس نے خود کشتی کا ارادہ کر لیا، تاکہ اپنی زندگی ہی کو، اپنی قدیم روش بدلے بغیر، ختم کر دے، اُس نے دیوتاؤں کے نام قربانیاں چڑھا کیں اور اپنے تمام دوستوں کو جمع کیا، پھر ان کی خاطر مدارات کرنے کے بعد سب سے مصافحہ کر کے روایت عام کے بموجب، بنجار کا خون پی لیا جسے اکثر لوگ نہایت سیرے الٹا شیر زہر قاتل بتاتے ہیں، اس طرح پینٹھ برس کی عمر میں جس کا بڑا حصہ جنگ و سپہ سالاری حکومت و معاملات مملکتاری میں گذرنا تھا، شہر مگنیشیہ میں اُس نے اپنی جان جان آفرین کے سپرد کی، اور جب بادشاہ کو اس خودکشی کی وجہ اور طریقہ معلوم ہوا تو پہلے سے زیادہ شمس طاکس کا ثنا خوان ہو گیا اور اس کے اجاب و اقارب کے ساتھ آئندہ بھی ہمیشہ مہربانی کے ساتھ پیش آتا رہا،

شمس طاکس کے ارشاد میں ہم نے اس کی بیٹی سے تین بیٹے، ارشاد طوس، بلئوسطوس اور کلیوفنطوس، ہوئے۔ آخر الذکر کو حکیم افلاطون نے شہساری کا بہترین ماہر، مگر اور لحاظ سے بالکل معمولی شخص بیان کیا ہے، ان تینوں سے دو بڑے بیٹے اور بھی تھے۔ ایک تو گھوڑے کے کاٹ لینے سے جو ان مر گیا دوسرے کو اُس کے نانا (طاکس کے خسر) لای سندر (Laisander) نے گود لیا تھا، بیٹیاں اُس کے کئی تھیں۔ ان میں نیسی بطالہ کا جو دوسری بیوی سے بھی، اپنے سوتیلے بھائی ارشاد طوس سے بیاہ ہوا، اور اطالیہ (Italy) کے جزیرہ جی اس کے ایک شخص پان تھوای دس سے بیاہی، اور سباریس (Sbaris) کی شادی نکومیہ (Nicomie) ایتھنز سے ہوئی، طاکس کی وفات کے بعد اس کا بھتیجا فراس قلیس مگنیشیہ آیا اور اس کی ایک اور بیٹی نکوماش (Nicomache) سے نکاح کر لیا۔ نیز ایشیا

جو اپنے بہن بھائیوں میں سب سے چھوٹی تھی، اس کے بھائیوں کی رضامندی سے، پرورش اور تربیت کے لیے وہ اپنے ساتھ ہی لے گیا۔

ملکنیشہ کے چوک میں مش طاکس کا شاندار مقبرہ اب تک قائم ہے۔ اندوسی دس Candaceidea کی یہ روایت کہ ایقنزیون نے اس کو لوٹ کھسوٹ کے اس کی راکھ کو ہوا میں اُڑا دیا، ذرا بھی لحاظ کے لائق نہیں۔ یہ اس نے اپنی کتاب ”خطاب بہ دوستان“ میں اس لیے گھر کے لگا دی ہے کہ حکومت خواص کے طرفداروں کو جمہور الناس کے خلاف بھڑکائے؛ اسی طرح ہر متغص واقع ہے کہ فیلاز جس Phylarchus نے اپنی تاریخ میں مش طاکس کے بیٹوں کا ذکر محض لوگوں کو رحم دلانے کی نیت سے تصنیف کر دیا ہے گویا تاریخ کے بجائے کوئی غم انجام نالک لکھا ہے۔

دیودورس، Cassandora کا ماہر علم الارض نے اپنی تصنیف ”مقابر“ میں محض قیاسی طور پر لکھ دیا ہے کہ ننگر گاہ پیروز کے پاس کی زمین اسکی مس راس سے شروع ہو کر بھون کی شکل بناتی چلی جاتی ہے اور اندر کی سمت آگے بڑھو تو ایک جگہ آتی ہے جہاں سمندر ہمیشہ سکون کے عالم میں غیر متلاطم رہتا ہے، اسی مقام پر ایک بڑی وسیع عمارت بنی ہوئی ہے جس پر مش طاکس کا مقبرہ قربانگاہ کی شکل میں واقع ہے؛ اس بیان کی تصدیق میں وہ افلاطون نالک نویس کے اشعار ذیل بھی بطور سند پیش کرتا ہے:—

”و سمندر کے کنارے جس جگہ ہے مقبرہ تیرا

وہ موقع ہے بہت موزون بہت دلکش بہت اچھا

اُسے جب دیکھتے ہیں آئینوالے ساتھ خشکی کے

تو تیری یاد تازہ کرتے ہیں اپنے سلاموں سے“

Coomography کس موگرانی جزا نے کے ہم اصل علم ہے جس میں سارے عالم کے اجزاء اور ترکیب کے متعلق بحث ہوتی ہے۔ مترجم

تو اب تک دیکھتا رہتا ہے آنے جانے والوں کو
سمندر کو اور اس میں دوڑتے پھرتے جہازوں کو

مش طاکس کے اہل خاندان کے ساتھ مگنیشیہ میں خاص خاص مراعات ملحوظ
رکھی جاتی تھیں اور ان کی بڑی عزت آبرو ہوتی تھی۔ چنانچہ یہ امتیازات اب تک قائم
ہیں اور مش طاکس ثانی، جس کی ملاقات اور دوستی کا سرفرازم کو بھی انہیں
فلسفی کے مکان میں حاصل ہوا، اب اپنے جدا مجد کا جانشین اور اس کے تمام اعزازات
سے سربلند ہے۔

کامی لس

فیوہس کامی لس کی سوانح عمری میں جان اور بہت سے قابل ذکر واقعات منقول ہیں، وہاں سب سے عجیب اور نئی بات یہ نظر آتی ہے کہ اگرچہ اس نے بارہا فتوحات عظیمہ میں اور اعلیٰ سے اعلیٰ جنگی عہدے حاصل کیے اور پانچ مرتبہ مختار السلطنت (ڈک ٹیٹر) منتخب کیا گیا اور چار دفعہ جلوس ہارسے فتح کی عزت ملی، نیز رومہ کا «دوسرا بائی»، کہلایا بائی، ہمہ ایک بار بھی اتنا نہ ہوا کہ وہ قنصل مقرر ہوتا۔ سب اس کا وہ حالات خاص ہیں جو ان دنوں جمہوریہ روم میں پیدا ہو گئے تھے یعنی مجلس ملکی اور جمہور کے تنازعات، جن کی وجہ سے لوگوں نے قنصل منتخب کرنے سے انکار کر دیا تھا اور ان کے بجائے دوسری قسم کے حکام (ریا مجسٹریٹ) بذریعہ انتخاب مقرر کیے تھے، جنہیں فوجی ٹریبون کہتے ہیں۔ ان عہدے داروں کے مشترکہ اختیارات و فرائض قنصلوں ہی کے مانند تھے لیکن فرق یہ تھا کہ ان کی تعداد زیادہ تھی اور لوگوں کے نزدیک ان کی حکومت اتنی ناگوار نہ ہو سکتی تھی جتنی کہ قنصلوں کی تھی، کیونکہ معاملات سلطنت کا دو کی بہ نسبت چھ آدمیوں کے ہاتھ میں رہنا، (اولی کار کی یا) حکومت خواص کے مخالفین کے واسطے زیادہ قابل اطمینان تھا؛ کامی لس کے عروج اور کارہائے نمایاں کے وقت سلطنت کا یہ رنگ تھا اور اسی لیے اس زمانے میں حکومت نے قنصلی انتخابات کی کوشش بھی کی تو کامیلس نے اپنے تئیں بچایا اور اپنے ہم وطنوں کے عام میلان کے خلاف خود قنصل بننا پسند نہ کیا؛ لیکن اور مختلف اور متعدد عہدے جو اس نے پائے ان میں اباطر زعل رکھا کہ مختار مطلق ہونے کی صورت میں تو اس کے کاموں سے

جو اس لیے کہ اس کی کوئی عقلی توجیہ و تشریح نہ ہو سکی نہ اس کے قدتی اسباب معلوم ہوئے،
 دنیا کے ان عجیب و غریب منقول غوارق میں شامل ہے جو کسی طرح آدمی کی سمجھ میں نہیں آتے۔
 تفصیل اس واقعے کی یہ ہے کہ موسم خزاں کا آغاز تھا، گرمی ختم ہونے والی تھی اور باحوال ظاہر
 کوئی علامت بارش کی موجود نہ تھی نہ جنوبی ہواؤں سے موسم میں کوئی خلل پڑا تھا۔ بہت سے
 ندی نالے جھیلین اور چشمے جن کی اطالیہ میں اس قدر کثرت ہے یا بالکل سوکھ گئے تھے یا کسی کسی
 میں پانی باقی تھا تو بہت کم اور تمام دریا جیسا کہ گرمی میں قاعدہ ہے بہت نیچے اور تنگ دھا
 میں ہو کر بہ رہے تھے۔ اس حال میں البتہ جھیل جس میں سوائے اپنے پانی کے اور کہیں سے
 پانی نہیں آتا، اور جو چاروں طرف سے درخیز پہاڑیوں سے محصور ہے، بغیر کسی سبب کے (یہ
 اور بات ہے کہ کوئی نامعلوم غیبی سبب پیدا ہو گیا ہو) چڑھنی اور بلند ہونی شروع ہوئی اور
 پہاڑیوں کے دامن سے بڑھتے بڑھتے اس کا پانی بتدریج ان کی چوٹیوں تک آگیا اور اس تمام
 میں کوئی خاص متوجہ و ملاحظہ بھی اس میں پیدا نہیں ہوا۔ اول اول اس واقعے کا چرچا چلے گا
 اور جبر و اہوں میں ہوتا رہا لیکن جب ارد گرد کی مٹی جو پستے کی طرح پانی کو نکلنے سے روکے ہو
 تھی اس کی ضخامت اور وزن کی تاب نہ لاسکی اور ٹوٹ گئی اور ساتھ ہی جھیل میں سے ایک
 زبردست رُو نیچے کے میدانوں اور کھیتوں کو پایاب کرتی ہوئی مسند کی طرف گرنے چلی تو
 اس وقت نہ صرف اہل روم نہایت وحشت زدہ ہوئے بلکہ تمام اطالیہ والے کہنے لگے کہ یہ رُو
 کسی غیر معمولی واقعے کا پیش خیمہ ہے مگر اس کا سب سے زیادہ چرچا ان لشکریوں میں ہوا جو وہاں
 کو گھیرے پڑے تھے اور انھیں کے ذریعے یہ بات شدہ شدہ محصورین اہل شہر تک بھی پہنچ گئی،
 طویل محاصروں میں اکثر یہ اتفاق ہوتا ہے کہ فریقین کے بعض سپاہی ایک دوسرے سے وقف
 ہو جاتے ہیں اور آپس میں بات چیت کرنے لگتے ہیں، یہی صورت وہی آئی کے محاصرین و محصورین
 کی بھی ہو گئی تھی خصوصاً ایک رومی لشکر کا محصورین میں سے ایک شخص کے ساتھ، جو غیبی
 اسرار سمجھنے میں بڑی شہرت اور قدیم پیشین گوئیوں کے علم میں مہارت رکھتا تھا، بہت کچھ ربط و ضبط

بڑھ گیا تھا جب اس نے البن جمیل کا قصہ سنا تو خوشی سے پھولانہ سمایا اور اپنے رومی دوست کے سامنے اُن کے محاصرے اور امید کامیابی پر مہنسی ادا کرنے لگا۔ یہ دیکھ کر رومی نے اُس سے کہا کہ صرف یہی غیر معمولی واردات نہیں ہے جس سے ہمیں ان دنوں سابقہ پڑا، فی الحقیقت ایسے کی عجیب غریب واقعے اور بھی گزر چکے ہیں اور اگر تم کو تو وہ بھی میں تمہیں سنا دوں تاکہ ان کا مطلب معلوم ہونے کے بعد ان ملکی جھگڑوں میں اگر ممکن ہو تو کم سے کم اپنے ذاتی آرام و عافیت کا پہلے سے کچھ انتظام کر سکو۔ وی آئی والے نے اس امید میں کہ ضرور کچھ اور بچے اور نئے بعید معلوم ہونگے اس تجویز کو خوشی منظور کیا لیکن جب وہ اپنے دوست کی باتوں میں محو ہو کر بہت آہستہ شہرِ پناہ کے دروازے سے کچھ دور تک چلا آیا تو یکایک رومی نے جو اس سے زیادہ ماقور تھا اس کی کوئی بھری پھر دوسرے اہل شکر کی مدد سے جو خیمہ گاہ سے دوڑ دوڑ کے اچھونچے تھے، شخص مذکور کو پکڑ لایا اور اپنے افسردہ کے سامنے پیش کر دیا۔ وی آئی کے آدمی نے اپنے سین اس طرح گرفتار و مجبور پایا تو لاچار ہو کے وہ تمام مخفی پیغام بیان کر دیے جو اہل وی آئی کو یوتاؤں سے چھونچے تھے جن میں ایک کہن یہ بھی تھا کہ جب تک البن جمیل جو اس طرح بلند ہو کے اپنی حدود میں سے نکل جائیگی، سمندر میں گرنے سے پہلے نہ روک دی جائے اور دوسری طرف سکاپانی نہ پھیر دیا جائے اس وقت تک شہر کی تخریب ناممکن ہے۔ اس معاملے کی خبر مجلس ملی کو ملی اور جب انھوں نے اپنا اطمینان کر لیا تو باتفاق آراء چند آدمیوں کو مقرر کیا کہ وہ ڈیلفی کے نذر جانیں اور دیوتا سے اس معاملے میں استشارہ کریں، جو لوگ وہاں جانے کے لیے منتخب کیے گئے تھے وہ رومہ کے نہایت مشہور و متدین اشخاص تھے اور ان کے نام یہ ہیں: لیئیس کاس، لیریس پوٹیٹس اور فلیریس امبسٹس۔ یہ لوگ سمندر کے راستے ڈیلفی چھونچے اور وہاں دیوتا سے مشورہ کرنے کے بعد بہت سے مختلف جوابات لے کر لوٹے جن میں سے ایک خصوصیت کے ساتھ ان کی مذہبی لاپرواہی کے متعلق تھا کہ انھوں نے اپنے لاطینی ہتواریوں میں بہت سی می رسین چھوڑ دی تھیں۔ البن جمیل کے بارے میں دیوتا کا یہ فرمان تھا کہ اُس سے اپنی اصلی حدود

مین بند کر دیا جائے اور اس کا پانی سمندر میں نہ جانے پائے۔ لیکن اگر پہلی بات ممکن ہو تو کھائیوں کے ذریعے اسکی روکو وہیں نشیبی زمینوں میں منتشر کر دیا جائے۔ چنانچہ جب رومیوں کو یہ خیال ملا تو انھوں نے فوراً کھائیاں کھود کھود کے اُس کی تعمیل کر دی اور قربانیوں کے متعلق جو احکام تھے انھیں وہاں کے پجاریوں نے پورا کیا۔

اس آٹنا میں جنگ کو دس سال گزر گئے تھے اور وہ کسی طرح ختم ہونے میں نہ آتی تھی لہذا مجلس ملکی نے تمام اور افسروں کو ہٹا کر کامی کس کو مختار سلطنت (ڈک ٹیٹر) مقرر کیا جس نے اپنے سواروں کی سپہ سالاری کر تیلیس اسکینڈینویویہ *Commenelmen* کے سپرد کی اور پھر دیوتاؤں سے منت مانی کہ اگر ان کی امداد سے لڑائی حسبِ لخواہ تمام کو پہنچی تو وہ ان کے نام پر کھیلوں کی عظیم انشان نمائش قائم کرے گا اور ایک مندر اُس دیوی کے نام پر وقت بنائیگا جسے رومی ستوتا (Mars) یعنی مارتا کہتے تھے اگرچہ ان رومن سے جو اُس کے مند میں ادا کی جاتی ہیں ایسا خیال ہوتا ہے کہ وہ لیو کو تھا یعنی۔ کیونکہ آج کل وہ ایک نو عمر ماما کو مندر کے ایک مخفی حصے میں لے جاتے ہیں اور وہاں اس کے ہاتھ باندھ کر بھر باہر نکالتے ہیں نیز اپنے بچوں کے بجائے اپنے بھتیجوں کو لگے لگاتے ہیں، اسی طرح قربانی کی رسمیں بھی باکوس دیوتا کی ابتدائی پرورش یاد دلاتی ہیں جو آئیو نے کی تھی ساتھ ہی بعض ان مصائب کو بھی تانہ کیا جاتا ہے جو آئیو کے خاوند کی حرم کے سبب پیش آئی تھیں، بہر حال کامی کس یہ منتیں مان کر فلسفین قوم کے حلاقے میں فوج لے گیا اور انھیں اور انکے حلیف کپی نائون کو اسی سخت شکست دی کہ وہ پھر سر نہ اٹھا سکے۔ اسکے بعد وہ دی آئی کے محاصرے کی طرف متوجہ ہوا اور یہ دیکھ کر کہ قلعے کو ہلہ کر کے لینا دشوار اور خطرناک ہے اُس نے اندر ہی اندر سرنگیں تیار کرنی شروع کیں۔ شہر کے ارد گرد کی زمیں چونکہ نرم تھی اس لیے انھیں زیادہ دقت نہ پیش آئی اور سرنگیں اس قدر گہری بنائی گئیں کہ دشمن کو آخر تک انکا علم نہ ہو سکا۔ ساتھ ہی کامی کس نے باہر کے رخ سے دودھ چلے کرنے شروع کیے تاکہ دشمن کو فیصلوں پر مصروف رکھے۔ چنانچہ اسکا نتیجہ یہ ہوا کہ سرنگ بنانے والے

نیچے ہی نیچے خاص قلعے کے اندر جو تو کے مندر تک آ پھونچے جو شہر کا سب سے بڑا اور مقدس مسجد تھا کہتے ہیں کہ عین اس وقت جب سرنگ اس مقام تک آگئی لشکروں کا بادشاہ مندر میں فرمایا چڑھا رہا تھا اور اس کا بچاوی مذبح کی انتزیاں دیکھ کر بہ آواز بلند کہہ رہا تھا کہ دیوتاؤں کے ہاں فتح انھیں کے نام لکھی ہے جو اس مندر ان کو انجام کو پھونچائیں! یہ سنتے ہی رومیوں نے جو سرنگوں کے اندر موجود تھے فوراً فرش کو توڑ دیا اور اپنے اسلحہ کھڑکاتے ہوئے ایسے شور و غل کے تھے اور چڑھے کہ دشمن خوف زدہ ہو کے بھاگ گئے اور رومی سپاہی وہ انتزیاں چھین کر کامیلس کے پاس لے آئے لیکن یہ روایت افسانے کی شان لیے ہوئے ہے یہ بہر کیف جب شہر کو ہلے کر کے انھوں نے تباہ کر لیا تو وہ لوٹ پر گرے اور ایک ایک سپاہی نے بے شمار مال و جوہر پر قبضہ کیا۔ اس لوٹ مار کو دیکھ کر کامیلس جو ایک بلند برج پر کھڑا تھا اول اول ازراہ رحم ردویا۔ پھر جب پاس والوں نے اس کو فتح کی مبارکباد دی تو اس نے اپنے ہاتھ آسمان کی طرف اٹھائے اور کمال خلوص کے ساتھ یہ دعا مانگی کہ دے سب سے طاقتور برہمپست اور اے نیک و بد کاٹوں کے پرکھا دیوتاؤ، تم جانتے ہو کہ اپنے شہر پر اور بے انصاف ہمایوں کے شہر سے جو انتقام ہم نے لیا وہ بے وجہ نہیں ہے اور نہ بے انصافی پر مبنی ہے بلکہ اشد مجبوری کا فعل ہے۔ بایں ہمہ اگر گردن روزگار کا اقتضا یہ ہے کہ اس عظیم الشان خوشی کے بدلے ہمیں کوئی مصیبت بھی بعد میں اٹھانی پڑے تو میں بجز التجا کرتا ہوں کہ وہ اس شہر پر باروی فوجوں پر نازل نہ ہو بلکہ جس قدر ممکن ہو خیف سے خیف جتنا صورت میں خود میری ذات پر پڑے! ان الفاظ کے کہنے کے بعد وہ دہنی طرف مڑنے ہی کو تھا (جیسا کہ رومیوں کا دستور ہے کہ وہ دعایا عبادت کے بعد دہنی طرف کو مڑتے ہیں) کہ دفعہ ٹھوکر کھائی اور گر پڑا جس سے تمام حاضرین حیران و سرسیم ہو گئے۔ لیکن اس صدمے کے تھوڑی ہی دیر بعد وہ ہوش میں آگیا اور حاضرین سے کہنے لگا کہ میری دعا دیوتاؤں نے قبول کر لی اور اس سرسٹ عظیم کے معاوضے میں یہ مولیٰ صدمہ مجھے پھونچا دیا گیا! شہر کی تاجی کے بعد اس نے اپنی منت پوری کرنے کے لیے جو نو دیوی کی مورتی رومہ لچانی

چاہی اور جب مزدور اور کارگر اس کام کے لیے تیار ہو گئے تو دیوی کے نام بھینٹ چڑھائی اور یہ عاجزی التجا کی کہ وہ ان کی عبودیت سے خوشنود ہو اور رضامندی کے ساتھ شہر و مہ کے سر پرست دیوتاؤں میں شریک ہو جائے، اس موقع پر مشہور ہے کہ بت نے نبی آواز میں روتے جانے کی رضامندی ظاہر کی۔ لیکن تو ہی لکھتا ہے کہ دعا مانگتے ہیں جب کامی کس نے مولیٰ پر ہاتھ رکھ کر یہ التجا کی تو اس وقت جو لوگ آس پاس کھڑے تھے وہ چلائے کہ ماما رضامند ہے اور بخوشی روتے ہیں آجائیکے جو لوگ اس مجوزے کو مانتے اور منوانا چاہتے ہیں ان کی بڑی محبت ہے کہ اگر دیوتاؤں کی ایسی غیر معمولی امداد میں شامل حال نہ ہوتیں تو روتہ انگبرے اپنے حقیر و ضعیف آفاذ کے بعد اس قدر مرہ کال اور مالک غفلت و افتد ار نہ ہو سکتا تھا، پس یہ بالکل قدرتی اور ضروری تھی ایسی ربانی عنایت کا اظہار بھی ربانی اور خرق عادت و اوقات سے ہوتا ہے، قسم کے اور عجائبات بھی قدیم مؤرخوں نے نقل کیے ہیں مثلاً بتوں کا پیسے پیسے ہو جانا یا کر اسنا یا رخ بدل کر آنکھیں بند کر لینا، اور خود ہمارے دل نے میں بہت سی عجیب و غریب باتیں لوگ بیان کرتے ہیں جنہیں جھٹلا دینا آسان نہیں ہے لیکن جس طرح انہیں جھٹلا دینا دشوار ہے اسی طرح ان پر یقین لے آنا بھی محذوش ہے کیونکہ بشریت اور انسانی کمزوری، جو کبھی تو مافوق الفطرت امور سے آدمی کو منکر و بیزار کر دیتی ہے اور کبھی بڑھتے بڑھتے اسے وہم پرستی اور ضعیف الاعتقادی تک لے جاتی ہے، اس بات کی قابلیت نہیں رکھتی کہ ہمیشہ حدود اعتدال کو بچاؤ میں رکھے حالانکہ

انہما پسندی سے بچاؤ اور ان حدود سے آگے نہ جانا ہی بہترین طریق عمل ہے۔ مگر اس فتح کے بعد جو مذہبی کس نے اختیار کی وہ کسی طرح ایک قانونی عہدہ دار یا ملکی حاکم کو دینا نہ تھی جس کی وجہ یا تو یہ تھی کہ ایک ایسے شہر کو جو رومہ کا نہ مقابل سمجھا جاتا تھا اور دس سال تک قلعہ بندی کی حالت میں اس سے لڑا جاتا تھا، تاخیر کرنے سے اسے اپنی شجاعت و قابلیت کا غرور ہو گیا تھا اور یا یہ کہ اس کے ہمنشینوں نے بڑھاوے دے دیے اسے جھٹلایا تھا بہر حال اس تکبر اور خود پسندی کا اس وقت اظہار ہوا جب چار سفید گھوڑوں کی رتھ میں بیٹھ کر اس نے

اپنا جلوس فتح نکالا جو نہ اس سے پہلے کسی رومی سپہ سالار نے جایز رکھا تھا اور نہ اس کے بعد کبھی کھینے میں آیا۔ کیونکہ اس قسم کی سواری کو اہل روم نہ پہچانے جانتے ہیں اور وہ دیوتاؤں کے بادشاہ یا باپ کے لیے مخصوص مانی گئی ہے۔ اسی بنا پر کامیابی کے اہل وطن جنھوں نے کبھی ایسا تجمل و احتشام نہ دیکھا تھا دل ہی دل میں اس سے ناراض ہو گئے۔

عوام الناس میں اسکی غیر ہر دل عزیز کی دوسری وجہ یہ ہوئی کہ جب لوگوں کے نہیں (ٹریبونوں) نے شہر کی آبادی کو تقسیم کر دینے کی تجویز پیش کی تو کامیابی نے انکی مخالفت کی مجوزین کا منشا یہ تھا کہ مجلس ملکی اور اہل شہر کے دو حصے کر دیے جائیں جنہیں سے بروے قہر اندازی ایک حصہ تو روم میں رہے اور دوسرا تو شہر میں بسا دیا جائے۔ اس میں علاوہ لوگوں کی گنجائش سکونت نکل آنے کے ایک بڑا فائدہ یہ تھا کہ اس طرح منقسم ہو کر وہ اپنے دونوں بڑے اور شاندار شہروں کی زیادہ عمدہ طور پر حفاظت کر سکتے تھے نیز سیر و بیرون علاقے اور دیگر سیاسی فوائد کی بھی بہتر نگہداری متوقع تھی۔ جمہور اہل روم جو کثرت آبادی اور کچھ ترقی دہی کی بدولت ان دنوں پریشان تھے اس تجویز سے بہت خوش ہوئے اور انھوں نے یوان عام میں جمع ہو ہو کر مجلس سے مطالبہ کرنا شروع کیا کہ جس قدر جلد ممکن ہو اس تجویز پر رائے لی جائیں اور اسے پاس کیا جائے۔ لیکن اہل مجلس اور بڑے بڑے عاملین شہر ٹریبونوں کی اس کارروائی کے بالکل خلاف تھے اور انکے نزدیک آبادی کی تفتیش و تقسیم روم کے لیے سخت مضرت رسا اور برباد کن تھی۔ پس جب انھوں نے عوام کی شورش اس کے متعلق دیکھی تو وہ کامیابی کے پاس گئے اور اس سے مدد چاہی۔ کامیابی کو اندیشہ پیدا ہوا کہ اگر لوگوں کے مطالبات کو صریحاً رد کر دیا گیا تو ممکن ہے معاملہ بڑھے اور جھگڑا ہو جائے لہذا اس نے یہ چال چلی کہ اوراد مسائل میں لوگوں کو الجھا لیا اور تجویز مذکور کو التوا میں ڈالتا رہا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ جمہور کے دلوں سے اسکی محبت گھٹ گئی اور وہ غیر ہر دل عزیز ہو گیا۔ لیکن یہ احوال ظاہر ان سب باتوں سے بڑھ کر جو وجہ شکایت اس کے خلاف پیدا ہوئی وہ مال غنیمت کے دسویں حصے (عشر) کے متعلق تھی اس کی

تفصیل یہ ہے کہ وی آئی کے محاصرے پر جاتے وقت معلوم ہوتا ہے اس نے اپنا ہوتا ہے یہ منت بھی مانی تھی کہ اگر شہر فتح ہو گیا تو اس کی لوٹ کا دسواں حصہ وہ دیوتا کی نذر چڑھا کر گا۔ اب شہر تسخیر ہوا تو یا سپاہیوں کو تکلیف دینا اور اس وقت منت کے مطابق دسواں حصہ ان سے طلب کرنا اسے نامناسب معلوم ہوا اور یا فی الحقیقت کثرت کار و بار میں یہ منت ہی اسے یاد نہ آئی، بہر حال اس وقت یہ بات یونہی رہی اور اس نے سپاہیوں کو اس حصہ غنیمت سے بھی متمتع ہونے دیا۔ مگر جس وقت وہ اپنے عہدے سے دست کش ہوا تو اس نے مجلس ملکی کے سامنے یہ معاملہ پیش کیا، ساتھ ہی پجاریوں نے اس موقع پر اطلاع دی کہ انھیں قربانیاں کرنے میں دیوتاؤں کی ناخوشی کی علامتیں نظر آئی ہیں جنکا نذر دینا زکے ذریعے دفعیہ کرنا ضروری ہے پس مجلس نے حکم دیا کہ کامی لس کی منت پوری کرنے کا انتظام کیا جائے۔

اس حکم کے نفاذ میں بڑی وقت یہ پیش آئی کہ اتنے دن کے بعد لوگوں کا بھنسہ دھیرین تقسیم کے لیے حکام کے پاس لانا جو انھوں نے لوٹ میں پائی تھیں، محال تھا۔ لہذا مجلس نے فرمان جاری کیا کہ ہر شخص حلف کے رٹو سے اپنی غنیمت کا دسواں حصہ بیت المال میں داخل کر دے، بغریب اور مفلس سپاہیوں پر یہ بار نہایت شاق گذرا اور اس رقم کا جو انھوں نے ہزار ہا مصیبتیں اٹھا کے حاصل کی تھی، اتنا معقول حصہ ہاتھ سے نکل جانا بے حد ناگوار تھا خصوصاً اتنے عرصے بعد جبکہ وہ اس میں سے بہت کچھ اپنے صرف میں لاکھتے تھے، جب انکے اعتراض اور شکایات کی چاروں طرف سے بوجھار ہوئی تو کوئی اور بہانہ نہ ملنے کی صورت میں کامی لس نے یہ عذر لنگ کیا کہ وہ اپنی منت کو بھول گیا تھا۔ جسکے جواب میں سپاہیوں نے فریاد کی کہ پہلے بھول گئے تھے تو اب اسکا پورا کرنا کسی طرح پسندیدہ نہیں کیونکہ اسکے معنی یہ ہیں کہ دشمنوں کے بجائے اپنے ہم وطن شہریوں کی مقبوضہ املاک سے وہ رقم وصول کی جائے۔

بائیں ہم ہر شخص نے اپنے اپنے حصے کا روپیہ لایا اور اب مجلس نے تجویز کی کہ اس رقم سے اپالو کے نام پر پٹوس سونے کا ایک ٹھکاتیا کر کے ذلیفی کے مندر میں چڑھایا جائے۔ لیکن اس کا

کے لیے جو مقدار سونے کی درکار تھی وہ شہر میں میسر نہ آئی اور جب رومی عمال اس کے متعلق سوچ رہے تھے کہ باقی سونا کس طرح فراہم کیا جائے، وہاں کی خواتین نے جمع ہو کر باہم مشورہ کیا اور اپنے پہننے کے زیورات میں سے جتنی ضرورت تھی اتنا سونا پورا کر دیا، اور اس طرح وہ چڑھاؤ کا مکمل کاجس کا وزن آٹھ ٹیلنٹ تھا تیار ہو گیا، اس انبار کے صلے میں مجلس ملکی نے بہ اتفاق فیصلہ کیا کہ آئندہ سے رومی خواتین کے جاذون پر بھی یادگاری تقریریں کی جائیں رومیہ رسم صرف مردوں کے لیے مخصوص تھی اور اب تک کوئی عورت مرنے کے بعد اس عادت کی تسبیح نہ سمجھی جاتی تھی، اس کے بعد شہر کے تین معزز ترین شرفا کا ایک منتخب وفد اس نذرانے کو لیکر ڈلیفی روانہ ہوا۔ سفر کے لیے انھیں ایک جنگی کشتی بڑے تحلف سے آراستہ کر کے دی گئی تھی اور اس پر نہایت ہوشیار ملاح متعین کیے گئے تھے۔ لیکن وہ جو لوگ کہتے ہیں کہ سمندر کا تلاطم و سکون دونوں خطرے سے خالی نہیں تو واقعی اس وفد کا تجربہ اس کا گواہ ہے، سمندر کے سکون ہی نے ان لوگوں کو مصیبت میں پھنسا دیا اور وہ بالکل خلاف توقع، تباہی سے بال بال بچے۔ شرح اس حال کی یہ کہ جب ان کی کشتی جزائر الیوس کے پاس پہنچی تو بحری ہوائیں بالکل مدھم پڑ گئیں اور اسی حال میں سیاریہ والوں کے کچھ جہازوں نے انھیں بحری قزاق سمجھ کر اگھیرا۔ اور جب ان لوگوں نے ہاتھ بلند کر کے امان مانگی تو ہر چند وہ تشدد سے باز رہے تاہم ان کی کشتی کو اٹکا کے اپنے ساتھ بندرگاہ میں لے گئے اور وہاں نہ صرف ان کے مال و اسباب کو بلکہ خود انھیں بازار میں فروخت کرنا چاہا کیونکہ اب تک ان کے نزدیک یہ قیدی بحری قزاق تھے اور انھیں اس طرح بیچ دینا جائز تھا اس جافز سا عذاب سے انھیں بے شکل رہائی ملی اور وہ صرف ایک شخص کی مہربانی اور کوشش سے جس کا نام ٹاماسی تیس تھا اور جو وہاں سپہ سالاری کا عہدہ رکھتا تھا۔ ٹاماسی تیس نے کوئی دقیقہ اپنے ہوطنوں کو سمجھانے اور بہانے کا باقی نہ رکھا اور بڑے شور و فل کے بعد رومیوں کو نجات دلوائی پھر ان کی کشتی کے ساتھ اپنے جہاز بھیجے کہ ڈلیفی تک ان کی معیت و حفاظت کریں اور

لے (Hellenes) ایک ٹیلنٹ وزن میں ہارے سائیس سیر کے برابر ہوتا ہے۔ مترجم۔

چڑھا دے کی رسم میں بھی امداد دیں۔ انھیں عنایتوں کی وجہ سے رومن اسکا بڑا اعزاز اور
تقریفیں ہوئیں جن کا یقیناً وہ حقدار تھا۔

اسی زمانے میں لوگوں کے نابین (ٹریبونوں) نے پھر شہر کی تقسیم آبادی کا مسئلہ چھیڑا تھا
کہ حسن اتفاق سے فلکن قوم کے ساتھ دوبارہ جنگ شروع ہو گئی اور عالمین شہر کو موقع مل گیا
کہ اس موقع کے لیے جن نئے عامل کو چاہیں منتخب کریں اور کافی کس کو پانچ ساتھیوں کے ساتھ
جنگی ٹریبون بنائیں۔ کیونکہ حالات اسی بات کے مقتضی تھے کہ کسی زوردار اور شوربہ سالار کے
ہاتھوں میں تمام اختیارات دی جائے، چنانچہ اس انتخاب کو لوگوں نے منظور کیا اور کامی کس
اپنی فوجیں لے کے فلکنوں کے علاقے میں گھس گیا اور جاتے ہی شہر فلیری کو گھیر لیا۔ یہ شہر
نہایت مستحکم تھا اور اس میں اجناس خوراک بھی بے فراط موجود تھیں اور کامی کس خوب جانتا تھا کہ
اسکی تسخیر چند روز کا کام نہیں ہے پھر بھی محاصرہ کرنے سے اسکا مقصد یہ تھا کہ رومی لوگ گھروں
میں وقت ضائع کرنے اور آپس میں جھگڑنے کے بجائے بہتر ہے کہ باہر کچھ نہ کچھ مشقت میں لگے رہیں اور
ٹریبونوں کی پیروی میں فرقہ بندی اور شورش انگیزی نہ کر سکیں۔ یہی وہ علاج ہے جو عام طور پر
رومی مدبر اپنے ہاں کے شورش پسندوں کا تجویز کرتے تھے اور عہدہ پلیبوں کے مانند اسی طریقے
سے اپنی قوم کے امراض مفاسد کی اصلاح کر دیتے تھے۔ ادھر محصورین کو محاصرے کا استدرک خیال
اور شہر کی مضبوطی پر جو ہر طرف سے نہایت مستحکم کر لیا گیا تھا، اتنا بھروسہ تھا کہ سوائے فضیل کے
پھرہ داروں کے سب لوگ اطمینان کے ساتھ اپنے کاروبار میں مصروف اور حالت امن ہی کے لباس
میں بازاروں میں گھومتے ہوئے نظر آتے تھے۔ انکے بچے بھی حسب معمول مدرسے جاتے اور مدرسے
کا استاد اپنے شاگردوں کو کھیل کود کے واسطے شہر پناہ کے باہر تک لیجاتا۔ وضع رہے کہ تعلیم کے
محلے میں اہل فلیری یونانیوں کے متعلق تھے اور سب طالب علموں کے لیے ایک ہی مدرس کا ہونا
قابل توجہ سمجھتے تھے۔ اس میں انکے نزدیک یہ فائدہ تھا کہ بچوں کو ابتدا سے اپنے تمام ہم مکتبوں کے
ساتھ رہنے بسنے کی عادت پڑ جاتی تھی اور وہ باہمی شرکت میں تعلیم و تربیت پاتے تھے۔

اب اسی مدرس نے اپنے شاگردوں کے ذریعے شہر کو بہ کمال غذاری نفع کرا دینے کا ارادہ کیا۔ اور روز شہر پناہ سے باہر زیادہ دوزنک لڑکوں کو لے جاتا اور شام کے وقت گھروٹ آتا۔ بیان تک کہ رفتہ رفتہ وہ محاصرین کے قریب تک انھیں لگاتا جہاں چند روز کھیلنے کے بعد ان کے دلوں سے بالکل خوف جاتا رہا اور وہ زیادہ میاں ہو گئے اور آخر کار ایک روز اپنے استاد کے ساتھ ساتھ رومی چوکیوں تک آگئے جہاں اُس نے ان سب کو دشمن کے ہاتھوں میں گرفتار کرا دیا اور کامیلس کے سامنے بھونچائے جانے کی درخواست کی۔ چنانچہ جب یہ سب اُس کے سامنے لائے گئے تو اُس نے وسط میں کھڑے ہو کے بیان کیا کہ میں ان طلب علموں کا تالیق اور معلم ہوں اور اپنے تمام فرائض منصبی کو قربان کر کے صرف کامیلس کی خوشنودی کا خواہاں ہوا اور اسی لیے اپنے سب شاگردوں کو اسکے حوالے کرنے بیان لے آیا جو ایک طرح تمام شہر حوالے کرنے کا ہم معنی ہے۔ جب کامیلس نے یہ گفتگو سنی تو وہ اس غدارانہ فعل پر ستائے میں آگیا اور حاضرین کی طرف مڑ کے کہنے لگا کہ ہر چند جنگ میں لازمی طور پر خونریزی اور اکثر ظلم و زیادتی ہوتی ہے، تاہم اس حال میں بھی شریف لوگ خاص خاص قوانین کی پابندی کرتے ہیں۔ اور فی الواقع فتح آنا بڑا مقصد نہیں ہے کہ محض اُس کے حصول کی خاطر ہم کینہ اور ناپاک کام کرنے پر آمادہ ہو جائیں۔ ایک بڑے سپہ سالار کو ہمیشہ اپنی قوت بادو اور اوصاف پر بھروسہ ہونا چاہیے نہ کہ دوسروں کی کمزوری اور فرومانگی پر۔ یہ فرمانے کے بعد اُس نے اپنے افسروں کو حکم دیا کہ اُس مدرس کے کپڑے پھاڑ کے مشکین باندھ لیں اور لڑکوں کے ہاتھوں میں چابک اور ڈنڈے دیدیں کہ وہ اُس وطن فروش کینے کو مارتے ہوئے واپس شہر تک لیجا لیں؛ اس اثنا میں اہل فلیری کو اپنے ہاں کے مدرس کی غذاری کا حال معلوم ہو گیا تھا اور اس اندوہناک مصیبت پر سارے شہر میں رونا پڑ گیا تھا۔ بڑے بڑے عورت دار مرد و عورت سراپگی کے عالم میں دوڑ دوڑ کر فیصلوں اور شہر کے دروازوں تک آ رہے تھے اور عجیبے عجیبے دھڑکے ان کے دلوں پر چھایا ہوا تھا کہ کیا ایک انھیں سامنے سے لڑکے آتے نظر آئے جو اپنے برہنہ اور بندھے ہوئے استاد کو چابک مارتے لارہے تھے اور کامیلس کو اپنے محافظ اور دیوتا اور باپ کے بڑا احترام

خطابات سے پکارتے جاتے تھے۔ اس حیرت انگیز واقعے نے اہل فلیوری پر بڑا اثر کیا اور صرف اُن بچوں کے والدین کے بلکہ تمام شہریوں کے دل کامی لس کی عدل گستری نے موہ لیے اور انین اسکی طرف سے ایسا دلوں کو پاس و محبت پیدا ہوا کہ اسی وقت جلسہ کر کے انھوں نے کامی لس کے پاس سفیر روانہ کیے اور جن شرائط پر وہ چاہے صلح کی آمادگی ظاہر کی، تب کامی لس نے ان سفیروں کو رد و مہ بھیج دیا جہاں مجلس ملکی کے سامنے انھوں نے ایک تقریر کی جس کا مفہوم یہ تھا کہ رومیوں نے انصاف کو فتح پر مقدم رکھ کر ہمیں یہ سبق دیا کہ اپنی آزادی کے بجائے اُن کی اطاعت کو ترجیح دین۔ اور ہم قوت میں اپنی کمتری کے اتنے معترف نہیں ہیں جتنے کہ اُن کی اخلاقی برتری اور فوقیت کے قابل ہو گئے ہیں؛ رومی مجلس نے یہ باتیں شکر و دوبارہ اس معاملے کا تمام و کمال فیصلہ کامی لس پر چھوڑ دیا اور اب اُس نے اہل فلیوری سے روپے کی ایک رقم لیکر تمام فلسکین قوم سے صلح کر لی اور وطن کو کوٹ کیا۔

لیکن سپاہی جھین شہر لوٹنے کی امیدیں لگی ہوئی تھیں اسکے اس طرح خالی ہاتھ چلے آنے پر بہت ناراض تھے اور اپنے ہم وطنوں میں بیٹھ بیٹھ کے اسکی برائیاں کرتے تھے کہ وہ جمہور کا دشمن ہے اور غریبوں کا بھلا ہونا نہیں چاہتا بلکہ انکے نفع سے حسد کرتا ہے؛ اسکے بعد ہی لوگوں کے نامہیں نے دوبارہ آبادی کی تقسیم کا مسئلہ پیش کر دیا اور اس مرتبہ ہر ولعزیزی کی بردار کیے بغیر کامی لس نے علانیہ اس کی مخالفت کی، تجویز کے حامیوں پر بڑی بیابکی سے حملے کیے اور لوگوں کو اس خوبی کے ساتھ قابو میں کیا اور فحاشی کی کہ انھوں نے اپنے رجحان کے خلاف تجویز مذکور مسترد کر دی، مگر کامی لس کی طرف سے پھر بھی انکے دل میں نفرت بیٹھ گئی۔ اور اگرچہ انھیں دنوں سپر ایک خانگی غم کا بوجھ اُڑا تھا (یعنی اسکے دو بیٹوں میں سے ایک بیمار ہو کر مر گیا تھا) بائیں ہاتھ کوئی جذبہ رحم و ہمدردی اُس بعض کو نہ گھٹا سکا جو عوام الناس کو اُس سے پیدا ہو گیا تھا۔ انھوں نے اُسی زمانے میں اُسپر (تغلب) کا الزام لگایا اور باضابطہ مقدمہ دایر کیا۔ کامی لس جو فطرۃً رقیق القلب اور نرم مزاج تھا اور جسے پہلے ہی بیٹے کی موت کا غیر معمولی صدمہ تھا، مقدمہ قائم

ہونے کے وقت اپنے گھر سے نکلا اور گھر کی عورتوں کے ساتھ سوگ میں بیٹھا رہا۔

اس پر الزام لگانے والا لوہیس پولیس تھا اور الزام شہر وی آئی کے مال غنیمت میں غلبہ کرنے کے متعلق تھا جس میں سے بعض برہمنی کو اڑ لوگ کہتے تھے کہ اب تک اس کے قبضے میں موجود ہیں۔ بہر حال یوں بھی اہل شہر اس سے اتنے جھلائے ہوئے تھے کہ کوئی موقع ہاتھ آتے ہی ان کا اسے بے سزا دیے نہ چھوڑنا ایک یقینی بات معلوم ہوتی تھی۔ پس کامی اس نے اپنے تمام احباب اور فوجی ساتھیوں کو جنگی تعداد معقول تھی جمع کیا اور ان سے التجا کی کہ کسی طرح ان شرمناک اتھامات سے جو اسپر ناحق و ناروا لگائے گئے ہیں، اور دشمنوں کی وطن و ذلیل سے اُسے بچائیں۔ یہ سن کر اُس کے دوستوں نے آپس میں مشورہ کیا اور یہ جواب دیا کہ مقدمے کا فیصلہ تو کسی کے اختیار کی بات نہیں اور اس معاملے میں وہ سب بالکل بے بس ہیں، البتہ جو کچھ جرمانہ آج کیا جائے اُسے وہ مشترکہ طور پر ادا کرنے کے واسطے تیار ہیں، مگر جرمانہ کامی اس کی نگاہ میں بالکل ناقابل برداشت ہے اُردوئی تھی اور اس لیے اُس نے طیش و غضب کے عالم میں شہر سے نکل جائے اور ترک وطن کرنے کا فیصلہ کیا اور پھر اپنی بیوی اور بچے سے رخصت ہو کے خاموشی کے ساتھ شہر کے دروازے تک آیا اور وہاں پھیر کر اور قلعے کی طرف مڑ کر اُس نے اپنے دونوں ہاتھ اٹھائے اور یہ دعا مانگی کہ اگر وہ نے الواقعہ بالکسی تصور کے محض اپنے ہم وطنوں کی عداوت و زیادتی کے باعث وطن چھوڑنے پر مجبور ہوا ہے تو خدا کرے کہ اہل رومہ کو اپنی اس نا انصافی پر جلد پشیمان ہونا پڑے اور تمام دنیا کو معلوم ہو جائے کہ وہ کامی اس کی اعانت کے کتنے محتاج اور اس کی واپسی کے کس قدر خواہاں ہیں؛

اس طرح، اکی اس کے مثل، اپنے ہم وطنوں کو سُر اپ دے کے وہ گھر سے نکل کھڑا ہوا اور عدالت میں حاضر ہونے اور صفائی نہ کرنے کی وجہ سے مقدمہ کا ایک طرف فیصلہ کر دیا گیا اور اُس پر پندرہ ہزار ایس (پیسے) یعنی پندرہ سو نو قری (در کیا جرمانہ ہوا۔ معلوم رہے کہ ایس ان دنوں میں تانبے کا سکہ تھا اور ایسے ایسے دس سکون کا ایک دینار ایس (یادینار)

ہوتا تھا جسکے معنی دس (سیون) والے کے ہیں؛ کامی لس کو یہ سزا ملنے کو قبول گئی لیکن اس نا انصافی کا اسکے ہوطنوں کو فوری مواخذہ بھی دینا پڑا اور کوئی رومی ایسا نہیں جو یہ عقیدہ نہ رکھتا ہو کہ اسی کی بد دعاؤں نے رومہ پر وہ عذاب نازل کیا جو ہم سمجھتے ہیں کہ اگرچہ خود کامی لس کو بھی خوشگوار کے بجائے تکلیف دہ اور اندوہناک محسوس ہوا ہو گا تاہم جیسی کہ اس نے دعا کی تھی اسکے مطابق ایسا ہی سخت تھا کہ ساری دنیا میں اسکا غلغلہ پڑ گیا اور شہر رومہ پر ایسا دو ربل آیا کہ جس میں اسے بے پنے نقصانات، خطرات اور ذلتوں سے دوچار ہونا پڑا اب اسکا علم خدا کو ہے کہ آیا یہ سزائیں محض اتفاقی اور تقدیری تھیں یا یہ کسی دیوتا کا کام تھا کہ جسے ایک ضرر رسیدہ بیگناہ کا بے انتقام رہنما گوارا ہوا ہو۔

غالباً آنے والی خرابیوں کی سب سے پہلی علامت جو لس محاسب کی موت تھی۔ واضح ہو کہ اس عہدے کو اہل رومہ ہمیشہ سے مقدس سمجھتے تھے اور اسکے ساتھ ایک مذہبی عقیدت رکھتے تھے۔ پس اس عہدے دار کا مرنا انکے نزدیک نہایت بدشگونی کی بات تھی۔ دوسری علامت بڑا جو کامی لس کی جلا وطنی سے کچھ ہی دن قبل واقع ہوئی وہ آواز غیب تھی جسے مرفس سڈقیس نے سنا اور اپنے حکام سے بیان کیا۔ یہ شخص کسی بڑے مرتبے کا آدمی نہ تھا نہ مجلس ملکی کا رکن تھا تاہم اپنے ہمعصر دن میں ایک شریف اور عورت دار آدمی سمجھا جاتا ہے۔ اسکا بیان تھا کہ رات کے وقت اس بازار میں سے جاتے ہوئے، جسے نئی سڑک کہتے تھے، کسی نے اسکو زور سے آواز دی اور جب وہ اُدھر مڑا تو کوئی پکارنے والا نظر نہ آیا لیکن وہ آواز انسانی آواز سے بڑی تھی اور یہ لفظ کہتے سنائی دیے کہ ”جاؤ مرفس سڈقیس، اپنے جنگی ٹریبونوں سے کمد و کہ عنقریب اہل غالیہ ان پر یورش کریں گے“

مگر جب سڈقیس نے یہ واردات اپنے حکام سے بیان کی تو انھوں نے اس کا متفقہ اڑا دیا اسکے ٹھوڑے ہی دن بعد کامی لس کے وطن سے نکل جانے کا واقعہ پیش آیا۔
غالیہ اہل غالیہ (مغربی یورپ کی) قلعہ (Celtic) نسل سے ہیں اور جب

کثرت آبادی کے باعث اپنے ملک کی زمینیں کافی نہ ہوئیں تو وہ مجبور ہوئے کہ اپنا وطن چھوڑیں اور رہنے کے لیے دوسرے مقامات کی تلاش کریں۔ پس وہ ایک بڑی تعداد میں نکل کھڑے ہوئے جس میں ہزار ہا قابل جنگ نوجوان مرد شامل تھے اور بچوں اور عورتوں کی تعداد ان سے بھی زیادہ تھی۔ سب سے اول وہ کوہ رفاہی سے گذرتے ہوئے بحر شمال تک آئے اور یورپ کے انتہائی حصوں پر قابض ہو گئے۔ ان کی ایک اور جماعت کوہ ای ری نیر اور الفس کے درمیان روک گئی اور عرصے تک شمالی اطالیہ کے مہماتے میں رہتی رہتی رہی۔ لیکن بعد میں اس شراب انگوری کا جو پہلی مرتبہ اطالیہ سے لائی گئی تھی، ملاحظہ کرو وہ اس کے ایسے والد و شہادہ ہوئے اور اس نے سرور نے انھیں اس درجے بخود کیا کہ فوراً اہل و عیال سمیت اپنے اپنے ہتھیار سمجھا لیا وہ کوہ الفس کی جانب دوڑ پڑے تاکہ اس سرزمین کا پتہ نکالیں جہاں ایسے میوے پیدا ہوتے ہیں اور جس کے مقابلے میں، وہ کہنے لگے کہ، ساری دنیا کے ملک چھ اور بحرین، سب سے اول جس شخص نے انھیں یہ انگوری شراب پلائی اور اطالیہ پر حملہ کرنے کی ترغیب دی، مشہور ہے کہ وہ شگنی کا باشندہ آرون ایک شریف نسب آدمی تھا جو اگرچہ باطن برا نہ تھا لیکن ایک امونناک مصیبت میں جسکی تفصیل آگے آتی ہے بھنس گیا تھا۔ آرون اپنے وطن میں ایک دولت مند تریتم لکھو نام کا نگران تھا جو ثروت کے علاوہ حسن میں بھی اپنی نظیر نہ رکھتا تھا۔ یہ لڑکا بچپن سے آرون کے گھر میں پلا اور جوان ہونے کے بعد بھی اپنے سرپرست کی صحبت سے مستفید ہونے کے بہانے اسی کے پاس ہلکیا مگر دراصل اس کی آرون کی بیوی سے آشنائی ہو گئی تھی اور لکھو نے خود خراب ہو کر اس عورت کو بھی خراب کر دیا تھا۔ اس کے بعد جب ان دونوں کے جذبات نفس پرستی اس قدر زور پائے کہ ان سے بچنا یا انھیں چھپانا غیر ممکن ہو گیا تو نوجوان لکھو نے عورت کو پکڑ لیا اور علانیہ گھر سے نکال لے جانے کی کوشش کی۔ اس زیادتی پر شوہر نے قانون کی دشگیری چاہی لیکن جب اپنے حریف کے اقتدار اور روپے کے آگے اپنے تئیں بالکل مغلوب و مجبور پایا تو ناچار اپنے وطن کو خیرا کہی اور خالوں کی کیفیت سن کر ان میں چلا گیا اور اطالوی ہم میں اسی نے ان کی رہنمائی کی۔

اپنی پہلی یورش میں غالون نے آتے ہی اس تمام علاقے پر قبضہ کر لیا جس میں قدیم
 لشکر لوگ آباد تھے اور جو سمندر سے سمندر تک پھیلا ہوا تھا۔ خود سمندرون کے نام انکی قدیم کابو
 کی گواہی دیتے ہیں۔ چنانچہ بحیرہ اڈریائک کا نام لشکرون کے شہر اڈریا پر رکھا گیا تھا اور
 جنوبی پانی، بحیرہ لشکر کہلاتا تھا۔ یہ تمام علاقہ سیوہ دار و رختون کی افراط سے زرخیز اور دیاؤن
 سے خوب سیراب ہے اور اس میں نہایت عمدہ چراگاہیں ہیں۔ غالون کی آمد کے وقت آہیں
 اٹھا رہے نہایت خوبصورت اور بڑے شہر آباد تھے جن میں صنعت و حرفت اور دولت کے تمام وسائل
 مہیا تھے اور اسباب آسائش و تمیض کی کچھ کمی نہ تھی۔ غالون نے آتے ہی لشکرون کو دہان سے
 نکال دیا اور خود انکی جگہ لے لی تھی۔ لیکن یاد رہے کہ یہ واقعات (کامیلس کے عہد سے)
 بہت پہلے کے ہیں۔

جس زمانے کا ذکر ہم کر رہے ہیں اس وقت غالون نے کلوسیم کا محاصرہ شروع کیا تھا جو
 ایک لشکر آبادی ہے۔ اس حال میں اہل کلوسیم نے رومیوں کی دستگیری چاہی اور درخواست
 کی کہ اپنے سفیروں کے ذریعے وہ انکے بیچ میں بیڑیں۔ چنانچہ یہاں سے خاندان فیبی کے تین
 آدمی بھیجے گئے جو مرتبہ اور عزت میں روم کے نہایت ممتاز افراد تھے۔ غالون نے بھی انہیں
 رومہ الکبر کے کاسفر جانکر بڑی تکریم و مدارات کی اور اس لیے کو چھوڑ کر اچوہ شہر پہنچا۔ اس وقت
 کر رہے تھے، گفتگو کرنے اُن کے پاس چلے آئے۔ تب رومی سفیرون میں سے ایک نے سوال کیا
 کہ کلوسیم کے لوگوں نے تمہیں کیا نقصان پہونچایا ہے جسکے بدلے تم اس طرح اُن پر حملہ کر رہے ہو؟
 اس کے جواب میں غالون کا بادشاہ برتوس ہنسنا اور کہنے لگا کہ کلوسیم کے لوگوں نے
 ہمیں یہ نقصان پہونچایا ہے کہ حالانکہ وہ زمین کا صرف تھوڑا سا حصہ کاشت کرنے کی قوت رکھتے
 ہیں مگر خواہش ان کی یہ ہے کہ ایک بڑے علاقے پر قابض و متصرف رہیں اور زمین جو غریبوں
 کثیر اعیال اور مفلس لوگ ہیں خدا سا بھی مکدناہ لینے دیں! اور اسے رومہ کے لوگو، یہ اسی قسم کا
 نقصان ہے جو تمہیں اول اول الباقیہ اور اردویہ کے باشندوں نے پہونچایا تھا اور آج کل

فلسکن، و السکن اور کچی ناٹ پھونچا رہے ہیں۔ تم بھی تو اسی لیے کہ وہ اپنے مقبوضات میں
 تعین شریک نہیں بناتے، اُن پر چڑھائیاں کر کے، اُن کے ملک کو تاخت تاراج، شہروں کو
 برباد کرتے ہو اور انہیں اپنا غلام بنا لیتے ہو۔ اور یہ کچھ ظلم بابے انصافی سے نہیں بلکہ اُس سب
 سے قدیم قانون کی تعمیل میں جو کمزوروں کی چیز کا طاقتوروں کو مالک بنا دیتا ہے۔ یہ وہ
 قانون ازلی ہے جو خدا سے شروع ہو کر حیوانات پر ختم ہوتا ہے کیونکہ یہ سب فطرتاً، درست کو
 کمزور پر غلبہ دلاتے ہیں۔ پس لوگو، ان پر جنہیں ہم نے محصور کر رکھا ہے ترس نہ کھاؤ کہ مبادیغال
 اُنکے ساتھ مہربانی اور مہر رومی کرنے کا سبق سیکھ جائیں جنہیں تم نے سایا اور برباد کیا ہے!،
 یہ جواب سنکر رومی سفیر سمجھ گئے کہ برتوس صلح کرنے والا شخص نہیں ہے۔ لہذا وہاں سے
 رخصت ہو کے وہ کلوسیم میں گئے اور باشندوں کو جوش و شغلاں دلایا کہ آؤ ہمارے ساتھ نکل کے
 ان دشمنوں پر حملہ کرو! جس سے یا تو وہ محصورین کی قوت کا اندازہ دیکھنا چاہتے تھے اور یا شاید
 خود اپنی بہادری دکھانی مقصود تھی۔ بہر حال حملہ ہوا اور فیصلوں کے قریب نہایت زور شور سے
 لڑائی ہونے لگی۔ اس حال میں ایک رومی، کو این ٹس امپسٹل جو عمدہ مشورہ دیتا تھا اپنے گھوڑے
 کو میزمار کے سر پر دوڑاتا ہوا نکلا اور ایک عظیم الجثہ دیو قامت غال پر چاڑھا جو اسے اور وہاں سے
 کسی قدر علیحدہ گھوڑے پر آنا نظر آ رہا تھا۔ اوّل اوّل زرہ بکتر کی چمک اور مقابلے میں کمال چھپتی
 کی وجہ سے کوئی اسے نہ پہچان سکا لیکن اپنے حریف کو مار کے گرا دینے کے بعد جب وہ مال غنیمت
 سمیٹنے لگا تو برتوس نے اسے شناخت کر لیا اور بے اختیار چلا آیا کہ اسے دیوتاؤں کا گواہ رہنا کہ اُس
 مسئلہ قانون اقوام کے خلاف جسکی تمام بنی انسان بہ حرام پابندی کرتے رہے، اس شخص نے جو ایلی بنکر
 آیا تھا ہمارے اوپر ہتیار اوٹھائے ہیں، ساتھ ہی اُس نے اپنے آدمیوں کو واپس ہونے کا حکم دیا اور
 کلوسیم کو الوداع کہہ کے بالزاست رومہ کی جانب گھوڑے اٹھا دیے۔ پھر بھی اس خیال سے کہ لوگ
 اسے الزام دین گے کہ وہ جھگڑا مول لینے کی فکر میں تھا اور اس معمولی زیادتی کو حیلہ بنکے فساد اٹھانا
 چاہتا ہے، اُس نے ایک ہرکار بھیجا کہ اُس خطا کا شخص کے حوالے کر دیے جانے کا مطالبہ کیا اور جواب

آنے تک فوج کی رفتار آہستہ کر دی گئی۔

جب رومہ میں یہ پیغام پہنچا اور مجلس ملکی منعقد ہوئی تو اس میں اور لوگوں کے علاوہ سب سے زیادہ جن لوگوں نے رومی سفیروں کو مقصورہ اور پٹنارک پر مذہبی علما کی وہ جماعت تھی جسے فی کیاں کہتے ہیں۔ انکی رائے دو ٹوک تھی اور دینی دلائل کی بنیاد پر وہ ضرر تھے کہ اس فعل کی تمام ذمہ داری اور سزا کا بار اسی پر ڈالا جائے جو اس کا مرتکب ہوا، تاکہ اسکے ہم قوم اس گناہ کے وبال میں گرفتار ہونے سے بچ جائیں۔ اس موقع پر یہ بتادینا ضروری ہے کہ فی کیاں وہ گروہ علما ہے جسے رومہ کے سب سے عادل اور کریم النفس بادشاہ یزما نے امن کا نگران مقرر کیا تھا اور انکا کام تھا کہ تہم اسباب پر غور کرنے کے بعد یہ فیصلہ کریں کہ کن صورتوں میں رومیوں کا لڑائی لڑنا جائز اور واجب ہے۔ لیکن جب ارکان مجلس نے اس مسئلہ کو عوام الناس کے سامنے پیش کیا اور وہاں بھی علمائے موصوف نے اپنے موطن فیوین کے خلاف تقریر کی تو مجمع پراس کا کچھ اثر نہ ہوا اور ان کی رائے پر کوئی اتفاق نہ کی گئی بلکہ انھوں نے حقارت آمیز ضد کے ساتھ اہلنا اسی شخص کو جسے سب بھائیوں کے جنگی ٹرمیون منتخب کیا جس سے یہ حرکت سرزد ہوئی تھی۔ غالون نے جب یہ واقعہ سنا تو غصے سے بیتاب ہو گئے اور تاخیر کو بالائے طاق رکھ کر جس قدر جلد ہو سکا رومہ کی طرف روانہ ہوئے۔ راستے میں جن جن مقامات گئے گذرے وہاں کے باشندے انکی فوجی شانی شوکت اور قہاد سے اس قدر ڈرے کہ انھیں اپنے علاقوں کے چھین جانے کا پورا یقین ہو گیا اور ان کی زبردستی کے مقابلے میں اپنے شہر بچا سکنے کی بھی کوئی امید نہ رہی۔ لیکن ان ہمیت زدوں کی توقع کے خلاف غالون نے راستے میں کسی کو نہ چھیڑا اور نہ انکی کھیتوں کو کسی ہتھم کا نقصان پہنچایا۔ بلکہ جب وہ کسی آبادی کے قریب سے گذرتے تو بچا بچا کر کے کہتے کہ ہم رومہ جا رہے ہیں، اہل رومہ یہی ہماری لڑائی ہے اور باقی سب کو ہم اپنا دوست سمجھتے ہیں۔

ادھر رومی بھی جنگ کی تیاریوں میں مصروف تھے اور وحشی حملہ آوردوں کے بہ سرعت آہو نچنے سے پہلے مقابلے کا سامان کر رہے تھے۔ اور جو لشکر ان کے جنگی ٹرمیون نے مجتمع کر لیا تھا

اسکی تعداد غالوں سے گھٹی ہوئی نہ تھی (چنانچہ چالیس ہزار پیادوں سے کم فوج نہ ہوگی) لیکن اس میں بہت سے ایسے نو عمر سپاہی تھے کہ جنھوں نے پہلے کبھی لڑائی میں ہتیار نہ چلائے تھے، علاوہ ازیں اس مرتبہ انھوں نے تمام مذہبی مراسم سے بے پروائی کی تھی اور نہ قربانیوں کے ذریعے اچھی فالین حاصل کی تھیں نہ اپنے کاہنوں سے رجوع لائے تھے جو خطرے میں اور لڑائی سے پہلے بالکل قدرتی اور ضروری ہیں۔ مزید برآں ان کے فوجی سرداروں کا گردہ کثیر بھی اپنے اختلافات سے تمام کارروائیوں میں بڑا خلل اور انتشار پیدا کر رہا تھا۔ حالانکہ اس سے قبل معمولی موقعوں کے لیے بھی وہ اکثر ایک شخص کو افسر اعلا انتخاب کر لیا کرتے تھے جس کا نام ڈکٹیٹر (نظار السلطنت) ہوتا تھا، کیونکہ وہ اس بات کو اچھی طرح سمجھتے تھے کہ ایسے نازک وقت میں تمام سپاہیوں کا بالکل متحدہ و واحد کے زیر حکم ہونا کس قدر ضروری اور مفید ہے۔ اس نفع یہ انتظام بھی انھوں نے نہیں کیا تھا۔ ان سب دقتوں میں یہ امر اور اضافہ کر دو کہ سپاہیوں کو کامیابی کا طرز عمل یاد تھا اور اس وجہ سے اب افسروں کا ان سے، اسی قدر خوش رکھے بغیر، کام لینا نہایت دشوار و مشکوک نظر آتا تھا، بہر کیف اسی حال میں وہ شہر سے نکلے اور رومہ سے دس میل پر ایلیا ندی کے کنارے خیمہ زن ہوئے۔ اس مقام سے تھوڑے ہی فاصلے پر یہ ندی دریائے جبر میں جا گرتی ہے) یہیں غالوں نے ان پر حملہ کیا اور یہیں نہایت بڑا لڑائی کا واقعہ کے بعد، جو اسکی فوجی باقاعدگی اور ترتیب سے متعلق تھی، انھوں نے ہزیمت کا مل پائی، چھوٹے ہی تو رومیوں کا میسرہ دشمن نے ندی میں بل دیا جہاں وہ بالکل فنا ہو گیا۔ مینہ کو البتہ کم نقصان پہونچا کہ حملے کا دھچکا برداشت کرنے سے پیشتر ہی وہ سپاہ ہو گیا۔ اسکے سپاہی میدان چھوڑ چھوڑ کے پہاڑیوں کے اوپر چڑھ گئے اور وہاں سے بہت سے تو بعد میں گر پڑے رومہ پہونچ گئے اور باقی ماندہ جو قتل ہونے سے بچے، کیونکہ دشمن انھیں مارتے مارتے تھک گئے تھے، انھوں نے رات کے وقت، رومہ کی اور جو کچھ رومہ میں تھا اس سب کی طرف سے قطعی ناامید ہو کے، وی آسمی کا رستہ لیا۔

یہ لڑائی تقریباً وسط گرامین واقع ہوئی تھی، اس رات پورا چاند تھا، اور دن خاص وقت تھا

کہ جس دن اس سے پہلے بھی خاندان فیجی پر تباہی نازل ہوئی تھی اور اس نام کے تین سو آدمی ایک ہی وقت میں سنگون نے کاٹ دیے تھے۔ لیکن اس دوسری ہزیمت کے باعث اس دن کا نام ایلینا ندی کے نام پر ایلینا کس (یوم ایلینا) پڑ گیا اور آج تک برقرار ہے۔ دنوں کے منحوس ہونے کے متعلق خواہ ہم اسے مانیں یا نہ مانیں اور خواہ ہر اکلے بس کا ہیسید کی خبر لینا بالکل واجبی ہو، مین نے علیہ مقام پر بحث کی ہے۔ پھر بھی میرا خیال ہے کہ یہ لحاظ مضمون بس جگہ دو چار مثالیں ایزاد کر دینا خالی از دل چسپی نہوگا :-

واضح ہو کہ اہل یوشیم (یونان) ہینڈر وینس مینے کی پانچویں تاریخ کو مبارک تصور کرتے ہیں۔ یہ مینا ایفنز یون کے ماہ ہکا تو مبیان سے تھاپن رکھتا ہے، اور اسی کی پانچویں کو یوشیم والون نے دو جلیل الشان معرکے جیتے تھے جن میں پہلا ٹامیاس کے ساتھ لکڑا مین اور دوسرا اہل تھلی سے سریشوس کے میدان میں تین سو برس پہلے واقع ہوا تھا۔ اور ان دونوں فتوحات نے یونان کی آزادی بچالی تھی، اسی طرح بودرد میان مینے میں جھٹی تاریخ کو تو بونانیوں نے عمی لشکر کو میرا تھاں میں شکست دی اور تیسری کو پلٹیا اور میکالی مین۔ اسی مینے کی پھسین کو (دسکندہ کے زیر کمان) وہ اربلا مین دارا پر غالب آئے۔ ایتھرو والون نے اور جری لڑائیاں بھی اسی مینے کی تیرہویں اور بیسویں تاریخ جیتیں! ایک نکاس پر جان شب ریاس انخاسر دارتھا اور دوسری سلامیس پر جسکا ذکر ہم اپنے رسالے متعلق یہ ایام مین کر چکے ہیں،

ملکشون (یعنی غیر یونانی لوگوں) کے لیے تھرگیلیان کا مینے بھی بہت نسا زگار تھا کیونکہ اسی مین گرائی کش کی لڑائی ہوئی اور سکندر نے ایرانی جرنیلوں کو مغلوب و منکوب کیا۔ اسی مینے کی چوبیسویں کو قراطجنہ والون نے جزیرہ صقلیہ میں مولین کے ہاتھوں شکست کھائی اور بقرنیہ غالب

۱۵ مصنف کا بیان ہے کہ ہیسید نے سعد و نض دنون میں امتیاز قائم کیا تھا اور اسی پر ہر اکلے بس نے اس کی گرفت کی ہے اور لکھا ہے کہ دن تو سب قدرتی طور پر ایک سے ہوتے ہیں ان میں فرق کرنا ہیسید کی اولام پرستی اور جہالت ہے۔ انتہا۔ م

اسی دن اور مینے مین ٹرواے تغیر ہوا، جیسا کہ افورس، کلیس تن، ڈاکٹس اور فیلار جس کا بیان ہے :

اس کے برعکس شاگٹ نیاں کامینہ جے بیوشہ والے بانیس کہتے مین ، یونانیوں کے لیے کچھ مبارک نہ تھا۔ کیونکہ اسی مینے کی ساتویں کو جنگ کرائن واقع ہوئی جس مین مقدونی پہ سالار انٹی پائٹر نے یونانیوں کو تباہ کر دیا۔ اس سے قبل شیرونیہ مین فیلوس کے ہاتھوں بھی وہ اسی مینے مین منہزم ہوئے تھے اور خاص اسی روز اور اسی سال اطالیہ مین ملکشون نے آرکی ڈاموس اور اسکے ساتھیوں کو کاٹ دیا تھا ؛ اس مینے کی اکیسویں کو قوطبہ کے لوگ بھی اپنے لیے سفوس ترین بتاتے مین کہ اس دن جس قدر نقصانات انھوں نے بار بار اٹھائے اور کسی دن نین اٹھائے تھے :

مین اس بات سے ناواقف نین ہوں کہ سکندر نے قیہہ کو دوبارہ برباد کیا ہے تو وہ قیہہ والوں کا ایک مبارک اور توار کا دن تھا یا ایتھنز پر مقدونی فوج نے قبضہ کیا تو بدردیسا مینے کی بیسویں تھی اور اسی دن وہ اپنے اوتار ایا کوس کا جلوس نکالا کرتے مین۔ یا شٹارومیون نے بھی ایک تاریخ مین توسمیری قوم سے ہزیت کھائی اور ان کا سردار سیو اپنی فوج سمیت دین کام آیا، مگر دوسرے سال خاص اسی دن ان کے جرنیل لوکس نے آرمینیا اور دجلتان کے لوگوں پر غلبہ کامل حاصل کیا۔ یا پچی اور شاہ اٹالس عین اسی دن مرے جس دن کہ وہ پیدا ہوئے تھے اور اسی طرح بہت سے دن جن مین تضاد لوعیت کے واقعات ظہور مین آئے گناے جاسکتے مین لیکن بہر تقدیر یہ دن (یوم ایلیا) تور دیون کے ہاں ہمیشہ نامبارک شمار ہوا اور جب حسب طور بددلی اور توہم پرستی بڑھتی گئی تو ہر مینے کے اور دو دن بھی سفوس سمجھے جانے لگے مگر اس مضمون پر مین اپنی تصنیف رومی مسائل Roman questions مین زیادہ شرح و بسط کے ساتھ بحث کر چکا ہوں :

اب ہم پھر اصل فقے کی طرف رجوع کرتے مین کہ اگر دشمن لڑائی جیتنے کے بعد فوراً ہی مغفور

کاتاق کرتا تو وہ الکبرے کا تباہ ہو جانا ناگزیر تھا اور بے شبہ جو لوگ وہاں تھے انہیں سے کوئی زندہ بچ سکتا۔ کیونکہ میدان جنگ سے بھاگ کر آنے والوں نے شہر میں ایسا خوف اور ہراس پیدا کر دیا تھا کہ ہر طرف ایک طوفان بے تیزی برپا تھا اور ہر ایک کو بے حواسی میں بھاگنے کے سواے کوئی تدبیر جان بچانے کی نہ سوجھتی تھی، لیکن غالوں کو خبر نہ تھی کہ انھوں نے ایسی فتح کامل پائی ہے۔ وہ محض اُس وقتی کامیابی کی خوشی میں از خود رقتہ ہوے جاتے تھے اور لوٹ کا مال جمع کرنے اور جین منانے میں مصروف تھے۔ ان کی اسی غفلت نے جو رومی بھاگنا چاہتے تھے انھیں بھاگنے کا اور جو رہ گئے تھے انھیں تباہی ان کرنے کا موقع دیدیا۔ چنانچہ باقی شہر کو چھوڑ کر انھوں نے صرف قلعہ کی عمارت کو بچانے کا تہہ کیا اور وہاں بعض نئے اسی کلمات بنا کے اور مدافعا اسلحہ جمع کر کے اُسے خوب مضبوط کر لیا۔ اپنی متبرک چیزوں کا انھیں سب سے زیادہ خیال تھا لہذا انہیں سے اکثر قلعہ میں بھونچا دین مگر مقدس آتش کہہ کی آگ کو مقدس کنواریاں متبرک اشیائیں اپنے ساتھ لے کے فرار ہو گئیں۔ بعضوں نے لکھا ہے کہ اور کوئی چیز انکی تحویل میں سواے اُس سدا روشن و زندہ آگ کے نہ تھی جسکی پرستش کو نیوٹا نے اصل شے ہونے کی حیثیت سے شمار دینی قرار دیا تھا۔ کیونکہ کائنات میں سب سے زیادہ مستعد یعنی حرکت کرنے والی شے آگ ہے اور دنیا کی تمام تبدیلیاں اور پیداواریں یا خود حرکت ہیں یا وابستہ حرکت۔ مادے کے تمام عناصر جب تک ان میں گرمی نہ ہو جس اور بے جان پڑے رہتے ہیں اور جو ہر حرارت کی شکل میں ایک قسم کی روح یا توانائی ملنے کے محتاج ہوتے ہیں اور جنہیں انھیں یہ روح ملتی ہے انہیں فوراً فاعلی یا انفعالی قوت آجاتی ہے، غرض آگ کا احترام نیوٹا نے قائم کیا۔ اُسے ایسی عبادات اور مذہبی باتوں سے خاص لگاؤ تھا اور یہ یقین بھی ہو گیا تھا کہ مجھے الہی قوتوں سے (جنہیں مجسم صورت میں میوز کہتے ہیں عزت ہمکلامی حاصل ہے۔ چنانچہ اسی شے متبرک آگ کو اس بنا پر ہمیشہ روشن رکھنے کا حکم دیا تھا کہ اس میں اس قوت ازلی کا جلوہ نظر آتا ہے جو ساری کائنات کو ترتیب و تحریک بخشن رہی ہے، ایک قول یہ ہے کہ یونانی دستور کے مثل ایمان بھی یہ آگ ظہیر کی غرض سے

متبرک ایشاک کے سامنے ہر وقت روشن رکھی جاتی تھی اور اہلی جیزین مندر کے نہایت مخفی حصوں میں چھپی ہوئی تھیں تاکہ اُن کنواریوں کے سوا سے جھین مرلیاں (ڈیٹل) کہتے ہیں کسی کی نگاہ اُن پر نہ پڑ سکے۔ ایک عام خیال یہ تھا کہ اس مندر میں پیلاس کی مورتی گڑی ہوئی ہے جسے ایناس اطالیہ میں لایا تھا مگر بعض لوگ کہتے ہیں کہ وہ پیلاس کی مورتی نہ تھی بلکہ ساتو تھی۔ بت محے جھین شاہ در دانوس اپنے ساتھ ٹرواسے لے گیا تھا اور جب وہاں اُس نے شہر مذکور بسایا تو ان بتوں کو وہاں مندروں کی نذر کر دیا اور انکی مقلدہ رسوم عبادات جاری کیں۔ اس کے بعد ٹرواسے کو یونانیوں نے فتح کر لیا تو یہ بت ایناس نے اڑالیے اور اطالیہ آنے تک اپنے پاس چھپائے رہا۔ جن لوگوں کو اس معاملے میں زیادہ واقفیت کا دعوت ہے وہ ایک اور ہی روایت سناتے ہیں اور یہ وثوق بیان کرتے ہیں کہ وہ معمولی جسامت کے دو پیپے تھے جن میں ایک خالی آتش کھلا رکھا رہتا تھا اور دوسرے میں تبرکات بھرے ہوئے تھے اور اسکا منہ خام کر دیا گیا تھا اور ان دونوں کو سوا سے خاص خاص مقدس کنواریوں کے کوئی نہ دیکھ سکتا تھا۔ لیکن بعض اشخاص اس قول کو نادرست خیال کرتے ہیں اور مغالطے کی وجہ یہ بتاتے ہیں کہ غالوی حملے کے وقت مرلیوں نے اپنے تبرکات دو پیپوں میں بند کر دیے تھے اور انھیں کوریئس کے مندر میں ایک مخفی جگہ دفن کر دیا تھا۔ چنانچہ وہی جگہ آج کے دن تک پیپوں کے نام سے موسوم ہے۔

مذکورہ بالا واقعے کی اہلیت کچھ بھی ہو، مرلیوں کے فرار ہونے میں شبہ نہیں۔ اور جب وہ اپنے منتخب اور نادر تبرکات لے کے دریا کے کنارے کنارے بھاگی جارہی تھیں اسوقت لوہیں لپیٹیں ان کے پاس سے گذرا یہ شخص رومہ کا ایک معمولی شہری تھا اور دوسرے مفرورین کے مثل اپنے اسباب اور بیوی بچوں سمیت ایک گاڑی میں شہر سے نکل کھڑا ہوا تھا۔ اُس نے جو دیکھا کہ غریب مرلیاں قطع مسافت اور تبرکات کے بوجھ سے جھین وہ گود میں لیے ہوئے تھیں، ایسی ٹھکی مامدی ہو رہی ہیں کہ ان سے چلانک نہیں جاتا، تو فوراً گاڑی روک کر اپنے بیوی بچوں اور اسباب کو اتار لیا اور مقدس کنواریوں کو سوار کرا دیا کہ وہ یونانیوں کے کسی شہر (نوابادی) میں جا کر پناہ لے سکیں۔

ایسی سخت مصیبت کے وقت میں الہی نرس کا فعل، دیوتاؤں سے سچی عقیدت اور دینداری کی بے نظیر مثال ہے اور اس بات کا مستحق تھا کہ اُسے قلم انداز کر دیا جاتا؛ لیکن ان مرلہوں کے سواے اور کسی مندر کے پجاری نے اپنے دیوتاؤں کے پاس سے جانا پسند نہ کیا اور بہت سے ضعیف العمر کارکان مجلس کو بھی جنہیں سے اکثر تفضل رہ چکے تھے اور بعضوں نے اسی شہر کی گلیوں میں فوج کے جلوس نکالے تھے، رومہ کو چھوڑنا گوارا نہوا بلکہ اپنی قابل احترام اور شاندار عبائیں پہن پہن کے پہلے تو انھوں نے دیوتاؤں کے آگے سر ارادت رگڑے اور انکے اعلیٰ پرودہت نے بیس نے انھیں پوجا کرائی، پھر اپنے وطن پر سے گویا قربان ہو جانے کے ارادے سے، وہ ابوان عام میں اپنی اپنی جگہ باقی دانت کی کرسیوں پر آ بیٹھے اور اس طرز نشست کے ساتھ آنے والے حادثے کا انتظار کرنے لگے !

جنگ کے تیسرے دن برتوس اپنی فوج سمیت شہر کے قریب آیا اور یہ دیکھ کر کہ شہر کے پچانک کھلے ہوئے ہیں اور فضیولوں پر کوئی محافظ یا چکیدار نظر نہیں آتا، اُسے اول اول شبہ ہوا کہ اس میں کوئی دھوکا یا بیچ ہے، کیونکہ نے الحقیقت اس کے دہم میں بھی نہ تھا کہ رومی ایسی بڑا دیا حالت میں ہیں۔ بہر حال جب اس پر صلیت کھل گئی تو وہ کولائین دروازے سے داخل ہوا تو بنیاد پڑے کے تین سو ساٹھ یا کچھ زیادہ سال کے بعد رومہ الکبرے اسکے قبضے میں آگیا، یہ بیان لکھ دینا ضروری ہے کہ انھیں واقعات کے یقین سال نے بعد میں اور سنین کے متعلق سخت دشواریاں پیدا کی ہیں لہذا قطعی طور پر ہمیں کہا جاسکتا کہ تسخیر رومہ کا سال لصحت یقینی محفوظ ہے۔ باقی اس حادثے اور غالی فوج کی نسبت ایسا معلوم ہوتا ہے کہ بعض کمزور افواہیں اسی وقت یونان تک پھونچ گئی تھیں۔ ہر کلیڈس پانٹی گس جو اس عہد کے تھوڑے ہی دن بعد کا آدمی ہے اپنی کتاب روح میں بیان کرتا ہے کہ مغرب سے اطلاع ملی ہے کہ انصائے شمال کی ایک فوج نے رومہ نام کسی یونانی شہر کو، جو بڑے سمندر کے ساحل پر کہیں واقع ہے، تسخیر کر لیا ہے، لیکن مجھے ہر کلیڈس جیسے بلند پرواز اور افانہ پسند مصنف سے یا مریعہ دینین معلوم ہوتا کہ اس نے اصل واقعے

اقلے شمال اور بڑے سمندر کے فقرے خود اپنی طرف سے تزمین کے لیے اضافہ کر دیے ہوں۔
 باحوال ظاہر متقدمین اہل یونان میں حکیم ارسطو نے رومنہ کی تیغ کا حال سب سے زیادہ صحیح سنا
 تھا۔ لیکن فالون کے بچے سے اُسے رہائی دلانے والے کا نام ارسطو نے بھی غلطی سے لوئیس لکھا
 ہے حالانکہ کامیلس کے نام کا جزو اول لوئیس نہ تھا مرقس تھا؛ مگر اب ان قیاسی باتوں کو
 چھوڑ کر ہم نفس واقعہ کی طرف متوجہ ہوتے ہیں :-

برٹوس نے شہر پر قبضہ کرتے ہی ایک مضبوط دستہ قلعے کے گرد متعین کیا اور خود ایوان عام
 میں گیا جہاں رومنہ اکبر کے سن رسیدہ بزرگ تہذیب و ترتیب کے ساتھ خاموش بیٹھے تھے۔
 اور یہ دیکھ کر کہ نہ اسکے آنے پر انھوں نے تعظیم دی نہ ان کے چہرے کا رنگ بدلا بلکہ جس طرح بے خوفی
 اور شان ہتھکڑی سے وہ اپنے عصوں پر جھٹکے ہوئے تھے اسی طرح ساکت بیٹھے ہوئے آپس میں ایک
 دوسرے کو دیکھتے رہے۔ برٹوس حیران و ششدر رہ گیا۔ اسکے اور ساتھی بھی دیر تک اس
 حیرت انگیز منظر کو مبہوت کھڑے دیکھتے رہے۔ انھیں حیرات نہ ہوتی تھی کہ انھیں نے کسی کے پاس
 جائین یا ہاتھ لگائیں کہ انھیں دو جلسہ انان سے برتر بہتیوں کا مجمع معلوم ہوتا تھا۔ لیکن آخر ایک
 شخص جو اردن سے زیادہ جری تھا اُگے بڑھا اور مرقس پیریس کے قریب آکے اپنا ہاتھ بڑھایا
 اور ٹوڑی کو آہستہ سے چھو کر اس کی لمبی ڈاڑھی کو جنبش دی۔ اس پر پیریس نے زور سے عصا
 اُسکے سر پر مارا جسے جواب میں وحشی خال نے تلوار سونت کر ایک ہی وار میں اُس کا کام تمام کر دیا
 یہ قتل دھونری کا گویا آغاز تھا کیونکہ اُس کی تقلید میں دوسرے پیچھون نے بھی تلواریں چھیچھ
 لیٹیں اور نہ صرف اُن رومی بزرگوں کو بلکہ ہر ایک کو جو انھیں ملا قتل کر ڈالا پھر ایک ایک گھرو
 لوٹنا اور غارت کرنا شروع کیا اور کئی دن تک اس مشغے میں لگے رہے۔ بعد میں جب قلعے کے
 لوگوں نے ان کی اطاعت قبول کرنے سے انکار کیا اور جتنے حملے اُن کے استحکامات پر کیے گئے
 انھیں نقصان کے ساتھ ذکر دیا تو فالون کے غصے کی انتہا نہ رہی انھوں نے سارے شہر
 کو تباہ کرنے کی ٹھان لی، وہ مکانات کو جلا جلا کے مسمار کرنے لگے اور بوڑھا بچہ عورت مرد جوان کے

ہاتھ پڑاؤ سے مار ڈالا ۛ

اور اب قلعہ رومہ (دیکھی ٹال) کے محاصرے نے اتنا طول کھینچا کہ غالون کو سامان خوراک کی کمی محسوس ہونے لگی۔ تب انھوں نے اپنی فوج کے دو حصے کیے جسین سے ایک تو یارشاہ کے ساتھ محاصرے میں رہا اور دوسرا دیات کو تاراج کرنے باہر نکلا اور جو قصبہ یا گاؤں اس سے ملاوٹ لیا۔ لیکن اس حصہ فوج کے انھوں نے الگ الگ دستے کر لیے تھے اور ان کو مسلسل کامیابیوں نے اب ایسا بے پروا بنا دیا تھا کہ ان کی چھوٹی چھوٹی جماعتیں بھی ادھر ادھر جہاں چاہتین بے خوف و خطر پڑی پھرتین۔ مگر ان کی سب سے بڑی اور تنظیم جمیت وہ تھی جس نے شہر ارتویہ کا رخ کیا جہاں کامی کس رومہ چھوڑنے کے بعد سے آ رہا تھا اور تمام سیاسی معاملات سے دست کش ہو کر ایک خاموش زندگی گزار رہا تھا۔ لیکن واقعات مذکورہ نے اسے جو نکال دیا تھا اور دشمن کا ارتویہ کی طرف آنا سکڑا، بچنے اور لڑائی سے ٹل جانے کے بجائے اسے یہ فکری کہ کوئی موقع ملے تو غالون سے انتقام لے سائل (ارتویہ) وہ جانتا تھا کہ تعداد میں کچھ کم نہیں ہیں اور لڑنے سے ہچکچاتے ہیں تو اس کی وجہ محض ان کے افسروں کی ناجائزہ کاری اور سبت ہمتی ہے۔ پس پہلے اس نے وہاں کے نوجوانوں سے سلسلہ جنبانی کی اور یہ امر ان کے ذہن نشین کر دیا کہ رومیوں کی بھلی نیریت کا باعث غالون کی شجاعت نہیں ہے اور وہ نقصانات کثیر جو اہل رومہ کو محض اپنے افسروں کی نالایعتی سے برداشت کرنے پڑے، غالون کی جنگی فوقیت کے دلیل ہیں۔ فی حقیقت یہ تمام حادثات تقدیری قوت کا ایک ثبوت تھے۔ اور اگرچہ ان تلچھون کو درجکا مقصد، آگ کی طرح، سوائے اسکے کچھ نہیں کہ جہاں جائین تباہی اور بربادی پھیلا دین (نقصان اٹھا کے بھی اپنے ملک سے دفع کرنا عین شجاعت ہے) نام میں اس بات کا اقرار کرتا ہوں کہ اگر ارتویہ کے لوگ ذرا بھی استقلال و ہمت سے کام لیں تو بغیر کسی جو کھوں کے فتح انکی ہے! کامی کس کی یہ باتیں سن کر نوجوان اسکا ساتھ دینے پر آمادہ ہو گئے اور انھیں رضامند دیکھ کے وہ شہر کے حکام اور اہل مجلس کے پاس گیا اور جب انھوں نے بھی یہ تجویز مان لی تو اس نے تمام قابل جنگ لوگوں کو مجتمع کیا

اور شہر میناہ کے اندر صفت بندی کی تاکہ دشمن انھیں نہ دیکھ سکے۔ کیونکہ اُس وقت غالب سارے نواح میں غارت گری کرنے کے بعد قریب ہی میدانوں میں خیمہ زن تھے۔ لوٹ کے مال سے ان کی گھڑیاں بھری ہوئی تھیں اور رات ہو گئی تو شہر بخاری سے بدست ہو چکے وہ بہت بے پروائی کے ساتھ ادھر ادھر بڑھ رہے تھے۔ کامی اس کے جاسوسوں نے پیسہ نہیں سکو بچو چا دینا اور یہ سن کر کہ اب انکے لشکر میں بالکل سناٹا ہو گیا ہے، اس نے اپنی فوج شہر کے باہر نکالی بیچ کامیدان خاموشی کے ساتھ طے کیا اور ٹھیک آدھی رات میں انکے پڑاؤ کی باڈوں پر بھوج کر اس اپنے لشکریوں کو قرتا بجانے اور خوب شور وغل کرنے کا حکم دیا۔ اس کا نتیجہ ہوا کہ ان میں ہر طرف کمال دہشت اور سراپگی پھیل گئی ساتھ ہی شراب کے نشے نے بے قابو کر کے اور نیند نے سست بنا کے انھیں جلدی سے اٹھ بیٹھنے پاتیار ہو جانے کا موقع نہ دیا صرف چند آدمی جن کے لئے خوف نے ہرن کر دیے تھے کسی قدر ترتیب سے کچھ دیر مدافعت کر سکے اور اسلحہ بدست کر در نہ تعداد کثیر یہ کہ پہلے ہی خواب و شراب کی بدولت نیم مردہ ہو رہی تھی اس بے خبری میں حملہ ہوا اور وہ بے ہتیار اوتھلے کتل کر دیے گئے۔ رات کی تاریکی نے جن کو بچا دیا تھا اور وہ پڑاؤ سے زندہ بچل گئے تھے صبح ہو تے ہی وہ بھی ادھر ادھر کھیتوں میں منتشر، بھٹکتے ہوئے پائے گئے اور تعاقب کرنے والے سواروں نے انھیں بے آسانی گرفتار کر لیا۔

اس شیخون کی شہرت بہت جلد قرب و جوار میں پھیل گئی اور جگہ جگہ نوجوانوں کے دل میں کامی اس کے زیر علم جمع ہو کر لڑنے کا جوش پیدا ہو گیا۔ مگر اس کا سب سے زیادہ اثر اولوں و میوں پر ہوا جو جنگ ایلیا سے جان بچا کے شہر دی آبی میں آ رہے تھے اور وہ کف افسوس مل مل کر کہنے لگے کہ اے خدا کیسی بد قسمتی ہے کہ ایسا بے عدیل سپہ سالار رومہ سے چھین کر اردوئے کو دیدیا جا کہ اپنے کارناموں سے اسکی عورت دو بالا کرے۔ بالیکہ وہ شہر جس نے اس نامور شخص کو خاوا پرورش کیا دشمنوں کے قبضے میں جا چکا ہو اور مٹ گیا ہو اور ہم بغیر کسی سردار کے اجنبی فیصلوں میں بند، ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیکار بیٹھے ہوں اور اطالیہ ہماری آنکھوں کے سامنے تاراج و برباد ہو رہی ہوں۔

پھر وہ آپس میں کہنے لگے کہ جب وہ وطن اور شہری دشمن کے قبضے میں چلا گیا تو نہ ہم وہاں کے شہری رہے نہ کامی لس جلا وطن رہا، پس آؤ اردو والوں کے پاس پیغام بھیجیں کہ وہ ہمارے جرنیل کو ہمیں واپس دیدیں اور اگر یہ نہ تو پھر ہم خود ہتھیار لے لے کے اس کے پاس پہنچ جائیں۔ اس تجویز کو سب نے پسند کیا اور کامی لس کو سہ سالاری کرنے کے واسطے بلوایا لیکن کامی لس نے جواب دیا کہ میں اس وقت تک یہ منصب قبول نہیں کر سکتا جب تک کہ وہ لوگ جو ہنز قلعہ رومہ میں موجود ہیں مجھے باضابطہ نہ مقرر کر دیں۔ کیونکہ جب تک وہ لوگ زندہ ہیں میں اُن کو اپنا ملک سمجھتا ہوں اور جو وہ حکم دیں اس کی تعمیل کو دل و جان سے حاضر ہوں لیکن بے انکی رضامندی کے میں کسی کام میں دخل نہ دوں گا۔

رومی مفردین کو یہ جواب پھونچا تو انھوں نے کامی لس کی منکسر مزاجی کو بہت سراہا مگر وہ حیران تھے کہ قلعہ والوں کو یہ اطلاع کیونکر پھونچائیں۔ دشمن کا شہر یہ کامل قبضہ تھا اور ایسی حالت میں قلعہ کی بیرونی دیواروں تک پھونچنا بھی محال نظر آتا تھا۔ اس عالم تردد میں پونسل کوئی میں نے ان کی دستگیری کی اور قلعہ میں جانے کا بیڑا اٹھایا۔ یہ خوشی جو کھوں میں پڑنے والا وہ جوان رومہ کے کسی ممتاز خاندان سے تعلق نہ رکھتا تھا مگر ناموری حاصل کرنے کی اسے بڑی تمنا تھی اور اب بغیر کوئی خط یا تحریر لیے وہ قلعہ میں جانے پر آمادہ ہو گیا تاکہ اگر قرار ہو جانے کی صورت میں بھی کامی لس کی تجویز کا حال دشمن پر منکشف نہ ہو۔ پھر اس نے غریبانہ کپڑے پہنے اُن کے نیچے کچھ کاک رکھا اور کمال دلبری سے روز روشن ہی میں روانہ ہو گیا۔ شام ہوتے وہ رومہ پھونچا مگر پل پر دشمن کا پہرہ تھا اس لیے وہاں سے گزرنا محال تھا، پس کوئی سن نے اپنے کپڑے اتارے، وہ نہ تعداد میں زیادہ تھے نہ وزن میں بھاری۔ انھیں اپنے سر پر باندھا اور کاک کو پھیلا کے بدن کے نیچے رکھا اور اسکی بد سے خندق شہر کو تیر کے پار اتر گیا۔ پھر اُن مقامات سے بچا بچا تھا جان دشمن کے سپاہی جاگ رہے تھے (لو اس کا اندازہ روشنی یا ان کی آوازوں سے ہو سکتا تھا) وہ کارمنٹل دروازے تک چلا آیا۔ یہاں سب سے زیادہ خاموشی چھائی ہوئی تھی اور میں قلعہ کی باڑی بالکل سیدھی اٹھی چلی گئی تھی اور

اس کی نامہوار چٹانیں جگہ جگہ سے ٹوٹی ہوئی اور دندانے دار تھیں۔ انھیں دندانوں کے سہارے بہ ہزار دقت و خرابی، کومیٹس اور چڑھا اور قلعے کے چوکیداروں کے سامنے جاکے سلام کیا اور اپنا نام بتایا۔ اس پر وہ اندر لے لیا گیا اور افسروں کے سامنے پیش ہوا۔ اسی وقت مجلس منعقد کی گئی اور کومیٹس نے انھیں سرے سے کامیاس کی کوششوں اور فوج کا حال سنایا جس کی بیان والوں کو کوئی خبر نہ ملی تھی پھر اس نے رومی مغرورین کی استدعا سے انھیں مطلع کیا اور التجا کی کہ کامیاس کو سپہ سالار مقرر کر دیا جائے کیونکہ صرف وہی ایسا شخص ہے جن باہر والے رومی پورا اعتماد کر سکتے ہیں، ان تمام باتوں کو اہل مجلس نے سنا اور پھر غور و مشورۃ کے بعد یہ اتفاق کامیاس کو فخر السلطنت مقرر کرنے کا اعلان کیا اور کومیٹس کو اسی رہتے جس سے وہ آیا تھا وہاں بھیج دیا اور وہ پھر اسی کامیابی کے ساتھ، دشمن کے ہاتھ پٹے بغیر، شہر سے بھر و عافیت نکل گیا اور دی آبی جھونچ کر رومیوں کو مجلس کے فیصلے سے اطلاع دی جسے انھوں نے کمال مسرت و شادمانی کے ساتھ سنا۔ کامیاس کو اسی وقت یہ خبر پہنچا دی گئی اور اسے دی آبی آنے پر بیس ہزار مسلح سپاہی تیار ملے اور اب اس فوج میں اپنے دوسرے رفقاء کو مل کر کے وہ غالوں پر حملہ کرنے کا سامان کرنے لگا۔

اس اثنا میں یہ تانہ واقعہ رومہ میں اور پیش آیا کہ کچھ تلچھ اتفاقاً ادھر سے گزرے جہاں کومیٹس رات کے وقت قلعے پر چڑھا تھا اور ان کی نظر ان نشانات پر پڑی جو کومیٹس کے چڑھتے میں اس کے قدموں سے پڑ گئے تھے۔ کسی کسی جگہ وہ پودے جو چٹان میں سے اگل آئے تھے ملے دے معلوم ہوتے تھے اور مٹی بھی کھرچی ہوئی تھی۔ یہ دیکھ کر وہ فوراً اپنے بادشاہ کے پاس گئے اور اس واقعہ کی اطلاع دی۔ سنتے ہی برتوس بذات خود وہاں آیا اور نشانات کو دیکھ کر اس وقت تو کچھ نہ بولا لیکن شام کو اس نے اپنے چند سپاہیوں کو منتخب کیا جو کوہستان کے رہنے والے سپاہیوں پر چڑھنے کے عادی اور بدن کے نہایت پختہ تھے اور ان سے کہا کہ دیکھو دشمن نے خود ہمیں جلا کا راستہ بتا دیا ہے جس سے پہلے ہم ناواقف تھے، اور یہ سبق دیدیا ہے کہ یہ کام نہ ایسا دشوار ہے نہ

محال کہ آدمی اسپر قادر نہ آسکے۔ فی الحقیقت ہمارے لیے بڑی شرم کی بات ہوگی اگر ایسے اچھے آغاز کے بعد آخر میں ناکام رہ جائیں اور اس مقام کو ناممکن التفریح سمجھ کے چھوڑ دیں جسے دشمن خود دکھا رہا ہے کہ کیونکر فتح کیا جاسکتا ہے۔ اور اگر ایک آدمی بہ آسانی اوپر چڑھ سکتا ہے تو زیادہ تعداد کے واسطے چڑھ جانا یقیناً دشوار نہ ہوگا بلکہ وہ باہم ایک دوسرے کو بڑا سہارا اور تقویت پہنچائیں گے۔ اب تم میں سے ہر شخص کو جو اس کام میں حصہ لے میں بڑے سے بڑا انعام دے دوں دینے کا وعدہ کرتا ہوں؛

برقوس تقریر کر چکا تو اسکے سپاہی آگے بڑھے اور انھوں نے خوشی خوشی اس کام کا بیڑا اٹھایا اور ٹھیک آدمی رات کو ان کی ایک جماعت نے پیادہ پر چڑھائی شروع کی اور نہایت خاموشی اور احتیاط سے اسی خوفناک ڈھلان کو اپنا راستہ بنایا جس پر سے کومیٹس چڑھا اُترتا تھا۔ اور غویہ دیر میں انھیں معلوم ہو گیا کہ وہاں خود بخود چڑھائی کی گنجائش ملتی چلی جاتی ہے اور ان قدر تیزی لکھنؤ کے باعث دراصل وہ مقام اتنا دشوار گزار نہیں جتنا کہ وہ سمجھ رہے تھے، بغرض اس طرح ان کے اگلے آدمی چوٹی پر پہنچ گئے تو انھوں نے باقاعدہ صف کی صورت میں بیرونی استحکامات پر حملہ کیا اور چونکہ اردو کو آسانی سے مغلوب کر لیا جو کہ بے خبر بڑے سو رہے تھے کیونکہ غالوں کی آمد ایسے اخٹا کے ساتھ ہوئی تھی کہ انھیں کسی آدمی نے آنے دیکھا تھا کسی کتے نے۔ لیکن جو تو کے مندر کے پاس ہی مقدس لطین ملی ہوئی تھیں جنھیں حالت امن میں تو بہت کچھ کھلایا یا جاتا تھا پھر آج کل غلہ اور سامان خوراک میں کمی پڑ جانے کی وجہ سے انکی حالت سقیم ہو رہی تھی۔ چونکہ یہ جانور بالطبع بھی توجہ سے ہے اور ذرا سی آہٹ سے ہٹا رہا ہوتا ہے، اور ان دنوں تو بھوک کی وجہ سے وہ اور زیادہ بے چین اور چونکی رہتی تھیں، لہذا انھوں نے اسی وقت غالوں کا آنا معلوم کر لیا اور ادھر سے ادھر دوڑ دوڑ کے اپنی قل قل قل کی آوازوں سے سارا قلعہ سر پٹھایا۔ اور غالوں نے یہ سمجھ کر کہ لوگوں نے ہمیں دیکھ لیا ہوگا اب اپنے تئیں چھپانے کی کوشش چھوڑ دی اور ٹھکر لگاتے ہوئے زور شور سے آگے بڑھے۔ اس وقت ردیوں میں سے بھی ہر شخص نے جلدی میں

جو ہتیار ہاتھ پڑھا اٹھالیا اور مدافعت کے لیے دوڑ پڑا، سب سے اول حملہ آور دن کے نقاب
 میں مان لیں پھونچا۔ وہ فضلی مرتبے کا نہایت قوی الجسم اور دلیر آدمی تھا اور آتے ہی اُس نے
 ایک ساتھ دو غالون پر جرحہ کیا اور پہلے کا، جو تلوار علم کر کے وار کیا ہی چاہتا تھا، اس نے
 دہن ہاتھ اڑا دیا پھر اسی کرج کی نوک دوسرے کے منہ میں جھونک دی اور اُسے ڈھکیل کے
 بلند پہاڑی پر سے نیچے لڑھکا دیا۔ اس کے بعد مان لیں گڑبگڑ چڑھ گیا اور دوسرے لوگوں کی
 مدد سے جو دو ڈرڈوٹ کے آپھونچے تھے اُس نے باقی ماندہ حملہ آور دن کو پسپا کر دیا جنگی، اول تو جمعیت
 کچھ زیادہ نہ تھی اور دوسرے انھوں نے اس دلیرانہ جرات کے مناسب بہادری بھی نہ دکھائی
 غرض رومی خطرہ مذکور سے بچ گئے اور صبح ہوتے ہی انھوں نے چوکیداروں کے افسر اعلیٰ کو سزا موت
 دی یعنی قلعے کی بلندی سے اُسے اپنے دشمنوں کے اوپر پھینک دیا اور مان لیں کو فتح کے صلے میں
 یہ انعام دینا تجویز کیا کہ ہر شخص نے اپنی ایک ایک دن کی خوراک اُس سے لادی۔ اُن دنوں انھیں
 روزانہ خوراک میں پاؤ بھر روٹی اور تھوڑی سی شراب ملا کرتی تھی لہذا یہ انعام کچھ مالی نفع کے واسطے
 نہ تھا بلکہ محض مان لیں کے اظہار اعزاز کے لیے؛

اس کے بعد سے غالتون کی حالت میں روز بہ روز بدتر ہوتی آتی گئی، بداندہ چار ان کے پاس
 کم ہو گیا تھا اور کامی کس کے خوف سے باہر جانے اُس کی فراہمی بھی نہ کر سکتے تھے۔ علاوہ ازیں
 ہزاروں لاشوں کے غیر مدفون پڑے رہنے کی وجہ سے انکے آدمیوں میں وبا پھوٹ پڑی تھی اور یوں
 بھی جن کھنڈوں میں اور جگہوں پر مکانات کے قرب میں وہ رہتے تھے وہاں کی خشک دنا گوشت
 ہوائیں سانس کے ساتھ پھیپڑے میں گھسٹیں اور ان کی صحت پر بہت بُرا اثر ڈالتی تھیں۔ لیکن غور
 کا سب سے بڑا سبب یہ تھا کہ وہ سایہ دار پہاڑیوں کے رہنے والے تھے جہاں گرمی کے بہت بچاؤ
 ہوتے ہیں، حالانکہ یہاں وہ نشیبی زمینوں میں رہنے پر مجبور تھے جن کی آب و ہوا گرمی کے موسم میں
 انکے لیے نہایت خراب تھی اور طرہ ان سب باتوں پر یہ تھا کہ محاصرے کی طوالت انھیں بالکل مضل
 کیے دیتی تھی کیونکہ قلعے کے سامنے پڑے پڑے اب انھیں پورے سات مہینے گزر گئے تھے، غرض انکے

آدمی بہ کثرت مرنے شروع ہوئے اور آخر میں یہ نوبت پہنچی کہ زندون نے اپنے مردے دفن کرنے چھوڑ دیے لیکن واضح ہے کہ اس محاصرے کی طوالت کے باعث محصورین کی حالت بھی ناگفتنی ہو گئی تھی۔ اجناس کا ان کے پاس دن بہ دن فکڑ بکھرا رہا تھا اور باہر کی کوئی خبر نہ ملنے کی وجہ سے وہ کامی لس کی متوقع امداد سے بالواس ہوتے جاتے تھے اور شہر برغالوں نے پہرے ایسے قائم کر دیے تھے کہ اب قلعے سے کسی کو کامی لس کے پاس بھیجنا بھی محال تھا؛ مگر اب، دونوں طرف ایسی نازک حالت ہو جانے پر، فریقین میں صلح کی کچھ سلسلہ جنبا فی مشروع ہوئی اور اسکا آغاز اس بیرونی جو کیوں سے ہوا جبکہ پہرے دار آپس میں ایک دوسرے سے باتیں کر سکتے تھے۔ طریق کے بڑے بڑے سرداروں نے جب اس تحریک کو پسند کر لیا تو اسکے بعد رومی نرسیوں سل پی سیس نے دور سے کھڑے ہو کے برٹوس کے ساتھ باضابطہ گفتگو کی اور اس میں یہ طے پایا کہ رومی ایک ہزار بلکہ سونا تاوان میں ادا کریں جسکے نتیجے میں غالی بلا تاخیر رومی علاقے کو خالی کر دیں گے۔ پھر فریقین نے بروے حلف اس قرارداد کی پختگی کی اور رومی سونا تولنے کے لیے لائے۔ لیکن تولنے میں غالوں نے بددیانتی کرنی شروع کی اور زول چھے چوری بعد از ان علانیہ مزاحم کے پلڑے جھکا کے توازن بگاڑنے لگے جب رومیوں نے ناراض ہو کر اس حرکت کا شکوہ کیا تو برٹوس نے تضحیک آمیز حقارت کے ساتھ اپنی تلوار اور پیٹی کر سے کھول کے پلڑے میں ڈال دی اور جب سل پی سیس نے دریافت کیا کہ اسکے کیا معنی ہیں؟ تو کہنے لگا "اسکے معنی ہیں کمزور کی موت!" جو بعد میں ضرب النمل کے طور پر استعمال ہونے لگا۔ اس واقعے نے بعض رومیوں کو ایسا برا شفقہ کیا کہ وہ اپنا سونا واپس لے جانے اور مجاہدہ برداشت کرنے پر آمادہ ہو گئے لیکن دوسروں کے نزدیک اس معمولی نقصان کو گوارا کر لینا ہی مناسب تھا اور وہ اس کو کوئی بڑی توہین نہ تصور کرتے تھے کہ جتنا ٹھیک تھا اس سے زیادہ سونا دینا پڑے کیونکہ خود تاوان کا ادا کرنا ہی ایک ذلت تھا

۶۲ خذہ ۷۱ باب ۱۰

۷۱ خذہ ۷۲ باب ۱۰

۷۲ خذہ ۷۳ باب ۱۰

۷۳ خذہ ۷۴ باب ۱۰

۷۴ خذہ ۷۵ باب ۱۰

۷۵ خذہ ۷۶ باب ۱۰

۷۶ خذہ ۷۷ باب ۱۰

۷۷ خذہ ۷۸ باب ۱۰

۷۸ خذہ ۷۹ باب ۱۰

۷۹ خذہ ۸۰ باب ۱۰

۸۰ خذہ ۸۱ باب ۱۰

۸۱ خذہ ۸۲ باب ۱۰

۸۲ خذہ ۸۳ باب ۱۰

۸۳ خذہ ۸۴ باب ۱۰

۸۴ خذہ ۸۵ باب ۱۰

۸۵ خذہ ۸۶ باب ۱۰

۸۶ خذہ ۸۷ باب ۱۰

۸۷ خذہ ۸۸ باب ۱۰

۸۸ خذہ ۸۹ باب ۱۰

۸۹ خذہ ۹۰ باب ۱۰

۹۰ خذہ ۹۱ باب ۱۰

۹۱ خذہ ۹۲ باب ۱۰

۹۲ خذہ ۹۳ باب ۱۰

۹۳ خذہ ۹۴ باب ۱۰

۹۴ خذہ ۹۵ باب ۱۰

۹۵ خذہ ۹۶ باب ۱۰

۹۶ خذہ ۹۷ باب ۱۰

۹۷ خذہ ۹۸ باب ۱۰

۹۸ خذہ ۹۹ باب ۱۰

۹۹ خذہ ۱۰۰ باب ۱۰

۱۰۰ خذہ ۱۰۱ باب ۱۰

۱۰۱ خذہ ۱۰۲ باب ۱۰

۱۰۲ خذہ ۱۰۳ باب ۱۰

۱۰۳ خذہ ۱۰۴ باب ۱۰

۱۰۴ خذہ ۱۰۵ باب ۱۰

۱۰۵ خذہ ۱۰۶ باب ۱۰

۱۰۶ خذہ ۱۰۷ باب ۱۰

۱۰۷ خذہ ۱۰۸ باب ۱۰

۱۰۸ خذہ ۱۰۹ باب ۱۰

۱۰۹ خذہ ۱۱۰ باب ۱۰

۱۱۰ خذہ ۱۱۱ باب ۱۰

۱۱۱ خذہ ۱۱۲ باب ۱۰

۱۱۲ خذہ ۱۱۳ باب ۱۰

۱۱۳ خذہ ۱۱۴ باب ۱۰

۱۱۴ خذہ ۱۱۵ باب ۱۰

۱۱۵ خذہ ۱۱۶ باب ۱۰

۱۱۶ خذہ ۱۱۷ باب ۱۰

۱۱۷ خذہ ۱۱۸ باب ۱۰

۱۱۸ خذہ ۱۱۹ باب ۱۰

۱۱۹ خذہ ۱۲۰ باب ۱۰

۱۲۰ خذہ ۱۲۱ باب ۱۰

۱۲۱ خذہ ۱۲۲ باب ۱۰

۱۲۲ خذہ ۱۲۳ باب ۱۰

۱۲۳ خذہ ۱۲۴ باب ۱۰

۱۲۴ خذہ ۱۲۵ باب ۱۰

۱۲۵ خذہ ۱۲۶ باب ۱۰

۱۲۶ خذہ ۱۲۷ باب ۱۰

۱۲۷ خذہ ۱۲۸ باب ۱۰

۱۲۸ خذہ ۱۲۹ باب ۱۰

۱۲۹ خذہ ۱۳۰ باب ۱۰

۱۳۰ خذہ ۱۳۱ باب ۱۰

۱۳۱ خذہ ۱۳۲ باب ۱۰

۱۳۲ خذہ ۱۳۳ باب ۱۰

۱۳۳ خذہ ۱۳۴ باب ۱۰

۱۳۴ خذہ ۱۳۵ باب ۱۰

۱۳۵ خذہ ۱۳۶ باب ۱۰

۱۳۶ خذہ ۱۳۷ باب ۱۰

۱۳۷ خذہ ۱۳۸ باب ۱۰

۱۳۸ خذہ ۱۳۹ باب ۱۰

۱۳۹ خذہ ۱۴۰ باب ۱۰

۱۴۰ خذہ ۱۴۱ باب ۱۰

۱۴۱ خذہ ۱۴۲ باب ۱۰

۱۴۲ خذہ ۱۴۳ باب ۱۰

۱۴۳ خذہ ۱۴۴ باب ۱۰

۱۴۴ خذہ ۱۴۵ باب ۱۰

۱۴۵ خذہ ۱۴۶ باب ۱۰

۱۴۶ خذہ ۱۴۷ باب ۱۰

۱۴۷ خذہ ۱۴۸ باب ۱۰

۱۴۸ خذہ ۱۴۹ باب ۱۰

۱۴۹ خذہ ۱۵۰ باب ۱۰

۱۵۰ خذہ ۱۵۱ باب ۱۰

۱۵۱ خذہ ۱۵۲ باب ۱۰

۱۵۲ خذہ ۱۵۳ باب ۱۰

۱۵۳ خذہ ۱۵۴ باب ۱۰

۱۵۴ خذہ ۱۵۵ باب ۱۰

۱۵۵ خذہ ۱۵۶ باب ۱۰

۱۵۶ خذہ ۱۵۷ باب ۱۰

۱۵۷ خذہ ۱۵۸ باب ۱۰

۱۵۸ خذہ ۱۵۹ باب ۱۰

۱۵۹ خذہ ۱۶۰ باب ۱۰

۱۶۰ خذہ ۱۶۱ باب ۱۰

۱۶۱ خذہ ۱۶۲ باب ۱۰

۱۶۲ خذہ ۱۶۳ باب ۱۰

۱۶۳ خذہ ۱۶۴ باب ۱۰

۱۶۴ خذہ ۱۶۵ باب ۱۰

۱۶۵ خذہ ۱۶۶ باب ۱۰

۱۶۶ خذہ ۱۶۷ باب ۱۰

۱۶۷ خذہ ۱۶۸ باب ۱۰

۱۶۸ خذہ ۱۶۹ باب ۱۰

۱۶۹ خذہ ۱۷۰ باب ۱۰

۱۷۰ خذہ ۱۷۱ باب ۱۰

۱۷۱ خذہ ۱۷۲ باب ۱۰

۱۷۲ خذہ ۱۷۳ باب ۱۰

۱۷۳ خذہ ۱۷۴ باب ۱۰

۱۷۴ خذہ ۱۷۵ باب ۱۰

۱۷۵ خذہ ۱۷۶ باب ۱۰

۱۷۶ خذہ ۱۷۷ باب ۱۰

۱۷۷ خذہ ۱۷۸ باب ۱۰

۱۷۸ خذہ ۱۷۹ باب ۱۰

۱۷۹ خذہ ۱۸۰ باب ۱۰

۱۸۰ خذہ ۱۸۱ باب ۱۰

۱۸۱ خذہ ۱۸۲ باب ۱۰

۱۸۲ خذہ ۱۸۳ باب ۱۰

۱۸۳ خذہ ۱۸۴ باب ۱۰

۱۸۴ خذہ ۱۸۵ باب ۱۰

۱۸۵ خذہ ۱۸۶ باب ۱۰

۱۸۶ خذہ ۱۸۷ باب ۱۰

۱۸۷ خذہ ۱۸۸ باب ۱۰

۱۸۸ خذہ ۱۸۹ باب ۱۰

۱۸۹ خذہ ۱۹۰ باب ۱۰

۱۹۰ خذہ ۱۹۱ باب ۱۰

۱۹۱ خذہ ۱۹۲ باب ۱۰

۱۹۲ خذہ ۱۹۳ باب ۱۰

۱۹۳ خذہ ۱۹۴ باب ۱۰

۱۹۴ خذہ ۱۹۵ باب ۱۰

۱۹۵ خذہ ۱۹۶ باب ۱۰

۱۹۶ خذہ ۱۹۷ باب ۱۰

۱۹۷ خذہ ۱۹۸ باب ۱۰

۱۹۸ خذہ ۱۹۹ باب ۱۰

۱۹۹ خذہ ۲۰۰ باب ۱۰

۲۰۰ خذہ ۲۰۱ باب ۱۰

۲۰۱ خذہ ۲۰۲ باب

جو مجبور یوں کی وجہ سے انھیں اٹھانی پڑی تھی؛

میں اس وقت کہ قانون کے ساتھ اور خود آپس میں وہ اس معاملے پر بحث کر رہے تھے اور کوئی تصفیہ نہ ہوا تھا، کامیلس اپنی فوج سمیت دروازہ شہر پر اکھڑا اور جب اسے اس مصالحت اور لین دین کا حال معلوم ہوا تو فوج کے بڑے حصے کو تو اس نے تہ تیغ کے ساتھ اپنے پیچھے آنے کا حکم دیا اور خود چیدہ سپاہیوں کی ایک جمیعت لے کے بتجمل وہاں آیا۔ جان رومی تھے اور جان ان سب نے مختار سلطنت کی حیثیت سے اس کی تنظیم کی اور خاموشی اور ادب کے ساتھ ایک طرف ہٹ ہٹ کے کھڑے ہو گئے۔ اس نے آتے ہی ترازو کے پلڑوں میں سے سونا نکال کے اپنے افسروں کے حوالے کیا اور قانون کو حکم دیا کہ اپنی ترازو اور بانٹ لے کے فوراً رخصت ہو جائیں، کیونکہ وہ کہنے لگا درو میوں کا دستور ہے کہ وہ اپنے ملک کو لوہے کے وسیلے سے غلصی دلاتے ہیں نہ کہ سونے سے! پھر جب برٹوس نے بگڑنا شروع کیا کہ یہ عہد شکنی کمال نا انصافی کی بات ہے تو کامیلس نے جواب دیا کہ یہ قرارداد ہی قانونی نہیں ہے اور محض آپس کی رضامندی سے کر لی گئی تھی نہ کہ مجبوری سے اور اس کے خلاف قانون ہونے کی دلیل یہ ہے کہ میں جو باضابطہ حاکم بنایا گیا ہوں شریک معاہدہ نہ تھا اور بغیر میرے جن لوگوں نے معاہدہ کیا وہ قانوناً اسکا کوئی اختیار نہ رکھتے تھے۔ البتہ اب میرے سنے جو کچھ آپ کو (یعنی قانون کو) کہنا ہو وہ کہیں۔ میں پورے اختیارات قانونی کے ساتھ آگیا ہوں کہ جو معافی مانگیں انھیں معافی دوں اور جو خطا کار ایسا نہ کریں انھیں سزا دوں؛

ان باتوں نے برٹوس کو بہت غضب ناک کیا اور ان میں سخت تنازعہ پیدا ہو گیا۔ طریق سے تلواریں کھینچ گئیں اور وہ ایک دوسرے پر حملہ آور ہوئے اگرچہ نہایت بے ترتیبی کے ساتھ، کیونکہ ایسی تنگ گلیوں میں مکانات کے درمیان جہاں باقاعدہ لڑائی ناممکن ہو بد نظمی اور گڑبڑ کے سواے ہو ہی کیا سکتا تھا؛ لیکن فوراً ہی برٹوس نے اپنے تین قابو میں کیا اور قانون کو خنجر سے صرف چند ضائع ہوئے تھے پکار پکار کر اپنے ہمراہ خیمہ گاہ میں لے آیا، اور رات کے وقت

تمام اہل لشکر سمیت شہر سے نکل گیا اور آٹھ میل کے فاصلے سے گیبی کی سرک پر نیچے ڈالے۔
 صبح ہوتے ہی کامی لس بھی شان و شوکت کے ساتھ فوج لے کے جوہت و جوش سے بھری
 ہوئی تھی، اسی مقام پر آچھوچا اور ایک تیز و تند لڑائی میں کہ خاصی دیر تک ہوتی رہی دشمن کو
 شکست فاش دی اور ان کے ہزاروں آدمی قتل کرنے کے علاوہ خیمہ گاہ کو بھی چھین لیا۔ جو
 لوگ بچ کر بھاگے ان میں سے کچھ تو قناب کرنے والوں کے ہاتھ سے مارے گئے اور بہت سے
 ادھر ادھر تتر بتر ہو گئے جنہیں اہل دیہات نے ہر طرف سے نکل نکل کے کاٹ ڈالا۔
 اس طرح رومہ الکبر نے کسی قدر عجیب طور پر مفتوح ہو کر اسی طرح عجیب طور پر دشمنوں
 رستگاری پائی۔ جولائی کی ماؤس (یعنی پندرہویں) کے کچھ دن بعد غالون کا اُس پر قبضہ ہوا
 تھا اور دوسرے سال فردری کی ماؤس کے قریب گویا سات مہینے کے بعد وہ وہاں سے نکالے
 گئے، نکلا ہوا ملک ہاتھ آیا اور کہنا چاہیے کہ خاص شہر نے دوبارہ زندگی پائی۔ اس جیلے ملک
 وطن کے صلے میں کامی لس کا شاندار جلوس منع نکلا جس کا وہ فی الحقیقت سختی تھا، اور جب وہ
 گھوڑے پر سوار شہر میں داخل ہوا تو سیکڑوں مفورین اپنے بال بچوں سمیت اسے جلو میں تھے اور
 ادھر سے قطعے کے محصور (جو فائدہ کشی سے ہلاکت کے بالکل قریب بھیج چکے تھے) نکل نکل کے
 اس کے استقبال کو آ رہے تھے اور آپس میں ایک دوسرے سے ہم آغوش ہو ہو کر خوشی کا رونا
 روتے تھے اور فرط مسرت سے ان تازہ اندوہ کشتوں کو اعتبار نہ آتا تھا کہ فی الحقیقت جو کچھ ہم
 دیکھ رہے ہیں وہ سچ ہے۔ پھر ان کے پرہیزگاروں اور بیاریوں نے ان کے وہ تبرکات نکالے
 جنہیں بھاگتے وقت دفن کر گئے تھے یا اپنے ساتھ لے گئے تھے، اور کھول کھول کے محفوظ حالت
 میں دکھایا تو اس وقت جن لوگوں نے یہ مبارک منظر دیکھا ان کے دل جوش مسرت و عقیدت
 سے ایسے بے تاب ہو گئے کہ گویا ان تبرکات کے ساتھ خود دیوتا رومہ میں وہیں لوٹ آئے ہیں
 بعد ازاں کامی لس نے دیوتاؤں پر قربانیاں چڑھائیں اور شہر کو مملکی ہدایت کے موافق
 مطہر و پاک کر کے پہلے مندر از سر نو قائم کیے اور اس مقام کو ڈھونڈ کر جہاں اہل مرتبہ مرقس شہنشاہ

نے بلچھون کے آنے کی پیشین گوئی بامثل غیب سے سنی تھی، اس نے ایک نیا مندر آؤنجیب کے نام پر بھی تعمیر کیا۔

بے شبہ کھنڈرون میں اور خاک تو دونوں کے ڈھیر میں تمام مقدس معابد کے مقامات ڈھونڈ نکالنا نہایت دشوار کام تھا لیکن کامیلس کی پر جوش سرگرمی اور بجا ربوں کی لگاتار محنت سے آخر کار اس میں خاطر خواہ کامیابی ہو گئی۔ اس کے بعد شہر کی از سر نو تعمیر کا مسئلہ پیش آیا اور چونکہ وہ قریب قریب بالکل سہمدم اور خراب ہو گیا تھا اور اسکی نئی تعمیر کے لیے مصالح جمع کرنا کمال وقت طلب نظر آتا تھا، لہذا شہریوں کی ہمتیں پست ہو گئیں۔ کیونکہ اس قدر مصائب و آلام اٹھانے کے بعد ان کو قدرتی طور پر آرام لینے کی چاہت تھی اور اسی خستہ حالی اور تہی دستی میں تعمیر شہر کی مشقتیں اٹھانے سے وہ گریز کرتے تھے اور ان کے دلوں میں روم و چھوڑ کے شہر دی آئی چلے جانے کا خیال پھر عود کر آتا تھا، جہاں ہر قسم کا سامان زلیست باوجود موجود تھا اور جہاں کسی مکان یا عمارت بنانے کی انھیں ضرورت نہ پڑ سکتی تھی۔ خود غرض خوشامدوں نے بھی انکے اس خیال کو تقویت دی اور اسی ضمن میں ان معاندانہ شبہات پر بھی ہجو کامیلس کے خلاف اس کے دشمن پیدا کرتے تھے، وہ دوبارہ توجہ مبذول کرنے لگے۔ مثلاً اس بات پر کہ کامیلس خود غرض ہے اور ایک بنے بنائے شہر میں جانے سے محض اپنی ذاتی نمود کے لیے نہیں روکتا ہے اور مجبور کرتا ہے کہ وہ اسی سہمدم شہر کو جسے غالوں نے جلا کر خاک کا ڈھیر کر دیا ہے نئے مرے سے تعمیر کرے تاکہ اسکی ناموری ہو اور وہ نہ صرف ایک سپہ سالار یا حاکم بلکہ رومیولس کی جگہ رومہ الکبر کے قابل احترام بانی بھی سمجھا جائے، یہ مجلس ملکی نے یہ چرچے سنے تو پھر بد اپنی کاخ ہوا اور اسکے ارکان نے کامیلس کو عمدہ تختہ السلطنتی سے ایک سال تک دست کش نہ ہونے دیا حالانکہ نہ تو پہلے کبھی یہ عمدہ چھ مہینے سے زیادہ کسی کے پاس رہا تھا اور نہ خود کامیلس اپنی میعاد بڑھانے کا خواہاں تھا، ساتھ ہی انھوں نے عوام الناس کی دلبری اور بہت افزائی میں کوئی دقیقہ کو شش باقی نہ چھوڑا اور طرح طرح سے انھیں رومہ کو دوبارہ بسانے کی ترغیبیں دیں مثلاً کبھی

انکے بزرگوں کے مقابر اور درگاہوں کا واسطہ دیا کبھی ان مقدس معابد کو یاد دلایا جسکی نگرانی
رومیوس، نیوما یا اور شاہان قدیم نے انکے سپرد کی تھی اور دلائل مذہبی میں سب سے بڑھ کر اس
سرکی دلیل پیش کی جو قلعہ شہر کی بنیاد ڈالتے وقت جسم سے تازہ چلچلہ کیا ہوا پایا گیا تھا اور جو
ایک ربانی اشارہ تھا اس امر پر کہ یہی قلعہ رومہ سارے ملک اطالیہ کا سر یعنی سردار ہو گا۔
پھر انھوں نے وہ مقدس آگ جسے لڑائی کے بعد دوبارہ مرلیون نے روشن کیا تھا یاد دلائی اور
جسایا کہ اب اس شہر کو چھوڑنا اور بیان کی آگ کو بھینے دینا بڑی شرم کی بات ہوگی خصوصاً اس طرح
پر کہ ہم لوگ کہیں اور اٹھ جائیں اور اس مقام پر چنپی آن بسین یا ویران ہوتے ہوتے وہ ویشیون
کی چراگاہ کا میدان بن جائے یا اس قسم کی جتنیں تھیں جو رومہ کے مقتدر باشندے کبھی ناصحانہ
پیرائے میں، کبھی بگڑ بگڑ کے اور کبھی عاجزی کے ساتھ اپنے ہموطنوں کے سامنے پیش کرتے اور کیا گھر میں
اور کیا باہر جلپون میں ہر جگہ انھیں ڈھراتے تھے سادھر سے جواب میں اہل شہر لبی بے کسی اور دلائی
کی فریاد بلند کرتے اور مٹی ہوتے کہ ہمیں، جو نسلۂ جہان کے مسافروں کی طرح پہلے ہی بتلائے آلام
پریشانی ہیں، ایک تاراج و برباد شہر کی پُر مشقت مرمت پر مجبور نہ کر و خصوصاً اس حالت میں کہ
ایک پہلے سے بنا ہوا شہر آباد ہونے کے لیے موجود اور ہمارے سامنے ہے۔

انھیں اختلافات کے خیال سے کامی لس نے اس مسئلے کو جلسہ عام میں پیش کرنا مناسب سمجھا
اور خود اس میں ایک طویل تقریر کی اور نہ صرف اپنے وطن بلکہ بہت سے اہل وطن کی غلصہ و کاست
و نیابت کا حق ادا کیا۔ اس کارروائی کے بعد آخرین رائیں طلب کرنے کی نوبت آئی اور لوئیس
سیریشیس کی پکار ہوئی جسکا نام سب سے اول تھا اور جسکے بعد، کامی لس نے حکم دیا کہ، ہر شخص
ترتیب سے اپنی اپنی رائے دے۔ جب خاموشی ہو گئی اور لوئیس نے سامنے آکے اپنا خیال بیان
کرنا چاہا تو عین اسی وقت اتفاقاً ایک یکصدی افسر ایوان جلسہ کے باہر پر قندازوں کی جمعیت لیکے
گزر ا اور علم بردار سے یہ آواز بلند کہنے لگا کہ بس اسی مقام پر ٹھہر جاؤ اور اپنا جھنڈا گاڑ دو یہی جا
سب سے اچھی ہے! اس بر محل آواز کا، اس تذبذب و انتشار کے عالم میں بہت اثر ہوا اور

سب نے اُسے مشورہ غیبی تصور کیا اور لوہیس نے عقیدت مندانہ شان سے، بقول خود، دیوتاؤں کے حساب یا فیصلہ دیا یعنی رومہ ہی میں رہ جائے کی راے دی اور اُسی کی اوروں نے بھی تقلید کی، اس فال گرہش نے عوام الناس کے خیالات میں بھی حیرت انگیز تبدیلی پیدا کر دی۔ وہ ایک دوسرے کو جوش و حوصلہ دلانے لگے اور پوری سرگرمی سے کام پر لگ گئے۔ لیکن اس گرجوٹی میں انھوں نے کلی کوچوں کی ترتیب و گنجائش کا مطلق خیال نہ رکھا اور ہر شخص نے جو جگہ قریب ہاتھ لگی یا پسند آئی وہیں مکان بنالیا اور چونکہ مشورہ ہے کہ پورا شہر ذاتی جائداد اور سرکاری فصیلوں سمیت ایک سال کے اندر اندر انھوں نے اس سر نو تعمیر کر لیا تھا، لہذا اس جلد بازی کی وجہ سے گلیاں اور مکانات بہت تنگ، کچھ بچ اور بد صورت رہ گئے، اس بد نظمی کی حالت میں بھی کامی کس کے مقرر کردہ لوگ مقدس مقامات کی سراغ رسانی میں مصروف تھے اور جب بلائیم کے گرد پھر کر انھیں مریخ دیوتا کی دیول کاپتہ چل گیا تو ہر چند وہ غالون کی تاریاجی اور آتش زنی سے محفوظ نہ رہا تھا پھر بھی اس جگہ کو صاف کیا گیا اور آتش زدہ لمبا ہٹ گیا تو رکھ کے ڈھیر میں رومیوس کے فال دیکھنے کا عہدا باہو املا۔ اس قسم کے عرصے ایک سرے پر سے مرے ہوئے اور لی کوس کے نام سے موسوم ہوتے ہیں اور پرندوں کی اڑان سے جب فال دکھی جاتی ہے تو برج آسمانی کی تقسیم انھی عصوں کے ذریعے کرتے ہیں اور رومیوس کہ فال کھولنے میں بڑا ماہر تھا، اسی عرصے سے کام لیتا تھا، اور جب وہ دنیا سے غائب ہوا تو پچاریون نے یہ عہدا دیگر ترکات کے مانند، لوگوں کی دسترس سے بچا کے مریخ کے دیول میں رکھ دیا تھا اب جو انھوں نے دیکھا کہ اور سب چیزیں جل جانے کے باوجود یہ عہدا آگ سے محفوظ اور چون کا توں سلامت رہا تو انھیں بڑی خوشی ہوئی اور وہ اسے روتہ الکبریٰ کی خوش بختی اور دوائی سلامتی کی فال سمجھے، لیکن رومیوس کو یہ مشکل اپنی مشقتوں سے مہلت ملی تھی کہ ایک نئی جنگ چھڑ گئی اور ایک طرف تو ایکوی دال سکی اور لٹینی قوموں نے انکے علاقوں پر حملہ کیا اور دوسری طرف لشکروں نے انکے حلیف شہر سٹرم کو گھیر لیا، ابتدا میں رومی فوجوں کی کمان جنگی ٹرپیہونوں کے ہاتھ میں تھی لیکن وہ چاروں طرف سے ایسے

محصور ہوئے کہ خود خیمہ گاہ کی حالت خمد و شہو گئی اور انھیں رومہ سے فوری امداد مانگنی پڑی اس وقت پھر کامی کس تیسری مرتبہ ڈک ٹیٹر منعقب ہوا اور تمام جنگی انتظامات اس کی ماتحتی میں دیدیے گئے؛

اس محاربے کے متعلق دو بیان ہیں۔ میں پہلے اس کو نقل کرتا ہوں جو زیادہ تر افسانے کی شان لیے ہے :-

کہتے ہیں کہ لاطینیوں نے (خواہ محض جیلے سے خواہ فی الواقع) دونوں قوموں کی قدیم شہرہ دار تازہ کرنے کے خیال سے) اہل رومہ سے چند آزاد لڑکیاں (نشاری مین) دینے کی درخواست کی رومی لوگ کمال متردد ہوئے کہ اس پیغام کا کیا جواب دیں (کیونکہ ابھی پھیلی مصیبت و پریشانی سے انھیں پوری طرح نجات نہ ملی تھی اور وہ اس حال میں لڑائی مہول لیتے ڈرتے تھے اور دوسری طرف انھیں شبہ تھا کہ لاطینیوں کا یہ مطالبہ جسے انھوں نے قیام اتحاد اور تناسے قرابت کا رنگ دیا تھا، سیدھی لفظوں میں، چندیر غمال حاصل کرنے کی ترکیب تھی اور بس) اس وقت ایک جوان ملازمہ جس کا نام ٹوٹولا، یا دوسرے قول کے مطابق، فلوطیس تھا، حکام شہر کو آمادہ کر لیا کہ اسکے ہمراہ چند اور قبول صورت ماماؤن کو مشرب خواتین کا سالباس عروسی پہنا کر دشمنوں کے پاس بھیج دیا جائے اور باقی سب انتظام وہ اس پر چھوڑ دیں۔ مجسٹرون نے یہ بات منظور کر لی اور جتنی عورتیں اس نے اپنے مطلب کے لیے ضروری بتائیں، انھیں بیش قیمت لباس اور زیورات سے آراستہ کر کے لاطینیوں میں بھجوا دیا جو کہ شہر سے قریب ہی خیمہ زن تھے۔ جب رات ہوئی تو باقی عورتوں نے تو لاطینی سپاہیوں کی تلوار میں چھپا دیں اور خود ٹوٹولا یا فلوطیس ایک جنگلی انجیر پر چڑھ گئی اور وہاں سے ایک موٹا اونٹنی کپڑا لٹکا کر مشعل دکھائی جو اس میں اور رومی سپہ سالاروں میں حملہ کرنے کی ایک علامت قرار پائی تھی۔ ان سپہ سالاروں کے سوا کسی شہری کو اس سازش کا علم نہ تھا اور اسی لیے جب وہ افسروں کے حکم سے شہر کے باہر نکلے تو انہیں کوئی ترتیب و باقاعدگی نہ تھی اور وہ بڑی دھکاپیل کرتے اور اپنے اپنے ساتھیوں کو پکارتے ہوئے جارہے تھے۔ وہ دشمن کے پڑاؤ پر پہنچے تو اس کے سپاہی

سوئے پڑے تھے یا بے خبری کی وجہ سے کچھ نہ کر سکتے تھے چنانچہ رومیوں کا بہ آسانی ان کے خیمہ گاہ پر قبضہ ہو گیا اور بہت کم لاطینی زندہ بچ کر بھاگ سکے۔ یہ واقعہ جولائی کی نویں تاریخ (زین تاریخ) کو گذرا ہے جو پہلے کو ان طیس کہلاتی تھی۔ بعد ازاں اسی دن ایک ہتوار بنا یا جانے لگا جس میں اندکورہ بالا واقعے کی نقل کی جاتی ہے اور اول اول ایک ہجوم شہر سے دوڑتا ہوا نکلتا ہے اور لوگ آپس میں بعض عام اور مشہور نام، مثلاً کاس، مرتس، لوسیس وغیرہ پکارتے جلتے ہیں۔ پھر کچھ چھوکر یاں، اچھہ، چھہ لباسوں میں، کھیلتی کودتی چلیں کرتی آتی ہیں اور آپس میں یا جو لوگ آتے ہیں ان کے ساتھ نقلی لڑائی بھی لڑتی ہیں یہ دکھانے کو کہ انھوں نے بھی لاطینیوں کے خلاف جنگ میں حصہ لیا تھا اس کے علاوہ جنگلی انجیر کی ٹہنیوں کی سائے میں اس روز سب لوگ بیٹھ کے کھاتے بیچے اور وقت گزارتے ہیں اور ہتوار کو بھی لڑائی کپڑوں میں کتے ہیں جسکی صل رومی لفظ کپڑے کی کسی دیمغی جنگلی انجیر سے بتائی جاتی ہے کہ جنگلی انجیر پر ہی چڑھ کر فلطیس نے مشعل دکھائی تھی، ایک اور روایت یہ ہے کہ اس میلے کی اکثر باتیں شاہ رومیوس کے غائب ہونے کی یادگار ہیں کیونکہ اسی تاریخ وہ ایک ناگمانی طوفان اور تاریکی میں (بعض لوگ اسے سورج گمن خیال کرتے ہیں) شہر کے باہر بکریوں کی منڈی، نام مقام سے غائب ہو گیا تھا، بکری کو لاطینی زبان میں کبرا کہتے ہیں اور اسی سے ہتوار کا نام کپڑوٹنی پڑا جیسا کہ رومیوس کی سوانح عمری میں ہم بیان کر آئے ہیں۔

لیکن لاطینی لڑائی کے بارے میں اکثر مصنفین دوسرے بیان کو ترجیح دیتے ہیں جو سن ۱۱۰۰ء جب کامیلس سہ بارہ مختار سلطنت منعقد ہوا اور خبر ملی کہ رومی فوج کو واسکی اور لاطینی لشکروں نے گھیر لیا ہے تو وہ نہ صرف کم سنوں کو بلکہ معرودن کو جن کی عمر سن جنگ سے تجاوز کر چکی تھی فوج میں بھرتی کرنے پر مجبور ہوا اور پھر کوہ میسیس کے گرد ایک لمبا چکر کاٹ کے، بغیر معلوم ہونے دشمن کی پشت پر اپنے سپاہی جمادیے اور اس مقام سے بہت سے الاؤ جلا کے اپنے آپھونچنے کی اطلاع دی۔ یہ دیکھ کے رومی محسوسین کی ہمت بندھ گئی اور وہ اپنے پڑاؤ سے نکل کے حملے کی تیاریاں

کرنے لگے۔ لیکن فریق مقابل نے دونوں طرف سے رویوں کی زد میں آجانا مجبوراً سمجھا اور اپنے تئیں ہٹا کر عارضی استحکامات میں محفوظ کر لیا اور پڑاؤ کے چاروں طرف درخت کاٹ کاٹ کے نہایت مضبوط حصار بنالیا اور ارادہ کیا کہ مزید لنگ آنے تک اسی مقام میں محاصرہ کرتے رہیں، نیز انھیں اپنے حلیف لشکروں سے بھی اعانت کی توقع تھی، کامی کس انتظام سمجھ گیا اور اس اندیشے سے کہ جس طرح اس کے دشمن گھیرے میں آگئے تھے کہیں خود اس کی فوج دونوں جانب سے زمین نہ آجائے اس نے ارادہ کیا کہ جو کچھ کرنا ہے دشمن کی کمک آنے سے پہلے فوراً کر لے۔ انکے پڑاؤ کی گڑبچ اسے معلوم تھا کہ شہیردن سے بنی ہوئی ہیں اور یہ دیکھ کر سوچ نکلتے ہی بہاؤن کی طرف سے برابر ایک تیز ہو جلتی رہتی ہے اس نے ان کے پڑاؤ میں آگ لگاوینے کی تجویز سوچی اور بہت سی آتش گیر اشیا فراہم کرنے کے بعد علی الصباح ایک حصہ فوج کو دوسری طرف بھیج دیا اور حکم دیا کہ حملے کے وقت جس قدر ممکن ہو سپاہی شور و غل مچائیں اور دشمن کو اپنی طرف متوجہ رکھیں۔ پھر خود اس جماعت کو، جسکے پاس آگ لگانے کا سامان تھا، دوسری سمت لے آیا جدھر کہ ہوا چلتی تھی اور موقع کا انتظار کرنے لگا۔ سورج بلند ہوتے ہی حملہ شروع ہوا اور ساتھ ہی بہاؤن کی طرف سے ہوا کے جھکڑ چلے، اس وقت کامی کس نے اپنے دسے کو تپے کا اشارہ کیا اور سپاہیوں نے بڑھ بڑھ کر اس کثرت سے چلتی ہوئی چیزیں اور آگ پھینکی کہ اس جانب تمام گڑبچوں میں شعلے بھر گئے اور ملے ہوئے شہیردن اور کڑی کے کھڑوں نے آگ لیتے ہی سارے پڑاؤ کو دائرہ آتش بنا دیا، پھر تو ہر سمت آگ ہی آگ پھیل گئی اور لاطینی، جو اس ہٹا ناگمانی کے لیے مطلق تیار نہ تھے اور نہ آگ بھانے کا کوئی سامان رکھتے تھے خود بخود گھر کا ایک چھوٹے سے حلقے میں جمع ہو گئے اور آخر کار مجبور ہو کر دشمنوں کے مقابلے میں نکلے جو ہر طرف گھیر دیے انکے استقبال کے واسطے تلواریں کھینچے تیار کھڑے تھے۔ ان مقابلہ کرنے والوں میں سے بہت کم شاہیں بچ کے نکل سکے باقی جو پڑاؤ میں ٹھہرے رہے وہ آگ کا شکار ہوئے جو اس وقت تک کہ خود رویوں نے لوٹ مار کے خیال سے نہ بچایا، فرد نہ ہوئی پڑاؤ

اس کارروائی کے بعد کامیاس نے قیدیوں اور مال غنیمت کی نگرانی پر تو اپنے بیٹے
 لوہیں کو بھجوا دیا اور خود دشمن کے علاقے میں گھس کر شہر ایکوی کو تھیرا اور وال سلکن قوم کے
 باقی ماندہ لوگوں کو اطاعت پر مجبور کیا پھر بمقابلہ شہر ستریم کی طرف مڑا کہ اپنے حلیفوں کو امداد
 پہنچاے۔ اُسے یہ خبر نہ تھی کہ وہ شہر اسی زمانے میں سخر ہو چکا ہے اور وہ ان کا محاصرہ اٹھانے
 کے خیال سے تیزی کے ساتھ فوج کو لیے جا رہا تھا کہ راستے میں اہل ستریم ملے جو اپنے شہر کو دشمن
 کے حوالے کر آئے تھے اور تن کے کپڑوں کے سوا سب کوئی شے انکے پاس فاتحین نے نہ بھجوی
 تھی۔ ایسی حالت مجبوری میں وہ خانمان خراب اپنی بیوی بچوں کو لیے، تقدیر کو روتے جا رہے
 تھے، کہ کامیاس پر بڑا اثر پڑا اور جب اُس نے اپنے سپاہیوں کو بھی اُن سے گلے مل بل کے
 روتے دیکھا تو ارادہ کر لیا کہ کچھ ہو کر جی ہی سٹریم پہنچے گا اور اپنے بد نصیب حلیفوں کا انتقام لینے
 میں تاخیر کو راہ نہ دیگا۔ اس کے علاوہ یہ بھی اُسے امید تھی کہ دشمن کو اس موقع پر بالکل غافل اور
 عیش و آرام کرتا ہوا پائیکا کیونکہ ابھی اُس نے آنا بڑا اور دولت مند شہر حاصل کیا تھا اور اندر باہر
 اُسے کسی حریف کا خطرہ نہ تھا، چنانچہ یہ قیاس میں دین درست نکلا اور کامیاس نے صرف مضائقہ
 کو بے خبر ہوئے طے کر لیا بلکہ بلا وقت شہر بنیاد اور دروازوں پر قابض ہو گیا کہ اُن پر کوئی محافظ اور
 نگرانی کرنے والا نہ تھا اور تمام سلکن سپاہی تختہ دی کی خوشی میں بے غل و غش ادھر ادھر مکانوں
 میں بیٹھے جشن اڑا رہے تھے۔ یہی نہیں بلکہ جب انھیں نے واقعی بھی علم ہو گیا کہ دشمن شہر پر قبضہ
 کر چکا ہے تو انھوں نے اس قدر کھایا اور شراب پی لی تھیں کہ صرف چند آدمی ایسے تھے جنھوں نے
 بچ کر بھاگ جانے کی کوشش کی ورنہ باقی سب نے یا اپنے تنکین منظر و منظور دیوں کے حوالے کر دیا
 اور یا گھروں میں بیٹھے کمال بزدلی کے ساتھ موت کا انتظار کرنے لگے۔

اس طرح شہر ستریم ایک ہی دن میں دو مرتبہ سخر و مفتوح ہوا اور پہلے اگر کامیاس ہی کے
 بروقت نہ پہنچنے سے چھٹا تھا تو اب چھیننے والوں سے بھی محض اسی کی شجاعت و مسعدی نے
 واپس لیا۔ ان کا زنا مومن کے صلے میں جو اس کی بھلی فتوحات سے کچھ کم باعث فخر و امتیاز نہ تھے

اسے پھر جلوس فتح منگالنے کی عزت حاصل ہوئی اور وہ شہری بھی کہ پہلے اس کو اچھا نہ جانتے تھے اور ازراہ تھتیر اس کی کامیابیوں کو ذاتی قابلیت کے بجائے، محض اتفاق اور خوش قسمتی سے منسوب کرتے تھے، اب مجبور ہو گئے کہ ان آخری کاموں کو اسی کی غیر معمولی محنت و کاردانی کا نتیجہ تسلیم کریں۔

کامیابی کے مخالفین اور حادان شہرت میں سب سے نمایاں مرفسان لیس تھا۔ یہ وہی شخص ہے جس نے غانون کا شیخون قلعہ رومہ پر دفع کیا اور اسکے صلے میں ایک بی ٹلی سن، قلعے والا یا صاحب قلعہ کا خطاب پایا تھا، جمہوریہ رومہ میں اولیت اور تفوق حاصل کر لینے کی اسے بڑی ہوس تھی اور جب وہ شریفانہ کاموں میں نامور کامیابی سے بازی نہ لے جاسکا تو اس نے مطلق العنانی حاصل کرنے کا بڑا طریقہ اختیار کیا جس سے عوام الناس، خصوصاً مقروضین، کو ملانا مراد ہے بہت سے قرض داروں کی عدالت میں قرضو اہوں کے خلاف اس نے وکالت کی، بعضوں کو قانونی احکام کے طے الرغم اس نے زبردستی وہی مواخذہ ہونے سے بچالیا اور اس طرح تھوڑے دن میں مفلس فلاشون کے ایک گروہ کثیر کو اپنا طرفدار بنالیا جبکہ ایوان عام میں، شورش اور ہنگامے بپا کرنے سے تمام مغربی شہر خوف زدہ اور متوہم ہو گئے، انھیں بدعنوانیوں کے اسناد کے واسطے کو ان لیس کو فتح الاسلامت مقرر کیا گیا اور جب اس نے مان لیس کو شورش انگیزی کے جرم میں گرفتار کر دیا تو اکثر عوام الناس نے اپنے لباس بدل دیے اور یہ وہ اظہارِ عالم کی صورت ہے جو صرف بڑی بڑی قومی مصیبتوں کے موقع پر جاری رکھی جاتی ہے۔ لہذا مجلس ملکی کو فساد کا اندیشہ ہوا اور اس نے مان لیس کو رہا کر دیا۔ لیکن ہائی پانے کے بعد اپنا طرزِ زندگی کے بجائے وہ اور سرکش ہو گیا اور سارے شہر میں فرقہ بندی اور فتنہ و فساد کی آگ بھڑکادی۔ اسی بنا پر کامیابی کو پھر جنگی ٹریبیون منتخب کیا گیا اور مان لیس کی طلبی عدالت میں ہوئی کہ الزامات شورش کی جواب دی کرے۔ مگر جس مقام پر تحقیقات کی جا رہی تھی اس نے مان لیس کے فریق مقابل کے راستے میں بڑی ہڑکاوٹ پیدا کی

کیونکہ اتفاقاً یہ جگہ غین قلعہ رومہ کے نیچے تھی اور وہاں سے قلعے کا وہ حصہ صاف نظر آتا تھا جہاں ماں لیس نے غاٹوں کا مقابلہ کیا تھا لہذا جو نئی ملزم آب دیدہ ہو کر اپنے ہاتھ اڑھرنہ کرتا، تمام حاضرین کو اس کا پچھلا کارنامہ یاد آجاتا اور ترس کھانے لگتے۔ اس حال میں حج حیران تھے کہ کیا کریں اور بار بار اس کے مقدمے کو ملتوی کر دیتے تھے کہ جرم بخوبی ثابت ہو گیا تھا اور اسے چھوڑنا تو انھیں گوارا نہ تھا، لیکن اس حال میں کہ اس کا شجاعانہ کام گویا نگاہ کے سامنے تھا، وہ سزا بھی بخوبی نہ کر سکتے تھے، نظر براین کامیاس نے مقام تحقیقات بدل دینا ہی مناسب سمجھا اور عدالت کو وہاں سے ہٹا کے شہر کے باہر پاٹلی کی بھٹی میں لے گیا جہاں سے قلعے کا کوئی حصہ بھی نظر نہیں آسکتا۔ یہاں اس کے مخالف (مستغیث) نے بوری طرح اپنا استعانت پیش کیا اور حج اس قابل ہوئے کہ اس کے مجرمانہ افعال کو ذہن نشین رکھ سکے۔ آخر میں وہ مجرم ثابت ہوا اور قلعہ پر لچا کر سر کے بل بہاڑی کے اوپر سے گرا دیا گیا۔ گویا وہی جگہ کہ اس کے بہترین کارنامے کی گواہ عادل بھی اس کے افسوسناک ترین انجام کی یادگار بنی۔ علاوہ ازیں رومیوں نے اس کا مکان گرا کے زمین کی برابر کر دیا اور وہاں موتی ٹا دیوی کے نام پر ایک مندر بنایا۔ نیز آئندہ کے لیے یہ آئین وضع کیا کہ طبقہ اُمرا کا کوئی فرد بازار قلعہ پر آن کر آباد نہ ہو۔

اس کے بعد کامیاس کو چھٹی مرتبہ عہدہ ٹرمیونی پیش کیا گیا اور اس نے بڑھاپے کی وجہ سے چاہا کہ معذور رکھا جائے۔ لیکن کچھ عجب نہیں جو وہ گردش روزگار سے اندیشہ مند ہوا اور اس زوال وادبار سے ڈرتا ہو جو معلوم ہوتا ہے کہ اقبال مندی کے بعد ضرور آجاتا ہے۔ بہر حال ظاہری حذر جو اس نے کیا وہ جہاں کمزوری ہی کا تھا کہ ان دنوں وہ اتفاق سے علیل بھی تھا اور کسی مجلسِ حمد کے ذمہ داریاں نہ اٹھا سکتا تھا۔ لیکن اس کے ہوطنوں نے کسی عذر معذرت کو نہ سنا اور شور مچا یا کہ ہمیں کامیاس سے کوئی سواری یا پیادہ پائی کی مشقت لینا نہیں ہے بلکہ صرف اس کی مشورت اور ہدایت درکار ہے، چنانچہ آخر میں کامیاس کو انکی بات ماننی پڑی اور فوجی کمان لینے ہی، دوسرے ٹرمیونوں کے ساتھ میدانِ جنگ میں جانا پڑا، یہ میدان داری پریسٹیٹی اور ولکی قوموں سے تھی

جنھوں نے رومیوں کے حلیف شہزادوں میں سخت مصیبت و تاجی پھیلارکھی تھی۔ جب رومی دشمنوں کے قریب پہنچیں تو کامی لڑنے، اس وقت کہ اس کی قوت عود کر آئی، وہی پڑاؤ لڑنے لگے۔ کارادہ کیا اور چاہا کہ لڑائی زیادہ طول کھینچ جائے لیکن اس کا ایک ہم عہد کوئسٹریس کو جنگ اور حصول ناموری کی بڑی ہمتی تھی اور یہی جوش اس نے فوج کے اور چھوٹے لشکروں میں بھی پیدا کر دیا تھا، یہاں تک کہ کامی اس انہیں لڑائی کے ارادے سے باز نہ رکھ سکا اور اس دوسرے کہ کہیں اسکی مخالفت نوجوان افسروں کے صدر پر مبنی سمجھی جائے، بادل ناخواستہ ضامن ہو گیا کہ خود بسبب ناخاقی چند آدمیوں کے ساتھ پڑاؤ میں ٹھہرا رہے اور اسکا ساتھی دوسرے میدان میں نکل کے مقابلہ کرے۔

دوسرے نے فوج کو اندھاؤند لڑایا اور شکست کھائی لیکن جب کامی لڑنے رومیوں کو پسپاہو کے بھاگتے دیکھا تو اس سے نہ رہا گیا وہ بے قرار ہو کے بھونے پر سے اٹھ کھڑا ہوا اور اپنے باقی ماندہ رفقاء کو لے کر دروازہ بن پڑے تو لڑائی کو تھامے اور دشمن کو پڑاؤ میں نہ گھسنے دے۔ کامی لڑنے کے آتے آتے رومی فروریں پڑاؤ کے دروازوں تک پہنچ گئے تھے پھر بھی جب انھوں نے اپنے بڑے سپہ سالار کو صف مغرورین جبر کر دشمن کے مقابلے میں سینہ سپر ہونے کجا تو جو خیمہ گاہ میں پہنچ گئے تھے مڑ کر اس کے ساتھ ہوئے اور جاباہر سے بھاگے آ رہے تھے وہ بھی ٹرک کر اسکے گرد جمع ہو گئے اور ایک دوسرے کو جوش دلانے لگے کہ خبردار اپنے سپہ سالار کا ساتھ نہ چھوڑنا اس طرح جم کر مقابلہ ہوا تو متعاقباً تک گئے اور اس دن لڑائی میں تک پہنچ کے ختم ہو گئی لیکن دوسرے دن کامی لڑنے اپنے ہاتھ میں کمان لی اور بزور و زبردستی علیہ کامل پایا اور دشمن کو ریلا دیتا ہوا ساتھ ہی ساتھ ان کے پڑاؤ میں داخل ہو گیا جان ان کی تعداد کثیر کلائی اور خیمہ گاہ پر رومیوں کا قبضہ ہو گیا۔ اس کے بعد یہ سنکر کہ شہر ٹرکیم کو لشکروں نے فتح کر لیا ہے اور وہاں کے تمام رومی باشندوں کو مار ڈالا ہے، کامی اس اُدھر متوجہ ہوا اور اپنی فوج کے بہت سے سپاہیوں کو جو بھاری زرہ بکتر پہنے ہوئے تھے واپس روم بھیج دیا اور صرف نہایت چلاک اور طاقتور جوانوں کو

چکر اپنے ساتھ رکھا پھر ملینا کرتا ہوا ایک لشکون پر جا پڑا (جو شہر پر قابض تھے) اور ایک فیصلہ کر
 فتح پائی جس میں ہزاروں لشکون قتل ہوئے درجہ بچے انھوں نے بہ شکل بھاگ بھاگ کر جان بچائی
 یہ کامیابیان پاکے وہ بہت سے مال غنیمت کے ساتھ رومہ لوٹا اور ثابت کر دیا کہ فی الحقیقت
 وہی لوگ زیادہ دانش مند تھے جنھوں نے اسکی ضعیفی اور علالت کا لحاظ نہ کیا تھا بلکہ شجاعت و
 کاروائی کی بنا پر اسے ان تمام جو شیلے نوجوانوں پر ترجیح دی تھی جو ناموری کی ہوس میں بڑھ
 بڑھ کے آتے تھے اور چاہتے تھے کہ فوج کی سپہ سالاری انھیں دیدی جائے ؛
 اسی آئنا میں لشکانوں کی بغاوت کی خبر آئی اور انھیں مغلوب و مطیع کرنے کا اہم کام
 بھی کامیاس کے سپرد کیا گیا اور اسے اجازت دی گئی کہ اپنے ہم عہدہ ٹریبونوں میں سے جس
 ایک شخص کو چاہے ہمراہی کے لیے منتخب کر لے انھیں سے ہر ایک مشتاق تھا کہ یہ عورت مجھے کچھ
 لیکن تمام امیدوں کے خلاف کامیاس نے سب کو چھوڑ کر اسی لوئیس فیورس کا انتخاب کیا جس
 چند ہی روز پہلے کامیاس کی بات نہ سنی تھی اور جوش و خروش میں لڑائی لڑ کر رومیوں کو قریب قریب
 مغلوب کر دیا تھا۔ اسکے معنی یہ ہیں کہ وہ لوئیس کی غلطی پر پردہ ڈالنا چاہتا تھا تاکہ وہ اس کے بار
 ندامت سے نجات پا جائے ؛ جب کامیاس کے فوج لیکر آنے کی اطلاع ہوئی تو سرکش لشکانوں کو
 سولے اسکے کوئی تدبیر نہ سوجھی کہ اپنی بغاوت چھپانے کی کوشش کریں۔ چنانچہ رومی انکے علاقے
 میں چھوٹے توکسان بالکل اطمینان کے ساتھ اپنے کھیتوں میں ہل چلا رہے تھے، شہر پناہ کے دروازے
 کھلے ہوئے تھے، مکتبوں میں بچے پڑھ رہے تھے اور کیا تجارت پیشہ اور کیا کارگیر اہل حرفہ سب اپنے
 اپنے کاروبار میں مصروف تھے اور معزز لوگ معمولی لباس پہنے ادھر ادھر پھرتے تھے۔ گویا کوئی غیر معمولی
 واقعہ ہی نہیں پیش آیا ہے اور گویا ان کا کسی سے لڑائی جھگڑا ہی نہیں ہے ! اور جو نئی رومی شہر کے
 پاس آئے ان کے حکام دوڑے ہوئے استقبال کو گئے اور ان کے بغیرانے کا انتظام کرنے لگے گویا
 نہ انھیں اپنے کسی تصور کا علم ہے نہ اسکی سزا کا کوئی خوف ! یہ عیاریان اگرچہ کامیاس کو دھوکے میں
 لانے کے لیے کافی نہ تھیں پھر بھی ظاہر کرتی تھیں کہ وہ اپنے کیے پر پشیمان اور تلافی مانگتے ہمارے

پس کامی کس کو اونپر ترس آیا۔ اس نے انھیں ہدایت کی کہ مجلس رومہ سے اپنا حضور معاف کر آئیں اور خود بھی انکے لیے سعی سفارش کی جسکا نتیجہ یہ ہوا کہ انکے شہر کو معافی دیدی گئی اور دوبارہ رومی شہریت کے حقوق عطا ہوئے، کامی کس کی چھٹی ٹریبیونی کے مشہور مشہور واقعات یہ تھے جو میں نے اوپر بیان کیے تھے۔

اس کے بعد لسی نہیں سٹولو نے شہر میں بڑے ہنگامہ اٹھایا اور عوام الناس کی طرف سے مطالبہ کیا کہ دو قنصلوں میں سے ایک طبقہ عوام میں سے انتخاب کیا جائے۔ (اب تک دونوں قنصل طبقہ اراکین میں سے منتخب کیے جاتے تھے) ارکان مجلس اس کے خلاف تھے اور اس وجہ سے انہیں اور لوگوں میں علانیہ مخالفت پیدا ہوتی جاتی تھی یہاں تک کہ جب عہدہ دہرون کے انتخابات کا وقت آیا تو ٹریبیون اور لوگوں نے مقرر کر دیے لیکن قنصلوں کے تعین و انتخاب میں بڑی گڑبڑ مچائی اور کوئی کارروائی نہ ہونے دی۔ اب چونکہ کسی علی حاکم کے نہ ہونے سے نہایت بد انتظامی پھیلی جاتی تھی لہذا مجلس نے پھر اپنا قانونی حق استعمال کیا اور کامی کس کو جو تھی مرتبہ مختار سلطنت رک رک ٹیڑ بنایا حالانکہ اس انتظام سے نہ صرف عوام الناس نہایت ناراض تھے بلکہ خود کامی کس بھی نہ چاہتا تھا کہ امر کی وجہ سے (جو محض اپنا طلب نکالنے کے لیے اسے بڑھا رہے تھے اور خدا سے چاہتے تھے کہ یا وہ لوگوں کو کچل دے یا لوگ اسے ذلیل و برباد کر دیں) طبقہ عوام کی ناراضی مول لے جس نے ہمیشہ لڑائیوں میں اسکا ساتھ دیا تھا اور جس کی جانبازی کی بدولت ہی کامی کس کو وہ جلیل شان کامیابیان اور یہ تمام ناموری حاصل ہوئی تھی، بائیں ہمہ مختار سلطنت بننے کے بعد اس نے ارادہ کیا کہ بہترین طریقے سے اس شورش کا دفعیہ کرے اور اس غرض سے حاصل اس دن جس دن کہ ٹریبیون مذکورہ مطالبہ قانونی طور پر پیش کرنے والے تھے، اس نے ایک جلسہ عام قرار دیا اور ایوان شہر کے بجائے حکم دیا کہ سب لوگ شہر گاہر کیس دیتی پڑاؤ کے میدان میں جمع ہوں، ساتھ ہی عدول حکمی کرنیواؤں پر بجاری جرمانہ کر نیکی دھکی دی، ان دھکیوں کے جواب میں ٹریبیونوں نے بالاتفاق یہ معاہدہ کیا کہ اگر کامی کس ہی طرح لوگوں کو قانون جدید کے واسطے راسے دینے سے روکتا اور ٹلا تار ہا تو وہ خود اس پر پچاس ہزار درہم جرمانہ کر نیگیے! اب یہ معلوم

اس جرمانے کے خوف سے یا بصورت دیگر جلا وطنی اختیار کر نیکی اندیشے سے جو پچھلے کارناموں کے بعد
 اس ضعیفی میں یقیناً سخت ناگوار ہوتی، اور با اس وجہ سے کہ جمہور الناس کی روز افزوں شوہش روکنے کی
 اُس نے اپنے میں قوت و مصلحت نہ دیکھی، وہ اُس وقت تو اپنے گھر میں چلا گیا اور پھر کچھ دن علالت
 کے عذر سے خانہ نشین رہنے کے بعد آخر کار اُس نے اپنے عہدے سے استعفا دیدیا۔ اور اب مجلس نے اسکا
 ایک اور جانشین مقرر کیا جس نے اہل شوہش کے سردار اسٹولو کو اپنا افسر رسالہ بنا کے اُس قانون کے
 پاس ہو جانے کی اجازت بھی دیدی جو طبقہ امر کے لیے سراسر نقصان رسان تھی اور جبکہ روسے کوئی شخص
 پانچ سو ایکڑ زمین سے زیادہ اپنے قبضے میں نہ رکھ سکتا۔ اس کامیابی نے اسٹولو کو بہت نامور کر دیا تھا
 لیکن چند روز بعد ثابت ہوا کہ اور ورنے کے لیے جتنی زمین کھنی اُس نے جائز قرار دی تھی خود اُس سے زیادہ پرتقاہن
 لہذا اُس پر مقدمہ قائم ہوا اور جو سزا اپنے قانون کی خلاف ورزی کے لیے اُس نے مقرر کی تھی وہ سب
 سے پہلے خود اُسی کو ٹھٹھکتی پڑی :-

اس عرصے میں قسطلون کے انتخاب کا زمانہ پھر قریب آیا اور اصلی بنا سے فساد پھر تازہ ہونے لگی
 تھی کہ چونکہ اصل شے جس نے عوام اور خواص میں تفرقہ ڈالا یہی نزاع تھی کہ اتنے میں خبر ملی کہ غمال بحیرہ
 اڈر یاٹک سے چل چکے ہیں اور انکا ٹنڈی مل دو بار ورمہ پرورش لارہا، اس خبر کے بعد ہی انکی ترک تاروں
 کی اور اطلالین بھی جو بچھین۔ یعنی یہ کہ تمام علاقہ جس سے وہ گذر رہے ہیں انھوں نے تالاج و تباہ کر دیا ہے اور
 جو اٹالوی اُسے بھاگ کر رومہ نہ آ سکے وہ پریشان و منتشر ہو کر بہار و زمین چھپ رہے ہیں، ان خبروں نے
 رومہ میں ہلکا ہوا کیا۔ آنے والی لڑائی کے خوف نے سارے اندرونی جھگڑے بھلا دیے اور عوام و خواص اہل بازار
 و مجلس نے متفق ہو کر پانچویں مرتبہ کامیلس کو مختار السلطنت (کونکٹریٹنٹ) کی جگہ منتخب کیا جو اگرچہ بہت سن رسیدہ
 اور اشی کے پینے میں تھا، تاہم ملک ملت کی نازک حالت کا خیال کر کے فوراً سینہ سپر ہونے پر آمادہ ہو گیا اور
 اس موقع پر ضعیفی یا علالت کا عذر دیکے بغیر فرج بھرتی کر نیکی کارروائی شروع کر دی، اُسے علم تھا کہ لڑائی میں
 غالون کا سارا انحصار تلواریں ہوتا ہے جسے وہ غیر مصنوعی اور وحشیانہ طریق سے چاروں طرف چلاتے ہیں اور خون
 کا شانہ و سرکاٹ دینے کی کوشش کرتے ہیں۔ لہذا اس حربے کے دفعیے کے واسطے اُس نے لوہے کے خود تیار کر

اور باہر کا رخ چکنا اور چکھار کھا کہ تلوار اُس پر پڑے تو پھسل جاے یا ٹوٹ جاے۔ ساتھ ہی ڈھالوں میں بھی پتیل کے کنارے جڑوا دیے کیونکہ محض چوٹی ڈھالیں ضربوں کی سہار نہ لاسکتی تھیں اور اکثر ٹوٹ جاتی تھیں۔ اس کے علاوہ کامی لس نے اپنے سپاہیوں کو دست بدست مقابلے میں برہمی سے کام لینا سکھایا اور اسی کی چھڑ پر تلوار کا وار روکنے کی تعلیم دی۔

جس وقت غل غنائم سے لدے پھندے اور بانٹا بھاری اٹالا لیے قریب پہنچے اور آہستہ آہستہ پڑاؤ ڈالا تو کامی لس نے اپنی فوج باہر نکالی اور ایک اونچی ٹیکری پر خیمے لگائے۔ یہ بلندی زیادہ شواہر گذار نہ تھی لیکن اوپر جا بجا گرہے پڑے ہوئے تھے جنہیں کامی لس نے بہت سے آدمیوں کو چھپا دیا تھا کہ دشمن انکی تعداد کا صحیح اندازہ نہ کر سکے اور یہ سمجھ لے کہ رومیوں نے ڈکر اونچی جگہ پڑاؤ لگایا ہے پھر انکے اسی قیاس کو نفوذ دینے کے لیے اُس نے انہیں اپنی خندقوں کے پاس تک بلاروٹ ٹوک لوٹ جانے دی اور سپاہیوں کو اپنے مضبوط استحکامات میں خاموش بٹھائے رکھا۔ اسکا نتیجہ یہ ہوا کہ دشمن کا ایک حصہ تو دانیہ چار افرام کر نیکی فکر میں ادھر ادھر پھیل گیا اور جو بیان باقی رہے انہوں نے بے غل وغش دن رات عیش و شراب خواری میں وقت گزارنا شروع کیا۔ یہ کیفیت دیکھ کر کامی لس نے رات کے وقت اپنے سب سے ہلکے اہل پوشوں کو پہلے سے بھیجا کہ دشمن کے خیمہ گاہ سے نکلنے ہی اُس پر چار پڑیں اور اسے اسطرح لڑائی میں الجھائے رکھیں کہ وہ باقاعدہ صف بندی نہ کر سکے۔ اسکے بعد علی الصباح اپنی باقی اور بڑی جمیعت کو صف جنگ کی صورت میں آراستہ کیا اور نیچے کے میدان میں اتر کے لڑائی مانگی۔ اور سب سے پہلی بات جسے غانوں کی بہت کو کسی قدر تسلیم کیا یہی تھی کہ انکے دشمن نے توقع کے خلاف جارحانہ روش اختیار کی اور پیش قدمی کا سہرا اسی کے سر پہ آئے۔ علاوہ رومی فوج تعداد میں بہت معقول سامنے آئی اور بیات بھی فالوں کے تمام قیاسات کے برعکس تھی کہ انہیں میدان میں نکلنے نکلنے رومیوں کے ہلکے اہل پوشوں نے آدیا اور قبل اسکے کہ وہ کوئی فوجی ترتیب قائم کر سکیں انہیں ایسا پریشان کیا کہ وہ اندھا دھند ہو کے چاروں طرف لڑائی لڑنے لگے اور انہیں مطلق کوئی نظم و ضابطہ نہ رہا۔ لیکن آخر میں جب کامی لس کے بھاری اہل پوش آئے تو دشمنوں نے انکا مقابلہ پوری قوت سے کیا اور تلوار میں علم کر کے رومی صفوں پر چار پڑے۔ اس حملے کو رومیوں نے برہمچوں پر روکا اور

خالوی تلوارین انکے آہنی خودوں کا کچھ نہ بگاڑ سکین اور نہ صرف انکی دھارین جیٹی بڑگین بلکہ نہ لوہے
 بڑے پھل ہونکی وجہ سے وہ اکثر دنگین اور ضاربون کے ہاتھ میں ڈھری ہوئے گئین۔ ساتھ ہی
 روی برچھون نے انکی ڈھالون کو چھلنی کر دیا اور یاجمین یہ برچھے اُلجھے رہ گئے وہ بھاری ہو کر بیکار گئین
 اسوقت غالون نے مجبوراً اپنی ڈھالین اور تلوارین پھینک کے دشمن کے برچھے لینے کی کوشش کی اور
 ہاتھوں سے پکڑ پکڑ کے انھیں چھیننے لگے۔ لیکن انھیں نہتا اور بے پناہ دیکھ کے اب رومیون نے اپنی
 تلوارین سنبھالین اور انھیں اسی خوبی سے استعمال کیا کہ تھوڑی سی دیر میں غالون کے سینکڑوں ٹکڑے
 بڑھے ہوئے سپاہی کام آئے اور اقیانندہ ہوار میدان میں جدھر منہ اٹھا بھاگے کیونکہ اونچے مقامات
 اور پہاڑیوں پر کامیلس نے پہلے سے قبضہ کر رکھا تھا اور پڑاؤ پر وہ جانتے تھے کہ دشمن کا قبضہ آسانی
 ہو جائیگا جسکا سبب یہ تھا کہ اپنی فتح کے یقین پر اسکو انھوں نے بغیر کسی پہرے چوکی کے خالی چھوڑ دیا تھا
 بیان کیا جاتا ہے کہ یہ لڑائی رات کی پچھلی تباہی کے تیرہ برس بعد وقوع میں آئی اور اس سے رومیون کا
 حوصلہ بہت بڑھ گیا اور غالون کا جو خوف انکے دلوں پر بیٹھا ہوا تھا زائل ہو گیا، کیونکہ اسوقت تک انکی
 پہلی شکست کو اپنی شجاعت پر معمول نہ کرتے تھے بلکہ اسکی وجہ غالون کا کچھ دبا اور کچھ دیگر اتفاقات سے
 پریشان ہو جانا سمجھتے تھے۔ اسی لیے پہلے ان ویشیوں کی بڑی دہشت اپنے چھپائی ہوئی تھی مگر اب انھوں نے
 ایک قانون وضع کیا تھا کہ مذہبی عملا اور نجاری فوجی خدمت سے مستثنیٰ رہنے لیکن اگر غالون نے حملہ کیا
 تو یہ استثنا ٹوٹ جائیگا اور اس وقت انھیں بھی فوج میں بھرتی کیا جاسکے گا!

کامیلس کا یہ آخری جنگی کارنامہ ہے، باقی شہر و ملی ٹرائی کا ان خود اطاعت قبول کر لینا اسی فتح کا ایک
 نتیجہ سمجھنا چاہیے۔ لیکن ملکی معاملات میں ابھی اسکو سب سے پیچیدہ اور خاردار مسئلہ سمجھنا باقی تھا جس سے
 عوام کا مطالبہ بفضل مراد ہے کیونکہ مظفر و منصور لوٹنے کے بعد اہل شہر بھر مٹھرتھے کہ قانون وقت کی زیریں کچا
 اور ایک فضل انکے طبقے سے لیا جاسکے۔ ارکان مجلس اسکے سخت مخالف تھے اور یہی سوچ کر انھوں نے
 کامیلس کو مختار سلطنتی سے علیحدہ کرنے دیا کہ اسکی قوت و ناموسی کی آڑ میں وہ اپنے حقوق امارت کا
 بہت عمدہ اٹھانا کر سکتے تھے، لیکن نائبین جمہور یعنی ٹریبونوں نے کامیلس کی مطلق پرواہ کی اور ایک

دن جب وہ اپنے دفتر میں بیٹھا سرکاری معاملات طے کر رہا تھا اُنکا ایک فرستادہ افسر اسکے پاس پہنچا اور اُسے حکم دیا کہ جسطرح بیٹھا ہے اُنٹھ کھڑا ہو اور اسکے ہمراہ (عدالت ٹریبیونل میں پہلے) ساتھی اپنا ہاتھ کامی کس کی طرف بڑھایا گو یا زبردستی لیجانے پر آمادہ ہے! اس حرکت پر سارا یوان میں وہ شور و ہنگامہ مچا کہ پہلے کبھی سننے میں نہ آیا تھا: کامی کس کے ارد گرد جھنڈاؤں تھے وہ اُس گستاخ افسر کو جو بڑے سے نیچے ٹھیکل تھے لیکن نیچے جو مجمع عام تھا وہ چلا رہا تھا کہ نیچے آنا لاؤ، کامی کس کو نیچے آنا لاؤ، اُس نکلتی ہوئی کامی کس اگرچہ سخت پریشان تھا کہ کیا کرے تاہم اُس نے اپنے عہدے سے دست کشی نہ کی بلکہ اہل مجلس کو ساتھ لے کے ایوان مجلس میں چلا گیا اور اندر داخل ہونے سے پہلے یہ الحاح مراد مانگی کہ اگر یہ ہنگامہ فرو ہو گیا تو اتحاد کے نام پر ایک مندر تعمیر کرواؤ گے، اب گو مجلس میں اول اول سخت اختلاف آ رہا تھا مگر آخر میں انھیں کی رائے غالب آئی جو سب سے زیادہ معتدل اور عوام الناس کے ہم خیال تھے اور اس بات کی منظوری دیدی گئی کہ آئندہ دو مہینوں سے ایک فضل طبقہ عوام سے انتخاب کیا جائے گا، جب اس فیصلہ مجلس کامی کس نے لوگوں میں اعلان کیا تو انکی خوشی کی کوئی حد نہ رہی مجلس کے ساتھ بھی انھیں جو کاوش تھی وہ حسب توقع زائل ہو گئی اور اپنے مختار سلطنت کو تو وہ بڑے شادیاںے بجاتے اُنکے گھر تک پہنچانے آئے۔ دوسرے دن جلسہ عام میں انھوں نے کامی کس کی منت کے موافق بالاتفاق طے کیا کہ ایوان شہر اور چوک کے مقابل اتحاد کا مندر تعمیر کیا جائے۔ نیز اپنے خاص ہتواروں میں جو تعطیلات لاطینی کہلاتی ہیں ایک دن اور بڑھانے انکی تعداد چار کر دی۔ اور بروقت انھار شادمانی کے اسے حکم دیا کہ ہر شخص آج کے دن سرے بازہ بانہ کے قربانیاں کرے اس کے بعد کامی کس ہی کی نگرانی میں فصلوں کا انتخاب ہو جس میں مرقس امی لیس طبقہ خاص میں کامیاب ہوا اور لوئیس سکیتس پہلی مرتبہ طبقہ عوام سے منتخب ہوا۔ یہ کامی لیس کا سبب آخری کام تھا۔ دو سال ہی سال شہر میں ایسی وبا پھیلی کہ ہزاروں بند گلاب خدا اور بہت سے حکام اور ذی مرتبہ اشخاص فنا ہو گئے۔ انھیں میں کامی کس بھی تھا کہ جسکی موت اگرچہ بڑی عمر اور اس سے بھی بڑے کارناموں کی وجہ سے بے وقت نہیں کہی جاسکتی، تاہم اُس اکیلے بار و میون ناس قدر سوگ کیا کہ باقی جو لوگ وہاں مرے تھے ان سب کا بھی مجموعی طور پر اتنا نہ کیا تھا۔

فے بیس

Fabius (maximous)

فارقلیس کے یادگار کارنامے بیان کر دینے کے بعد ہماری تاریخ نے بیس کا تذکرہ چھیڑتی ہے: کہتے ہیں کہ اس نام کے ممتاز اور کثیر الافراد خاندان کا مورث اعلیٰ نے بیس اول ہرقل کا بیٹا تھا اور اُس کی مان کوئی جنگ کی پری یاد دہانی عورت تھی اور وہ بیس کے کنارے پیدا ہوا، دوسرا قول یہ ہے کہ اس خاندان کا اصلی نام فودی تھا اور اُس کی وجہ تسمیہ یہ تھی کہ یہ لوگ پہلے درندوں کے ڈھکار کئے لیے گڑھے کھودنے کے بہت شائق تھے۔ فودی اب تک لاطینی میں کھودنے کے معنوں میں آتا ہے اور اُسی سے فوسا (یعنی حدق) مشتق ہے رفتہ رفتہ لفظ مذکور کے دو حرفوں میں تبدیلی ہو گئی ورنہ خاندان فودی کے بجائے فینی کہلانے لگا۔

مگر یہ باتیں صحیح ہوں یا غلط اس میں شبہ نہیں کہ قدیم سے اس خاندان میں بڑے بڑے نامور لوگ پیدا ہوئے اور ان میں سب سے پہلے جسے نے بیس میکسی مس (یعنی نے بیس الاعظم) کا معزز لقب ملا وہ ہمارے نے بیس کا پردادا ہوتا ہے، اور اُس کا پورا نام نے بیس رودس تھا، نے بیس کو ازراہ تسخر دیر و کوس بھی کہتے تھے کیونکہ اُس کے بالائی ہونٹ پر ایک مساق تھا۔ نیز مسکین مزاجی کی وجہ سے بچپن میں وہ اودی کو لا (یعنی بھیڑ بھی کہلاتا تھا۔ گفتگو میں اُسکا اکٹن اور آہستگی، پڑھنے میں اس کی سست روی اور دماغ سوزی بچپن کے ساتھ کھیلنے میں اس کا وہم اور کمال نے نفسی سے ہر ایک کے سامنے دب جانا، یہ سب ایسی چیزیں تھیں کہ سطحی رائے لگانے والے اُسے بے وقوف اور بھلا سمجھنے لگے تھے اور بہت کم ان خاص ہونٹے جنہوں نے اُس کی سست روی میں ایک غیر معمولی مستقل مزاجی کا جلوہ دکھایا اس کی حیرت انگیز شیرازہ خوی اور عالی ظرفی کا صحیح اندازہ کیا تھا لیکن

جب اُس نے قومی معاملات میں حصہ لینا شروع کیا تو اُس کے جوہر کھلے اور اس کی خوبیاں خود بہ خود ظاہر ہونے لگیں۔ جس شے کو لوگ اول اول فقدان سرگرمی تصور کرتے تھے معلوم ہوا کہ وہ فی الحقیقت اُس کے جذبہ وقتی سے مغلوب نہ ہونے کا نتیجہ تھی اور کلام اور کام میں آمستگی بھی عاقبت اندیشی کا۔ اسی طرح اُس کا مٹھا پن اور عاجلانہ کارروائیوں سے احتراز کرنا بھی ثابت ہوا کہ دراصل عین استقلال و پختہ کاری کی علامت ہے؛

نے جس جانتا تھا کہ وہ اسی قوم کا فرد ہے جو ہر طرف سے جنگ دشمنوں میں گھری ہوئی ہے پس اُس نے ابتدا سے اپنے جسم کو (جو کتنا چاہیے کہ خاص قدرت کا عطا کردہ سلاح ہے) سخت سے سخت ریاضتوں کا عادی بنایا تھا اور فنون سپاہگری میں بڑی مہارت بہم پہنچائی تھی اس کے علاوہ اُس نے اسی سنجیدگی کے ساتھ تقریر کرنے کی بھی مشق کی تھی جو اس کے عام طرز و طبیعت کے مناسب حال ہو؛ بے شبہ اُس کی تقریریں عامیانہ صنائعِ بدائع سے بالکل عاری ہیں لیکن ان میں ایک خاص وزن پایا جاتا ہے۔ اُس کی زوردار اور پر مغز فصاحت بہت کچھ اسی دیرین کے طرز سے مشابہ ہے اور اس کا اندازہ ہم اس کے ایک خطبے سے کر سکتے ہیں جو اب تک محفوظ ہے۔ یہ تقریر اُس نے اپنے بیٹے کے جنازے پر (جو قتل ہو کے فوت ہوا) مجمع عام میں کی تھی؛

نے جس پانچ دفعہ عمدہ فضلی پر منتخب ہوا اور پہلی فضلی میں اہل لگوریہ کو ایک فیصلہ کن شکست دی اور اُس کے صلے میں جلوس فتح نکالنے کی عزت پائی۔ اپنے ہزیمت یافتہ دشمن کو اُس نے کوہ افسس تک دھکیل کر اس قدر کمزور کر دیا تھا کہ پھر کبھی وہ اپنے ہمسایوں کو دق کرے کی جرأت نہ کر سکا؛ اس کے بعد (سلطنت قرطاجہ کا سب سے نامور جرنیل) ہنری بال، اندلس کے راستے، خاص اٹالیہ پر حملہ آور ہوا اور دریائے ٹریبیا کی جنگ عظیم میں فتح کامل پائی، اس کا میابی نے لشکر کا راستہ صاف کر دیا اور جب اُس کی منظر و منصوٰ فوجیں تمام نواحی علاقوں کو روندتی ہوئی آگے بڑھیں تو خود روم میں کمال ہیبت و سرسبکی پھیل گئی؛ کرک چک کی معمولی

بد شکونیوں کے علاوہ بعض نہایت عجیب و غریب اور ہوش ربا حادثات کی خبروں نے لوگوں کو اور زیادہ بے حواس کر دیا، مثلاً مشہور ہو گیا کہ گھڑی سے خون کا پسینہ ٹپکا۔ یا شہر انجم میں جب غلہ اٹھا تو بہت سی بالین خون سے بھری ہوئی پائی گئیں۔ یا آسمان سے دسکپتے ہوئے پتھر برسے۔ یا مثلاً اہل فلیری نے اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ آسمان کھل گیا اور بعض کاغذ کے پرچے زمین پر گرے جن میں سے ایک پر صاف صاف لکھا ہوا تھا کہ «خود (جلا فلک) مزج اپنے اہل کو حرکت دے رہا ہے!» لیکن یہ خوارق آتش مزاج فطری نہیں پر کوئی اثر نہ کر سکے۔ وہ براجلہ باز قصل تھا اور اس قدر ترقی جو شیلے پن کو اس کی پھلی فتح نے اور بڑھا دیا تھا کہ وہ انہیں دنوں اپنے شریک عمدہ قصل کی رائے اور مجلس ملکی کے حکم کے خلاف اس شخص غالتوں سے لڑائی لڑی اور بالکل غیر متوقع کامیابی حاصل کی تھی۔ اس کے برعکس نے جس کے خیال میں ہنری بال سے لڑنا مناسب وقت نہ تھا۔ اس کے یہ معنی نہیں کہ وہ ان بد شکونیوں سے (جن کا مطلب سمجھنا، اس کے نزدیک محال تھا) خائف تھا جو اس کے اکثر ہم وطنوں کو دہشت زدہ بنائے دیتی تھیں۔ بلکہ دراصل اس کی دہشت میں لڑائی کو طوسی کیے جانا اس لیے مفید تھا کہ قریباً جی فوج تعداد میں تھوڑی تھی اور اس کے پاس روپیہ اور سامان رسد بھی کافی تھا اور اس کی بڑی کوشش یہ تھی کہ جلد سے جلد رومیوں سے لڑ کر فیصلہ کر لے۔ پس فے میں کو تھیں تھا کہ اگر صرف ملافت پر اور اپنے حلیفوں کو ضروری امداد بھیجنا دینے پر اکتفا کیا گیا اور کوئی میدان لڑائی ہنری بال جیسے آزمودہ کار سپہ سالار سے نہ لڑی گئی تو اس کی طاقت رفتہ رفتہ گھٹ جائیگی اور وہ آگ کے شعلے کی طرح ایندھن نہ ہونے کی وجہ سے، خود ہی بھڑک بھڑک کر جل بھسکا جائے گا۔

ان دزدی دلائل کو بھی فطری نہیں نے نہ سنا اور کہنے لگا کہ میں کسی طرح دشمن کا ملک میں چلے جائے گا اور انہیں کر سکتا۔ اور یہ ہرگز پسندیدہ نہیں کہ ہم پہلے ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھے زمین اور کامی کس کے مانند، جب شہر تسخیر ہو جائے تو پھر لڑنے نکلین؟ چنانچہ اس نے عمال شہر کو فوج کے اجتماع کا حکم دیا اور ہر چند سوار ہوتے وقت اس کے گھوڑے کے بدن میں، بغیر کسی ظاہری

سبب کے، تھر تھری سی پڑ گئی تھی اور وہ اس طرح اچھل پڑا تھا کہ فلی می نیس چڑھتے ہی سر کے بل زمین پر گرا، پھر بھی اُس نے پروانہ کی مانند اپنی روانگی ملتوی ہونے دی بلکہ کوچ جاری رکھا اور چند روز بعد مہنی بال کے مقابلے میں جا پہنچا جو ان دنوں تھرس میں جمیل کے کنارے لشکری میں خیمہ زن تھا، عین لڑائی کے وقت ایک زلزلہ بھی ایسا سخت اٹھا کہ میں آیا تھا کہ کئی فصبات تباہ و منہدم ہو گئیں، اونچی اونچی جو ثیان نیچے آ پڑیں اور دریاؤں کے بہاؤ کا رخ بدل گیا مگر اس پر بھی فریقین جنگ کچھ ایسے دھن کے پلے تھے کہ خبر نہ ہوے اور میدان قتال اسی طرح گرم رہا۔

اس لڑائی میں، اپنی قوت و شجاعت کے جوہر دکھا کر فلی می نیس مارا گیا اور فوج کے منتخب سرفروشن بھی اسی کے گرد لڑتے ہوئے کام آئے۔ باقی مقتولین کی تعداد اگلے پندرہ ہزار تھی اور اسی قدر گرفتار بھی ہوئے تھے۔ لیکن جب مہنی بال نے فلی می نیس کی لاش تلاش کرائی کہ عورت کے ساتھ اُس کی تجیز و تدفین کرے، تو بڑی جستجو کے باوجود اُس کا پتہ نہ لگا اور نہ اب تک یہ معلوم ہو سکا کہ وہ کہاں غائب ہو گئی تھی۔

رومیوں کو پہلی جنگ ٹرییا کے موقع پر اپنی شکست کا علم نہ ہوا تھا اور نہ ان کے سپہ سالار نے اسکی اطلاع دی تھی نہ خبر لانے والے ہرکارے نے سوائے اس کے کوئی بات کہی تھی کہ لڑائی غیر فیصل اور برابر رہی اور طرفین کو مساوی نقصان پہنچا، لیکن اس مرتبہ جو مہنی قاضی وقت پیپریس کو یہ خبر ملی اُس نے فوراً اہل شہر کو جمع کرایا اور بلا کذب و تصنع جو بات تھی سچ سچ ان سے کہدی کہ اسے اہل روم، ہمیں ایک بڑی لڑائی میں شکست ہوئی، قنصل فلی می نیس کام آیا، اور اس لیے اب جو کچھ تمہیں اپنی حفاظت کا سامان کرنا ہے اس پر غور کر لو۔

اس خبر کا کیا ایک اعلان ہوتا گو یا مسند رمن طوفانی ہواؤں کا چھٹنا تھا کہ جس نے ہر طرف تھلکہ ڈال دیا اور خوف و دہشت سے لوگوں کے حواس ایسے بگڑے کہ اول اول انھیں کوئی چارہ نہ سمجھائی دیا۔ آخر کچھ عرصے کے بعد ان کے ہوش درست ہوئے اور انھوں نے اس نازک حالت میں

عنانِ حکومت شخصِ واحد (ڈکٹیٹر) کے تفویض کردہ فیصلہ کیا کہ وہ اختیاراتِ کامل مل جانے کی صورت میں اپنی ذاتی عقل و ہمت سے خاطر خواہ کام لے سکے اور کوئی عمدہ انتظام قائم کرنے کے قابل ہو۔ اس عہدے کے لیے سب کا اتفاق نے بیس کے انتخاب پر ہوا جس کی فطری قابلیت یہ اہم ذمہ داریاں اٹھانے کی پوری اہل نظر آتی تھی۔ وہ سن میں آنا کم بھی نہ تھا کہ نا تجربہ کار سمجھا جاتا اور نہ اتنا سن رسیدہ ہو گیا تھا کہ محنت کی برداشت نہ کر سکے یا اس کا جسم اس کے حسبِ منشاء کا ٹھوسہ ساتھ ہی اس کا مزاج خود اعتمادی اور احتیاط و درون کا ثبات مناسب مجموعہ تھا۔

الغرض عہدہٴ مختارِ سلطنت پر مقرر ہونے کے بعد نے بیس نے سواروں کی سپہ سالاری لوئیس مٹولیس کے سپرد کی۔ سچرا اپنے لیے بھی مجلسِ ملکی سے اجازت طلب کی کہ اگر لڑائی میں ضرورت ہو تو سوار ہو کر کام کر سکے جس کی رومیوں کے ایک قدیم آئین کے رو سے سپہ سالار لشکر کو ممانعت تھی۔ اس کی وجہ یا تو یہ تھی کہ جنگ کا زیادہ تر دار و مدار وہ پیادہ فوج پر رکھتے تھے اور اسی جگہ اعلیٰ کا موجود رہنا چاہتے تھے اور یا اس ممانعت کا منشا یہ جتنا تھا کہ بڑے سے بڑے اختیارات رکھنے کے باوجود ہر عہدے دار قوم اور مجلسِ ملکی کا ماتحت ہو کر رہے اور ان کی بغیر اجازت سوار نہیں ہو سکتا۔ بہر حال نے بیس نے یہ اجازت حاصل کر لی اور یون بھی لوگوں پر اپنا اثر ڈالنے کے لیے اس نے حکم دیا کہ پوری چوبیس برقذازون کی جمعیت اس کے ہر کاب چلا کرے۔ مطلب یہ تھا کہ عوام و خواص اس کا مرتبہ سمجھیں اور بے چون و چرا اس کی مرضی کے مطابق کام دیں۔ اور جب فطری بیس مقتول کے ساتھ کا دوسرا افضل نے بیس کی ملاقات کو آیا تو اسے بھی نے بیس نے کہلا بھیجا کہ اپنے برقذازون کو نشانِ دِاعلام حکومت سمیت علیحدہ کر دے اور ایک غیر سرکاری آؤ کو کی طرح اس سے ملنے آئے!

اس کی مختارِ سلطنتی کا پہلا کام بجا طور پر ایک مذہبی کام تھا جس میں لوگوں کے لیے تیبہ مضمضہ کی ان کی پہلی ہزیمت کچھ سپاہیوں کی بڑ دلی کے باعث وقوع میں نہیں آئی بلکہ اس کا بڑا سبب سپہ سالار کا شمار مذہبی سے بے پروائی برتنا تھا۔ اسی بنا پر نے بیس بار بار تاکید

رہتا تھا کہ رومی لوگ دشمن سے خوف زدہ نہ ہوں بلکہ اپنی تمام کوشش اور غیر معمولی تکریم سے
 دیوتاؤں کو رضامند بنائیں۔ اس مقصد کے لیے اس نے کسی قسم کی ادھام پرستی جائز نہ رکھی
 بلکہ ایک جوش مذہبی ان کے دلوں میں پیدا کرنا چاہا کہ دشمن کا قتل جاے اور انہیں اس بات
 کا بھی یقین ہو جاے کہ خدا ہمارے ساتھ ہے، چنانچہ قدیم مذہب حور تون کی کتابیں نکالی گئیں
 اور ان کی پیشین گوئیاں کہیں کہیں حسب حال بھی مل گئیں۔ تاہم نے جیس کے سوا کسی کو
 ان کی اطلاع نہ دی گئی اور اس نے مجمع عام میں سب کی طرف سے عینت مانی کہ اگر خدا
 کامیابی نصیب ہوئی تو اگلے موسم میں جتنے بچے موشیوں سے ہونگے وہ کل اطالیہ کے تمام
 پادری یا شیشی علاقوں سے جمع کر کے دیوتاؤں پر سے قربان کر دیے جائیں گے اور انہیں کی بکری
 میں رقص و سرود کی مجلسین منعقد کی جائیں گی جن کا مجموعی خرچ بھٹک ۳۳۳ س ترشیا (ایک سکہ)
 اور ۱۲۳۳ دینار ہو گا۔ ہمارے (یونانی) حساب سے یہ کل رقم ۸۳۵۸۳ درہم اور دو روپے
 کے برابر ہوتی ہے۔ اب اس یقین میں جو خاص مصلحتیں ہوں ان کا مجمع علم تو کسی کو نہیں البتہ ممکن
 ہے کہ اس میں ۳ کے عدد کی بزرگی دکھانی مقصود ہو کیونکہ یہی وہ پہلا طاق عدد ہے جو ضرب
 کھا کے اور دن کی قوت بڑھا دیتا ہے نیز دیگر اعداد کی تمام خصوصیات اس میں موجود ہیں
 غرض ان تدبیروں سے نے جیس نے اہل شہر کی ہمت بندھائی اور یقین دلایا کہ خدا
 ان کی جانب ہے۔ لیکن بذات خود اس کا بھروسہ صرف اپنی قوت بازو پر تھا اور وہ جانتا تھا
 کہ دیوتاؤں کے مان سے اقبال و کامیابی محض شجاعت و دانائی کے توسل سے ملا کرتی ہے
 پس اس نے پوری کوشش جنگی تیاریوں میں صرف کی اور مہینے بال سجدہ و جہد کا سامان کرنے لگا
 لیکن اس کا ارادہ کھلے میدان میں لڑنے کا نہ تھا بلکہ وہ دشمن کی فوجی قوت کو زیادہ تر
 وقت گھلا کے توڑنا چاہتا تھا۔ کیونکہ اس کے پاس جمعیت اور وسائل رسد کی کچھ کمی نہ تھی حالانکہ
 (جتنی دیر لگتی جاتی تھی) اہل قریطاجہ قدامین بھی گھٹتے جاتے تھے اور رسد رسانی کی دقتیں
 بھی ان کے لیے بڑھ رہی تھیں۔ اسی خیال کو ذہن میں رکھ کر نے جیس شہر سے نکلا اور یہ طریقہ اختیار کیا

کہ دشمن سے تھوڑی دور اونچی سے اونچی زمین پر پناؤ ڈالتا کہ رسالے کے حملوں سے محفوظ رہے اور قرطاجنی سوار اُس تک نہ بھیج سکیں۔ ساتھ ہی جدھر ہنئی بال کی فوج چلتی وہ بھی اس کے پیچھے ہولیتا اور جب وہ ٹھہرتے تھے تو ہنئی بھی ٹھہرتا مگر اتنے فاصلے پر کہ جنگ کرنے پر مجبور نہ کیا جاسکے، اور ہمیشہ ایسے ٹیکروں پر کہ دشمن کے سوار کوئی آزار نہ دے سکیں۔ اس ترکیب سے قرطاجنیوں کو بڑی تکلیف ہوئی۔ خواب و خوراک پر حرام ہو گیا اور وہ ہر وقت خوف و ہراس میں رہنے لگے۔ لیکن اس طرح لڑائی سے پہلو بچانے کا یہ بھی ایک لازمی نتیجہ نکلا کہ خود رومی سپاہی نے بیس سے بڑھ کر ہو گئے اور اُسے بہت حوصلہ سمجھنے لگے۔ ہنئی بال کی فوج میں بھی عام طور پر اہل قرطاج نہ کا یہی خیال تھا مگر ایک ہنئی بال ایسا شخص تھا جو اس دھوکے میں نہ تھا اور نے بیس کی چالوں کا بخوبی مطلب سمجھ گیا تھا۔ اُسے صاف نظر آ رہا تھا کہ اگر لڑائی (جس میں اہل قرطاج نہ رومیوں پر فوقیت رکھتے تھے) اسی طرح تلتی رہی اور کسی فریب یا زبردستی سے دشمن (رٹنے پر مجبور نہ کیا جاسکا، تو انجام یہ ہو گا کہ آدمی اور روپیہ گھٹنے گھٹنے (رجن کی پہلی ہی آن کے پاس کی تھی) قرطاجنی فوج آخر میں بالکل تباہ و برباد ہو جائیگی۔ نظر پر این اُس نے ارادہ کر لیا کہ فن حرب کی جس عیاری یا داؤن بیج سے ممکن ہو نے بیس کی تدبیر کو بگاڑے اور لڑنے کے لیے اُسے میدان میں لگا لائے۔ اور اب ایک پچیت پہلوان کی طرح اُس نے تاک لگانی شروع کی کہ موقع پاتے ہی دشمن کو پکڑ لائے اور لپٹ پڑے کہ اس مقصد کے حاصل کرنے کے لیے ہنئی بال نے طرح طرح کی چالیں چلین، کبھی رومیوں کے سامنے سے حملہ کیا کبھی پہلوان پر کبھی پشت پر گھات کر تانظر آیا کبھی ایک ہی وقت میں مختلف حصوں پر حملہ آور ہوا۔ غرض جو عین کو لڑائی پر ابھارنے کی کوئی کوشش ایسی تھی جو اُس نے اُٹھا رکھی ہو۔ اور اگرچہ اسخ العزم اور صائب الرائے نے بیس پر یہ چال کیا ان مطلق کارگردہ ہوئیں، تاہم سپاہیوں پر ان کا بڑا اثر ہوا اور خود رومی سواروں کا جرنیل منکیس ہنئی بال کے دھوکے میں آ گیا۔ منکیس ایک مچلا سپاہی تھا اور موقع اور محل کے خلاف لڑائی کے جو ش میں بیاب ہوا جاتا تھا کامیابی کا اُسے پورا یقین

تھا اور اسی قسم کی موبہوم امیدیں دلا دلا کر تمام سپاہیوں کو بھی اُس نے اس قدر شعل کر دیا تھا کہ وہ نے بیس کو طرح طرح کے نام دھرتے اور کہنے کہ اُس نے تو معلوم ہوتا ہے ہنی بال کی نوکری (یا تالیقی) اختیار کر لی ہے کہ جہان جہان ہنی بال جاتا ہے وہ اُس کے ساتھ جاتا ہے اور جہان ہنی بال بھڑتا ہے وہ بھی حاضری دینے کے لیے وہیں بھڑ جاتا ہے !

اس کے برعکس منوکیں کی سپاہیوں میں بڑی تفریق ہوتی تھی کہ فقط یہ شخص اس لائق ہے کہ وہ بیس کی سرداری کرے۔ یہ باتیں سن کر منوکیں بھی رفتہ رفتہ ایسا پھول گیا کہ نے بیس کے بلندی پر پڑاؤ ڈالنے کی گستاخانہ الفاظ میں یہ کہہ کہہ کر ہنسی اڑانے لگا کہ وہ تو بہاڑوں پر اس طرح چڑھ کر بیٹھ جاتا ہے جیسے کوئی اپنے ملک کی آتش زدگی اور تاراجی کا تماشا دیکھنے تھیں جہاں بیٹھے اور کبھی نے بیس کے دوستوں سے بطور استہزا پوچھنا کہ کیا ہمارے مختار سلطنت کا مطلب ہے کہ اسی طرح رفتہ رفتہ بہاڑوں سے بھی اوپر ہمیں بادلوں میں لے جا کے چھپا دے جہاں ہنی بال کا ہاتھ ہم تک نہ پہنچ سکے کہ کیونکہ اس کے طرز سے تو یہی مترشح ہوتا ہے کہ اُس کے نزدیک جب تک قرطاجی فوج موجود ہے، زمین پر رومی نہیں بھڑ سکتے پڑے

جب نے بیس کے احباب نے یہ خبریں اُسے پہنچائیں اور اصرار کیا کہ اس عام بدنامی سے بچنے کے لیے ہنی بال کے ساتھ جنگ کرنا ضروری ہے تو اُس نے جواب دیا کہ اگر محض ان لغو اعتراضات کے خوف سے میں اپنی اصلی راے کے خلاف کوئی کام کر گذرون تو نے احمقیت جتنا بڑا وہ مجھے سمجھتے ہیں میں اس سے بھی زیادہ کمزور ثابت ہوں گا۔ اپنے ملک کی حفاظت کے خیال سے خوف زدہ ہونا کوئی شرمناک بات نہیں۔ لیکن اگر صرف نوتہ الام یا لوگوں کی غلط بیانیوں سے ڈر کر کوئی شخص اپنا طرز عمل بدل دے تو یقیناً وہ ایک ایسے حردے کی اہلیت نہیں رکھتا جیسا کہ میرا عہدہ ہے۔ کیونکہ اس نکتوں کے معنی تو یہ ہونگے کہ آدمی اپنے تئیں اُن کا محکوم کر دے جن کی غلطیوں کی اصلاح کے واسطے اُسے مختار سلطنت یا حاکم اعلیٰ بنایا گیا تھا !

جن دنوں رومیوں میں یہ چرچے چورہے تھے ہنی بال سے ایک بڑی بے احتیاطی ہوئی

وہ ایک عمدہ چراگاہ کی تلاش میں تھا کہ فوج کو وہاں ٹھہرا کر اپنے گھوڑوں کو چند روز آرام دے سکے اس غرض کے لیے اس نے اپنے رہبروں کو بلا کے حکم دیا کہ کاسی غم کی سمت اس کی ہوائی کرین اگر وہ اس کے بڑے تلفظ کی وجہ سے کاسی غم کو کاسلی غم سمجھے اور اسی قبضے کی طرف علاقہ کیپانیہ کی سرحد پر قرطاجنی فوج کو لے آئے۔ یہ وہ ضلع ہے جسے دریا سے تھرونس (رومی اسے دل ٹرنس کہتے ہیں) در حصوں میں تقسیم کرتا ہے اور جس کے ہر طرف پہاڑ ہیں۔ صرف سمندر کی طرف میدان کشادہ ہوتا جاتا ہے لیکن وہاں بھی دریا اس قدر پھیل کر سمندر میں گرا ہے کہ ساری زمین دلدلی اور زرخیز ہو گئی ہے اور کسی فوج کا وہاں قیام کرنا ناایت مخدوش ہے۔ اسی خطرناک مقام کی طرف ہنری بال کوچ کر رہا تھا اور اسی جگہ نے بیس نے اس کو گھیرنے کی تدبیر کی۔ وہاں کے تمام راستوں سے وہ واقف تھا لہذا چڑوے کے پہلے سے اپنی فوج کو اندر کے رخ لے آیا اور تمام اچھے موقع کی پہاڑیوں پر قابض ہو گیا اور اس کا رروائی سے پہلے چار ہزار جدید سپاہیوں کو اس نے واپسی کے راستے پر متعین کر دیا کہ اس تنگ وادی سے اہل قرطاجہ کو نہ نکلنے دیں جس سے کہ وہ اندر داخل ہو رہے تھے۔ اس کے بعد نے بیس نے قرطاجنی فوج کے عقب پر حملے کرنے کی غرض سے اپنے سب سے اچھے اہل پوشوں کی جماعت بھیجی اور انھوں نے بھی یہ کام ایسی کامیابی سے انجام دیا کہ دشمن کے اٹھ سو آدمی مارے گئے اور ساری فوج میں کھلبلی مچ گئی اب ہنری بال کو اپنی غلطی اور خطرناک حالت کا علم ہوا اور اگرچہ وہاں کو اسی وقت اس نے سولی دیدی تاہم جو ہونا تھا وہ ہو چکا تھا اور نئے میل کی فوج کی ایسے عمدہ موقع پر جمی ہوئی تھی کہ بظاہر اب اسے ہٹانا اور چکر راستہ نکالنا غیر ممکن تھا۔ بڑی خرابی یہ ہوئی کہ خود اس کے سپاہیوں میں مایوسی پھیلنے لگی اور دشمن کا خوف اور یہ خیال ان کے دل میں بیٹھ گیا کہ ہم اب ایسی مشکلات میں پھنس گئے ہیں جن کو مغلوب کرنا محال ہے۔

جب ہنری بال اس طرح مجبور ہوا تو اس نے مکر و خدع پر کمر باندھی۔ اس کی فوج کے ساتھ بہت سے یل تھے انھیں میں سے دو ہزار بیلوں کے سینکڑوں پر اس نے مشعلیں یا اس قسم کی

خشک لکڑیاں مضبوط بندھواوین کہ جھین آگ دیدی جائے تو آہستہ آہستہ جلتی اور کو دیتی رہیں۔ اس کے بعد جب شام ہوئی تو ان مشعلوں کو روشن کر کے حکم دیا کہ بیل دشمن کی ان بیر ذی چکیوں کی جانب ہانکے یہ جائیں جو مین واپسی کے راستے پر نے بس نے ہاروں کے اوپر قائم کی تھیں۔ یہ ہو چکا تو ہنی بال بیلوں کے پیچھے اندھیرے میں فوج لے کے آہستہ آہستہ روانہ ہوا، اول اول بیل بھی قدم قدم ترتیب کے ساتھ چلتے رہے اور دور سے ایسا معلوم ہوتا تھا کہ گویا کوئی فوج مشعلوں کی روشنی میں رات کو کوچ کر رہی ہے جس نے آس پاس کی کوئی آبادیوں پر جو چر وا ہے تھے انھیں بہت حیران و متعجب کیا، لیکن جس وقت آگ جلتے جلتے سنگوں کی جوتک پھونچی تو بیل ساری آہستہ خرامی بھول گئے اور سوزش کی تکلیف سے غضب ناک ہو کر جہر منہ اٹھائے تھامشا دوڑنے لگے اور سردن کو جھٹکے دے دے کہ ہر طرف انھوں نے آگ ہی آگ پھیلا دی جس کی چنگاریاں نہ صرف خود ان پر چھڑتی تھیں بلکہ درختوں کو بھی گر گر کر شعل کر دیتی تھیں، جو روی سپاہی پہاڑی چوکیوں پر بیٹھے تھے وہ یہ کیفیت دیکھ کے نہایت حیران ہوئے اور یہ سمجھ کر کہ یہ روشنیان دشمن کے سپاہی لیے ہوئے ہیں انھیں یقین ہو گیا کہ وہ ہر طرف سے ان پر حملہ کر رہا ہے اور انھیں گھیر لینے کی کوشش میں ہے، اس خیال کے آتے ہی وہ اپنی اپنی جگہ سے پڑاؤ کی طرف بھاگ کھڑے ہوئے اور وادی کا راستہ خالی چھوڑ گئے۔ ان کا بھاگنا تھا کہ ہنی بال کے حکم کے موافق ان پہاڑی چوکیوں پر فوراً قرحا جنی سپاہی آئے اور تھوڑی ہی دیر میں باقی ماندہ فوج اپنے خمیدہ و خراگاہیت درون میں سے بغیریت باہر نکل آئی۔

نے بس پر رات ختم ہونے سے پہلے یہ عیاری ظاہر ہو گئی تھی کیونکہ کچھ بیل اس کے آدمیوں نے پکڑ لیے تھے لیکن اس خوف سے کہ شاید دشمن اندھیرے میں جگہ جگہ گھات لگائے بیٹھا ہو وہ اس وقت خمیدہ گاہ سے نہ نکلا مگر فوج کو رات بھر اس نے مسلح اور تیار رکھا اور دن نکلنے ہی ہنی بال پر عتب سے حملہ کیا۔ اس مقام پر کچھ عرصے لڑائی ہوتی رہی اور زمین کے نامہوار

ہونے کی وجہ سے ممکن ہے قرطاجنی فوج کی ساری ترتیب میں خلل پڑ گیا ہو لیکن جس وقت ہنری ہال نے اپنے ہراول سے ہسپانوی سپاہیوں کو جدا کیا جو نہایت مستعد، چالاک اور پاڈون پر چڑھنے کے خوب مشاق تھے، تو جنگ کی صورت بدل گئی۔ رومی سوار بھاری زرہ بکتر پہنے ہوئے تھے اور جب یہ تیز دست ہسپانوی اُن پر ٹوٹ کر گرے تو ان کے بہت آدمی مارے گئے اور پھر نے فیس اس قابل نہ رہا کہ ہنری ہال کا عقب کامیابی کے ساتھ جاری رکھ سکتا، اہل رومہ کو اس واقعے کی خبر ہوئی تو نے فیس اور بھی بدنام ہوا لوگ اسے پہلے سے زیادہ نالایق سمجھنے لگے اور کہنے لگے کہ ہمیں یہ خیال تو اوّل سے تھا کہ شجاعت میں وہ اپنے حریف سے گھٹا ہوا ہے لیکن اب ثابت ہوا کہ اس کی کے علاوہ اُس میں وہ عاقبت اندیشی اور سپہ سالاری کی لیاقت بھی نہیں ہے جن کے ذریعہ وہ لڑائی کو کامیابی سے ختم کرنے کے منصوبے باندھا کرتا تھا۔

ادھر ہنری ہال نے انھیں اُس کے خلاف بھرکانے کی ایک اور چال چلی، وہ یہ کہ جب قرطاجنی فوج کوچ کرتی ہوئی اُس علاقے سے گذری جس میں نے فیس کی زمینیں اور جملہ اداہن تھیں تو ہنری ہال نے حکم دیا کہ اور سب کا مال متاع لوٹ لیا جائے لیکن نے فیس کی املاک کو کوئی قرطاجنی سپاہی نظر بھر کر بھی نہ دیکھے، بلکہ اُن کی حفاظت و نگرانی کی غرض سے اُن پر پہرہ بٹھا دیا جائے! یہ خبریں رومہ میں پھونچیں تو ان کا ہنری ہال کے موافق منشا اثر ہوا، تربیونون نے نے فیس کے خلاف ہزاروں افسانے تراش لیے اور اس طرح طرح کے الزام لگانے لگے جنکا اصلی محرک مٹی تھیں نام ایک منوکیس کا رشتہ دار تھا جو نے فیس کا ہنسنہ دشمن نہ تھا مگر اپنے عزیز کی محبت میں اُسے نکال ہون سے گراتا چاہتا تھا کہ نے فیس کو نقصان پہنچے تو اُسکا نائب، افسر سال (یعنی) منوکیس فائدہ اٹھائے اور کوئی زیادہ بڑا مرتبہ حاصل کر لے، ان طوفان اٹھانے والوں کے علاوہ خود مجلس ملکی نے فیس سے خوش نہ تھی جس کی وجہ یہ تھی کہ اُس نے ہنری ہال سے اسیران جنگ کے مبادلے کا ایک عہد کر لیا تھا اور اس میں طے

پایا تھا کہ فی بیس تمام قرطاجی قیدیوں کو چھوڑ دے اور ہنی بال اسکے بدلے میں اتنی ہی تعداد رومی اسیران جنگ کی رہا کر دے مگر اس لین دین کے بعد جو قیدی جس طرف بچ رہیں ان کی رہائی کے واسطے بھی فی کس ڈھائی سو درہم فدیے کی رقم ادا کی جائے۔ اس قرارداد کے بموجب جب حساب ہوا تو دو سو چالیس رومی زیادہ قید بچ گئے اور فی بیس کو ان کا فدیہ ادا کرنا ضروری ہوا۔ لیکن اس رقم کے دینے سے مجلس نمکی نے نہ صرف صاف انکار کیا بلکہ سرے سے اس معاہدے ہی پر اٹھارنا پسندیدگی کیا اور ان سپاہیوں کو جو اپنی بزدلی سے دشمن کے ہاتھوں میں گرفتار ہو گئے تھے، رہائی دلانا، رومہ الکبریٰ کی عزت و شرافت کے منافی ٹھہرایا۔ فی بیس نے اس عتاب آمیز سلوک کو بھی کمال صبر کے ساتھ برداشت کر لیا اور چونکہ وہ اپنے عہد پر جا ہوا تھا لہذا مجلس کا انکار سنا اس نے اپنے بیٹے کو رو رہیجا کہ اس کی ذاتی جائیداد بیچ کر اتنی قیمت وصول کر لائے جو کل فدیہ کی رقم کے لیے کافی ہو۔ اس کے بیٹے نے نہایت مستعدی سے اس حکم کی تعمیل کی اور روپیہ آتے ہی حسب معاہدہ ہنی بال کو ادا کر دیا گیا۔ جو رومی قیدی اس طرح بچ گئے ان میں سے بعض نے یہ خواہش بھی بعد میں کی کہ فی بیس انکے ادا کردہ فدیے کی رقم خود انھیں سے وصول کر لے، لیکن فی بیس نے اسے منظور نہ کیا اور جس کسی نے یہ استدعا کی وہ بلا استثنا اس نے رد کر دی۔

اسی زمانے میں رومی پروتھون نے فی بیس کو بعض مذہبی مراسم میں شرکت کی غرض سے طلب کیا کہ اعلیٰ عہدہ دار ہونے کی حیثیت سے خاص خاص قربانیاں اس کی موجودگی کے بغیر نہ ہو سکتی تھیں۔ تب فی بیس نے بدرجہ مجبوری چند روز کے واسطے منوکیس کو اپنی جگہ سپہ سالاری پر چھوڑا لیکن چلتے وقت بڑی تاکید اور التجائیں کر گیا کہ وہ فی بیس کی عدم موجودگی میں ہنی بال سے کوئی میدانی لڑائی نہ لڑے، مگر یہ ساری نصیحتیں، منت سماجت اور احکام فضول ثابت ہوئے اور اس کے رومہ روانہ ہوتے ہی نئے سپہ سالار نے حملے کی تیاریاں شروع کر دیں۔ اور جونہی اسے اطلاع ملی کہ قرطاجی فوج کا ایک بڑا حصہ سامان رسد کی فراہمی کو باہر بھیج دیا گیا ہے

اُس نے باقی ماندہ سپاہ پر حملہ کیا اور نہ صرف بہت سے آدمی قتل کیے بلکہ اہل قرطاجنہ کی جمعیت کثیر کو پڑاؤ تک ٹوٹھکیل دیا اور ان کی ساری فوج میں سخت و شہت پھیلا دی کہ کہیں رومی ان کے پڑاؤ میں نہ گھس آئیں۔ لیکن جب ہنری بال نے اپنے منتشر دستوں کو اکٹھا کر لیا تو اس وقت بھی منوکیں زیادہ نقصان اٹھائے بغیر کامیابی واپس ہو گیا اور اس معرکے میں فتح اُسی کے نام لکھی گئی، جس نے منوکیں کے جوہن تہوڑ اور خود پسندی کو اور زیادہ بڑھا دیا اور رومی لشکر بھی اپنی بہادری کے آگے دشمن کو ہتھی سمجھنے لگے۔

اس لڑائی کی خبر جلد ہی رومہ پہنچ گئی اور جب نے میں کو اس کی اطلاع ہوئی تو وہ کہنے لگا کہ میں سب سے زیادہ جس شے سے ڈرتا ہوں وہ منوکیں کی کامیابی ہے! لیکن لوگ خوشی سے چھوٹے ہوئے تھے اور دوڑ دوڑ کے اس جہلے عام میں شریک ہوئے جہاں مٹی لیں ٹریبون اسی واقعے کے متعلق تقریر کرنے والا تھا، اور تقریر شروع ہوئی تو مقرر نے منوکیں کی مدح و ستائش پر ہی اکتفا نہ کی بلکہ نے میں کی بھی حجت مذمت کی اور اُس سے نہ صرف کم ہمت بلکہ وطن فروش اور نکھرام قرار دیا۔ اور اُسی کے ساتھ اکثر نامور رومیوں کو بھی سان لیا کہ انھیں عذاروں نے اہل قرطاجنہ کو اطالیہ میں بلایا ہے تاکہ لوگوں کی آزادیاں سلب کر لیں اور اسی ارادے کی تکمیل کے لیے انھوں نے اختیارات کامل ایسے شخص کے ہاتھ میں دیدیے ہیں کہ جسکی کاہلی اور نکمے پن سے ہنری بال کو اطالیہ میں قائم ہو جانے کی فرصت مل سکے اور اہل قرطاجنہ کو بھی اس بات کا کافی وقت اور موقع ہو کہ وہ تازہ فوجیں اور سامان جنگ بھیج کر اپنی فتوحات درجہ اتمام کو پہنچا دیں!

اس تقریر کا نے میں نے کوئی جواب دینا نہ پسند کیا مگر درخواست کی کہ مراہم مذہبی کو جلدی ادا کر دیا جائے تاکہ میں فوراً میدان جنگ کو پلٹ جاؤں اور منوکیں کو جس نے میرے احکام کے خلاف لڑائی کی جرأت کی، مقرر وہی سزا اس عدول حکمی کی دوں: "ان الفاظ کے سنتے ہی لوگوں کو یقین ہو گیا کہ اب منوکیں کا زندہ بچنا دشوار ہے۔ کیونکہ وہ جانتے تھے کہ محاربا

کو قید اور سزا موت دینے کا پورا اختیار ہے اور یہ بھی یقین معلوم تھا کہ اگرچہ نے میں کو دیرین غصہ آتا ہے مگر جب آجاتا ہے تو پھر بہ آسانی ٹھنڈا بھی نہیں ہوتا، اس دھکی کے خلاف لسی کو آواز بلند کرنے کی جرأت نہ ہو سکی لیکن مٹی لیس ڈرانہ ڈرا۔ ٹرمیون ہونے کی وجہ سے اسے ازادی تھی کہ جو چاہے کہے اور مختار سلطنت کو بھی اختیار نہ تھا کہ لوگوں کے نائب سے کسی قسم کا مواخذہ کر سکے، اسی اطمینان پر مٹی لیس نے بڑی دلیری سے منوکیس کی وکالت کی اور لوگوں کو ابھارا کہ وہ ایسے بہادر سردار کو نے بیس کی غضب ناک پر سے قربان نہ ہونے دین اور اس ہلاکت سے اسے بچائیں جس کا مال لیس شکار ہوا ران لیس مار کر کٹس حکم کے خلاف ایک رٹائی لڑا اور فتحیاب ہوا تھا مگر محض عدول حکمی کے جرم میں خود اس کے باپ نے اس کا سر لٹک کر ادیا تھا!) آخر میں اس نے اہل رومہ کو اشتعال دلایا کہ اختیارات مطلق نے بیس کے قبضے سے چھین کر ایسے ہاتھوں میں دیے جائیں جو ان کے زیادہ اہل ہوں اور اسی کے ساتھ مدد و قوت کی آمادگی کا جوش بھی زیادہ رکھتے ہوں۔“

ان تجویزوں کا جمہور پر بہت اثر ہوا اور ہر چند انھوں نے نے بیس کے سارے اختیارات نین لیے پھر بھی حکم دیا کہ جنگی معاملات میں منوکیس مختار سلطنت کے برابر کا شریک سمجھا جائے مختار سلطنت کے ساتھ ایسا اشتراک پیشتر کبھی جائز نہ رکھا گیا تھا البتہ اس پہلی نظیر کے تصور کے بی دن بعد جب کینی Cannae کی سخت ہزیمت رومیوں کو نصیب ہوئی تو مذکورہ ضابطے کا اعادہ کرنا پڑا اور چونکہ مختار سلطنت مرض جو بیس فوج کے ہوا گیا ہوا تھا لہذا بچو کو انھوں نے رومہ کے واسطے حاکم اول منتخب کیا تاکہ جو ارکان مجلس رطائی میں کام آئے تھے ان کی خالی اسامیوں پر نئے ممبر مقرر کر دے، لیکن بونیو صرف ایک مرتبہ سرکاری حیثیت سے طلبہ عام میں آیا اور نئے ارکان کی مطلوبہ تعداد پوری کرنے کے بعد ہی اس نے اپنے برقعہ اڑوں کو رخصت کر دیا اور تمام اعلام حکومت الگ کر کے ایک معمولی آدمی کی طرح لوگوں میں رل مل گیا اور اپنے اوکا رو با کے لیے بازاروں میں ادھر ادھر پھرنے لگا،

منوکیں کو اس طرح برابر کے اختیارات مل گئے تو فہمیں کے دشمن بہت خوش ہوئے کہ اس مفرد کا سر بچا ہوا اور منوکیں کے مقابلے میں اس کو ذلت اٹھانی پڑی لیکن نے حقیقت وہ فہمیں کی طبیعت سے آگاہ نہ تھے جو ان کی حماقت کو اپنا کچھ نقصان نہ سمجھتا تھا بلکہ دیکھ جانتی کی طرح، جس نے یہ سن کر کہ لوگ تمہاری بہت تضحیک اور تذلیل کرتے ہیں، جواب دے گا کہ ”مگر میری تو کچھ تذلیل نہیں کرتے!“ فہمیں کو بھی نئے ضابطے کا مطلق کچھ لال خیال نہ ہوا۔ اسی مناسبت کے ساتھ جو اس کی خصوصیت تھی اس نے اس فیصلہ کے سامنے بھی تسلیم خرم کر دیا اور اہل فلسفہ کے اس قول کا، کہ نیک اور سچے آدمی کی کبھی بے ابروئی نہیں ہو سکتی، گویا ایک بیش باہمی ثبوت دنیا کو دیا، البتہ اسے کچھ تشویش تھی تو اس بات کی تھی کہ مبادا اس کا شہرت پسند ماتحت یہ بے محل حوصلہ افزائی پا کر اور زیادہ خود سر ہو جا اور مادر وطن کے مقاصد کو اپنے تنور سے نقصان پہنچا دے۔ اسی اندیشے سے وہ بہت جلد اطلاع عام کے بغیر لشکر گاہ کو حلا گیا کہ جہاں تک ممکن ہو اپنے شریک سپہ سالاری کے کوئی امداد ہند کارروائی کر بیٹھنے سے پہلے بھجی جائے، لیکن پڑاؤ پر آئے اس نے دیکھا کہ منوکیں اپنی نئی ترقی سے ایسا بھول گیا ہے کہ مشترک سپہ سالاری کے بجائے، ایک دن بیچ پورے اختیارات اپنے ہاتھ میں لینا چاہتا ہے۔ اس طرح ہادی باری سے کمان کرنے کی تدبیر نے فہمیں نے ناپسند کی مگر یہ سمجھ کر کہ ایک دن بیچ پوری فوج پر کمان کرنے کی نسبت یہ بہتر ہے کہ ہر شخص آدمی فوج پر مستقل سپہ سالاری کرے، وہ تقسیم پلا پر رضا مند ہو گیا اور دوسرا اور تیسرا جیش منوکیں کے تفویض کر کے صرف پہلے اور چوتھے کی کمان اپنے ہاتھ میں رکھی اور اسی طرح امدادی دستوں کی بھی برابر برابر تقسیم کر دی گئی۔

اس مرتبہ اعلیٰ پر بھونچ کر مشیخت پسند منوکیں سے ممکن نہوا کہ اپنی زبان قابو میں رکھنا وہ حکمر کے ساتھ اپنی کامیابی کا ذکر کرنے لگا کہ آخر میری ہی بات ورنہ پڑی اور مختار سلطنت ہونے کے باوجود فہمیں کو مغلوب و شرمسار ہونا پڑا۔ اس کے جواب میں نے فہمیں نے بڑی نرمی سے اسے یاد دلایا کہ تختیج جس سے مقابلہ کرنا ہے وہ فہمیں نہیں، مہنی بال ہے اور اس وقت سب سے

بڑی کارگزاری اُسی کو مغلوب کرنا ہے نہ کہ اپنے رومی شریک عہدہ کو۔ لیکن اگر اسپر بھی تھیں ہے ہم عہدہ سے مقابلہ منظور ہے تو اُس میں جیت حاصل کرنے کا بہترین طریقہ یہ ہے کہ دشمن وطن سے زیادہ سرگرمی اور احتیاط کے ساتھ مقابلہ کر دے تاکہ یہ نہ کہا جاسکے کہ وہ شخص جسے قوم نے اس قدر بڑھایا اور عزت دی، اُس کے برابر بھی کام نہ رکھا سکا جس کے ساتھ قوم حقارت و بدسلوکی سے پیش آئی تھی!

مگر خرم و احتیاط برتنے کی ہدایت، فوجانہ منوکیس کی نگاہ میں، بڑھاپے کی کمزوری اور پست ہمتی کا نتیجہ تھی۔ نے بیس کی فہائش کا اسپر کچھ بھی اثر نہ ہوا اور وہ اسی وقت اپنی فوج آگے بڑھا کے علیحدہ خیمہ زن ہو گیا، ان تمام واقعات سے، جو رومی کپ میں گذر رہے تھے، ہنی بال نے خبر نہ تھا اور تاک میں تھا کہ جس طرح بنے ان اختلافات سے خود فائدہ اٹھائے۔ اتفاقاً اُس کے پڑاؤ اور منوکیس کے خیمہ گاہ کے درمیان ایک بلندی تھی جس پر پڑاؤ قائم کرنا ہر فریق کے لیے مفید و نیرسمل نظر آتا تھا۔ اور اگر دیکھا نہ گئی کہ اگرچہ جابجا کھڑا اور نالیان تھیں لیکن دور سے اس کی سطح بالکل صاف اور ہموار دکھائی دیتی تھی۔ ہنی بال جانتا تو اس قطعے پر بہ آسانی قابض ہو جاتا مگر اُس نے جانکر اُسے خالی اور طبعی کے طور پر رہنے دیا تھا کہ اس کے لالچ میں رومی اپنی مستحکم خیمہ گاہ سے نکل آئیں اور وہیں قرطاجنی سپاہ سے ان کا مقابلہ ہو جائے۔ جب منوکیس اُن نے بیس الگ ہو گئے تو ہنی بال کو موقع ملتا تھا کہ آج اور رات کے وقت گڑھے اور نالیوں میں ایک معقول تعداد اپنے سپاہیوں کی اُس نے بھادی اور دن نکلنے ہی ایک چھوٹی جمیعت بلندی کی طرف روانہ کی۔ منوکیس نے اس دستے کو بڑھتے دیکھ کر یقین کر لیا کہ قرطاجنی مذکورہ بالا بلندی پر قبضہ کرنا چاہتے ہیں اور اُس نے ٹھیک وہی دھوکا کھایا جس کے لیے ہنی بال نے یہ جال بچھایا تھا، اسباب سے پہلے ہم ہلکے رومی سواروں کو بڑھتا دیکھتے ہیں بھر منوکیس کے حکم سے اور سوار بھی سامنے نکلتے ہیں جن کا مقصد دشمن کو اُس بلندی سے مار کے ہٹا دینا ہے۔ آخر میں جب خود ہنی بال اپنے سپاہیوں کی مدد کو بڑی جمیعت سمیت آتا ہے تو منوکیس کی بھی پوری فوج اس کے مقابلے میں

صف آرا نظر آتی ہے ؛

لاٹائی کے شروع میں قرقاجی سپاہیوں نے بلندی سے تیرا درپتھر برسائے اس کے بعد برابر کا مقابلہ کیا گیا اور اب ہنی بال نے اندازہ کر لیا کہ دشمن کی ساری فوج مقررہ حدود سے آگے بڑھ آئی ہے اور اس کے پیچھے ہوئے سپاہیوں کی طرف اُس کی پشت ہو گئی ہے۔ پس اُس انھیں اشارہ دیا اور ساتھ ہی ایک پوری جمیعت کین گا جون سے نکل کر منوکیس کے عقب سے حملہ آور ہوئی اور ایسا شور مچا چکے کہ رو میون کو قتل کرنا شروع کیا کہ ان کے رہے سے اوسان خطا ہو گئے۔ فی الواقع خطا ایسا اچانک اور ایسے زور کے ساتھ کیا گیا تھا کہ خود منوکیس فوجی ترتیب بگڑتے ہی مایوس ہو گیا۔ وہ ایک ایک افسر کا منہ دیکھتا تھا مگر جس کی طرف جاتا وہی خطرے میں پڑنے سے گریز کرتا اور بھاگنے پر آمادہ نظر آتا، حالانکہ اس تدبیر میں بھی سلامتی کی شکل نظر نہ آتی تھی۔ نو میدھی شہ سوار فاتحہ شان سے گھوڑے دوڑاتے پھرتے تھے اور ابھی سے ہر بھاگنے والے کو، قصاصے مہرم کی طرح پیچو پچکا، کاٹ ڈالتے تھے ؛

نے میں اپنے ہم وطنوں کی خطرناک حالت سے بے خبر نہ تھا وہ پہلے سے سمجھ چکا تھا کہ منوکیس کے جوش تہور اور ہنی بال کی عیاری کا نتیجہ رو میون کے واسطے کیا مضر ہو گا اور اسی خیال سے اُس نے اپنے آدمیوں کو بھی لاٹائی کے لیے تیار کر رکھا تھا۔ دوسروں کی اطلاعوں پر بھروسہ کرنے کے بجائے وہ خود اس موقع پر اپنے پڑاؤ کے آگے کھڑا لاٹائی کا زنگ دیکھ رہا تھا اور جب اُسے منوکیس کی فوج گھرتی اور دب دب کر بھاگنے پر مائل ہوتی نظر آئی تو اُس نے ایک لمبا سانس کھینچا اور ران پر ہاتھ مار کے اُن لوگوں سے جو قریب کھڑے تھے، کہنے لگا در اوہر قتل ! مجھے اتنے جلد منوکیس کے تباہ ہونے کی توقع نہ تھی اگرچہ لظاہرہ اس سے بھی پہلے اپنی ہلاکت کا خوابان تھا ! پھر اُس نے علم برداروں کو آگے بڑھنے کا حکم دیا اور انھیں کہے پیچھے یہ کہتا ہوا فوج کو بھی لے چلا کہ ”دوستو، منوکیس ایک محب وطن اور جان فروش سردار ہے ہمیں اُس کے پھڑانے میں بہت جلدی کرنی چاہیے۔ اور اگر اس نے دشمن سے لڑنے میں جلد بازی سے کام لیا ہے تو اس

بات کا ذکر بھی ہم اس سے بعد میں ہی کریں گے ؟

اس طرح نے بیس اپنی فوج لے کے آگے بڑھا اور پہلے نو میڈی سواروں کو میدان سے ہٹایا، اور پھر ان پر حملہ کیا جو عقب سے منوکیس پر آن گرے تھے۔ اس جگہ بہت سے فوجانی مارے گئے اور باقی ماندہ کو بہ عجلت پسپا ہونا پڑا کہ جس طرح رومی گھر گئے تھے کہیں خود وہ نہ گھر جائیں، اور رہتی بال نے جب یہ ناگمانی تبدیلی دیکھی اور خود مقررے بیس اقتضائے سن کے خلاف دشمن کی صفیں چیر چیر کر بندی پر چڑھتا نظر آیا کہ جس طرح ممکن ہو منوکیس سے آئے، تو عاقلاً نہ احتیاط سے کام لیا اور فوج کو پھٹنے کا حکم دے کے تمام سپاہی اپنی خیمہ گاہ کے قریب جمع کر لیے۔ آدمیوں کے حق میں بھی یہ کارروائی اچھی تھی اور انھیں بھی سلامتی کے ساتھ اپنے پڑاؤ کو لوٹ جانا غنیمت معلوم ہوا، بیان کرتے ہیں کہ اس موقع پر رہتی بال نے اپنے دوستوں سے ہنسی میں یہ بات کہی تھی کہ کیوں ؟ میں نہ کہتا تھا کہ یہ بادل (یعنی نے میں) جو ہمیشہ پہاڑوں پر منڈلاتا رہتا ہے کبھی کبھی طوفانی مینہ کی طرح ہم پر برس پڑے گا ؟

سپاہیوں نے مال غنیمت میدان سے اٹھایا تو نے بیس انھیں لیے ہوئے خاموشی کے ساتھ اپنے خیمہ گاہ کو لوٹ گیا اور ایک لفظ بھی منوکیس کے سامنے زبان سے ایسا نہ نکالا جو اسے ناگوار گذرتا۔ لیکن خود منوکیس اس قدر متاثر ہوا تھا کہ نے بیس کے جانے کے بعد اپنے آدمیوں کو جمع کر کے کہنے لگا ”بے شبہ خطا سے کوئی شخص منترہ نہیں اور بڑے بڑے کاموں میں ہاتھ ڈالنا اور غلطی نہ کرنا آدمی کی قوت سے ماوراء ہے مگر اس کے ساتھ ایک صاحب ہوش آدمی کا اقتضائے انسانیت یہ ہے کہ اپنی خطا سے نقصان اٹھا کے سبب حاصل کرے اور آئندہ اپنی اصلاح کی کوشش کرے۔ اب ہر چند میں قنوت کی بے وفائی کا گلہ کروں تو ایک حد تک بجا ہو گا لیکن اس کی شکر گزاری کے اس سے بھی قوی اسباب ہیں کہ اسی نے مدون کی غلطی بخالی اور چند ہی گھنٹے میں مجھے سکھا دیا کہ میں اور وہ پر کمان و حکومت کرنے کے لیے نہیں بنا بلکہ محتاج ہوں کہ مجھ پر کوئی اور شخص حکومت کرے، نیز یہ کہ ہمیں تفوق حاصل کرنے کے لیے ان سے نہ جھگڑنا

چاہتے ہیں کہ اطاعت کرنا ہمارے واسطے زیادہ مفید ہے۔ نظر برائے آئندہ سے ہمیں
مختار السلطنت ہی کو اپنا سپہ سالار سمجھنا چاہیے اور میں صرف اُس کی شکرگزاری میں مختار
انسر رہونگا کہ سب سے پہلے اُس کے احکام بجالاؤں اور ہمیشہ مسعدی سے اُس کی
خدمتگزاری کر سکوں؟

اس تقریر کے بعد اُس نے رومہ کے عقابی پر جم کو بڑھانے کا اور فوج کو اپنے ساتھ
ساتھ فہمیں کے خیمہ گاہ میں آنے کا حکم دیا۔ اس طرح جنگی باقاعدگی کے ساتھ وہ دہان پھونچا
تو دہان کے سپاہیوں کو یہ نظارہ دیکھ کر حیرت سی ہو گئی اور وہ کسی قدر پریشان اور مشتوش ہوئے
کہ اس آمد کا کیا مطلب ہے، اُس کو اپنے خیمے کے قریب آئے دیکھ کر خود نے فہمیں استقبال کرنے
باہر نکل آیا لیکن منوکیں نے نزدیک پھونچتے ہی اپنے علم اُس کے قدموں میں ڈال دیے اور
یہ آواز بلند ”باب“ کے نام سے اُسے خطاب کیا اور اُس کے ہمراہیوں نے بھی فہمیں کے سپاہیوں کو
اپنا ”سرپرست“ خطاب کر کے سلام کیا، اور یہ وہ اصطلاحی لقب ہے جس سے آزاد شدہ غلام اپنے
آزادی دلانے والوں کو یاد کرتے ہیں، پھر ہر طرف سکوت ہو گیا تو منوکیں نے اس طرح کہنا شروع
کیا کہ اے مختار السلطنت! آج کے دن تم نے دو معرکے جیتے۔ ایک بزرور قابلیت و شجاعت
ہنی بال سے۔ اور دوسرا کریم لغنی اور دانائی کے وسیلے، اپنے ہم وطن ساتھی سے؛ پہلی فتح سے
تم نے ہماری جان بچائی اور دوسری سے ہمیں ہمت دیا جسے ہم کبھی بھی لین گے۔ اور جب کہ ہم ہنی بال
سے پہلی شرمناک شکست کھاکے ذلیل و سرنگون ہو رہے تھے، دوسری مبارک شکست تمہارے
ہاتھوں میں ملی جس نے از سر نو ہمیں زندہ اور سر بلند کر دیا، ہمیں خطاب کرنے کے لیے باب کے
پر محبت لقب سے بہتر کوئی نام مجھے یا وہ نہیں آتا اگرچہ تمہاری مہربانیاں باب کی تمام شقیوں سے
زیادہ ہیں۔ اور اگر مجھے نعمت زندگی اپنے باب سے ملی ہے تو نہ صرف اُس کا بلکہ میرے سارے لشکروں
کی زندگی کا باقی اور سلامت رہنا، محض تمہاری بدولت ہے۔ یہ کہنے کے بعد وہ بڑھا اور فہمیں
کے گلے میں بائیں ڈال دیں۔ اسی کی تقلید دونوں طرف کے سپاہیوں نے کی اور فطرتاً سے

آبدیدہ ہو جو کے باہم بغل گیر ہو گئے پھر
اس واقعے کو زیادہ عرصہ نہ گزرا تھا کہ فے بیس کی میعاد عمدہ پوری ہو گئی اور اس کے بچا
چھبہ مہول دو قصلوں کا انتخاب عمل میں آیا۔ لیکن فے بیس کے ان پہلے جانشینوں نے
طرز جنگ بالکل وہی رکھا جو اس کا تھا۔ یعنی ہال سے کبھی دو ٹوک لڑائی نہ لڑی بلکہ صرف
اپنے حلیف شہروں کو اتنی کافی امداد پہنچاتے رہے کہ دشمن انھیں تنہا نہ کر سکے، مگر ان کے بعد
جب ہارن ٹیس دارو قصلی انتخابات میں کامیاب ہوا تو صاف نظر آنے لگا کہ وہ سلطنت کو ضرور
جو کھون میں ڈالے گا اور اپنی خود سری اور جہالت سے کل قوم کی بازی لگائے بغیر نہ مانے گا۔ وہ ایک
بہول النسب مگر نہایت جبری اور ہر دعوے پر آدمی تھا اور بہت دن سے ہر جلسے میں چلا چلا کے
رومیوں کو تعین دلاتا رہا تھا کہ جب تک فے بیس جیسے سپہ سالار بھیجتے رہو گے لڑائی کبھی ختم نہ ہوگی
اس کا دعویٰ تھا کہ میں میدان جنگ میں بھجوا گیا تو جس دن دشمن سے سامنا ہو جائیگا اسی دن
سمجھ لینا کہ اطالیہ آزاد اور تمام حملہ آوروں سے پاک ہے! فضل ہوتے ہی اس ختم کی امیدیں دلا
دلا کے اس نے ایک اتنی بڑی فوج بھرتی کر لی جس کے برابر پہلے کبھی رومہ سے لڑنے نہ بھلی تھی،
چنانچہ، لہرست میں آٹھاسی ہزار جنگ آزاد داخل تھے۔ لیکن ان کا رروائیوں سے جتنا عوام میں اقامہ
فتح بڑھتا جاتا تھا اسی قدر شہر کے تجربہ کار اہل لڑاے (خصوصاً فے بیس) خوف زدہ ہو رہے تھے
کہ اگر یہ کثیر العدد فوج جس میں رومہ اکبرے کے تمام جوانان منتخب جن لیے گئے ہیں لڑائی میں برباد
ہو گئی تو پھر کوئی ذریعہ رومہ کی سلامتی اور حفاظت کا نہ رہیگا، اسی بنا پر ان لوگوں نے دوسرے
قصل امی ایس پالوس ~~مسلم~~ کا سارا ڈھونڈا جو فن جنگ کا بڑا آزمودہ کار ماہر تھا
لیکن غیر ہر دعوے پر ہونے کی وجہ سے عوام سے ڈرتا تھا جنھوں نے پہلے ہی کسی الزام میں اس کو
محرم قرار دیدیا تھا۔ اس لیے اس کو بھی مدد کی ضرورت تھی کہ اپنے شریک عمدہ وارڈ کی جیروستین
کا مقابلہ کر سکے پھر فے بیس نے اس کو بتایا کہ اگر ملک کی فخر رسانی اور سچی خدمت منظور ہے تو
واقعہ کار رہی ہال کی عیارانہ تیاریوں کا جس سرگرمی سے مقابلہ کیا جائے اسی کے برابر سرگرمی

خود اپنے ہم وطن وارو کا جاہلانہ جوش و بانے میں کی جائے کہ یہ دونوں رومہ کی قسمت کا ایک ہی میدان میں فیصلہ کر دینے کی خطرناک کوشش میں مصروف ہیں۔ پھر وہ پالوس سے کہنے لگا کہ مہنی بال کے معاملے میں تعین وارو کی نسبت میری بات کا زیادہ اعتبار کرنا چاہیے اور میں یقین دلاتا ہوں کہ اگر اس سال بھی تم جنگ سے پہلو بچاتے رہے تو یا مہنی بال کی فوج خود پر باد و خراب ہو جائیگی اور یا وہ اپنی مرضی سے بخشی واپس لوٹ جائیگا اور اس کا ایک کھلا ہوا ثبوت یہ ہے کہ تمام فتوحات کے باوجود وہ اطالیہ کے کسی شہر یا علاقے پر مستقل قبضہ نہیں کر سکا اور اب اس کی فوج پہلے کی نسبت صرف ایک تہائی باقی رہ گئی ہے لہذا اس کے جواب میں سنا ہے پالوس نے فے میں سے یہ کہا کہ اگر میں صرف اپنی ذاتی رائے پر عمل کروں تو اپنے ہم وطنوں کے طعنے سننے کے بجائے (کیونکہ وہ تمھاری رائے کو مطلق پسند نہیں کرتے) میں مہنی بال کی تلوار دن کے منہ چڑھنے کو زیادہ ترجیح دیتا ہوں۔ لیکن یہ معاملہ قوم کی مرگ و زیت کا ہے اور اسی لیے خواہ ساری دنیا مخالفت ہو جائے میں وہی کروں گا جو فے میں کا حکم ہو اور میں وجہ نہیں دے سکتا۔

مگر یہ تمام نیک تدبیریں اور ارادے وارو کی ہٹ نے خاک میں ملا دیے اور جب دونوں تفصل میدان جنگ میں پھونچے تو اس فیصلے کے سوا کہ ایک دن بیچ ہر تفصل پوری فوج کی سپہ سالاری کرے گا، وہ کسی بات پر رضامند نہ ہوا، اور جب اس کی باری آئی تو اس نے آئی دس ندی پر اپنی فوج دشمن سے متصل موضع کینٹی Cannae میں اتار دی اور صبح ہوتے ہی اپنے خیمے سے فرمزی کوٹ اڑایا جو لڑائی شروع کرنے کی علامت تھی۔ اس کی یہ جرات اور اس کے سپاہیوں کی کثرت دیکھ کر (جو ان سے دگنے تھے) اہل قرطاج نہ چونک پڑے۔ مگر مہنی بال نے اضمین ہتیار لگانے کا حکم دیا اور خود مختصر جمعیت لیے ہوئے قریب ہی ایک ٹیکری پر چڑھ گیا کہ صفین جیتے ہیں رومیوں کی تعداد کا صحیح اندازہ کر سکے۔ اس کے ہمراہیوں میں گیس کو نامی ایک قرطاجنی امیر بھی تھا جسے علم و مرتب میں خود مہنی بال کا ہم پایہ کہنا چاہیے۔ رومی فوج کو دیکھتے دیکھتے اس کی زبان سے بے اختیار یہ کلمہ نکل گیا کہ دشمن کی تعداد تو بڑی حیرت انگیز ہے؟ ابھر

ہنی بال نے سچیدہ صورت بنا کے کہا ”گس کو، تم نے ایک اور بات کا خیال نہیں کیا جو اس
قداد سے بھی سوا حیرت انگیز ہے“ اور جب گس کو نے دریافت کیا کہ وہ کون سی بات ہے
تو کہنے لگا ”یکہ اس تمام لشکر کثیر میں ایک شخص بھی ایسا نہیں جو گس کو کہلاتا ہو!“ سپہ سالار
کے اس غیر متوقع اور طنز آمیز مذاق نے اُس کے تمام ساتھیوں کو ہنسنا دیا اور جب یہ لوگ نیکرے
سے آرہے تھے تو جو شخص ملتا اُس کے سامنے یہ لطیفہ دُہراتے اور ضبط کے باوجود ہنستے ہنستے بے قابو
ہوے جاتے تھے۔ قرطاجنی سپاہیوں نے بھی جب اُنھیں دشمن کا معائنہ کر کے اس حالت میں اُس
ہونے دیکھا تو بالطبع یہ نتیجہ نکالا کہ ضرور مد مقابل کو نہایت کمزور پایا ہے جو ہمارا سپہ سالار عین
اس وقت مستحضر و مزاح میں مصروف ہے؛

اس لڑائی میں بھی ہنی بال نے حسب عادت فائدہ اٹھانے کے لیے جنگی چالوں سے
کام لیا۔ اول تو اُس نے اپنی صفیں اُس طرح جائیں کہ جدھر سے ہوا آ رہی تھی اُدھر ان کی پشت
رہے۔ اور واقعی اُس وقت اس بلا کے جھک چل رہے تھے کہ ریتیلے میدانوں میں سے گرد و غبار
کے دل بادل بلند ہوتے اور اہل قرطاجنہ پر سے گزر کے ساری خاک و مٹیوں کے چہروں پر پڑتی
تھی جس نے اُنھیں لڑائی میں بہت عاجز و پریشان کیا۔ ہنی بال نے دوسری تدبیر یہ کی کہ اپنے
بہترین آدمیوں کو بازوؤں میں قائم کیا اور جتنے کمزور، خراب لڑنے والے تھے اُنھیں قلب لشکر
میں رہنے دیا اور مینہ و میسرہ کے افسروں کو ہدایت کر دی کہ جس وقت رومی قلب پر حملہ آور ہوں
(جو اُسے یقین تھا کہ پہلے ہی صدے میں پیچھے ہٹ جائیگا) اور دباتے ہوئے دوڑ کر بڑھ جائیں
تو دونوں طرف سے کیا رگی اُن پر حملہ کیا جائے اور اُنھیں گھیر کر دونوں بازوؤں کے بیچ میں لے
آنے کی کوشش کی جائے؛ اور حقیقت یہ ہے کہ یہی وہ تدبیر تھی جو سب سے بڑھ کر کارگر ہوئی اور جبکی
بدولت رومیوں کو بے انتہا نقصان اُٹھانا پڑا۔ انھوں نے پہلی ہی نگر میں قرطاجنی قلب کو مغلوب
کر لیا تھا اور ڈھکیلے ہوئے اس قدر اندر تک گھس آئے کہ قرطاجنی صفوں کی شکل بالکل ہال سے
مشابہ ہو گئی۔ اس طرح ہنی بال کے سب سے اچھے سواروں کو حملے کا بہترین موقع مل گیا اور دونوں

بازو دون سے وہ ایسی تندی کے ساتھ آن کر گرے کہ جیسے مین آیا اسے کاٹ دیا حتیٰ کہ ان کا مہینہ اور میسرہ ردیوں کے عقب میں آگیا اور تمام رومی فوج ایک حلقے میں پھنس کے رہ گئی۔ مشہور ہے کہ ایک اور افسوس ناک غلطی بھی اس مصیبت انگیز ہزیمت کا سبب قوی ہوئی۔ وہ یہ کہ پالوس کے گھوڑے نے زخم کھا کے اسے زمین پر گرا دیا اور اسی کو مدد دینے کے واسطے جو لوگ اس پاس تھے وہ فوراً اپنے گھوڑوں پر سے اتر پڑے۔ رومی سواروں نے جو اپنے افسروں کو اس طرح گھوڑوں سے اترنے دیکھا تو سمجھے کہ یہ سب کو پایا وہ ہو کر لڑنے کا اشارہ ہے، چنانچہ اسی خیال سے وہ بھی اتر اتر کے لڑنے لگے۔ یہی کیفیت دیکھ کر شاہ نے کہہ ہی بال نے کہا تھا کہ مجھے ان کی (یعنی رومی سواروں کی) اس بات سے اس قدر خوشی ہوئی کہ اگر کوئی ان کے ہاتھ پاؤں باندھ کر بھی ہیرے حوالے کر دیتا تو اتنی خوشی نہ ہوتی، اس روایت کی دیگر تفصیلات ہم قلم انداز کرتے ہیں اگر ناظرین اصفین مطالعہ کرنا چاہیں تو ان مصنفین کی کتاب میں پڑھیں جنھوں نے اس مضمون پر بہت شرح و بسط کے ساتھ لکھا ہے :

قصہ دارو، ایک مختصر سی جمعیت کے ساتھ، دیوڑیا کو بھاگ گیا۔ مگر امی لیس پالوس، جس کا سینہ غم سے اور جسم زخموں سے ٹھکا رہا تھا، جب اپنے سپاہیوں کی فراری اور دشمن کا تعقب نہ روک سکا، تو زندگی سے بیزار ایک پتھر پر بیٹھ گیا کہ کوئی خدا کا بندہ ایک ہی بھر پور وار میں اسے قید حیات سے آزاد کر دے، وہ سر سے پاؤں تک خون میں لٹھڑا ہوا تھا اور اس کے چہرے پر اتنے زخم آئے تھے کہ خود اس کے نوکر اور احباب بغیر پہچانے قریب سے گزر جاتے تھے۔ آخر کرنی لیس لن ٹولس نے، کہ ایک خاندانی امیر زادہ تھا، اس سے پہچان لیا اور خود اتر کے اپنا گھوڑا اس کے آگے پیش کیا اور اسے دعا کی کہ وہ اپنی قیمتی جان کو جس طرح ہو سکے بچالے ورنہ ایسی نازک حالت میں، اس جیسے جلیل المرتبہ سرداروں کے بغیر، ملت و مملکت کی سلامتی دشوار ہو جائیگی، لیکن پالوس نے کوئی بات نہ مانی اور لن ٹولس کو جس کی آنکھوں میں آنسو ڈبڈبا رہے تھے، بے اصرار بھر گھوڑے پر سوار کر دیا۔ اس کے بعد کھڑے ہو کے اپنا ہاتھ اس کے ہاتھ میں دیا اور فے بیس کے پاس

یہ پیام لے جانے کی وصیت کی کہ امی لیس پالوس نے آخر دم تک تمہاری ہدایتوں پر عمل کیا اور تم سے جو اقرار کیا تھا اس میں حتی المقدور سر مو تبدیلی نہ ہونے دی لیکن اس کی بد نصیبی تھی کہ پہلے وہ وارو سے مجبور و مغلوب ہوا اور پھر ہنی بال سے شکست کھائی؛ اس پیام کے ساتھ لن لوکس کو روانہ کر کے اُس نے چارون طرف لغزو و لڑائی اور جہان کشت و خون کا باز سب سے زیادہ گرم ہو رہا تھا اسی حصہ میدان میں گھس کر اپنے تنکین دشمن کی تلواروں سے ہلاک کر دیا پڑ رومی مقتولین کی کل تعداد اس جنگ میں پچاس ہزار بیان کی گئی ہے۔ چار ہزار آدمی میدان میں گرفتار ہوئے اور دونوں قصلوں کے خیمہ گاہ سے اور بھی دس ہزار اسیران جنگ قرقطانی سپاہ کے ہاتھ آئے پڑ

اس موقع پر ہنی بال کے اکثر دوستوں نے بڑی منت کی کہ مفردین کا خاص رومہ تک تعقب کیا جائے۔ اور اُسے یقین دلایا کہ اگر ایسا کیا تو آج کے پانچویں دن شہر کیا خاص قلعہ رومہ میں بیٹھ کر کھانا کھانا، مگر کچھ سمجھ میں نہیں آتا کہ کیوں ہنی بال نے اس راے پر عمل نہ کیا۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کوئی آسانی قوت ہی اس کو روک رہی تھی جو وہ اس قدر متامل اور متردد ہوا جاتا تھا۔ چنانچہ اسی سبب ہم بتی پر اُس کے ایک ہم وطن برکاس نے خفا ہو کے بیان تک کہ دیا کہ ہنی بال یقین لڑائی جیتنا آتا ہے مگر فتح سے فائدہ اٹھانا تم نہیں جانتے؛ باین ہملس ایک کامیابی نے صورت حالات میں حیرت انگیز تغیر پیدا کر دیا۔ وہ جس کے قبضے میں آج تک ایک آبادی، ایک منڈی اور یا ایک بندر گاہ نہ تھی جس کے سپاہیوں کو روز کے روز لوٹ مار کیے بغیر ایک دن کی رسد بھی میسر نہ آتی تھی، جس کا نہ کوئی مرکزی مستقر جنگ تھا نہ پناہ لینے کا کوئی ٹھکانا اور جو کتنا چاہیے کہ لڑاکوؤں کی ایک جماعت عظیم لیے چارون طرف دیوانہ وار بھٹکتا پھرتا تھا، ایک رن جیتنے ہی دفعۃً اطالیہ کے بہترین بلاد و امصار کا مالک ہو گیا اور خود کا پورا اکہ رومہ کے بعد سب سے آباد اور مرقہ الحال شہر تھا، اُس کے قبضے میں آگیا اور ان سب مقامات نے خود بخود اس کی اطاعت قبول کرنی پڑ

یوری بیدش کا قول کہ جس شخص کو اپنے دوست کی دوستی آزمانی پڑے، سمجھو کہ مصیبت میں گرفتار ہے، سلطنتوں کے حال پر بھی بعینہ چسپان نظر آتا ہے اور سلطنت اگر امن و اطمینان کی حالت میں ہو تو واقعی اُسے لائق سپہ سالار کی کچھ احتیاج نہیں ہوتی۔ مگر صورت حال عکس ہو تو سب سے زیادہ مانگ ایک اچھے حاکم اور جرنیل کی ہوا کرتی ہے۔ چنانچہ روسہ میں بھی اب اسی قسم کا خیالات میں تغیر ہوا۔ وہ جولڈائی سے پہلے نے بیس کے ہر مشورے اور ہر کارروائی کو انتہائی خوف و نامردی سے تعبیر کرتے تھے اب اس قدر بڑھے کہ اس کی عقل کو انسانی عقل سے ماوراء کوئی ربانی قوت سمجھنے لگے، گویا ان کے نزدیک تمام لوگوں کی رائے کے خلاف ایک ایسے نتیجے کی حرف بہ حرف صحیح پیشین گوئی کر دینا، جو واقع ہونے کے بعد بھی، ناقابل یقین نظر آتا تھا، معمولی آدمی کا کام نہ تھا بلکہ ضرور وہ کسی مافوق الفطرت دماغ کا کرشمہ فکر تھا۔ غرض انہی وجوہ سے اب نے بیس سے بڑھ کر کوئی قابل اعتماد رومی نہ تھا اور جو کچھ رہی سہی امیدیں اُس کے ہوطنوں کو تھیں وہ اسی کی ذات سے وابستہ تھیں۔ اُس کی دانائی وہ مقدس مندر تھا جس کی پناہ میں آنے وہ ہر طرف سے دوڑے اور فی الحقیقت انھیں کسی نے تشریف نہ ہونے سے بچایا تو وہ نے بیس ہی کے مشورے تھے ورنہ غالوی حلان کی آنکھوں میں پھرنے لگا تھا اور اسی وقت کی طرح وہ شہر چھوڑ چھوڑ کے بھاگنے پر آمادہ تھے۔ اکیلا وہی شخص جسے فراغ و اطمینان کے زمانے میں وہ سب سے زیادہ ڈر پوک جانتے تھے، آج مابوسی اور مصائب کے اگھٹ طوفان میں نڈر نظر آتا تھا۔ اُس کے متین چہرے پر کوئی علامت خوف کی نہ پائی جاتی تھی۔ وہ اُسی وقار و دل جمعی کے ساتھ کلی کوچوں میں اپنے ہوطنوں کی ولد ہی کرتا پھرتا تھا۔ کبھی عورتوں کا نالہ و بکا روکتا اور کبھی ان کے مجمعے منتشر کرنا جو اظہار غم کے لیے بل بل کے بازاروں میں آ بیٹھتے تھے۔ اُسی نے عمال شہر کی بہتیں بندھائیں مجلس ملکی کو منعقد کرایا اور وہی سارے سرکاری کاروبار کی صحیح معنوں میں روح رواں تھا؛ شہر کے دروازوں پر نے بیس نے پہرہ بٹھا دیا تھا کہ جہاں تک جو دہشت زدہ مخلوق کو بھاگنے سے روکا جائے۔ مقتولین کے سوگ کے متعلق اُس نے علحدہ ضوابط بنا دیے تھے اور انہیں

تین کر دیا تھا کہ جن کے عزیز و اقارب مارے گئے ہیں وہ صرف اپنے گھروں کے اندر نظر اربنج اور ماتم کریں اور ایک مہینہ سے زیادہ سوگ کو قائم بھی نہ رکھیں جس کے بعد سارے شہر کی تعمیر (نہ ہی شہار کے بموجب) کی جانی مقصود تھی۔ اسی زمانے میں سیرس دیوتا کا ہوا بھی آگیا تھا۔ لیکن حکم دیا گیا کہ اس مرتبہ اس سے نہ منایا جائے جس میں مصلحت یہ تھی کہ اپنی قلت خدا اور ایک دوسرے کی غمزدہ صورتیں دیکھ کر لوگ ہراسان نہ ہو جائیں اور اپنی قومی مصیبت کو زیادہ یا س انگیز اور بڑا نہ تصور کرنے لگیں۔ اس کے علاوہ دیوتاؤں کے ہاں بھی وہی عبادت مقبول ہوتی ہے جو اطمینان اور خوش فہمی کے ساتھ کی جائے، البتہ اس موقع پر وہ تمام زمین جن سے دیوتاؤں کا غصہ فرو ہوتا ہے علی وجہ الکمال انجام دی گئیں اور نیک سائنیں یا اچھے اچھے شگون حاصل کرنے کے واسطے بھی جو کچھ کانہوں نے بتایا اس پر عمل کیا گیا۔ نے میں کے ایک عزیز قریب نے میں بکٹر کو انتخاب لینے ڈیلتی بھیجا گیا اور اسی زمانے میں جب درملیوں کی خراب کاری پکڑ دی گئی تو ایک نے تو خود کشی کر لی مگر دوسری دستور کے مطابق زندہ دفن کر دی گئی۔

کچھ ہوا، جمہوریہ روسی کی یہ عالی حوصلگی اور ضبط نفس تو نے الواقع کمال تعریف کا مستحق ہے کہ جب وہی شکست خوردہ قتل جس نے ایسی نالایقی اور نقصان رسان حاققت سے ملک کو تباہی میں ڈال دیا تھا، شرمندہ اور سرنگون وہیں پھر تو تمام اہل شہر اور ارکان مجلس اس کے ہتھیال کو شہر بیاہ کے دروازوں تک آئے اور جب خاموشی ہو گئی تو اسی موقع پر اکثر عمال اور مقتدر ارکان نے جنہیں نے میں بھی شامل تھا اس کی تعریف میں تقریریں کیں اور اس کی اس حب وطن کو بہت سراہا کہ ایسی نازک حالت میں بھی وہ خدمت قوم سے پہلو بچا نہ میں چاہتا بلکہ واپس آگیا ہے کہ پھر زمام انتظام اپنے ہاتھ میں لے اور جان تک ہو سکے روستہ کے آئندہ تحفظ میں مدد دے۔ اس اثنا میں خبر آئی کہ مہنی بال لڑائی کے بعد اطالیہ کے دوسرے علاقوں میں چلا گیا اور دوسرے آئینگا۔ یہ سنکر روسیوں کو بڑی ڈھارس ہوئی اور انھوں نے از سر نو مقابلے کے واسطے فوجیں ترتیب دیں اور نے میں اور کلاڈیس مرسس Marsellus کو سپہ سالار بنا کے

میدان میں بھجیا۔ یہ دونوں اپنے عہد کے بہترین جرنیل سمجھے جاتے تھے مگر اباب شہرت دونوں کے علاوہ اور مختلف تھے۔ چنانچہ مری کس، جیسا کہ ہم نے اس کے سوانح عمری میں تحریر کیا ہے بڑا بے جھجک اور دلوالو العزم سپاہی تھا۔ وہ اپنی آتش مزاجی اور قتال پسندی میں ان سو راؤن سے بہت ملتا ہے جن کی تصویر ہم نے اپنی رزمیہ نظم میں دکھائی ہے اور حقیقت میں اسی بہت شیرازہ اور جانبازی کی وجہ سے اس نے تمام لڑائیاں اپنی عہدگی کے ساتھ لڑیں کہ خود ہنی بال کا شیل وہم بے سمجھا جانے لگا۔ اس کے برعکس فے میں اپنے پہلے اصول پر قائم تھا اور ابھی تک یہی یقین رکھتا تھا کہ اگر لڑائی بجائے بجائے ہنی بال کا بھجپا کیا گیا تو آخر میں اس کی فوج ٹھک کر کمزور اور برباد ہو جائیگی۔ جس طرح ایک طاقتور پہلوان پورے زور پر ہونوین اس کے انتہائی طاقت صرف کرتے وقت یہ رائے لگائی جاسکتی ہے کہ غالباً اس کا عنقریب دم ٹوٹ جائیگا اور وہ ایسا اکی شل ہو کے بیکار رہ جائیگا، مزاج کے اس اختلاف کی بنا پر پوسی ڈوئیس لکھتا ہے کہ مری کس کو اہل رومہ اپنی تلوار کہتے تھے اور فے میں کو اپنی ڈھال۔ اور بے شبہ اول الذکر کی بلیری اور دوسرے کے استقلال نے امتزاج پا کر ایک ایسا اچھا مرکب تیار کر دیا تھا کہ جس نے ملت رومہ کو تباہ ہونے سے بچالیا، ہنی بال کو بھی تجربے سے معلوم ہو گیا کہ ایک کے ساتھ مقابلہ کرنا گویا کسی تیز و تند دریا سے ٹکرانا ہے جو جگہ جگہ سے اس کی فوج کو بھاڑ دیتا تھا اور دوسرے کی مثال اس دریا کی سی تھی جو خاموشی اور متانت کے ساتھ قریب سے بے جاتا ہو مگر جس کی موجیں اندر ہی اندر حریت مقابل کی چٹین کمزور اور آہستہ آہستہ اس کا کام تمام کیے دیتی ہوں حتیٰ کہ آخر آخر میں یہ نوبت بھی گئی تھی کہ فوج کے حرکت کرتے وقت تو ہنی بال پر مری کس کی دہشت طاری رہتی اور جب کہیں پڑا تو کراتو نے جس کے خوف سے خواب و خواہر سپر حرام ہوتا تھا۔ مزید برآں جب تک ان محاربات کا سلسلہ قائم رہا، ان سپہ سالاروں میں سے ایک نایک ضرور اس کے مقابلے میں رہتا تھا کیونکہ دونوں پانچ پانچ مرتبہ قرضل مقرر ہوئے اور جب قرضل نہ ہوتے تب بھی کسی نہ کسی جہد سے دار کی حیثیت سے جنگی معاملات میں ان کا ہمیشہ دخل ہوتا تھا

ہیٹنک کہ انہیں سے ایک (یعنی مری لیس) انجام کار اس چال میں ایک مرتبہ بھین گیا جو مہنی بال
نے اس کے لیے بھجایا تھا اور اپنی پانچویں قسطی کے زمانے میں مار گیا۔ لیکن نے بیس پر اسکی
کوئی عیاری اور فن فریب کار گر نہ ہوئے البتہ ایک دفعہ وہ اس کے دھوکے میں آ گیا تھا اور
بال بال خطرے میں پڑنے سے بچا۔ تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ ایک مرتبہ نے بیس کو اہل
مٹاپن ٹم کے جلی خطوط اس مضمون کے ملے کہ اگر تم اپنی فوج سمیت ہمارے شہر کے سامنے آ جاؤ
تو ہم شہر کو بخوشی حوالے کر دیں گے یہ نیز لکھا تھا کہ فلاں وقت سے فلاں وقت تک ہم
تھہارے آنے کے منتظر رہیں گے، اس چال میں نے بیس، بالکل، اسی گیا تھا اور سفر کے لیے
تیار تھا کہ بعض بد شکونیوں نے (جو پرندوں سے فال لینے میں ظاہر ہوئیں) اس کا ارادہ ملتوی
کر دیا، پھر زیادہ مدت نہ گزرنے پائی تھی کہ مہنی بال کی عیاری بھی کھل گئی اور معلوم ہو گیا کہ جلی
خطوط بھیجکر وہ خود کین میں بیٹھا تھا کہ نے بیس اُدھر سے گزرے تو اچانک اس پر ٹوٹ پڑے
مگر غالباً اس بچ بکھنے کو نے بیس کی غلطی پر محمول کرنا درست نہوگا بلکہ کنا چاہیے کہ یہ محض
تائید ایز دی تھی؛

نے بیس نے اس پر آشوب زمانے میں جس خوبی کے ساتھ حلیف شہروں کو باغی ہونے
سے بچایا اور رومہ کے اتحادیوں کی تالیف قلوب کی وہ کمال ستایش کی تھی ہے۔ غیر شہروں
کے جتنے سپاہی یا افسر اس کے لشکر میں تھے ان سے وہ نہایت نرمی کا برتاؤ کرتا تھا اور معمولی
خطاؤں پر کبھی اس قسم کی سختی ان کے ساتھ روا نہ رکھتا جو انھیں رومیوں سے بد دل کر دے۔
اس ضمن میں یہ روایت لکھنے کے قابل ہے کہ ایک مرتبہ شہر مرسیہ کے کسی دیلیر میرزادے کے
متعلق اُسے اطلاع ملی کہ وہ اندر ہی اندر بعض سپاہیوں کو اپنے ساتھ لیکر دشمن سے جا ملے گا
ساز باز کر رہا ہے۔ نے بیس نے اس کو اپنے پاس بلایا اور کوئی غصہ یا مواخذہ کرنے کے بجائے
کہنے لگا میں خوب جانتا ہوں کہ ہمارے فوجی افسر قابل اور مستعد آدمی کی جیسی چاہیے قدر نہیں کرتے
اور اکثر اوقات قریان اور انعام دینے میں بیجا طرداری سے کام لیتے ہیں، لیکن آئندہ اگر تمھیں

کوئی شکایت ہو اور تم مجھے چھوڑ کر اوروں کے پاس جاؤ تو اسے میں خود تمہارا قصور تصور کر چکا
اور یہ کہ اُس نے ایک اعلیٰ درجے کا گھوڑا اور کئی اور چیزیں اس شخص کو عنایت کیں
جس کے بعد وہ ایسا نے بیس کا وفادار دوست اور ماتحت ہو گیا کہ اُس سے بڑھکر فوج بھر
میں شاید کوئی قابل اعتبار آدمی نہ ہو گا۔ فی الحقیقت نے بیس کا بہت بجا طور پر خیال تھا
کہ اگر وہ لوگ جو گھوڑوں یا کتوں کو سدھانے پر مقرر کیے جاتے ہیں، ظلم و مارپیٹ کو پسند نہیں
کرتے بلکہ پیار اخلاص سے ان جانوروں کے مزاج کی تیزی اور وحشت کھونے کی تیر کر کرتے
ہیں، تو کیا وجہ کہ جن لوگوں کے سپرد آدمیوں کی افسری ہو وہ اپنے ماتحتوں کو بہترین فقی و ملاطفت
کے ساتھ فرمان برداری اور ضابطہ کی پابندی نہ سکھائیں؟ بے شبہ ان کا سلوک اُن باغیانوں
سے تو بدتر نہ ہونا چاہیے جو کمال توجہ اور دیکھ بھال سے جنگی درختوں کی صلاح کرتے ہیں اور رفتہ
رفتہ انھیں باغ کا ایک عمدہ اور میوے دار درخت بنا دیتے ہیں؟

ایک اور موقع پر بعض افسروں نے نے بیس کو اطلاع دی کہ فلان سپاہی اکثر غیر حاضر
اور راتوں کو ڈیرے سے غائب رہتا ہے۔ نے بیس نے پوچھا وہ کس قسم کا آدمی ہے انھوں نے
بیان کیا کہ وہ شہر لوکانیہ کا رہنے والا ہے اور اُس سے بہتر شاید فوج بھر میں کوئی سپاہی نہ ملے گا
پھر اُس کی بہادری کے چند چشم دید واقعات بھی انھوں نے سناے۔ یہ تمام باتیں سن کر نے بیس نے
اُس کے سبب غیر حاضری کا خاص توجہ سے سراغ چلایا اور آخر میں یہ معلوم کر لیا کہ دراصل وہ کسی فوج
لڑکی پر عاشق ہے اور اُسی سے ملنے راتوں کو لشکر سے نکل نکل بھاگتا ہے، اس پر نے بیس نے
اپنے نوکروں کو حکم دیا کہ اُس لڑکی کو فوراً تلاش کیا جائے اور خفیہ طور پر میرے خیمے میں پھونچا دیا جائے
پھر اُس سپاہی کو طلب کیا اور علیحدہ لے جا کے کہنے لگا کہ تمہارا راتوں کو لشکر سے غائب ہو جانا ہمیں
اچھی طرح معلوم ہے اور یہ بھی ہم جانتے ہیں کہ تم ایک بہادر آدمی ہو اور بہت سے کار نمایاں کر چکے ہو
انھیں خدمات کے خیال سے ہم اس مرتبہ اُس خلاف ورزی کو معاف کیے دیتے ہیں جو رومی
قوانین اور فوجی ضوابط کی تم نے کی ہے۔ لیکن اسی کے ساتھ ہم ایک نگران تم پر مقرر کرنا چاہتے ہیں جو

تھارے آئندہ افعال کا ذمہ دار اور جواب دہ ہو گا، یہ کہہ کے اُس نے حکم دیا کہ وہ عورت سننے بلالی جائے۔ پہ سالار کے خیمے میں اُس کو یکایک نمودار ہوتا دیکھ کر خوف زدہ سپاہی کے ہوش اڑ گئے، لیکن فے بیس اُس کی طرف اشارہ کر کے کہنے لگا وہی وہ نگران ہے جسے ہم تھارا ضامن بناتے ہیں۔ اور آئندہ کے طرز عمل سے دیکھیں گے کہ آیا تھاری شب گردیان عشق و محبت کی وجہ سے حقین یا کسی اور اس سے بھی بدتر مقصد کے لیے !،

اس کے بعد ایک اور واقعہ ہی تم کا گذر جس کی بدولت شہر مارنیم کی تعمیر عمل میں آئی۔ تفصیل اس کی یہ ہے کہ رومی فوج میں ایک نوجوان مارٹھی سپاہی تھا اور اُس کی صرف ایک بہن تھی۔ جسے وہ گھر پر چھوڑ آیا تھا۔ یہ بہن کہ جس کی معاش کا دار و مدار بھی اُسی بھائی پر تھا اپنے بھائی سے بے حد محبت کرتی تھی۔ اب جس وقت کہ بہن بالکل نے شہر مارنیم کو فتح کیا اور وہاں اپنی فوج میں مقیم کین تو اس مارٹھی کو کسی طرح یہ اطلاع بھی ہو گئی کہ وہاں شہر برٹیم کا ایک باشندہ نوجوی دستہ کا افسر اعلیٰ مقرر کیا گیا ہے اور وہ اُس کی بہن پر دل و جان سے فریفتہ ہے۔ یہ سن کر جوان مذکور کو خیال ہوا کہ اس فریفتگی سے فائدہ اٹھائے اور رومیوں کو شہر کا قبضہ دلانے کی کوئی راہ نکالے۔ اس منصوبے کا اُس نے پہلے نے بیس سے ذکر کیا اور پھر رومی لشکر سے اس طرح مارنیم چلا آیا گویا نئے مواقع وہاں سے بھاگ کر دشمن سے آملے۔ لیکن اُس کے وطن لوٹ آنے پر برٹومی سردار نے اس کی بہن پاس آنا بھی چھوڑ دیا کیونکہ ان دونوں کو اس بات کا علم نہ تھا کہ وہ اُن کے عشق و محبت سے آگاہ ہے۔ جب چند روز اس طرح گذر گئے تو خود نوجوان مارٹھی نے یہ ذکر چھپڑا اور اپنی بہن سے کہنے لگا کہ میں نے سنا ہے کوئی ذی مرتبہ شخص تھارے پاس آیا جابا کرتا تھا۔ میں جانتا ہوں کہ مجھے تم اُس کے حالات اور نام و نشان بتاؤ کیونکہ اگر وہ کوئی دلیر اور ناسور آدمی ہے تو اس کا کچھ مضائقہ نہیں کرنا چاہیے کہ وہ کس قوم سے تعلق رکھتا ہے اس لیے کہ تو اس سب کو ہم مرتبہ کر دیتی ہے، مجبوری میں بڑی چیزیں بھی اچھی ہو جاتی ہیں اور اگر زبردست، حق پر غلبہ حاصل کرنے کے بعد لطف و آشتی پر اُمَل ہو تو اس کو بہت غنیمت تصور کرنا چاہیے، بھائی کی یہ

تقریباً سنی تو بہن نے اسی وقت آدمی بھیجا اپنے عاشق کو بلوایا اور بھائی سے اس کا تعارف کرایا۔ پھر یہ دونوں پہلے کی نسبت زیادہ آزادی سے ملنے جلنے لگے اور جتنی اُن میں باہم محبت بڑھتی گئی اسی قدر افسر مذکور اُس کے بھائی سے بھی زیادہ مانوس اور بے تکلف ہو گیا۔ یہاں تک کہ اب ٹارنٹی کے نزدیک اُس سے لالچ دے کے اپنے سے ملا لینا محذو ش اور ناممکن نہ رہا، یہ ظاہر ہے کہ ایک غیر قوم کے آدمی کا جو محض پیٹ کی خاطر نوکری کر رہا ہو، دشمن سے مل جانا کچھ بھی قابل حیرت نہیں خصوصاً جب کہ محبت کی لاگ اور بڑے بڑے انعاموں کی طمع ہو۔ چنانچہ یہ برٹوی افسر بھی آخر کار ٹارنٹی کے حلقہ اغوا میں آگیا اور بہت سے انعامات کی امید پر اُس نے اقرار کر لیا کہ شہر کو فہمیں کے حوالے کر دیکھا، ٹارنٹم کی تسخیر کے متعلق یہ عام روایت ہے جو ہم نے اوپر نقل کی۔ بعض لوگ اس کو دوسری طرح بیان کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اس برٹوی افسر کو جس عورت نے رومیون سے مل جانے پر آمادہ کیا وہ ٹارنٹم کی نہ تھی بلکہ خود اُس کے وطن برتھ کی پیدائش اور اُنہیں نے فہمیں کی جا رہی تھی۔ اور چونکہ ہم وطن ہونے کے علاوہ وہ ذاتی طور پر اُس سے واقف بھی تھا لہذا فہمیں نے اسی عورت کو باخفا ٹارنٹم بھیجا تھا کہ رشتہ میں دیکر اُسے رومیون سے ملا لے اور ادھر یہ پخت دہڑ ہو رہی تھی اور ادھر نے فہمیں ہنی بال کی توجہ دوسری طرف مبذول کی فکر میں تھا۔ اسی مقصد کو حاصل کرنے کے لیے اُس نے ریچیم کے قومی دستے کو حکم دیا کہ وہ مضبوطی کے ساتھ لالچ کر دیں اور کو لوئیہ کو گھیر کے انتہائی قوت سے اسپرنگ کریں، واضح ہو کہ یہ دستہ جو آٹھ ہزار سپاہیوں پر مشتمل تھا رومی فوج کا بدترین حصہ شمار ہوتا تھا اور اس میں زیادہ تر وہ مفور سپاہی تھے جنہیں مرسس اس جزیرہ صقلیہ سے گھیر گھونٹ کے لایا تھا اُن کے ضلع ہو جانے کا رومیون کو زیادہ خیال نہ تھا اور یہی بے فہمیں نے اس لاسے پر ہنی بال کو لگانا چاہا جو ریچیم کی فوج کے باہر نکلتے ہی حسب توقع ادھر مڑ گیا اور اُس کی فوجوں کے کو لوئیہ کی جانب کوچ کرتے ہی فہمیں نے بڑھکر ٹارنٹم کو گھیر لیا۔ محاصرے کے چھٹے دن وہی ٹارنٹی سپاہی رات کے وقت شہر سے ٹھنہ لے آیا اور اپنی تمام کارگزاری کی فہمیں کو اطلاع دی اور وہ جگہ بھی دکھائی جانے سے قرار پایا تھا

کہ وہ برقی سردار رومیون کو شہر کے اندر لے لیگا۔ ہر چند اس مقام کو یہ تاریخی بخوبی دیکھ بھال آیا تھا اور قرار دیا بھی پختہ تھی بائیں ہند نے میں نے کلیتہً سازش پر بھروسہ کرنا درست نہ سمجھا بلکہ چھپ کر مقام مذکور تک چھو پھنچنے کے بعد، فوج کے بڑے حصے کو حکم دیا کہ وہ شہر کے دوسرے رخ پر خشکی اور سندردونوں سے مل کرے۔ جب اس حکم کی تعمیل ہوئی اور ٹارنٹم کے لوگ اسی رخ مغرب کے واسطے دوڑ پڑے تو اب برقی افسر کا اشارہ پاتے ہی نے میں اور اس کے ساتھی کندہین ڈال ڈال کے تفصیل پر چڑھے اور بلا کسی مزاحمت کے شہر میں داخل ہو گئے۔

اس موقع پر زمین اعتراف کرنا پڑتا ہے کہ، میں کو ہوس ناموری نے بالکل بے قابو کر دیا۔ اور دنیا پر یہ ظاہر کرنے کے لیے کہ شہر غداری اور سازشوں سے فتح نہیں ہوا بلکہ خود میری قوت و قابلیت نے سخر کیا ہے، اس نے حکم دیا کہ سب سے پہلے تمام برقیہ والوں کو قتل کر دیا جائے۔ حالانکہ اس کارروائی سے اٹلادغا بازار اور سٹاک شہور ہو جانے کے سواے جو مقصد اس کے مد نظر تھا اس میں مطلق کوئی کامیابی نہیں ہوئی۔

شہر تخریب ہوتے میں خود ٹارنٹم والے بھی کچھ کم مقتول نہ ہوئے تھے اور تین ہزار صرف میں اسیروں کی تعداد تھی جنہیں رومیون نے غلام بنانا کے فروخت کیا۔ اس کے علاوہ سپاہیوں نے شہر کو جی کھول کے لوٹا اور تین ہزار ٹیلنٹ کی ایک رقم خزانہ سلطنت کے بھی حصے میں آئی، جس وقت یہ لوٹ مار ہو رہی تھی ایک افسر نے جو سرکاری عمارات اور سامان پر متعین کیا گیا تھا نے میں سے دریافت کیا کہ ان کے دیوتاؤں کا کیا کیا جائے؟ جس سے ان کے بت اور سورتیں مراہتیں۔ نے میں نے کہا ”بہتر یہی ہے کہ ہم ان کے ناراض دیوتاؤں کو میں ٹارنٹم میں چھوڑ دین“ تاہم اس نے حکم دیا کہ ہر قتل کا عظیم الجثہ مجسمہ وہاں سے اٹھو کے رومہ لیجین، پھر اس نے خود اپنا ایک برنجی بت گھوڑے پر سوار تیار کر کے ان دونوں کو قلعہ رومہ میں نصب کر دیا کہ حالانکہ مریس نے ایک ایسے ہی موقع پر جس انسانیت اور رحم دلی کا اظہار کیا اور دنیا سے تعریفیں حاصل کیں وہ، جیسا کہ ہم اس کی سوانح عمری میں لکھ آئے ہیں، نے میں کی مذکور بالا کارروائی

سے بالکل مختلف طرز عمل تھا؛

ٹائرنم کی فتح کے وقت ہنی بال شہر سے صرف پانچ میل کی مسافت پر تھا اور جب یہ خبر ملی تو علانیہ طور پر اُس نے کہا کہ رومہ الکبریٰ کو بھی آخر کار ایک ہنی بال مل گیا۔ اور جس طرح ہم نے ٹائرنم کو لیا تھا اُسی طرح اُسے کھو دیا؛ پھر خلوت میں اپنے خاص خاص ہر اردو ستون سے پہلی مرتبہ اُس نے یہ بات کہی کہ اپنی موجودہ فوجی جمعیت سے اطالیہ کی تسخیر، میں ہمیشہ دشوار کام سمجھتا تھا لیکن اب تو میرے نزدیک وہ بالکل ناممکن ہے؛

اور اس کامیابی پر نے میں کو رومہ میں جلوس فتح نکالنے کی اجازت دی گئی جو اس کے پہلے جلوس سے کہیں زیادہ شاندار تھا۔ نیز اب لوگ اُسے اپنا قومی سورما تصور کرنے لگے اور عام طور پر یہ خیال کیا جانے لگا کہ اب نے میں کو اپنے چالاک حریف سے خوب مقابلہ کرنا آ گیا ہے اور وہ اسکی تمام استاد یوں کا دندان شکن جواب دے سکتا ہے؛ یہ راسے صحیح ہو یا نہ اس میں شبہ نہیں کہ خود ہنی بال کی فتح کو اتنے دن کی مسلسل لڑائیوں نے سخت مضحک اور کمزور کر دیا تھا اور کچھ پچھلے دنوں سامان میں با فراطمیر آنے کی وجہ سے بھی اسکے آدمی کاہل اور عیاش ہو گئے تھے؛

وضع رہے کہ اگرچہ شہر ٹائرنم کو ہنی بال نے بھی اسی طرح بعض رومی افسروں کو ملا کر فتح کیا تھا مگر قلعہ شہر نے میں کے دوبارہ تسخیر کرتے وقت تک رومیوں ہی کے قبضے میں تھا اور ٹائرنم کا رومی عامل، مرقس لویس، ہنی بال سے مغلوب نہ ہوا تھا بلکہ جب شہر نکل گیا تو قلعے کے اندر مٹ آیا تھا۔ اب جو نے میں کا اس قدر اعزاز اور تعریف توصیف ہوئی تو لویس بہت ناراض ہوا اور ایک مرتبہ علی الاعلان مجلس ملکی میں کہنے لگا کہ شہر کی فتح میں نے میں کی قابلیت اور شجاعت کو بہت کم دخل ہے اور وہ فی الحقیقت میری فراحت اور کوششوں کی بدولت عمل میں آئی ہے؛ اسکے جواب میں نے میں نے ہنس کے کہا ”مرقس تمہارا کہنا بالکل ٹھیک ہے اور اگر تم اُسے ایک دفعہ نہ ہار دیتے تو مجھے کبھی شہر کو دوبارہ تسخیر کرنا نصیب نہ ہوتا؛“ لیکن مرقس کو اگر مستغنی کر دیا جائے تو عام سود پر اہل رومہ نے نے میں کی انتہائی قدر و منزلت کی اور دیگر ذاتی امتیازات کے علاوہ اُسکے

بیٹے کو بھی سال آئندہ انھوں نے فضل منتخب کیا۔ اس کی آغاز فضل میں بعض مسائل حرب زیر غور تھے اور انھیں کے متعلق گفتگو کرنے نے بیس ایک مرتبہ اس کے پاس گیا اور خواہ اپنے بیٹے کی آزمائش کی غرض سے خواہ واقعی اپنی ضعیفی کی وجہ سے، وہ گھوڑے پر چڑھا چڑھا اپنے فضل بیٹے کے سامنے چلا آیا۔ وہ ابھی کچھ فاصلے پر تھا کہ فوجان فضل کی نگاہ پڑی اور اس نے ایک برقعہ زکوہیہ کی ضعیف نے بیس کو گھوڑے پر سے اتر جانے کا حکم دے اور گندے کہ اگر فضل سے کوئی کام ہے تو یادہ پاہو کر اس سے ملنے آؤ! ایسے عالی مرتبہ اور سن رسیدہ و معذور باب کے ساتھ بیٹے کا یہ حکم، اس پاس جو لوگ کھڑے تھے انھیں بھی ناگوار گذرا اور وہ سب کے سب سناٹ میں کھڑے نے بیس کو دیکھنے لگے کہ دیکھیے وہ اس سخت آمیز حکم پر کیا کرتا ہے؟ مگر نے بیس اپنے بیٹے کا حکم سنتے ہی گھوڑے پر سے اتر پڑا، اور آغوش کشاؤ ایسے تیز قدموں سے کہ معلوم ہوتا تھا وہ دوڑنے لگے گا، بڑھ کے اپنے بیٹے سے بغل گیر ہو گیا اور کہنے لگا کہ واللہ بیٹے جو کچھ تم نے کیا وہ بالکل بجا اور درست ہے اور اس سے ثابت ہو گیا کہ تم اپنے عہدے کی منزلت اور اختیارات کا صحیح استعمال جانتے ہو۔ یہی وہ طریقہ ہے جس سے ہم نے اور ہمارے اجداد نے رومہ الکبرے کی توقیر و عظمت بڑھائی ہے اور اسی طرح اس کی عزت اور اس کی خدمت گزاری کو اپنے آبا اور اہل و عیال پر مقدم رکھا ہے!

اور نے بیس کا یہ کتنا کچھ خلاف واقعہ نہ تھا نے بحقیقت خود اس کا پروا داکہ اپنے عہد کا سب سے بڑا آدمی گذرا ہے اور باج مرتبہ فضل بنا یا گیا اور کئی بار فتوحات جلیلہ کے صلے میں اس کے جلوس رومہ میں نکالے گئے، بڑھاپے میں خود اپنے بیٹے کا ماتحت بن گیا تھا اور جب اس کا بیٹا بحیثیت فضل لڑائی پر چلا تو وہ بھی اس کی فوج میں ایک ادنیٰ عہدہ دار بن کے ساتھ تھا پھر اعلیٰ خدمات کے جلد میں اس کا جلوس فتح ترتیب دیا گیا تو فخر مند بیٹے کی رعنے کے پیچھے پیچھے یہ ضعیف العمر باب بھی اس کے اور ماتحتوں کے ہمراہ جلوس میں تھا اور بہت خوش تھا کہ اگرچہ وہ مسلمہ طور پر رومہ میں سب سے عالی مرتبہ شخص ہے اور سعادت مند بیٹا بھی اس کی پوری اطاعت و

انگریز کر تے تھے۔ بائیں ہند اُس کی اصلی عظمت اور بزرگی اسی میں ہے کہ مادر وطن کے آئین و قوانین اور اس کے عمال کی ادنیٰ آدمی کی طرح تابع داری کر رہا ہے۔

لیکن ہمارے فے میں کی خوبیاں ہیں تک محدود نہیں ہیں۔ تھوڑے ہی دن بعد اُسے جوان بیٹے کی موت کا صدمہ اٹھانا پڑا اور اس کو اُس نے اسی عدال کے ساتھ برداشت کیا جو ایک متدین باپ اور ایک دانشمند آدمی کا شیوہ ہونا چاہیے، رومہ میں رسم تھی کہ کوئی متاخص فوت ہو جاتا تو سب سے قریبی رشتہ دار متوفی کے جنازے پر ایک تقریر کرتا۔ بیٹے کے مرنے پر یہ رسم خود فے میں نے ادا کی اور ایوان حامی میں ایک یادگار تقریر کی اور پھر اسی کو بعد ازاں وہ قید خانہ میں بھی لے آیا۔

اس کے بعد کرنے لیس اس کیونکہ مہمانیہ میں بھیجا گیا تھا، وہاں فرط حاجی فوجوں پر بہت سی فتوحات حاصل کر کے اور بہت سے خوش حال اور ذخیرہ علاقے جیت کر، رومہ کو واپس آیا جہاں اُس کی مظفر و منصور مراجعت پر اتنی خوشی منائی گئی کہ پہلے کبھی نہ منائی گئی تھی، اور اسی اظہارِ قدردانی میں لوگوں نے اُسے سالِ آئندہ کے لیے فضل منتخب کیا۔ یہ دیکھ کر کہ ہم وطنوں کو اُس سے بڑی بڑی امیدیں ہیں اسکیونے بھی اپنی اولوالعزمی دکھانے میں کمی نہ کی اور اطالیہ میں ہنی بال سے ادا محض بڑھوں کا کام سمجھ کر، اُس نے افریقہ میں فوجیں اُتارنے اور خاص فرط حاجہ کو میدانِ جنگ و جدال بنادینے کا منصوبہ باندھا۔ تاکہ ہنی بال کو اور دونوں کے مالک با بال کرنے کے بجائے خود اپنا گھر بچانے کے لیے واپس پھٹا پڑے، اسی مقصد کو ذہن میں رکھ کر اُس نے لوگوں کو اپنا ہم خیال بنانا شروع کیا لیکن فے میں نے اُس کی محنت مخالفت کی اور پورا زور لگا دیا کہ اسکیونے اپنے مقصد میں کامیاب نہ ہو۔ قول سے پہلے سے جس طرح ممکن تھا اُس نے اہل شہر کو ڈرایا کہ ایسے خطرناک منصوبے صرف ایک پر جوش نوجوان ہی باندھ سکتا ہے اور اس پر عمل کیا جائے تو سوائے ہلاکت و بربادی کے کچھ نتیجہ نہ ہوگا، ان کو ششون میں فے میں کو اس حد تک تو کامیابی ہوئی کہ ارکانِ مجلس اس کے ہم خیال ہو گئے لیکن عوام الناس میں اُلٹی اس کی طرف سے

برگمانی پیدا ہو گئی اور وہ سمجھنے لگے کہ نے میں کو اسکیو کا حسد ہے اور وہ ڈرتا ہے کہ میں فوجوں
خود اس سے بڑھ کر کوئی فتح و نصرت نہ حاصل کر لے یا اپنی بال کو پوری شکست زدے کے
تو کم سے کم لڑائی ختم کرادے جو نے میں کے زیر انتظام سا انا سال سے الجھ رہی ہے اور کسی طرح
طے ہوتی نہیں نظر آتی ؟

اصل یہ ہے کہ اول اول نے میں کی مخالفت واقعی مخلصانہ اور اس اندیشے پر مبنی تھی
کہ اسکیو کی تدابیر جنگ جمہور پر دوسرے کو نقصان شدید بھجوا دیں گی اور قریحانہ پر حملہ کرنے سے
خود اہل وطن معرض خطر میں پڑ جائیں گے۔ لیکن جب اس نے دیکھا کہ اسکیو روز بروز جمہور کا محبوب
اور زیادہ نامور ہوتا جاتا ہے تو اس وقت اس کی مخالفت میں رقابت ذاتی کا اثر آ گیا اور وہ
مخلصانہ اختلاف کا سانس دشمنی سے تبدیل ہو گیا۔ دلیل اس کی یہ ہے کہ اس نے نہ صرف ارکان
مجلس کو مصارف جنگ اسکیو کو نہ دینے دیے بلکہ اس کے شریک عہدہ کراسوں کو بھی اس سے
لڑانے کی کوشش کی اور ترغیب دی کہ یا تو فوجوں کو قریحانہ ہی نہ جانے دو اور اگر اس میں
کامیابی نہ ہو تو ان کی سپہ سالاری اسکیو کو نہ لینے دو بلکہ جس طرح ہو سکے کمان خود اپنے ہاتھ
میں رکھو، مگر اس مقصد میں نے میں کچھ کامیاب نہ ہو سکا، کیونکہ ایک تو کراسوں بالطبع لڑائی
سمجھنے کے کرنے سے متفرغ تھا دوسرے اعلیٰ پر دہت ہونے کی حیثیت سے نہ ہی فرائض بھی اس سے
اطالیہ سے باہر جانے میں مانع تھے۔ اور جنگ کے واسطے مجلس نے روپیہ دینے میں تاخیر کی تو
اسکیو نے بدرجہ مجبوری اپنے نام پر حلاقہ اڑوریہ کے بعض شہروں سے جنہیں وہ بہت ہر دل عزیز تھا
سودی روپیہ قرض لے لیا، جب یون بھی نے میں کی مخالفت نہ چلی تو اس نے فوجوں کی بھرتی
میں سخت دقتیں پیدا کرنی چاہیں اور جگہ جگہ تقریریں کرتی شروع کیں کہ اسکیو خود تو ہنسی بال
ہے نہ چھپکے انفریقہ بھاگتا چاہتا ہے اور طرہ اس پر یہ ہے کہ اطالیہ سے فوجیں بھی اپنے ہر راہ
جانا ہے کہ ملک میں جتنے قابل جنگ نوجوان ہیں وہ تو پردیس میں ہوں اور ان کے اہل و عیال
اور گھرانہ کی حفاظت کرنے والا کوئی باقی نہ رہے حالانکہ فتح مند عظیم جس کی طاقت ابھی تک برقرار ہے

ہمارے دروازے پر دستک دے رہا ہے اور جس وقت چاہے خود روتہ کی ہستی کو خطرے میں ڈال سکتا ہے۔

آخر یہ تقریریں اثر کیے بغیر نہ رہیں اور لوگوں کے دلوں میں ایسا خوف جاگوں ہوا کہ انھوں نے اسکیپو کو سوائے اُن فوجوں کے جو جزیرہ صقلیہ میں موجود تھیں مزید سپاہ لیجانے کی اجازت نہ دی۔ البتہ ہسپانیہ میں جو لوگ اُس کے ساتھ لڑے تھے انھیں سے تین سو آدمی اس نے اور منتخب کر لیے تھے اور خاص معتمد علیہ ہونے کی وجہ سے انھیں بھی اپنے ہمراہ قرطاجنہ لے گیا تھا۔ ان معاملات میں نے میں نے جتنی کوشش کی وہ تصنع سے بری اور اس کی جیلی احتیاط کا اقتضا معلوم ہوتی ہے۔

لیکن جس وقت اسکیپو نے اپنی فوجیں افریقہ میں اُتاریں اور اُترتے ہی کئی دبر دست معرکے جیتے، شاہ نومیدیہ کو گرفتار کیا، دشمن کے دستِ محکم مقام فتح کر کے جلاد بے اور ہزاروں آدمیوں کو قتل کرنے کے علاوہ کثیر تعداد میں اہلکار گھوڑے چھین لیے اور بیان تک نوبت پہنچی کہ اہل قرطاجنہ کو مجبوراً ہنی بال کے پاس سفیر بھیجنے پڑے کہ وہ تیخیر اطالیہ کے خیال خام کو چھوڑے اور واپس آکے اپنے گھر کی حفاظت کرے، توان خبر دینے اور اس وافر مال غنیمت نے جو اسکیپو اپنی فتوحات کی تصدیق کے واسطے دطن بھیج رہا تھا، وہ میں اس کی ناموری کو ہزار چنڈ بڑھا دیا اور ہر شخص اس کی بہادری اور کارناموں کے گیت گانے لگا۔ لیکن نے میں اس وقت بھی اپنی ضد سے باز نہ آیا اور یہی بحث کرتا رہا کہ اسکیپو کو افریقہ سے واپس بلا لینا چاہیے اور اس کی جگہ دوسرا آدمی مقرر کرنا چاہیے۔ جس کی فرسودہ دلیل وہ یہ پیش کرتا تھا کہ نیرنگی قسمت سے خوف کھانا چاہیے، گویا یہ ممکن نہ تھا کہ قسمت دیر تک ایک ہی شخص کا ساتھ دیتے دیتے نہ تنک جاتا۔ اُس کی ان باتوں نے بہت لوگوں کو اُس سے ناراض کر دیا اور وہ یہ سمجھنے لگے کہ یا تو ہنی بال کا رعب نے میں پر ایسا بیٹھ گیا ہے کہ بڑھاپے میں وہ اسے ضرورت سے زیادہ ہیب نظر آتا ہے اور یا محض نفسانیت سے وہ فوجان اسکیپو کی مخالفت میں سرگرم ہے۔ اور یہی نہیں بلکہ

جب ہنی بال جہاز میں بیٹھ گیا اور اطالیہ اس کی فوجوں سے پاک ہو گئی اور شہر رومہ میں
گھر گھر خوشیاں منائی جانے لگیں تب بھی نے بیس اپنے اوہام اور خدشات کے انہار سے اس
عالم گیر مسرت میں کھنڈ ڈالے گیا اور اپنے ہوطنوں سے برابر یہی کتار ہاکہ جمہوریہ رومہ اس وقت سے
زیادہ معرض خطر میں کھنٹی تھی ہنی بال خاص قرقطاجنہ کی دیواروں کے نیچے جتنا قوی دشمن ہے اطالیہ
میں اسکا عشر عشر بھی نہ تھا اور اگر اس کے فہم سپاہیوں سے جنگی تلواریں لتے رومی جرنیلوں اور فضلوں
کے خون پی چکی ہیں، اسپکیو نے مقابلہ کیا تو اہل رومہ کی خیر نہیں یہ پولین سننے سننے اہل شہر بھی سزا
ہو گئے اور انہیں یقین ہو گیا کہ واقعی ہنی بال کا اطالیہ سے دور ہوتے جانا ایک ملک خطرے کا
قریب آتے جانا ہے، مگر ان کے یہ اندیشے بہت جلد زائل ہو گئے اور اسپکیو نے ہنی بال سے
روائی رکے ایک فیصلہ کن فتح حاصل کی اور قرقطاجنہ کے سارے غرور کو خاک میں ملا دیا اور :
”نئے سرے سے کیا سلطنت کو مستحکم

لرز رہی تھیں بہت دن سے جس کی بنیادیں“

لیکن نے بیس، ہنی بال کے انہزام اور جنگ کے کامیاب خاتمے تک زندہ نہ رہا اور ماور وطن
کی بازسرفوضبوطی اور فراغ و دلچسپی کی خوشی میں شریک نہ ہو سکا بلکہ ہنی بال کے اطالیہ سے روانہ ہونے کے بعد
ہی بیمار ہو کے انتقال کر گیا، نتیجہ میں جب اپاستین اس رات وہ اس قدر تہی دست تھا کہ اس کے گھر میں ایک لے
کے سکنے کے سوائے کچھ مال متاع نہ بچا تھا اور اس کی تجیز تکفین قومی خرچ سے ہوئی تھی۔ لیکن نے بیس کو اگرچہ
اسکی ضرورت نہ تھی تاہم لوگوں نے انہار محبت کے لیے اسکی تدفین اپنے خرچ سے کی اور ہر شہری نے ایک
چھوٹا سکہ چندے میں اپنے پاس سے دیا۔ گویا اس کی موت اسکی زندگی سے کم وجہاں تک کہ ہم نے قومی اور
ہر شخص کی آرزو تھی کہ اسکے پیرازہ احسانات کا اعتراف کرے :۔

۱۸۷۱ء میں شہر نیپل کا جو قریبی صدی قبل مسیح میں ایک نامور جرنیل گذرا ہے :۔

یونان کا نامو مدبر

سیری کلیس (فائلینس)

Pericles

رومنا لکبری میں ایک مرتبہ جولیس سیز نے چند مالدار پر دسیوں کو دکھیا کرتے کے پُلون اور بندرون کو گود میں پڑائے ہوئے ہیں، کبھی سینے سے لپٹائے ہیں کبھی کندھوں پر کداتے ہیں کبھی گلے لگا کے پیار کرے ہیں غرض کوئی دقیقہ بیارا خلاص کا نہیں جو اٹھا رکھتے ہوں! یہ دیکھ کر سیزر کو خواہ مخواہ تعجب پیدا ہوا اور کہنے لگا کہ کیا ان کے ملک کی سب عورتیں باہجہ ہوتی ہیں؟ اس شام نہ طرز سے اس کا مطلب حقیقت میں اُن لوگوں کی تنبیہ تھی جو منشاے فطرت کے خلاف اپنے ہی نوع کی جگہ، وحوش و بہائم کو مرکز التفات و محبت بناتے ہیں۔ بالکل اسی طرح وہ لوگ بھی قابل الزام ہیں جو انسانی روح کے فطری شوق مشاہدہ و جستجو کا غلط استعمال کرتے ہیں۔ اور اس خدا و خصوصیت کو اُن چیزوں پر راہنماں کھو دیتے ہیں جو قابل التفات ہیں نہ سماعت و مشاہدے کے لائق۔ اور غضب ہے کہ جو شغلہ اٹکو فائدہ پہنچانے والے ہیں اور جو چیزیں حقیقت میں اچھی ہیں، ان کی انھیں فدا پر وہ نہیں ہوتی۔

بے شبہ جو اس ظاہری میں تو امتیاز کی قدرت نظر نہیں آتی اور غالباً وہ مجبور ہیں کہ جو شے اُن کے سامنے آئے اُس کا احساس و ادراک کریں ہی کریں، عام اس سے کہ وہ شے مفید ہو یا غیر مفید لیکن اس کے ساتھ ہر انسان میں قوتِ ہمیرہ موجود ہے اور وہ پوری طرح قادر ہے کہ جس شے کو مناسب

مجھے بلا وقت اپنے دماغ میں محفوظ رکھے، اور اسی واسطے ہر شخص کا فریضہ انسانی یہ ہونا چاہیے کہ وہ صرف حسن و ثقب ایشا و عوڈ سے متاثر نہ ہو بلکہ اس کے قوائے فکر و تلاش نہ صرف مصروف کار رہیں بلکہ برابر ترقی بھی کرتے رہیں، کیونکہ جیسے آنکھ کے لیے وہی رنگ سب سے موزوں ہے جس کی فرحت رسانی اور تازگی، بصارت کو تحریک و قوت بخشتی ہے ایسے ہی قوائے ذہنی کی تقویت کے واسطے مناسب ہے کہ آدمی انھیں چیزوں پر دماغ لڑانے جن سے خوشی کے ساتھ اسے فائدہ بھی حاصل ہوتا ہو اور اس کی مثال نیکو کاری ہے کہ اس کے محض ذکر کا مطالعہ کرنا دل کو بھلائی کرنے پر ابھارتا ہے اور حرص و لالچ ہے کہ ہم بھی ویسا ہی کوئی کام کریں، اور کاموں میں یہ بات نہیں کہ آدمی ان کی تقلید پر فوراً آمادہ ہو جائے اور بے اختیار ان کی تعریف و تحسین ل میں مشغول ہو۔ بلکہ اکثر اوقات تو اُلٹا یہ اثر ہوتا ہے کہ جس کام سے ہم خوش ہوتے ہیں اسے کرنے والے کی کوئی توقیر دل میں نہیں پیدا ہوتی جیسے عطر یا رنگ کہ انھیں تیار و واقعی ہم پسند کرتے ہیں مگر عطر ساز یا رنگر کو کبھی ایسا نہیں ہوتا کہ ان کی وجہ سے قابلِ وقت تصور کریں۔

جب آن لائن *Ante the mirror* حکم سے لوگوں نے کہا کہ اسے یناس نام ایک شخص بڑی عمدہ بانسری بجاتا ہے تو اس نے یونہی نہیں کہہ دیا تھا کہ ”بجاتا ہوگا! میرے نزدیک تو وہ نہایت شوم انسان ہے کہ ایسا عمدہ بانسری بجانے والا ہو گا اور شاہ فیلقوس نے بھی ایک تقریب میں جان سکندر کمال دل کشی اور ہنرمندی کے ساتھ رباب بجا رکھا تھا، اسی قسم کا مجھ بھنا ہوا فقرہ کہا تھا کہ ”بیٹے، تجھ میں شرم نہیں آتی کہ ایسا اچھا رباب بجا رہے ہو،“ لکن اس میں یہی تھا کہ شاہ و شاہ زادوں کے واسطے فرحت کے وقت دوسروں کو گاتے بجاتے سنائی کافی ہے اور ایسے جلوں میں ان کی موجودگی ہی فنِ موسیقی کی عزت افزائی کو کم نہیں ہے۔

وہ جو اپنے کو ذلیل مشغول میں مصروف رکھتا ہے خود اپنی نالایقی پر گواہ لاتا ہے یعنی اپنے مجزوں کی طرف اس کا متوجہ رہتا ہی اس بات کی دلیل قطعی ہے کہ اُسے اعلیٰ اور اچھے شائل سے رغبت نہیں، شاید کوئی زمین و صاحب بہت نوجوان ایسا ہو جو سیرامین و شتری

یا برتیس دیوتا کا نفیس بیٹ دیکھ کر فی دیاس بننے کی خواہش کرے یا اکرس میں جو تو دیوی کی
 صورت دیکھ کر لولی کلیس *Polykleides* بن جانے کا آرزو مند ہو یا اناک رس،
Anacreon فلیش *Phileas* ارشی لوکس *Archilochus* وغیرہ کی
 سرت بخش نظیں پڑھ کر ان جیسا ہو جانا چاہے۔ کیونکہ مصنوعات کی خوبی سے یہ لازم نہیں آتا
 کہ ان کا صنایع بھی وصف و ثنا کا مستحق ہے، یہ ہمیں وجود ان چیزوں کے دیکھنے سے کوئی
 حقیقی نفع دیکھنے والے کو نہیں پھونچتا۔ نہ اُسے شوق دیے ہی کام کرنے کا ہوتا ہے نہ اس کے
 دل میں کوئی جوش و حرص و آمادگی تقلید کرنے کی پیدا ہوتی ہے، البتہ اگر ہے تو بھلائی ایسی چیز
 ہے جس کا صرف بیان کر دینا لوگوں پر تاثیر کیے بغیر نہیں رہتا کہ ان کے دل اس بھلائی اور بھلائی
 کرنے والے دونوں کے مداح ہو جائیں اور دونوں کی ریس کرنے کی خواہش ان میں بھڑک اٹھے
 اسی اسباب راحت کو تو آسودہ ہونے کی خاطر ہم ضرور فراہم کرنا چاہتے ہیں لیکن نیکی وہ شے ہے کہ
 اسکے کام کرنے اور اسکے خرچ کرنے ہی پرچی لپکتا ہے۔ جلی چیز ہم اور دن سے حاصل کرتے ہیں مگر
 ثنائی الذکر کو چاہتے ہیں کہ اور لوگ ہم میں دیکھیں اور ہماری اپنی بھلائی سے متنع ہوں، اخلاقی خوبی
 ایک عملی تحریک ہے کہ جس نے اُسے دیکھا، ویسا ہی کرنے کا آرزو مند ہو گیا۔ اور جو چھو تو اُسے
 دیکھنے کی بھی چنداں ضرورت نہیں بلکہ وہ ایسی قوی الاثر شے ہے کہ محض اس کا ذکر سننے سے
 بھلائی کرنے کی خواہش اُبھرتی ہے۔

اسی خیال سے ہم نے بھی اپنا وقت اور محنت مشاہیر کی سوانح عمریوں لکھنے میں صرف کی
 اور اس بحث پر یہ دسویں کتاب (یا فصل) فارقلیس اور فی میں کسی *Phidias*
 (جو تیسویں قرطانی جرنیل ہنی بال سے (اٹالیاں لڑا تھا) کے بیان میں ہے، یہ دونوں جس طرح
 اپنی نکو کاری اور بھلائی میں ملتے جلتے ہیں اسی طرح ان کی حلیم و شریف طبع بھی بہت کچھ کیساں ہیں
 اے اُس بت کا بنانے والا *Phidias* تھا۔

میں مصنف نے صل میں کتاب کو چھوٹی چھوٹی چند جلدوں میں لکھا ہے اور ہر ایک کا نام کن بلبل کتاب دوم اور تیسرا

اسی شرافت و حکم کی وجہ تھی کہ وہ دوڑوں اپنے برابر کے عمدہ درون اور ہم وطنوں کی بدرجہا اٹھاتے تھے۔ اور انھیں اسی بے قسی اور انکسار نے اس قدر نفع رسان خلایق اور وطن کا بہترین خادم بنادیا تھا، جو کچھ آگے آتا ہے اس پر سے یہ فیصلہ کرنا کہ ہم نے اپنے مقصد کے لیے صحیح اختیار کیا یا غلط، پڑھنے والے کا کام ہے۔

نسب کے لحاظ سے فارقلیس نجیب الطرفین امیر زادہ ہے اسکی شہرت کلاگس *Cholargus* کی اور تو میت قبیلہ اکامن *Akamantio* کی ہے۔ اسکے باپ دن جیس *Xanthippus* نے (جو ایرانیوں کو جنگ مایکل میں شکست دینے کی وجہ سے مشہور ہے) افارست *Agarista* سے شادی کی تھی۔ یہ خاتون کلیس تن *Cleisthenes* کی پوتی ہوتی ہے۔ اور کلیس تن وہ شخص ہے جس نے پیس ٹرائس کی اولاد کو ملک سے نکالا، اُن کے غاصبانہ ارادوں میں کھنڈت ڈالی اور اپنی نوجوانانہ کوششوں سے اس دور استبداد کا خاتمہ کر دیا۔ اس کے ساتھ ہی ایک مجموعہ قوانین ترتیب دیکر اس عمدہ طرز حکومت کی بنیاد قائم کی جو لوگوں کی امن و حفاظت کا ذمہ دار ہو اور انھیں باہم شیر و شکر کر دے۔

فارقلیس کے زمانہ پیدائش کے قریب اس کی ماں نے خواب میں دیکھا تھا کہ اس کے شیر بہر پیدا ہوا ہے۔ پھر جب تھوڑے دن بعد فارقلیس پیدا ہوا تو اور تو سب طرح وہ ٹھیک تھا لیکن اس کا سر کسی قدر غیر معمولی لمبا اور غیر متناسب تھا، اور یہی سبب ہے کہ اس کی تمام صورتوں اور مجسموں میں سر صحیح دارو پی سے ڈھکا ہوا ہے۔ بطور ہرنگ تراش بھی اسے آشکارا کرنا چاہتے تھے، ورنہ اتھنز کے شہر نے اس کا نام اس کی نویں فائوس *Ghinocephalos* یا کین سر رکھا تھا۔

» اسکی نو، یونانی میں کین کو کہتے تھے، ایک طریقہ کراتی شاعر *Cratinus* اپنی نظم شیرون *Chiron* میں کہتا ہے :

» بڑے مرنے شاہ نے ایک دفعہ ملکہ شورش سے

مرنے شاہ ہم نے کو تھوڑا *Chiron* کا تجربہ کیا ہے جس کے معنی چالے زمانے والے کے بھی ہیں اور زمین کے بھی ہیں۔

بیاہ کر لیا۔ اور انہی دونوں سے دو مشہور نزدیکے دو
 دجابر، پیدا ہوا۔ جس کا نام دیوتاؤن نے
 بہت بڑا ”کھوپری۔ بھنج“ رکھا
 یہی شاعر اپنی دوسری نظم نے میسنس *Memnis* میں فارقلیس کو یون فحاطب کرتا ہے
 ”اندر ہمارا جادوہر آؤ ہم تو سارے دیوتاؤن کے سر ہو؟“
 ایک اور شاعر نیلی سی دوس نے بھی اس کا خاکہ اڑایا ہے اور کھاہے کہ آج کل سیاسی مشکلات
 میں گھر کر بچارے فارقلیس کا قافیہ اس بُری طرح تنگ ہوا ہے کہ اُسے شہر کے اندر تو
 ”خود اپنے سر کے بوجھ سے غش پہ غش
 آتے ہیں، مگر باہر جانا ہے تو
 اپنی جنگی کشتی نما کھوپری سے فتنہ و فساد
 نکال نکال کے سلطنت پر پھینکتا ہے؟“
 ایک تیسرے (یو پولس) *Polus* نے بھی اس بڑے پن کی مہنی پلیدی کی ہے۔ اور
 اپنے ناک ڈیجی میں جتنے شہرت طلب تقریریں ہو گزرے ہیں۔ ان سب کو باری باری جھٹم
 سے طلب کیا ہے۔ اور جب سب سے آخر میں فارقلیس کی داری آتی ہے تو شاعر ایک ہی مرتبہ
 چلا اٹھتا ہے کہ:

”اے لو اب اسے دیکھو، جنون کو ہم دیکھ چکے ہیں
 یہ ان سب کا عطر مجموعہ ہے، اور ان بھون کے سرس
 اکیلے کی کھوپری میں جمع ہیں!“

فارقلیس کو عام طور پر موسیقی میں *Daman* کا شاگرد بتاتے ہیں لیکن اصل
 کو اس اجماعی قول سے اختلاف ہے اس کے نزدیک *Phalichide* کا اسکا
 استاد ہے۔ یہ ممکن ہے کہ *Daman* نے جو سوفسطائی خیالات کا آدمی تھا مصلحت سے استاد موسیقی

کا بیس بھریا ہوا اور اپنی دوسری قابلیتوں کو لوگوں سے چھپا کر اس بہانے فارقلیس کے پاس آمد رفت نکالی ہوتا کہ سیاسی اکھاڑے کے اس فوخیڑے کو اپنے رنگ پر سدھانے، مگر فحاشات اعمال سے اس کا پردہ ساز لوگوں کی نظر سے زیادہ عرصے تک اصلیت کو مخفی نہ رکھ سکا اور دخل در معقولات اور شخصیت کی حمایت کے جرم میں فتوے عام نے دس سال کے لیے اسے جلا وطن کر دیا، اور نائیک والون کو اس پر ہنسی اڑانے کا موقع دیا۔ چنانچہ فلاطو نام طائربے بیس شاعر نے اس کی بے طرح خبر لی ہے:؎

فارقلیس، حکیم ذینو، Zeno ایباہی *leatic* کے درس میں بھی شریک ہوا کرتا تھا۔ یہ وہ شخص ہے جس نے فلسفہ طبعی میں حکیم فرمینی *Armenide* کا اتباع کیا اور مخالف کو حجت سے ساکت کرنے کا ایک ڈھنگ خود نکالا جس میں اس کو کمال حاصل تھا، مگر شاعر اسی کی ان الفاظ میں تعریف کرتا ہے:

» وہ صاحب قوت ذینو بھی، منہ میں تھی دودھاری جسکے زبان

جو زور سے اپنی حجت کے، ہر بات کا کرتا تھا بطلان «

لیکن جس نے فارقلیس کی سب سے زیادہ نگرانی کی اور اس کے ذوق کو نفاست و متانت دیکر حصول ہر دلعزیزی کے بتدل فن سے بہاج بلند کر دیا، اور جس نے علوم ہستی کے ساتھ شرافت نفس میں بھی اس کو حسن المعاصرین بنا دیا، وہ اکتانورث *Anaxagoras* باشندہ کلاڈونیہ *Clazomena* ہے۔ جو اپنے زمانے میں فوس *Mous* کے عرف سے معروف تھا۔ اس لفظ کے معنی طبیعت یا حکمت کے ہیں۔ اور اس کی وجہ تعریف یا تو یہ تھی کہ حکیم موصوف کو طبیعیات میں غیر معمولی بصیرت عطا ہوئی تھی اور یا یہ کہ کلاڈونیہ میں سب سے پہلا شخص وہی ہے جس نے تکوین عالم کو نہ تو اتفاقی بتایا اور نہ یہ کہا کہ وہ ضرورت یا مجبوری سے ہوئی تھی۔ بلکہ یہ اصول باندھا کہ وہ قوت کا مد اور وہ حکمت بالغہ جو تمام اشیا سے مجتہد اور مرکبات میں توازن و ترتیب صحیح قائم رکھتی ہے، وہی تکوین عالم کا باعث ہوئی ہے:؎

اسی شخص کے صدقے میں، جس کی فارقلیس غیر معمولی عظمت و مدحیت کرتا تھا، اُس کے دل میں وہ بلند حوصلے پیدا ہوئے جنہیں عوام الناس ہوائی اور خیالی کہتے ہیں۔ اور جن کا قدرتی نتیجہ تھا کہ طبیعت میں بلند نظری اور گفتگو میں وقار آگیا اور اُسے اُن ذلیل خود غرض مقررین سے جو ضلع جگت اور پھکڑا کی مدد سے عوام الناس کی مجلسوں کو گراتے ہیں، کوئی نسبت ہی نہ رہی علاوہ ازیں اس کی صورت پر ایسا اطمینان اور تمام حرکات میں وہ سکون و متانت تھی کہ بولنے وقت کوئی شے اس کے سلسلہ تقریر میں بے ربطی نہ پیدا کر سکتی تھی۔ اس کی آواز بالکل ہموار اور قائم رہتی تھی اور اس کے سوا بہت سی اور خوبیاں تھیں جو اسکے سامعین کو متاثر کیے بغیر نہ رہتیں۔ ایک دن جب کہ فارقلیس کسی ضروری کام میں مصروف تھا، اسکے سامنے ایک آوارہ لقمے نے کھڑے ہو کر سر بازار اس کو سخت سست کنا شروع کیا۔ لیکن فارقلیس نہایت خموشی سے اپنا کام کرتا رہا اور شام کو کمال اطمینان و متانت کے ساتھ گھر لوٹا مگر اس شخص نے اب بھی پہچانہ چھوڑا اور گھر تک گالیوں اور پھتیوں کی بوچھاڑ کرتا ہوا اسکے ساتھ ساتھ آیا، جب فارقلیس مکان کے اندر داخل ہوا اس وقت اندھیرا ہو گیا تھا تو اُس نے اپنے نوکر کو آواز دیکر کہا کہ روشنی لیکر ان صاحب کو ان کے گھر تک بھونچا آؤ؟

اما کہ عیون (نابک نویس) نے فارقلیس کو صحبت احباب میں رکھتی قدر بختر اور خود نہا بتایا ہے اور لکھا ہے کہ اس کی خود داری میں تکنت اور دوسروں کی حقارت نہ لگتی تھی، شاعر نے اس معاملے میں کسی کی تعریف کی ہے تو وہ (کامن) یا سائمن ہے جس کی لوگوں میں بے تکلفی اور پسندیدہ سادگی ایک قدرتی حُسن پیدا کر دیتی تھی:

مگر عیون آخر شاعر ہے اور معمولی سے معمولی بات اور بھلائی میں بھی گل بھندے لگانا اس کی عادت ہو اہی چاہیے۔ پس اس پر بھروسہ کرنے میں زیادہ احتیاط کرنی ضروری ہے، جو لوگ فارقلیس کی متانت و خجیدگی کو محض شیخی اور بناوٹ بتاتے تھے اُن سے حکیم ذینو کہا کرتا تھا کہ بدتم بھی بن پڑے تو ایسی ہی بناوٹ اختیار کر لو۔ کیا عجب ہے جو محض نقالی سے رفتہ رفتہ تم میں بھی اس

شریفانہ اوصاف اور علم و فضل کی طلب صادق پیدا ہو جائے ؟

اور انکنا غورث کے فیضانِ صحبت سے صرف اتنا ہی نہ تھا جو فارقلیس کو حاصل ہوا۔ بلکہ معلوم ہوتا ہے اسی کی تعلیم نے اُسے بند توہمات سے بھی رہائی دلائی جنہیں جہاں گرفتار رہتے ہیں اور طرح طرح کے بے بنیاد خطروں کی مصیبت سے ہیں۔ جب کبھی انھیں کوئی نئی چیز (مثلاً آسمان پر) نظر آتی ہے اور اس کا کوئی ظاہری سبب ان کو تاہ عقول کو معلوم نہیں ہوتا، تو اپنے واہمہ سے عجیب عجیب خرافات باتیں گھڑ لیتے ہیں۔ خود ہی اس خرافات پر ایمان لے آتے ہیں اور کبھی بھوہ امیدیں باندھتے ہیں اور کبھی بے سہ خوف کرنے لگتے ہیں۔

نقل ہے کہ ایک مرتبہ فارقلیس اپنے گانوں کے کھیت سے ایک مینڈھے کی سرری اٹھا لایا۔ جس میں صرف ایک سینگ تھا۔ لاطین *Lampson* کاہن نے جو دکھا کہ پشانی کے بیچ سے سینگ ٹھوس اور سخت ہو کر نکلا ہے تو کہنے لگا کہ جس نے اپنے کھیت میں یہ پایا ہے وہ معاملات ملکداری میں اپنے حریفوں پر بازی لے جائیگا۔ یہ سینگ اس کی اقبال مندی کی علامت ہے (رواض رہے کہ اُس زمانے میں دو گروہ سلطنت میں پیدا ہو گئے تھے ایک تو طوسی دیدہ سن کا طرفدار تھا اور دوسرا فارقلیس کا۔ پس پیشین گوئی کا مطلب یہ تھا کہ فارقلیس کو اپنے حریف پر غلبہ حاصل ہوگا)

لیکن انکنا غورث نے اُسی دلت کاہن کا بطلان کر دیا اور سرری کو بیچ میں سے بھاڑ کر لوگوں کو دکھایا کہ درحقیقت مغربی اصلی جگہ پر پیدا ہوئیں بلکہ سمٹ کر بیضوی شکل ہو گیا ہے اور اسی جگہ جہاں اس کا سر اگھال سے ملا ہے، سینگ پھوٹا ہے۔ کیونکہ مغر کا سارا نور و طرف ہونے کے بجائے بیچ میں اکٹھا ہو گیا تھا۔ یہ توجیہ سن کر لوگوں نے انکنا غورث کی بہت داد دی اور اس وقت سب اس کو مان گئے، لیکن تھوڑے ہی دن بعد جب طوسی دیدہ سن کا فریق ہار گیا اور ساری قوت و حکومت فارقلیس کے ہاتھ میں آگئی، تو پھر لاطین کاہن ہی کی سب سے تعریف کی اور کہنے لگے کہ اس نے جو پیشین گوئی کی تھی وہ آخر صحیح ثابت ہو کے رہی۔

مگر اقم کی رائے میں یہ کہنا کہ وہ دونوں سچے تھے غلط نہیں۔ یعنی طبیعی اور کاہن ہر ایک نے ٹھیک اور الگ الگ نتیجہ نکالا۔ ایک نے تو اس کا سبب بیان کیا اور دوسرے نے اس کا مدعا کہ کس غرض سے اس طرح کا واقعہ ہوا؟ اس کا کام صرف اس کی بناوٹ اور اس طرح چھونے کی وجہ بیان کرنا تھا اور اس کا کام اس کی غایت اور اس ساخت کا مرتبہ تھا، جو لوگ کہا کرتے ہیں کہ کسی مافوق الفطرت وقوعے کے اسباب ڈھونڈنا، اس کی اہمیت کا ناسخ کرنا ہے، وہ اس بات کو بھول جاتے ہیں کہ فوارق کے ساتھ ہی ساتھ انسانی علم و قیاس سے بھی انہیں بظنی ہے، کیونکہ نے مثل شہاب ناقب، کردون کا آپس میں ٹکرائنا، اور سورج لگن کی تاریکی وغیرہ تمام غیر معمولی واقعات کا کوئی نہ کوئی سبب تو ضرور ہوتا ہے لیکن اس سبب میں کچھ اور رمز و کتابے بھی مخفی رہتے ہیں۔

لیکن یہ وہ مباحث ہیں جو شاید اپنے طوطا مقام ہی پر زیادہ موزون معلوم ہوتے ہیں۔ فارقلیس ابھی جوان ہی تھا کہ لوگوں کو اس کی طرف سے طرح طرح کے دوسرے پیدا ہونے لگے۔ کیونکہ قد قامت چہرے ہرے میں اس کی وضع بہت کچھ پی سی ٹرائش جا رہے ملتی تھی۔ اور اس شباب سے اور اس کی شیریں آواز اور طرازی سے پرانے وقون کے لوگ بالکل ذنگ رہ جاتے تھے۔ خود فارقلیس کو ان بدگمانوں نے ہیشا کر دیا تھا۔ اور اسے خوف ہو گیا تھا کہ کہیں یہ سو وطن اور اسکے ساتھ میری امارت اہد کثیرا لا جابی، جلا وطنی کی کافی وجہ نہ ہو جائے۔ اسی خیال سے ابتداءً اس نے معاملات سلطنت میں زیادہ دخل نہ دیا بلکہ فوجی خدمات میں اپنی دہری اہد پام دی کے جوہر دکھاتا رہا، لیکن جب اسے ملی مسق فوت ہو گیا، منس طا کلس کو دس نکالا ملا اور ساہین زیادہ تبریدی مہات بدیونان سے باہر رہنے لگا، تو فارقلیس نے بھی حجرہ خمول سے قدم نکالا اور اپنی طبیعت کے خلاف جس میں جمہوریت مطلق نہ تھی، اس نے کم مایہ لوگوں کا پلہ لیا۔ جو اپنے مالدار حریفوں سے تعداد میں زیادہ تھے۔ اس کی بڑی وجہ غالباً یہ تھی کہ ایک تو

۱۔ یہ غالباً قدیم ہونانی کھیل میں ہونا تھا کہ کڑا ایک دوسرے پر ہاتھ لگے۔ اس وقت کے لوہے کے کڑے کھیل میں بھی رہتے تھے۔

اسے دو تہذیبوں کے زمرے میں ملنے سے خوف تھا کہ لوگ اسے شخصیت و استبداد کا حامی نہ سمجھنے لگیں، دوسرے ان معززین اور اہل کار کے گردہ کا سردار سامین تھا اور اسکی ہر دل عزیزی کے آگے کسی اور کی چلنی مشکل تھی۔ پس فارقلیس غربا کے ساتھ ہونا کہ شہادت سے بھی محفوظ رہے اور سامین کا نہ مقابل بھی بن جائے۔

اس کے بعد ہی فارقلیس نے اپنی زندگی اور وقت گذاری کے طرز کو بھی بالکل بدل دیا۔ وہ ملکی مجلس یا عام تقریروں میں شرکت کی غرض سے تو البتہ باہر نکلتا اور نہ کبھی گلی کو چون میں چلتا پھر تا نظر نہ آتا۔ دوستوں کی دعوتوں اور ملاقاتوں سے دور بھاگتا، اور سارا وقت لوگوں کے کاروبار میں جو کچھ کم نہ تھے صرف کرتا۔ اپنے عزیز یوری بلیوس *Yuriy Blivus* کی شادی کے سوا اسے وہ کسی تقریب میں شریک نہیں ہوا۔ اور اس میں بھی شریک بلانی کی رسم ختم ہونے ہی اٹھ کھڑا ہوا اور اپنے گھر لوٹ آیا یہ حقیقت یہ ہے کہ اس قسم کی دوستاں محبتوں سے آدمی کی وقت گھٹ جاتی ہے اور یار باشی میں اپنا ظاہری وقار قائم رکھنا محال ہو جاتا ہے۔ آدمی کے حقیقی اوصاف اسی وقت معلوم ہوتے ہیں جب اسے کوئی عرصے تک اور بہت پس سے دیکھے در نہ بچھون کی اچھاٹیاں جو ان کے عزیز اقربا ان میں در و زمرہ کے تجربے کے بعد پاتے ہیں غیر شخص کی نظر میں در انہیں کھینچتے اور وہ حقیقی خوبی کی ایک سرسری مشاہدے کے بعد کچھ قدر نہیں کر سکتا۔ فارقلیس نے یہی ہشیاری برتی کہ اپنی شرکت کو، کریٹو کے بقول، سلامتی جواز کی طرح، خاص خاص موقعوں کے لیے اٹھا رکھا۔ تاکہ لوگوں کو مساوات نہ ہو اور اس کے کاموں سے ان کا دل نہ بھر جائے۔ چنانچہ چھوٹے موٹے کام اپنی نگرانی میں وہ اپنے احباب یا دیگر مقررین کے سپرد کر دیتا تھا۔ اور خود صرف اہم اہم معاملات میں حصہ لیتا اور مجلس میں بھی روز کے بجائے ناغہ کر کے آتا، سناٹے انہیں میں، جو اسکی زیر نگرانی کام کرتے تھے،

یعنی الطوس *یعنی الطوس* مقلد نہ صرف بھی تھا جس نے اریو پیٹس کی مجلس کا زور توڑا اور افلاطون کے الفاظ میں (لوگوں کو آزادی کا ایسا قوی الاثر جام پلا دیا کہ منہ زور گھوڑے کی

طرح وہ قابو سے نکل گئے، اور جیسا کہ مطاب نویسون نے لکھا ہے :-

”آپے سے باہر ہوتے ہی،
 (بے قابو گھوڑے کے مانند) وہ
 کبھی بیان کو دے کبھی دہان - کبھی
 یوہ مین ٹاپین مار رہے تھے، تو کبھی
 جزائر مین پھلانگین لگا رہے تھے۔“

فارقلیس کا طرز تقریر بھی، جو اس کی حالی خیالی اور بادقار وضع کے عین مناسب حال تھا،
 انکا غورث ہی کے طریق تعلیم کا نتیجہ سمجھنا چاہیے، معلم موصوف کے سکھائے سے وہ ہمیشہ
 فائدہ اٹھاتا۔ اور اپنی سحر بیانی کو فلسفہ طبعی کی رنگینی سے اور زیادہ پرتاثر بناتا، فیض باب
 سبد، کائنات حکیم افلاطون یونانی نے اس کے متعلق تحریر کیا ہے کہ خدا داد زکات و فراست
 نے فطرت کے علم کے ساتھ مل کر اس کو یہ لیاقت و قابلیت اور کامل قدرت دی تھی۔ اور
 انھیں سے فن خطابت میں اس نے وہ استفادہ حاصل کیا تھا کہ کوئی شخص تقریر میں اسکا حریف نہ
 ہو سکتا تھا، بعض لوگ کہتے ہیں کہ اسی لسانی پر اس کے مخالفون نے اوپبی کی بھیتی اس پر کبی
 تھی، لیکن ایک خیال یہ ہے کہ اس کا یہ نام ان زینت و عمارات قومی کی وجہ سے پڑا جو اس نے
 شہر میں جا بہ جاتعمیر کرادی تھیں۔ اور تیسرا قول یہ بھی ہے کہ فارقلیس کو مسائل ملکی میں (خواہ وہ
 جنگ کے متعلق ہوں خواہ زمانہ امن کے) جو قوت عظیم حاصل ہوگئی تھی اس کی بنا پر وہ اوپبی کے
 پر شکوہ عرف سے معروف ہوا، اس کی متعدد صفات دیکھتے ہوئے یہ بات کچھ بھی عجیب اور
 بعید از قیاس نہیں معلوم ہوتی کہ اسے اچھے سے اچھے خطاب سے یاد کرنے لگے ہوں۔ مگر مطاب نویسون
 شعر کے بیان سے جو کبھی ہنسی سے اور کبھی واقعی جل کر اس کی طرح طرح سے جو کرتے ہیں، معلوم ہوتا

بلکہ یونانیون میں ابالو دیتا اپنی زور و طاقت اور فنون لطیفہ کی سرپرستی کے سبب تمام دیوتاؤں سے زیادہ شہر اور محبوب
 تھا اور جس پر اسکا شہر آفاق مند تھا اور اسی سے خود اس کو یا جیسا اس سے نسبت دینی ہوا اسکا اوپبی بھی کہہ یا کرتے تھے

کہ یہ نام اس کی تقریر بازی ہی کی یادگار ہے۔ کیونکہ لوگوں کو خطاب کرتے وقت وہ اس کی تقریروں کو کوڑک چپک سے اکثر تشبیہ دیتے ہیں اور اس کی عمر بانی کو لکھنے میں کہ فارقلیس کے منہ میں زبان نہ تھی ایک صاحبۂ جہان سوز تھی۔

طوسی دیریش ابن میلہ اس کا ایک فقرہ بھی جو اس نے فارقلیس کی چالاکی پر کہا تھا، کتابوں میں محفوظ رہ گیا ہے۔ طوسی دیریش ایک معزز اور صاحب ثروت شہری تھا اور معاملات ملکی میں فارقلیس کا سب سے بڑا مقابل گذرا ہے۔ اس سے شاہ اسپارٹہ ارش داموس *Archidamas* نے ایک مرتبہ پوچھا کہ تم اچھے پہلوان ہو یا تھا ارھیف فارقلیس نے اس نے جواب دیا جب کبھی میں اُسے زیر کرتا ہوں اور پوری طرح اُس پر غالب آجاتا ہوں تب بھی وہ یہی کہتا ہے کہ میں جیتا۔ اور لوگوں کی آنکھوں میں کچھ اس طرح خاک جھونکتا ہے کہ وہ بھی اسی کی جیت مان لیتے ہیں؟

حقیقت یہ ہے کہ فارقلیس بولنے میں بے حد محتاط تھا۔ جو کچھ اور جس طرح اُسے کچھ کہنا ہوتا اس کا بڑا خیال رکھتا تھا کہ تقریر کا ہر جملہ وقت ہمیشہ دعا مانگ کے جاتا کہ اتنی کوئی لفظ موقع اور محل کے خلاف نادانستہ سیری زبان سے نہ نکل جائے؟

اس نے سوائے چند احکام کے کوئی یادگار تحریر میں اپنی نہیں چھوڑی اور اس کے اقوال بھی بہت کم لکھے ہیں آگے ہیں۔ مثلاً ایک یہ ہے کہ اُس نے کہا ہ اچھا تو کوئی طرح پیروز سے ہٹالینا چاہیے جس طرح آکھ کی پتلی سمت جاتی ہے؟ یا یہ کہ مجھے پونیشیہ کی سمت سے لڑائی اپنی طرف حرکت کرتی نظر آرہی ہے؟ یا ایک موقع پر جب ہمارے جاتے وقت اس کے ساتھی سپہ سالار سفاکلیس *Sphacelus* نے کسی خوش روز جوان کی تعریف کی تو وہ کہنے لگا وہ سفاکلیس فوجی سرداروں کی آنکھوں میں بھی اسی ہی بے لوثی ہونی چاہیے جیسی کہ دل میں اور ہاتھوں میں؟

ٹیسمرہ وٹس لکھتا ہے کہ جنگ ساموس کے مقتولین کی بڑائی میں اس نے کہا کہ جو زمین کام اُسے دیوتاؤں کی طرح زندہ جاوید ہیں۔ ”کیونکہ“ وہ کہنے لگا ”ان کی توصیف و ثنا جو ہم

کرتے ہیں اور وہ فائدہ جو یہ ان دیکھے دیوتا ہمیں پہنچاتے ہیں، انہیں سے ہم نے انہیں
آکر جانا ہے۔ اور یہی خوبیاں ہیں جن سے اپنے ملک پر فدا ہونے والے بھی متصف ہیں، تو
طوسی دیش نے فارتیس کے طرز حکمرانی کو ایک شاہانہ حکومت بتایا ہے جو برائی نام
تو مشروطہ تھی مگر حقیقت میں فرد واحد اپنے رسوخ و اثر سے سب پر حاوی ہو گیا تھا، لیکن اور
لوگوں نے فارتیس کو یا الزام دیا ہے کہ اسی نے پُرچک دے دیکے عوام الناس کی عادتیں
بگاڑیں۔ وہ اپنے محکوم علاقوں کا حق غصب کرنے لگے، اور کھیل تماشوں میں عام طور پر جانے
لگے اور قومی کام کرنے والوں کی تنخواہیں مقرر ہونے لگیں، ان تبدیلیوں کا نتیجہ یہ ہوا کہ ایک
سنجیدہ کفایت شعار اور قوت بازو سے اپنی معاش پیدا کرنے والی قوم اسرار و عیاشی کی
ولدادہ ہو گئی۔ اور ان ساری خرابیوں کا ذمہ دار فارتیس ہے،

آؤ اس تغیر کا سبب واقعات کی کسوٹی پر کسین

ہم بیان کر چکے ہیں کہ سائین کا تہ مقابل بننے کے لیے اس نے ابتدا میں عوام کی نشی
لی تھی، مگر وہ اپنے حریف سے دولت و ثروت میں بہت کم تھا اور اسی لیے لوگوں کو جھانکنے
کے جو ذرائع اس کے قبضے میں تھے وہ فارتیس کو حاصل نہ تھے۔ مثلاً تو وہ سائین کی طرح روز
روز بھوکوں کو کھانا کھلا سکتا تھا نہ کمزور بڑھوں کو کپڑے بنا کے دے سکتا تھا اور نہ اپنے باغوں
کی بازھیں اور حاطے تڑوا کر انہیں وقف عام کر سکتا تھا جس کا جی چاہے آئے اور میوے کھائے
یہ کمی دیکھ کر وہ (ارسطو کے بقول) دیموکری و *Democracy* کی صلاح سے، بیت المال
کی جانب متوجہ ہو گیا۔ اور اسی کے مصارف میں ایسی ذات بڑھوئیں جن سے لوگ اس کے زخیرہ
لے دی، ماک رینگے *Democritus* جس میں لوگوں کو قورادہ حق حکمرانی کے حاصل ہوں۔ ہیں
اور پارلیمنٹری حکومت میں تھوڑا سا فرق ہے اور اسی لیے ٹیڈالاکر کے لیے ہم دستوریت کا فضا قابل ترجیح سمجھتے ہیں۔
اس میں ایک موروثی بادشاہت تو رہتی ہے مگر مہر کو حکومت میں پور دخل ہوتا ہے۔ اور مشروطہ میں یہ جامعیت
کہ انتہی کو بھی مشروطہ کہہ سکتے ہیں اور بادشاہ نہ ہو یعنی جمہوریت ہو، تب بھی اس کا اطلاق درست ہوگا۔ مترجم

غلام ہو گئے۔ مثلاً سرکاری خرچ سے نمائشوں کا انتظام کرایا۔ جو رسی میں بیٹھنے والوں کا معاوضہ مقرر کیا اور اسی طرح فائدہ رسانی کی بہت سی شکلیں نکالیں۔ پھر حب عوام الناس اس کے قبضے میں آ گئے، تو ان کو مجلس ایلوپکس کے خلاف مجاہدنا شروع کیا۔ وہ خلوس کارکن تھا اور قرعہ اندازی کے قاعدے سے نہ پہلے کبھی کپتان منتخب ہوا تھا نہ بادشاہ نہ مقنن نہ آرکین (حاکم) حالانکہ مجلس مذکور میں سوائے ان عہدے داروں کے جو قرعے سے مقرر ہوتے تھے اور آخر تک اپنے فرائض عہدگی کے ساتھ انجام دیتے تھے، کوئی اور شخص مرنیت سے سرفراز نہ ہو سکتا تھا۔ اب، لوگوں کو ملا کر فارقلیس نے اس جماعت کے خلاف کوشش کی اور ایفی الطوس کی معاونت سے، اس کے بہت سے اختیارات سلب کر دیے، پھر چندی روز بعد ساجین بھی فتوے عام سے شہر بدر کر دیا گیا۔ اسپر اسپارٹہ کی دوستداری اور لوگوں سے نفرت کا الزام قائم کیا گیا تھا حالانکہ دولت و شرافت میں سب سے بڑھ کر ہونے کے سوا اس نے غیر ملیکون پر کئی شاندار ترین فتوحات حاصل کی تھیں اور شہر کو زور و غنائم جنگ سے مالا مال کر دیا تھا۔ اس کے یہ کارنامے اس کی سوانح عمری میں تفصیل سے درج ہیں:

اس کامیابی سے اندازہ لگا لینا چاہیے کہ فارقلیس کی قوت کس قدر بڑھ گئی تھی؟ فتوے عام سے جلاوطنی کی میعاد قانونا دس سال کی تھی۔ لیکن اس مدت گزرنے سے پہلے اسپارٹہ والوں نے فوج عظیم کے ساتھ ابھنر پر چڑھائی کی اور تناکا Janagra کی حدود تک عبور کر آئے۔ اس وقت جب ابھنر وائے اُن کے مقابلے کو گئے تو ساجین میعاد جلاوطنی ختم ہونے سے پہلے سلاطین ہو کر ان میں آلا اور اپنے ہم وطنوں کے ساتھ شانہ بہ شانہ دشمن سے لڑنے کا خواہاں ہوا تا کہ اپنے کو جو کھوں میں ڈال کر اسپارٹہ کی طرف داری کے شبہات رفع کر دے، مگر فارقلیس کے ساتھیوں نے ہم آہنگ ہو کر اسے اپنی صفوں سے نکال دیا، یوغلٹا یہی سبب تھا کہ اس لڑائی میں فارقلیس سب لڑائیوں سے زیادہ جان توڑ کے لڑا اور ہر خطرے کے مقام پر پیش پیش رہا، ساجین کے تمام دوست بھی جنہیں اُس نے اسپارٹہ کی دوستی سے تنہم کیا

تھا۔ اس لڑائی میں پہلو بہ پہلو لڑ کر مارے گئے تو
 اس لڑائی میں جب ایجنز والوں کو خود اپنی حدود میں شکست فاش نصیب ہوئی اور
 ساتھ ہی یہ اندیشہ ہوا کہ اگلے موسم بہار میں پھر ایک خونخوار حملہ ہوگا، تو اس وقت افسین
 سائین کے مکمل دینے پر سخت پشیمانی ہوئی اور اس کے اپنے میں نہ ہونے پر دل شکست سے چھلکا
 فارتیس نے بھی ان کی رنجیدگی کو محسوس کیا اور جو وہ چاہتے تھے اس کے برادر کرنے میں مطلق
 تامل نہ کیا بلکہ خود سائین کو واپس وطن بلوانے کی تحریک کی جس نے ایجنز بھی بے پروا و دونوں شہروں
 میں صلح کرادی۔ کیونکہ اس لڑائی میں جتنی کہ فارتیس اور دوسرے رہنمایان عوام سے نفرت
 کرتے تھے اتنی ہی ان کے دل میں سائین کی وقعت اور مروت تھی کہ بعض لوگوں کا بیان
 یہ ہے کہ فارتیس نے سائین کو واپس بلانے کی تحریک کرنے سے پہلے اس کی بہن ال فینس
 سے منہ ملا کر اس کی معرفت چند شرطیں کرالی تھیں اور وہ یہ کہ سائین امیر البحری کے عہدے
 کو قبول کرے اور دوسو جہازوں کا بیڑا لیکر ایرانی مقبوضات پر چڑھائی کرنے باہر چلا جائے اور وطن
 کی حکومت اکیلے فارتیس کے ہاتھوں میں رہے تو
 مشہور تھا کہ پہلے بھی ایک مرتبہ ال فینس نے اپنے بھائی کے واسطے کوشش کی تھی اور فارتیس
 کو آمادہ کیا تھا کہ سائین کے مقدمے میں رحم و کرم کا برتاؤ کرے کیونکہ جو جماعت سائین کے خلاف
 وکالت کرنے کے واسطے جھانسی گئی تھی اس میں فارتیس کو بھی لوگوں نے پروکار بنایا تھا۔
 کہتے ہیں ال فینس جب اپنے بھائی کے لیے اس پاس التجا لائی تو وہ مسکرا کے کہنے لگا فارتیس
 اب تمہاری عمر ایسی وکالتوں کے لائق کہاں رہی ہے؟، مگر جب مقدمہ پیش ہوا تو محض
 سبک دہنی حاصل کرنے کے لیے اس نے ایک مرتبہ اٹھ کر تھوڑی سی تقریر کی اور پھر عدالت سے
 باہر چلا آیا۔ اور الزام دینے والوں میں سائین کی سب سے کم مخالفت اسی نے کی تو
 جب حالات یہ ہون تو اڈامینیس domeneo کی بات کا کہے یقین آ گیا جس نے
 فارتیس پر یہ الزام لگایا ہے کہ اس نے غداری کر کے اپنے دوست ایمنی الطوس کو محض اس کی ناموری

کے رنگ و حسد سے قتل کرادیا۔ (مقتول، لوگوں کا نہایت محبوب مدبر تھا اور فارقلیس کے سیاسی جتنے کا بہت کار آمد رکن) بظاہر احوال اس مویخ نے نہ معلوم کہاں سے اس قسم کی کہانیاں جمع کر کے ایک ایسے شخص کو بدنام کیا ہے جو مانا کہ فطری اور خطا سے مبتلا نہ تھا، لیکن پھر بھی جو ہر شرافت سے مزین تھا اور بالطبع دیانت و اصالت کے کاموں سے میل رکھتا تھا اور جو دل ایسے اوصاف سے ممتاز ہو اُس میں اس قسم کے وحشیانہ جذبات کا کیا کام؟ ناممکن ہے کہ اس میں ایسی ناپاک اور فسادات نشانِ خواہش بارپا کے کہ رما یعنی اللوس کے قتل کا قصہ، سو اس کی اصلیت بقول حکیم ارسطو کے یہ ہے کہ: چونکہ رما یعنی اللوس حکومتِ خواص کے حامی تھا نہایت سخت اور بہت نقصان رسان دشمن ہوتا جاتا تھا۔ اور عوام الناس کے حقوق کا بسیار بڑا حامی تھا کہ جس نے ان کے ساتھ نامنصفی کی وہ اُس کی کوشش سے سزا پائے بغیر نہ۔ ہا۔ پس اس کے دشمن اس کی جان کے لاگو ہو گئے۔ اور موقع پانے کے خفیہ طور پر اُسے تناکر کے ایک باشندے اور سادو جس کے ہاتھوں مرداؤں لائے۔

سائین امیر البحر کی حالت میں جزیرہ قبرس میں فوت ہو گیا اور اب اس کی طرفدار جماعت امر کو سخت پریشانی پیدا ہوئی۔ واضح رہے کہ اگرچہ فارقلیس کی فوت سائین کی موجودگی ہی میں بہت زیادہ بڑھ گئی تھی اور اس کے آگے شہر بھر میں کسی مخالفت کو چون و چرا کی مجال باقی نہ تھی پھر بھی فریقِ مخالف اس کو بالکل مطلق العنان اور مخالفت کی طرف سے مطمئن سمجھنا کسی طرح نہ چاہتا تھا کہ مبادا جمہوریت کے بجائے انجمن میں واقعی شخصیت قائم ہو جائے۔ پس اس گروہ نے سائین کے ایک دانشمند رشتہ دار طوسی دیدش متوطن الوبک کو چھاننا کہ وہ مخالف جماعت کا سرگروہ بن کر فارقلیس کی تھوڑی بہت روک تھام کر سکے، پھر نیا حریت اگرچہ متونی سائین کے مانند جنگی قابلیت نہ رکھتا تھا مگر سیاسی کاروبار میں تقرر اور شہر کی دیکھ بھال کرنی اُسے خوب آتی تھی۔ چنانچہ تقریر گاہ پر فارقلیس سے لڑو کے اس نے تھوڑے ہی دن میں فریقین حکومت کو برابر اور تقریباً ہم وزن کر لیا، اصل یہ ہے کہ اس نے اپنی جماعت کے ”نیک“ اور ”اچھے“

لوگوں کو (جس سے امرامادین) متفرق الگ الگ بیٹھنے کے بجائے یکجا بٹھانا شروع کیا۔ پہلے وہ عوام الناس میں ملکر کچھ گم سے ہو جاتے تھے۔ اور ان کا جتنا منتشر منتشر کم قوت رہتا تھا اب طوسی دیرین نے ان کو بالکل متحدہ کر کے ایک جماعت متحدہ کی صورت میں ترتیب دیا اور ان کی مشترکہ طاقت سے گروہ مخالف کا ایک متوازن حریف پیدا کر لیا۔

اس میں شبہ نہیں کہ اہالی ایتھنز ابتدا سے دو گروہوں میں علیحدہ علیحدہ تھے اور ان کے دو تمدنوں اور عوام الناس کے فرق نے انھیں اسی طرح دو حصے کر دیا تھا جس طرح لوہے کو خفیف سی جھری کھولتی ہے۔ لیکن اب علانیہ مخالفت نے اس جھری کو خوب چوڑا کر دیا اور شہر میں عام اور خواص (یعنی چند صاحبان اثر) کے دو حصے اٹھ کھڑے ہوئے۔ اس وقت فارقلیس نے بھی معمول کے خلاف لوگوں کو گھٹ چھوڑ دیا اور اپنی مصلحتوں کو ان کی خوشی کے بالکل تابع کر دیا۔ اور بچوں کی طرح انھیں ہلانے کے لیے عام دعوئیں اور ناشیں اور کھیل تماشے کی تقریبیں شہر میں منائی شروع کیں اور گو وہ فائدے سے خالی نہ ہوتی تھیں تاہم ان کی اصلی غایت محض لوگوں کی خوشی کرنا تھی۔ اس کے علاوہ اس نے کثیر العدد لوگوں کو ہر سال ساٹھ جہاز بھر کے بھیجا شروع کیا جنھیں آٹھ مہینے تک سرکاری خزانے سے تحواہ ملتی تھی اور ساتھ ہی فن جہاز رانی کی مشق بھی کرائی جاتی تھی۔

فارقلیس نے ضرورت مندوں کے ہتھار کا بھی عمدہ انتظام کیا۔ ایک ہزار کسان تو کرسٹیس بھیجے کہ وہ ان کی زمین کو قمراندازی سے آپس میں بانٹ لیں۔ اور بان سو جزیرہ ملک روانہ کیے۔ ڈھائی سو مہاجرین کو اندروس میں آباد کرایا ایک ہزار تراقید تھریس) میں بسالائی Bisaltia قوم کے علاقے میں بسا دیے۔ اور کچھ تعداد اٹلی کے نئے شہر سارس میں جسے یونانیوں نے تھری نٹھ Thuro کے نام سے بدل دیا تھا، از سر نو آباد کرنے کی غرض سے بھیجی گئی۔ ان کا روادائیون کا بڑا مقصد فارقلیس نے یہ سوچا تھا کہ شہر میں ایک بے فکر لوگوں کی جماعت کم ہو جائیگی تو باقی ماندوں کو بھی سہولت اور اطمینان ملے گا اور حکومت کو بھی انتظام کرنے میں

دقتیں پیش نہ آئیں گی۔ نیز شہر میں اوزانی اور دولت بڑھ جائیگی۔
 فارقلیس کے وہ یادگار کارہائے نمایاں جنھوں نے مدینۃ الحکم کی حسن و زیبائش کو ہر چند
 بڑھا دیا اور جو آج تک پردیسوں میں استعجاب و تحسین کا دلولہ پیدا کر دیتے ہیں اور جو درحقیقت
 اس بات کے شاہد ہیں کہ یونانی عظمت کی داستانیں، محض کہانیاں نہیں، وہ ایجنز کی قومی اور
 متبرک عمارتیں ہیں، لیکن انہی کی تعمیر کی بدولت وہ اپنے معاصرین میں سب سے زیادہ
 مورد اعتراض ہوا اور اس کے حریفوں نے ہر جلسے اور مجلس میں بہ آواز بلند اس پر لے دے کرنی
 شروع کی کہ سارے یونانیوں کا مشترکہ سرمایہ جو پہلے ڈیلوس میں جمع تھا اپنے گھر اٹھالانا اور پھر
 اس طرح عمارتوں پر لٹانا ایجنز کی سخت رسوائی کا باعث ہے۔ سارا یونان اس پر ہین سب شرم
 کر رہا ہے۔ اور وہ عذریہ دلا رہا ہے جو روپیہ لاتے وقت ہم نے کیا تھا کہ اس سے صرف خزانے
 کی حفاظت منظور ہے تاکہ ڈیلوس میں وہ کہیں دشمنوں کے ہاتھ نہ پڑ جائے؟ مگر فارقلیس نے تو
 غضب ہی کر دیا کہ ان تمام معاہدوں کو طاق نیان پر رکھ کر، ساری رقم بچھڑ کر لیا۔ اس
 جابرانہ حرکت پر یونان جس قدر اظہار نفرت و ناراضگی کرے چاہے۔ کیونکہ سارے ملک کا مشترکہ
 سرمایہ، جو محض مشترکہ ضرورتوں کے واسطے جمع کیا گیا تھا، اس بے دردی سے شہر کی آرائش پر خرچ
 کرنا اور دھنوں کی طرح اس کی بناوٹ و سجاوٹ میں اور زرد و اجہرات اسے اس کے مناد و ضامن
 کی تزیین میں، پانی کی مثل دولت کو بہادینا کسی عنوان پسندیدہ نہیں ہو سکتا۔
 دوسری طرف فارقلیس لوگوں کے سامنے یہ حجت پیش کرتا تھا کہ جب تک سارے ملک
 کی مدافعت ہمارے ذمے ہے، ہمارے حلیفوں کو اس روپے کی آمد خرچ سے کوئی واسطہ نہیں،
 دشمنوں کے حملے روکنے کا بار نام نہان ایجنز پر ہے دوسری ریاستیں پیادہ سوار اور جہازوں کے سچا
 لہ *Below* یہ ایک جزیرہ تھا ایجنز کی سربراہی میں اس کے بہت سے حلیف شہروں نے ایک رقم جمع کر دی تھی
 تاکہ ملکی مدافعت یا جنگی ضرورتوں کے کام آئے۔ فارقلیس کے زمانے میں یہ خزانہ ایجنز میں منتقل ہو گیا اور اگرچہ ملک
 تو اس کا وہ پہلے بھی تھا لیکن اب ظاہری پردہ بھی اٹھ گیا اور سارا رویہ علانیہ طور پر شہر مذکور کے قبضے میں چلا گیا۔

صرف روپیہ اپنے حصے کا دیتی ہیں۔ اس صورت میں، اس کا کیا یہ تھا، یہ روپیہ دینے والوں کا نہیں رہتا بلکہ ان وصول کرنے والوں کا ہو جاتا ہے جو مدافعت کی شرطیں بجالائیں اور یہ بھی کوئی غیر معقول بات نہیں کہ جب اسباب جنگ کی خاطر خواہ فراہمی ہو جائے تو بقایا رقم کو ایسے کاموں میں لگایا جائے جو آئندے تیاری میں تو لوگوں کو مزدوری دین اور کاریگروں کو مال مال کر دیں۔ اور تیار ہو جانے کے بعد یونان کی شان و ناموری کا وہ قیامت کے دن سے باندھ دیں، اس سے زیادہ کیا ہو گا کہ ان کاموں کی بدولت جنہیں قریب قریب ہر پیشہ و حصہ لے سکتا ہے، سارا شہر سرکاری خزانے سے چل رہا ہے۔ اور اس کے ساتھ اس کے حسن و عقل میں جو افزایش ہو رہی ہے وہ اسکے علاوہ۔ مزید برآں انکو جو لڑائی کے لائق ہیں سرکاری خزانے سے تنخواہ ملتی ہے کہ بوقت جنگ کام دیں، مگر وہ جو فوجیوں میں شریک نہیں یا معمولی پیشہ ور ہیں، ایسی کوئی رعایت حاصل نہ کر سکتے تھے۔ میں نے جو لوگوں کی استرخیاں ان نئی تعمیرات کا سلسلہ عظیم شروع کیا ہے اس میں ایک بڑی مصلحت یہ بھی ہے کہ غیر فوجیوں کو بھی سرکاری خزانے سے حصہ رسدی کچھ نہ کچھ مل جایا کرے۔ اور وطن کے مختلف صناعتوں کو بھی جو اکثر خالی بیٹھے رہتے ہیں ان عمارتوں کے اختتام تک اس قدر کام مل جائے کہ وہ بیکار بھی نہ رہیں اور بیت المال میں (تنخواہ دار سپاہیوں کی طرح) برابر کے شریک بھی ہو جائیں، پھر عمارتوں کے مصالح میں پتھر، پتل، ہاتھی دانت، سونا، آبنوس، اور سرو، سبھی کچھ شامل تھا۔ کاریگر جو ان پر کام کرتے تھے، ٹہار، بڑھئی، ڈھیلے، منبت کار، سنگ تراش، راج مستری، سنہار، علاج کار، نقاش اور کسیرے وغیرہ تھے۔ ان کے سوا سامان کو شہر تک لانے والے بھی شمار کر لینے چاہئیں۔ انہیں سوا گرجا جہازی اور ناخدا تو سمندر پر اور خشکی پر گاڑی والے، ٹیلے والے، بیلوں کے بیوپاری اور گڈریے، پھر تھال، حبال، سن ٹیچے، چار، چمڑا کمانے والے اور سرک بنانے والے مزدور وغیرہ شامل تھے۔ پھر ان سب پیشہ وروں کے ساتھ، جیسے فوج کے کپتان پاس بہت سپاہیوں کا دستہ تھا، دوسرے مزدور دن اور دو گھر دن کی ایک جماعت ہوتی تھی جو سب

سب گئے جائیں تو خاصا بڑا لشکر کا لشکر بن جاتا ہے جو بالواسطہ یا بلا واسطہ شریک کار تھا۔
مختصر یہ ہے کہ تعمیرات عامہ کے اس نئے سرشتے نے بھی کے لیے مزدوری اور کمائی کا دروازہ
کھول دیا تھا، جو بے عظیم الشان عمارتیں بن بن کے تیار ہونے لگیں تو خوبی فن اور اپنی شاہانہ
وسعت و تناسب میں اپنی نظیر آپ تھیں۔ ہر کاریگر اور صنعت نے دوسرے سے بڑھ کر کچھ کر دکھانے
کی کوشش کی تھی اور نئے نئے نمونے کی بہتر سے بہتر چیزیں تیار کی تھیں۔ مگر ان سب میں نہایت
حیرت کے قابل ان کا کمال سرعت کے ساتھ تکمیل پا جاتا تھا،

عام خیال یہ تھا کہ ایک ایک عمارت کی تیاری میں مدت مدید اور سہا سہل کی کوشش
درکار ہوگی۔ لیکن وہ سب کی سب ایک شخص واحد کے سیاسی عروج ہی کے زمانے میں مکمل ہوئیں
اگرچہ کہتے ہیں جب اغاثر قس نقاش نے اپنی تیز دستی اور نہایت سرعت سے کام پورا کر دینے کی
بڑائی ان کین تو زکس مضمحل (یہ غالباً کوئی بہت نامور صنعت ہے) نے جواب دیا
مگر میں اپنے کام میں بہت دیر لگایا کرتا ہوں!، کیونکہ جلدی اور بے ترددی سے کسی کام کو پورا
کر دینا اس کے دائمی استحکام اور حسن کامل کے منافی ہے۔ اور آدمی کا عرصے تک جھکنا وہی کرنا
کبھی راہ گمان نہیں جاتا بلکہ جو چیز وہ اس محنت شاقہ کے بعد پیدا کرتا ہے اس کی پائیداری ہی کافی
(بلکہ سودمیت) اس کا صلہ ہے!۔ فاروقیس کے کاموں کی قرینیت یہی ہے کہ اتنی جلدی بھی کرادے
اور اس قدر مستحکم بھی کہ عرصہ دراز تک قائم رہیں۔ چنانچہ اس کی ہر عمارت تیار ہوتے ہی، اپنی
شان و خوبی کے لحاظ سے، ایسی پرائز معلوم ہوتی تھی جیسے کہ عرصے کی سنی ہوئی ہو۔ اور آج تک
سنگینی اور نہایت میں یہ شبہ ہوتا ہے کہ ابھی بنا کر کھڑی کی گئی ہے اور اقیانوس کی بنائی ہوئی چیزوں
میں اس قسم کی شگفتگی اور دستبرد زمانہ سے ایسا بالاتر ہونا چکتا ہے کہ گویا ان کی ساخت اورایت
بہتر میں کوئی لازوال قوت اور غیر فانی روح پھلتا ہے،

ساری عمارتوں کا مہتمم اعلیٰ اور نگران کار فی دہاس *india* تھا اگرچہ
مختلف حصوں میں اور بھی استادان چابک دست اور نامی صنعتاء مقرر تھے۔ چنانچہ

لی کرتیں *Callieratus* اور اک تینس *celurus* نے پرتھان کو تیار کیا تھا۔
 رالیوس کی ہیکل کری جس نے شروع کی تھی مگر اسکے پچھلے ستون اور ڈونٹین ہی تیار کر لے
 یا تھا کہ فوت ہو گیا اور جھٹ کی بلیں اور اوپر کے قہم متاجنی نے پورے کیے۔ اور کٹر اور
 لکس کے دیوون کے بالائی گنبد محرابی لداؤ ڈاکر فریالکس نے بنائے یا وہ بھی فضیل جسکی
 دیز سقراط کتا ہے کہ مین نے فارقلیس کو لوگون کے آگے کرتے سنا، کالی کرتیں ہی نے بنانی
 شروع کی تھی۔ اسی کے عرصے تک پورے نہ ہونے پر کراتی تینس نے مہنی اڑائی ہے اور لکھا ہے کہ

» اگر باتون ہی سے عمارتیں تیار ہو جاتی ہیں
 تو کیا وجہ کہ فارقلیس اس فضیل پر اس قدر
 عرصے سے زور فصاحت صرف کرتا رہا۔ مگر
 اس میں ایک روئے کا بھی اضافہ نہیں ہوا»

کہتے ہیں، اوڈیم *Odeum* یا قصر موسیقی جس میں ستونوں کی قطار اور بہت سی
 نشستیں بنی ہوئی ہیں اور جس کی چھت باہر سے ایسی سلامی دار ہے کہ اوپر چھوچکر بالکل سیدھی
 ہو جاتی ہے، شاہ ایران کے کونٹاک کی نقل ہے۔ یہ بھی فارقلیس کے حکم سے تیار ہوئی اور اسکو
 بھی اسی کراتی تینس نے اپنے نامک »تھریسی عورات« میں اس طرح نشانہ تصحیح بنایا ہے:

» لو اب برجیس کے اوتار لم برے فارقلیس کو نمودار
 ہوتے دیکھو۔ اُس نے اپنا سڑتار کے الگ
 دھردیا ہے اور اُسکے بجائے اوڈیم کو اڑھے ہوئے»

پھر فارقلیس نے جو لوگون کے امتحان اور امتیاز کا بہت شائق تھا اول ہی اول یہ اجازت
 لی کہ موسیقی کے سالانہ جلسے ہوا کریں اور اسی قصر میں مقابلہ کرنے والے جمع ہو کے
 بجائیں تاکہ ان کے کمال کی آزمائش کا لوگون کو موقع ملے، پچنانچہ پہلے جلسے میں وہ خود حکم

Parthenon اس کے لفظی معنی تودہ شیزہ یا کنواری کے ہیں مگر بیان عمارت کا نام ہے۔ م۔

بنایا گیا اور اسی نے وہ طریقے اور قاعدے بھی ترتیب دیے جن کی گوئیوں اور بانسری اور سانگی بجانے والوں کو پابندی لازمی ہوتی تھی۔ اس کے بعد سے یہ تماشہ اکثر ہر سال ہوتا اور اسی طرح لوگ قصر موسیقی میں بیٹھ کر باب فن کے کمالات کی داد دیتے۔

پردہ پائی لی یعنی قلعة اردو پلس صفا صفا کے دروازے پانچ سال میں تکمیل کو پہنچے۔ اُن کا صدر معمار نے سکس تھا انھین کی اُنٹائے تعمیر میں ایک عجیب و غریب پیش آیا جس سے ظاہر ہوا کہ خود دیو سی اس کام کی مخالف نہیں بلکہ مددگار اور شریک کار ہے۔ واقعہ یہ ہوا کہ راجون میں سے ایک لاج جوان میں سب سے زیادہ چابک دست اور تیز تھا اتفاقاً پھیل کر بڑی اونچان پر سے نیچے آ پڑا اور ایسی چوٹ کھائی کہ طبیعوں کو کوئی امید اس کے جانبر ہونے کی نہ رہی۔ فارقلیس کو اس واقعے کا اور راج کی محلیف کا سخت قلق تھا مگر رات کو منروا دیوی اس کے خواب میں آئی اور ایک ایسا علاج بتا گئی جس کے کرتے ہی مضر و بہت جلد یہ آسانی تندرست ہو گیا۔ اسی واقعے پر فارقلیس نے، سنا ہے، وہ برنجی مورت منروا کی گھڑوائی تھی جو تندرستی کے نام سے نامزد ہو کر قلعے کی قربان گاہ پاس رکھی تھی۔ مگر ایک روایت کے رو سے اس کی تکذیب ہوتی ہے اور معلوم ہوتا ہے کہ مذکورہ مورت بہت پہلے سے اس جگہ پر رکھی ہوئی تھی۔ لیکن یہ امر یقینی ہے کہ اس کے بیرونی خط و خال پر سونے سے کام فی دیاس کا کیا ہوا ہے۔ اور نگہاں پر کے کہتے سے اس کی قطعی تصدیق ہو جاتی ہے کہ اس میں اصلی کاریگری فی دیاس ہی کی ہے۔ یہ فی دیاس جیسا کہ ہم پہلے لکھ آئے ہیں فارقلیس کا آوردہ اور میر عمارت کے منصب پر سرفراز تھا۔ اور فارقلیس کی دوستی اور اس عہدے کی بدولت بہتوں کا محمود ہو گیا تھا چنانچہ حاسدوں نے بہت سے افسانے اس کو بدنام کرنے کے لیے مشہور کر دیے تھے اور یہ قہمت بھی لگا دی تھی کہ نئی عمارتوں کو دیکھنے جو شریف زادیان آتی ہیں وہ اُسی کے کٹاپے سے فارقلیس تک پھونچا دی جاتی ہیں، شہر کے ہزل نویس تو ایسے مہالوں کی تاک میں ہی رہتے تھے اُن کے کان تک اس افسانے کا پھونچنا تھا کہ ایک میدان ہجو و ہزلیات کا کھل گیا

پھر کوئی گندہ سے گندہ الزام نہ تھا جو فارقلیس اور اس کے دوستوں کے سرانھون نے نہ تھوچا تھا۔ اس کا ایک دوست نے پس، جو اس کے ماتحت فوجی سردار رہ کر لڑائیاں لڑ چکا تھا، خصوصاً بہت رسوا ہوا کہ اس کی بیوی کے فارقلیس سے ناجائز تعلقات ہیں۔ اسی طرح انھون نے اس کے ایک شناسا پی ری لاپس *Grilampes* کو کو مفت میں سان لیا کہ اس کے پاس بہت سے جانور پلے ہوئے تھے اور اتھام لگانے والوں کا کٹنا یہ تھا کہ وہ فارقلیس کی آٹھاون کو مور بطور تحفہ دیا کرتا ہے۔ ان لوگوں کی خرافات پر جن کا کام ہی آبرو داروں کی عزت اتارنا تھا، جو زندگی بھر سوا سے نہایت غلیظ لکھو اس کے دوسرا کام نہ کرتے تھے اور جو بھی حد سے کبھی بدبیتی اور ذاتی کاوش سے اور کبھی محض بغض لٹھی سے اشترا فون کی تضحیک اور سوائی کو اپنی سب سے بڑی مسرت بخش کامیابی سمجھتے تھے، زیادہ تعجب نہیں ہوتا جب کہ ہم ٹیم برسوں جیسے مورخ کے قلم سے یہ سراسیمہ کن اور دل لرزادینے والا الزام لکھا دیکھتے ہیں کہ فارقلیس خاص اپنی سگی بہو سے ملوث تھا؟

حقیقت میں تاریخ سے کسی سچائی کی تصدیق اور پرکھ نہایت دشوار کام ہے جبکہ بعد کے لکھنے والے ایک طرف تو سالہا سال کی خلیج اپنے اور زیر تحقیق زمانے کے درمیان حائل پاتے ہیں اور دوسری جانب خود اس زمانے کے مصنفوں کو دیکھتے ہیں کہ کبھی حسد اور نفرت سے اور کبھی خوشامد اور طرفداری سے، واقعات کو اور لوگوں کی سوانح عمری کو توڑ مڑ کر کے انھون نے کچھ کچھ کر دیا ہے۔

ایک مرتبہ جب کہ حسب معمول طوسی دیدن کے ہم خیال ضعیف گفتار و ہمتیان بچارہے تھے کہ فارقلیس نے فضول خرچیوں سے ملک و قوم کو تباہ کر ڈالا اور بیت المال کا روپیہ سخت بیدردی سے صرف کر دیا، فارقلیس اٹھ کھڑا ہوا اور بھری مجلس میں لوگوں سے یہ سوال کیا کہ کیا حقیقت میں عمارتوں پر روپیہ لگانا وہ بہت اسراف سمجھتے ہیں؟ اور جب انھون نے جواب دیا کہ ”نہیں“ اسراف تو اس میں بہت ہوا ہے، تو فارقلیس نے اعلان کیا کہ ”ابھی بات ہے ان پر جو کچھ لاکھت

آئی ہے میں اپنی گرہ سے دوٹکا۔ البتہ تمام عمارتوں پر بھی میرا ہی نام کتبہ ہونا چاہیے!،
لوگوں نے جو یہ سنا تو ایک زبان ہو کے چلائے کہ نہ نہیں نہیں ایسا نہ کرو۔ بلکہ ان کی تکمیل تک
جتنا تھا راجی چاہے سرکاری روپیہ اور لگا دو۔ ہم رضامند ہیں!، اب نہیں معلوم کہ ان کے
دل میں یہ جذبہ فارقلیس کی غیر متوقع اولوالعزمی سے پیدا ہوا یا رشک رقابت کا کرشمہ تھا کہ
ان کے دل نے ایسی شاندار یادگار میں اس کے نام سے موسوم ہونا گوارا نہ کیا +

آخر اس جتنے بندی کی نوبت یہاں تک پہنچی کہ دونوں حریفوں نے فیصلہ کر لیا کہ یا
ملک میں ہم رہیں گے یا وہ، مگر اس آخری اور مخدوش زور آزمائی میں بھی پالا فارقلیس کے ہاتھ
رہا۔ طوسی دیدش فتواسے عام سے جلاوطن کیا گیا اور اس کے ساتھ والوں کا بھی شیرازہ بکھر گیا
اس کے بعد ہی شہر سے فحاش و شقاق بھی دفع ہوا اور اس گردوغبار سے پاک ہونے کے بعد
ایقظہ کے تمام معاملات سلطنت فارقلیس کے ہاتھ تلے آ گئے۔ چنانچہ افواج پیادہ و سوار، جہاز،
جزیرے، اور تمام ایتھنز کے وسیع یونانی اور غیر یونانی مقبوضات، مالی اور انتظامی سرشتے، سب
کے سب کلیہ فارقلیس کے زیر اختیار تھے۔ اور اس سرے سے اُس سرے تک اُسی کا حکم چلتا تھا
لیکن اس اقتدار کے ساتھ ہی اس کی طبیعت میں بھی فرق پڑ گیا۔ وہ لوگوں کے ساتھ پہلی
سی نرم مزاجی تو وضع اور نکلا، وہ عوام الناس کے اشارے پر بہ آمادگی اس طرح چلتا جس طرح
ملاح ہوا کو دیکھ کے اُسی کے رخ کشتی کو کھینے لگتا ہے، سب بدل گیا۔ عوام کی دربارداری اور انکی
خواہشوں کی غلامانہ متابعت جو حماقت اور کبھی کبھی بد اخلاقی تک پہنچتی تھی، اس نے چھوڑ کر
شاہانہ ڈھنگ اور جابرانہ سختی اختیار کی۔ لیکن قومی منافع کو ہمیشہ پیش نظر رکھنے کی وجہ سے وہ
عام طور پر لوگوں کو سمجھا بھگا کر اپنے کاموں میں ہمراے بنا لیتا تھا۔ اور اگر اس طرح بھی وہ اپنے
نفع کی بات نہ مانتے تو فارقلیس ان کی مرضی کے خلاف انھیں اور سلطنت کو فائدہ پہنچانے
سے باز نہ رہتا بلکہ انھیں مجبور کر کے اپنے کئے پر چلاتا، بچ پوچھو تو اس کا یہ طریقہ حکمت سے خالی
نہ تھا بلکہ وہ ایک ہوشیار طبیب کے مانند کام کرتا تھا جو کسی مرض صعب و سخت میں ایک حد تک

اپنے مریض کو اسی کی رغبت کے مطابق دوا غذا دیتا ہے لیکن ساتھ ہی ضرورت پڑتی ہے تو تلخ و ناگوار ادویات کھلانے میں بھی کوئی رعایت پسند نہیں کرتا تو یہ یاد رہے کہ اس وقت ایجنٹز میں بھی وہ تمام خرابیاں رونما ہونے لگی تھیں جو اتنی بڑی سلطنت اور قوت حاصل کرنے کے بعد قدرنا پیدا ہو جایا کرتی ہیں۔ اس حالت میں ان کا توازن اور انتظام قائم رکھنے والا حقیقت فارقلیس ہی تھا جو ایک ماہر فن کی طرح میزان ہم درجہ کی ڈنڈی اپنے ہاتھ میں لیے دونوں پلڑوں کو اس خوبی سے برابر رکھتا تھا کہ نہ وہ سرستی کے عالم میں اس سے بے خوف ہو جائیں نہ رنج و غم کی حالت میں مایوس۔ اس اقتدار سے، افلاطون کے الفاظ میں، اس نے بخوبی واضح کر دیا کہ فصاحت یا فنِ تقریر، لوگوں کے دلوں پر حکمرانی کا آلہ ہے اور اس کا اصلی کام جذبات و حیات کی انفات کھینچنا ہے جو روح انسانی میں ساز کی کھونٹی اور تاروں کے مثل ہیں اور جن کے سُرِ مال صحیح رکھنے کے لیے صرف کمان کو اُستادی سے چلانے کی ضرورت ہے۔

فارقلیس کا اس درجہ لوگوں پر حاوی آ جانا محض حسنِ خطابت سے ہی نہ تھا۔ بلکہ اس کی بڑی وجہ جیسا کہ اس کے سیاسی حریف طوسی دیریش نے بتایا ہے، اُس کی پاک نفس زندگی اور اس کی شریفانہ سرشت پر لوگوں کا اعتماد کامل رکھنا، تھی اور انھیں پورا بھروسہ تھا کہ وہ خیانت یا مادی غرض بندیوں اور لالچ سے بہت ارفع ہے۔ اگرچہ ایجنٹز کے غذاؤں کو اس نے نہایت مالدار اور بزرگترین اصصار و بلا دینا دیا اور خود اتنا اقتدار حاصل کیا جو مطلق العنان بادشاہوں کو بھی میسر نہیں آتا مگر ان کی طرح فارقلیس نے اتنی قدرت و اختیار کے باوجود اپنے اقتدارات اپنی اولاد پر منتقل کرنا تو درکنار ایسا کوئی ناپاک خیال اپنے قریب تک نہ پہنچنے دیا اور جب مرا تو اس کی آباؤی جائیداد میں صرف بعد ایک درہم کے اضافہ ہوا تھا۔

اس کی قوت کا طوسی دیریش نے بہت صاف صاف حال لکھا ہے اور مطابق نویس مشرا نے بھی اشارت و کنایے کی جگہ خوب صراحت سے اس کلیان اپنے بدنام کن پیرائے میں کیا ہے وہ بار بار اس کے ساتھیوں اور دوستوں کو پیسے ٹرائش کے مددگاروں کے نام سے خطاب

کرتے ہیں اور جگہ جگہ فارقلیس کو غصب و شخصیت کے ارادے ترک کرنے کی نصیحت کرتے ہیں۔ گویا حقیقت اس کی قوت اتنی بڑھ چکی تھی کہ اتھنز کو جمہوریت یا مشروطہ کہنا بھی باطل ہو گیا تھا اور گویا فارقلیس اب قانونی نمائندہ قوم ہونے کے بجائے سچ بیچ بادشاہ بن بیٹھا تھا۔

جو چیزیں اور اختیارات اہل اتھنز نے فارقلیس کے تفویض کر دیے تھے انہیں ٹیلی کلیدس شاعر نے اس طرح گنوا یا ہے :-

”شہروں کے خراج (مالیہ) اور ان کے ساتھ ہی
خود وہ شہر بھی۔ کہ جو اسکا جی چاہے کرے اور
جو جی نہ چاہے نہ کرے۔“

اور اختیار۔ کہ جن بستیوں کے گرد چاہے پتھر
کی فصیلین کھینچ دے اور پھر، اگر ہڑک اٹھے،
تو انہیں منہدم بھی کرادے!

اور اپنے معاہدے اور مخالف اور قوت اور
سلطنت اور امن اور جنگ اور دولت اور
کامیابی — اور اسی طرح جہاں تک جی

چاہے شمار کیے جاؤ!،

اور فارقلیس کی یہ شاندار کامیابی محض قسمت کی خوش اتفاقی سے نہ تھی نہ کسی وقتی
حکمت عملی پر مبنی تھی جو ایک ہی فصل تک شگفتہ اور دکش رہتی ہو۔ بلکہ اس نے اپنا تقویٰ
اور امتیاز اولیت چالیس سال تک مسلسل لیے مدبروں میں قائم رکھا جیسے کہ ایفنی الطوس،
یوکرطیس Leocrates اور مای رویندس Myronides سائن، اور طول میدس
Tolmides اور طوسی دیدس تھے۔ پھر طوسی دیدس کی شکست اور جلا وطنی کے پندہ

سال بعد تک بھی وہ اپنے منصب سپہ سالاری پر برابر ہر سال بغیر فصل منتخب ہوا۔ اور اس کا دامن شہرت ہمیشہ بے دریغ رہا، مگر فارقلیس ذاتی آمد و خرچ کی جانب سے بھی بے پروا نہ رہتا تھا بلکہ اپنی آبائی جائیداد کی جو ورثے میں اس نے پائی تھی ایسی خوبی و انتظام کے ساتھ نگرانی رکھتا تھا کہ نہ وہ غفلت و کس مہر سی کے ہاتھوں خراب اور بدتر ہو سکے نہ اس کی آمدنی کے وسائل ایسے وسیع اور کثیر ہو جائیں کہ جن کے اہتمام میں اس کو کچھ زیادہ درد دوسری اٹھانی پڑے۔ یا اس کا گران مایہ وقت بہت سا اسی کی دیکھ بھال میں صرف ہو جایا کرے۔ اپنی سالانہ پیداوار اور دیگر منافع وہ اکٹھے ایک ہی دفعہ فروخت کیا کرتا تھا۔ اور پھر اس روپے سے گھر کی ضروریات کی چیزیں اور باہر سے ضرورت خرید و اتار ہتایا، مگر جب اُس کے بچے سیانے ہو گئے تو انھیں یہ ترکیب بہت بُری معلوم ہونے لگی اور اس کے گھر کی عورتیں تو سدا سے شاکی تھیں کہ فارقلیس مہین کچھ گردانا ہی نہیں بلکہ سارے گھر بار کے آمد و خرچ میں جس کا حساب روزانہ لکھا جاتا تھا، ایسی مہندی کی چندی کرتا ہے کہ لگے بندھے سے نہ پیسہ زیادہ اٹھے نہ کم، اور حقیقت میں فارقلیس کے ہاں وہ بے حساب آمد و خرچ کا سلسلہ نہیں تھا جو اونچے گھرانوں میں اور بڑے بڑے صاحب جائیداد خانہ دانوں میں ہوتا ہے، جہاں ذرا بھی پیسہ نہیں چل سکتا کہ کتنا روپیہ اس دفعہ آیا اور کتنا خرچ ہوا، اس کے ہاں ہر چیز ایک مقررہ تعداد اور مقدار میں آتی اور اس کا مقررہ خرچ ہوتا اور اسی طرح آمدنی بھی جو کچھ ہوتی اس کا باقاعدہ حساب لکھا جاتا اس سب کا روبرو میں اس کا دروغ یا حمت علیہ صرف ایک نوکر سمیٹا۔ اَوْن جی لِس *van gelis* تھا اور یہ شخص یا تو بالطبع یا فارقلیس کی تربیت کے اثر سے، خانگی انتظام اور کفایت شعاری کرنے میں ایسا پیشہ تھا کہ اس کی نظیر ملنی دشوار تھی۔ اب اگر یہ روایت صحیح ہے کہ ”اس نے ایک مرتبہ روحانی جذبے اور عالی ظرفی کے جوش میں آکر گھر بار سب ترک کر دیا تھا اور اپنی زمینیں بے وارثی چراگا ہوں کی طرح چھوڑ دی تھیں“ تب تو اوہ بات ہے ورنہ اس سے اوپر جو کچھ بیان ہوا (یعنی اس کی دنیا داری) وہ بے شبہ حکیم

انکشا خورث کی تعلیم کے منافی ہے؛ لیکن میں سمجھتا ہوں ایک فلسفہ نظری کے دلدادہ اور ایک سلطنت کے کارکن کی زندگی میں بہت کچھ فرق ہوتا ہے۔ کیونکہ وہ اپنی عقل کو محض بلند و اعلیٰ مسائل ذہنی پر صرف کرتا ہے جبکہ میں نے اسباب ظاہری کی ضرورت ہے نہ اور کسی دنیوی ساز و سامان کی؛ مگر اسے جو اپنی دانش و کنوئی کو لوگوں کی بھلائی کے لیے حل میں لاتا ہے بالکل ممکن ہے کہ اپنی ضرورتوں کے لیے نہیں بلکہ شرفیاء مقاصد کے واسطے، دولت درکار ہو، چنانچہ فارقلیس جو بے شمار حاجت مندوں کی امداد کرتا تھا، اس کی نظیر ہے جو

لیکن ایک قصہ یہ بھی مشہور ہے کہ جس زمانے میں فارقلیس سلطنت کے کاروبار میں مصروف تھا، خود انکشا خورث عالم کس سپرسی میں پڑا رہا اور چونکہ ضعیف العمر ہو گیا تھا اس لیے غذائے ملنے کے سبب سے اس نے کپڑے میں لپٹ کر ارادہ کیا کہ اپنی جان دیدے؛ یہ خبر اتفاق سے فارقلیس کو بھی پہنچ گئی اور وہ رنج کے مارے پہلے تو سکتے میں رہ گیا پھر فوراً دوڑا ہو ا وہاں آیا اور خوشامد درامد دلیل و محبت کا کوئی دقیقہ اس کے منانے میں اٹھانہ رکھا۔ زیادہ لگھا ساف اس نے اسپر کیا کہ انکشا خورث نہ رہا تو وہ خود اس کے بزرگانہ اور حکیمانہ مشوروں سے کیسا محروم ہو جائیگا؛ یہ بات سن کر انکشا خورث نے اپنے کپڑے ہٹائے اور چہرہ کھول کے یہ جواب دیا کہ وہ فارقلیس! جو لوگ چراغ کے ضرورت مند ہوا کرتے ہیں وہ اس کے تیل کا بھی دھیان رکھتے ہیں!“

ایتھنز کی روز افزون قوت دیکھ دیکھ کر اسپارٹہ والے جل ہی رہے تھے کہ فارقلیس نے ایک اور تجویز انھیں جلانے کی اور اپنے شہر کو بڑھانے کی سوچی۔ اور اپنے ہم وطنوں کے دلوں میں ایتھنز کی بڑائی فتنش کر دینے کی غرض سے یہ اولوالعزائم تحریک کی کہ ساری دنیا سے یونانی سے منتخب لوگ مدینۃ الکھامین جمع ہوں اور ایک جلسے میں میٹھکر مشورہ کریں کہ یونانی ستاد و معابد جنھیں ایرانی ملیجھوں نے جلا کے خراب یا مسمار کر دیا تھا کس طرح از سر نو تعمیر اور آباد کیے جائیں اور ان مشنوں کے پورا کرنے کی کیا شکل ہو جو یونانیوں نے ایرانی حلوں کے وقت دیوتاؤں سے

مافی یقین کہ اگر ہمارا ملک محفوظ رہا تو فلان فلان صدقہ یا خیرات دین گے۔ مزید برآں اسی
 جلعے میں جہاز رانی اور سمندری تجارت کے متعلق بھی طے کیا جائے کہ کسی مشترکہ قرارداد کے
 بموجب میں القومی تجارت امن و اطمینان کے ساتھ ہو سکے۔
 اس مقصد کے لیے میں تجربہ کار آدمی جو پچاس سال سے متجاوز تھے سفارت پر بھیجے گئے۔
 انہیں پانچ تو ایشیا کے ساحلی جوار ڈریس بس سے رہو دس ایک اور اندرونی علاقہ ہے
 آے اومیہ و ڈوریہ میں بلادے دینے کے واسطے روانہ ہوئے پانچ شمالی یونان اور مغرب
 کے شہروں کو گئے اور پانچ ہی یوشیہ فوکس اور پونیشیہ سے گزرتے ہوئے مغربی یونان میں
 گشت لگانے کے لیے منتخب ہوئے اور باقی ماندہ وسطیہ اطالیہ وغیرہ بیرونی ممالک کی یونانی
 نوآبادیوں میں جانا تفویض ہوا، ان سفر کے ذمے یہی کام تھا کہ وہ ہر ریاست میں جا کر لوگوں کو
 اپنے اپنے وکیل بھیجنے پر ابھاریں اور انھیں میں ایک بین الیونانی مجلس کے فوائد ان کے
 ذہن نشین کر دین۔

لیکن ان کوششوں کا کوئی نتیجہ نہ نکلا۔ بیان کیا جاتا ہے کہ اہل پارٹ نے اندر ہی اندر
 اس کے خلاف کام کرنا شروع کیا اور خود پونیشیہ میں انھیں سفر کو جو پہلی ناکامی ہوئی اسکی
 وجہ سے دوسری جگہ کا بھی کوئی وکیل یا نائب آیا۔ اور وہ تجویز آخر کار بالکل ناکام رہی مگر
 میں نے اسکا ذکر دینا اس لیے مناسب سمجھا کہ فارقیس کی بلند خیالی اور عظمت کا اس سے اندازہ ہو جا
 جنگی معاملات میں فارقیس کی حزم و احتیاط مشہور تھی۔ وہ آپ سے کبھی لڑائی میں
 ابتدا نہ کرتا کیونکہ یہ طری جو کھون اور تقدیر کا کھیل ہے۔ نہ وہ ایسے سپاہ سالاروں کی کامیابی
 پر رشک کرتا جو محض ہتور اور بے موقع جوش مردانگی سے کبھی کبھی لڑائیاں جیت لیتے۔ نہ لوگوں
 کی طرح ان کی تعریف کرتا۔ اس کی مقدور بھرتیوں، اپنے ہم وطنوں کو یہ بھی کہ انھیں ہمیشہ
 زندہ رہنا چاہیے اور حیات جاودان حاصل کرنی چاہیے، ایک مرتبہ جب طولیس کا بیٹا
 طول میدش اپنی پھلی فتوحات اور اعزاز پر مغرور ہو کر اور اپنی جنگی قابلیت کے بھروسے یوشیہ پر

حملے کی تیاریاں کر رہا تھا اور از خود اس ریاست میں گھس کر لٹائی باز مہنی چاہتا تھا نیز اس
 اتھنز کے مشہور مشور من چلون کو اپنے ساتھ ملا کے ایک ہزار سے ادبچی فوج جمع کر لی تھی ،
 فارقلیس نے اُسے روکنا چاہا اور مجلس عامہ میں اُس کو ان ارادوں سے باز رہنے کی نصیحت
 کی۔ اور اسی موقع پر وہ مشہور فقرہ جواب تک ضرب ہٹل چلا آتا ہے کہ ”اگر تم فارقلیس کی نین
 سننے تو زمانے کی سزا اور مانو کہ وہ بہترین ناصح ہے !“

اس قول پر پہلے کسی نے زیادہ التفات نہیں کیا مگر جب تھوڑے ہی دن بعد خبر آئی کہ
 طول میدیش، کرونیہ کے قریب شکست کھا کے مارا گیا اور اس کے ساتھ ہی بہت سے شجاع
 اہل شہر بھی کام آئے تو اس وقت لوگوں کو فارقلیس کے کہنے کی قدر ہوئی اور اپنے اہل وطن
 سے محبت اور دانائی کی شہرت نے اس کی ہر دلعزیزی اور عورت کو دلون میں دو چند کر دیا
 لیکن اس کی تمام مہمات میں کرسوس *Chersonese* کی ہم سب سے زیادہ
 کامیاب سمجھی جاتی ہے اور اس نے لوگوں کو بہت خوش کیا۔ کیونکہ اس علاقے کے یونانی
 باشندوں کی اس خوبی سے اُس نے حفاظت کی کہ ہمیشہ یادگار رہی، واضح رہے کہ اندرونی
 ڈاکوؤں کے علاوہ اس علاقے کو سب سے زیادہ تکلیف جسٹے سے پھونچتی تھی وہ تقریبی
 قر اقون کے مسلسل حملے تھے۔ یہ وحشی ہمارے وہاں والوں کو کبھی چین سے نہ بیٹھنے دیتے اور
 دھارے مار مار کے انھیں سدا نقصان پہونچاتے رہتے۔ اب فارقلیس نے ایک ہزار تازہ و کلا
 اتھنز یون کو دہان بیا کر نہ صرف ان کی بستیوں کو زیادہ قوی کر دیا بلکہ اس کی سرحد پر ایک سلسلہ
 اشکامات کا سمندر سے سمندر تک ایسا بنایا کہ تمام این رو سے جزیرہ نما سرحد پار کے کافر ترکازوں
 سے کلیتہً محفوظ و مامون ہو گیا۔

اسی طرح دوسری ہم جس پر اس کی بڑی تعریفیں اور چرچا ہوا پونیشیہ کا ساحل گشت
 ہے، اس میں وہ مگارا کے بندر بیگی (یعنی فوارے) سے سو جہاز لیکر چلا تھا۔ اور جس طرح پہلے
 طول میدیش نے کیا تھا صرف سارے ساحل کو تاخت تاراج کیا بلکہ وہ اندرون ملک میں بھی

اپنے جہازی سپاہیوں کو لیکر دوزنگ گھس گھس گیا اور اپنی آمد کی دہشت سے لوگوں کو اندر
فصلوں میں بھاگادیا۔ صرف نیمہ پر دشمن مقابلے پر تھوڑی دیر جا سواں کو فاطمیں نے
اپنی ساری فوج سے شکست دی اور اسی زمین پر نشانِ فتح قائم کیا۔ بعد ازاں اسٹائیہ
Achaia سے جو اس وقت ایجنز کا حلیف تھا، چند جوانوں کو ساتھ لیکر اس حصہ جزیرہ
کو عبور کیا اور دریاے اسٹولس کے دہانے سے اندرون ملک میں گھس کر سارے اکرنائی
علاقے پر چھا گیا۔ اور ایناسیون کو اپنے قلعے میں ڈھکیل کر ان کے تمام ملک کو لوٹ کھسوٹ کے
تباہ کر دیا اور پھر جہازوں کا لنگر اٹھا کے ایجنز کی طرف مراجعت کی۔ اس مہم میں دو عظیم فائدے
حاصل ہوئے اول تو دشمنوں پر اس کی قوت کی بڑی ہیبت بیٹھ گئی دوسرے خاص اپنے وطن
میں اس کی مستعدی اور احتیاط کی بہت شہرت ہوئی۔ کیونکہ اس سارے سفر میں کوئی نقصان
رسان خطا اُس نے نہ کھائی اور اس کی ماتحت فوج کو کسی مصیبت کا سامنا نہ کرنا پڑا۔

وہ ایک زبردست اور تمام ساز و سامان سے ایسے بڑے ایک بحران میں بھی دریا اور
تمام یونانی نوآبادیوں کے ساتھ دوستانہ تعلقات قائم کر کے جو مدد دہ چاہتے تھے انھیں دی۔
اور غیر اقوام کے ہمسایہ شاہ و شہر بار پر اچھنڑ کی سطوت کا سکہ بٹھادیا کہ اس کا منضبوط بیڑا جہاں چاہا
پھینچ سکتا ہے اور ضرورت پڑے پر تمام سمندر پر اپنی حکومت قائم کرنے کی قابلیت رکھتا ہے۔
سنوفین *Sinophicians* کو ہم سی لوس جابر سے لڑنے میں مدد دینے کے لیے اس نے
تیرہ جنگی جہاز دیے اور اس بحری دستے پر لما جس کو سردار بنا کے چھوڑ گیا۔ اور جب جابر مذکور اور
اس کے طرفدار مقابلے سے بھاگ کھڑے ہوئے تو فارقلیس نے چھتسو اچھنڑیوں کے لیے اجازت
لیلی کہ اس تعداد تک جو لوگ میان سے چاہیں سنوفین میں جا بسیں اور وہاں والوں کے ساتھ
ہم سی لوس اور اسکے شرکا کے مکانات و اراضی پر قبضہ و تصرف کر لیں۔

لیکن دیگر معاملات میں اس نے اپنے ہم وطنوں کی پُر مشقت ترنگوں کی مطلق تعمیل نہ کی۔

۱۔ *Laxine Sea* جسے اب بحر اسود یا بلیک سی کہتے ہیں۔
Aconian

Acarnanian

اور جب اپنی بڑائی اور فتوحات کے بل پر وہ دوبارہ مصر کے معاملات میں دخل دینے پر چلے
 یا شاہ ایران کے بحری مقبوضات سے چھین کرنے پر اڑے تو فارقلیس نے ان کی خواہش کی اپنی
 میں اپنے عزم کو ماتحت سے نہ دیا بلکہ ان میں سے بہتوں کو صقلیہ مہضم کرنے کی ہوس تھی اور یہی
 منحوس اور تباہ کن جذبہ حرص تھا جسے آگے چلکر القبادیش کے ساتھیوں نے اپنی ہتر ربانیوں
 سے بھڑکایا بلکہ اسی طرح بعض اہل ہوس قرطاجہ *Carthage* اور ٹگنی *Tuocany*
 لینے کے خواب دیکھتے تھے اور حقیقت میں اُس وقت ان کی سلطنت اس قدر وسیع ہو گئی تھی
 اور ان کی خوش حالی کی یہ نوبت تھی کہ ان کی یہ بلند پروازیوں بالکل ہی مہمل اور لایعنی بھی نہ تھیں
 مگر فارقلیس نے ممالک غیر پر قبضہ جانے کی طمع سختی کے ساتھ دبائی اور بے شمار کام نکال نکال
 کے ان کے غیر محدود منصوبوں میں بڑی بے دردی سے کاٹ چھانٹ کی۔ اور ان کی ساری
 قوت کو انہیں مقبوضات کے استحکام پر مجتمع کیا جو پہلے سے حاصل کر چکے تھے۔ اس کے
 نزدیک اگر وہ ایک لکڑی مونیوں کو قابو میں رکھنے پر قادر رہیں تو سمجھو کہ بڑی کاسیابی بانی
 اور جو کچھ پہلے سے حاصل کر چکے ہیں وہی ان کے لیے کافی ہوا بلکہ اصل یہ ہے کہ لکڑی مونیوں
 کی مخالفت کا خطرہ اُسے ہمیشہ سے تھا۔ اور اس کا اظہار بھی اس نے بارہا کیا خصوصاً جب رون
 میں خانہ جنگی (جنگ مقدس) شروع ہوئی اس وقت اُس کے افعال سے صاف ترشح ہو گیا
 کہ اسپارٹہ کی دشمنی کا اُسے کس درجہ وسوس تھا جو چنانچہ لکڑی مونیوں نے فوج لیجا کے
 فوشیہ والوں کے قبضے سے اپنا کوکام نہر چھین کر ڈیلفی والوں کے حوالے کر دیا تو ان کے
 ہٹنے ہی فارقلیس دوسری فوج لے کے وہاں جا پہنچا اور ڈیلفی والوں کے بجائے پھر اہل فوشیہ
 کو قایم کیا بلکہ اُس طرح لکڑی مونیوں نے اہل ڈیلفی سے سندے کر وہاں کے برعکس بھڑپے
 کی پیشانی پر کتہہ کر دیا تھا کہ اپنا کوکام نہر (یا امتحانہ کرنے) کا مشرفِ اولیت اسپارٹہ کو
 حاصل ہے اسی طرح فارقلیس نے فوشیہ والوں سے اسی قسم کی سند ایٹھنے کے لیے حاصل کر کے
 اسی برنجی مورت کے دہنے پلو پر کندہ کرادی پڑ

اس کی اس حکمت علی کی، کہ اتھنز کی کوششوں کو خاص یونان ہی میں محدود کر دیا
 رکھنا دانا ہی ہے، واقعات مابعد نے بہت جلد تصدیق کر دی۔ سب سے اول یوتیبہ نے
 بغاوت کی اور جب دہان فوجیں بھی گئیں تو یکایک خبر پھونچی کہ خود مگارا والے ان کے
 دشمن ہو گئے ہیں۔ اور اسپارٹہ کی فوجیں بھی شاہ پس توڑ *Phistoanax* کی
 سرداری میں اٹھی تاکہ اتھنز کا خاص فوجی علاقہ کی سرحد تک بڑھ آئے ہیں۔ یہ سنتے ہی۔
 فارقیس یوتیبہ سے لوٹا کہ پہلے اپنے گھر کی خبر لے مگر دشمن کی کثرت تعداد اور شہر کو جاننازی کی
 وجہ سے اس نے آتے ہی لڑائی شروع کر دیے کی جرات نہ کی۔ بلکہ یہ معلوم کر کے کہ پس توڑ
 بالکل نوعمر شخص ہے اور زیادہ تر کلین دریدش *Cleandrideo* کے کہنے پر چلتا ہے
 (جسے اسپارٹہ کے افروڈیٹ نے ہی اس کا اتالیق اور مشیر بنا کے بھیجا تھا) فارقیس نے خفیہ طور پر
 شخص آخر الذکر کی دیانت آزمائی اور تھوڑے ہی دن کے بعد دوبارہ دیکھ لیا۔ اور پوچھی
 فوجیں اتنی کہاں سے بٹالیا جانے پر رضامند کر لیا، جب اس خفیہ قرارداد کے بموجب ساری فوج
 واپس ہو گئی اور اپنے اپنے شہروں کو سپاہی چل دیے تو س دیونیون کو اس قدر غصہ آیا
 کہ انھوں نے اپنے بادشاہ پر زکر کثیر جو مانا گیا جسے ادا نہ کر سکنے کے باعث اس غریب کو مجبوراً وطن
 چھوڑنا پڑا۔ لیکن کلین دریدش جھپکے سے پہلے ہی نکل گیا اور اپنی عدم موجودگی ہی میں سزا سے
 موت کا مستوجب ٹھہرایا گیا، جالیئس جس نے صقلیہ میں اتھنز یون کو مغلوب کیا تھا اسی شخص کا
 بیٹا ہے۔ اور معلوم ہوتا ہے لالچی کا مرض اس کو بھی اپنے باپ سے ورثے میں بھونچا تھا کیونکہ بعد
 میں اس کی خیانت اور تغلب بھی پکڑا گیا اور اسپارٹہ سے جلا وطنی کی سزا تجویز ہوئی، لیکن اس
 واقعے کی تفصیل ہم نے لای سنڈر *Synder* کے حال میں جو فی درج کر دی ہے،
 اس ہم کے مصارف کا جس وقت فارقیس حساب دینے کھڑا ہوا تو اس نے دس ٹلینٹ
 وقتی ضرورتوں کی مدین شمار کیے اور لوگوں نے اس کی شرح کر کے بغیر یہ راز جو ان کا توں رہنے
 لے *Alpharao* اتھنز کے آکون کی طرح اسپارٹہ میں جو ہر سال حکم کی طرح منقب ہوتے تھے ان کا نام افروقتام

اور اس سے رقم مذکور کا کوئی محاسبہ نہ کیا، اور بعض مورخوں کا جن میں ٹاؤفرسٹس فلسفی بھی شامل ہے بیان ہے کہ فی الواقع فارقلیس ہر سال دس ٹیلنٹ اسپارٹ بھیج کر تاجا جو لڑائی ملتوی رکھنے کے صلے میں حاکمان وقت کو پیشکش کے بطور بھیج دے جلتے، لیکن قیمت اسن واماں کی نہ تھی بلکہ مہلت کی تھی، کہ وہ اطمینان سے آئندہ جنگ کی تیاریاں اور کیل کلنٹ سے اچھی طرح اپنی فوج کو لیس کر لے؛

اس کے تھوڑی ہی مدت بعد فارقلیس یاغیوں کی سرکوبی پر متوجہ ہوا اور جزیرہ یونانیہ میں پانچ ہزار فوج اتار کر وہاں کی تمام بستیوں کو تخریب کر لیا۔ ان میں سب سے مالدار اور نامدار شل سیدی *Chalcidian* قوم کے لوگ تھے، سپو بوٹی، یعنی اسپ پرور، بھی ان میں سے تھے، فارقلیس نے ان سب کو یونانیہ سے نکلوا دیا اور وہاں کے فلاخین سے ساری زمینیں چھین کر انھیں کے آباد کاروں کے حوالے کر دیں، یہ درشت اور عبرت ناک سلوک اس نے اس لیے اُن کے ساتھ روا رکھا کہ انھوں نے ایک اٹھکانی جہاز کو گرفتار کر کے اس کے تمام جہازوں کو قتل کر دیا تھا؛

اس کے بعد اسپارٹہ سے تیس سالہ صلح کا معاہدہ کر کے اس نے اجازت عام کے ساتھ ساموس پر فوج کشی کا حکم دیا اس بنیاد پر کہ حبشائین طیشیہ والوں سے لڑنے پر روکا گیا تو وہ باز نہ آئے تھے، چونکہ عام طور پر خیال کیا جاتا ہے کہ یہ کارروائیاں جزیرہ ساموس کے خلاف محض اس پیشیہ *صافہ صافہ* کو خوش کرنے کے واسطے اس نے کی تھیں اس لیے مناسب ہے کہ ہم اس عورت کے حالات پر نظر ڈالیں اور دیکھیں کہ وہ کون سی قوت جذب اور کون ایسا کمال اس میں تھا کہ جس کی بدولت وہ بڑے بڑے مدبرین کو آبائی اپنے پھندے میں پھانس لیتی تھی اور جس کی وجہ سے سب فلسفی اور حکما اس کا بار بار ذکر کرتے ہیں اور یہ ذکر کچھ اس کی بڑائی سے یا مذمت میں بھی نہیں ہوتا، بلکہ تعریف کے ساتھ؛

یہ مسئلہ ہے کہ وہ پیدائش طیشی اور کسی *Deiocenes* کی بیٹی ہے اس کے

بڑے بڑے آدمیوں پر اثر ڈالنے کے بارے میں کہتے ہیں کہ یہ مغربیہ کی ریس تھی جو پُرانے زمانے کی ڈیرہ دار رنڈی تھی اور حسن و دلبری کے ساتھ نہایت عقیل و لائق بھی تھی اس کے بہت سے ذمی و جاہت اور صاحبانِ اقتدار یونانی دل دادہ تھے جنہیں اُس نے محض اپنی حسنِ سہمی سے ایرانیوں کا طرفدار بنالیا تھا اور انہیں کے توسط سے کئی شہروں میں جتنے بندی کرادی تھی؛

اس پیشیہ پر فارقلیس کی شیفتگی، کہتے ہیں، طوائفِ مذکور کی سیاسی قابلیت اور ہوشِ مندی کے سبب تھی۔ اور خود حکیم سقراطیس اپنے بعض دوستوں سمیت اسکے ہاں کبھی کبھی جایا کرتا تھا۔ بلکہ جن کی زیادہ آمد رفت اس کے پاس تھی وہ اپنی گھر والیوں تک اس کی باتیں سنوانے لجاتے تھے؛ لیکن اس پیشیہ کا پیشہ کسی طرحِ سخن نہیں کہا جاسکتا۔ کیونکہ اُس کا گھر جانِ رنڈیوں کا ڈاکھا؛

اس کی شہر *Aschime* نے لکھا ہے کہ فارقلیس کی موت کے بعد اس پیشیہ کا تعلق ایک بد اطوار اور کم ذات شخص لای سکس سے ہو گیا تھا جو مویشی کی تجارت کرتا تھا مگر محض طوائفِ مذکور کے رسوم کی بدولت ایٹنز کا ایک بڑا آدمی گنا جانے لگا تھا؛ افلاطون کی کتابِ منکبہ میں *renocennus* میں اگرچہ اُس کا ذکر کسی قدر ستخر کے پیرائے میں آیا ہے تاہم یہ امر تاریخی اور بالکل درست معلوم ہوتا ہے کہ اس پیشیہ کا گھر فنِ خطابت کی تعلیم کے لیے مشہور تھا۔ یعنی جو لوگ مقرر بننا چاہتے وہ اس کے ہاں زیادہ استفادہ ضرور جاتے تھے؛ لیکن فارقلیس کا اس کی جانب رجحان غالباً جذبہ محبت کا ظہور تھا؛ واضح رہے کہ فارقلیس کی شادی اپنے ہی گھرانے میں ہوئی تھی اور اُس کی بیوی پہلے مہونی جس کی زوجہ تھی جس سے اس کے ایک بیٹا کیلاش المعروف بہ ”سمبول“ *Challias the Rich* ہوا تھا نیز فارقلیس سے بھی اس کے دو لڑکے *Zanthiphus* و *Paralus* اور فرانس نامی تھے؛ مگر بعد میں میانِ بیوی کی آپس میں نہ بھی اور ایک جائزہ سکے تو فارقلیس نے اُس کی

حسب منشا اُس کو، دوسرے شخص سے بیاہ کر لینے کے لیے، چھوڑ دیا۔ اور خود اس پیشیہ کو رکھ کر اسی کا ہو گیا اور عمر بھر اس کا سچا عاشق رہا۔ روزانہ جب وہ مجلس عوام میں آتا اور پھر وہاں سے پلٹ کے واپس جاتا تو اس پیشیہ کو ضرور سلام کرتا، اور بوسہ دیتا تھا؛
 نالگونہ میں اس پیشیہ کے عربی نام امقل، دی نی را اور کمین کہیں جو تو
 زخا ہشات نشانی کی دیوی) آئے ہیں، کرائی نش اس قدر بڑھا کہ صاف صاف
 اس کو بے سوا کہتا ہے :-

”ناک دنیا دیکھ لے اوتار جو تو مائی کا

نکمہ دار سے برآمد ہوئی ہے وہ بے سوا

جس کو چھو کے بھی نہ کھلی ہو کبھی شرم دجیا !“

معلوم ہوتا ہے کہ فارقلیس سے اس کا ایک بیٹا بھی تھا۔ یونانیس اپنے نالگ ڈی میں
 فارقلیس سے اس کی خیر و عافیت کا استفسار کرتا ہے اور جواب میں مردنی دس سے کہتا ہے کہ:

وہ ہمارا بیٹا، ہاں وہ زندہ ہے - اور

اب تو بڑا ہو کے پورا آدمی بنے بھی اسے

مدت ہوئی - پر اس میں شبہ نہیں کہ

زندگی (اس کی ماں) نے اسے خراب کیا !“

کہتے ہیں اس پیشیہ اس قدر مشہور ہو گئی تھی کہ کایروس نے جو ایران کی سلطنت کے
 لیے آرتازر کسیر سے ملا تھا، اپنی سب سے زیادہ چاہتی حرم کو جسے پہلے ملطو کہتے تھے اس پیشیہ
 کا نام دیا خطاب دیا تھا۔ یہ عورت فوشین قوم کی تھی اور اس کے باپ کا نام ہرموئیس تھا
 جب کایروس لائٹی میں مارا گیا تو ملطو آرتازر کسیر کے دربار میں آئی اور وہاں بھی بڑا اثر پیدا کیا۔
 یہ باتیں اس تحریر کے لکھنے وقت میرے دھیان میں آئیں اور طبیعت کے خلاف تھا کہ
 انہیں بے ذکر کیے میں چھوڑ دیتا؛

فارقلیس پر سب سے سخت الزام ہی لگایا گیا تھا کہ اس نے ملیشیہ کی طرف داری اور
محض اس پیشیہ کے کہنے سننے سے مجلس ملی بین ساموس کے خلاف اشتہار جنگ کی تحریک
کی ہے، کیونکہ یہ دونوں ریاستیں پرین کے قبضے کے لیے آپس میں لڑ رہی تھیں اور ساموس
نے اپنے حریفوں کو دبا لینے کے بعد لڑائی روکنے اور ایجنز کو حکم بنا کر باہمی فیصلہ کر لینے سے
انکار کر دیا تھا، اب فارقلیس نے جنگی بیڑا تیار کر کے ساموس پر چڑھائی کی۔ وہاں کی حکومت
خواص کو الٹ دیا۔ اور شہر کے پچاس ذی وجاہت آدمیوں کو ان کے اتنے ہی بچوں سمیت
بطور یرغمال پکڑ کر لناس ~~سموس~~ بھجوا دیا۔ اگرچہ سنا ہے فی کس اُسے ایک ٹیلنٹ
رہائی کے معاد ضعیف پیش کیا گیا تھا اور بہت سے تحفے خالصتاً ان لوگوں نے بھی دینے
چاہے تھے جو مشروطی حکومت کا قیام ناپسند کرتے تھے۔ مزید برآں پشوتن *Pisuthnes*
ایرانی نے جو دارا سے عجم کا نائب سالار تھا اور اہل ساموس سے کوئی خاص وجہ ہمدردی رکھتا
فارقلیس پاس دس ہزار اشرفیان، شہر کو معاف کر دینے کے واسطے حلقہ بھیجی تھیں۔ مگر اُس
انہیں سے کوئی شے بھی قبول نہ کی اور جو طریق عمل خود ساموسین کے لیے مناسب سمجھا تھا
اُسی پر عمل کیا اور وہاں مشروطہ حکومت قائم کر کے ایجنز لوٹ آیا۔
لیکن اس کے تھوڑے ہی عرصے بعد انہوں نے بغاوت کا جھنڈا بلند کیا۔ پشوتن پہلے سے
ان کے یرغمال اُڑا لایا تھا اور اسی نے جنگی ساز و سامان بھی ان کو مہیا کر دیا کہ اس پر فارقلیس کو
بیرٹالے کے پھونچا لیکن اس مرتبہ اس نے انہیں کاہل اور سست نہ پایا بلکہ دیکھا کہ وہ خود ہمدردی
تفوق حاصل کرنے کے لیے قسمت آزمائی پر اڑے ہوئے ہیں، لڑائی جزیرہ ٹریکیا *Tragica*
کے قریب شروع ہوئی اور تھوڑی دیر کی تیز رفتاری سے بعد فارقلیس نے فتح کامل حاصل کی۔
اس میں اُس نے اپنے چوہاٹیں جہازوں سے دشمن کے شہر جازون کو بھگا دیا جنہیں سے سین
سپاہیوں سے معمور تھے۔
اس فتح اور تعاقب کے ساتھ ہی ساتھ اُس نے ساموس کی بندرگاہ پر قبضہ کر کے شہر کو

بھی گھیر لیا مگر اس محاصرے کے باوجود شہر والے قلعہ بند ہو کے لڑتے رہے اور باہر چل کھل کے
 چھاپے مارنے کی مہمت بھی کر گزرتے تھے، لیکن جب ایجنٹز سے ایک اور جنگی بیڑا پہلے سے زیادہ
 بڑا آن پھونچا اور ساموسی ہر جانب سے ایک تنگ دائرے میں محصور کر لیے گئے تو خار طیس
 ساٹھ جہازوں کو لیکر آگے سمندر میں بڑھ گیا۔ اس کی غرض کثیر مصنفین کے حسب روایت یہ تھی
 کہ فونیقی جہازوں کا جو ساموس کی مدد کو آرہے تھے، آگازوک نے اور جزیرہ مذکور سے زیادہ
 سے زیادہ فاصلے پر لڑائی ڈالے۔ لیکن ٹیم بروٹس کا بیان ہے کہ وہ ان جہازوں سے جزیرہ
 قیرس پر چڑھائی کرنے چلا تھا۔ سویر روایت کچھ زیادہ قرین قیاس نہیں نظر آتی، بہر کیف اسکی
 جو کچھ بھی غرض تھی، سخت پر خطا تھی۔ کیونکہ اس کے جانے ہی شا جانتس *Shajants*
 کے بیٹے مالی صوس *Malisus* فلسطی نے جو اس وقت ساموس کا سپہ سالار تھا، دشمن
 کے کم ہو جانے کی وجہ سے یا حریف جرنیلوں کی ناخبرہ کاری سے مدد پنے ساتھیوں کو مدد
 کرنے پر ابھارا۔ اور جب لڑائی میں ساموسیوں کو خاطر خواہ کامیابی ہوئی اور محاصرین کی معمولی
 تعداد قید کرنے کے علاوہ دشمن کے کئی جہاز بھی انھوں نے بیکار کر دیے تو وہ سمندر کے مالک
 ہو گئے اور اپنی بندرگاہ سے تمام سامان یا محتاج جو پہلے ان پاس نہ تھا شہر میں لے آئے، راستہ
 کا بیان ہے کہ ایک بحری لڑائی میں اس سے پہلے بھی یہی مالی صوس، خار طیس کو نیچا دکھا چکا تھا
 اب ساموسیوں نے پھیلے اہانتوں کا ایجنٹزی ایسوں سے بدلاؤ اٹا دیا۔ اور انکی پیشانیوں
 پر لڑائی کی شکل گڑوائی۔ کیونکہ ایجنٹزی بھی ان کے قیدیوں کے ماتھوں پر سامنا کی تصویر بنوا چکے
 تھے۔ سامونا ایک اند سے بہت چوڑی کشتی ہوتی ہے جس کا سامنے کا رخ دھندلے دھندلے چوٹی
 ناک والے کے مانند، مبد نامعلوم ہوتا ہے۔ لیکن فراخی اور وسعت کے باعث اس میں سامان
 بھی زیادہ آسکتا ہے اور چلتی بھی خوب ہے۔ اس کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ سب سے پہلے اس قسم کی
 کشتی یونانی کرکٹس جابر کے حکم سے بنی اور ساموس ہی میں نظر آئی تھی،
 کہتے ہیں ذیل کے مصرعے میں ارسطو قانس نے ساموسیوں کے اسی نشان کی طرف

اشارہ کیا ہے :-

”کیا کہنے ساموس والوں کے، اے وہ تو لوگ ہیں لکھے پڑے!“

اسی فوج کے انہزام کی خبر سچے ہی فانطیس بسرعت تمام مدد کے لیے لوٹا اور والی صوں کو جو اس کے مقابلے پر آیا تھا شکست دیکر دشمن کو شہر میں بھگا دیا۔ اس کے بعد اس نے ارادہ کیا کہ نین ایک چار دیواری میں بالکل گھونٹ دے تاکہ اپنے ہم وطنوں کی جان جو کھن میں ڈالنے کے بجائے زیادہ وقت اور روپیہ صرف کر کے شہر سخر کر کے ملا جھڑیوں کو قابو میں رکھنا بھی محال تھا۔ وہ اس تاخیر سے بہت جربز ہو رہے تھے اور مرنے مارنے پر گمراہ تھے پس فانطیس نے ساری فوج کو آٹھ حصوں میں تقسیم کیا اور مٹر کے بیجوں سے فوج اندازی کی کہ جس کے نام سفید دانہ نخل آئے اس دن وہ حصہ تو آرام لے اور ڈیر دن میں بیٹھا کھائے یہ باقی سات حصے لڑائی لڑیں اور سنا ہے یہی وجہ ہے کہ اب تک جب لوگ خوش ہوتے ہیں تو اپنے روز ویش کو سفید دانہ کے نام سے تعبیر کرتے ہیں۔ یہ استعارہ اسی سفید مٹر کے دانے سے ان میں رائج ہوا ہے۔

افونس *Perikhoros* مورخ راوی ہے کہ اس محاصرے میں فانطیس نے گھولہ اندازی کی کلین بھی استعمال کرائی تھیں۔ وہ اس تعجب انگیز ایجاد کا بہت دلدادہ تھا اور اس نے انہیں خاص طور پر ارتقن انجینیر سے تیار کرایا تھا۔ اور یہ شخص لنگڑا ہونے کی وجہ سے ڈولی میں بیٹھا آیا کرتا تھا۔ تاکہ اپنی موجودگی اور لنگڑائی میں کلون کی تکمیل کرے۔ اور اسی کے باعث اس کا عرف پے ری فورٹس *Perikhoros* پڑ گیا تھا۔

مگر ہراکلید پونٹیکس *Herichide Ponticus* نے اس بیان کو ایک رین شاعر کی ننگوں سے غلط ثابت کیا ہے جن میں ساموس کی لڑائی وغیرہ ان تمام واقعات سے کئی نسل پہلے اس ارتقن پیری فورٹس کا ذکر آیا ہے کہ وہ ایک آرام طلب اور اس طرح کا شیشہ باشہ آدمی تھا کہ حوادث کے خوف سے قدم گھر کے باہر نہ نکالتا تھا اور نہ ہی دندو کو پیل کی ڈھال اس کے سر پر

لے کھڑے رہتے تھے کہ مین اوپر سے کوئی شے نہ آن پڑے یہ شخص اگر باہر جانے پر بھی بالکل ہی مجبور ہو جاتا تو آپ کے برآمدہ ہونے کی یہ قطع ہوتی کہ ایک چھوٹے سے بچہ نے مین کو ڈنڈا ڈولی کر کے لے چلتے تاکہ زمین سے بالکل ملوان ملوان سواری جاسکے — اور اسی باعث اس کا نام پیری فورٹس پڑ گیا تھا۔

نوبن مینے جب ساموسیون نے ہتیار ڈال دیے اور شہر حوالے کر دیا تو فارقلیس نے انکی تفصیل زمین کے برابر کرادی اور سارے جہاز چھین کر رقم کثیر کا تادان اُن کے ذمے ڈالا۔ جس میں سے ایک حصہ تو انھوں نے اسی وقت ادا کر دیا اور باقی کو تھوڑے عرصے بعد دینے کا وعدہ کیا۔ اس کی کفالت میں انھوں نے اپنے آدمی اول میں دسے نو دوسرے ضمیمہ کے ساموسی نے ان واقعات کو غم انجام نامک کی صورت میں لکھا ہے اور اس میں فارقلیس اور ایٹنز یون کے بہت سے مظالم کا بیان غالباً مبالغے کے ساتھ کیا ہے کیونکہ ان کا ذکر نہ طوسی دیدیش نے کیا ہے نہ اورس نے نہ ارسطو نے۔ مثلاً وہ بتاتا ہے کہ فارقلیس نے کس کس طرح جہازی سپاہیوں اور کپتانوں پر ظلم کرے اور کس طرح شہر ملطہ تک انھیں جہاد پر دس روز کا مکمل بندھوا ہوئے لایا اور وہاں میں چمک میں جبکہ یہ لوگ پہلے ہی آدھ مٹے ہوئے چکے تھے اُس نے حکم دیا کہ ڈنڈے مار مار کر ان کا مغز پاش پاش کر دیا جائے اور ان کی لاشوں کو بے کفن دفن گلی کو چوں اور کھیتوں میں پھینکوا دیا جائے۔

لیکن دوسرے، جن افسانوں میں اس کے ذاتی تعصبات کو دخل نہیں ہوتا ان میں بھی صدا کا ہمیشہ پابند نہیں ہے اور اپنے ملکی مصائب پر لکھتے وقت تو گمان غالب ہے کہ ایٹنز یون کی مذمت میں اس نے غلو کیا ہو۔

ادھر فارقلیس جب ساموس کی تسخیر کے بعد وطن کو لوٹا تو سب سے اول اُس نے مقتولین جنگ کی عورت اُبرو کے ساتھ تجرنگین کا بندوبست کیا اور اس موقع پر حسب دستور ایک نامی خطبہ کہا جس پر اس کی بہت تعریفیں ہوئیں۔ اور خطبے گاہ سے نیچے اترتا تو غورتوں کی ایک جماعت

اس کے پاس آئی اور اس کو اس پر اثر تقریر پر آہستہ کیا اور اس کا ہاتھ تمام کر اس طرح ہلاؤ جو اہرات پس کے گلے میں ڈالے جس طرح کھیلون میں جیتنے والوں کے ڈالے جاتے ہیں، مگر افیٹس آگے بڑھ کے کہنے لگی "فارتیس! بس تمہارے یہی کارنامے ہیں جن کی وجہ سے تم پھولوں کے تاج کے مستحق ہو۔ گو تمہاری بدولت ہمارے بے شمار اہل وطن تلف ہو اور وہ بھی جنبشیدہ یا ایران والوں کے مقابلے میں اس طرح نہیں جس طرح میرے بجائی سائین نے کٹائے تھے بلکہ محض ایک حلیف اور ہم قوم شہر کے اتصال کے لیے!" یہ طعنہ سن کے وہ مسکراتے لگا اور سنا ہے اس کے جواب میں صرف ایک مصرعہ پڑھا جس کا مطلب اردو میں اس مثل سے بالکل مماثل ہے کہ "بڑے منہ مٹا سے۔ بڑھیا چلی تماشے"

حیوت کا یہ کہ ساموسیوں کی تحفہ پر فارتیس کو بڑا ناز تھا اور وہ اس کا رونا کو اپنی عظمت کی دلیل سمجھتا تھا کہ افایمن کو ایک غیر مذہب شہر کی فتح میں دس سال کا عرصہ لگا تھا حالانکہ اس نے صرف نو بیسے میں آئی اونہ کا سب سے قوی اور بڑا شہر مغلو کے لیا اور اگر طوسی دیدش کا کناجیج ہے کہ ساموسی قوت اس درجے بڑھ گئی تھی کہ اس کے اتھتر کونچا دکھانے میں اور ساری بحری مقبوضات پر خود متصرف ہو جانے میں تھوڑی ہی کسر باقی رہ گئی تھی، تو بے شبہ فارتیس کی نازش نازیبا نہیں تھی۔

اس قبضے کے ختم ہوتے ہی جنگ پونیشیہ پر سے زور کے ساتھ چھڑ گئی، اور کونترتھ والوں نے کرکاریہ *Coveyna* پر حملہ کیا تو اس نے لوگوں کو صلاح دی کہ آخر الذکر شہر کو مدد دیں اور چونکہ پونیشیہ والوں سے لڑائی چھڑنے میں کوئی شباب باقی نہیں رہا ہے اس لیے وہاں کے ایک جزیرے پر قبضہ کر لیں جو بحری لڑائی میں نہایت کارآمد ثابت ہو گا، لوگوں نے اس رائے کو اور مدد بھیجی کی تحریک کو بخوشی منظور کر لیا تب فارتیس نے سائین کے بیٹے لس ٹوی مونیس *Racedaemonius* کو ذلیل کرنے کے واسطے صرف دس جہاز

Alameneon کے نام سے کافاج سے ہونے اپنی نظروں سے حیات جاوداں بخشی ہے۔ م۔

دیکر اس ہم پر روانہ کیا۔ بات یہ ہے کہ سامن کے خاندان اور اہل اسپارٹہ میں ابھی تک دوستانہ
 روابط قائم تھے لہذا اس خیال سے کہ اگر لس ڈی مونیس ان کے خلاف کوئی کارنمایان
 نہ کر سکا تو اس پر شبہات اور اسپارٹہ کی دوستداری کا الزام لگانے میں زیادہ آسانی ہوگی،
 اس نے یقیناً تعداد جادون کی اسے دی اور مرضی کے خلاف زبردستی بھیجا۔ اس میں شک
 نہیں کہ اسے سامن کے بیٹوں سے کچھ کہ ضرور تھی۔ ملکی کاروبار میں ان کے زیادہ عروج
 پا جانے میں وہ سزاوارہ ہوتا تھا اور کہا کرتا تھا کہ خود ان کے ناموں سے شرح ہوتا ہے کہ وہ
 ایٹنز کے نہیں نہ جاتے ہیں کہ یہاں کے کلائین چنانچہ ایک تو لس ڈی مونیس ہے دوسرا
 (ہتلی کے نام پر) *Thessalos* ہے تیسرا *ایوس صفناج*۔ اس کے
 علاوہ ان کی ماں بھی اریکڈیا کی عورت سمجھی جاتی تھی، مگر جب لوگوں میں ان دس کشتیوں
 کی وجہ سے برائیاں ہونے لگیں کہ اس مختصر جمعیت سے مدد کا جو مقصد ہے وہ تو پورا ہو گا نہیں
 البتہ کہنے والوں کو ایٹنز کی زیادتی جانے کا موقع ضرور مل جائیگا، تب فارغلیس نے ایک
 بڑی فوج کر کا یہ بھیجی مگر یہ اس وقت بھونچی کہ لڑائی ختم ہو چکی تھی، اب کورنتھ والوں نے
 جو اس حرکت پر سخت بیچ و تاب کھا رہے تھے اسپارٹہ میں علانیہ ایٹنز کی شکایتیں کرنی شروع
 کیں اس وقت مکلااے بھی ان کے ہم آہنگ ہو گئے کہ ہمیں تمام حقوق امن اور معاہدوں
 کے خلاف جن کے سب یونانی متفقہ قول و قسم کے ساتھ باندھیں، کسی منڈی یا لنگر گاہ میں
 جان ایٹنز کی حکومت ہے، گھٹنا نہیں ملتا بلکہ نکال دیے جاتے ہیں،
 ایٹنا والوں *مستامین* نے بھی اس موقع پر ایٹنز کی بدسلوکی اور ناگوار زیادتیوں
 کا ذکر کر دیا اور اگرچہ علانیہ کہنے کی جرات نہ کر سکے تاہم خفیہ طور پر لس ڈی مونیس کے پاس
 التجا لائے کہ ہمیں اس ظلم سے مخلصی دلاؤ،
 اسی اثنا میں قصبہ پوائیڈیہ *Polidaea* نے جو پہلے کورنتھ کی نوآبادی اور
 اب ایٹنز کے مقبوضات میں شامل تھا، بغاوت کی اور اس کا باضابطہ محاصرہ شروع ہو گیا

اور یہ جنگ کو تیزی سے قریب لانے کا ایک سبب تازہ ہو گیا۔
 باوجود ان سب باتوں کے بھی لڑائی کا رُک جانا ممکن تھا۔ ایخمنزیوں اور شاہ اسپاٹ
 ارش داموس کے پاس جو سفارتیں اس غرض سے آئی تھیں کہ وہ جی شکایتوں کا اسناد
 باہمی رضامندی سے کر لیا جائے، وہ یقیناً کامیاب ہو جاتیں اگر ایخمنز اہل مکار سے صلح
 صفائی پر اور معاذانہ طرز عمل چھوڑ دینے پر آمادہ ہو جاتا۔ مگر یہی وقت مٹی جو حل نہ ہوئی اور
 چونکہ فارقلیس ہی وہ شخص تھا جو مکاریوں کی دشمنی پر اڑا رہا اور لوگوں کو ان کے خلاف پیش
 دلاتا رہا اس لیے لڑائی کا اصلی سبب وہی سمجھا جاتا تھا۔

کتنے ہیں کہ اسی صلح کی غرض سے اہل اسپارٹہ نے ایلچی بھی ایخمنز کو بھیجے تھے اور یہ لوگ
 جب وہاں پہنچے تو فارقلیس لوگوں کو یہ قانون منظور کرنے پر آمادہ کر رہا تھا کہ جن تختوں پر
 احکام سلطنت مشترک کیے جاتے ہیں ان کا ہٹا دینا یا اپنی جگہ سے اُڑوا لینا خلاف قانون تصور
 ہو۔ یہ سن کر ایلچیوں میں سے ایک شخص پولی الل جس نے کہا "صحیح ہے انھیں اپنی جگہ سے نہ
 اُٹارو مگر آٹ تو دو! میرا گمان ہے کہ یہ فعل قانوناً ممنوع نہیں؟" اور اگرچہ اس موزوں پیرایے
 میں اس نے ایخمنز کو لڑائی سے روکنا چاہا تھا مگر فارقلیس پر اس کا کوئی اثر نہ ہوا اور وہ مکارا
 کی دشمنی پر اسی طرح اڑا رہا۔ ممکن ہے اس کی وجہ کوئی ذاتی کاوش ہو لیکن طلی الاعلان جو کچھ
 کارروائی اُس نے کی وہ کسی طرح ناوہج نہ تھی۔ اس نے مکارا والوں پر الزام لگایا کہ انھوں نے
 اپنی سرحد سے آگے دھت شدہ زمین پر ناجائز تصرف کر لیا ہے اور تحریک کی کہ اس کی باز پرس
 کے لیے ان کے پاس ایک یقیب بھیجا جائے جو مکارا سے ہوتا ہوا اس دبی مونیوں کے ہاں
 جلسے کا ظاہر ہے کہ یہ طریق عمل بالکل انصافانہ اور دوستانہ تھا۔ مگر جب یقیب مسٹی
 ان ٹھوکرے لٹس جو مکارا بھیجا گیا تھا ماریا اور لوگوں کو پچاس شبہ ہوا کہ مکاریوں نے اس کا کام تمام
 کر لیا ہے اُس وقت شاری لاس سنسنی مضمحل نے ان کے خلاف تحریک پیش کی کہ
 اب سے وطن سلطنتوں میں ایک عداوت دائمی قائم ہو جانی چاہیے اور جو کوئی مکاری اٹھکا

کی سرحد میں قدم رکھے اُسے منزاع قتل دیجئے اور تمام سپہ سالار معمولی حلف اٹھانے کے علاوہ قسم کھائیں کہ وہ سال میں دو مرتبہ مگلا کے علاقے میں تاخت کریں گے! نیز ان غمو کو تقریبی دروازے کے پاس فن کیا جائے جواب دہ قتل ہمارے یاد ہو اور وارہ کہلاتا ہے؟
اُدھر مگاری ان غمو کے قتل سے قطعی انکاری تھی۔ وہ سال الزام فارقلیس اور اپنی
کے سرحد میں تھے اور اس کی وجہ عداوت کی صراحت میں اگر فی انز کی یہ مشہور میتیں
سند لاتے :-

”ہمارے چند مست چھوکرے مگلا کو دوڑ گئے

اور وہاں سے ان کی رزڈی سمیتا کو اڑا لائے

اس کارروائی کا مگاریوں نے یہ دندان شکن جواب دیا

کہ اس پشیم کے گھر آ کے دو (نوجوان) کو اڑا لینگے؟

اس جھگڑے کا اصلی سبب معلوم کرنا آسان نہیں البتہ یہ الزام سب فارقلیس کو دیتے ہیں
کہ اسی نے ستاری ٹولس کی سخت تحریک منظور کر لینے پر لوگوں کو اُجھالایا، صلح کی سفارتوں کو جواب
صاف دینے کی وجہ بعض تو یہ بیان کرتے ہیں کہ فارقلیس نے اسے ہتھڑ کی عورت کے منافی
سمجھا کہ ایلیمین کے مطالبات تسلیم کر لے اور کوئی ایسا موقع حریفوں کو دے جسے وہ ہتھڑ
کی کمزوری کا اظہار سمجھیں؟ دوسرا قول یہ ہے کہ اس انکار کا سبب صرف اس کی نخوت تھی۔
وہ جھگڑا مول لے کے اپنی قوت دکھانی چاہتا تھا لہذا اس ڈی جونیون کی تحقیر کا یہ موقع اس نے
ہاتھ سے نہ جانے دیا؟

مگر ان سب میں بدترین سبب کاوش، جس کی گواہیاں بہت زیادہ ہیں، حسب ذیل ہے۔
منرو کا مجتہ تیار کرنے کا کام جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے، فی دیاس بُت ساز کو دیکھا
تھا۔ یہ شخص فارقلیس کا بہت عزیز دوست تھا اور کسی وجہ سے بہنوں کا محمود تھا جو عداوت
اور حسد سے طرح طرح کے اہتمام لگا کے اسے بدنام کرتے تھے؟ انھیں حاسدوں نے ایک مرتبہ

فی دیاس کے شریک کار، من، کو گانٹھ کر اس سے علانیہ عرضی دلا دی کہ میں نے فی دیاس کا غبن اور سرکاری مال میں نصرت بجا پکڑا ہے۔ اس شرارت سے دشمنوں کا مطلب یہ جانچنا تھا کہ اگر کسی موقع پر خود فارقلیس پر نالاش کی جائے تو عوام الناس اس کو کس نظر سے دیکھیں گے۔ بہر حال جب من بازار میں حسب دستور آکے فریادی ہوا اور لوگوں نے اُسے جو کچھ کہنا تھا کہنے کی اجازت دی اور مقدمہ باضابطہ مجلس ملکی میں چلایا گیا تو کوئی چوری یا خیانت ملزم پر ثابت نہ ہو سکی۔ دراصل فارقلیس کی صلاح کے بموجب فی دیاس نے ابتدا سے جو ہونا مورت پر بندھا یا استعمال کیا تھا اس میں یہ احتیاط کی تھی کہ جب ضرورت ہو اس کو جنبہ اُتار کر تولا جاسکے۔ لیکن اب دعوے دائر ہونے پر فارقلیس نے مخالفین کو اجازت نہ دی کہ اس کو اُتار کے وزن کر لیں، اس میں شک نہیں کہ وہ ساری مخالفت محض حسد سے تھی۔ خصوصاً اس کی صنایع میں سب سے زیادہ جس شے کا جلا یا تھا وہ ایک بے نظیر تصویر تھی جس میں (امی زان) جنگی عورتیں دیوی کی ڈھال کے واسطے لڑائی دکھائی گئی تھیں اور اس میں فی دیاس نے اپنی شبیہ بھی اُتار دی تھی اس طور پر کہ ایک پتھر یا تھون میں اُٹھائے وہ ایک صاف چنڈیا کا بُدھا معلوم ہوتا تھا۔ اور اسی میں فارقلیس کی بہت نفیس تصویر ایک عورت سے لڑائی ہوئی بنائی تھی اس کا ہاتھ جس میں بھالا تھا چہرے کے آگے اس خوبی سے دکھایا تھا کہ کچھ حصہ شبیہ کا چھپ بھی جائے اور باقی صاف بھی نظر آتا رہے۔

اس کے بعد فی دیاس قید خانے میں ڈال دیا گیا اور وہیں بیمار ہو کے مر گیا۔ بعضوں کا بیان ہے کہ اسے فارقلیس کے دشمنوں نے زہر دیدیا تھا تاکہ لوگوں کو اسپر شبہات کا موقع ملے، من ممبر کو گلی کر کے www.dhyan.com کی شریک پر تمام سرکاری محصول و رسوم سے مستثنیٰ کر دیا گیا اور جرنیلوں کو ہدایت کر دی گئی کہ اس کی جان مال کی حفاظت کریں، اسی زمانے میں اس شبیہ بھی دفن، کے جرم میں پکڑ دی گئی، ہر شخص اس کا بانی مانی تھا اور یہ الزام بھی اس کے سر تھوپا تھا کہ وہ فارقلیس کے لیے شریفوں کی ہوبیٹیاں اپنے گھر میں بٹا بٹا کے رکھتی ہے۔

ساتھ ہی دیونیسس *Metak Mendak* نے تجویز پیش کی کہ ان لوگوں پر جو مذہب سے بے پروائی کرتے ہیں یا آسانی باتوں کے متعلق نئے نئے سسٹے سکھانے ہیں، علانیہ مقدمہ چلا جاوے۔ اس ترکیب سے اکنٹاغورث کے ساتھ وہ فارقلیس کو بھی لپیٹنا چاہتا تھا۔

آخر ان الزامات اور پے در پے شکایتوں کا لوگوں پر اثر ہوئے بغیر نہ رہا اور درمیکن ہیدس *Sracon Aidea* نے تحریک کی کہ فارقلیس سے تمام اخراجات کا محاسبہ کیا جاوے اور جج اگر وپلس کی قربان گاہ پر بیٹھ کر ان حسابات کا بھی امتحان کریں اور شرکاء بھی اس عرصے میں انتظام رکھیں، لیکن اس آخری حصے کو *agnon* کہنے لگے۔ انہوں نے حذت کر لیا اور تحریک کی کہ یہ الزامات خواہ انہیں چوری کہا جاوے یا رشوت ستانی یا غلبہ پذیر ہوا آدمی کی جوری (پچائیت) کے سامنے طے ہونے چاہئیں۔

اس کیس کتاب ہے کہ اس پیشیہ کو بچانے کے واسطے فارقلیس آکھوں میں آئیں بھولنا اور ایک ایک جوری کے رکن پاس بذات خود التجا کرنے گیا، لیکن اکنٹاغورث کو اس حق سے کہ خدا جانے اس کے ساتھ کیا سلوک ہو، اس نے شہر کے باہر بھجوا دیا، وہ سمجھ گیا کہ فی دیں کے معاملے میں اس نے غلطی کھائی اور لوگوں کو اپنے سے بظن کر دیا پس اب اس ڈر سے کہ خود اس پر مقدمہ نہ دائر کر دیا جاوے اس نے پونیشی جنگ کو بھڑکانا شروع کیا اور وہ جنگاریاں جو کلائی ہوئی تھیں اور اندر ہی اندر دھوان دے رہی تھیں اس کی بھونکوں سے یکبارگی فروزان ہو گئیں۔ مطلب یہ تھا کہ شہر جو تمام خطرات اور ہمت میں اس کی ذات خاص پر بھروسہ کرتا تھا اور اس کے اقتدار و شخصی نفوذ کی وجہ سے ہمیشہ اس کا سہارا لگتا تھا لڑائی کے طوفان میں تمام قوتیں و الزام بھول جاوے اور اس ہنگامے میں لوگوں کے تمام حاسد ان گئے شکوے بھی دبے بلے کی طرح کہتے ہیں یہ اسباب تھے جنہوں نے اسے مجبور کر دیا کہ ہتھیاروں سے اہل اسپارٹہ کی تباہی و بربادی کر دے۔ مگر اس قول کی صداقت متحقق نہیں ہے +

ادھر طوسی ویدیش کی حسب روایت لس ڈی مونیون نے اس وثوق پر کہ اگر وہ غلام کیا

تو ایجنز یون سے من امتی خریدین کرالین گے، ان کے پاس یہ پیغام بھیجا کہ فارقلیس کو نخیال کی طرف سے جو داغ گنگاری ورنہ ملا ہے وہ اس مدد دیتے ہوں کہ وہ دھو دین۔ (یعنی اسے نکال باہر کریں)؛ لیکن اس کا اثر بالکل توقع کے خلاف پڑا یعنی فارقلیس کو مشتبہ یا موجب نفرت بنانے کے بجائے ان کے پیغام نے اٹا اس کی عزت کو بڑھا دیا۔ اور یہ سمجھ کر کہ دشمنوں کی نظر میں سب سے زیادہ کم شکتا ہوا خادو ہی ہے لوگ اس کی اور زیادہ وقعت کرنے لگے۔ اسی طرح ارشی داسوس کے اٹلی کا پرچلا آور ہونے سے قبل اس نے اپنے ہم وطنوں سے کہہ دیا تھا کہ اگر شاہ مذکور نے اپنی تاخت و تاراج میں میری املاک اور جائیداد کو چھوڑ دیا اور خواہ کسی دوستی یا باہمی میل ملاپ کی وجہ سے یا اشتباہ پیدا کرنے کی غرض سے اس نے میری جاگیر کو نقصان پہنچانے سے ایکیا تو میں اپنی تمام زمین اور اس پر جو عمارتیں وغیرہ میں جمہور کے واسطے وقف کر دوں گا۔ اب اس ڈی مونیون نے اپنے حلیفوں سمیت ایجنز کی علاقے پر چڑھائی کی اور شاہ ارشی داسوس کی ماتحتی میں ایک لشکر کثیر کو تاکھوٹا اکارتی تک بڑھ آیا۔ یہاں انھوں نے نیمے ڈال دیے اور ایجنز یون کے میدان میں نکلنے کا انتظار کرنے لگے کیونکہ ان کے نزدیک یہ تہی تھا کہ اتنے قریب آجائے پڑا جنز دالے کبھی ان کا قیام گوارا نہ کریں گے اور اپنی عزت اور اپنے ملک کے واسطے مجبوراً لڑنے نکلین گے۔ مگر فارقلیس ساٹھ ہزار پونیشی اور بیوشی سپاہیوں کے مقابلے چڑھنا سخت محذو ش فعل جانتا تھا اور اس میں اسے خود ایجنز کے ہاتھ سے جاتے رہنے کا خطرہ نظر آتا تھا۔ پس اس نے جنگ کے آزد و مند دن کو بعضین صورت حالات بے چین کیے دیتی تھی، بیٹھی بیٹھی باتیں کہہ کے تھپکا اور کہنے لگا کہ دیکھو درخت کاٹ چھانٹ دیے جاتے ہیں تو تھوڑے عرصے میں پھر پھوٹ آنے میں گوارا نہ دے گا ایک دفعہ تلف ہو گیا تو اس کا معاوضہ ہونا آسان نہیں، مگر فارقلیس نے مجلس ملکی کا انعقاد بھی اس زمانے میں اسی ڈس سے کیا کہ کہیں لوگ اسے خلاف منشا کام کرنے پر مجبور نہ کر دیں۔ بلکہ ایک ہتھیار تباری یا جہاز ران کی طرح جو سمندر میں غلام اور طوفان کی آمادہ دیکھتے ہی پہلے اپنے انتظام کو دیکھتا ہے کہ ہر غصے درست اور

مضبوط بھی ہے یا نہیں اور پھر محض اپنی رائے پر جہاز کی سلامتی کی تدبیریں کرتا ہے اور خوف
یا سمندری سیار مسافروں کی گریہ و زاری کی مطلق پروا نہیں کرتا، اس نے سب سے اول شہر
اکا بند و بست کیا۔ دروازے بند کر کے تمام ضروری موقوفوں پر پہرہ چوکی قائم کر دیا اور سارے
کام محض اپنی قوت فیصلہ اور عقل کی مدد سے انجام دیے۔ اگرچہ دوستوں نے بہشت کہا اور
دشمنوں نے ضیعت کرنے کی دھمکیاں دیں اور بہت سے ہزل تو لیسوں نے چوہن لکھ لکھ کر
اس کی نامردی کے گیت بنائے اور دشمن کے ہاتھ میں اس طرح علاقہ رہنے دینے پر سخت اہانگ
اشعار لوگ گلی کوچوں میں پڑھتے پھرتے تھے لیکن اس نے ان ناراضگیوں اور مذمتوں پر ذرا بھی
خیال نہ کیا، اس کے حریف کلیان Cleon نے بھی لوگوں کی ناراضگی سے اس وقت فائدہ
اٹھایا اور جیسا کہ ہر نفس کی فطرت سے ظاہر ہوتا ہے، اس کی رسوائی کو اپنے حوج کا زینہ بنا یا۔
ہر نفس کہتا ہے :-

”باتوں ہی باتوں سے اے ساتر شاؤ کام کب تک لوگ تیغ و تیر کا ؟
”پر شکوہ ہیں ہم نے مانا وہ، مگر روح تیلِس کی ہے اینہیں مستر
”باوجود اس ساری بے پروائی کے ڈانت، ہم نے تم کو دیکھا، پیسے
”ہر دفعہ۔ جب تازہ چٹوائی ہوئی، دھار چھوٹی خنجر کلیان کی :-

لیکن فارقلِس نے ان حملوں کا خیال نہ کیا بلکہ غمخوشی اور صبر کے ساتھ اس اہانت آمیز
برتاؤ کو برداشت کرتا رہا اور نوجواں زون کا بیڑا بنانے کے پونیشیہ پر بھیجا۔ وہ اس ہم کے ہمراہ خود نہیں
گیا تاکہ گھر کا انتظام رکھے اور جب تک پونیشی فوجیں ڈیرے ڈٹے اے اٹھا کے واپس نہ ہو جائیں
اتھنز کے لوگوں کو بے قابو نہ ہونے دے، اس کے علاوہ لڑائی کا اثر حین پر زیادہ پڑا تھا انہیں

۱۰ Sadyr ایک یونانی دیوتا کا نام ہے جس کا آدھا جسم آدمی کا ہے آدھا کبوتر کا اور جو اپنی خواہش
نسانی کی زیادتی میں مشغول ہے۔ م۔

۱۱ Teles یہ غالباً کسی بھگوڑے اور ڈرپوک آدمی یا داتا کا نام ہے۔ م۔

اور مصیبت زدہ غربا کو سرکاری روپے سے اس نے امداد دلوائی اور اپنے مقبوضات کی ہمتی شہر
کر کے ان کی املاک میں بھی اضافہ کیا تاکہ لوگوں کو کچھ تو صبر اور چین آجائے۔ چنانچہ ایچی آنا کے
تمام باشندوں کو نکلوا کے یہ جزیرہ اس نے ایجنزیوں پر بانٹ دیا، ان مصیبتوں میں تھوڑی
بہت تسکین انھیں اپنے دشمن کی پریشانیوں سے بھی ہوئی کیونکہ ایجنزی بیڑے نے پونیش کے
گردی گرد جل کے بہت سے حصوں اور چھوٹی بستیوں کو تباہ و برباد کر دیا اور خاصہ بڑا علاقہ لوٹ کر
خراب کر ڈالا۔ خشکی پر بھی خود فارقلیس فوج لے کے مگارا پر چڑھ دوڑا اور ان کے علاقے بھر میں
تھلکہ ڈال دیا، ان واقعات سے ظاہر ہے کہ اگرچہ پونیشی فوج نے خشکی پر ایجنز کو نقصان
پہنچانے میں کوتاہی نہیں کی لیکن خود ان کو بھی ایجنزی بیڑے سے کچھ کم نقصان نہ پہنچا اور
بے شبہ اگر حوادث آسانی تمام انسانی عزم و قیاس کو باطل نہ کر دیں تو وہ فارقلیس کے اندازے
کے مطابق بہت جلد لڑائی ختم کرنے پر مجبور ہو جاتے۔

سب سے پہلے تو باے طاعون شہر میں پھیلی اور اصلی قوت شباب یعنی اس کے تمام
نوجوان باشندوں کو کھا گئی۔ اس واقعے پر لوگ جو پہلے ہی سخت منہم اور پریشان ہو رہے تھے بالکل
مجنون اور فارقلیس کی جان کے دشمن ہو گئے اور ہڈیاں مریضوں کی طرح، خود حکیم شفیق یا اپنے
عزیز باپ کو مارنے کے واسطے تگے تاننے لگے، اس کے دشمنوں نے ان کے دل میں یہ بھڑادی
تھی کہ اس وبا کی وجہ شہر میں آدمیوں کی کثرت ہے جو گرمی کی شدت سے مجبور تھے کہ چھوٹی چھوٹی
چھوٹی بیڑیوں اور تنگ کوکلیوں میں بیکار پڑے وقت گزاری کریں حالانکہ پہلے وہ پاک صاف
اور کھلی ہوا میں رہنے کے عادی تھے۔ اب اس تمام مصیبت کا سبب اصلی وہی شخص ہے جس نے
لڑائی کی وجہ سے سارے علاقے کی بے تعداد مخلوق کو شہر بنیاد کے اندر بھر لیا ہے۔ انھیں کوئی کام
دیتا ہے نہ رہنے کی جگہ۔ بلکہ بے کار موشیوں کے مانند حاطے میں بند کر رکھا ہے کہ امراض ہندی
کا شکار ہوں۔

ان خرابیوں کے دھیتے کے لیے اور دشمن کو ستانے کے واسطے فارقلیس نے ایک سو پچاس جہاز

کیے اور ان میں بہت سے آزمودہ کاریبارہ و سوار روانہ کرنے کو چھانٹے جس سے شہر والوں
 کی امید بندھی اور دشمن بھی کثرت فوج دیکھ کر ہراسان ہوا، اور اب جب سفر کی سب تیاریاں
 مکمل ہو چکیں، فارقلیس بھی اپنے جہاز پر چڑھ لیا، تو عین اسی وقت سورج گہن پڑ گیا اور چانک
 اذہیر اچھا لگیا۔ جس نے ہر ایک کو ڈرا دیا کیونکہ یہ سخت بد فالی سمجھی جاتی تھی، جب فارقلیس نے
 اپنے جہاز کھینے والے کو نہایت خوف زدہ اور دگلا میں پایا کہ اب کیا کرے تو اس نے اپنا چھتہ
 اتار کے ملاح مذکور کے چہرے کے سامنے اس طرح کر دیا کہ وہ اس کی اڑ میں سے سامنے کی کوئی
 شے نہ دیکھ سکے اور اس کے بعد پوچھنے لگا کہ کیا اس سے تھیں کچھ ضروریات تکلیف پہنچنے کا اندیشہ
 ہے؟ ملاح نے نفی میں جواب دیا کہ نہیں، تب اس نے کہا: پھر بھلا اس میں اور وجہ تاریکی
 میں فریق ہی کیا ہے؟ البتہ سورج کے سامنے جو شے ہے وہ اس بچے سے کچھ بڑی ہوگی؟
 یہ وہ کہانی ہے جو فلسفہ کے اساتذہ اب تک شاگردوں کو سنایا کرتے ہیں؟
 مگر فارقلیس سمندر میں کچھ بہت کلہ نایاں، جو اس زور شور کے شایان ہوتا، نہ دکھا سکا، او
 جب اس نے اپنی دور رس *ichthys* کے مقدس شہر کو گھیر لیا اور اس کے تغیر
 ہو جانے کی امید بھی بندھ گئی تو بیماری نے اس کے تمام منصوبوں کو خاک میں ملا دیا۔ یہ بلا نہ صرف
 ایتھنز یون تک محدود رہی بلکہ جن جن مقامات کے لوگوں کی فوج میں آمد رفت تھی وہ بھی اس کے
 حملے سے نہ بچے، اس پر ایتھنز کے لوگ اور زیادہ اس سے ناراض ہو گئے اور پھر ہر چند اپنے مقدس
 بھر اس نے انھیں مٹانے کی اور از سر نو بہت بندھانے کی کوشش کی، وہ قبضے میں نہ آئے نہ
 ان کا پیش و غضب کم ہوا۔ یہاں تک کہ کثرت رائے اس کے خلاف ہو گئی اور لوگوں نے اس سے
 تمام اختیارات لے کر اسپر جہاز کیا جس کی مقدار کم سے کم بیان کرنے والے پندرہ ٹیلیٹ بتاتے
 ہیں اور سب سے زیادہ جنھوں نے بتائی ہے انھوں نے پچاس ٹیلیٹ بتائی ہے، مخالفت میں
 پیر دی کرنے والا، اودو مانوس *Adomeneus* نے کیا، کو صفر اٹس نے، سیمیا س
Simnias کو، اور پون ٹلیس نے لکراتی دس *Laeratides* کو قرار دیا ہے؟

اس کے بعد اس کے خلاف جتنی شورش مٹی وہ سب ہمیشہ کے لیے دب گئی گویا لوگوں کا تمام زور اس ایک ضرب پر صرف ہو گیا اور ان کا ڈنک زخم میں جھڑکے رہ گیا، لیکن فارقلیس کے خانگی حالات نہایت تکلیف دہ ہو گئے تھے۔ اس کے بہت سے دوست و باے طاحون میں مر گئے تھے اور خاص اپنے گھر کے آدمی ایک مدت سے ناراض اور بے سرے ہو رہے تھے اس کا نکاحی بیوی سے بڑا بیٹا ذن طنس باطبع مسرور تھا اور جوان بہو بھی (جو طندر *Tisander* کی بیٹی تھی) فضول خرچ تھی، باپ کی کفایت شناری ذن طنس کو ایک آنکھ نہ بھاتی تھی اور اس کے ذاتی اخراجات کے لیے جو رقم تھوڑی تھوڑی کر کے ملتی تھی اس کے کم ہونے کا بھی اسے بڑا شکوہ تھا۔ اسی قسم کی وجہوں سے عاجز آکے اس نے ایک مرتبہ کچھ روپیہ اپنے کسی دوست سے قرض منگا لیا اور اس پر یہ ظاہر کیا کہ فارقلیس کی اجازت اور کسے سے لیتا ہوں، کچھ عرصے بعد جب یہ شخص روپیہ طلب کرنے آیا اور فارقلیس نے بالکل صاف جواب دیدیا تو اس نے ذن طنس پر دعوے دائر کر دیا، نوجوان بیٹے کو یہ بات نہایت ناگوار گذری اور اس نے علانیہ باپ کی مخالفت اور فحشیک کرنی شروع کی۔ وہ اس کے گھر کی باتیں یا جو سوظالمی اور علما اس کے ہاں آتے ان کے ہتھے سانسٹا کے باوا کی ہنسی اڑاتا: مثلاً یہ کہ جب کسی مشہور کرتبی کے تیر سے فلموس فارسیلی نادانستہ مارا گیتا تو اس کا باپ سارے دن تک حکیم فردناغورث *Protagoras* سے جین میں کرتا رہا کہ بہترین عقلی دلائل کے رو سے اس سو اتفاق کا سبب کمان ہے یا وہ شخص جس نے تیر چھینکا یا وہ لوگ جنہوں نے کھیل دکھانے کی نمائش قائم کی تھی یا علاوہ ازیں ٹیم بروٹس کا بیان ہے کہ ذن طنس ہی نے وہ نامعقول افسانہ اپنی بیوی سے آغوش کی کا لوگوں میں مشہور کیا تھا۔ اور انہی اختلافات کی وجہ سے بیٹا مرتے دم تک (کیونکہ وہ اسی طاعون میں مر گیا) باپ سے بیزار رہا، اس بیماری میں فارقلیس کی بہن اور دیگر احباب و اہل و عیال اس کی جائداد وغیرہ کے انتظام میں بڑی امداد دیا کرتے تھے فوت ہو گئے۔ ہم اس نے ان مصیبتوں کو مردانہ وار برداشت کیا اور نہایت سخت آزمائشوں میں بیٹی علی صلی

کی داد و تیار ہوا کہ کبھی کسی نے اُسے روتے یا رنج کرتے نہ دیکھا نہ عربیہ و احباب کے کفن و دفن میں وہ شرکت کرتا یہاں تک کہ اس کا دوسرا نکاحی بیٹا بھی جو اب اکیلا رہ گیا تھا، جاتا رہا یہ ایسا دمچکا تھا جس نے فارقلیس جیسے قوی ل کو بھی بھا دیا اور اگرچہ وہ اپنے اصولوں اور کوہ وقار استقلال کو ہاتھ سے نہ دینے کی سخت کشمکش کرتا رہا تاہم جب رسم کے مطابق وہ لاش کے سر پر پھولوں کا سہرا بچانے آیا تو ضبط کا دامن چھوٹ گیا اور اس جگر شکاف نظر سے پر جذبات نے اس درجہ مغلوب کیا کہ بے اختیار چھین بھل گئیں اور زندگی بھر میں پہلی مرتبہ آنسوؤں کا ایک دریا آنکھوں سے بہ نکلا ہوا

اس آئنا میں آنکھ نے تمام جرنیلوں کی سپہ سالاری آزمائی اور سچی مقررہ دن کو سلطنت کے کام دے کے دیکھا لیکن کسی میں انتظام نبھانے کی طاقت نہ نظر آئی نہ کوئی شخص ایسا بھاری بھر کم اور مقتدر ثابت ہوا جو اتنی بڑی ذمہ داری کا اہل ہوتا، اس وقت انھیں فارقلیس کے نکالنے پر پیشانی ہوئی اور پھر اسے تمام سلطنت اپنے ہاتھ میں لینے کے لیے اور قوت کو اپنی صلاح مشورے سے فائدہ چھو بچانے کے لیے دھو تین دینے لگے مگر وہ سوگ اور افسردگی کے عالم میں خانہ نشین تھا اور باہر نکلتا نہ جاتا تھا بارے القبادین اور دیگر احباب کے مجبور کرنے سے اٹھا اور لوگوں کے سامنے آیا اور جب انھوں نے اس کی بڑی تعظیم و تکریم کی اور اپنی پہلی بدسلوکیوں کی معافی مانگی تو فارقلیس نے پھر ایک مرتبہ عنان انتظام اپنے ہاتھ میں لی اور جب اس کا سپہ سالاری پر انتخاب ہوا تو اس نے درخواست کی کہ کم ذات بچوں کے متعلق قانون، جو پہلے خود اسی نے کوشش کر کے منظور کرایا تھا، معطل کر دیا جائے تاکہ اس کی تمام و نسل قانونی و عدالت نہ ہونے کے سبب سے بالکل ہی نیست نابود ہونے سے بچ جائے ہر نقد اس قانون کا یہ ہے کہ فارقلیس نے کبھی پہلے اپنے عروج کی حالت میں، جب قانون کے مطابق تھا احتاجی ہی سے اس کے بچے موجود تھے، یہ قانون پیش کیا تھا کہ آئندہ امتیازی کے لقب سے صرف وہی لوگ لقب ہو سکیں جن کے مان باپ دونوں امتیاز کے

ہوں۔ چنانچہ اسی قانون کی وجہ سے، جب شاہ مصر نے کئی ہزار من گیہوں شریوں میں تقسیم کر دینے کے لیے ہدیہ ایجنٹ بھیجے، تو ایک طوفان مقدمہ بازی کا بپا ہو گیا۔ بہت سے جن کی پہلے خبر بھی نہ تھی، کم ذات ثابت ہوئے اور شہریت سے خارج کیے گئے اور بہت سے بچارے بے وجہ مارے گئے۔ قریب قریب پانچ ہزار نفوس ہونگے جن پر لازم ثنابت ہوا اور غلام بنا کے فروخت کر دیے گئے۔ باقی جو لوگ اس بلا سے محفوظ رہے اور آخر تک سچے شہری بن کر سرخرو بچلے وہ کل ملا کے تعداد میں چودہ ہزار چالیس آدمی تھے۔ یہ حقیقت میں نہایت حیرت انگیز بات معلوم ہوتی ہے کہ ایسا قانون جس نے اتنے آدمیوں کو پریشان کیا، اب اسی فرد واحد کے کہنے سے جس نے اسے بنایا تھا، باطل کر دیا جائے۔ پرمصل یہ ہے کہ فارقلیس کی مصیبت دہائی اور پریشان حالی نے ستر ضلع کی زبان بند کر دی تھی۔ اور سب لوگ یہ سمجھ کر کہ اس کو بچھلی رعوت اور سخت گیری کی زمانے نے بہت کافی سزا دیدی ہے، اس کو واجب الرحم جانتے تھے۔ اور ایک آفت زدہ اور دل شکستہ شخص کی اس قسم کی درخواست ان کے نزدیک قبول کرنی شیوہ انسانیت تھی۔ چنانچہ انھوں نے اجازت دیدی کہ فارقلیس اپنے غیر کفو بیٹے کو اپنا ہی نام دیدے اور برادری کے جبر میں اس کا نام بھی داخل کر لے۔

اس کے اسی بیٹے نے بعد میں پرنیشیوں کو ارجی نویسی Argin uae پر شکست دی تھی اور پھر قوم کے ہاتھوں دوسرے جرنیلوں کے ساتھ مقتول ہوا تھا۔ بیٹے کو برادری میں شامل کرنے کے تھوڑے ہی دن بعد فارقلیس کو معلوم ہوتا ہے، اسی وبائی مرض نے اگلیہر۔ مگر اس پر اور دن کی طرح تیز و شدید دورے نہیں پڑے بلکہ بظاہر بیماری اندر ہی اندر پتی اور مختلف رنگ بدلتی رہی بیان تک کہ جسم کی طاقت سلب ہو چلی اور اس کے شریفانہ قواسم روحانی کمزور پڑتے گئے۔

اسی کے متعلق سفر اٹلس نے اپنی کتاب اخلاق میں ایک تحریر چھوڑی ہے۔ یعنی

اس بحث میں کہ آیا آدمی کے اطوار حالات گرد و پیش سے متغیر ہو جاتے ہیں یا اس کی اخلاقی عادتیں جسمانی بیماریوں سے متاثر ہونے کے صراطِ مستقیم پر قائم نہیں رہتیں؟ اس نے لکھا ہے کہ فارقلیس جب بیمار پڑا تو جو یار آشنا مزاج پُرسو کو جانے، ان میں سے ایک کو اس نے ایک تعویذ یا جھاڑ پھونک کا گنڈا دکھایا جسے عورتوں نے اس کے گلے میں لٹکا دیا تھا۔ گویا بیماری نے اس کو حقیقت میں اتنا ضعیف الایسے اور وہی کر دیا تھا کہ وہ اس خرافات کو گوارا کرنے لگا تھا۔

جب وقت آخر آچھو پچھا تو بالین پر اس کے بچے کچھ دوست اور شہر کے منتخب عمائدین بیٹھ کے اس کی غویان اور غیر معمولی قابلیت و اقتدار کی یاد اور اس کے مشہور مشہور کارنامے نمایاں اور فتوحات کا ذکر آپس میں کرنے لگے، کیونکہ فتح و نصرت کی وہ یاد گارین جن سے اس کی سپاہ سالاری میں شہر نے دینت و آبرو پائی تو سے کم نہ تھیں۔ اور یہ باتیں وہ اس طرح کر رہے تھے گویا وہ بے ہوشی یا ایسی حالت میں ہے کہ ہوش و حواس ساقط ہو چکے اور ان کی گفتگو سننے سمجھنے سے قاصر ہے۔ حالانکہ اس نے فوران کی تمام باتیں سنیں اور زبان سے بھی بولا کہ تعجب ہے تم نے ہر ایسی شے کی تو تعریف کی جو زیادہ تر تقدیری یا اتفاقات پر منحصر ہوتی ہے اور دوسرے سپاہ سالاروں کو بھی حاصل ہو جاتی ہے لیکن اس چیز کا مطلق ذکر نہیں کیا جو عظمت و غلبہ میں سب سے بڑھ کر ہے۔ «کیونکہ» اس نے کہا «کوئی ایٹھنری درد و غم پر کبھی اس طرح غالب نہ آیا تھا!»

بے شبہ وہ اپنی اعلیٰ سیرت کی وجہ سے ہم سب کی توصیف و ثنا کا بدرجہ اولیٰ مستحق ہے نہ صرف اپنی اس نرم مزاجی اور تحمل کے سبب سے جس پر ہزار ہا دشمنانِ گویوں کے باوجود وہ مدتِ العمر قائم اور مستقل رہا، بلکہ اپنی بلند ہمتی پر اور عالی خیالی پر کہ قوتِ علی الاطلاق اور کامل اختیار کے ہوتے ساتھی اپنی سب سے بڑی شرافت اسی میں سمجھی کہ حسد اور دشمنی کے جذبات کو دبائے اور کسی کی طرف سے کینہ دل میں نہ پائے۔ اور میرے نزدیک یہی شے ہے

جو اس کے خطاب اور کلمی کی وقت اور سجادت کو بڑھا دیتی ہے۔ ایسا غیر معمولی ربط ہے
ایسی پاک صاف بے داغ زندگی اگر قوت و اقتدار کے ساتھ نہ ہو تو بے شبہ وہ لفظ مہمل
اور طغیانہ ہو جاتا ہے اور وہ شان ربانیت کم ہو جاتی ہے جو اولیٰ مین بہان ہے۔ یعنی
ایسی قوت جو ہرائی سے ارفع اور صرف بھلائی کی مصد ہے اور چہارے نزدیک دنیا کا
انتظام چلانے والے دیوتاؤں کی صفت ہونی چاہیے۔ کیونکہ ہم دیوتاؤں کو ایسا صفات
متابین سے منصف نہیں مانتے جیسا کہ شرانے انھیں دکھایا ہے اور اپنی جہالت سے خود
ہی اپنے کلمے کی تردید میں کی ہیں مثلاً جیسا ان کے فرضی مقام سکونت کا نقشہ کھینچا ہے
کہ وہ جہان رہتے ہیں نہ دہان آب و باران کے طوفان آتے ہیں نہ دنیا کے غمضات اور
جھگڑے باعث کوفت ہو سکتے ہیں افکار و آلام سے دہان کلیتاً آزادی ہے اور ایک نور
لطیف ہے جو ہر وقت اس کو منور کیے رہتا ہے۔ وغیرہ وغیرہ۔ مگر پھر اس کے ساتھ ہی ساتھ
ان دیوتاؤں کے لڑائی جھگڑوں کا اور طیش و کینہ دہری کا بھی بیان کرتے ہیں جو غیر فانی دیوتا
تو درکنار ان آدمیوں کے لیے بھی دیا نہیں جن میں کچھ تھڑی سی عقل ہو، مگر غالباً یہ باہمین
اس جگہ بے عمل ہیں اور اس بحث کو کسی اور ہی وقت کے لیے اٹھا کر رکھنا چاہیے؛
فازلیس کی موت کے بعد انتظامات سلطنت کی رفتار سے بہت جلد کھل گیا کہ اس کا
نہ رہنا کیسا ناقابل تلافی نقصان ہے؛ وہ جو زندگی میں اس کے شخصی اقتدار اور اس کے
آگے خود ماند ہو جائے پڑھتے تھے اس کے گذرتے ہی دوسرے تمام آتش بیان تقریر یوں
کی آزمائش کر کے بہت جلد قائل ہو گئے کہ اتنی بلندی اور عروج پر چھونچنے کے بعد ایسی
مستقل پسند اور معتدل طبیعت دوسرے شخص کی ہونی محال ہے نہ وہ تاثیر اور وزن کسی
اور کی منکسر خراجی میں پیدا ہو سکتا ہے جس کامر نے والا مالک تھا؛ اُس وقت ہی جا کر
انھیں یہ بھی معلوم ہوا کہ جس شخصی اختیار کو وہ بادشاہت، جاہ رانہ شخصیت اور استبداد
کے مکروہ ناموں سے یاد کرتے تھے وہی حقیقت میں امن کا مادہ تھا۔ ظلم و خیانت،

نالایقی اور بد معاشی کا اس کے ہٹنے ہی ایک سیلاب آگیا جسے فقط اسی کی قوت تیز
 و تیز نے سدود کر رکھا تھا اور جو محض اسی کی روک تھام سے بے باکانہ اونچا چڑھنے
 سے ڈکا ہوا تھا۔

سے پتیس کا موزانہ فارقلیس کے ساتھ

یہ دو سوانح عمریان جنہیں جنگی اور ملکی قابلیتوں کی اعلیٰ مثالیں کہنا چاہئے ہمارے سامنے ہیں۔
اؤ اب سے پہلے ان دو نامور شخصوں کے جنگی اوصاف کا موازنہ کریں :-

فارقلیس کے ہاتھ میں جب اپنی قوم کی غمان حکومت آئی تو سلطنت ایک سرسبز اور ترقی پزیر
حالت میں تھی اور ایسے کہہ سکتے ہیں کہ اسکا اس خوش حالی کو برقرار رکھنا یا وطن کو کسی مصیبت میں
نہ گرفتار نہ ہونے دنیا ایک معمولی خوش نصیبی اور کامیابی کی بات تھی۔ حالانکہ فے پتیس کو جو نہایت نازک
اور بدترین وقت میں برسرِ اقتدار آیا محض ایک تنظیم اور جی جائی حکومت کو چلانا اور اپنی حالت پر قائم
رکھنا نہ تھا بلکہ اسے ایک گرتی عمارت کو تھامنے اور ایک ڈوبتی سلطنت کو ترائے جانیکا دشوار مرحلہ پیش
تھا۔ علاوہ ازیں کاتین (ریا سائین) کی فتوحات، میر وندیش اور لکارتش کے امول غنیمت اور طول میدان
کی مشہور حرات سے فارقلیس نے سلطنت کو وسیع یا محفوظ کرنے کا کام نہیں لیا بلکہ ان سے آئینہ کی تین
ویرائش کی اور نئے نئے مذہبی تہوار اور میلے تماشوں کی بنیاد ڈالی۔ اسکے برعکس فے پتیس فتح و سلطنت
بنایا گیا تو اطلالیہ کے دشت و دریا اسکے ہو وطنوں کے خون سے لال تھے، میدان رومی لاشوں سے
پٹے پڑے تھے، اور انکے استعد و سپاہی جو نیل و قنصل مانے گئے تھے کہ بعد میں فے پتیس نگاہ اٹھا کر دیکھتا تھا
سوائے ہلاکت و تباہی کے کچھ نظر نہ آتا تھا۔ حال میں محض اسی کی آدوا العری تھی جس نے رومہ کو فنا ہو
سے بچایا اور صرف اسی کی بلند حوصلگی اور عاقلانہ مشوروں کی بدولت اہل روم اس جھٹ کو اظوا
لگانے پر آمادہ ہوئے جو اردون کی غلطی اور کمزوریوں سے شق ہو کر اپنی جگہ چھوڑ چکی تھی۔
اگر کہا جائے کہ فارقلیس کا آئینہ یون پر ایسے زمانے میں حکومت کرنا جبکہ عرصہ دراز تک دولت و
خوش حالی امن و اطمینان سے بہرہ مند رہنے کے باعث وہ کمال سرکش اور بیاک ہو گئے تھے، نسبت
فے پتیس کے زیادہ دشوار کام تھا کہ اسے جس شہر کی حکومت ملی اسے پہلے ہی آفات و مصائب بھیجی ملی

بنادیا تھا اور فیرونی خطرات کے سبب سے وہاں کے لوگ اسکے دشمن بنانا حکام کے خلاف دم نہ
 مار سکتے تھے۔ اور اس لیے اسی شکستہ حال جماعت کو قابو میں رکھنا کوئی بڑی بات نہ تھی۔ تو بھی
 ماننا پڑیگا کہ ایسی اتر حالت میں فیس کا مستقل رہنا اور ان مسلسل ہزیمتوں سے مایوس ہونا
 نے رومیوں کا فساد خیال دیا تھا ایک غیر معمولی عزم و ہمت کی دلیل ہے جو
 جزیہ ساموس اور یوبیہ کی فتوحات کے مقابلے میں ہم ٹائٹم کی دوبارہ تخریب اور کپانیہ کے
 شہر دکن کی فتح پیش کر سکتے ہیں اگرچہ (کپانیہ کا براشہر) کا پڑا فیس کے بعد کے فصلوں نے فوج کی
 مگر اہل گوریہ کو شکست دینے کے علاوہ کوئی مبدائی فتح جو فیس نے حاصل کی جو مجھے تاریخ میں نہیں
 ملی۔ حالانکہ فارقلیس نے بری اور بحری نولڈائٹان جتین اور ہر ایک کی یادگار انتھرمین قائم کی۔
 بائیں بہہ نے فیس نے جس یادگار طریقے سے منوکیں اور اس کی فوج کو کامل تباہی سے بچایا اور
 اس کام میں جو انسانیت اور جوانی دی اور دانائی دکھائی اسکی کوئی نظیر فارقلیس کی سوانح عمری میں
 نہیں نظر آتی، لیکن اس میں شبہ نہیں کہ فارقلیس اپنے کسی حریف کی چال میں بھی اس طرح کبھی نہ آیا تھا
 جس طرح کہ فیس ہبی بال کے مشعل بردار سیلون سے دھوکے میں آگیا۔ اس موقع پر خیمہ ایک اتفاقی
 فروگزاشت کی بدولت زورور رومیوں کے قبضے میں آگیا تھا، اسکے باوجود فیس نے اُسے رات کے وقت
 نکل جانے دیا اور صبح ہوئی تو اٹل ایک بے ہوش دشمن سے دہرا اور ذلت آمیز شکست کھائی۔
 اگر ایک عمدہ سردار کی خوبی یہ ہے کہ نہ صرف زمانہ موجودہ بلکہ آئندہ کی ضروریات اور حالات
 بھی اس کے پیش نظر ہوں تو ہمیں فارقلیس اپنے رومی ہر خیمہ سے فاضل ہے۔ فی الحقیقت اُس نے
 بہت پہلے سے اپنے اہل وطن کو آنے والی لڑائیوں کے خطرات سے آگاہ کر دیا تھا اور جفا دیا تھا کہ اپنی
 وسعت و قابلیت سے زیادہ مقبوضات حاصل کرنے کی ہوس کا انجام ہتھارے حق میں اچھا نہ ہوگا،
 اسکے برعکس فیس نے آخر تک ایک کی افروقی ہم کو رومہ کے لیے تباہ کرنا بتا دیا، ایسا اچھا پیش گو
 نہ تھا۔ گویا فارقلیس ایک بڑے مستقبل کا اچھا بغیر تھا اور نے فیس ایک اچھے مستقبل کا برا پیش گو۔
 اور یہ ظاہر ہے کہ اندیشہ بجا سے کسی ہاتھ آئے ہوئے فائدے کو چھوڑ دینا ایک بہ سالار کے واسطے آہی

عجب کی بات ہے جس قدر کہ اندیشی سے کسی خطرے میں مبتلا ہو جانا، کیونکہ یہ دونوں نقص ہر چند باہم متضاد ہیں تاہم ان کی جڑ وہی ایک ہے یعنی اندازے کی غلطی اور تجربے کی کمی کو سیاسی معاملات میں فارقلیس پر عام طور سے یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ اس نے اہل باہارٹ کی کسی پیش کردہ شرط کو نہ مانا اور اس لیے وہی جنگ کا بانی مبنی ہے۔ لیکن میرے خیال میں نے بیس بھی اس معاملے میں اتنا ہی سخت تھا اور تمکنا ہوا تھا کہ اہل قرقطاجنہ سے ذرا بھی دبا کر صلح نہ کرے۔ اسے ساری سلطنت جو کھون میں ڈالنا منظور تھا مگر یہ کسی طرح پسند نہ تھا کہ اس کا خواہاں دے کر دشمن سے مصالحت کر لی جائے۔

اندرونی معاملات میں نے بیس کا منکبہ کے ساتھ ماططفت آمیز برتاؤ بڑی تعریف کا مستحق ہے اور اس کے مقابلے میں فارقلیس کی وہ کوشش یقیناً قابلِ تعزین نظر آتی ہیں جو اس نے سامن اور طوسی دیدش جیسے صاحبِ اقتدار اشرفوں کو حلا وطن کر دینے میں صرف کین کی باقی عام انتظامات میں فارقلیس کے لیے یہ بات دشوار نہ تھی کہ ان خرابیوں کو جو عمال یا دوسرے افسروں کی غلطیوں سے پیدا ہوتی ہیں دوک دے کیونکہ اجتہاد میں وہ اپنے تمام ہم وطنوں پر اس قدر حاوی تھا کہ اس کی منشا اور ہدایت کے خلاف کوئی شخص کچھ نہ کر سکتا تھا۔ صرف طول میدان نے ایک بار اس کی رائے سے انحراف کیا اور اس کی مانفت کے باوجود اہل یوشیہ سے لڑنے مارا گیا ورنہ کوئی اجتہاد بھی اس کے حکم سے باہر نہ ہوا۔ حالانکہ نے بیس کو یہ قدرت حاصل نہ تھی اور وہ اپنے ہم وطنوں پر اتنا اختیار نہ رکھتا تھا کہ ہمیشہ اپنی صحیح اور مضبوط رائے پر اٹھیں چلائے اور غلطی کھانے سے روک دے۔ اور بے شبہ رومیوں کی بڑی خوش نصیبی ہوتی اگر وہ نے بیس کو زیادہ اختیارات دیدیتے اور جتنے اس کے اختیارات وسیع ہوتے ہیں کہ بیس کے ہمتی ہی رومہ کی مصیبتوں میں کمی آجاتی۔

فیاضی اور بلند نظری کے اعتبار سے فارقلیس کی نامور علی س میں ہے کہ کبھی کوئی تحفہ یا ہدیہ اس نے نہیں لیا، اور نے بیس اس لیے مشہور ہے کہ خود اپنے پاس سے فدیہ ادا کر کے سپاہیوں کو

چھڑایا اگرچہ یہ رقم چھ ٹیلنٹ (ٹیلنٹ = ساڑھے تین سو روپے) سے زیادہ تھی، لیکن
 فارقلیس چاہتا تھا اپنے تئیں دو تہ بنالینے کے جو موقع اچھے حاصل تھے وہ کبھی کسی کو ملے ہوئے
 شاہ و شاہ زاد سے اور حلیف سلطنتیں سب اُسے کچھ نہ کچھ پیش کرنے پر آمادہ تھے لیکن اس کا دہن
 ہمیشہ اس ناپاک بد اخلاقی سے پاک رہا، رہیں وہ مذہبی اور قومی عمارتیں جن سے اُس نے
 اپنے وطن کی شان و زیبائش میں اضافہ کیا، تو اس معاملے میں اعتراف کرتا پڑتا ہے کہ روم
 میں بادشاہی زمانے تک جتنی عمارتیں قصور و محلات تعمیر ہوئے، وہ سب کے سب کیا کثرت
 مصارف اور کیا بنانے والوں کی بلندوصلگی، کسی لحاظ سے بھی اُن بے باع عمارتوں کا مقابلہ
 نہیں کر سکتے جو کیلے فارقلیس نے آتھنز میں تعمیر کر دی تھیں؛

